شرح ابوداؤد شریف

جلد 1

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

خوشخبری

مسلک اہلسنت و جماعت کے عقائد و نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور والپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

https://t.me/tehqiqat

شرح ابوداؤد شریف

— تصنیف —

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

— ترجمہ وتخریج —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

1

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم ________ ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

شارح ________ علامہ محمد لیاقت علی رضوی

باہتمام ________ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ________ اگست 2016ء

سرورق ________ اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور

طباعت ________ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ________ روپے

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ھو القادر

786

تنبیہ

فہرست مضامین

كتاب الطهارت

عنوان	صفحہ

کتاب الصلوٰۃ

مقدمہ رضویہ

اَلْحمد لِلّٰه الَّذِىْ أَوضح وُجُوه معالم الدِّين وأفضح وُجُوه الشَّک بکشف النقاب عَن وَجه الْيَقِين بِالعلماء المستنبطين الراسخين والفضلاء الْمُحَقِّقِين الشامخين الَّذين نزهوا كَلَام سيد الْمُرسلين ميزين عَن زيف المخلطين المدلسين وَرفعُوا مناره بِنصب العلائم وأسندوا عمده بأقوى الدعائم حَتَّى صَار مَرْفُوعا بِالْبِنَاء العالى المشيد وبالأحكام الموثق المدمج الْمُؤَكّد مسلسلا بسلسة الْحِفْظ والإسناد غير مُنْقَطع وَلَا واه إِلَى يَوْم التناد وَلَا مَوْقُوف على غَيره من المبانى وَلَا معضل مَا فِيهِ من الْمعَانِي (وَالصَّلَاة) على من بعث بِالدّينِ الصَّحِيح الْحسن وَالْحق الصَّرِيح السّنَن الْخَالِي عَن الْعِلَل القادحة والسالم من الطعْن فِي أدلته الراجحة مُحَمَّد المستأثر بالخصال الحميدة والمجتبى الْمُخْتَص بالخلال السعيدة وعَلى آله وَصَحبه الْكِرَام مؤيدى الدّين ومظهرى الْإِسْلَام وعَلى التَّابِعين بِالْخَيرِ وَالْإِحْسَان وعَلى عُلَمَاء الْأمة فِي كل زمَان مَا تغرد قمرى على الْورْد والبان وناح عندليب على نور الأقحوان (وَبعد) فَإِن عانى رَحْمَة ربه الْغَنِيّ مُحَمَّد لياقت على الرضوى الحنفى عَامله ربه ووالديه بلُطْفِهِ الْخَفي يَقُول أَن السّنة إِحْدَى الْحجَج القاطعة وأوضح المحجة الساطعة وَبهَا ثُبُوت أَكثر الْأَحْكَام وَعَلَيْهَا مدَار الْعلمَاء الْأَعْلَام وَكيف لَا وَهِي القَوْل وَالْفِعْل من سيد الْأَنَام فِي بَيَان الْحَلَال وَالْحرَام الَّذين عَلَيْهِمَا مَبْنِيّ الْإِسْلَام فصرف الإعمار فِي اسْتِخْرَاج كنوزها من أهم الْأُمُور وتوجيه الأفكار فِي استكشاف رموزها من تعمير العمور لَهَا منقبة تجلت عَن الْحسن والبها ومرتبة جلت بالبهجة والسنا وَهِي أنوار الْهِدَايَة ومطالعها ووسائل الدِّرَايَة وذرائعها وَهِي من مختارات الْعُلُوم عينهَا وَمن متنقدات نقود المعارف فضها وعينها ولولاها لما بَان الْخَطَأ عَن الصَّوَاب وَلَا تميز الشَّرَاب من السراب وَلَقَد تصدت طَائِفَة من السّلف الْكِرَام مِمَّن كساهم الله تَعَالَى جلابيب الْفَهم والأفهام ومكنهم من انتقاد الْأَلْفَاظ الفصيحة المؤسسة على الْمعَانِي الصَّحِيحَة وأقدرهم على الْحِفْظ بالحفاظ من الْمُتُون والألفاظ إِلَى جمع سنَن من سنَن سيد الْمُرْسلين هادية إِلَى طرائق شرائع الدّين وَتَدْوِين مَا تفرق مِنْهَا فِي أقطار بِلَاد الْمُسلمين بتفرق الصَّحَابَة وَالتَّابِعِينَ الحاملين والفقهاء مذاهب الاربعة۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

(202-275ھ بمطابق 817-889ء)

نام ونسب: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام سلیمان بن اشعث اور آپ کی کنیت ابوداؤد ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد امام کے شاگرد خاص ابن داسہ نے امام کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا اسم منسوب ''سجستانی'' ہے۔ جو آپ کے وطن مالوف ''سجستان'' کی نسبت سے ہے۔ یہ قدیم صوبہ موجودہ دور کے اعتبار سے جنوب مغربی افغانستان کا حصہ ہے۔ اس صوبے کو تاریخ میں ''سیستان'' کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مشہور روایات کے مطابق یہ صوبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 18 ہجری میں عاصم بن عمرو تیمی نے فتح کیا۔ جبکہ بعض مورخین کے نزدیک یہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا۔

•••____•••____•••

امام ابوداؤد 202 رحمۃ اللہ علیہ ہجری میں پیدا ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے جس زمانے میں ہوش سنبھالا یہ علم حدیث کی تاریخ کا یادگار ترین دور ہے۔ امت میں قبولیت عامہ پانے والی ''صحاح ستہ'' کے تمام مؤلفین اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں اور بیشتر اساتذہ سے استفادہ میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ زمانی اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوسکتی ہے۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ، ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن یحییٰ ذہلی رحمۃ اللہ

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث کی طلب میں مصر، حجاز، شام، عراق اور خراسان کے بہت سے علاقوں کا سفر کیا۔

بہت سے جلیل القدر اساتذہ سے استفادہ کے بعد جب امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے تو انہوں نے بہت جلد اپنی قابلیت اور فضیلت کا لوہا منوالیا۔ ان کے اندر وہ تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں، جو کسی بھی عالمِ ربانی میں پائی جاسکتی ہیں۔ اسی لیے شیخ احمد ہروی نے انہیں علمِ حدیث کے شہسواروں میں سے ایک قرار دیا ہے، جبکہ شیخ موسیٰ بن ہارون کا یہ کہنا ہے: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا میں علمِ حدیث کی خدمت کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حافظ ابن مندہ نے تو انہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے

بعد سب سے جلیل القدر محدث قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ جس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اس زمانے میں اسلامی معاشرے پر یونانی فلسفے کے اثرات بہت زیادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے میں "معتزلہ" کے نام سے ایک باقاعدہ مکتبہ فکر وجود میں آ چکا تھا جو قرآن وسنت کے الفاظ کی تعبیر وتشریح یونانی فلسفے کے نظریات کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے تمام مسائل میں اپنے جلیل القدر استاد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے مطابق سلف صالحین کے نظریے کو اختیار کیا۔

بہت سے مؤرخین نے فقہی اعتبار سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا شمار امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے طبقۂ اولی کے شاگردوں میں کیا ہے۔ ان مؤرخین میں ابواسحاق شیرازی، قاضی ابوحسین فراء اور امام ذہبی شامل ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ دیگر فقہاء کی بہ نسبت انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔

•••----•••----•••

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتب یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

سنن ابوداؤد: اس کتاب کا تعارف اگلے صفحات میں تحریر ہے۔

مراسیل: اس کتاب میں انہوں نے مرسل روایات کو ابواب وفصول کے تحت مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب بعض اختصارات کے ہمراہ 1310 ہجری میں مصر میں شائع ہوئی تھی۔

ناسخ ومنسوخ: یہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی اہم کتب میں سے شمار کی جاتی ہے لیکن صرف مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی نسخہ منظر عام پر نہیں آ سکا۔

کتاب الزہد: اس کتاب کا بھی مؤرخین نے ذکر کیا ہے یہ شائع نہیں ہو سکی۔

مسائل امام احمد رحمۃ اللہ علیہ: عنوان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی آراء نقل کی ہوں گی تاہم یہ کتاب بھی شائع نہیں ہو سکی البتہ اس کے کچھ قلمی نسخوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

الرد علی اھل القدر: امام ذہبی اور امام مزی نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کا صرف ذکر ملتا ہے۔

•••----•••----•••

علم وفضل کی خدمت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے شب جمعہ میں 16 شوال المکرم 275 ہجری کو اس دار فانی کو خیر باد کہا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی آغوش میں منتقل ہو گئے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بصرہ میں ہوا جہاں آپ عمر کے آخری دور میں رہائش پذیر رہے تھے۔ شیخ عباس بن عبدالواحد ہاشمی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ تعارف نام ونسب ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔
ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی۔

سن پیدائش

امام ابوداؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اس وقت علم وفن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم

آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

اساتذہ وشیوخ

امام ابوداؤد تحصیل علم کے لیے جن اکابر وشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء دشوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری ومسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعنبی ابوالولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

فن حدیث میں کمال

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ "ابوداود کے لیے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا ہوا تھا" حافظ ابوطاہر نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا لان الحدیث وعلمہ بکمالہ لامام اہلیہ ابوداؤد مثل الذی لان الحدید وسبکہ لنبی

اہل زمانہ داؤد فقہی ذوق اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام ابوداؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بابت حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔

زہد وتقویٰ

ابوحاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد وعبادت اور یقین وتوکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ ورع وتقویٰ، عفت وتقویٰ! عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لیے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لیے اس کو تنگ ہی رکھا۔ جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پر شاکر ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ آپ کے فضل وکمال کا اعتراف ابوداؤد کو علم وعمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا چنانچہ حافظ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد بلا شک وریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت احمد بن محمد بن لیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کرلیا انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

وفات امام ابوداؤد نے تہتر سال کی عمر پاکر سولہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یوم وفات روز جمعہ ہے۔ مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا (اقبال) تصنیفات امام ابوداؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسیل۔ الرد علی القدریہ۔ الناسخ والمنسوخ۔ ماتفرد بہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

سُنن ابوداؤد

نبی اکرم ﷺ سے منقول مستند احادیث کا یہ مجموعہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے' یہ عرف عام میں ''سنن ابوداؤد'' کے نام سے معروف ہے۔ اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے مرتب کردہ اس مجموعے کا نام ''سنن'' ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مکہ کے نام اپنے خط میں خود اس مجموعے کو اسی نام سے ذکر کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعے میں یہ کوشش کی ہے کہ اس میں فقہی احکام سے متعلق مستند احادیث کو ایک جگہ جمع کردیں۔ انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ کسی ایسے راوی سے روایت نقل نہ کریں جو متروک الحدیث ہو۔ یعنی جس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''سنن ابوداؤد'' میں زیادہ تر وہ روایات نقل کی ہیں جو محدثین کے نزدیک مشہور ہیں۔ تاہم انہوں نے اس کتاب میں کچھ ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو متصل نہیں ہیں۔ یا تو وہ مرسل ہیں یا ان میں تدلیس پائی جاتی ہے' لیکن کیونکہ علمی اعتبار سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے وابستہ دامن ہیں اور ان کے نزدیک مستند متصل حدیث کی عدم موجودگی میں مستند مرسل روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے' اس لئے ان کے طریقے کے مطابق امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مستند متصل روایات کی عدم موجودگی میں مرسل روایات بھی نقل کردی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی جگہ کوئی ایسی روایت نقل کریں جس میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہو تو وہ اس کے ضعف کی وضاحت کردیتے ہیں۔ انہوں نے خود یہ بات تحریر کی ہے: جس حدیث پر میں کوئی تبصرہ نہ کروں وہ روایت صالح ہوگی۔ بعض محققین کے نزدیک صالح سے مراد ''حسن'' ہوتا ہے۔

•••----•••----•••

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے الفاظ یہ نقل کیے ہیں:

''میں نے اس کتاب میں صحیح' اس سے مشابہت رکھنے والی' اس کے قریب روایات ذکر کی ہیں اور جن روایات میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہے' انہیں میں نے بیان کردیا ہے اور جنہیں بیان نہیں کیا' وہ صالح ہیں' جن میں سے بعض دوسریوں سے زیادہ مستند ہیں۔

علماء کا یہ کہنا ہے: یہاں صحیح سے مراد ''صحیح لذاتہ'' ہے۔ جبکہ اس سے مشابہت رکھنے والی سے مراد ''صحیح لغیرہ'' ہے اور اس کے قریب سے مراد ''حسن لذاتہ'' ہے۔

لیکن اس کے باوجود علماء نے یہ بات بیان کی ہے: سنن ابوداؤد میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جن کے ضعیف ہونے کی امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت نہیں کی' لیکن تحقیقی اعتبار سے وہ ضعیف کے مرتبے میں شمار کی جائیں گی۔

لیکن ان سب کے باوجود امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ "سنن" کو امت میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہہ دیا: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ کتاب "سنن ابوداؤد" مجتہد کے لئے کافی ہے۔

جبکہ حافظ محمد بن ابراہیم کا یہ قول ہے: سنن کے اعتبار سے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سب سے بہتر ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم فقہ میں مہارت حاصل کرنے والے کے لیے سنن ابوداؤد کا مطالعہ ضروری ہے' کیونکہ اس میں ایسی اکثر روایات مذکور ہیں' جو فقہی مسائل میں مآخذ بنتی ہیں۔

•••_____•••_____•••

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ سنن کی انہی خوبیوں کی وجہ سے بہت سے اہل علم نے "شرح" کی شکل میں اس کی خدمت سرانجام دی' جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

i۔ معالم السنن: اس کے مصنف امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔ یہ کتاب مکمل نہیں ہوسکی' لیکن سنن ابوداؤد کی سب سے بہترین شرح شمار ہوتی ہے۔

ii۔ شرح نووی: یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہوسکی اور اب اس کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔

iii۔ شرح قرشی: اس کے مصنف قطب الدین ابوبکر بن احمد ہیں۔ اس کا بھی صرف تذکرہ ملتا ہے۔

iv۔ شرح مغلطائی: اس کے مصنف علاؤالدین مغلطائی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہوسکی۔

v۔ شرح عراقی: اس کے مصنف ولی الدین احمد بن عبدالرحیم عراقی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہوسکی۔

vi۔ شرح سیوطی: اس کے مصنف امام جلال الدین سیوطی ہیں۔ یہ انتہائی تفصیلی شرح تھی۔ کتاب کے آغاز سے سجدۂ سہو سے متعلق ابواب تک کی شرح 7 جلدوں میں ہوئی تھی۔ اگر یہ مکمل ہوجاتی تو 40 جلدوں سے زیادہ ہوتی' لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہوسکی۔

vii۔ شرح عینی: اس کے مؤلف علم حدیث کی مشہور کتاب "عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری" کے مؤلف حافظ بدرالدین محمود عینی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہوسکی' تاہم اس کے اجزاء شائع ہوچکے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے پانچ شاگردوں نے سنن ابوداؤد کے نسخے روایت کیے ہیں اور ان نسخوں میں کچھ الفاظ اور روایات کی کمی وبیشی پائی جاتی ہے۔ جن میں سے دو حضرات کے نسخے زیادہ مشہور ہوئے۔

i۔ ابوعلی لولؤی: (ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو بصری لولؤی۔ انتقال 333 ہجری)

ii۔ ابن داسہ: (ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ بصری)

ہمارے سامنے اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے' اس کی احادیث کے متن کی تحقیق' تخریج اور تعلیق نگاری کی خدمت شیخ شعیب الارناؤط نے سرانجام دی ہے۔ اور ہم نے انہی کی تخریج کو اختصار کے ساتھ اس نسخے میں نقل کردیا ہے۔ اس نسخے کے مطابق "سنن ابوداؤد" کی روایات کی تعداد 5274 ہے۔

حدیث یا سنت سے مراد نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل اور سکوت ہے۔ سکوت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاموشی کو

کہتے جوانہوں نے کسی عمل کو دیکھ کر اختیار کی اور اس سے منع نہیں فرمایا۔ کتاب اللہ تعالیٰ یعنی قرآن مجید کی کتابت تو آپ ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں مکمل کرائی تھی لیکن احادیث نبویہ ﷺ کی جمع و تدوین کا کام بعد میں آنے والے بزرگوں نے کیا۔ انہوں نے حدیث کو لکھنے سے پہلے وہ حدیث جس جس نے بیان کی اور جس جس نے سنی انکے نام بھی درج کیے۔

یہ ایسی شاندار علمی کاوش ہے جو کسی اور مذہب و ملت کے ہاں نہیں۔ ایک ہستی مبارکہ ﷺ کی احادیث جمع کرتے ہوئے کم و بیش ساڑھے پانچ لاکھ افراد کے حالات زندگی کتابوں میں محفوظ کر دیے گئے جو کہ اب کمپیوٹر کی ڈیٹا بیس میں سما دیے گئے ہیں۔ اس میدان کو ''اسماء الرجال'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

احادیث کی جمع و تدوین کا کام اگرچہ دور نبوت میں شروع ہو چکا تھا اور کچھ اصحاب رسول ﷺ آپ ﷺ کی موجودگی میں ارشادات عالیہ سپرد قلم کرتے رہتے تھے لیکن تیسری صدی ہجری میں یہ علم ایک فن بن کر آسمان علم پر سورج کی طرح ابھرا اور آج تک آسمان روایت پر اس شان سے جلوہ افروز ہے کہ صدیاں گزر گئیں لیکن گہن اسکے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ عظیم الشان محدثین نے ایک ایک روایت کے حصول کے لیے میلوں پیدل سفر کیا اسکو جانچا، پرکھا اور ٹھوک بجا کر دیکھا اور قابل اعتماد ہونے پر اپنے نسخوں میں درج کیا۔ امت مسلمہ پر انکا اتنا بڑا احسان ہے کہ تا قیامت انکا فیض جاری و ساری رہے گا۔ محدثین نے بے شمار کتب حدیث مدون کیں لیکن ان میں سے چھ کو اہل سنت کے ہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی جنہیں ''صحاح ستہ'' کہا جاتا ہے اور چار کو اہل تشیع کے ہاں بلند و بالا مقام ملا جنہیں ''کتب اربعہ'' یا اصول اربعہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام امت مسلمہ کے ہاں ایک بہت ہی مستند محدث کی حیثیت سے مشہور ہے۔ انہوں نے محسن انسانیت ﷺ کی حدیثوں کو جمع کیا اور اپنی کتاب ''سنن ابی داؤد شریف'' میں مرتب کیا۔ آپ کا مکمل نام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق اسدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ 202ھ میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ سندھ اور ہرات کے درمیان واقع تھا اور ایک زمانے میں بہت شہرت رکھتا تھا تاریخ کی پرانی کتب میں اس کا بکثرت ذکر ملتا ہے۔ اس زمانے میں تحصیل علم کے لیے سفر کرنا ضروری خیال کیا جاتا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ قابلیت کو اسی پیمانے سے ناپا اور تولا جاتا تھا کہ کہاں کہاں کا سفر کیا گیا ہے تو عبث نہ ہوگا۔ آپ نے حصول علم کے لیے مصر، شام، حجاز، خراسان اور عراق وغیرہ کی طرف طویل اور دور دراز علاقوں میں سفر کیے، کبھی پیدل اور کبھی کبھی سوار ہو کر۔

آپ کی شہرت آپ کی زندگی میں ہی چہار دانگ عالم پہنچ چکی تھی لوگ آپ کو امام حدیث کی حیثیت سے جانتے تھے اور آپ کے درس میں جوق در جوق شریک ہوتے۔ شاہی خاندان کے اکثر افراد بھی آپ سے کسب فیض کرتے لیکن انہیں عوام الناس کی طرح اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ آپ جس شہر میں جاتے لوگوں کا جم غفیر شہر سے بہت باہر آپ کے استقبال کے لیے موجود ہوتا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے عبارت تھی۔ آپ اپنی قمیص کی ایک آستین کھلی رکھتے تھے تا کہ اس میں کچھ کتابیں سما سکیں اور دوسری آستین تنگ رکھتے تھے کہ اسراف کا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ آپ کی طبیعت میں زہد و عبادت بھی بہت غالب تھے اس لیے آپ کو عالم باعمل کہنا غلط نہ ہوگا۔

آپ نے وقت کے بہت مشہور علماء سے علم حاصل کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ابوالولید طیاسی، محمد بن کثیر العبدی، مسلم بن ابراہیم، احمد بن یونس اور سلیمان بن حرب جیسے بزرگوں کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کے علاوہ آپ سے سماع حدیث کرنے والوں کی اتنی لمبی فہرست ہے کہ جس کو سپرد قلم کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات بھی ایک طویل فہرست کے متقاضی ہیں۔ ''کتاب السنن'' آپ کی شہرت کی اصل وجہ ہے جسے امت مسلمہ ''سنن ابی داؤد'' کے نام سے جانتی ہے۔

آپ نے اس کتاب ''سنن ابی داؤد'' میں ایسی احادیث نبوی ﷺ کو جمع کیا ہے جو احکامات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید اسی لیے یہ کتاب فقہا کے ہاں بھی بہت مقبول ہے۔ کتاب کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے مسودے کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اسے بے حد پسند کیا اور اسکے مندرجات کو سراہا۔ یہ کتاب احکامات اسلامیہ کا ماخذ مانی گئی ہے اور علما کی ایک کثیر تعداد اس بات پر متفق ہے کہ قرآن و سنت کے احکامات کی تفہیم کے لیے ''سنن ابی داؤد'' کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں اس کتاب کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

اس کتاب سے قبل محدثین کے ہاں صرف جوامع اور مسانید لکھنے کا رواج تھا۔ ''جوامع'' جامع کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں ہر طرح کی احادیث نبوی ﷺ ہوتی ہیں اور ''مسانید'' مسند کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں کسی صحابی کی بیان کردہ تمام روایات جمع کر دی گئی ہوں۔ ''سنن ابی داؤد'' اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ ''سنن'' سے مراد وہ کتب حدیث نبوی ﷺ ہیں جن میں فقہی ترتیب سے احادیث نبوی ﷺ درج کر دی گئی ہوں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اسلوب کا آغاز کیا جسے امت مسلمہ میں بہت پسند کیا گیا اور اس کتاب کے بعد بہت سے محدثین نے اس اسلوب پر قلم اٹھایا۔

''سنن ابی داؤد'' میں احکام سے متعلق احادیث نبوی ﷺ موجود ہیں۔ اس کتاب میں امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترین احادیث نبوی ﷺ کا ذکر کیا ہے اور اگر ایک حدیث کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہو تو اسکو سند عالی سے درج کرتے ہیں اور ساتھ میں دیگر اسناد کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ ''اسناد'' سند کی جمع ہے جس سے مراد حدیث بیان کرنے والے بزرگ ہیں جنہوں نے ایک سے سن کر دوسرے کو بتایا۔ جیسے نبی ﷺ سے صحابی نے سنا، صحابی سے تابعی نے، تابعی سے تبع تابعی نے، تبع تابعی سے فقیہ نے اور فقیہ سے محدث نے سنا اور لکھ لیا اس لیے کہ حدیث بیان کرنے والے راوی کہلاتے ہیں اور اسے لکھ لینے والے محدث۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں لمبے واقعات والی احادیث کو اختصار سے بھی بیان کیا ہے۔ روایت کی سند میں اگر کسی طرح کا سقم موجود ہو تو اسکا بھی ذکر کرتے ہیں تاہم ایسے راویان جن کی شہرت محدثین کے ہاں کچھ اچھی نہیں ہے انکی روایات قبول نہیں کرتے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حدیث نبوی ﷺ کے راویوں کی نام، انکی کنیتیں اور اگر انکے القابات ہوں تو ان کا ذکر بھی موجود ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ''متصل السند'' احادیث ہی داخل کتاب کی ہیں۔ ''متصل

السند'' احادیث سے مراد وہ روایات ہیں جن کا سلسلہ سند محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے اور درمیان میں سب راویوں کی باہمی ملاقات ثابت ہوتی ہے یا انہوں نے ایک دوسرے کا زمانہ پایا ہوتا ہے۔

''سنن ابی داؤد'' میں چار ہزار آٹھ سو روایات درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی پزیرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسکی کئی شروحات لکھی گئی ہیں۔ شروحات سے مراد تشریح ہے جیسے قرآن کی ''تفسیر'' ہوتی ہے اسی طرح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ''تشریح'' ہوتی ہے اور کسی کتاب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شروحات کا لکھا جانا گویا اس کی اہمیت اجاگر ہونا ہے۔ اس کتاب کی بہت سی شروحات لکھی گئیں لیکن ''معالم سنن'' از ابو سلیمان احمد خطابی، ''شرح سنن ابو داؤد'' از قطب الدین ابو بکر، ''شرح سنن ابو داؤد'' از ملا علاؤ الدین، سے مسائل سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

حافظ ذکی الدین نے ''مختصر سنن ابی داؤد'' اور ابن قیم الجوزی جیسی نابغہ روزگار شخصیت نے ''تہذیب السنن'' کے نام سے اس کتاب کی مختصرات بھی تحریر کی ہیں اور فی زمانہ سنن ابی داؤد کے کئی اردو اور انگریزی تراجم بھی مارکیٹ میں موجود ہیں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ، آسمان حدیث کا یہ ماہتاب 14 شوال 275 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ حضرت امام ابو داؤد کے جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ آپ اپنی طبعی موت سے فوت ہو چکے لیکن آپ کی کتاب ''سنن ابی داؤد'' قیامت تک آپ کو زندہ رکھے گی اور آنے والی نسلیں اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

سوانح حیات

(۲۰۲ھ-۲۷۵ھ)

نام ونسب:

سلیمان نام، ابوداؤد کنیت، اور نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی۔

ولادت وخاندان:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش آپ کے اپنے بیان کے مطابق ۲۰۲ھ میں ہوئی، قبیلہ "ازد" سے تعلق کی بناء پر ازدی کہلاتے ہیں۔

سجستانی نسبت سیستان یا (سجستان) میں سکونت کی وجہ سے ہے، جو سندھ و ہرات کے مابین اور قندھار (افغانستان) کے متصل واقع ہے۔

طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی سیاحت: آپ نے احادیث کی روایت وتحصیل کے لئے بلاد اسلامیہ کے علمی مقامات کا سفر کیا، جن میں مصر، شام، حجاز (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، بغداد، جزیرہ، بصرہ اور خراسان وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

کئی بار بغداد تشریف لے گئے، نیساپور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے استفادہ کیا۔

اساتذہ وشیوخ

آپ کے اساتذہ وشیوخ حدیث تین سو (۳۰۰) سے زائد ہیں جن میں سے بعض مشاہیر درج ذیل ہیں:

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ،

ابوثور، یحییٰ بن معین،

ابوبکر بن ابی شیبہ،

عثمان بن ابی شیبہ،

سعید بن منصور،

سلیمان بن حرب،

سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی، شجاع بن مخلد، محمد بن بشار بندار بصری،
محمد بن صباح بزار دولابی،
محمد بن منہال،
مسدد بن مسرہد،
قعنبی وغیرہ وغیرہ۔

تلامذہ:

امام ابوداؤد سے بہت سارے علمائے حدیث کو شرف تلمذ حاصل ہے، ان میں سے سنن کے رواۃ مندرجہ ذیل ہیں:
۱-ابوعمرو احمد بن علی بن حسن بصری۔
۲-ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی۔ (م ۳۳۳ھ)
۳-ابوالطیب احمد بن ابراہیم اشنانی بغدادی۔
۴-ابوسعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد اعرابی۔ (م ۳۴۰ھ)
۵-ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داسہ۔ (م ۳۴۶ھ)
۶-ابوالحسن علی بن الحسن بن العبد الانصاری۔ (م ۳۲۸ھ)
۷-ابوعیسی اسحاق بن موسی بن سعید الرملی الوراق۔ (م ۳۲۰ھ)
۸-ابواسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس۔
۹-ابوسالم محمد بن سعید الجلودی۔

آپ کی دوسری کتابوں کے رواۃ میں: ۱۰-ابوعبداللہ محمد بن احمد بصری، ۱۱-ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد، ۱۲-اسماعیل بن محمد الصفار، ۱۳-ابوعبید محمد بن علی الآجری، اور دوسرے مشہور علماء میں آپ کے صاحبزادہ: ۱۴-ابوبکر، ۱۵-ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، ۱۶-حرب بن اسماعیل کرمانی، ۱۷-زکریا الساجی، ۱۸-ابوبکر محمد بن خلال، ۱۹-اور احمد بن یسین ہروی وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے: ۲۰-امام ترمذی، ۲۱-اور امام نسائی کو بھی آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

آپ کے شیخ امام احمد نے بھی آپ سے حدیث عتیرہ روایت کی ہے۔

حفظ وضبط: امام صاحب کو حفاظ حدیث میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے: ''وہ حفظ کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے''۔ (تہذیب الکمال ۱۱/ ۳۶۵)

محمد بن مخلد فرماتے ہیں: ''ابوداؤد ایک لاکھ حدیث کا پورا مذاکرہ کیا کرتے تھے، اور جب آپ نے سنن مرتب کی تو تمام اہل زمانہ نے آپ کے حفظ اور سبقتِ علمی کا اعتراف کیا''۔ (تہذیب الکمال ۱۱/ ۳۶۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جمہور علمائے اسلام کو ان کے کمال حفظ کا اعتراف ہے''۔

جرح وتعدیل: علل حدیث میں آپ کو ملکہ راسخہ عطا ہوا تھا، جیسا کہ ممتاز علماء نے اس فن میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا

ہے۔

آپ کی قوت تمیز، اور نقد ونظر پر اساطین فن کا اتفاق ہے۔

احمد بن محمد بن یسین الہروی فرماتے ہیں: ''ابوداؤد حدیث نبوی، اور علم وعلل اسانید کے حفاظ میں سے ہیں، عبادت پاکدامنی، صلاح اور ورع وتقویٰ میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں'' (السیر ۱۳/۲۱۱، تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

ابوحاتم بن حبان کا ارشاد ہے: ''ابوداؤد فقہ، علم، حفظ، عبادت، ورع وتقوی، اور پختگی ومہارت کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام تھے، آپ نے احادیث کی جمع وترتیب اور تصنیف وتالیف کا کام کیا، اور سنن کا دفاع کیا''۔

(السیر ۱۳/۲۱۲، تہذیب التہذیب ۴/۱۷۲)

حافظ ابن مندہ کا بیان ہے: ''احادیث کی تخریج، معلول وثابت، اور غلط وصحیح میں تمیز کرنے والے چار آدمی ہیں: بخاری، مسلم، ان کے بعد ابوداؤد اور نسائی''۔ (شروط ابن مندہ، السیر ۱۳/۲۱۲، تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

ورع وتقوی: مسلم بن قاسم آپ کے ورع وتقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ ثقہ اور زاہد تھے، حدیث کے ماہر تھے، اپنے وقت کے اس فن کے امام تھے''۔

اور حافظ ابوبکر الخلال فرماتے ہیں: ''امام ابوداؤد اپنے عہد کے مقدم امام ہیں، آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو علوم کی تخریج کی معرفت، اور مواضع حدیث کی بصیرت میں آپ سے بڑا ہو، آپ ورع وتقویٰ میں فائق وبرتر تھے''۔ (تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۴)

اسی طرح ابوحاتم بن حبان اور احمد بن محمد بن یسین الہروی وغیرہ نے بھی آپ کے ورع وتقویٰ کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا ہے۔

امام کے ورع وتقویٰ کے لئے یہ مثال ہی کافی ہے کہ آپ اپنی ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے، جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: ''ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں، اور دوسری کا کشادہ رکھنا غیر ضروری ہے''۔ (السیر ۱۳/۲۱۷)

آپ کا یہ فعل ورع وتقویٰ کے ساتھ احتیاط فی الحدیث یا احتیاط فی الروایت کی بھی غمازی کرتا ہے۔

فن حدیث میں تبحر وکمال: حدیث میں جلالت علم کا اعتراف کرتے ہوئے امام حاکم فرماتے ہیں: ''ابوداؤد اپنے وقت کے اہل حدیث کے بلا مقابلہ امام تھے''۔ (السیر ۱۳/۲۱۲)

اور علان بن عبدالصمد نے یہ رائے قائم کی ہے کہ آپ میدان حدیث کے شہسوار تھے۔ (السیر ۱۳/۲۱۲)

حافظ محمد بن اسحاق الصاغانی، اور ابراہیم الحربی حدیث میں آپ کی مہارت تامہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''الین لأبي داؤد الحدیث کما ألین لداؤد الحدید'' یعنی ابوداؤد کے لئے حدیث ویسے ہی نرم اور آسان بنادی گئی جیسے داؤد علیہ السلام نے لئے لوہا نرم کردیا گیا۔ (السیر ۱۳/۲۱۲ و ۲۱۳، تہذیب التہذیب ۴/۱۷۲)

موسی بن ہارون فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے اور آخرت میں جنت میں، بنے

کے لئے۔(السیر ۱۳/ ۲۱۲)

نیز فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔(السیر ۱۳/ ۲۱۳)

فقہی ذوق وبصیرت: امام ابوداؤد کو جس طرح حدیث میں امامت کا درجہ ملا ہے اسی طرح آپ کو فقہ واجتہاد میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے تو آپ کو فقہ واجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے، اور لکھا ہے کہ امام بخاری کے بعد امام ابوداؤد کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور پھر جملہ اصحاب تراجم وطبقات نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ کے اس ذوق اور بصیرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''کتاب السنن'' کو صرف احکام ومسائل کی جمع وترتیب تک ہی محدود رکھا۔

امام ابوحاتم آپ کو امام فقہ قرار دیتے ہیں۔

امام ابواسحاق شیرازی نے اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابوداؤد ہی کو طبقات فقہاء میں شمار کیا ہے، اور یہ امتیاز آپ کو اسی فقہی بصیرت اور فقہی ذوق کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

فقہی مذہب: ابواسحاق شیرازی نے امام صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی نسبت حنابلہ کی طرف کردی ہے، نیز طبقات حنابلہ میں آپ کا ذکر ہے، اور بعض نے آپ کو شافعی المذہب لکھ دیا۔

حافظ ذہبی آپ کے تبحر علمی اور فقہ وحدیث میں امامت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابوداؤد حدیث اور فنون حدیث میں امامت کے ساتھ کبار فقہاء میں سے ہیں، آپ کی کتاب السنن اس پر دلالت کرتی ہے، آپ اصحاب امام احمد کے منتخب لوگوں میں سے ہیں، امام احمد کے مجلس کی ایک مدت تک پابندی کی، اور اصول وفروع کے دقیق مسائل پر آپ سے سوالات کئے، آپ اتباع سنت اور سنت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کے باب میں، اور دشوار گزار کلام ومسائل میں غور وخوض نہ کرنے میں سلف کے مذہب پر تھے۔(السیر ۱۳/ ۲۱۵)

اسی طرح علامہ طاہر الجزائری کے بیان سے بھی امام ابوداؤد کے کسی دوسرے امام کے مقلد ہونے کی نفی اور تردید ہوتی ہے، فرماتے ہیں: "أما البخاري وأبو داؤد فإمامان في الفقه وكانا من أهل الاجتهاد" (تو یہ دونوں بخاری اور ابوداؤد فقہ کے امام ہیں، اور دونوں اہل اجتہاد میں سے ہیں''۔

وفات: امام صاحب کی وفات (۱۶) شوال بروز جمعہ ۲۷۵ھ (۷۳) برس کی عمر میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

اولاد: اولاد میں صرف ایک صاحبزادے محدث ابوبکر عبداللہ کا ذکر ملتا ہے۔

امام صاحب نے اپنی زندگی دین حنیف کی خدمت میں وقف کر رکھی تھی اس سلسلہ میں آپ نے زیادہ تر تصنیف وتالیف کا کام انجام دیا، آپ کی تالیفات میں سے جن کا ہمیں علم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔» کتاب السنن «(مطبوع)

۲۔» المراسیل «(مطبوع): یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے، اس میں چھ سو مرسل روایات کا ذکر ہے، اور امام ابوداؤد

نے اس کو اپنی سنن کا اٹھارہواں جزء بتایا ہے، لیکن الگ سے مطبوع ہے۔

۳۔ »مسائل أبي داؤد للإمام أحمد«: یہ بھی فقہی ترتیب پر ہے، علامہ رشید رضا نے اسے سن ۱۳۵۳ھ میں اپنی تحقیق سے شائع فرمایا۔

۴۔ »رسالة أبي داؤد لأهل مكة في وصف سننه« (مطبوع): یہ رسالہ امام موصوف نے اپنی سنن سے متعلق تصنیف فرمایا، جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے، ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ نے اسے اپنی تحقیق سے ۱۳۹۴ھ میں شائع کیا۔

۵۔ »الرواة من ال إخوة والأخوات«: ڈاکٹر باسم بن فیصل الجوابرہ نے اپنی تحقیق سے اس کو ۱۴۰۸ھ میں شائع کیا۔

۶۔ »سؤالات أبي عبيد الآجري أباداؤد في الجرح والتعديل«: ڈاکٹر محمد علی العمری نے اس کے تیسرے جزء کی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں تحقیق کر کے شائع کیا، بعد میں چوتھے اور پانچویں جزء کی تحقیق واشاعت کی، اس کتاب کا پہلا اور دوسرا جزء مفقود ہے۔

۷۔ »سؤالات أبي داؤد للإمام أحمد في جرح الرواة وتعديلهم«: ڈاکٹر زیاد محمد منصور نے اسے ۱۴۱۴ھ میں تحقیق کر کے شائع کیا۔

۸۔ »الزهد«: تحقیق ضیاء الحسن السلفی (مطبوع بالدار السلفیہ بمبئی)۔

۹۔ »المسائل التي حلف عليها الإمام أحمد«: (تاریخ التراث العربي، تالیف فواد سزکین ۱/۲۹۵، مخطوط بالمکتبۃ الظاہریہ)۔

آپ کی درج ذیل کتابیں مفقود کے حکم میں ہیں:

۱۰۔ »الناسخ والمنسوخ«: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۳/۲۰۹، تہذیب التہذیب لابن حجر ۴/۱۷۰، تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶)

۱۱۔ »كتاب القدر«: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء للذہبی ۱۳/۲۰۹، تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶)

۱۲۔ »البعث والنشور«: (ملاحظہ ہو: کشف الظنون تالیف حاجی خلیفہ ملا کاتب چلپی ۲/۱۴۰۲)

۱۳۔ »دلائل النبوة«: (ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب لابن حجر ۴/۱۷۰، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۱/۳۹۵)

۱۴۔ »التفرد في السنن«: (ملاحظہ ہو: تقریب التہذیب لابن حجر ۷۶، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۱/۳۹۰)

۱۵۔ »مسند مالك بن أنس«: (التہذیب ۴/۱۷۰)۔

۱۶۔ »فضائل الأنصار«: (التقریب ۷۶)۔

۱۷۔ »أصحاب الشعبي«: (سوالات الآجری ۱۸۱)۔

۱۸۔ »كتاب الكنى«: (الاصابۃ لابن حجر ۳/۳۲۷)۔

۱۹۔ »ابتداء الوحي«: (تہذیب التہذیب ۱/۶)

۲۰۔ »أخبار الخوارج«: (تہذیب التہذیب ۱/۶)

۲۱۔ »كتاب الدعاء«: (تہذیب التہذیب ۱/۶)

سنن ابی داوٗد کے مشہور نسخے

امام صاحب سے "سنن" کو روایت کرنے والے یوں تو تلامذہ ہیں، ذیل میں (کما تقدم) چند مشہور نسخوں کا تذکرہ مقصود ہے:

۱-نسخہ لؤلؤی: یہ نسخہ ہندوستان اور بلاد مشرق میں مروج ہے، اور "سنن ابی داوٗد" سے عندالاطلاق یہی مفہوم ہوتا ہے، لؤلؤی نے امام صاحب سے ۲۷۵ھ میں اسے روایت کیا، اور یہ روایت اصح الروایات مانی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام صاحب سے آخری وقت میں املاء کیا گیا، اور اسی پر آپ کا انتقال ہوا، گویا یہ آخری نسخہ ہے۔

۲-نسخہ ابن داسہ: اس میں نسخہ لؤلؤی کے ساتھ قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے، محض تقدیم وتاخیر کا اختلاف ہے، اور یہ نسخہ بلاد مغرب میں زیادہ مشہور ہے، علامہ خطابی (مولف معالم السنن) کے پاس یہی ابن داسہ کا نسخہ تھا۔

۳-نسخہ رملی: یہ نسخہ ابوعیسیٰ الرملی نے ۳۱۷ھ میں بیان کیا۔

۴-نسخہ ابن الأعرابی: دوسرے متداول نسخوں کے مقابل میں یہ نسخہ ناتمام ہے، چنانچہ علامہ خطابی لکھتے ہیں: ابن الاعرابی کی روایت میں کتاب الفتن والملاحم والحروف والخاتم مکمل، اور کتاب اللباس نصف کے قریب ساقط ہے، اسی طرح کتاب الوضوء، کتاب الصلاۃ اور کتاب النکاح کے بہت سارے اوراق بھی ان سے فوت ہو گئے ہیں۔

سنن ابی داوٗد کی شروح ومختصرات

سنن ابی داوٗد کی افادیت کے سبب ہر زمانہ کے علماء نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی توضیح وتشریح اور مختصرات وحواشی لکھنے میں خاص طور پر دلچسپی لی ہے، ذیل میں ان شروح ومختصرات کا تعارف پیش ہے:

۱-» معالم السنن «: یہ شرح مشہور محدث امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی (م ۳۸۸ھ) کی ہے، سب سے متقدم ہے، اسے مطبعہ علمیہ حلب نے ۱۳۵۱ھ میں چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۲-» شرح الإمام النووي « (م ۶۷۶ھ) ناتمام (ملاحظہ ہو: المنہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی للسیوطی ۴۷)۔

۳-» شرح الحافظ مسعود بن أحمد بن مسعود الحارثي البغدادي « (م ۷۱۱ھ) ابن رجب نے فرمایا کہ موصوف نے سنن ابوداود کے بعض حصوں کی شرح لکھی (الذیل علی طبقات الحنابلہ ۲/ ۳۶۳)۔

۴-» شرح قطب الدين «: یہ شیخ قطب الدین ابوبکر احمد بن دعین یمنی شافعی (م ۷۵۲ھ) کی ہے، اور چار مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے لیکن ناتمام ہے (کشف الظنون ۲/ ۱۰۰۵)

۵-» شرح الحافظ المغلطائي بن قليج الحنفي « (م ۷۶۲ھ) ناتمام (کشف الظنون ۲/ ۱۰۰۵)۔

۶-» شرح الحافظ أحمد بن محمد بن إبراهيم المقدسي « (م ۷۶۵ھ) (الدرر الکامنۃ لابن حجر ۱/ ۲۴۲)

۷-» السنن بعجالة العالم «: علامہ خطابی کی معالم کا اختصار ہے، جسے شہاب الدین ابومحمود احمد بن مقدسی (م ۷۶۸ھ) نے مرتب کیا، بعض نے اس کا نام عجالۃ العالم من کتاب المعالم ذکر کیا ہے، اور یہ چار جلدوں میں ہے۔

۸۔ »شرح ابن الملقن «: یہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی (م ۸۰۴ھ) کی شرح ہے، جو زوائد علی الصحیحین احادیث کی شرح پر مشتمل اور دو جلدوں میں ہے۔ (الضوء اللامع للحافظ السخاوی ۶/ ۱۰۲)

۹۔ »شرح الحافظ أبي زرعة العراقي «: یہ شیخ ولی الدین بن ابی زرعۃ العراقی (م ۸۲۶ھ) کی شرح ہے، لیکن ناتمام ہے۔ (الضوء اللامع للحافظ السخاوی ۶/ ۱۰۲)

اس کی معلومات اور افادیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ ابتداء سے سجدہ سہو تک سات جلدوں میں ہے، اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد وغیرہ ابواب کی شرح ہے، اور اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو چالیس جلدوں پر مشتمل ہوتی۔

۱۰۔ »شرح المحدث ابن رسلان الشافعي «: یہ احمد بن حسین بن رسلان الشافعی (م ۸۴۴ھ) کی مبسوط اور مفصل شرح ہے، اس کی تحقیق کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الامام کے طلبہ نے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالہ کے لئے کی ہے، جن میں ڈاکٹر سہیل حسن عبدالغفار استاذ حدیث انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد بھی ہیں (اور زیر نظر ترجمہ میں سنن ابوداؤد سے متعلق معلومات موصوف کے مقدمہ تحقیق سے ماخوذ ہے)، انہیں محققین فضلاء میں ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن العمیر، اور ڈاکٹر محمد الخضیر ہیں، جنہوں نے اس کتاب کی تحقیق وتخریج اور دراسہ کا کام کیا ہے۔

۱۱۔ »شرح الحافظ محمود بن أحمد العيني «(م ۸۵۵ھ) (تاریخ التراث العربی فواد سزکین ۱/ ۳۸۴)۔

۱۲۔ »مرقاة الصعود إلى سنن أبي داؤد «: تالیف علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) یہ مختصر شرح ہے (مطبوع)۔

۱۳۔ »شرح ابن عبدالهادي السندي «: یہ شرح ابوالحسن محمد بن عبدالہادی السندی (م ۱۱۳۸ھ) کی ہے، جس کا نام "فتح الودود علی سنن ابی داؤد" ہے، (تاریخ التراث العربی فواد سزکین ۱/ ۳۸۴)۔

۱۴۔ »شرح ابن بهاء الدين المرجاني «(م ۱۳۰۶ھ) اس کا نام "عون الودود علی سنن ابی داؤد" ہے،
(الاعلام ۳/ ۸۷، ومعجم المؤلفین ۴/ ۴۹)

۱۵۔ »غاية المقصود في شرح سنن أبي داؤد «: تالیف علامہ شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۳ھ) اس کی پہلی جلد ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی تھی، دوبارہ ۱۴۱۴ھ میں حدیث اکادمی فیصل آباد و دار الطحاوی ریاض سے تین جلدوں میں شائع ہوئی، جس میں آخری حدیث (۲۹۷) نمبر کی ہے، اور اس سے آگے کا مسودہ اب تک مفقود ہے۔

۱۶۔ »عون المعبود «: تالیف علامہ شمس الحق العظیم آبادی: یہ چار ضخیم جلدوں میں دہلی سے ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی، بیروت اور پاکستان سے اس کے فوٹو شائع ہو رہے تھے، نئے ٹائپ میں اس وقت مطبوع اور اہل علم کے یہاں رائج ہے۔

۱۷۔ »بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد «: تالیف محدث خلیل بن احمد السہارنفوری (م ۱۳۴۶ھ)
(طبعۃ مصورۃ عن الطبعۃ الہندیۃ بدار الکتب العلمیۃ فی بیروت)۔

۱۸۔ »المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داؤد «: تالیف شیخ محمود بن محمد خطاب السبکی م ۱۳۵۲ھ یہ نا

مکمل تھی، لیکن بعد میں ان کے بیٹے امین السبکی نے مکمل کیا اور اس کا نام "فتح الملک المعبود تکملۃ المنہل العذب المورود" رکھا، اور یہ بھی ناتمام ہے، (یہ کتاب ۱۳۵۱ھ میں دس حصوں میں طبع ہوئی)۔

۱۹۔ »عون الودود علی سنن أبي داؤد«: تالیف شیخ محمد بن نور الدین الہزاروی (م ۱۳۶۶ھ) یہ ۱۳۱۸ھ لکھنؤ میں طبع ہوئی،

(جہود مخلصۃ فی خدمۃ السنۃ المطہرۃ ص ۲۱۶)۔

۲۰۔ »الدر المنضود شرح سنن أبي داؤد«: تالیف شیخ محمد یاسین الفادانی (م ۱۳۱۰ھ) یہ بیس جلدوں میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے (الامام ابوداود السجستانی للشیخ صالح البراک ص ۴۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی خدمات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی فقہی بصیرت

فقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت سے اپنے مخصوص بندوں کو ہی نوازتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔(۱)

خدائے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اور جسے یہ عظیم نعمت حاصل ہو جاتی ہے وہ خود راہ راست پر رہتا ہے اور لوگوں کو بھی صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے، ان کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھاتا ہے، اور شیطان کا شکار ہونے سے بچا کر ان کو صراط مستقیم پر ڈالتا ہے، اسی لئے شیطان فقیہ سے بہت گھبراتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: " فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔(۲)

"ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے"۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد انسانیت کے سب سے مقدس گروہ ہیں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ واسطہ ہیں، جن کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے، نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہو سکتا ہے، اس جماعت کو تفقہ فی الدین کی عظیم نعمت سے وافر حصہ ملا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وفیض صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم اور تفقہ فی الدین میں ایسی عمق وگہرائی اور نورانیت پیدا کردی تھی کہ وہ خود معیار حق بن گئے، اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو یہ تمغہ ملا:

اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔(۳)

اسلاف کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے تفقہ پر اعتماد

اس لئے سلف صالحین کی نظر میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم وفہم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور ہر دینی معاملہ میں ان حضرات کی سب سے پہلے یہی تلاش رہا کرتی تھی کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا مسلک اور طریقہ تھا، اور جب ان کی رائے معلوم ہو جاتی تو اس کو اپنے لئے اسوہ بنالیتے، چنانچہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے حج کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا:

کرھھا عمر و عثمان فان یکن علما فھما اعلم منی وان یکن رائیا فرائیھما افضل۔(۴)

"حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے مکروہ سمجھتے تھے، اب اگر یہ علم تھا تو وہ مجھ سے اعلم تھے، اور اگر ان کی رائے تھی تو ان کی رائے میری رائے سے زیادہ بہتر ہے"۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد بقیہ بن ولید سے فرمایا:

یا بقیه! العلم ما جاء عن اصحاب محمد ﷺ و ما لم یجئ فلیس بعلم۔ (۵)

"اے بقیہ: علم تو بس وہی ہے جو آں حضور ﷺ کے اصحاب سے منقول ہو اور جو ان سے منقول نہیں وہ علم ہی نہیں"۔

اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما حدثوک عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه سلم فخذ به و ما قالوا فیه برائهم فبل علیه۔ (۶)

"لوگ جو باتیں تمہارے سامنے آنحضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے نقل کریں تو انہیں اختیار کرلو، اور جو اپنی رائے سے کہیں اسے نفرت کے ساتھ چھوڑ دو"۔

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاف کے یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم و تفقہ کا کتنا وزن تھا، وہ حضرات سمجھتے تھے کہ جس طرح سنت مقاصد قرآنیہ کے لئے کاشف ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات مقاصد سنت کی تشریح کرنے والے ہیں، کیوں کہ وہ ارشادات اگر حضور اکرم ﷺ سے سنے ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ آنحضور ﷺ کی بات سے افضل کوئی بات نہیں ہوسکتی، اور اگر وہ ان کی اپنی اجتہادی رائے ہے تو دین میں ان کی اجتہادی رائے سے افضل کس کی رائے ہوسکتی ہے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تحصیل فقہ

عہد نبوت میں علم فقہ بلکہ کوئی علم مدون و مرتب نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے، اس بناء پر علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ قرآنی آیات یا احادیث رسول میں جو حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتا تھا، یا ان سے جو باتیں ان حضرات کے سمجھ میں آتی تھیں، یا افعال رسول مثلاً نماز، وضو، روزہ، حج وغیرہ کا بغور مشاہدہ فرماتے اور قرائن وعلامات سے ان کے شروط وارکان طے فرماتے، اور مباح ہونا، واجب و منسوخ ہونا قرار دیتے تھے (۷) نیز سوال و استفسار کے ذریعہ بھی آپ ﷺ سے مسائل دریافت کئے جاتے تھے، قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نو سوالات کے جوابات مذکور ہیں اور احادیث میں سینکڑوں سوالات کا تذکرہ ہے۔

البتہ صحابیات ؓ کو ان تمام طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملتا تھا، اسی کے ساتھ بہت سے مخصوص نسوانی مسائل عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جاسکتے تھے، اس لئے ان کو خاص طور سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی، اور اس طرح فقہ کے بہت سارے مسائل واضح اور منقح ہوجاتے تھے۔ انصاریہ خواتین اس باب میں خاص طور پر ممتاز تھیں، حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعهن الحیاء ان یتفقهن فی الدین۔ (۸)

"انصاریہ عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ تفقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہیں رکھتی"۔

اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ سے باہر رہا کرتے تھے ان کو بھی ہر وقت اس کا موقع نہیں مل سکتا تھا، اس لئے وہ لوگ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے، اور فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس چلے جاتے اور خود اپنی قوم کے معلم بن جاتے تھے، احادیث کی کتابوں میں اس قسم کی متعدد سفارتوں کا ذکر ہے جو قبائل عرب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور مذہبی تعلیم حاصل کر کے واپس گئے، ہجرت کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مستقل طور سے حلقہ تدریس قائم تھا، جہاں اصحاب صفہ شب وروز تعلیم وتعلم میں مصروف رہا کرتے تھے، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک سے برآمد ہوئے تو مسجد میں دو حلقے نظر آئے، ایک میں لوگ تلاوت ودعا کر رہے تھے اور دوسرے حلقے والے تعلیم وتعلم میں مصروف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں نیک کام کر رہے ہیں، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

انما بعثت معلما فجلس معھم۔ (۹)

"میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، (یہ کہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تعلیم وتعلم والے) حلقہ میں بیٹھ گئے"۔

اس کے علاوہ انصار رضی اللہ عنہم کا ہر گھر مہمان خانہ ہونے کے ساتھ وہ ایک مستقل تعلیم گاہ بھی ہو گیا تھا، باہر سے جو مہاجر آتے، رسول اللہ ان کو انصار کے سپرد کر دیتے، اور وہ حضرات مہمان نوازی کے ساتھ ان کو دینی احکام بھی بتاتے، چنانچہ وفد عبد القیس آیا تو اس منت شناسانہ اعتراف کے ساتھ واپس گیا:

خیر اخوان الانوا فراشنا واطابوا مطعمنا وباتوا واصبحوا یعلموننا کتاب ربنا وسنة نبینا۔ (۱۰)

"بڑے اچھے بھائی ہیں، نرم نرم بستر پر سلایا، اچھے کھانے کھلائے، اور شب وروز خدا کی کتاب اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو سکھایا"۔

وفد بنو تمیم آیا تو ایک مدت تک مدینہ میں رہ کر احکام شرعیہ کا علم حاصل کرتا رہا (۱۱) قبیلہ بنو سعد کی طرف سے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آئے اور نماز روزے وغیرہ کے متعلق چند سوالات کر کے کہا میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں، (۱۲) غرض اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہ کے ضروری اور عملی مسائل حاصل کرتے تھے۔

اصحاب افتاء واہل اجتہاد صحابہ رضی اللہ عنہم

ابن قیم اصحاب افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، مکثرین، متوسطین اور مقلین، مکثرین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کثرت سے فتاویٰ دیئے ہیں، یہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، علامہ ابن حزم کے بقول ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ اگر نہیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے، چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو بیس جزاء میں جمع کیا ہے (۱۳)

متوسطین میں علامہ ابن قیم نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے، جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت
معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی
سفیان رضی اللہ عنہ ہیں، ان حضرات کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو ہر ایک کے فتاوے ایک مختصر جزء میں آسکتے ہیں۔(۱۴)

مقلین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کم فتویٰ دیا ہے، ان سے صرف دو چار مسائل منقول ہیں، بقول ابن قیم ان تمام حضرات کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو ایک مختصر جزء میں آجائے، ابن قیم نے اس سلسلہ میں ایک سو چھبیس صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے نام ذکر کئے ہیں، جن میں اکثر امہات المؤمنین، خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نواسۂ رسول حضرت حسن وحسین شامل ہیں (۱۵)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے فتویٰ دیا کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو وہ تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ دینی وانتظامی امور کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے وہاں یہ حضرات اپنے اجتہاد ورائے ہی سے فتویٰ دیا کرتے تھے، لیکن اس کے علاوہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عہد نبوت میں فتویٰ دیا کرتے تھے، چنانچہ قاسم بن محمد بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے (۶)

سہل بن ابی حثمہ راوی ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تین انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فتویٰ دیا کرتے تھے (۱۷) اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے (۱۸) حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم فتاویٰ دیتے تھے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے، خواہ وہ قاضی ہوں یا نہ ہوں، اسی کو علامہ آمدی اور ملا محب اللہ وغیرہ نے ترجیح دی ہے (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک علاقے کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، وہاں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے ایک گڑھا کھودا، شیر اس میں آگرا، اب لوگوں کو جو معلوم ہوا تو اس کو دیکھنے کے لئے بھیڑ لگادی، کثرت ازدحام کی وجہ سے ایک شخص اس میں جاگرا، مگر گرتے گرتے اس نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لی، اور چاروں اس گڑھے میں گر گئے، شیر جو کافی دیر سے خونخوار بنا بیٹھا تھا، اس نے چاروں پر حملہ کرکے زخمی کردیا، اور چاروں مرگئے، اب اولیاء مقتول آپس میں لڑنے لگے، اور نوبت قتل وقتال تک پہنچ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب

کو سمجھایا کہ چار کے بدلہ سینکڑوں آدمی کی جان لے لینا دانشمندی کی بات نہیں ہے، آؤ تم سب کا میں فیصلہ کرتا ہوں، اگر منظور ہوا تو بہت اچھا ورنہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس کا فیصلہ کرالو، وہ سب اس پر راضی ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ سن کر یہ فیصلہ دیا کہ دیت تو گڑھا کھودنے والے حضرات ادا کریں گے، البتہ چاروں کی دیت اس تفصیل سے ادا کی جائے کہ پہلے گرنے والے شخص کو چوتھائی دیت، دوسرے نمبر پر گرنے والے کو تہائی، تیسرے کو آدھی اور چوتھے کو پوری دیت دی جائے، اس تفصیل کو سن کر بعض لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا، اور یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے، اور آپ ﷺ سے فیصلہ مانگا، اس میں سے ایک صاحب نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے اس فیصلہ کو سن کر فرمایا: القضاء کما قضی علی۔ (۲۰)

"میرا فیصلہ بھی وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے"۔

حضرت علی کا ایک دلچسپ فیصلہ

اسی طرح اہل یمن میں سے تین حضرات نے ایک مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا کہ ایک باندی سے ایک ہی طہر میں غلطی سے تینوں نے جماع کر لیا، اور اس سے بچہ تولد ہوا، اب یہ بچہ کس کو ملے؟ تینوں میں سے ہر ایک اس بچہ کا دعویدار تھا، حضرت علی نے سبھوں کا دعویٰ سن کر فرمایا کہ تم میں سے دو برضاء ورغبت تیسرے کے حق میں اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤ تو مناسب رہے گا، لیکن کوئی اس پر تیار نہ ہوا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں قرعہ اندازی کروں گا، قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے گا میں بچہ اس کے حوالہ کردوں گا، اور اس کو باندی کی دوتہائی قیمت اپنے دو بقیہ دعویداروں کو دینی ہوگی، چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی، اس میں جس کا نام نکلا اسے بچہ دے دیا گیا، اور اس کو باندی کی دوتہائی قیمت ادا کرنے کا پابند بنایا گیا، جب یہ مقدمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ اس فیصلہ پر بہت مسرور ہوئے، حدیث کے الفاظ ہیں: بضحک حتی بدت نواجذہ۔ (۲۱)

"چنانچہ آپ ﷺ ہنس پڑے، حتی کہ آپ ﷺ کے نواجذ دانت نظر آنے لگے" کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کی طرف سے صحیح فیصلہ کی توفیق ملی تھی۔

دونوں صحابی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تصویب

دو صحابی رضی اللہ عنہم ایک سفر پر تشریف لے گئے، دوران سفر یہ ہوا کہ ان کا پانی ختم ہو گیا، اور نماز کا وقت آ گیا، دونوں حضرات نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، ابھی اس نماز کا وقت باقی ہی تھا، کہ پانی ان حضرات کو مل گیا، اب دونوں حضرات کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی جائے یا تیمم کر کے پڑھی گئی نماز ہی کافی ہے، دونوں کی الگ الگ رائیں ہوئیں، ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جبکہ دوسرے نے تیمم سے پڑھی گئی نماز کو ہی کافی سمجھا اور وضو کر کے نماز نہیں پڑھی، جب دونوں حضرات سفر سے واپس ہوئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے اپنے اجتہاد کو بیان کیا، آپ ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی، اور کسی کی تغلیط نہیں کی، حدیث کے الفاظ ہیں:

فقال للذی لم یعد اصبت السنة واجزأتک صلوتک وقال للذی توضأ واعاد لک الاجر

مرتین۔ (۲۲)

جس نے وضو کر کے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے سنت کے مطابق عمل کیا، تمہاری پہلے والی نماز معتبر ہے، اور جس نے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھی تھی ان کو فرمایا کہ تم کو دوہرا اجر ملا۔

دونوں گروہوں کے اجتہاد کی تصویب

غزوۂ احزاب کے موقع سے بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی، اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی تھی، اس لئے جب کفار و مشرکین ناکام و نامراد ہو کر اپنے اپنے مقام کے لئے واپس ہو گئے تو بحکم خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو قریظہ والوں کے پاس جلد پہونچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یصلین احد الظهر الا فی بنی قریظه۔ (۲۳)

"ظہر کی نماز سب بنو قریظہ پہونچ کر پڑھیں۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعجلت ممکنہ تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن راستہ میں ظہر کی نماز کا وقت تنگ گیا، اور یہ اندیشہ ہونے لگا کہ بنو قریظہ پہونچتے پہونچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل جائے گا، تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود جلد بنو قریظہ پہونچنے کا تھا، اور ہم لوگوں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، اب جب کہ ظہر کی نماز کے قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا ہے، تو ظہر کی نماز پڑھ لی جائے پھر بلا تاخیر سفر جاری رکھا جائے، چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھ لی، لیکن دوسرے حضرات نے ظاہر لفظ کو دیکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ جب آپ کی طرف سے بنو قریظہ پہونچ کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو وہیں نماز پڑھی جائے اگرچہ ہماری نماز قضاء ہو جائے، یہ سمجھ کر انہوں نے راستہ میں نماز نہیں پڑھی، اور بنو قریظہ پہونچتے پہونچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا تھا اس لئے ان کو ظہر کی نماز قضا پڑھنی پڑی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جماعت پر نکیر نہیں فرمائی، علامہ نووی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دونوں فریق چونکہ مجتہد تھے، اور دونوں منشأ شریعت ہی پر عمل کرنا چاہتے تھے، کسی کی نیت بری نہیں تھی، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔ (۲۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی وجہ سے جو فقہی ذوق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا تھا اس کا استعمال وہ حضرات دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کیا کرتے تھے، اور صحیح نتیجہ پر رسائی ہو جانے پر سند صحت بھی عطا کی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ

غزوہ حنین کے موقع سے جب کہ ابتداءً مسلمان پیچھے ہٹنے لگے، اور دشمنوں کا غلبہ ہو رہا تھا تو اس موقع سے ایک کافر کے حملہ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ مغلوب ہو رہے تھے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی جب ان پر نظر پڑی تو نظر بچا کر اس تک پہنچے اور ایسا وار کیا کہ اس کے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا، پھر جب لڑائی ختم ہوئی اور انجام کے لحاظ سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو جوانمردی کا مظاہرہ کرنے والے حضرات کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قتل قتيلا له عليه بينة له سلبه۔ (۲۵)

"جو کسی کافر کو قتل کیا ہو اور وہ اس پر بینہ قائم کردے تو اس کا سارا سامان اسی کو ملے گا"۔

یہ اعلان سن کر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے تین بار کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کون میرے حق میں اس بات کی گواہی دے گا کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا ہے؟ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آخری مرتبہ آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! بار بار تمہارے اٹھنے کا کیا مقصد ہے؟ میں نے واقعہ بیان کیا تو ایک صاحب نے میری تصدیق کی اور عرض کیا کہ اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ ﷺ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو راضی کردیں کہ وہ سامان مجھے دے دیں، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کو وہ سامان ہرگز نہیں مل سکتا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جان پر کھیل کر قتل کوئی کرے اور اس کا فائدہ تم کو پہونچے ایسا نہیں ہوسکتا، یہ سن کر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد اور فتوی کی تصدیق فرمائی، اور سارا سامان حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیا۔ (۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتوی

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، مقتدی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے معاً بعد ایک صاحب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیزی سے ان کے پاس پہونچے اور ان کے مونڈھوں کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا: بیٹھ جاؤ، اہل کتاب کی ہلاکت کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ نماز فرض اور سنت کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے، یہ سن کر آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان صحابی رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور فرمایا:

اصاب الله بك يا ابن الخطاب۔ (۲۷)

اے ابن خطاب! اللہ تعالی خیر کی طرف تمہاری مزید رہنمائی فرمائے۔

صاحب مرقاۃ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حضور ﷺ نے درست اجتہاد اور صحیح فتوی دینے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی، اور دعائیہ کلمات سے نوازا (۲۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتوی

ابتدائے اسلام میں اگر کوئی مسبوق ہوجاتا تھا تو پہلے اپنی فوت شدہ رکعات ادا کرتا تھا پھر امام کے ساتھ شامل ہوتا تھا، جس میں بظاہر امام کی مخالفت نظر آتی تھی کہ امام کبھی رکوع یا سجدہ میں ہوتا، لیکن مسبوق کبھی قیام اور کبھی قعدہ میں ہوتا، ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسبوق ہوگئے، جب صف میں شامل ہوئے تو نماز میں پہلے سے شامل صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کو اشارہ سے فوت شدہ رکعات کی تعداد بتائی، تاکہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعات کو مکمل کرلیں، پھر آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہوں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر توجہ نہیں دی، اور دل میں یہ خیال فرمایا کہ فوت شدہ رکعات کو ابھی ادا کرنے کے بجائے آپ ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعات کو ادا فرمایا، آپ ﷺ کو جب معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے اجتہاد کی تصویب فرمائی اور سبھوں کو یہی طریقہ اپنانے کا حکم دیا، حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

ان معاذا سن لکم سنة کذلک فافعلوا۔ (۲۹)
حضرت معاذ نے تم لوگوں کے لئے بہتر طریقہ جاری کیا ہے، تم لوگ اسی طرح کیا کرو۔
غزوۂ خندق کے موقعے سے بنو قریضہ نے عہد شکنی کر دی تھی، اور پورے عرب سے جمع شدہ لشکر خائب وخاسر ہو کر واپس لوٹ گیا اور بنو قریظہ کو اس عہد شکنی کی سزا کے لئے فوج کشی کی گئی تو وہ لوگ اپنے بارے میں حضرت سعد بن معاذ ؓ کو حکم بنایا، آپ رضی اللہ عنہ زخموں سے چور بستر علالت پر تھے، اسی حالت میں آپ تشریف لائے اور اپنا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

لقد حکمت فیھم بحکم اللہ عز وجل۔ (۳۰)
تم نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔
یہ احادیث واضح طور سے بتلاتی ہیں کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے تھے، اور صحیح ہونے پر اس کی تصویب آپ ﷺ اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کا اپنی موجودگی میں صحابی رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کا حکم دینا

یہی نہیں بلکہ کبھی کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کی خاطر اپنی موجودگی میں آئے ہوئے مقدمہ کے فیصلہ کی ذمہ داری بھی آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ڈال دیا کرتے تھے، تاکہ ان کے اجتہاد اور قوت فیصلہ کا اندازہ کیا جا سکے، اور اگر کوئی چوک ہو جائے تو اس کی اصلاح کی جا سکے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک مقدمہ آیا، آپ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے معذرت کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر صحیح فیصلہ کرو گے تو دس نیکیاں ملیں گی، اور اگر کوشش کے بعد غلطی ہو جائے تب بھی تم کو ایک نیکی ملے گی (۳۱)

غلط اجتہاد پر تنبیہ

اور کبھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد واقعہ کے خلاف ہوتا تو اس پر نکیر بھی فرماتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ہمارے ایک ساتھی کے سر میں پتھر کی چوٹ آئی، رات میں ان کو بد خوابی ہوئی، تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے لئے تیمم کی اجازت ہے؟ ان کو بتایا گیا کہ جب تم کو پانی کے استعمال کرنے پر قدرت ہے تو تیمم کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ چنانچہ انہوں نے غسل کر لیا، مگر پانی اس کے زخمی سر میں داخل ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا، واپسی پر نبی کریم ﷺ کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

قتلوہ قتلھم اللہ الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السوال۔
"لوگوں نے ان کو مار ڈالا، اللہ تعالیٰ ان کا ناس کرے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو کیوں نہیں اہل علم سے معلوم کرنے کی کوشش کی، عاجز آدمی کے لئے شفاء تو سوال کرنے میں ہے"۔
پھر آپ ﷺ نے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اسے زخم پر مضبوطی سے پٹی باندھ لینی چاہئے تھی، اور وہ اس پر مسح کر لیتا، اور پورے جسم پر پانی بہا لیتا (۳۲)

ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ بنت حارث کے شوہر حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا انتقال حجۃ الوداع کے موقع سے ہوگیا تھا، حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ حمل سے تھیں، کچھ دنوں کے بعد ہی وضع حمل ہوگیا، اور متوفی عنھا زوجہا کی جو عدت چار مہینہ دس دن ہوتی ہے وہ نہ ہو پائی، انہوں نے وضع حمل ہوتے ہی یہ سمجھ لیا کہ ہماری عدت ختم ہو چکی، لہٰذا اگر کوئی پیغام نکاح دے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے، لیکن حضرت ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا۔ (۳۳)

"اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ) سے رد کے رکھیں چار مہینے اور دس دن"۔

کی روشنی میں یہ فرمایا کہ جب تک چار مہینہ دس دن تمہارے شوہر کی وفات پر نہ گذر جائیں اس وقت تک تم عدت میں ہو، تم کسی سے نکاح نہیں کرسکتی ہو، یہ سن کر صحیح مسئلہ کی جانکاری کے لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اپنا واقعہ اور حضرت ابو السنابل رضی اللہ عنہ کا فتوی سنایا، ساری باتوں کو سننے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا اس کو وہ ان الفاظ میں نقل فرماتی ہیں:

فافتانی بانی قد حللت حین وضعت حملی وامرنی بالتزوج ان بدالی۔ (۳۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں یہ فتوی دیا کہ وضع حمل ہوتے ہی تمہاری عدت پوری ہوگئی ہے، اگر مناسب رشتہ ہو تو نکاح کرسکتی ہو"۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالسنابل رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو قبول نہیں فرمایا، اور جو واقعہ تھا اس کی وضاحت حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کردی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبیلہ جہینہ کی طرف ایک فوج لے کر چلے، ایک آدمی کو جیسے ہی انہوں نے قابو میں کیا تو اس نے فوراً لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، اس کے باوجود انہوں نے اسے ہلاک کردیا، لیکن ان کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تعجب سے فرمایا: جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا تھا اس کو تم نے قتل کردیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا تھا، محض ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیتے کہ اس نے اخلاص سے یہ کلمہ پڑھا تھا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ جملہ ارشاد فرما رہے تھے حتی کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ آج ہی میں اسلام قبول کرتا، تاکہ اتنا بڑا گناہ مجھ سے حالت اسلام میں سرزد نہ ہوتا۔ (۳۵)

صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کیا کرتے تھے، بلکہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اجتہاد کیا ہے، اور امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سب سے پہلے ان کی نگاہ قرآن پاک کی طرف اٹھتی، اگر اس میں جواب مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، دوسرے نمبر پر احادیث کی تلاش و جستجو فرماتے، اگر اس میں حکم مل جاتا تو اس کے مطابق حکم نافذ کر دیتے، اگر خود سے کامیابی نہیں ملتی تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول کوئی حدیث اس بارے میں کسی کے پاس ہے؟ اگر حدیث مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، اگر خود سے حدیث تک رسائی نہیں ہوتی، اور نہ انفرادی طور پر معلوم کرنے سے حدیث معلوم ہوتی تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے ان سے مشورہ کرتے، اور جب کسی ایک رائے پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو جاتے تو اسی کو نافذ کر دیتے۔(۳۶)

اور اگر کوئی حدیث نہ ملتی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہوتا تو خود بھی اجتہاد فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد سب پر فائق ہوتا، مانعین زکوۃ سے جہاد کے متعلق تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا کہ ان سے جہاد نہ کیا جائے، حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی رائے کے حامی بلکہ ایک گونہ اس پر مصر تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے جہاد کرنے کے حق میں تھے، اور بالآخر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے موقف کی حمایت کی، ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مانعین زکوۃ کے تئیں آپ رضی اللہ عنہ کا موقف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس رائے کی جانب رجوع کر لینا صحت استدلال اور اصابت رائے کی دلیل ہے(۳۷) اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ایک خاص موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غلطی کر جائیں(۳۸) علی حیدر آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہ بھی صراحت کی: کان یصدر بعض الاحکام بناء علی اجتہادہ۔(۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا، البتہ سنت نہ ملنے کی صورت میں آپ کی نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر جاتی تھی، اگر اس مسئلہ میں ان کا فیصلہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے، ورنہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے، بحث ومباحثہ کرتے، حتی کہ بات منقح ہو جاتی(۴۰) ذاتی طور پر خود بھی ایک مسئلہ کے متعلق مختلف رائیں قائم کرتے، ان کو بطور یادداشت لکھتے بھی تھے، اور ان میں محو و اثبات بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ میراث کے ایک خاص مسئلہ کے متعلق ایک یادداشت مرتب کی تھی جس کو اخیر میں مٹا دیا تھا۔(۴۱)

الغرض شیخین رضی اللہ عنہما کے فتاوی اور فیصلے محض شخصی کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے، عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد آخری شکل دی جاتی تھی، اس بنا پر ان حضرات کے اکثر قضایا اور فتاوی کی ہر جگہ پذیرائی ہوئی، اور تمام مجتہدین نے ان کو قبول کیا ہے(۴۲) یوں تو فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد تھی، اور ان سے بہت سے فتوے منقول بھی ہیں، اور کسی موقع پر ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آیا ہو اور ان کے حل کرنے میں عدم دلچسپی دکھائی ہو، بلکہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھ کر اس کے حل کرنے کی یا تو خود کوشش فرمائی یا پھر اپنے سے اعلم کی طرف رہنمائی فرمادی، آج ان کے فتاوی کتب حدیث و آثار میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ڈاکٹر رواس قلعجی کو کہ انہوں نے موسوعۂ فقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے

کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو اکٹھا کرنے کا بہت ہی مبارک و مسعود کام شروع کیا ہے، متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ مستقل جلدوں میں جمع ہو گئے ہیں، اسی طرح شیخ ابو عبداللہ سید بن کسروی بن حسن کی موسوعہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایک بڑا کارنامہ ہے جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ بڑی محمود اور قابل تعریف کاوشیں ہیں جن کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ و اجتہادات سے استفادہ کرنے کا موقع موجودہ عہد کے اہل علم کو ملے گا، اور سلف سے علمی رابطہ زیادہ بہتر طور پر استوار ہو سکے گا۔

ائمہ اربعہ کی فقہ آج کل پوری دنیا میں رائج ہے، ان کی بنیاد عام طور پر چار صحابہ رضی اللہ عنہم: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا معلم، قاضی اور بیت المال کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا، اس لئے آپ رضی اللہ عنہ سے اسی علاقے کے لوگوں نے زیادہ استفادہ کیا، وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ فقہ کی تعلیم دی، آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں خاص طور سے یہ بات پائی جاتی تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ و احکام کو لکھا کرتے تھے۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لم یکن احد له اصحاب معروفون حرروا فتیاه و مذاهبه فی الفقه غیر ابن مسعود۔ (۴۳)

"عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے ان کے فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا"۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ و اسود رحمۃ اللہ علیہ بہت نامور ہوئے، ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے عہد میں فقہ کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو گیا جس کے سب سے بڑے حافظ حماد تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اس لئے فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ و احکام پر قائم ہوئی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وکان ابو حنیفة رضی الله عنه الزمهم بمذهب ابراهیم واقرانه لا یجاوزه الا ماشاء الله۔
(۴۴)

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصروں کے مذہب کے سخت متبع تھے، اور اس سے بہت کم ہٹتے تھے"۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے تلامذہ نے مکہ مکرمہ کو دار العلوم بنایا تھا، اور وہاں کی سرزمین کو سیراب کیا تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات سے بہت اعتناء کیا ہے، بلکہ ان کی فقہ کی زمین درحقیقت عبداللہ بن عباس کی فقہ سے تیار ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، ان کی روایتوں کے سب سے بڑے جامع حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ تھے، اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، ان کے تلامذہ میں حضرت سعید بن مسیب، عطاء بن یسار، عروہ، قاسم

بن محمد وغیرہ نہایت ممتاز تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہی دو بزرگوں کے تلامذہ یعنی، حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی تھی (۴۵) اس لئے انہوں نے انہی حضرات کے مذاہب پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولذلک تری مالکا یلازم محجتھم۔ (۴۶)

"اس لئے تم دیکھو گے کہ امام مالک اہل مدینہ کی روش اور ان کے طرز کو لازم پکڑتے ہیں"۔

اور فقہ حنبلی چونکہ سابقہ تینوں فقہ کے وجود میں آنے کے بعد وجود میں آئی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد ہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں یا پھر ان کے شاگردوں کے شاگردوں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، اس لئے ان کی فقہ پر ان حضرات کے منہج کا خاص اثر پڑا ہے، اس لئے فقہ حنبلی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور ان کے فتاویٰ سے کافی اعتناء کیا گیا ہے، اور حتی الامکان قیاس سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ فقہ حنبلی کوئی مستقل مکتب فقہ نہیں ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، یہ بھی ایک مستقل دبستان فقہ ہے، اور ان کی فقہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ ظاہری سے اس کی قربت زیادہ ہے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے فقہی ذوق اور اپنے اجتہاد کے لحاظ سے بھی امت میں فائق اور غیر معمولی احترام کے لائق ہیں، اور ان کا اجتہاد بعد کے مجتہدین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قابل وثوق اور لائق اعتماد ہے، اس لئے ہر فقیہ نے ان کی آراء اور قیاس واجتہاد سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

حوالہ جات

(۱) بخاری حدیث نمبر:۶۹، من یرد اللہ بہ خیرا الخ۔ (۲) ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۱۸، فضل العلماء والحث علی طلب العلم۔ (۳) جامع الاصول حدیث نمبر:۶۳۶۹، فضائل الصحابہ ﷺ۔ (۴) جامع لبیان العلم حدیث نمبر:۱۰۵، المتعۃ بالعبرۃ الخ۔ (۵) جامع بیان العلم حدیث نمبر :۸۹۵، العلم ماجاء الخ۔ (۶) جامع بیان العلم حدیث نمبر:۹۱۲، ماحدثوک عن الخ۔ (۷) طبقات الفقہاء لابی اسحاق الشیرازی:۱/۳۵۔ (۸) مسلم کتاب الطہارۃ حدیث نمبر:۵۰۰۔ (۹) ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۲۵، فضل العلماء الخ۔ (۱۰) مسند احمد:۴/۲۰۲، حدیث نمبر:۱۷۸۱۵۔ (۱۰) مسند احمد:۴/۲۰۶، حدیث نمبر:۱۷۸۶۵۔ (۱۲) بخاری کتاب العلم حدیث نمبر:۶۱۔ (۱۳) اعلام الموقعین ۱/۲۱۔ (۴) اعلام الموقعین:۱/۲۱۔ (۱۵) حوالہ سابق۔ (۱۶) طبقات بن سعد:۲/۳۳۵۔ (۱۷) سیر اعلام النبلاء:۴/۴۵۲۔ (۱۸) سیر اعلام النبلاء:۱/۸۶۔ (۱۹) الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی ۴/۲۲۵، فواتح الرحموت مع مسلم الثبوت:۲/۲۷۵۔ (۲۰) مسند ابوداؤد طیالسی حدیث نمبر:۱۱۲، احادیث علی بن ابی طالب۔ (۲۱) نسائی حدیث نمبر:۳۴۳۴، القرعۃ فی الولد اذا تنازعوا، حاشیہ السندی علی النسائی (۲۲) ابوداؤد حدیث نمبر:۲۸۶، فی المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت (۲۳) مسلم حدیث نمبر:۳۳۱۷، المبادرۃ بالغزو الخ۔ (۲۴) نووی علی المسلم۔ (۲۵) بخاری حدیث ۲۹۰۹، باب من لم یخمس الاسلاب الخ۔ (۲۶) بخاری حدیث نمبر:۲۹۰۹ من لم یخمس الاسلاب الخ۔ (۲۷) السنن الکبری للبیہقی حدیث نمبر:۳۰۴۶، باب الامام یتحول عن مکانہ اذا الخ۔ (۲۸) مرقاۃ المفاتیح:۲/۷۷۱، باب الذکر بعد الصلوۃ۔ (۲۹) ابوداؤد:۱/۵۰۶، باب کیف الاذان مع عون المعبود۔ (۳۰) مسلم حدیث نمبر:۱۶۶۹، باب جواز قتال من نقض الخ۔ (۳۱) مسند احمد حدیث نمبر:۱۷۸۵۸۔ (۳۲) ابوداؤد حدیث نمبر:۳۳۶، باب فی المجروح یتیمم۔ (۳۳) البقرہ:۲۳۴۔ (۳۴) بخاری حدیث نمبر:۳۹۹۱، باب فضل من شھد بدرا۔ (۳۵) مسلم حدیث نمبر:۹۶، باب تحریم قتل

الکافر بعد ان قال لا الہ الا اللہ۔(۳۶) اعلام الموقعین:۱/۱۲،فی کلام الائمہ فی ادوات الفتیا وشروطہا۔(۳۷) تاریخ الخلفاء :۱/۱۵۔(۳۸) حوالہ سابق ص:۱۷۔ (۳۹) دررالحکام فی شرح مجلۃ الاحکام:۱/۳۵۔(۴۰) اعلام الموقعین:۱/۱۲،فی کلام الائمہ فی ادوات الفتیا وشروطہا۔(۴۱)اعلام الموقعین:۱/۲۰۸،اخطاء اصحاب النبی (۴۲) حجۃ اللہ البالغہ:۱/۲۷۸،باب کیفیۃ تلقی الامۃ الشرع من النبی ﷺ (۴۳) اعلام الموقعین:۱/۲۰،الصحابۃ سادۃ المفتیین والعلماء (۴۴) حجۃ اللہ البالغہ:۱/۳۰۷،باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء.(۴۵) الدیباج المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذاہب:۱/۲،فی ترجیح مذہب مالک(۴۶) حجۃ اللہ البالغہ :۱/۳۰۶، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہ

فقہ وفتاویٰ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سبھی نے اپنی امتوں کی رہنمائی فرمائی ہیں اور حلال وحرام سے واقف کرائے ہے اسی کا نام فقہ وفتاویٰ ہے۔ بعض انبیاء کرام کے فتاویٰ خود قرآن کریم میں نقل کئے گئے ہیں، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے فتوے کا ذکر یوں ہے۔

و داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم و کنا لحکمہم شاہدین ففہمنا ہا سلیمان و کلا آتیناہ حکما و علما و کذالک نجزي المحسنین۔ (۱)

"اور داؤد وسلیمان کا تذکرہ کیجئے جب دونوں نے فیصلہ کیا ایک کھیت کے بارے میں جبکہ اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت میں جا پڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور ہم نے ان دونوں کو ہی علم وحکمت عطا کی تھی اور ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

قال قال رسول اللہ ﷺ بینما امرأتان معہما ابنانان لہما اذ جاء الذئب فاخذ احدا لابنین فتحا کمتا الی داؤد فقضی بہ للکبری فخرجتا فدعا ہما سلیمان فقال ائتوا السکین اشقہ بینہما فقالت الصغری یرحمک اللہ ہو ابنہا لا تشقہ فقضی بہ للصغری۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ان کے پاس ان دونوں کے بیٹے تھے اچانک بھیڑیا آیا اور دونوں بچوں میں سے ایک کو لے گیا (آخرکار) وہ دونوں فیصلہ کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں تو حضرت داؤدؑ نے اس بچہ کا فیصلہ ان میں سے بڑی کے حق میں کر دیا وہ دونوں نکل گئیں پھر حضرت سلیمانؑ نے ان دونوں کو بلوایا اور کہا کہ ایک چھری لاؤ اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں تو ان میں سے چھوٹی عورت بولی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ﷺ اس کے دو ٹکڑے نہ کریں یہ بچہ اسی کا ہے تو حضرت سلیمانؑ نے اس بچہ کا فیصلہ چھوٹی کے لئے فرمادیا"۔

اور بھی کئی واقعے اس طرح کے ابن کثیر نے نقل کئے ہیں۔

دو جماعتوں کے کارنامے ناقابل انکار ہیں

اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کرسکتا کہ دو جماعتوں کے کارنامے ہر دور میں بہت نمایاں رہے ہیں:

(۱) محدثین عظام جنہوں نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات والفاظ کو ضبط اور جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

(۲) دوسری جماعت فقہاء کرام کی ہے جنہوں نے آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں درائے ت سے کام لیا اور الفاظ حدیث سے کہیں زیادہ معانی نصوص میں غور وفکر کر کے احکام ومسائل کا استنباط اور استخراج کیا اور استنباط واستخراج کے اصول وضوابط کی ترتیب پر ان کی نگاہیں مرکوز رہیں۔

ہمارا مقصد دوسری جماعت سے متعلق کچھ پیش کرنا ہے۔

فقہ کے معنیٰ

لغت میں فقہ کے معنی سمجھنا، چاہے مشکل بات ہو یا ظاہر دونوں کی سمجھ پر اس کا اطلاق ہے، بعض علماء نے فقہ کے معنی لکھے ہیں "**فهم الشئ الدقيق**" یعنی مشکل اور باریک بات کو سمجھنا، کہا جاتا ہے "**فقهت كلامك**" کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا، یہ نہیں کہا جاتا "**فقهت السماء والارض**" کہ میں آسمان اور زمین کو سمجھ گیا، کیونکہ یہ دونوں واضح اور ظاہر ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ

اصطلاح شرع میں فقہ کی مختلف ادوار کے اعتبار سے مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ابتداء جب فقہ کا اطلاق تقریباً تشریع کے معنی میں ہوتا تھا جس میں عقائد، عبادات اور معاملات سبھی شامل تھے تو فقہ کی تعریف کی گئی: "**الفقه هو معرفة النفس مالها وما عليها**" (۲) بعد کے دور میں جب علم عقائد کو مستقل الگ فن کی شکل دے دی گئی اور اس کو علم الکلام، علم التوحید والصفات اور علم العقائد کے نام سے موسوم کردیا گیا تو علم فقہ کی تعریف کی گئی "**الفقه هو علم بالاحكام الفرعية العملية بالأدلة التفصيلية**" (۳) یعنی احکام فرعیہ عملیہ کو دلائل تفصیلیہ سے جاننے کا نام علم فقہ ہے، صاحب بحر الرائق نے فقہ اور تفقہ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

> اعلم ان معنى الفقه فى اللغة الوقوف والاطلاع و فى الشريعة الوقوف الخاص وہوالوقوف على معانى النصوص واشاراتها و دلالاتها و مضمراتها و مقتضياتها والفقيه اسم للواقف عليه۔ (۴)

جاننا چاہئے کہ فقہ کے معنی لغت میں واقف ہونا اور مطلع ہونے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں خاص قسم کی واقفیت کا نام فقہ ہے یعنی نصوص شرعیہ کے معانی، ان کے اشارات، دلالات، مضمرات اور مقتضیات سے واقف ہونا یہ تو فقہ ہے اور جو ان سے واقف ہو اس کا نام فقیہ ہے"۔

مطلب یہ کہ نصوص یعنی وحی ونبوت کی معلومات خواہ وہ کتاب اللہ (قرآن کریم) سے حاصل ہوں یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہوں، ان معلومات میں جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہو یا جن کی طرف وہ راہ نمائی کرتی ہوں یا ان کے جامع ومانع

الفاظ کی کلیت میں جو باتیں مضمر اور پوشیدہ ہوں یا جن امور کی وہ مقتضی ہوں ان ہی چیزوں کا نام شرعی اصطلاح میں فقہ ہے یعنی فقہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شریعت میں اپنی عقل سے کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے بلکہ نصوص شرعیہ (کتاب وسنت) کے احکام ونتائج میں جو علل واسباب اور مقاصد مضمر اور پوشیدہ تھے عقل ان کو نکالتی ہے اور پھر نئے پیش آنے والے مسائل کا حکم ان سے معلوم کرتی ہے عقل کی اسی کوشش کا نام تفقہ واجتہاد ہے۔

الحاصل تفقہ اور اجتہاد سے دین میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں چیزوں کا ظاہر کرنا ہوتا ہے جن پر نصوص مشتمل ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر پیش آنے والے مسئلہ اور مشکل کا حل قرآن وسنت کی نصوص میں صراحتاً مل جائے یہ نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ نصوص کتاب وسنت محدود ہیں اور پیش آنے والے مسائل وحوادثات لامحدود ہیں چار وناچار قرآن وسنت میں موجود اصول وضوابط کی تطبیق ان حوادثات ووا قعات پر کرنا پڑے گی۔

فقہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

فقہ وفتاویٰ کا کام دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک زبانی اور تحریری دونوں طرح چلا آرہا ہے، زبانی فتوں کی مثالیں احادیث کے ذخیرہ میں بکثرت موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تو آپ نے یہ جواب دیا اور تحریراً فتوے پر ترمذی شریف کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سبزیوں کے عشر سے متعلق سوال لکھ کر بھیجا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا جواب تحریراً ارسال فرمایا تھا۔ خصوصاً جبکہ سائل مدینہ (دارالخلافہ) سے باہر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریراً جواب ارسال فرماتے۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انه كتب الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم يسئله عن الخضراوات و هي البقول فقال ليس فيها شيء۔ (۵)

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتوے کا محور وحی الٰہی تھا

دور رسالت میں فقہ وفتاویٰ کی اساس وحی الٰہی پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسائل اور امور شرعیہ کے بیان کرنے میں پورا اعتماد وحی الٰہی پر فرمایا کرتے تھے، چاہے وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (احادیث مبارکہ)

وان مرجعه فى التشريع كان الوحى بقسيميه المتلو وهو القرآن و غير المتلو فهو السنة(٦)

چنانچہ جب بھی آپ سے سوال کیا جاتا تو اگر اس کا جواب آپ کے پاس ہے تو عنایت فرمادیتے ورنہ وحی کا انتظار کرتے، اکثر احکامات کی آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوالات کے جواب میں ہی نازل ہوئی ہیں، احکام کی ان آیتوں کی تعداد بہت کم ہے جو بغیر کسی واقعہ اور بغیر کسی سوال کے نازل ہوئی ہوں اور حضرات مفسرین کرام نے ان کا کوئی سبب نزول بیان نہ کیا ہو۔

اما الاحكام التى انزلت بدون حادث او سوال فقليلة و قلمانرى حكمالن يذكرلها المفسرون حادثا انزل الحكم مرتبا عليه۔ (۷)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقہ وفتاویٰ کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اوقات

اجتہاد بھی کیا ہے اور رائے سے بھی حکم صادر فرمایا ہے کبھی ایسا ہوتا کہ سائل نے آپ ﷺ سے ایک سوال کیا اور اس سوال سے متعلق آپ کے پاس معلومات نہیں ہیں تو آپ ﷺ جبریل امین کے وحی لانے کا انتظار کرتے؛ لیکن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اور وحی نازل نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم صادر فرماتے اگر وہ حکم صحیح ہوتا تو اس کی باقی رکھا جاتا ورنہ خطا اجتہادی پر متنبہ کر دیا جاتا: واصح الاقاویل عندنا انہ علیہ السلام فیما کان یبتلی بہ من الحوادث التی لیس فیہا وحی منزل کان ینتظر الوحی الی ان تمضی مدۃ الانتظار ثم کان یعمل بالرائے والاجتہاد و یبین الحکم بہ۔(۸)

(۱) سورۃ التحریم کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول جو مفسرین عظام نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد کو آپ ﷺ نے اپنے اوپر اپنی رائے اور اجتہاد سے حرام کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطا اجتہادی پر متنبہ کیا اور صحیح طریقہ پر گامزن فرمایا۔

(۲) جنگ بدر کے قیدیوں سے متعلق نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو دو رائیں سامنے آئیں ایک یہ کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے یہ رائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی دوسری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور قیدیوں سے فدیہ لینا طے کر دیا لئے ہوئے فدیہ کو ناجائز تو نہیں قرار دیا گیا البتہ اس رائے کے خلاف مصلحت ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں وحی نازل فرمادی گئی: ما کان لنبی ﷺ ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ۔ الایۃ۔(۹)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خونریزی نہ کرلیں تم دنیا کے ساز و سامان کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کے اجتہاد کی اور بھی کئی مثالیں ہیں لیکن انہی دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد کرنا

پہلی مثال: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں منقول ہے کہ ایک سفر میں وہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ساتھ تھے دونوں کو غسل کی حاجت ہوگئی پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کی جگہ تیمم کا حکم نازل ہو چکا تھا لیکن غسل کی صورت میں اگر پانی نہ ملے تو کیا کریں؟ اس کا حکم قرآن کریم میں صراحتاً نازل نہیں ہوا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نماز کو موقوف کیا پانی ملنے تک اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وضو والے تیمم پر قیاس کر کے یہ کیا کہ زمین پر لوٹ لگائی (اور پورے بدن پر مٹی ملی) جیسے چوپایا لوٹ لگاتا ہے:

فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ ثم اتیت النبی ﷺ فذکرت ذالک لہ فقال انما کان یکفیک ان تقول بیدیک ہکذا۔(۱۰)

اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اجتہاد کو بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ بس ایسا کرتے (یعنی وضو والے تیمم کی طرح ہاتھ مار کر اشارہ کیا کہ غسل کے لئے بھی اتنا ہی تیمم کافی ہے پورے بدن پر

منی ملنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

دوسری مثال: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے معاذ! تمہارے سامنے جب کوئی مسئلہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرو گے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے پھر اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا کہ اگر اس میں نہ پایا تو؟ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے، اللہ کے رسول ﷺ نے پھر پوچھا کہ اگر اس میں بھی نہ پایا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، (حق کی جستجو میں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینے پر آپ نے (فرط مسرت میں) ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول (قاصد و پیغمبر) کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر یہ نہیں فرمایا کہ اے معاذ تم اجتہاد سے لوگوں کو مسئلہ بتاؤ گے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؛ بلکہ ان کے جواب پر اللہ کی تعریف بیان کی۔

فقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں

سنہ ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک کا دور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے یہ فقہ کے عروج اور ارتقاء کا دور ہے، آپ ﷺ کے بعد فتوحات اسلامیہ کا جو لامتناہی سلسلہ شروع ہوا خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہر روز کوئی نہ کوئی علاقہ مملکت اسلامیہ میں داخل ہو کر اس کا جز بن جاتا اس طرح مسلمانوں کا دوسری اقوام سے اختلاط بڑھتا گیا روزانہ نت نئے واقعات وحوادثات سامنے آنے لگے کیونکہ ہر قوم کا مخصوص اخلاق وعادات اور مخصوص نظام حیات ہوتا تھا اور انہی اطوار و عادات پر ان کے معاشرتی ومعاملاتی نظام کا مدار تھا ان نت نئے مسائل کے شرعی حل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن وحدیث میں غور وخوض کرنے کا موقع فراہم کیا چنانچہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہ وفتاویٰ کی لیاقت رکھنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن وحدیث کے اصول وقواعد اور جزئیات کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا استنباط واستخراج کیا۔

نئے مسائل کے اجتہاد واستنباط میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج

خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو سب سے پہلے اس کا حل کتاب اللہ میں تلاش فرماتے ناکامی کی صورت میں جو احادیث مبارکہ آپ کے حافظہ میں ہوتیں ان میں غور وفکر کرتے ان میں بھی اگر حکم نہیں ملتا تو آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا ایسا مسئلہ آیا ہے اگر اس سلسلہ میں کسی کے پاس نبی کریم ﷺ کا کوئی ارشاد ہو تو بتلائے کبھی تو ایسا ہوتا کہ مجمع میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بول اُٹھتے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا اور کبھی کوئی جواب نہیں ملتا تو پھر آپ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتماع بلاتے اور پیش آمدہ مسئلہ میں ان سے رائے اور مشورہ کرتے اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جاتا وہی

مسئلہ کا حل قرار پاتا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منہج اور طریقہ کار بھی یہی تھا کہ پہلے کسی مسئلہ کا حل کتاب اللہ میں تلاش کرتے پھر رسول ﷺ میں اور اگر اس میں بھی نہ ملتا تو پھر تیسرے نمبر پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلے دیکھتے اگر ان میں کوئی مثال یا نظیر مل جاتی تو وہی مسئلہ کا حل ہوتا ورنہ تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع بلاتے اور جس پر اتفاق ہو جاتا وہ فیصلہ صادر فرما دیا جاتا۔

الغرض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فقہ کے مآخذ چار تھے۔

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) رائے اور قیاس۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اجماع وجود کے اعتبار سے تو قیاس سے موخر ہے لیکن ترتیب میں قیاس سے پہلے ہے۔

فتویٰ دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ بات مسلم ہے کہ نصوص شرعیہ (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ) سے اصول وکلیات کا استنباط اور جزوی واقعات حوادثات پر انکا انطباق ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے متعلق کتابوں میں اسلامی نصوص سے سمجھنے سے متعلق جو واقعات منقول ہیں انہی سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کام ہر شخص کا نہیں ہے۔

ایک عربی زبان کے عالم کو لوگوں نے دیکھا کہ جب وہ استنجاء کرتے ہیں تو باقاعدہ وضو کرتے ہیں اور تین رکعت پڑھتے ہیں کسی نے دریافت کرلیا کہ یہ جو آپ ﷺ استنجاء کرنے کے بعد نماز پڑھتے ہیں یہ کیسی نماز ہے بڑے غصہ میں جواب دیا کہ لوگوں کو حدیث کا علم نہ ہو تو میں کیا کروں پوچھا گیا وہ کونسی حدیث ہے تو مشہور حدیث "من استجمر فلیوتر" (جو استنجاء میں ڈھیلا استعمال کرے تو وہ طاق عدد استعمال کرے) پڑھ کر سنائی اور صحاح میں نکال کر سامنے دکھا دیا حالانکہ ان سے مقصد یہ تھا فلیوتر جس کا ترجمہ ہے کہ طاق عدد ڈھیلے استعمال کرے اسی فلیوتر کا ترجمہ انہوں نے سمجھ لیا کہ وتر کی نماز پڑھے۔

احادیث شریفہ میں کئی مثالیں اس طرح کی ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فہم حدیث وقرآن میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم برابر نہ تھے مثلاً آیت کریمہ "حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود" (۱) کا مطلب ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول ﷺ نے یہ خیال فرمالیا کہ اس سے مراد سیاہ اور سفید دھاگے ہیں؛ لہٰذا وہ دو کالے اور سفید دھاگے لے کر تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتے تھے لیکن صبح صادق کے بارے میں جب کچھ پتہ نہ چلا تو آنحضرت ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ "ان وسادتک لعریض" تمہارا تکیہ تو چوڑا ہے، یعنی اس سے مراد تو رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے تم نے ان دونوں کو اپنے تکیہ کے نیچے دبالیا۔

اس لئے فقہ وفتاویٰ میں وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قابل اعتبار مانے گئے جنہوں نے قرآن کریم کو رسول اللہ ﷺ سے پڑھا، سیکھا اور سمجھا اور اس کے معنی ومطلب، ناسخ ومنسوخ اور اسباب نزول وغیرہ علوم کو حاصل کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اصحاب فتویٰ شمار کیا جاتا ہے جن کی تعداد ایک سو تیس سے زائد تھی جن میں مرد وعورت دونوں شامل تھے۔

والذین حفظت عنهم الفتوی من اصحاب رسول الله مأة ونیف وثلاثون نفسا مابین

رجل وامرأة۔ (۱۲)

دور رسالت میں فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ان میں سے چودہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی فتوے کا کام انجام دیا ہے۔ ۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت ابوالدرداءؓ رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۱۴۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ (۱۳)

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ ﷺ کی حیات میں فتویٰ دینا گویا ایک طرح سے اگلے دور کے لئے مجتہدین کی جماعت تیار کرنا تھی اور فتویٰ دینے کی مشق کرانا تھی۔

مکثرین فی الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکثرین فی الفتاویٰ کہلاتے ہیں اگر ان کے فتاویٰ کو مستقل کتابوں میں جمع کیا جائے تو کئی ضخیم کتابوں کی شکل میں تیار ہوں گے، چنانچہ ابوبکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے (۱۴) وہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

فقہ وفتاویٰ میں متوسط درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے بہت زیادہ فتاویٰ منقول نہیں ہے اور بہت کم بھی نہیں بلکہ قلت وکثرت کے بین بین ہیں ان کی تعداد تیرہ (۱۳) ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مقلین فی الفتویٰ کہلاتے ہیں: ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے صرف ایک یا دو فتوے منقول ہیں وہ مقلین فی الفتویٰ کہے جاتے ہیں ان کی تعداد ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہیں، ان میں اکثر مرد ہیں جبکہ بیس عورتیں بھی اس تعداد

میں شامل ہیں جن سے ایک دو یا تین مسئلوں میں فتویٰ دینا ثابت ہے۔(۱۵)

معروف مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ مہارت خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تھی، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں یہ کام انہوں نے کچھ زیادہ ہی انجام دیا ہے، ان کے اجتہاد ورائے سے فتویٰ دینے میں مہارت کی روشن دلیل ان کا وہ پیغام ہے جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی کے پاس بھیجا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط کافی لمبا ہے اس میں ہماری بحث سے متعلق یہ جزء ہے:

الفھم الفھم فیما تلجلج فی صدرک مما لیس فی کتاب اللہ ولا سنۃ النبی ﷺ ثم اعرف الاشباہ والامثال فقس الامور عند ذالک بنظائرہا واعمد الی اقربہا الی اللہ واشبہہا بالحق۔(۱۶)

جو مسئلہ تمہیں کتاب وسنت میں نہ ملے اور اس سے متعلق تمہارے دل میں شبہ ہو تو اس کے مشابہ اور ہم مشکل مسائل کو حاصل کرو اور ان نظیروں پر تم قیاس کرو اور جو امر اللہ کے حکم کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اسے اختیار کرلو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے خطوط دوسرے قضاۃ کے پاس بھی بھیجے تھے قاضی شریح کوفہ کے قاضی کے پاس آپ نے جو خط بھیجا تھا اس کا مضمون بھی اسی سے ملتا جلتا ہے یوں تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نقد فتاویٰ کے کام میں مشغول تھے سبھی نے اجتہاد سے کام لیا ہے؛ لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی چند مثالیں

سرزمین فارس کے اہل قریٰ پر جزیہ کا تعین، واقعہ ہجرت سے اسلامی تاریخ اور سن کا آغاز، مسلمانوں کے لئے بیت المال کا نظم اور تراویح کی نماز میں ایک امام کے پیچھے مسجد میں سب لوگوں اکٹھا کرنا اس میں آپ کا اجتہاد یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے نماز تراویح کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ شروع کرائے اور نہ تراویح کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے قولاً ترغیب بھی دی ہے۔"من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ"(۱۷) اور عملاً کئی رات آپ ﷺ نے باجماعت نماز پڑھائی بھی ہے؛ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذوق وشوق کو دیکھ کر اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ کردی جائے، آپ ﷺ نے تین یا چار راتوں کے بعد جماعت سے تراویح کی نماز نہیں پڑھائی، (۱۸) لیکن جب نبی کریم ﷺ کے بعد فرضیت کا اندیشہ نہیں رہا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے باقاعدہ تروایح کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا اور سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کردیا۔

اجتہاد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منہج

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو اصحاب فقہ وفتویٰ ہیں انہیں وادیٔ اجتہاد کی سیر بہرحال کرنا پڑی ہے اور اجتہاد کے سلسلہ میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مختلف نہج رہا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نہج ان کے اس ارشاد سے بالکل واضح اور منقح

ہو جاتا ہے فرماتے ہیں:

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فان جاء ه امر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاء ه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاء ه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد برائيه۔ (۱۹)

آج کے بعد جس شخص کو قاضی بنایا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آ جائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں میں اگر فیصلہ موجود ہو تو اس پر فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آ جائے جس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس جیسا کوئی فیصلہ فرمایا ہے تو صالحین کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی معاملہ ایسا آ جائے کہ نہ اس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا فیصلہ کیا ہے اور نہ صالحین کے فیصلوں میں اس کی مثال موجود ہے تو وہ پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "متوفی عنہا زوجہا قبل الدخول" یعنی اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کے شوہر کا انتقال دخول سے پہلے ہو جائے اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کو کتنا مہر دیا جائے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لہا مثل صداق نسائہا لا وکس ولا شطط وعلیہا العدۃ ولہا المیراث" کہ اس کو مہر مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی واجب ہوگی اور اسے وراثت میں حصہ بھی ملے گا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹھیک آپ کے فیصلہ جیسا فیصلہ ہمارے قبیلہ کی ایک عورت، بروع بنت واشق کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا تھا یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ میرا فیصلہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کی موافقت کر گیا۔ (۲۰)

رائے اور اجتہاد سے دیا ہوا فتویٰ اگر صحیح اور درست ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے اور اگر غلط ہوتا تو اس کو اپنی طرف منسوب کرتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے یہی معمول تھا حضرات شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا

"ان ابابكر كان يقول اذا اجتهد برأيه هذا رائي فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمني و استغفر الله"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منشی نے ایک مرتبہ یہ لکھ دیا۔ "ہذا ما رأی اللہ ورأی عمر" یہ رائے اللہ کی ہے اور عمر کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں یوں لکھنا چاہئے تھا۔

هذا ما رأى عمر فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمن عمر"

یہ رائے اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں خطا سرزد ہوئی ہے تو عمر کی طرف سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مفوضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب سے پہلے یہ فرمایا:

اقول فيها برائي فان يكن صوابا فمن الله و ان يكن خطأ فمني و من الشيطان والله و

رسوله بری منه۔
"میں اس سوال کا جواب اپنی رائے سے دے رہا ہوں اگر صحیح ہوا تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہوا تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں"۔(۲۱)

البتہ آپ ﷺ نے کچھ مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے لکھنے کی اجازت دی تھی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک مجموعہ الصادقہ کے نام سے جمع کیا تھا۔لیکن حدیث وفقہ کی باضابطہ تدوین اس زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی شکل میں سب سے پہلے فقہ کی تدوین ہوئی اور احادیث رسول یوں تو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے لکھی تھیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفوں کا ذکر مسند احمد وغیرہ میں ہے لیکن باضابطہ حدیث کی تدوین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں کرائی اور پھر فقہی ترتیب پر حدیث کی تدوین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کی ،اور علم فقہ کی تدوین موجودہ ترتیب کے مطابق (عبادات معاملات وعقوبات) کتاب در کتاب، باب در باب، اور فصل در فصل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نامور تلامذہ کرام کے ساتھ ملکر کی، اسی لئے انکو فقہ کا مدون اول کہا جاتا ہے:

فاول من دون الفقه والقانون الاسلامی ابو حنیفة رحمة الله عليه۔ (۲۲)

اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: من اراد الفقه فهو على ابی حنیفة رحمة الله علیه جو شخص بھی فقہ حاصل کرنا چاہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہے۔

رائے محمود اور رائے مذموم

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رائے اور اجتہاد کا استعمال حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے ضرورت کے وقت کیا ہے؛ لیکن وہیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے کی مذمت کے سلسلہ میں بھی کتابوں میں اقوال ملتے ہیں تو یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں کہیں رائے اور اجتہاد کو اختیار کیا ہے تو ضرورت اور حاجت کے وقت نہایت خشیت الٰہی اور احتیاط کے ساتھ کیا ہے اور رائے کی جو مذمت منقول ہے وہ اس لئے تاکہ لوگ بلا ضرورت اور بغیر علم کے رائے زنی کرنے پر کہیں جری نہ ہوجائیں اور بسا اوقات غیر دین کو دین میں داخل کرنے سے بھی نہ چوکیں۔

الغرض رائے مذموم وہ رائے کہلائے گی جس میں مفتی اتباع ہوی اور خواہش نفس کا شکار ہوجائے اور ایسا فتوی صادر کرے جس کی اسلام میں کوئی اصل نہ ہو:

فالمذموم انما ہو اتباع الهوی فی الفتوی مع عدم الاستناد الی اصل من الدين يرجع اليه۔

اور رائے محمود وہ رائے ہے جس کی تعریف حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں فرمائی ہے "اعرف الاشباہ والامثال ثم قس الامور عند ذالک"۔(۲۳)

دورِ نبوی ﷺ میں فقہ کے مدون نہ ہونے کی وجہ

ذکر کردہ مثالوں سے یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ فقہ اسلامی کی ابتداء شروعِ اسلام سے ہوئی ہے لیکن اس کی تدوین دورِ نبوی ﷺ سے اس لئے نہیں ہوئی کہ خود اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن کے علاوہ دیگر چیزوں (حدیث و فقہ) کو لکھنے سے منع فرما دیا تھا (۲۴) اس اندیشہ سے کہ کہیں قرآن کا غیر قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے اور سابقہ آسمانی کتابوں کی طرح انبیاء و صلحاء کے کلاموں کے ساتھ خلط ملط ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔

حوالہ جات

(۱) سورۃ الانبیاء آیت ۸۰ (۲) فواتح مع مستصفی (۳) مقدمۃ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱/۱۲ (۴) مقدمہ البحر الرائق (۵) ترمذی ۱/۸۱ (۶) تاریخ الفقہ الاسلامی ص ۴۳ (۷) تاریخ التشریع الاسلامی ص ۱۳ (۸) اصول السرخسی ۱/۹۱ (۹) سورۃ الانفال ۶۷/ (۱۰) صحیح مسلم ۱/۱۹۹ (۱۱) سورۃ البقرہ ۱۸۷ (۱۲) اعلام الموقعین ۱/۲۱ (۱۳) الفکر السامی ۱/۱۰۰ تا ۱۰۲، بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز ۱/۸۲ (۱۴) اعلام الموقعین ۱/۲۱ (۱۵) اعلام الموقعین ۱/۲۳ (۱۶) المدخل الفقہی العام ۱/۸۰ (۱۷) صحیح مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان ۲۵۹ (۱۸) صحیح مسلم ۱/۲۵۹ (۱۹) سنن نسائی ۲/۲۰۵ (۲۰) ترمذی ۲/۳۹ (۲۱) تاریخ التشریع الاسلامی ۹۰ بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز (۲۲) مقدمہ فتاوی تاتارخانیہ (۲۳) المدخل الفقہی العام ۱/۸۰ (۲۴) مسلم ۲/۴۱۴

ضعیف حدیث اور قوتِ استدلال

فقہ اسلامی کی بنیاد جن چار چیزوں پر ہے ان میں سے ایک اہم ماخذ حدیثِ نبوی ﷺ بھی ہے، جس کے بیان و نقل میں انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے، ماضی میں بعض اسباب کے تحت احادیث کو وضع کرنے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی ناپاک سازش کی گئی تھی، جن کے خلاف محدثین نے سخت محاذ آرائی کی؛ اسی پس منظر میں "ائمہ جرح و تعدیل" کی جماعت کا ظہور ہوا؛ جنھوں نے موضوع اور من گھڑت احادیث کو چھانٹ کر موضوعات کے نام سے الگ کر دیا اور راویوں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے احوال و اعمال کے مطابق احادیث کی تقسیم کر دی، ان ہی اقسام میں ایک "ضعیف" حدیث بھی ہے، جو فی الحال موضوعِ بحث ہے، اس کے تحت تعارف، حکم اور اس میں فقہاء کا اختلاف اور دیگر ضروری امور کو بیان کیا جائے گا:

حدیثِ ضعیف

حدیثِ ضعیف کی تعریف میں متقدمین اور متاخرین کی الگ الگ رائیں ہیں، متقدمین کی اصطلاح میں "ضعیف" وہ حدیث کہلاتی ہے جو منکر اور باطل نہ ہو اور اس کے راوی متہم بالکذب نہ ہو؛ گویا متقدمین کے یہاں حدیث صحیح ہی کی ایک قسم "حدیث ضعیف" ہے اور اسے متاخرین کی اصطلاح میں "حدیثِ حسن" کہا جاتا ہے اور متقدمین نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اس ضعیف حدیث کے خلاف اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو پھر اس حدیثِ ضعیف (حدیثِ حسن عند المتاخرین) پر عمل کیا جائے گا اور اسے قیاس پر بھی ترجیح دی جائے گی۔ (اعلاء السنن:۱/۶۰)

لیکن متاخرین کی اصطلاح میں "حدیثِ ضعیف" وہ کہلاتی ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط نہ پائے جائیں، اس کے

راوی غیر عادل یا متہم بالکذب یا مستور الحال ہو، اور وہ متعدد طرق سے مروی بھی ہو، تب بھی اس کی شدید ضعف ... کی حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔ (ذخائر القرآن جلد ۳...)

حدیث ضعیف کا ضعف ختم ہوسکتا ہے

اگر حدیث ضعیف ہے تو اس کا ضعف مختلف قرائن سے دور ہوسکتا ہے، ان میں سے ایک تعدد طرق ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث ضعیف کئی سندوں سے مروی ہو تو اس کی وجہ سے وہ ضعف سے نکل جاتی ہے اور اسے قوی و صحیح ... جاتا ہے، محدثین کی اصطلاح میں اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم کے مطابق یہ حدیث صحیح و حجر کی چار اقسام میں سے ایک ہیں۔ (ردالمحتار: ۲۳۳)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حسن لغیرہ بھی اصل میں ضعیف ہی ہے مگر کچھ قوت پہنچنے والے طرق کی وجہ سے ... پیدا ہو جاتا ہے۔ (فتح المغیث: ۳۵/۳۶)

"الحسن لغیرہ أصلا ضعیف وإنما طرأ علیه الحسن بالعاضد الذی عضده" (مقدمہ تحفہ: ۳۳)

ترجمہ: حسن لغیرہ دراصل ضعیف ہی ہے اور اس میں حسن دیگر روایات کے اس کی تائید کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضعف کسی راوی کے فسق یا کذب بیانی کی وجہ سے نہ ہو؛ کیونکہ تعدد طرق ان کے کذب و فسق کے احتمال کو ختم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ (حاشیہ اعلاء السنن: ۱/ ۵۸)

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف کسی اصل شرعی و دلیل شرعی کے موافق ہو، خواہ کوئی نص قرآنی ہو یا قول صحابی ہو یا شریعت کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ہو۔ (نزہۃ النظر: ۲۹)

اس کے علاوہ بھی کچھ قرائن ہیں جو کہ حدیث ضعیف کو تقویت پہنچاتے ہیں؛ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجملاً ذکر فرمایا ہے کہ: اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو حدیث ضعیف کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کو راجح بنائے تو اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔ (اعلاء السنن: ۱/ ۶۲۔ اصول امام احمد بن حنبل: ۲۹۹)

ضعیف کی اقسام

زمانہ قدیم میں حدیث کی دو ہی قسمیں ہوا کرتی تھیں؛ لیکن سب سے پہلے جس نے احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا وہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے، صحیح، حسن، ضعیف، ان ہی کی اس تقسیم کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث ضعیف کی پھر چار قسمیں سامنے آتی ہیں:

(۱) وہ ضعیف جس کا ضعف تعدد طرق اور دیگر قرائن سے دور ہو جاتا ہو (۲) ضعیف متوسط الضعف (۳) ضعیف شدید الضعف (۴) موضوع۔

فقہاء کا اختلاف

قسم اول سے تو باتفاق احتجاج و استدلال جائز ہے اور قسم سوم و چہارم سے باتفاق استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ قسم دوم

سے استدلال کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ گنجائش دیتے ہیں؛ جب کہ بہت سے علماء اس سے منع کرتے ہیں۔ (المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۳۔ اصول امام احمد بن حنبل: ۲۷۵)

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے شرائط

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تین شرطیں بیان کی ہیں: (۱) اس حدیث کا ضعف شدید نہ ہو یعنی اس کا راوی کاذب اور دروغ گوئی میں مشہور نہ ہو اور نہ فاحش غلطیوں کا مرتکب ہو۔

(۲) حدیث جس مفہوم پر مشتمل ہو اس کی ایسی بنیاد موجود ہو جو معمول بہ ہو، یعنی اس پر عمل کرنا اپنے اندر غرابت کا کوئی پہلو نہ رکھتا ہو اور اسلام کے ثابت اور مقررہ معروف قواعد کے خلاف نہ ہو

(۳) دوران عمل اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے؛ بلکہ از روئے احتیاط اس پر عمل ہو، یعنی اس طور پر نہ قبول کی جائے کہ واقعتاً یہ حدیث صحیح النسبت ہے؛ بلکہ اس بناء پر عمل کیا جائے کہ ممکن ہے کہ نفس الامر میں اس کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف درست ہو۔ (اعلاء السنن: ۱/ ۵۸)

ضعیف اور مضعف میں فرق

حدیثِ مضعف کا درجہ حدیثِ ضعیف سے اونچا ہوتا ہے کہ احکامات میں حدیثِ مضعف سے استدلال کیا جاتا ہے اور ضعیف سے فقط فضائل میں ہی استدلال کرنا درست ہے۔

دوسرا فرق: جو "علامہ قسطلانی رحمہ اللہ" نے بیان کیا ہے کہ مضعف وہ حدیث ہے جس کے متن میں یا سند میں ایسا وقتی ضعف آگیا ہو، جس کی تلافی دیگر اسناد و روایات سے ہوسکتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی احادیث کو بعض مرتبہ اپنی صحیح میں جگہ دی ہے۔ (اعلام الموقعین: ۱/ ۸۲)

حدیثِ ضعیف اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کا درجہ حدیث صحیح سے کمتر قرار دیتے ہیں؛ البتہ وہ حدیثِ ضعیف کے بالمقابل فتاوٰی اور اقوال صحابہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

(المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۶۔ حیات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۳۵۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو فقہی فتاوے منقول ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد ہے جو مختلف واقعات و حوادثات سے متعلق ہیں، ان فتاوٰی و اقوال میں رنگارنگ کی غذاء فکری اور طرح طرح کے امراض اجتماعی کی چارہ گری موجود ہے۔

(اعلام الموقعین: ۱/ ۸۴)

اگر ان کے فتاوٰی اور اقوال کا تعارض حدیثِ ضعیف سے ہوجائے تو فتاوٰی صحابی کو ترجیح حاصل ہوگی؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درس رسالت کے چراغ ہیں، ان کا ہر قول و عمل سنت کے مطابق ہوا کرتا تھا، ان کے کلام سے کلام رسالت کی بو مہکتی ہے اور انھوں نے دین کو پہلوئے رسالت میں رہ کر جتنا سمجھا اور سیکھا ہے دوسرا ان کی خاک تک نہیں پہونچ سکتا، ان کے اقوال و افعال میں کسی

قسم کا شبہ نہیں ہے اور حدیث ضعیف کی صحت وعدم صحت مشتبہ ہے؛ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاوی واقوال کو ضعیف حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔

حدیثِ ضعیف اور قیاس کا تعارض

جب کسی حدیث ضعیف اور قیاس میں تضاد نظر آئے تو فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کے اس سلسلے میں دو نقطۂ نظر ہیں۔

حنفیہ وحنابلہ

ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی موجودگی میں قیاس کوئی معنی نہیں رکھتا؛ بلکہ قیاس کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، حدیث اگرچہ ضعیف ہے؛ لیکن بہر حال موجود تو ہے اور اس میں صحت کا بھی پہلو ہے؛ اس لیے قیاس کے مقابلہ میں حدیثِ ضعیف ہی کو ترجیح دی جائے گی (الاحکام لابن حزم: ۲/ ۵۴)

چنانچہ امام احمد کا قول خود ان کے فرزندِ ارجمند حضرت عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (اصول امام احمد بن حنبل: ۲۷۷۔ المسودۃ فی اصول الفقہ: ۲۷۵)

ایک مرتبہ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کسی جگہ ایک محدث ہیں جو درسِ حدیث دیا کرتے ہیں اور وہ حدیث کی صحت وضعف میں تمیز نہیں کر پاتے اور اسی جگہ ایک صاحب رائے شخص موجود ہو، جو اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کو حل کرتا ہو اور ایک ایسا شخص جو علم سے ناواقف حلال وحرام میں تمیز خود سے نہ کر پاتا ہو تو وہ مسئلہ کس سے دریافت کرے، محدث سے یا صاحبِ رائے سے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا محدث سے مسئلہ دریافت کرے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ (الاحکام لابن حزم: ۲/ ۵۴)

شوافع اور مالکیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نص قرآنی اور حدیثِ صحیح نہ ہو تو پھر حدیثِ ضعیف کو نظر انداز کر کے قیاس کرنا واجب ہوگا، ٹھیک اسی طرح مالکیہ میں سے قاضی ابوالفرج اور ابوبکر الابہری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حدیثِ ضعیف پر قیاس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (بدایۃ المجتہد: ۱/ ۲۹)

فقہ حنفی اور حدیثِ ضعیف

احناف کا مذہب چونکہ حدیثِ ضعیف (بقول متقدمین جو درحقیقت حدیثِ حسن ہے) کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دینے کا ہے؛ اسی لیے فقہ حنفی میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں قیاس کو نظر انداز کر کے حدیث ضعیف پر عمل کیا گیا ہے، مثلاً:

۱۔ نمازی حالت صلوٰۃ میں قہقہہ لگادے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے؛ کیونکہ قہقہہ میں خروجِ نجاست کا تحقق نہیں ہوتا ہے؛ مگر اس سلسلہ میں ایک ضعیف حدیث ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ ایسے شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ لہٰذا قیاس کو ترک کر کے احناف نے یہاں ضعیف حدیث پر عمل کیا اور قہقہہ کو ناقض وضو قرار دیا۔ (اعلام الموقعین: ۱/ ۸۵)

۲۔ دس درہم سے کم کے سرقہ میں بھی قطع ید کا حکم قیاس کے مطابق ہونا چاہیے؛ کیونکہ وہ بھی تو شرعاً سرقہ ہے؛ لیکن ایک

"ضعیف حدیث" سے مراد لیتے رہے ہیں۔ تو ایسے ہی ایک امام نے کہا ہے: چنانچہ حنفیہ نے قیاس کے مقابلہ میں بھی ضعیف حدیث کو حجت مانا ہے۔ (مسائل امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:۲۸۲)

ضعیف حدیث اور عقائد

جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ عقائد کے ثبوت کے لیے مشہور یا متواتر حدیث ضروری ہے، حدیث ضعیف اور خبر واحد ثبوت عقائد کے لیے کافی نہیں ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ خبر واحد سے عقائد کے باب میں استدلال کیا ہے لیکن وہ بھی حدیث ضعیف سے جواز کے قائل نہیں، تمام روایت سے آگاہ ہیں کہ حدیث ضعیف سے عقائد کے باب میں استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ چنانچہ سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "حدیث ضعیف" سے صفات باری وعقائد میں استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ (رسالہ ... مختصر ...)

ایک شبہ

یہاں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ ... معلوم ہوتا ہے کہ سابق میں احناف وحنابلہ کا یہ مسلک بیان کیا گیا کہ وہ حدیث ضعیف کو معتبر مانتے ہیں اور حنفیہ سے ایسے مسائل بھی ذکر کیے گئے جن میں محض حدیث ضعیف کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا ہے، بظاہر یہ دعویٰ سابقہ تصریحات کے خلاف ہے، لیکن یہ شبہ اس لیے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حدیث ضعیف کی اصطلاح درحقیقت دو ہیں، ایک متاخرین کی اصطلاح ہے، جس کی وضاحت اس مقالہ کے ابتداء میں کی جاچکی ہے اور دوسری اصطلاح متقدمین کی ہے (اس کی وضاحت بھی ابتداء میں آچکی ہے) کہ وہ حضرات حسن لغیرہ کو بھی ضعیف کے ہی درجہ میں شمار کیا کرتے تھے؛ چنانچہ علامہ ابن قیم رقمطراز ہیں:

"وليس المراد بالحديث الضعيف في اصطلاح السلف هو الضعيف في اصطلاح المتأخرين، بل ما يسميه المتأخرون حسناً قد يسميه المتقدمون ضعيفاً"۔ (اعلام الموقعين:۱/۳۱)

ترجمہ: سلف کی اصطلاح میں حدیث ضعیف سے مراد وہ حدیث نہیں ہے جسے متاخرین حدیث ضعیف کہتے ہیں؛ کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں اس حدیث کو بھی ضعیف کہہ دیا جاتا ہے جسے متاخرین نے حسن کا درجہ دیا ہے۔

اس لیے عقائد کے باب کے علاوہ جہاں کہیں احناف وحنابلہ حدیث ضعیف کو قابل حجت شمار کرتے ہیں اس سے مراد متقدمین کی اصطلاح ہے اور اس سے "حدیث حسن" ہی مراد ہے، متاخرین کی اصطلاح کے مطابق حدیث ضعیف مراد نہیں ہے۔

ضعیف حدیث اور فضائل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلق سے کافی طویل بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد مذاہب کو نقل کیا ہے، جن میں سے ایک حافظ الحدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ضعیف حدیث کسی بھی باب میں حجت نہیں بن سکتی، چاہے وہ فضائل کا باب ہی کیوں نہ ہو؛ البتہ اگر متقدمین کی اصطلاح کے مطابق ضعیف حدیث ہو کہ اس کے طرق متعدد

ہو جس کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے تو اس سے فضائل کے باب میں استدلال کرنا درست ہو گا۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث کے مقابلہ میں قیاس اولیٰ ہے؛ کیونکہ حدیث ضعیف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، دائرے میں اگر غلطی ہوئی تو شرعاً وہ معاف ہے؛ بلکہ اس پر اجتہاد کا ثواب بھی ملے گا۔ (نووی علی مسلم:۱/۲۰)

دوسرا مذہب جس کو علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کا مذہب کہہ کر بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جسے جمہور کا اجماعی مسلک قرار دیا ہے کہ فضائل کے باب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ:۱۱۰)

ائمہ حدیث میں عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(اصول امام احمد بن حنبل:۲۷۳)

تقی الدین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ گنجائش اس لیے ہے کہ اگر ایسی حدیث نفس الامر اور واقع میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنا اس کا حق تھا اور اگر واقع میں صحیح نہ تھی تو بھی فضائل کے باب میں اس پر عمل کرنے کی وجہ سے دین میں کوئی فساد لازم نہیں آئے گا، اس لیے کہ یہ صورت تحلیل وتحریم اور کسی کے حق سے متعلق نہیں ہے اور پھر یہ جواز مطلق نہیں ہے؛ بلکہ ماقبل میں ذکر کردہ شرائط کے ساتھ ہے۔ (شرح الکوکب المنیر:۲/۵۷۱)

اس لیے فضائل کے باب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تذکرہ محدثات

چند ایسی نامور خواتین کا تذکرہ جو علم حدیث میں معروف ہوئیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہما حبیبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ و عالم صحابی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم وفضل کے متعلق اپنا اور اپنے جیسے دوسرے ساتھیوں کا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آئی اور ہم نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو ان کے پاس اس کا علم پایا۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب من فضل عائشۃ:3883)

عمرۃ بنت عبدالرحمان ابن شہاب زہری، قاسم بن محمد کو کہتے ہیں کہ میں تمہیں علم کا بہت حریص دیکھتا ہوں کیا میں تمہیں اس کے خزانے پر مطلع نہ کروں؟ علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو جاؤ عمرۃ کے پاس۔ قاسم بن محمد کا کہنا ہے کہ عمرۃ کے پاس جا کر مجھے ایسا لگا کہ وہ کبھی نہ خشک ہونے والا سمندر ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، 4/508)

تیسری صدی کی معروف محدثات

تیسری صدی میں عابدۃ المدینہ، ام عمر الثقفیہ، زینب بنت سلیمان، نفیسہ بنت حسن بن زید، خدیجہ ام محمد، عبدۃ بنت عبدالرحمان، عباسہ امام احمد ابن حنبل کی اہلیہ اور دیگر بہت سی خواتین قابل ذکر ہیں جنہوں نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر باقاعدہ لیکچرز دیے، جن میں بڑے بڑے محدثین شامل ہوتے تھے۔ عابدہ جو ایک سیاہ فام لونڈی تھیں لیکن افق حدیث کا چمکتا ہوا ستارہ بھی تھیں، جب محمد بن یزید نے انہیں حبیب بن الولید الدحون الاندلسی کو ہبہ کر دیا تو وہ ان کے علم سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہیں آزاد

پیدا کر کے لازوال نقوش چھوڑے، انکے دروس میں بے شمار لوگ شریک ہوتے تھے۔

پانچویں صدی کی مشہور محدثات

پانچویں صدی میں مشہور صوفی حسن بن علی الدقاق کی بیٹی اور ابو قاسم القشیری کی زوجہ محترمہ فاطمہ نے بھی سند عالی کے لیے شہرت پائی جو ابو نعیم الاسفرائی اور حاکم نیشاپوری سے حدیث روایت کرتی تھیں (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/457) اس کے علاوہ خدیجہ بنت محمد شاہجہانیہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/118) شئیۃ بنت قاضی ابن ابی عمرہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 9/693) خدیجہ بنت البقال (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/636) اور جبرۃ السوداء (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/637) نے شہرت پائی۔

چھٹی صدی کی مشہور محدثات

چھٹی صدی میں ام البہاء فاطمہ بنت محمد مسندۃ اصفہان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/716) ام الخیر فاطمہ بنت علی مسندۃ خراسان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/576) مسندۃ الوقت خدیجہ بنت محمد (تاریخ اسلام، ت: بشار 14/43) تجنی بنت عبداللہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 12/550) اور شہدۃ بنت احمد مسندۃ العراق سند عالی کے لیے مشہور ہیں۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن وڈا سانید ص:105) شہدۃ جنہیں فخر النساء کا خطاب دیا گیا ان کے حلقہ درس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوا کرتی، علو سند میں ان کی اس شہرت کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے انہیں اپنا استاد قرار دیا، ذکی الدین البرزالی نے ان کا مشیخہ آٹھ اجزاء میں مرتب کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ط: العلمیہ 15/394 نیز دیکھیے العمدۃ من الفوائد والآثار الصحاح والغرائب فی مشیخہ شہدۃ)

ساتویں صدی ہجری میں ام محمد زینب بنت احمد المقدسی (المتوفیہ 722ھ) نے طلب حدیث کی خاطر فلسطین سے مصر، شام اور مدینہ کا سفر کیے، زینب علماء سے علم حدیث حاصل کرنے اور اجازت حدیث لینے کے بعد جب مسند تدریس پر بیٹھیں تو دور دراز سے طلبہ سفر کر کے ان کے پاس سماع حدیث کے لیے کھنچے چلے آتے۔ (ذیل التقیید فی رواۃ السنن وڈا سانید 2/368)

عائشہ بنت ابراہیم بیدلیۃ الشراگی کے نام سے پہچانی جاتی ہیں انہوں نے بھی اس میدان میں کمال حاصل کرنے کے بعد مصر، شام اور بعلبک وغیرہ میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ (التقیید وال ابن فہد لمانی ذیول تذکرۃ الحفاظ، ص:109) عائشہ بنت محمد بن مسلم الحرانیہ جو سلائی کڑھائی کر کے اپنا پیٹ پالتی تھیں، کثرت روایت کے علاوہ بعض اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ (ذیل التقیید فی رواۃ السنن وڈا سانید 2/382)

ابن بطوطہ نے اپنے سفر دمشق کے دوران 726ھ میں جامع بنی امیہ میں ان سے سماع حدیث کیا۔ مسندۃ خراسان زینب بنت عبدالرحمن بن الحسن الاشعریہ، جن کی وفات سند عالی کے انقطاع کا باعث بنی۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید، ص:501)

عائشہ بنت معمر الاصبہانیہ مسند ابی یعلی کی روایت میں شہرت کی حامل تھیں مشہور محدث ابن نقطہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ (التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید، ص:449)

مسندۃ شام کریمہ بنت عبدالوہاب بھی ایک منفرد حیثیت کی حامل تھیں جنھیں روایت حدیث کے لیے بڑے بڑے علماء سے اجازت حاصل تھی۔ اور وہ بھی روایت حدیث سے اکتاتی نہیں تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء، 23/92)

زینب بنت عبداللہ بن اسعد المکی کے دروازے پر ہمیشہ طلبہ علم کا ہجوم رہتا (الاعلام للزرکلی 3/66) شامیہ امۃ الحق متعدد اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد تھیں (تاریخ اسلام مت: بشار 15/542) عجیبہ بنت محمد البغدادیہ نے اپنا مشیخہ دس اجزاء میں مرتب کیا۔
(تاریخ اسلام مت: بشار 14/581)

آٹھویں صدی ہجری

اسماء بنت محمد ابی المواہب ابن حصری، امۃ العزیز بنت ذہبی، فاطمہ بنت البرازلی، اسماء بنت خلیل بن کیکلدی العلائی، رقیہ بنت ابن دقیق العید، زینب بنت ابن قدامہ المقدسی، زینب بنت ابن جمائی الکنانی، ام البہاء، زینب بنت ابن العجمی، ست النعم بنت العلامہ نجم الدین الحرانی، ست الوزراء بنت عمر ابن منجاء، ستیہ بنت تقی الدین السبکی، ستیہ بنت نجم الدین الدمیاطی، عائشہ بنت ابراہیم حافظ المزی کی اہلیہ، عائشہ بنت عبداللہ محب الدین الطبری کی پوتی، لوزہ بنت عبداللہ مولاۃ ابن دقیق العید، ست الرکب علی ابن حجر کی بہن، زینب بنت عبداللہ کی بھتیجی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ)

تاریخ دمشق کے مؤلف ابن عساکر اپنے مشیخہ میں 80 خواتین کا ذکر کرتے ہیں جن سے انہوں نے درس حدیث لیا۔ ابوطاہر السلفی اپنی کتاب مشیخہ البغدادیہ معجم السفر اور مشیخہ الاصبہانیہ میں اور ابوسعید السمعانی الخبیر فی المعجم الکبیر میں متعدد خواتین کو اپنے شیوخ میں شمار کرتے ہیں جن سے انہوں نے بطریق سماع یا اجازۃ روایت کی۔

وفیات الاعیان کے مؤلف ابن خلکان زینب بنت اشعری م 524ھ کے شاگرد ہے۔ ابن بطوطہ کا شمار اگرچہ محدثین میں نہیں ہوتا لیکن شوق طلب حدیث میں متعدد خواتین حضرات اور خصوصاً زینب بنت احمد کمال م 710ھ سے سماع کیا۔ نویں صدی کے مشہور محدث عفیف الدین جنید نے سنن دارمی کا درس فاطمہ بنت احمد قاسم سے لیا۔ نفیسہ بنت ابراہیم برزالی اور ذہبی کی استاد ہیں، حافظ العرقی اور الہیثمی ست العرب بنت محمد البخاری کے شاگرد رہے۔ (الاعلام للزرکلی 3/77)

نویں صدی کی محدثات

نویں صدی میں جس کثیر تعداد میں خواتین تعلیمات نبوی ﷺ کے فروغ میں مصروف نظر آتی ہیں، تعداد کے اعتبار سے یہ کثرت دوسرے ادوار میں نظر نہیں آتی ان میں سے جن خواتین نے بطور خاص شہرت پائی ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ یہاں مثال کے طور پر سخاوی اور ابن حجر کی ایک ایک استاد کا ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ام ہانی مریم بنت عبدالرحمن الہورینیہ م 871ھ جنہیں ادب، شعر اور خطاطی میں مہارت کے علاوہ حفظِ قرآن اور اسلامی علوم پر بھی عبور تھا۔ انہیں قاہرہ اور مکہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے باقاعدہ تدریس کے ساتھ حدیث میں اجازت نامے جاری کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مریم بنت احمد الاذرعی بھی اس میدان میں سند کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے اساتذہ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابن حجر نے ان کی باقاعدہ ایک معجم مرتب کی، ان کے شاگردوں کی تعداد بھی ان گنت ہے۔
(المجمع المؤسس 2/559، انباء الغمر 5/126)

1- كِتَابُ الطَّهَارَةِ

یہ کتاب طہارت کے بیان میں ہے

طہارت کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طہارت کا معنی ہے" پاکیزگی" جبکہ اس کا متضاد، ناپاکی، گندگی، غلاظت نجس، نجاست وغیرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاء مخصوصہ کو دھونا طہارت کہلاتا ہے۔

طہارت کی دو اقسام ہیں (۱) طہارت حقیقی جیسے پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا (۲) طہارت حکمی جیسے تیمم کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے۔ وہ طہارت جو پانی کے ساتھ حاصل کی جائے اس کی بھی دو اقسام ہیں (۱) طہارت خفیفہ جیسے وضو (۲) طہارت غلیظہ جیسے غسل مصنف نے اپنی کتاب کو طہارت خفیفہ (وضو) سے شروع کیا ہے کیونکہ وہ طہارت عام اور غالب ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طہارت، بیروت)

نماز میں طہارت سے مراد ظاہری طور پر نمازی کے جسم، لباس اور اعضاء جوارح کو آلودگی سے پاک رکھنا ہے اور باطنی طور پر اپنے نفس کو خطاؤں، گناہوں اور اخلاقی برائیوں سے پاک کرنا، قلب کو حب دنیا سے پاک رکھنا اور غیر اللہ کو دل سے نکال دینا ہے۔ جس طرح ظاہری بدن کو پاک رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اُسی طرح باطن، نفس اور دلوں کو پاک رکھنا اس سے کئی درجے زیادہ واجب ہے۔ ان پاکیزگیوں میں سے ایک حقوق کی ادائیگی، اور ہر چیز اور ہر شخص کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنا ہے۔

اہل معرفت کا کہنا ہے کہ جب تک تمہارا نفس تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے نفس کا حق ادا کیا اور جب تک خدا کی مخلوق تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے اُن کا حق ادا کر دیا ہے۔

بَابُ التَّخَلِّي عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے لئے خلوت اختیار کرنا

1- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبَ أَبْعَدَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو

1- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو، وهو ابن علقمة الليثي. عبد العزيز بن محمد: هو الدراوردي، وابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف. واخرجه الترمذي (20)، والنسائي في "الكبرى" (16)، وابن ماجه (331) من طرق عن محمد بن عمرو، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18171). وله شاهد من حديث عبد الرحمن بن ابي قراد عند النسائي في "الكبرى" (17)، وابن ماجه (334)، واسناده صحيح.

کے اوصاف کی نورانی کرنوں سے اپنے دل ودماغ کو روشن کریں، اس کی جو صفات ہیں ان کوحتی الامکان اپنے اندر پیدا کریں اس لئے وہ پسند کرتا ہے۔ بندے شرم وحیاء کے اصولوں پر کاربند رہیں، ان عظیم اوصاف سے اپنے دامن کو مالا مال کریں اور پردہ پوشی کو کسی حال میں ترک نہ کریں، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شرم اور پردے کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی نہ برتیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَتَبَوَّأُ لِبَوْلِهِ

باب: آدمی کا پیشاب کرنے کے لئے جگہ تیار کرنا

3- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَيْخٌ، قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الْبَصْرَةَ، فَكَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى، فَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ، فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ فَبَالَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَرْتَدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا

ابوتیاح بیان کرتے ہیں: مجھے ایک بزرگ نے یہ بات بتائی: جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لائے تو انہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول کچھ احادیث بیان کی گئیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کیا: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا:

ایک دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا، آپ ایک دیوار کی جڑ کے پاس موجود نرم مٹی کے پاس آئے، اور وہاں پیشاب کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کسی شخص نے پیشاب کرنا ہو تو اسے پیشاب کرنے کے لیے (مناسب) جگہ تلاش کرنی چاہئے"۔

مستحبات وآداب بیت الخلاء کا بیان

۱۔ جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا اور کپڑے پہن کر بیت الخلا میں جانا اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے۔ بچانا ۲۔ سر کو ڈھانپ کر بیت الخلا میں جانا۔

۳۔ جنگل میں جائے تو لوگوں کی نظروں سے دور نکل جانا۔

٤۔ انگوٹھی وغیرہ جس میں اللہ کا نام یا قرآن کی آیت یا کسی رسول یا کسی بزرگ کا نام یا حدیث وغیرہ کے الفاظ کھدے ہوں تو اسے نکال دے اگر تعویذ۔ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو ساتھ ہونے میں کراہت نہیں۔

۵۔ پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔ ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

3- اسناده ضعيف لابهام شيخ ابي التياح. حماد: هو ابن سلمة، وابو التياح: هو يزيد بن حميد الضبعي. واخرجه البيهقي /931 من طريق ابي داود، بهذا الاسناد. واخرجه الطيالسي (519)، واحمد (19537) و (19537) و (19714)، والروياني (558)، والحاكم /4653- 466، والبيهقي /94931

۶. داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کرنا باہر آتے پہلے دایاں پاؤں نکالنا۔
۷. کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو کر کھولے ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔
۸. دونوں پاؤں کو فاصلہ سے رکھے یعنی کھل کر بیٹھے اور بائیں پاؤں پر زور زیادہ دے کر بائیں طرف جھکا رہے۔
۹. بات نہ کرے نہ زبان وحلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے، البتہ دل میں اللہ کے ذکر کا خیال کر سکتا ہے اس وقت کا ذکر اپنی نجاستوں کا احساس اور اللہ پاک کی پاکی کا خیال کرنا ہے چھینک اور سلام اور اذان کا جواب نہ دے خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ پڑھے زبان سے نہ پڑھے۔
۱۰. کسی دینی مسئلہ پر غور نہ کرے۔
۱۱. بلا ضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے۔ نہ اپنے بدن سے کھیل کرے۔ نہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے بلا وجہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھا رہے۔
۱۲. جب فارغ ہو جائے تو مقام نجاست کو صاف کر کے کھڑا ہو جائے۔ اور سیدھا ہونے سے پہلے بدن کو چھپا لے۔
۱۳. بیت الخلاء سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے الحمد اللہ العظیم الذی اخرج مایوذینی مایفعنی (وبقی فی ماینفعنی) غفرانک ربنا والیک المصیر ط۔
۱۴. پانی سے استنجا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا تا کہ خوب صاف ستھرا ہو جائے۔

(زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ دو قبروں کی پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے (انہیں دیکھ کر) فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں پر عذاب نازل ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں نازل ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا "مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا "پھر آپ ﷺ نے "کھجور کی "ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا انہیں ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔"صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (یہ دیکھ کر) پوچھا "یارسول اللہ آپ (ﷺ) نے ایسا کیوں کیا ہے ""؟ آپ ﷺ نے فرمایا "شاید (اس عمل سے) ان کے عذاب میں (اس وقت تک کے لئے) کچھ تخفیف ہو جائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 317)

مسلم کے الفاظ کی مناسبت سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلا آدمی جس پر اس کی قبر میں عذاب نازل ہو رہا تھا وہ تھا جو پیشاب سے بچتا نہیں تھا یعنی پیشاب کرتے وقت اس بات کی احتیاط نہیں کرتا تھا کہ چھینٹیں اس کے اوپر نہیں پڑتیں ایک دوسری روایت میں لایستبراء کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ "وہ آدمی پیشاب سے پاکی طلب نہیں کرتا تھا "نیز ایک روایت میں لا یستتر کے الفاظ مذکور ہیں استتا کے معنی آتے ہیں عضو تناسل کو زور سے جھاڑنا یا کھینچنا تا کہ پیشاب کے جو قطرے اندر رہ گئے ہوں وہ نکل جائیں اس طرح معنی یہ ہوں گے وہ آدمی پیشاب گاہ کو اچھی طرح جھاڑ کر پیشاب کے قطروں کو نکالتا نہ تھا۔ بہر حال ان تمام

الفاظ کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مطلب سب کا یہی ہے کہ وہ پیشاب سے پاکی اور صفائی حاصل نہیں کرتا تھا اور چونکہ پیشاب سے پاکی حاصل نہ کرنا گناہ ہے اور نماز کے بطلان کا سبب ہے اس لئے اسے اللہ کی جانب سے عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک خاص بات عرض ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ غلط اور گمراہ کن خیال پیدا ہو گیا ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ ڈھیلے سے پیشاب خشک کرتے تھے اس لئے ہر آدمی کو چاہئے کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے کا استعمال نہ کرے، یہ انتہائی گمراہی اور کم عقلی کی بات ہے، اگر کسی آدمی کا مزاج ہی اتنا قوی اور مضبوط ہو، نیز اسے اس بات کا یقین ہو کہ پیشاب سے فارغ ہو جانے کے بعد قطرے نہیں آئیں گے تو البتہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ صرف پانی سے استنجاء کرلے ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہوگا۔

اور جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہوگا اور جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال نہ کرے صرف پانی سے پاک کرے گا تو اس کے پائجامہ اور کپڑا وغیرہ گندا اور ناپاک ہوگا، جہاں تک حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کا سوال ہے تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کا مزاج مبارک مضبوط اور قوی انتہائی طاقتور تھے اس لئے آپ ڈھیلے کا استعمال نہیں فرماتے تھے صرف پانی ہی سے استنجاء پاک کرلیتے تھے۔

پھر دوسرے یہ کہ وہ فعل جو رسول اللہ ﷺ سے خود ثابت نہ ہو مگر اس کا کرنا کسی نہ کسی وجہ سے مطلوب اور ضروری ہو تو اسے یہ کہہ کر نا قابل اعتناء قرار نہیں دیا جا سکتا کہ یہ فعل چونکہ آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لئے ہم بھی اسے نہیں کرتے مثلاً آپ ﷺ نے فصد نہیں کرائی ہے اب اگر کسی دوسرے کو فصد کی حاجت ہو اور وہ یہ کہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فصد نہیں کرائی ہے اس لئے میں فصد نہیں کراتا تو ظاہر ہے کہ یہ بات اسی کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ نظر شارع کی غرض پر ہونی چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ شارع کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ "طہارت" ہے جس کی ہمیں تاکید کی گئی ہے اس لئے ہمیں تو طہارت حاصل کرنی چاہئے خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو پانی سے حاصل ہو یا ڈھیلے سے اس قسم کے بیہودہ احتمالات نکال کر اور غلط حیلہ و بہانہ کر کے اپنے کپڑوں کو گندہ کرنا اور نجاست میں اپنے آپ کو ملوث کرنا اور پھر اسی طرح نماز پڑھنا انتہائی غلط اور گمراہی کی بات ہے، پیشاب سے بچنے اور اس سے احتیاط کرنے کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: عذاب قبر اکثر پیشاب کی بناء پر ہوتا ہے (اس لئے) پیشاب سے پاکی حاصل کرو۔" یا اسی طرح فرمایا "پیشاب سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ اس چیز کا اول ہے جس کی وجہ سے بندہ قبر میں حساب (کی سختی) میں گرفتار ہوگا (طبرانی) پھر اس کے علاوہ ایک چیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ پیشاب کے بعد ڈھیلا استعمال کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی کا فعل حجت ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر کہ پیشاب کے بعد ڈھیلا استعمال کرنا چاہئے اہل سنت کا اتفاق و

اجمان نے ہے، واللہ اعلم "نمیمہ" کے معنی ہیں سخن چینی، یعنی کوئی آدمی ایسے دو آدمیوں کی بات جن میں آپس میں دشمنی ہو ایک دوسرے تک فساد پھیلانے کے لئے پہنچائے یا کوئی آدمی دو آدمیوں میں دشمنی پیدا کرائے اس طرح کہ ایک کی بات دوسرے تک پہنچائے قسم اور گالی وغیرہ اس انداز سے نقل کرے جس سے اشتعال پیدا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "نمیمہ" کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی گفتگو کسی دوسرے آدمی سے ضرر پہنچانے کے لئے نقل کی جائے بہرحال آج کل عرف عام ہے جسے "چغل خوری" فرماتے ہیں وہی معنی "نمیمہ" کے ہیں "چغل خوری" چونکہ انسانی اور اخلاقی نقطہ نظر سے انتہائی بدترین اور کمینی خصلت ہے اور اس لئے اسلام بھی چغل خور کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور چغل خوری کو ایک بدتر برائی قرار دیتا ہے چنانچہ صحیحین میں منقول ہے کہ "جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ کعب احبار سے جو ایک بڑے یہودی عالم تھے اور بعد میں اسلام لائے، پوچھا کہ تم نے توریت میں سے سب سے بڑا گناہ کون سا پڑھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "چغل خوری"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کہ اس کا گناہ قتل کے گناہ سے بھی زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہے! انہوں نے کہا "قتل بھی چغل خوری ہی سے ہوتے ہیں اور دوسری برائیاں بھی اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔" حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اس وقت کے لئے ان کے عذاب میں شاید کچھ تخفیف ہو جائے "تو عذاب کے تخفیف کا سبب علماء یہ لکھتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت اسے برداشت نہ کر سکی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت میں ان کے لئے رحم و کرم کی درخواست کی، ادھر غفور الرحیم نے بھی اپنے حبیب کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازا اور فیصلہ فرما دیا کہ جب تک ان پر گاڑی ہوئی شاخیں خشک نہ ہوں اس وقت تک ان دونوں پر عذاب میں کمی کر دی جائے۔

اس کی وضاحت بھی ایک دوسری روایت میں موجود ہے جسے مسلم نے نقل کیا ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی یہ عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔" بہرحال بظاہر تو اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے جس کی تصدیق بھی مسلم کی اس روایت سے ہو جاتی ہے، ویسے علماء نے اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب لکھے ہیں جو دیگر کتابوں اور شروح میں وضاحت کے ساتھ منقول ہیں۔

علامہ کرمانی کا قول ہے کہ تخفیف عذاب کا سبب وہ تر شاخ تھی کہ اس کے اندر رفع عذاب کی خاصیت تھی مگر یہ خاصیت اس کی بنفسہ نہیں تھی بلکہ یہ خاصیت اسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء اور اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ قبور پر جایا کریں تاکہ ان کی وجہ سے اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہو کیونکہ صالحین کا قبروں پر جانا مردوں کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہوتا ہے۔ (حاشیہ بخاری از کرمانی)

بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو آدمی یہ حدیث بیان کرے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب

کرتے ہوئے دیکھا ہو اسے سچ نہ مانو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 343)

امام محی السنہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل فرمائی ہے اس سے تو صراحت یہ معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس بات کی بالکل نفی کر رہی ہے۔

اب ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے مطابق خبر دے رہی ہیں یعنی انہوں نے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے کبھی گھر میں نہیں دیکھا تھا اس لئے انہوں نے اس بات کی سرے سے نفی کر دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ باہر سے متعلق ہے اور وہ بھی عذر کی بناء پر نادر ہے اور ظاہر کہ نادر شئی معدوم کی مانند ہے نیز عذر کی بنا پر اسے مستثنیٰ بھی قرار دیا جا سکتا ہے لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

باب: جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے

4 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: عَنْ حَمَّادٍ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ، وَقَالَ مَرَّةً: أَعُوذُ بِاللَّهِ. وَقَالَ وُهَيْبٌ: فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: (یہاں حماد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:) "اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

(جبکہ عبدالوارث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:) "میں مذکر اور مؤنث جنات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے عبدالعزیز کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

وہیب نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے"۔

5 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو يَعْنِي السَّدُوسِيَّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ

4- اسنادہ صحیح. عبد الوارث: هو ابن سعید العنبری. واخرجه مسلم (375)، والترمذی (6) من طریق حماد بن زید، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (375)، والنسائی فی "الکبری" (19) من طریقین عن عبد العزیز ابن صهیب، به. وهو فی "مسند احمد" (11947) و (11983). وانظر ما بعده

ابْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ شُعْبَةُ: وَقَالَ مَرَّةً: أَعُوذُ بِاللَّهِ

(ﺗ) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

شعبہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے: ''میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

6 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

(ﺗ) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

ان قضائے حاجت کے مقامات پر (شیاطین وغیرہ) موجود ہوتے ہیں، جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے آئے تو اسے یہ پڑھنا چاہیے:

''میں مذکر اور مؤنث جنات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

قضائے حاجت کے لیے آداب کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے پھر دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے الحمدللہ نہ کہے دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھوکے نہ ناک صاف کرے نہ بلا ضرورت کھنکارے نہ بار بار ادھر ادھر دیکھے نہ بیکار بدن چھوئے نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کیساتھ سر جھکائے رہے جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونتے کہ جو قطرے رکے ہوئے ہیں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپا لے جب قطروں کا آنا موقوف ہو جائے تو کسی دوسری جگہ طہارت کیلئے بیٹھے اور پہلے تین تین بار دونوں ہاتھ دھو لے اور طہارت خانہ میں یہ دعا پڑھ کر جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں اور پہلے پیشاب کا مقام

5- اسنادہ صحیح، الحسن بن عمرو السدوسی روی عنہ جمع، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وقد ذکر ان ابا داود لا یروی الا عن ثقة، وباقی رجالہ ثقات. وکیع: هو ابن الجراح، وشعبة: هو ابن الحجاج. واخرجہ البخاری (142) و (6322)، والترمذی (5) من طریق شعبة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (13999)، و "صحیح ابن حبان" (1407). وانظر ما قبلہ.

6- واخرجہ النسائی فی "الکبری" (9820)، وابن ماجہ (296) من طریق شعبة، والنسائی فی "الکبری" (9821) من طریق اسماعیل ابن علیة، عن سعید بن ابی عروبة، کلاهما (شعبة وسعید) عن قتادة، بهذا الاسناد.

دھوئے پھر پاخانہ کا مقام، اور طہارت کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کا زور نیچے کو دے کر ڈھیلا رکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہ جائے پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالیں اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ برائے نام تری رہ جائے اور اگر وسوسہ کا غلبہ ہو تو رومالی پر پانی چھڑک لیں پھر اس جگہ سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآءَ طَهُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّقَائِدًا وَّدَلِيْلًا اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى جَنَّاتِ النَّعِيْمِ اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَطَهِّرْ قَلْبِیْ وَمَحِّصْ ذُنُوْبِیْ۔

آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کر لی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)

جنات سے متعلق بحث کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف سے یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف دیتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ (الجن: ۳۔۱)

الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا (الانعام: ۷۶) جب رات نے اس کو چھپالیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔

الجنان قلب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے الجن اور الجنۃ کا معنی ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (المجادلہ: ۱۶) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

اور حدیث میں ہے: الصوم جنۃ روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۴۹۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپالیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ (السجدہ: ۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیا چیز چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ جنت سات ہیں: جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماویٰ، دار السلام، دار الخلد اور علیین۔

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النجم: ۳۲) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔

اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، پس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابوصالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اخیار اور نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (الجن: ۱۴) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔

جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر: ۲۷) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ الجن، جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۱۹۔۲۱۸، ملخصاً دار صادر، بیروت، ۲۰۰۲ء)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: جن وانس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ جنات اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جب کہ جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مونث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے الا ابلیس (البقرہ: ۳۴) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے اور استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں منقطع ہے اور باستثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیباً اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۱۶۳، دار احیاء التراث عربی، بیروت)

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: جنات کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جنات کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابوعلی بن سینا نے اپنے رسالہ حدود الاشیاء میں لکھا ہے: الجن حیوان

ہوائی ہے، جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے، اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قدماء فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جنات کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی علم کو نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سننا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں: قرآن مجید میں جنات اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جنات بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کراماً کاتبین ہیں اور وہ محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کا کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطاء کر دے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۳۔۶۶۱ ملخصاً دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سر سید احمد خان لکھتے ہیں: قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ الجن والانس کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کو کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص ۸۹۔۷۹ ملخصاً علی گڑھ، ۱۸۸۵ء، بہ حوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۷ ص ۶۶ ۴، دانش گاہ پنجاب، لاہور)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں جن اور انس کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں الانس ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں گے، لیکن جن وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قبائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور، جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسائل و رسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لیے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرا نشینوں کے تمدن و معاشرت، عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرا نشین قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدیا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرا نشینوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد

انسان ہی تھے، یعنی وہ قرآن ((Gypsia)) [illegible]

الجن والانس الم یاتکم رسل منکم (الانعام: ۱۳۰) [illegible]

قرآن نے کسی رسول کا ذکر نہیں کیا جو جن تھا اور سورۂ احقاف میں ایسی آیت [illegible]

گئے تھے۔ (الاعراف: ۳۵) سورۂ جن اور سورۂ احقاف میں مذکور ہے کہ جنات کی ایک جماعت [illegible] (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کے پاس قرآن سننے کے لیے آئی۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے [illegible]

سورتوں (سورۂ جن اور سورۂ احقاف) سے یہ ثابت ہی واضح ہو جاتی ہے [illegible] (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) [illegible]

قرآن سننے کے لیے آئے تھے وہ انسان ہی تھے۔ ([illegible])

جنات کے متعلق مفسرین کی آراء

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی البصری المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ جنات [illegible]
اسی لیے وہ تمام انسانوں کی طرف اپنے کلام کا وسوسہ ڈالتے ہیں، جنات کی اصل میں اختلاف ہے [illegible]
جن ابلیس کی اولاد ہیں، جیسے انس حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں اور ان دونوں میں سے مومن بھی ہیں [illegible]
ہیں، اور یہ ثواب اور عقاب میں شریک ہیں، ان دونوں فریقوں میں سے جو مومن ہو وہ اللہ کا ولی ہے اور ان دونوں فریقوں میں سے
جو کافر ہو وہ شیطان ہیں۔

ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن الجان کی اولاد ہیں اور شیاطین نہیں ہیں [illegible]
آتی ہے اور ان میں سے مومن بھی ہیں اور کافر بھی، اور شیاطین ابلیس کی اولاد ہیں، [illegible]
میں اختلاف ہے کہ جنات میں سے مومنین جنت میں داخل ہوں گے یا نہیں، جیسا کہ ان کی اصل میں اختلاف ہے [illegible]
زعم ہے کہ جنات الجان کی اولاد ہیں، ابلیس کی ذریت نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے
اور جو یہ کہتے ہیں کہ جنات ابلیس کی ذریت ہیں، ان کے دو قول ہیں: حسن بصری نے کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور مجاہد نے
کہا: وہ جنت میں داخل ہوں گے، اگرچہ ان کو دوزخ سے دور کر دیا جائے گا۔ ([illegible])

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ جنات نے رسول اللہ (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) سے زاد (خوراک) کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے ہر ہڈی میں خوراک ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل
ہے کہ جنات کھاتے ہیں، اطباء اور فلاسفہ کی ایک جماعت نے جنات کے کھانے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بسیط ہیں اور ان کا کھانا
صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ قول قرآن اور سنت سے مردود ہے اور مخلوقات میں بسیط اور مرکب نہیں ہیں، واحد محض صرف اللہ سبحانہ
ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنات کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھنا محال نہیں ہے، جیسا کہ آپ فرشتوں کو ان کی اصل صورتوں میں دیکھتے
تھے اور ہمارے لیے جنات اکثر سانپوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں جنات کی ایک جماعت اسلام لا

ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وہ روانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو، یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ (الجن: ۲-۱)

ہم نے عجیب قرآن (کلام) سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الجن: ۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ کی طرف جناب کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث ۷۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹، سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۳۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۹ طبع جدید، رقم الحدیث: ۲۲۷۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۱۱۶۲۵۰۔ ۱۱۶۲۴، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶، المستدرک ج ۲ ص ۵۰۳، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۲۶۔ ۲۲۵)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے کہا: یارسول اللہ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شعبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوبر تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استنجاء نہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے

یہ [illegible] حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

(مسند احمد ج ۱ ص [illegible] طبع جدید، رقم الحدیث: [illegible] مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص [illegible] صحیح مسلم رقم الحدیث: [illegible] سنن ترمذی رقم الحدیث: [illegible] مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: [illegible] صحیح ابن حبان رقم الحدیث: [illegible] صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: [illegible] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص [illegible] سنن ابوداؤد رقم الحدیث: [illegible] سنن ترمذی رقم الحدیث: [illegible] دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۹)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا اور اس رات حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور بعض روایت میں ہے کہ اس رات آپ نے جنات کو دیکھا تھا اور حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جنات سے ملاقات کی رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس ان سے نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ! کیا تمہارے ساتھ پانی ہے؟ میں نے کہا: میرے ساتھ ایک مشکیزہ میں پانی ہے، آپ نے فرمایا: مجھ پر وہ ڈالو، پھر آپ نے وضو کیا، سو نبی ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن مسعود! یہ پاک مشروب ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ (شعیب الارنؤوط نے کہا: اس حدیث کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف راوی ہے) (مسند احمد ج ۱ ص [illegible] طبع قدیم، مسند احمد ج ۶ ص ۳۳۳ رقم الحدیث: ۳۷۸۲ طبع جدید، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: [illegible] [illegible] طبع قدیم)

جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق

حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ نے بھی ان احادیث کو روایت کیا ہے، بعض احادیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ لیلۃ الجن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے اور بعض احادیث میں ہے کہ وہ اس شب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ جنات نے از خود رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید سنا تھا، جب نبی ﷺ بازار عکاظ میں کھجوروں کے جھنڈ کے پاس اپنے بعض اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، اور بعض احادیث میں ہے کہ آپ قصداً انہیں تبلیغ کرنے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

حافظ ابن کثیر ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ قصداً جنات کی طرف گئے تھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اور ان کے لیے وہ احکام شرعیہ بیان کیے جن کی انہیں ضرورت تھی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلی بار جنات نے آپ سے قرآن مجید سنا ہو اور اس وقت آپ کو یہ علوم نہ ہو کہ جنات قرآن سن رہے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، اور اس کے بعد جنات کا وفد آپ کے پاس آیا ہو جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، اور جب رسول اللہ ﷺ جنات سے خطاب فرما رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود آپ کے ساتھ نہ تھے اور آپ سے دور تھے، اور حضرت ابن مسعود کے علاوہ آپ کے اصحاب میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں گیا تھا اور یہ سنن بیہقی کی روایت میں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب پہلی بار نبی ﷺ جنات کی طرف تشریف لے گئے اس بار آپ کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے، نہ کوئی اور صحابی تھے جیسا کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے اور حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے، اور حضرت ابن مسعود کے ساتھ جانے کے واقعات پہلی بار جانے کے بعد پیش آئے۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۸۱ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۸ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان السلام کی جنات پر حکومت تھی اور آپ جنات سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جن نے کہا:

قال عفریت من الجن انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک وانی علیه لقوی امین۔ (النمل: ۳۹)

ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تاکہ میری نماز منقطع کردے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کردیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۴۶۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۴۱، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تاکہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی ادب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس لکیر سے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تو جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجا رہے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین سے ملے ہوئے تھے میں ان کی آواز سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آؤ اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئے تو آپ نے پوچھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لیے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے

پیے واپس گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لیے ہڈیوں اور مینگنیوں کی خوراک دی، پس تم میں سے کوئی شخص ہڈی سے استنجاء نہ کرے نہ مینگنی سے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر ۔۔۔۔مصنف کا تبصرہ

امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایت کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنات کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جنات کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جنات کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی ﷺ نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد ﷺ کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا محمل ہوگا؟)

(۳) اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی ﷺ کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی ﷺ یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دو وجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین جسارت ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں، حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہو سکی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے زیادہ جواب دینے کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہوگئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی ﷺ نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ ثابت ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج ۱۹ ص ۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے سننے کا علم بذریعہ وحی ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (روح المعانی ج۲۹ ص ۱۳۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تنافی نہیں ہے۔
(اکمال المعلم بفوائد مسلم ج۲ ص ۳۹۰، دار الوفاء، بیروت، ۱۴۱۹ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، قل اوحی الی الایۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ ہی کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔
(صحیح مسلم بشرح النواوی ج۲ ص ۱۹۳۴، مکتبہ نزار مصطفیٰ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق بعثت کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بعد بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری ج۹ ص ۶۸۷، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا وحی فرمائی ہے، اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تاکہ حضرات صحابہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح آپ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔

(۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خمیر میں سرکشی ہے، اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں، ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب ہو گا۔

(۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مبعوث ہیں تو ضروری ہوا کہ آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں، ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کے جواب دیں گے۔

(۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔

وحی اور نفر کا معنی ہے

نیز اس آیت میں وحی کا لفظ ہے، وحی کا معنی ہے: کلام خفی، دل میں کسی نیک بات کا ڈالنا، اگر نبی کے دل میں بات ڈالی جائے تو وحی ہے اور ولی کے دل میں نیک بات ڈالی جائے تو وہ الہام ہے، اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام خفی جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ڈالا جائے خواہ فرشتہ کے واسطہ سے ہو یا اس کے بغیر، قرآن مجید میں ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ (الانعام:۱۹) آپ کہیے: مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے۔

نیز اس آیت میں نفر کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تین سے لے کر نو افراد کی جماعت۔

نیز جنات نے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے، یعنی اس میں جو فصاحت اور بلاغت سے نصیحتیں کی گئی ہیں، ہم کو ان پر بہت تعجب ہے، یہ ایسا فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ الجن، لاہور)

بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا مکروہ ہونا

7 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قِيْلَ لَهُ لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ. قَالَ: اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ، وَاَنْ لَّا نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ، وَاَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ، اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ عَظْمٍ

❁❁ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: ان سے کہا گیا: آپ کے نبی (علیہ السلام) نے آپ کو ہر چیز کی، یہاں تک کہ قضائے حاجت (کے آداب) کی بھی تعلیم دی ہے، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے، کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں، اور (یہ حکم دیا ہے کہ) ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور یہ کہ کوئی شخص تین سے کم پتھروں کے ذریعے استنجاء نہ کرے، اور یہ کہ ہم مینگنی یا ہڈی سے استنجاء (نہ) کریں۔

طاق عدد ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سرمہ لگائے تو اسے چاہیے کہ طاق

7- اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن حازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، وعبد الرحمن بن يزيد: هو النخعي الكوفي. واخرجه مسلم (262)، والترمذي (16)، والنسائي في "الكبرى" (40)، وابن ماجه (316) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وقرن الاعمش عند مسلم والنسائي في الموضع الثاني وابن ماجه بمنصور بن المعتمر. وهو في "مسند احمد" (23703)

سلائیاں لگائے جس نے ایسا کیا (یعنی طاق سلائیاں لگائیں) اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی استنجاء کرے تو اسے چاہئے کہ طاق ڈھیلے استعمال کرے (یعنی تین پانچ یا سات) جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں! اور جو آدمی کچھ کھائے جو چیز خلال میں نکلے تو اسے چاہئے کہ پھینک دے اور جو چیز زبان سے نکلے تو اسے چاہئے کہ نگل لے، جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو اسے چاہئے کہ پردہ کرے، اگر کوئی چیز پردہ کی نہ ملے تو (کم از کم) ریت کو جمع کر کے اس کا تودہ اپنے پیچھے کر لے اس لئے کہ شیطان بنی آدم (انسان) کے پاخانہ کے مقام پر کھیلتا ہے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 331)

طاق سلائیوں سے سرمہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگائے، زیادہ بہتر یہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی ایسا ہی معمول منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے آپ سرمہ اس طرح لگاتے تھے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگاتے اور تین سلائی دوسری آنکھ میں لگاتے۔ بعضوں نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ تین سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے، نیز کچھ حضرات نے کہا ہے کہ پہلے دو سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے اور اس کے بعد پھر ایک سلائی دائیں آنکھ میں لگائے تاکہ ابتدا بھی دائیں آنکھ سے ہو اور اختتام بھی دائیں ہی آنکھ پر ہو، جو آدمی طاق سلائی لگائے گا اس کے لئے بہتر اور اچھا ہوگا اور جو آدمی طاق سلائی نہ لگائے گا اس میں کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ طاق سلائی لگانا مستحب ہے۔

آپ ﷺ نے طاق ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں۔

اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ تین یا طاق ڈھیلے لینے واجب نہیں ہیں اس سے کم اور زیادہ بھی لئے جا سکتے ہیں البتہ طاق ڈھیلے لینا مستحب ہے، کھانا کھانے کے بعد خلال سے نکالی ہوئی چیز کو منہ سے پھینک دینے کو بہتر قرار دیا جا رہا ہے اور زبان سے نکالی ہوئی چیز کو نگل لینے کے لئے کہا جا رہا ہے اس لئے کہ تنکے سے خلال کرنے میں اکثر خون بھی نکل آتا ہے اس لئے احتیاطاً اس کو پھینک دینا ہی بہتر ہے زبان سے چونکہ خون نکلنے کا احتمال نہیں ہوتا اس لئے اس کو نگل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں" تو یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب کہ خون نکلنے کا یقین نہ ہو بلکہ احتمال ہو اگر خون نکلنے کا یقین ہو تو پھر خلال میں ہر طرح کی نکلی ہوئی چیز کا نگلنا حرام ہوا، اس کا پھینک دینا واجب ہوگا۔

آخر حدیث میں فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو پاخانہ کے وقت اسے پردہ کر کے بیٹھنا چاہئے یعنی ایسی جگہ بیٹھے جہاں لوگ نہ دیکھ سکیں اگر پردہ کے لئے کچھ نہ پائے بایں طور کہ نہ تو ایسی جگہ ہے جو گھری ہوئی اور لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو اور نہ اپنے پاس ایسا کوئی کپڑا یا کوئی دوسری چیز ہے جس سے پردہ کیا جا سکے تو اس وقت یہ کرنا چاہئے کہ ریت کا تودہ جمع کر لے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اس طرح کسی نہ کسی حد تک پردہ ہو جائے گا۔

فَقَدِمْنَا الشَّامَ ، فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ. فَكُنَّا نَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے: (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:)

''جب تم قضائے حاجت کے لیے آؤ تو پاخانہ یا پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، بلکہ (مدینہ منورہ کے حساب سے) مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو''۔

(حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ہم شام آئے تو وہاں ہمیں ایسے بیت الخلاء ملے، جو قبلہ رخ پر تعمیر کیے گئے تھے، تو ہم (قبلہ کی سمت سے) منہ موڑ کر بیٹھتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

شرح

قضائے حاجت کے لئے اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لئے تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ مکرمہ واقع ہے، اس لئے وہاں قبلہ کی طرف رخ یا پشت شمال یا جنوب کی طرف بنتا ہے، جبکہ ہندو پاک کے رہنے والوں کے لئے مشرق یا مغرب۔ لہٰذا برصغیر اور اسی طرح ریاض شہر میں قضائے حاجت کے وقت شمال یا جنوب کی طرف رخ کیا جائے گا۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ایک عمومی حکم بیان فرمایا ہے اور آبادی وصحراء کی کوئی تفریق نہیں کی ہے اس لئے فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت (جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں) نے فرمایا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں۔

ہندو پاک کے جمہور علماء (جو شیخ نعمان بن ثابت یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن حدیث پر مبنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں) نے بھی یہی کہا ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا ناجائز ہے۔ علماء کرام کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ہمیں حضور اکرم ﷺ کی مذکورہ تعلیمات کے پیش نظر حتی الامکان قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہئے خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل وبیابان میں، لیکن ترمذی میں وارد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت (میں ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو نبی اکرم ﷺ کو قضاء حاجت کرتے دیکھا کہ آپ ملک شام کی طرف رخ کر کے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے قضاء حاجت کر رہے تھے) کی بناء پر آبادی میں گنجائش ہے، صحراء میں جائز نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے قضاء حاجت کرنا تو جائز نہیں البتہ پیٹھ کر کے قضاء حاجت کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ایک قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات وواقعات جزئیات کے درجہ میں ہیں۔ لہٰذا بخاری ومسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، موطا مالک، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح

ابن حبان اور سنن الدارمی وغیرہ میں وارد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہی عمل کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، دیگر واقعات میں تاویل وتوجیہ کی جائے گی۔

نیز حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث قولی ہے یعنی اس میں حضور اکرم ﷺ کے قول کو بیان کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ظاہری تعارض کے وقت قولی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ جہاں تک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قصداً آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اتفاقاً آپ پر نظر پڑ گئی تھی، جس کی وجہ سے غلطی کا بھی امکان ہے۔ اس روایت کے علاوہ دیگر روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے مگر وہ تمام روایات حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سند کے اعتبار سے کمزور ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بھی مختلف احتمالات لئے ہوئے ہیں۔

پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہئے اور گھر میں بیت الخلاء بناتے وقت اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ قضاء حاجت کے وقت ہمارا رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اگر بیت الخلاء پہلے سے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتا ہے تو بیت الخلاء میں لگی ہوئی سیٹ کا رخ تبدیل کرنا چاہئے اور جب تک تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو سیٹ پر اس طرح بیٹھیں کہ رخ یا پیٹھ کسی حد تک قبلہ کی طرف سے ہٹ جائے۔ یاد رکھیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی روشنی میں فقہاء وعلماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک جس میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل و بیابان میں اور یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔

10 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَبُو زَيْدٍ هُوَ مَوْلَى بَنِي ثَعْلَبَةَ

❁❁ حضرت معقل بن ابومعقل اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے دونوں قبلوں (یعنی خانہ کعبہ یا بیت المقدس) کی طرف رخ کریں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوزید نامی راوی بنو ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

شرح

حدیث میں جہت اور سمت کا جو تعین فرمایا گیا ہے وہ اہل مدینہ کے اعتبار سے یا ان لوگوں کے لئے جو اسی سمت رہتے ہیں اس لئے کہ مدینہ میں قبلہ جنوب کی طرف پڑتا ہے اس لئے ان کو تو مشرق اور مغرب ہی کی طرف منہ اور پشت کرنی ہوگی، ہمارے ملک

10- اسناده ضعيف لجهالة ابي زيد مولى بني ثعلبة. وهيب: هو ابن خالد. واخرجه ابن ماجه (319) من طريق عمرو بن يحيى المازني، بهذا الاسناد. وهو في مسند احمد" (17838).

والوں کے لئے یا ان ممالک کے لئے جو اس سمت میں واقع ہیں ان کو شرق اور مغرب کی طرف منہ اور پشت نہ کرنی چاہئے کیونکہ یہاں کے اعتبار سے قبلہ مغرب کی طرف پڑتا ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ہمارے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ پیشاب، پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرنا چاہئے خواہ جنگل ہو یا آبادی و گھر ہو، اگر کرے گا تو مرتکب حرام ہوگا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا جنگل میں تو حرام ہے آبادی و گھر میں حرام نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل پہلی حدیث ہے جو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم مطلقا ہے اس میں جنگل و آبادی و گھر کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا جو حکم جنگل کا ہوگا وہی حکم آبادی کا بھی ہوگا یہ حدیث نہ صرف یہ کہ حضرت ابوایوب ہی سے منقول ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد اس کی روایت کرتی ہے۔ پھر امام صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم قبلہ کی تعظیم و احترام کے پیش نظر دیا ہے لہٰذا جس طرح جنگل میں تعظیم قبلہ ملحوظ رہے گا اسی طرح آبادی و گھر میں بھی احترام قبلہ کا لحاظ ضروری ہوگا جیسا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا اور پاؤں پھیلانا ہر جگہ منع ہے۔

امام محی السنۃ نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو حدیث روایت کی ہے وہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پشت کرنا گھر میں جائز ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اول تو یہ ہوسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو گھر میں بیت الخلاء کے اندر قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے اس حکم کے نفاذ سے پہلے دیکھا ہوگا، لہٰذا یہ حکم پہلے کے لئے ناسخ ہے، پھر دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے نہیں بیٹھے ہوں گے بلکہ آپ ﷺ اس انداز سے گھوم کر بیٹھے ہوں گے کہ حقیقت میں قبلہ کی طرف پشت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ موقع کے نزاکت کے پیش نظر عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر بغور تو آپ ﷺ کو دیکھا نہیں ہوگا، بلکہ جب یہ چھت پر چڑھے تو ان کی نظر اچانک ادھر بیت الخلاء کی طرف اٹھ گئی ہوگی اس لئے اس میں سرسری طور پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی نشست کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے اس حدیث کے بارے میں جب یہ احتمال بھی نکل سکتا ہے تو پھر حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے مسلک کی دلیل کے لئے اس کا سہارا لینا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(شرح مسلم نووی، قدیمی کتب خانہ کراچی)

11- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا؟ قَالَ: بَلَى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ

مروان اصفر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے قبلہ کی سمت میں اپنی سواری بٹھائی اور پھر بیٹھ کر اس کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے لگے، میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمان! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! کھلی جگہ پر اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے دلیل پکڑتے تھے جسے اس باب کی پہلی حدیث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پشت کر کے پاخانہ کرتے ہو دیکھا تھا اور یہ اسی موقع پر بتایا جا چکا ہے کہ اس فعل میں کئی احتمالات پیدا ہوتے ہیں لہٰذا فعل محتمل کو دلیل کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور پھر اس کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرنے کا حکم عام ہے اس میں جنگل کی تخصیص نہیں ہے اسی لئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے کہ اس حکم میں جنگل و آبادی سب برابر ہیں قبلہ کی طرف منہ و پشت کرنا ہر جگہ ممنوع ہے خواہ جنگل کا کھلا میدان ہو یا آبادی میں گھرے ہوئے مکانات۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

12 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ. عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ: لَقَدْ ارْتَقَيْتُ عَلٰى ظَهْرِ الْبَيْتِ. فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهٖ

⚘⚘ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اینٹوں پر بیٹھ کر، بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔

13 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ. حَدَّثَنَا اَبِيْ. قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ. يُحَدِّثُ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ. عَنْ مُجَاهِدٍ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ. قَالَ: نَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِبَوْلٍ. فَرَاَيْتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْبَضَ بِعَامٍ يَسْتَقْبِلُهَا

⚘⚘ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ ہم پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کریں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (قبلہ) کی طرف رخ کر کے (قضائے حاجت کرتے ہوئے) دیکھا۔

شرح

عذر کے سبب ایسا کیا جا سکتا ہے۔

12- اسنادہ صحیح يحيى بن سعيد: هو الانصاري. واخرجه البخاري (145) عن عبدالله بن يوسف، والنسائي في "الكبرى" (22) عن قتيبة بن سعيد، كلاهما عن مالك بهذا الاسناد

بَابُ كَيْفَ التَّكَشُّفُ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کیسے ہٹایا جائے

14 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ رَجُلٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَدْنُوَ مِنَ الْأَرْضِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَهُوَ ضَعِيفٌ -

قَالَ أَبُو عِيسَى الرَّمْلِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اپنا کپڑا اس وقت تک نہیں اٹھاتے تھے' جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عبدالسلام بن حرب نے اعمش کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور یہ (سند) ''ضعیف'' ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

15 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَاضٍ. قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتِهِمَا يَتَحَدَّثَانِ. فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْقُتُ عَلَى ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے جا کر، اپنی شرمگاہوں سے پردہ ہٹا کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس (حرکت) پر ناراض ہوتا ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) صرف عکرمہ بن عمار نے اس روایت کو ''مرفوع'' حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں ہی چلا جائے جب اس پر قضائے حاجت کا بہت زیادہ تقاضا ہو بلکہ یہ شخص اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے پہلے ہی بیت الخلاء میں داخل ہو جائے، اس دوران یہ شخص اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز جس پر اللہ کا نام (یا قرآن پاک کی آیت

وغیرہ لکھی ہوئی) ہو نہ لے جائے، اور ننگے سر بھی نہ جائے، جب دروازے کے پاس پہنچ جائے تو بیت الخلاء میں داخل ہونے والی دعا پڑھنے سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، پھر دعائے ماثورہ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھے، پھر بایاں پاؤں اندر داخل کرے، پھر زمین کے قریب ہو کر ستر کھولے، پھر اپنے پاؤں کو قدرے کشادہ کرکے اس طرح بیٹھے کہ اس کے بدن کا زیادہ وزن بائیں پاؤں پر ہو، اس حالت میں یہ شخص اُخروی امور (مثلاً علم دین فقہ وغیرہ) کے بارے میں نہ سوچے، کوئی شخص اس کو سلام کرے تو اُسے جواب نہ دے، مؤذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑے تو اُس کا جواب نہ دے۔

اس حالت میں اس کو چھینک آئے تو الحمدللہ نہ کہے، اپنے اعضائے مستورہ کی طرف نظر نہ کرے، بدن سے نکلنے والی گندگی کی طرف بھی نہ دیکھے، پاخانہ پر تھوک، ناک کی رینٹھ، اور بلغم وغیرہ نہ تھوکے، بہت زیادہ دیر تک وہاں نہ بیٹھے آسمان کی طرف نہ دیکھے بلکہ معتدل کیفیت کے ساتھ رہے، پھر جسم سے خارج ہونے والی نجاست کو پانی ڈال کر اچھی طرح بہادے، پھر جب فارغ ہو جائے تو شرمگاہ کے نیچے کی جانب موجود رگ پر اپنی انگلی پھیر کے اُسے اچھی طرح پیشاب کے قطروں سے خالی کر دے، پھر تین پتھروں سے اپنے عضو سے نجاست دور کرے، پھر فارغ ہو کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے اپنے ستر عورت کو چھپائے پھر دایاں پاؤں بیت الخلاء سے باہر نکال کر قضائے حاجت کے بعد کی دعا پڑھے غُفْرَانَکَ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذٰى وَعَافَانِيْ۔ (ردالمحتار مع الدر المختار، کتاب الطھارۃ، باب الانجاس، دار عالم الکتب، بیروت)

بَابُ اَيَرُدُّ السَّلَامَ وَهُوَ يَبُوْلُ

باب: جب آدمی پیشاب کر رہا ہو اس وقت سلام کا جواب دینا

16 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَاَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَغَيْرِهِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَيَمَّمَ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیشاب کر رہے تھے، اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب نہیں دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کرکے پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا"۔

17 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ حُضَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ اَبِيْ سَاسَانَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُنْفُذٍ، اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى تَوَضَّاَ، ثُمَّ اعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اَذْكُرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا

عَلٰى طُهْرٍ أَوْ قَالَ: عَلٰى طَهَارَةٍ

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں سلام کا جواب نہیں دیا، آپ ﷺ نے وضو کر کے (پھر انہیں سلام کا جواب دیا) اور پھر یہ عذر بیان کیا:

"مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ (کا نام) ذکر کروں"۔

یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللهَ تَعَالٰى عَلٰى غَيْرِ طُهْرٍ

باب: آدمی کا بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

18 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ يَعْنِي الْفَأْفَاءَ، عَنِ الْبَهِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر وقت (یعنی ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں۔

عبادت دو ۲ قسم ہے مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو دوسری قربت کیلئے محض وسیلہ ہونے کو مقرر نہ ہوئی ہو، دوسری غیر مقصودہ کہ صرف وسیلہ ہے اور ان میں ہر قسم سے بعض مشروطہ بطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں خواہ طہارت صغریٰ یعنی وضو بھی شرط ہو یا صرف کبریٰ یعنی غسل اور بعض غیر مشروطہ تو عبادات چار ۴ قسم ہو گئیں:

(۱) مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کیلئے طہارت کاملہ شرط یعنی نہ حدثِ اکبر ہو نہ اصغر۔ نیز یاد پر تلاوت قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کیلئے صرف حدثِ اکبر سے طہارت شرط ہے بے وضو جائز ہے۔

(۲) مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کیلئے طہارت ضرور نہ ہو مطلقاً خواہ صغریٰ جیسے اسلام لانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا سب مقصود بالذات ہیں اور ان کیلئے اصلاً طہارت شرط نہیں نیز یاد پر تلاوتِ قرآن مجید کہ اُس کیلئے طہارتِ صغریٰ یعنی باوضو ہونا ضرور نہیں۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ یاد پر تلاوت جنب کے اعتبار سے قسم اوّل میں ہے اور بے وضو کے اعتبار سے قسم دوم میں۔

(۳) غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادت کا وسیلہ مگر بے طہارت جائز نہ ہو خواہ صرف طہارت کبریٰ شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا چھونا کہ بے وضو بھی حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدثِ اکبر میں حرام اور حدثِ اصغر میں جائز ہے۔

(۴) غیر مقصودہ غیر مشروط کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان واقامت کہ وسائل نماز ہیں اور جنب سے بھی صحیح اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ دخول مسجد جنب کے لحاظ سے قسم سوم میں ہے اور محدث کی نظر سے قسم چہارم میں۔ پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کیلئے تیمم صحیح ہے اور نماز صرف اسی سے ہو سکے گی جو اس عام نیت تطہیر ورفع حدث سے کیا گیا یا خاص قسم اوّل کی نیت سے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۳، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْخَاتَمِ يَكُونُ فِيهِ ذِكْرُ اللهِ تَعَالَى يُدْخَلُ بِهِ الْخَلَاءُ

باب: جس انگوٹھی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اسے ساتھ لے کر بیت الخلاء میں جانا

19 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتَمَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ، ثُمَّ أَلْقَاهُ وَالْوَهْمُ فِيهِ مِنْ هَمَّامٍ، وَلَمْ يَرْوِهِ إِلَّا هَمَّامٌ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت "منکر" ہے، ابن جریج سے معروف روایت وہ ہے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر (پہنی) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار دیا"۔

اس روایت میں ہمام نامی راوی کو وہم ہوا ہے اور یہ روایت صرف ہمام نے ہی نقل کی ہے۔

بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ مِنَ الْبَوْلِ

باب: پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچنا

20 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا هٰذَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْزِهُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا هٰذَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ، ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هٰذَا وَاحِدًا، وَعَلَى هٰذَا وَاحِدًا، وَقَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا، قَالَ هَنَّادٌ: يَسْتَتِرُ مَكَانَ يَسْتَنْزِهُ.

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

[illegible] ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے [illegible] ان میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے کھجور کی ایک تازہ شاخ منگوائی [illegible] پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"امید ہے کہ جب تک یہ دونوں (ٹہنیاں) خشک نہیں ہوتیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی"۔

ہناد نامی راوی نے لفظ "یستتر" کی جگہ لفظ "یستنزہ" نقل کیا ہے۔

21- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ. قَالَ: كَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: يَسْتَنْزِهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے: [illegible] وہ اپنے پیشاب سے بچتا نہیں تھا"۔

جبکہ ابومعاویہ نامی راوی نے لفظ یستنزہ روایت کیا ہے۔

22- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ وَمَعَهُ دَرَقَةٌ ثُمَّ اسْتَتَرَ بِهَا، ثُمَّ بَالَ، فَقُلْنَا: انْظُرُوا إِلَيْهِ يَبُولُ كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ، فَسَمِعَ ذَلِكَ فَقَالَ: أَلَمْ تَعْلَمُوا مَا لَقِيَ صَاحِبُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَطَعُوا مَا أَصَابَهُ الْبَوْلُ مِنْهُمْ، فَنَهَاهُمْ فَعُذِّبَ فِي قَبْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَنْصُورٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: جِلْدِ أَحَدِهِمْ.

وَقَالَ عَاصِمٌ: عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَسَدِ أَحَدِهِمْ

حضرت عبدالرحمان بن حسنہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ باہر تشریف لائے، آپ ﷺ کے پاس چمڑے کی ڈھال تھی، آپ ﷺ نے اس سے پردہ کیا اور پیشاب کرنے لگے، ہم نے کہا: انہیں دیکھو یہ یوں (پردہ کرکے) پیشاب کر رہے ہیں، جیسے عورت پیشاب کرتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے یہ بات سن لی (پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو کس چیز کا سامنا کرنا پڑا تھا؟ جب ان کے (کپڑے پر) کسی جگہ پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اس جگہ کو کاٹ دیتے تھے، اس شخص نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا تو اسے اس کی قبر میں عذاب دیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: "کسی کی جلد پر" جبکہ ایک اور سند کے ساتھ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ منقول ہیں: "کسی کے جسم پر"۔

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

23 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَهَذَا لَفْظُ حَفْصٍ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَذَهَبْتُ أَتَبَاعَدُ فَدَعَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وہاں) کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا (اور اس سے وضو کرتے ہوئے) موزوں پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: میں پیچھے ہٹنے لگا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (قریب) بلایا، یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوا۔

شرح

متفقہ طور پر تمام علماء کرام کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی' چنانچہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کا تعلق ہے اس کے بارے میں علماء کرام لکھتے ہیں کہ چونکہ ایام جاہلیت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا طریقہ رائج تھا اور ان کو وہی عادت پڑی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا، یا ہو سکتا ہے کہ کسی عذر کی بنا پر انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اس سلسلہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا ہوگا اور علماء کرام نے وہ اعذار بھی لکھے ہیں چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ وہاں نجاست کی وجہ سے آپ نے بیٹھنے کی جگہ نہیں پائی اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر مبارک میں درد تھا اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق پیٹھ میں درد تھا، اس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ نہیں سکتے تھے اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔

(شرح مسلم، نووی، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَبُولُ بِاللَّيْلِ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ يَضَعُهُ عِنْدَهُ

باب: آدمی کا رات کے وقت کسی برتن میں پیشاب کر کے پھر اسے اپنے پاس رکھ دینا

24 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عِيدَانٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ، يَبُولُ

فِيهِ بِاللَّيْلِ

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا لکڑی سے بنا ہوا ایک برتن تھا، جو آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے موجود رہتا تھا، رات کے وقت آپ ﷺ اس میں پیشاب کر لیتے تھے۔

شرح

چونکہ رات میں سردی وغیرہ کی بناء پر اٹھنا تکلیف دہ اور پریشانی کا سبب ہوتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے پیالہ اس کام کے لئے مخصوص کر لیا تھا، چنانچہ جب آپ ﷺ کو رات میں پیشاب کی حاجت ہوتی تھی تو اس پیالہ میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی تعلیم امت ہی مقصد سامنے آئے گا کہ آپ ﷺ نے اپنے طرز عمل سے امت کے لئے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ جب رات میں پیشاب کی حاجت ہو اور سردی وغیرہ کی تکلیف کی بناء پر باہر نکلنا دشوار ہو تو کسی برتن وغیرہ میں پیشاب کر لیا جائے اور صبح اٹھ کر اسے پھینک دیا جائے تاکہ ایک طرف تو تکلیف اور پریشانی میں مبتلاء ہونے سے بچا جائے اور دوسری طرف رات میں بیت الخلاء جانے سے بچ جائیں جو شیاطین کا مسکن ہے اور شیاطین دن کے مقابلہ میں رات کو زیادہ ضرر اور تکلیف پہنچانے کا سبب ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امت کے لئے یہ تعلیم سرکار دو عالم ﷺ کی اسی جذبہ رحمت و شفقت کی مرہون منت ہے جو اعمال و افعال میں ہر مرحلہ پر آسانی و سہولت کی صورت میں نظر آتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپ ﷺ کا پیشاب اسی پیالہ میں سے پی گئے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ جب تک وہ زندہ رہے ان کے بدن سے خوشبو آتی رہی اور نہ صرف ان کے بدن سے بلکہ کئی نسلوں تک ان کی اولاد کے بدن میں بھی وہی خوشبو باقی رہی۔

بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فِيهَا

باب: وہ مقامات جہاں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے

25 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ، قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"لعنت والے دو کاموں سے بچو" لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! لعنت والے دو کام کون سے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے راستے میں، یا ان کے سائے میں قضائے حاجت کرنا"۔

26 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ، وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ، وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

26- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي سعيد الحميري، وروايته عن معاذ منقطعة، فانه لم يدركه. واخرجه ابن ماجه (328) من طريق نافع بن يزيد، بهذا الاسناد. وله شاهد من حديث ابي هريرة، وهو السالف قبله. وآخر من حديث جابر عند ابن ماجه (329)، واسناده ضعيف. وثالث من حديث ابن عمر عند ابن ماجه (330)، واسناده ضعيف. ورابع من حديث ابن عباس عند احمد (2715)، واسناده ضعيف

الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْحِمْيَرِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالظِّلِّ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تین لعنتی کاموں سے بچو، پانی کے گھاٹ پر، عین راستے میں، یا سائے میں پاخانہ کرنا''۔

شرح

یہ تین افعال ایسے ہیں جو لعنت کا سبب ہیں یعنی جب کوئی آدمی کسی راستہ پر، یا گھاٹ پر، یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرتا ہے تو جو لوگ اس راستہ سے گزرتے ہیں یا گھاٹ کو استعمال کرتے ہیں، یا سایہ دار جگہ پر آتے ہیں وہ اس آدمی پر لعنت بھیجتے ہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ آدمی ان افعال بد کی بنا پر لوگوں کی ان منفعت اور آرام کو جو ان جگہوں سے مختص ہیں فاسد کرتا ہے، لہذا یہ ظالم ہوا اور ظالم آدمی ملعون ہوتا ہے۔ موارد ان مکانوں کو فرماتے ہیں جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں، بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ موارد جمع مورد گھاٹ کو کہتے ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ سایہ، عام ہے خواہ درخت کا سایہ ہو یا کسی اور چیز کا جہاں لوگ سوتے اور بیٹھتے ہوں، نیز اپنے جانوروں کو باندھتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ

باب: غسل کی جگہ پر پیشاب کرنا

27 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ، وَقَالَ الْحَسَنُ: عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ قَالَ أَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص غسل خانہ میں پیشاب ہرگز نہ کرے، کہ پھر وہ وہیں غسل بھی کرے گا''۔

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر وہ وہیں وضو بھی کرے گا، اسی وجہ سے زیادہ تر وسوسے پیدا ہوتے ہیں''۔

28 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ

27- صحيح لغيره دون قوله: "فان عامة الوسواس منه" فانه موقوف، وهذا اسناد رجاله ثقات، الا ان الحسن البصري لم يصرح بسماعه من عبد الله بن مغفل. وهو في "مسند احمد" (20569)، و"مصنف عبد الرزاق" (978)، ومن طريق عبد الرزاق اخرجه ابن ماجه (304). واخرجه الترمذي (21)، والنسائي في "الكبرى" (33) من طريق عبد الله بن المبارك، عن معمر، به. وهو في "مسند احمد" (20569)، و"صحيح ابن حبان" (1255).

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَمْتَشِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ، أَوْ يَبُولَ فِي مُغْتَسَلِهِ

حمید بن عبدالرحمان حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی، جواسی طرح نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے، جس طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے بتایا:

نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص روزانہ کنگھی کرے، یا غسل خانہ میں پیشاب کرے۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے وہ درج ذیل ہیں: پانی میں، حوض یا چشمے کے کنارے، پھل دار درخت کے نیچے، کھیتی میں، ہر ایسے سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، مساجد اور عیدگاہ کے پہلو میں، قبرستان میں اور مسلمانوں کی گذرگاہ میں، سورج یا چاند کی طرف منہ کرکے، ڈھلوان (نیچے والی سطح) میں بیٹھ کے اوپر کی جانب پیشاب کرنا، ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنا، چوہے، سانپ یا چیونٹی کے بل میں پیشاب کرنا۔ غرض جس جگہ سے بھی لوگوں کا نفع وابستہ ہو اور وہاں ناپاکی یا گندگی ان کے لیے تکلیف دہ ہو یا اس عمل کی وجہ سے خود اس کو کسی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہاں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(البحر الرائق، کتاب الطہارۃ، باب الانجاس، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۱. استنجا کرتے وقت قبلہ کی طرف کو منہ یا پیٹھ کرنا خلاف ادب و مکروہ تحریمی ہے

۲. ہڈی، خشک گوبر، لید، کھانے کی چیز، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ پکی ٹھیکری، پکی اینٹ، پتے، بال، روئی، کوئلہ، نمک، ریشمی کپڑا۔ اور ہر قیمتی اور محترم چیز سے استنجا کرنا مکروہ ہے

۳. بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو۔ تو کراہت نہیں۔

۴. نجس چیزوں سے استنجا کرنا

۵. ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جو نجاست صاف نہ کرے جیسے سرکہ۔ وغیرہ ۶. ایسی چیزوں سے استنجا کرنا جس سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل۔ کرسکیں

۷ جس پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہو، لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں اور ہر مرتبہ نئے کونے سے استنجا کرے تو۔ کراہت نہیں۔

۸. کاغذ سے استنجا کرنا اگرچہ کورا ہو

۹. بلا اجازت کسی غیر آدمی کے پانی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے استنجاء کرنا ہے

۱۰. زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا

۱۱. ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی غیر شخص کی نظر اس کے ستر پر پڑتی ہو

پانی سے استنجے پانچ قسم پر ہے، ان میں سے پہلی دو قسم کا استنجا فرض ہے ۱ مخرج کا اس وقت دھونا فرض ہے جبکہ جنابت یا حیض و نفاس کی۔ وجہ سے غسل کرے

۳۔ جب نجاست مخرج سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس میں زیادہ احتیاط ہے اور شیخین کے نزدیک جب مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ ہو دھونا فرض ہے۔

۳۔ سنت اور وہ اس وقت جب نجاست مخرج سے بڑھے۔

۴۔ مستحب، وہ اس وقت ہے جبکہ صرف پیشاب کیا ہو اور پاخانہ نہ کیا ہو اور نجاست مخرج سے نہ بڑھے پس اس وقت پیشاب کی جگہ دھونا بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ

باب: بل میں پیشاب کرنے کی ممانعت

29 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجِسَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْجُحْرِ، قَالُوا لِقَتَادَةَ: مَا يُكْرَهُ مِنَ الْبَوْلِ فِي الْجُحْرِ؟ قَالَ: كَانَ يُقَالُ إِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانوروں کے) بل میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: لوگوں نے قتادہ سے دریافت کیا: بل میں پیشاب کرنے کو کیوں مکروہ قرار دیا گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ بات کہی جاتی ہے: یہ جنات کی رہائش گاہ ہوتی ہے۔

شرح

سوراخ میں پیشاب کرنے سے اس لئے روکا جارہا ہے کہ اکثر و بیشتر سوراخ کیڑے مکوڑوں اور سانپ بچھو کا مسکن ہوتے ہیں چنانچہ ہوسکتا ہے کہ پیشاب کرتے وقت اس میں سے سانپ یا بچھو یا تکلیف دینے والا کوئی دوسرا کیڑا نکل کر ایذاء پہنچائے یا اگر اس سوراخ کے اندر کوئی ضعیف اور بے ضرر جانور ہو تو پھر پیشاب کی وجہ سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ سوراخوں میں جنات رہتے ہیں۔

چنانچہ ایک صحابی سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے زمین حوران کے ایک سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا تو ان کو جنات نے مار ڈالا اور اس میں یہ شعر پڑھتے تھے۔ نحن قتلنا سيد الخزرج سعد بن عبادة ورميناه بسهمين فلم نخط فؤاده ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہم نے اس کی طرف دو تیر مارے اور اس کے دل کو نشانہ بنانے میں خطا نہیں کی اور بعض علماء کرام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی سوراخ خاص طور پر پیشاب ہی کے لئے ہو تو اس میں پیشاب کرنا مکروہ نہیں ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

باب: جب آدمی بیت الخلاء سے باہر آئے تو کیا پڑھنا چاہئے

30 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ قَالَ: غُفْرَانَكَ

(۳۰) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کرکے تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: ''(اے اللہ!) میں تیری مغفرت کا طلبگار ہوں''۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ مَسِّ الذَّكَرِ بِالْيَمِينِ فِي الِاسْتِبْرَاءِ

باب: استنجاء کرتے ہوئے شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے کا مکروہ ہونا

31 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَتَمَسَّحْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرَبْ نَفَسًا وَاحِدًا

(۳۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص پیشاب کرے تو وہ دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوئے، جب وہ قضائے حاجت کے لیے آئے تو دائیں ہاتھ سے (شرمگاہ کو) صاف نہ کرے، اور جب وہ پئے تو ایک ہی سانس میں نہ پئے''۔

32 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ يَعْنِي الْإِفْرِيقِيَّ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، وَمَعْبَدٍ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لِطَعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا سِوَى ذَلِكَ

(۳۲) نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا دایاں ہاتھ کھانے، پینے اور کپڑے (پہننے) کے لیے مخصوص تھا اور بایاں ہاتھ دوسرے کاموں کے لیے (مخصوص تھا)

33 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِطُهُورِهِ

32- صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف أبي أيوب الإفريقي -وهو عبد الله بن علي الأزرق- ولاضطراب عاصم -وهو ابن أبي النجود- فيه. ابن أبي زائدة: هو يحيى بن زكريا، ومعبد: هو ابن خالد الكوفي. وأخرجه أبو يعلى (7042) و(7060)، وابن حبان (5227)، والطبراني في "الكبير" 23/(346)، والحاكم/1094، والبيهقي/1131 من طريق ابن أبي زائدة بهذا الإسناد.

وَطَعَامِهِ، وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَائِهِ، وَمَا كَانَ مِنْ أَذًى.

⊙⊙ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دایاں ہاتھ وضو کرنے، اور کھانے (جیسے کاموں) کے لیے مخصوص تھا اور بایاں ہاتھ قضائے حاجت اور دیگر اس جیسی چیزوں کے لیے مخصوص تھا۔

34 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

⊙⊙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بَابُ الْاِسْتِتَارِ فِي الْخَلَاءِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

35 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنِ الْحُصَيْنِ الْحُبْرَانِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ، وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ، وَمَا لَاكَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ، وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ، مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ ثَوْرٍ، قَالَ: حُصَيْنٌ الْحِمْيَرِيُّ، وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ ثَوْرٍ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊙⊙ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص سرمہ لگائے وہ طاق تعداد میں لگائے' جو ایسا کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے' جو شخص ڈھیلے استعمال کرے اسے طاق تعداد میں کرنے چاہئیں جو ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے' لیکن جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے' جو شخص کھانے کے بعد (دانتوں کا) خلال کرتا ہے۔ اسے چیز پھینک دینی چاہئے اور جو چیز وہ اپنی زبان کے ذریعے (دانتوں کے درمیان میں سے) نکالتا ہے اسے نگل لینا چاہئے جو ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے' جو شخص قضائے حاجت کے آتا ہے اسے پردہ کرنا چاہئے۔ اگر اسے کچھ نہیں ملتا تو ریت کا ٹیلا بنا کر اس کی طرف پیٹھ کر لے' کیونکہ شیطان اولادِ آدم کی شرم گاہوں کے ساتھ کھیلتا ہے' جو شخص ایسا کرتا ہے' تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابوعاصم نے ثور سے نقل کی ہے۔

حصین حمیری بیان کرتے ہیں: عبدالملک بن صباح نے یہ روایت ثور سے نقل کی ہے اور اس میں (راوی کا نام) ابوسعید الخیر بیان کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابوسعید الخیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔

بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ أَنْ يُسْتَنْجَى بِهِ

باب: کن چیزوں کے ذریعے استنجاء کرنا منع ہے

36 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ الْمِصْرِيَّ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيِّ، أَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ عَنْ شَيْبَانَ الْقِتْبَانِيِّ قَالَ: إِنَّ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ اسْتَعْمَلَ رُوَيْفِعَ بْنَ ثَابِتٍ عَلَى أَسْفَلِ الْأَرْضِ، قَالَ شَيْبَانُ: فَسِرْنَا مَعَهُ مِنْ كَوْمِ شَرِيكٍ إِلَى عَلْقَمَاءَ أَوْ مِنْ عَلْقَمَاءَ إِلَى كَوْمِ شَرِيكٍ يُرِيدُ عَلْقَامَ فَقَالَ رُوَيْفِعٌ: إِنْ كَانَ أَحَدُنَا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْخُذُ نِضْوَ أَخِيهِ عَلَى أَنَّ لَهُ النِّصْفَ مِمَّا يَغْنَمُ وَلَنَا النِّصْفُ وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَطِيرُ لَهُ النَّصْلُ وَالرِّيشُ، وَلِلْآخَرِ الْقِدْحُ ثُمَّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ، أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ.

❁❁ شیبان قتبانی بیان کرتے ہیں: مسلمہ بن مخلد نے حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زیریں حصے کا نگران مقرر کیا۔ شیبان بیان کرتے ہیں: ہم ان کے ساتھ کوم شریک سے علقماء کی طرف جا رہے تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) علقماء سے کوم شریک کی طرف جا رہے تھے۔

راوی کی مراد علقام ہے' تو حضرت رویفع نے بتایا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کمزور سواری اس شرط پر لے لیتا تھا (تاکہ وہ اس پر جہاد میں شریک ہو) اور اسے مال غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا۔ اس کا نصف (وہ سواری کے مالک کو) ادا کرے گا' اور نصف ہمارے پاس رہے گا' تو ایسا بھی ہوتا کہ ہم میں سے کسی ایک کے حصے میں تیر کا پھل یا اس کا پر آتا اور دوسرے کے حصے میں تیر کی لکڑی آتی

پھر حضرت رویفع رضی اللہ عنہ نے بتایا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے رویفع ہو سکتا ہے میرے بعد تمہیں لمبی زندگی ملے' تو تم لوگوں کو یہ بات بتا دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی کو گرہ لگاتا ہے یا تانت باندھتا ہے یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ذریعے استنجاء کرتا ہے' تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے لاتعلق ہیں۔

37 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عَيَّاشٍ، أَنَّ شِيَيْمَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا، عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَهُ مُرَابِطٌ

بِحِصْنِ بَابِ أَلْيُونَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حِصْنُ أَلْيُونَ بِالْفُسْطَاطِ عَلَى جَبَلٍ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ أُمَيَّةَ يُكْنَى أَبَا حُذَيْفَةَ

یہی روایت ابو سالم جیشانی حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بھی یہی حدیث ذکر کی ہے جبکہ وہ اس وقت ان کے ساتھ باب الیون کے قلعے کی پہرہ داری کر رہے تھے۔

امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں: الیون کا قلعہ فسطاط میں ایک پہاڑ پر ہے۔

(امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں:) وہ راوی شیبان بن اُمیہ ہے (جو سابقہ روایت میں شیبان قتبانی کے نام سے مذکور ہے) اس کی کنیت ابوحذیفہ ہے۔

38- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ أَوْ بَعْرٍ

حضرت جابر بن عبداللہ ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم (استنجاء کرتے ہوئے) ہڈی یا مینگنی سے (شرمگاہ کو) پونچھیں۔

39- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ الْجِنِّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ، انْهَ أُمَّتَكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حُمَمَةٍ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا. قَالَ: فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیان کرتے ہیں: جنات کا وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض کی: اے حضرت محمد ﷺ آپ اپنی اُمت کو ہڈی یا مینگنی یا کوئلے کے ذریعے استنجاء کرنے سے منع کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہمارے لئے رزق مقرر کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (ایسا کرنے سے) منع کر دیا۔

کن چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز؟

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ کاغذ، کھانے کی چیز، گوشت، درخت کے پتوں، نجس اشیاء، ہڈی، لید، گوبر، شیشہ، پختہ اینٹ، کوئلہ، ٹھیکری، بال اور اسی طرح دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا جائز نہیں، اس کے علاوہ ہر ایسی چیز جو قابل احترام نہ ہو، خوراک نہ ہو، جسم کے لیے نقصان دہ بھی نہ ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس سے استنجاء کرنا جائز ہے۔

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الطہارۃ، صفۃ الاستنجاء، ج۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

39- اسناده ضعيف، ابن عياش -وهو إسماعيل، وإن كان صدوقاً في روايته عن أهل بلده، وهذا منها- قد تفرد بهذا السياق، ولم يتابع عليه إلا من طريق ضعيف، وضعفه بهذا السياق الدارقطني والبيهقي. وأخرجه من طريق أبي داود البيهقي 1/109، والبغوي (180). وقال البيهقي: إسناده شامي غير قوي. وأخرجه الدارقطني (149) من طريق إسماعيل بن عياش، به، وقال: إسناده شامي ليس بثابت

بَابُ الْاِسْتِنْجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب: پتھروں کے ذریعے استنجاء کرنا

40 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ، فَإِنَّهَا تُجْزِءُ عَنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے جائے تو وہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے جن کے ذریعے وہ پاکیزگی حاصل کرے تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔

41 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِسْتِطَابَةِ، فَقَالَ: بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيعٌ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ایسے پتھروں کے ذریعے (پاکیزگی حاصل کی جائے گی) جن میں گوبر (یا مینگنی) نہ ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسامہ اور ابن نمیر نے ہشام کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

استنجاء کرنے کا بیان

استنجاء سنت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور استنجاء کرنا جائز ہے پتھر اور جو چیز پتھر کے قائم مقام ہے اس سے مسح کرے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو پاک کردے۔ کیونکہ مقصود صفائی ہے اور جو مقصود ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی عدد مسنون نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تین ضروری ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور چاہیے کہ وہ تین پتھروں سے استنجاء کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس استنجاء کرے پس وہ طاق کرے۔ لہٰذا جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا عمل کیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور یہ طریقہ واحد پر بھی واقع ہوگا۔ جو امام شافعی کی روایت ہے اس میں ظاہر کو ترک کیا گیا ہے۔ لہٰذا ایک پتھر جس کے تین کونے ہوں جس نے اس سے استنجاء کیا بالاجماع جائز ہے۔ (ہدایہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الِاسْتِبْرَاءِ

باب: استبراء کرنا

42 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِئُ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى التَّوْأَمُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ التَّوْأَمُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عُمَرُ، فَقَالَ: هَذَا مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ، قَالَ: مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے عمر! یہ کس لئے ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ پانی ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے وضو کر لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب بھی پیشاب کروں تو وضو بھی کروں۔ اگر میں ایسا کر لیتا ہوں تو یہ سنت ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الِاسْتِنْجَاءِ بِالْمَاءِ

باب: پانی کے ذریعے استنجاء کرنا

43 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَاسِطِيَّ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا، وَمَعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ، وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ السِّدْرَةِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لڑکا تھا جس کے پاس وضو کا برتن تھا۔ وہ لڑکا ہم میں سے سب سے زیادہ کم عمر تھا۔ اس نے وہ برتن بیری کے درخت کے پاس رکھ دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے ذریعے استنجاء کیا۔

استنجاء کرنے کے فقہی مفہوم کا بیان

پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہ جائے اسے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کے قطرے سے سکھانا چاہیئے اس کے بعد پانی سے دھو ڈالنا چاہیئے۔ پاخانہ کے بعد مٹی کے تین ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرکے پھر پانی سے دھو ڈالے۔ استنجا ان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں، جیسے پاک مٹی کا ڈھیلا، پتھر، لکڑی، پھٹا ہوا بے قیمت کپڑا اور چمڑا اور اس کے سوا ایسی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں

بشرطیکہ قیمت والی اور احترام۔ والی نہ ہوں۔ پاک مٹی کو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے، قبلہ کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا، سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے، تین یا پانچ یا سات مٹی کے ڈھیلے اپنے ساتھ لے جائے صاف کرتے وقت پہلے ڈھیلے کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے۔

یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں اس کے برخلاف، پہلے ڈھیلے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے اور تیسرے کو آگے لائے اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے۔ اور طریقہ مقصود نہیں بلکہ صفائی کا مددگار ہے اصل مقصود صفائی اور پاکی ہے خواہ جس طریقہ سے بھی حاصل ہو جائے۔ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو تین کی گنتی پوری کرلے اور اگر تین سے بھی صفائی حاصل نہ ہو اور چار سے حاصل ہو تو پانچواں ڈھیلا اور لے تاکہ طاق ہو جائیں کیونکہ طاق عدد کا استعمال مستحب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ پاک ڈھیلے یا پتھر دائیں طرف رکھے اور استعمال کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کر دے، ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے۔ افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر ڈھیلے یا پتھر پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو حرکت دے یہاں تک کہ رطوبت خشک ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض کے نزدیک استبراء یعنی پیشاب کے بعد چند قدم چلنا یا زمین پر پاؤں مارنا یا کھنکارنا یا دائیں ٹانگ پر بائیں ٹانگ لپیٹنا اور پھر اس کے برعکس کرنا واجب ہے۔ تاکہ رکا ہوا قطرہ نکل جائے، لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور ہر شخص کے لئے اپنا اطمینان ضروری ہے اور یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر پہلے ڈھیلے سے مقام پیشاب کو خشک کرلے پھر پانی سے طہارت کرلے یا صرف پانی سے طہارت۔ کرلے پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ کے کلائی تک دھولے پھر اگر روزہ دار نہ ہو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو اور چکنائی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے، دھونے کا کچھ شمار مقرر نہیں اگر وسوسہ والا شخص ہو تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونا مقرر کرلے۔

عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھولے عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، پیشاب کے مقام کو پہلے دھوئے یہی۔ مختار ہے استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ استنجا کے بعد ہاتھ کلائیوں تک دھولے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے۔ جاڑے میں گرمیوں کی نسبت مبالغہ کرے اور اگر گرم پانی ہو تو جاڑے۔ کا حکم بھی گرمیوں کی طرح ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

44- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ. عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ قُبَاءٍ (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا) (التوبة- 108) . قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالْمَاءِ

وَنَزَلَتْ فِيهِمْ هٰذِهِ الْآيَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

"اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کریں"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ پانی کے ذریعے استنجاء کیا کرتے تھے' تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

شرح

اور علماء کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، پس ایک گروہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، اور حسن رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور انہوں نے قول باری: (آیت) من اول یوم۔ سے استدلال کیا ہے، اور مدینہ طیبہ میں پہلے دن مسجد قبا ہی بنائی گئی تھی، کیونکہ یہ حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے پہلے بنائی گئی تھی، یہ حضرت ابن عمر اور ابن مسیب رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کہا ہے (۱) (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۱۴

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بیان کیا ہے جسے آپ سے ابن وہب، اشہب اور ابن قاسم نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: انہوں نے فرمایا: دو آدمی اس مسجد کے بارے جھگڑ پڑے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی، تو ایک آدمی نے کہا: وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا: وہ حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ھو مسجدی ھذا وہ میری یہ مسجد ہے (۲)

(جامع ترمذی، باب من سورۃ التوبۃ، حدیث نمبر ۳۰۹۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلا قول واقعہ کے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ: فیہ میں ظرف کی ضمیر رجال مطہرین کا تقاضا کرتی ہے پس وہ مسجد قبا ہے۔ اور اس پر دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطھروا. واللہ یحب المطھرین. فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے پس ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (۳) (جامع ترمذی، کتاب التفسیر، جلد ۲، صفحہ ۱۳۶)

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو فرمایا: بےشک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف کرتے ہوئے تم پر احسان فرمایا ہے، تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم بول و براز کے نشان کو پانی کے ساتھ دھوتے ہیں (۴) تفسیر طبری، جلد ۱۱، صفحہ ۳۶)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور دارقطنی نے حضرت طلحہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: مجھے

حضرت ابوایوب، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت (آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین کے بارے میں روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! بے شک اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی اور طہارت کے بارے میں تمہاری بہت اچھی تعریف فرمائی ہے تمہاری یہ پاکیزگی کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: اس کے سوا کوئی نہیں، بے شک ہم میں سے کوئی جب بول و براز کے لیے نکلے تو وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ پانی کے ساتھ استنجا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہی ہے پس تم اسے لازم پکڑے رکھو (۵)

(سنن دارقطنی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۲، سنن ابن ماجہ، باب الاستنجاء بالماء، حدیث نمبر ۳۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ آیت میں جس مسجد کا ذکر ہے وہ مسجد قبا ہے، مگر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور نبی مکرم و معظم ﷺ نے اس پر نص بیان کی ہے کہ وہ آپ کی مسجد ہے پس اس کے ساتھ کوئی نظر وفکر کا عمل نہیں ہے۔

اور ابو کریب نے بیان کیا ہے: ہمیں ابو اسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں صالح بن حیان نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا ہمیں عبداللہ بن بریدہ نے قول باری تعالیٰ: (آیت) فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (النور: ۳۶)

بارے میں بیان کیا ہے آپ نے فرمایا: بے شک یہ چار مساجد ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام نے بنایا ہے، کعبہ معظمہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اور بیت اریحا بیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور مدینہ طیبہ کی مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد قباء وہ ہیں جن کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے بنایا ہے۔

(آیت) من اول یوم۔ من نحویوں کے نزدیک یہ منذ کے مقابلے میں ہے، پس منذ ظرف زمان میں اور مکان میں من کے قائم مقام ہے، پس کہا گیا ہے: بے شک یہاں من کا معنی منذ کی مثل ہے اور تقدیر کلام ہے: منذ اول یوم ابتدی بنیانہ (پہلے دن سے اس کی بنیادوں کی ابتداء کی گئی) اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے من تاسیس اول الایام (پہلے دن کی بنیاد سے) پس یہ اس فعل کے مصدر پر داخل ہے جو اسس ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

لمن الدیار بقنۃ الحجر اقوین من حجج ومن دہر (۱) (زاد المسیر، جلد ۳، صفحہ ۳۷۸)

یعنی من مر حجج ومن مر دہر:

اور جس نے اس طرف دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ علمائے نحو کا یہ اصول ہے کہ من کے ساتھ ازمان کو جر نہیں دی جائے گی، بلکہ ازمان کو منذ کے ساتھ جر دی جائے گی، آپ کہتے ہیں: مارایتہ منذ شہر او سنۃ او یوم اور یہ نہیں کہہ سکتے: من شہر اور نہ من سنۃ اور نہ ہی من یوم کہہ سکتے ہیں پس جب کلام میں من واقع ہو اور اس کے پیچھے متصل زمانہ ہو تو وہاں کوئی مضمر لفظ مقدر مانا جائے گا جسے من کے ساتھ جر دی جا سکتی ہو، جیسا کہ ہم نے شعر کی تقدیر میں ذکر کیا ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے: میرے نزدیک اچھا یہ ہے کہ یہ آیت تقدیر عبارت سے مستغنی ہو اور یہ کہ من لفظ اول کو جر دے رہا ہو، کیونکہ یہ البداءۃ (ابتداء) کے معنی میں ہے گویا کہ من مبتدا الایام کہا ہے۔ (۲) (المحرر الوجیز، زیر آیت ہذہ)

قولہ تعالیٰ: (آیت) احق ان تقوم فیہ۔ یعنی یہ بان تقوم ہے، پس یہ محل نصب میں ہے اور احق یہ نہ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے اور افعل دو مشترک چیزوں کے درمیان داخل ہوتا ہے، اور ان دونوں میں سے ایک میں وہ مشترک معنی دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے، پس مسجد ضرار اگرچہ باطل ہے اس میں کوئی حق نہیں ہے، لیکن یہ دونوں حق میں مشترک ہیں یا تو اسے بنانے والے کے اعتقاد کی وجہ سے یا اس کے اعتقاد کی وجہ سے جو یہ گمان کرتا ہے کہ مسجد ہونے کی وجہ سے اس میں قیام جائز ہے، لیکن دونوں اعتقادوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطنا باطل ہے۔ اور دوسرا ظاہرا اور باطنا حق ہے۔ اور اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) اصحب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا۔ (الفرقان) (اہل جنت کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور دوپہر گزارنے کی جگہ بڑی آرام دہ ہوگی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ خیر اور اچھائی کو جہنم سے دور کر دیا گیا ہے، لیکن یہ ہر فرقہ کے اس اعتقاد کے مطابق ہے کہ وہ خیر پر ہے اور اس کی طرف اس کا لوٹنا خیر ہے، کیونکہ ہر گروہ اس کے ساتھ خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اور یہ العسل احلی من الخل (کہ شہد سرکے سے زیادہ شیریں ہے) کے قبیل سے نہیں ہے، کیونکہ شہد اگرچہ میٹھا ہے پس ہر وہ شی جو ملائم ہو وہ میٹھی ہوتی ہے، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ بعض لوگ سرکے کو شہد پر مقدم کرتے ہیں درآنحالیکہ مفرد کے مقابلے میں مفرد ہو اور کسی غیر کی طرف مضاف مضاف کے مقابلے میں ہو۔

قولہ تعالیٰ: (آیت) فیہ۔ جنہوں نے کہا ہے کہ مسجد سے مسجد النبی ﷺ مراد لی جائے گی تو پھر (آیت) احق ان تقوم فیہ۔ میں ہا ضمیر اسی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور (آیت) فیہ رجال میں بھی ضمیر اسی کے لیے ہے، اور جنہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے تو پھر فیہ میں ہا ضمیر اس کی طرف لوٹے گی۔ یہ اس اختلاف کی بنا پر ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی تعریف بیان کی ہے جنہوں نے نظافت اور طہارت کو پسند کیا اور نظافت و پاکیزگی کو ترجیح دی اور یہ انسانی مروت ہے اور شرعی وظیفہ ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد ا، صفحہ ۵)

ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ پانی کے ساتھ صفائی اور پاکیزگی حاصل کریں، کیونکہ میں ان سے شرم وحیا محسوس کرتی ہوں، فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب ماجاء فی الاستنجاء بالماء حدیث نمبر ۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ ثابت ہے کہ حضور نبی مکرم ومعظم ﷺ اپنے ساتھ استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے، پس آپ تخفیف اور خشک کرنے کے لیے پتھر استعمال کرتے تھے اور پاکیزگی اور طہارت کے لیے پانی۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۵)

علامہ ابن عربی نے کہا ہے: قیروان کے علماء اپنے وضو کی جگہوں میں مٹی کے ڈھیلے رکھتے تھے ان کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔

مخرج سے نکلنے والی نجاست کو صاف کرنا لازم ہے اور تمام بدن اور کپڑے کی نجاست میں تطہیر (یعنی اسے پاک کرنا) لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں کے لیے پانی کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی دونوں حالتوں میں رخصت ہے۔ اور اسی کے مطابق عام علماء نے کہا ہے، اور ابن حبیب نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: پتھروں کا استعمال نہیں کیا جائے گا مگر صرف

پانی نہ ہونے کی حالت میں۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۵)

اعادہ وضو کو لازم کرنے والی مقدار نجاست میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اور وہ اخبار جو پانی کے موجود ہونے کے باوجود پتھروں کے استعمال کے بارے میں ثابت ہیں وہ اسے رد کرتی ہیں۔ بدنوں اور کپڑوں سے نجاست زائل کرنے کے بارے میں علماء نے مابین اختلاف ہے، حالانکہ ان کا پسوؤں کے خون کی معافی اور اس سے تجاوز پر اجماع ہے جب تک کہ وہ انتہائی فحش اور زیادہ نہ ہو، نجاست کے ازالہ میں علماء کے تین اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ واجب فرض ہے، اس کی نماز جائز نہیں ہوتی جس نے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی چاہے وہ اس کے بارے جاننے والا ہو یا بھولنے والا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن اور ابن سیرین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مروی ہے اور یہی امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے، اور اسے ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور یہی قول ابو الفرج المالکی اور علامہ طبری کا ہے، مگر علامہ طبری نے کہا ہے: اگر نجاست درہم کی مقدار ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے دبر کے حلقہ پر قیاس کرتے ہوئے درہم کی مقدار کی رعایت کرنے کا قول کیا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے: کپڑوں اور بدنوں سے نجاست کو زائل کرنا سنت سے ثابت ہے، یعنی یہ وجوب سنت ہے فرض نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے: جس نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر اس پر کوئی شی نہیں ہے۔

یہ قول امام مالک اور ابو الفرج کے سوا آپ کے اصحاب کا ہے اور آپ سے ابن وہب کی ہدایت بھی ہے اور خون تھوڑا ہونے کی صورت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا نہ وقت میں اور نہ ہی وقت کے بعد اور بول وبراز میں سے تھوڑا بھی ہو تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سے یہ سب لیث کا قول ہے۔ اور ان سے ابن القاسم نے کہا ہے: یاد ہونے کی حالت میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ نسیان اور بھول کی حالت میں اور یہ ان کے مفردات میں سے ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے ان شاء اللہ، کیونکہ حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان يمشي بالنميمة واما الاخر فكان لا يستتر من بوله الحديث (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲)

(بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا) اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور تیرے لیے یہی کافی ہے، اور عنقریب اس کا ذکر سورۃ سبحان میں آئے گا، انہوں نے کہا ہے: اور آدمی کو عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب ترک کرنے پر اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۹، ایضاً، حدیث نمبر ۳۴۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

دوسروں نے حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں اپنے نعلین مبارک اتارنے سے استدلال کیا ہے جب کہ حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مطلع کیا کہ ان میں قذر اور اذیت رساں شے لگی ہوئی ہے الحدیث۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے، اس کا ذکر عنقریب سورۂ طٰہٰ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، انہوں نے کہا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز کا اعادہ کیا جو آپ پڑھ چکے تھے تو یہ اس پر دلیل ہے اس کو زائل کرنا سنت ہے اور آپ کی نماز صحیح ہے اور کامل نماز کے حصول کے لیے آدمی نماز کا اعادہ کر سکتا ہے جب تک وقت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور رہا قلیل وکثیر کے درمیان فرق تو یہ بغلی درہم کی مقدار کے برابر ہے (یعنی بڑے دراہم وہ ہیں جن کی دینار کی گولائی کی مقدار کے برابر ہو) اور اسے دبر کے حلقہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہ دو وجھوں سے فاسد ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقداریں قیاس سے ثابت نہیں ہوتیں لہٰذا یہ مقدار قبول نہیں کی جائے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دبر کے بارے میں اس میں جو تخفیف کی گئی ہے وہ ضرورت اور حاجت کے سبب رخصت ہے اور حاجت اور رخصتوں پر کسی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ قیاس سے خارج ہیں پس انہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۲)

بَابُ الرَّجُلِ يَدْلُكُ يَدَهُ بِالْأَرْضِ إِذَا اسْتَنْجَى

باب: استنجاء کے بعد آدمی کا اپنا ہاتھ زمین پر مل لینا

45- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ- وَهَذَا لَفْظُهُ- ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي الْمُخَرِّمِيَّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ، أَتَيْتُهُ بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ: ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِإِنَاءٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ أَتَمُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو میں پتھر کے برتن یا چھاگل میں؟ پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آجاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذریعے استنجاء کر لیتے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع کی حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں:

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک زمین پر ملتے پھر میں دوسرا برتن لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر لیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسود بن عامر کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

45- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف، شريك- وهو ابن عبدالله النخعي- سيء الحفظ، وباقي رجاله ثقات. ابراهيم بن خالد: هو ابو ثور الفقيه صاحب الشافعي، ووكيع: هو ابن الجراح، وابو زرعة: هو ابن عمرو بن جرير. واخرجه بنحوه النسائي (48)، وابن ماجه (358) و (473) من طريق شريك، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (8104)، و "صحيح ابن حبان" (1405). وفي الباب حديث عائشة عند ابن ماجه (354) قالت: ما رايت رسول الله- صلى الله عليه وسلم- خرج من غائط قط الامس ماء. واسناده صحيح. وصححه ابن حبان (1441). وعن انس بن مالك قال: كان رسول الله- صلى الله عليه وسلم- يدخل الخلاء فاحمل انا وغلام اداوة من ماء وعنزة فيستنجي بالماء. اخرجه البخاري (150) و (152)، ومسلم (271).

استنجاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سائنسی وطبی فوائد

1: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ قضائے حاجت کے لیے چل [illegible] جانا بہت زیادہ بہتر ہے۔ سائنس اور طب کی رو سے چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت جدید سائنس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے حتیٰ کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں لکھی ہوئی ہے:

"پاؤں پہلے پیدا ہوا یا پہیہ؟"

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس مقولے کا مقصد قوم کو زیادہ سے زیادہ پیدل چلنے کی دعوت دینا ہے۔ [illegible] سے ایک ماہر نے نکتے کی بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"جب سے شہر پھیلنے لگے ہیں، آبادی بڑھنے لگی ہے اور کھیت ختم ہونے لگے ہیں، اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہوگئی ہے۔ کیونکہ جب سے دور چل کر قضائے حاجت کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تبخیر اور جگر کے امراض بڑھ گئے ہیں"

چلنے سے آنتوں کی حرکات تیز ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے قضائے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے۔ آج لوگ نام نہاد [illegible] میں پیشاب کرتے ہیں اور باہر چل کر نہیں جاتے، اسی لیے آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بیت الخلاء میں زیادہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔

2: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے کچی اور نرم زمین کا انتخاب فرماتے تھے۔ اس میں بھی بہت زیادہ سائنسی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ لیول پادل اپنی کتاب "اُصول صحت" میں لکھتا ہے:

"انسانیت کی بقا مٹی سے ہے اور فنا بھی مٹی ہے۔ جب سے مٹی پر قضائے حاجت چھوڑ کر ہم نے سخت زمین (فلش، [illegible] ڈبلیوسی وغیرہ) استعمال کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے اب تک مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے [illegible] کے اثرات پیشاب کے غدود پر پڑتے ہیں"۔

دراصل جب آدمی کے جسم سے فضلات نکلتے ہیں تو مٹی ان کے جراثیم اور تیزابی اثرات جذب کر لیتی ہے۔ [illegible] فلش وغیرہ اس کیفیت سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ تیزابی اور جراثیمی اثرات دوبارہ ہمارے جسم پر براہ راست پڑتے ہیں اور جسم انسانی صحت سے مرض کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ ایک اور ماہر طب لکھتے ہیں۔

نرم اور بھربھری زمین ہر چیز کو جذب کر لیتی ہے۔ چونکہ پیشاب اور پاخانہ [illegible] فضلات ہیں اس لیے [illegible] زمین چاہیے کہ اس کو جذب کرنے اور اس کے چھینٹے اُڑ کر بدن اور کپڑوں پر پڑنے [illegible]۔

جبکہ یہ کیفیت فلش (ٹائلٹ) میں نہیں ہوتی۔ وہاں بھی چھینٹوں کا احتمال رہتا ہے [illegible] جذب [illegible] صلاحیت اس میں نہیں۔ فلش میں پیشاب کرنے کی وجہ سے فضلے کے بخارات جذب نہیں ہو پاتے [illegible] بخارات صحت کے لیے مضر ثابت ہوتے ہیں۔ اس مغربی تہذیب نے "کموڈ" [illegible] جا بیٹھیں اور پاخانہ یا پیشاب کرتے ہیں۔ کموڈ کو استعمال میں لا کر آدمی اچھی طرح [illegible] فراغت حاصل نہیں [illegible]

طریقہ ہے۔ اسی کموڈ کی وجہ سے پاخانہ صحیح خارج بھی نہیں ہو پاتا کہ انتڑیوں میں پھنسا رہتا ہے نیز کموڈ کو استعمال کر چکنے بعد علیحدہ جگہ پر بیٹھ کر شرمگاہ کو دھونا پڑتا ہے۔ ڈبلیو سی پر قضائے حاجت کرنے سے کئی ایک مہلک امراض لاحق اور کئی ایک نقائص انسانی جسم میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

ڈبلیو سی پر بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسم انسانی متاثر ہونے کا غالب امکان ہے۔

ڈبلیو سی (W.C) کی مدد سے پاخانہ کرنے کی وجہ سے حاجت بھی غیر تسلی بخش ہوتی ہے جو کہ انتہائی پیچیدہ بیماریوں کو جنم دیتی ہے جیسے قبض، تبخیر معدے کی جلن، شرمگاہ کی خارش، شرمگاہ کی جلن، گیس اور بواسیر وغیرہ۔

ڈبلیو سی پر قضائے حاجت کرنے کے لیے کرسی کی طرح بیٹھنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پاخانے کا صحیح اور طبعی اخراج ممکن نہیں ہو پاتا اور فضلہ بڑی آنت میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ جو بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔

ڈبلیو سی پر قضائے حاجت کے باوجود بعد میں پیشاب کے قطرے گرنے کا غالب امکان رہتا ہے اور قطرات گرنے سے خارش اور دوسری کئی متعدی امراض وجود میں آتی ہیں۔

ڈبلیو سی کی مدد سے قضائے حاجت کرنے سے آنتوں اور معدے پر زور نہیں پڑتا جس کی وجہ سے معدے اور آنتوں کے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے معدے کی جلن، بدہضمی اور معدے کا السر وغیرہ۔

یہ جدیدیت کی پہچان ڈبلیو سی وضع جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہے۔ جب سنت کے مطابق قضائے حاجت کی جاتی ہے تو اس وقت دماغ پورے جسم کو ڈھیلے رہنے اور پاخانے کے مقام کو پاخانہ خارج کرنے کا حکم ارسال کرتا ہے۔ لیکن ڈبلیو سی استعمال کرنے سے پورا جسم ڈھیلا نہیں ہو پاتا اور پاخانہ کا مقام بھی کسا رہتا ہے جس کی وجہ سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں بلکہ کسی مذہب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ جب تک پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم والا طریقہ طہارت نہ اپنایا جائے گا تو طہارت و استنجاء کا اصل مقصد پورا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ نے کس قدر خوبی کے ساتھ انسان کو طہارت و پاکیزگی کا نظام عطا فرمایا کہ آج طبی ماہرین بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ

"واقعی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم والا نظام طہارت بے مثل و بے مثال ہے اور رسول اللہ (?) کے بتائے اور اپنائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں"

بہر حال فلش سسٹم فطری انداز اور طریقے کے قریب تر ہے۔ اسی لیے اس کے نقصانات کموڈ اور ڈبلیو سی سے بہت کم ہیں۔ لیکن جو فوائد کچی زمین اور نرم مٹی پر حاجت کرنے کے ہیں وہ یہاں میسر نہیں ہو سکتے، چونکہ مٹی اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لیے فلش بہر حال بہتر ہے۔

3: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاؤں کشادہ کر کے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کرتے تھے۔

اس طریقے میں بھی سائنسی و طبی فوائد ہیں۔ ان میں چند ملاحظہ فرمائیں۔ فزیالوجی کے ایک سینئر پروفیسر کہتے ہیں:

"میں مراکش میں تھا۔ ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس بخار کی دوائی کے لیے جانا پڑا۔ ڈاکٹر کافی بوڑھا تھا۔ جب میں نے اپنا نام

لکھوایا تو وہ کہنے لگا:

"کیا تم مسلمان ہو؟"

میں نے کہا: "جی ہاں! میں مسلمان ہوں"۔ یہودی ڈاکٹر کہنے لگا:

"اگر ایک طریقہ جو خود تمہارے نبی ﷺ کا ہے، زندہ ہو جائے تو لوگ کئی امراض سے بچ جائیں"

میں حیران ہوا اور میں نے پوچھا:

"ڈاکٹر! وہ کون سا طریقہ ہے؟"، یہودی ڈاکٹر نے کہا:

"وہ قضائے حاجت کا طریقہ ہے۔ اگر قضائے حاجت کیلیے اسلامی طریقے پر بیٹھا جائے تو اپنڈے سائٹس، دائمی قبض، بواسیر اور گردوں کے امراض پیدا ہی نہیں ہوں گے۔ اگر مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ والا طریقہ حاجت اپنائیں گے تو وہ ان تمام بیماریوں سے بچ جائیں گے"

پروفیسر صاحب کہتے ہیں:

"میں اپنے نبی کریم ﷺ کے اس طریقے سے واقف نہ تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے علمِ دین کو تھوڑا سا وقت بھی نہ دیا کہ اتنے اہم اور ضروری مسائل ہی سیکھ لیتا۔ اس وقت مجھے اس طریقے سے شناسائی کا اشتیاق ہوا۔ میں نے اس یہودی ڈاکٹر سے تو نہ پوچھا، ہاں مراکش میں ہی ایک عالمِ دین تھے۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے طریقہ دریافت کیا۔ جب انہوں نے مجھے وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا تو میں نے فی الفور اس پر عمل شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو مجھے کچھ دقت ہوئی لیکن اس کے فوائد جلد ہی میری سمجھ میں آ گئے اور اس وقت سے اب تک میں حاجت کے لیے وہی طریقہ استعمال کرتا ہوں جو میرے نبی ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا"

جدید سائنس حضور ﷺ کی اس قضائے حاجت کے طریقے پر مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور اب تو غیر مسلم سائنسدان بھی یہ کہتے ہیں:

"صحت و زندگی کی بقا اور خوشحالی کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کے حاجت والے طریقے سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں۔ پیغمبر اسلام ?)) کے اس طریقے پر عمل کرنے سے گیس، تبخیر، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض واقعی کم ہو جاتے ہیں اور مستقل آپ ?)) والا طریقہ اپنا کر ان امراض کو ختم بھی کیا جا سکتا ہے"

:4 رسول اللہ ﷺ استنجاء کے لیے پہلے ڈھیلے استعمال فرماتے اور ڈھیلے طاق عدد میں استعمال فرماتے تھے۔ اس سنت مبارکہ میں بھی کئی سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق مٹی میں نوشادر اور اعلیٰ درجے کے دافعِ تعفن اجزاء موجود ہیں۔ چونکہ پاخانہ اور پیشاب سارے کا سارا فضلہ ہوتا ہے اور جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے اس لیے اس کا جلدِ انسانی کو لگنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس کے کچھ اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ڈاکٹر ہلوک لکھتے ہیں:

"ڈھیلے کے استعمال نے سائنسی اور تحقیقی دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن اب یہ حقیقت سامنے آ گئی ہے کہ مٹی کے تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہو گا تو پوشیدہ اجزاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر چمٹے ہوئے

تمام جراثیم مر جائیں گے۔ بلکہ تحقیقات نے تو یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کو کینسر سے بچاتا ہے۔ میں نے ایسے مریضوں کو جن کی شرمگاہ پر زخم تھے اور خارش بھی پڑ گئی تھی، مستقل مٹی استعمال کرائی اور انہیں مٹی سے استنجاء کرنے کو کہا تو مریض حیرت انگیز طریقے سے صحت مند ہو گئے"

الغرض میرا، تمام محقق، سائنسدانوں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ مٹی سے بنا ہوا انسان پھر مٹی سے عافیت پائے گا۔ چاہے دنیا کے تمام فارمولے استعمال کر لے اس کو فقط پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں ہی سے بیماریوں سے تحفظ ملے گا۔

آج کل استنجاء اور طہارت کے لیے ٹشو پیپر یا پھر ٹائلٹ پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ بڑے شوق سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ ٹائلٹ پیپر سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ گندگی جسم پر باقی رہ جاتی ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اگر غسل کی بھی حاجت ہو تو انسان اسی طرح ٹائلٹ پیپر سے باقی ماندہ گندگی کے ساتھ ہی پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس سے نہ صرف وبائی امراض بڑھتے ہیں بلکہ ٹب کا سارا پانی بھی پلید اور گندا ہو جاتا ہے جو کہ غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پھر بھی انسان اس سے نہائے تو اس کا سارے کا سارا جسم ناپاک اور گندا ہو جاتا ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا انسان کے حق میں نقصان ہے، جو کسی بھی مسلمان کو ہرگز گوارہ نہیں ہونا چاہیے۔

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم سے ایک ڈاکٹر اور ماہر طب کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس ملازم سے پوچھا کہ کیا اس نرم و ملائم اور لطیف ٹائلٹ پیپر کی تیاری میں کوئی خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے؟ تو ملازم نے کہا کہ:

"ڈاکٹر صاحب! اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں جن سے جلدی امراض، اگزیما اور جلد میں رنگت کی تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں"۔

اس وقت تمام یورپ ٹائلٹ پیپر استعمال کر رہا ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا کہ اس وقت یورپ میں شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر شرمگاہ کا کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کے سدِ باب کے لیے جب تحقیقی بورڈ بیٹھا تو اس بورڈ کی رپورٹ صرف دو چیزوں پر مشتمل تھی۔ بورڈ کا کہنا ہے کہ یہ مہلک امراض اور شرمگاہ کا کینسر فضلے کی صفائی کے لیے ٹائلٹ پیپر کا استعمال کرنے اور پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بڑھ رہا ہے۔ ایک یورپین ڈاکٹر "کینن ڈیوس" نے پوری یورپی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اگر تم اسی طرح زندگی گزارتے رہے کہ غلاظت اور پاخانہ کے مقام کو پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر سے صاف کرتے رہے تو پھر تم بہت جلد شرمگاہ کا کینسر، بھگندر، ریانسیولہ، پھپھوندی کے امراض اور جلد انفیکشن کے امراض کا شکار ہو جاؤ گے"

یورپ کا یہ تحفہ ہمارے لیے بہتر ہے یا نقصان دہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ یورپین استنجاء کے لیے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور پانی استعمال نہیں کرتے، اسی لیے ٹائلٹ پیپر ان کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کیا جائے تو اس کے مضر اثرات نہ ہونے کے برابر ہو جاتے ہیں۔

5 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء کے لیے پہلے مٹی کے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال فرماتے تھے۔ خالی پانی سے بھی استنجاء کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث اقدس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پانی سے استنجاء کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے"۔ (صحیح مسلم۔ باب: خصال الفطرۃ)

پانی کائنات کی عظیم نعمت ہے۔ یہ ہر غلاظت کو طہارت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسلام نے نظامِ طہارت کو اتنا اعلیٰ اور بے مثال بنا دیا ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ ہم کیا غیر مسلم سائنسدان اور اطباء بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ جانٹ ملمن مستشرق کا کہنا ہے:

"اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔ تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی کا باب پورا کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقہ استنجاء بھی بے مثال ہے کہ اس سے جسم پر گندگی کا ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کسی جسم کو پانی لگائے بغیر صاف کیا جائے تو تجربات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جسم کا حصہ کبھی بھی صاف نہیں ہوگا بلکہ مختلف بیماریوں کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ پھر پانی کے استعمال سے تو جسم کے اس حصے (شرمگاہ) کا درجہ حرارت نارمل ہو جاتا ہے، جو کہ نہایت مفید ہے کہ اس سے بواسیر وغیرہ نہیں ہوتے۔ پانی۔ اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت مخصوص اعضاء کے علاوہ تمام اعضائے جسم کا درجہ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان مختلف بے شمار امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

ممنوعاتِ استنجاء کے سائنسی و طبی فوائد

رسول اللہ ﷺ نے پیشاب سے بچنے کے بارے میں پرزور احکامات ارشاد فرمائے۔ اس کے علاوہ پیشاب کو روکنے، کھڑے اور بہتے پانی میں پیشاب کرنے، راستہ میں پیشاب کرنے، سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے، ہوا کے رخ پیشاب کرنے، بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، کھڑے ہو کر پیشاب کرنے، لید، گوبر، ہڈی سے استنجاء کرنے اور قبلہ رخ منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نیز طہارت کیلئے دایاں ہاتھ پانی ڈالنے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرنے، قضائے حاجت کے بعد کسی چیز (صابن یا مٹی) سے ہاتھ دھو لینے اور قضائے حاجت کرتے ہوئے پردے کا سخت خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ان تعلیمات کے بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان تعلیمات میں سے ہر ایک کے مختصر مختصر چند فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

:1 احادیث میں کثرت کے ساتھ پیشاب سے نہ بچنے پر وعیدیں آئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے"

مستشرق "ڈاکٹر جانٹ ملمن" کہتا ہے:

"رانوں کی خارش اور پھنسیوں، پیڑو کی جلد کا ادھڑنا، سرینوں اور اس کی اطراف کی الرجی اور عضو خاص کے زخم کے مریض جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میرا ان سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ "کیا وہ پیشاب سے بچتے ہیں؟"۔ ان میں سے اکثر پیشاب سے نہیں بچتے اور پھر لاعلاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آتے ہیں"۔

جینز اور پینٹ کی زنجیری اور بٹن کھول کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجاء کے فوراً باندھ لینے کی صورت میں پیشاب کے قطرات اعضائے جسم پر گرتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں

:2 رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کو روکنے سے منع فرمایا اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"پیشاب اگر سواری پر آجائے تو اسی وقت دیر کیے بغیر سواری کو روکے اور پہلے پیشاب کرے۔اسی طرح اگر جماعت کا وقت ہو گیا ہے اور پیشاب آگیا ہے تو پہلے پیشاب کرے، پھر وضو اور پھر جماعت کے ساتھ ملے۔کسی کام کو کرتے ہوئے پیشاب آجائے تو پہلے پیشاب سے فراغت حاصل کرنی چاہیے"۔

پیشاب کو نہ روکنے اور بروقت پیشاب کر دینے کے درج ذیل طبی فوائد ہیں:

میڈیکل کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جب بھی پیشاب یا پاخانہ آجائے تو اسی وقت اس سے فراغت حاصل کی جائے۔میڈیکل نے حاجتِ ضروریہ پیشاب اور پاخانے کو روکنے سے منع کیا ہے۔میڈکل فیلڈ کے ساتھ تعلق رکھنے والے سپیر کہتے ہیں:

"حاجتِ ضروریہ کو روکنا گونا گوں بے شمار امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔اس میں زیادہ نقصان دماغ،معدہ،اعصاب اور گردوں کو ہوتا ہے۔بعض اوقات تو حاجتِ ضروریہ کے روکنے سے قے اور چکر شروع ہو جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی مضر ثابت ہوتے ہیں"۔

:3رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا۔اس کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

کنواں،تالاب،جوہڑ اور جھیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قضائے حاجت کی جائے گی تو پانی میں جراثیموں کے داخل ہونے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض کا سبب بن جائے گا۔اب اگر کوئی ذی روح (پرندے،جانور یا انسان وغیرہ) اس پانی کو پیے گا تو وہ کئی ایک مہلک امراض کا شکار ہو جائے گا مثلاً تپ محرقہ،ٹائی فائیڈ،جراثیمی یرقان،آنتوں کے کیڑوں کے انڈے کی پیدائش،پیراسائٹ اور طفیلی کیڑوں کی پیدائش وغیرہ۔

اس کے علاوہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے والا خود بھی کئی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً پیشاب کے چھینٹے اُڑنے کی وجہ سے ایک قسم کی بھاپ اٹھتی ہے جو پیشاب کرنے والے کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔اس بھاپ سے سونگھنے کی قوت سلب ہو سکتی ہے،آدمی آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور دماغ و گلے پر بھی گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

:4رسول اللہ ﷺ نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔اس کی سائنسی اور طبی وجہ ملاحظہ فرمائیں:

چلتا پانی جیسے دریا،نہریں اور نالے کیونکہ قریہ قریہ سفر کر جاتے ہیں۔کئی انسان اور جانور اس پانی سے نفع لیتے ہیں۔اگر فضلے کی وجہ سے یہ پانی آلودہ ہو جائے تو چلتے چلتے جراثیم کا گڑھ بن جاتا ہے اور بیماریاں پھیلاتا جاتا ہے۔اگر کوئی آدمی اس نہر یا نالے وغیرہ کو پار کرنے کے لیے پانی سے گزرے گا تو اس کا جتنا جسم پانی میں جائے گا اس کو نقصان کا اندیشہ ہے۔اس پانی سے الرجی، پھوڑے،پھنسیاں اور وبائی خارش وغیرہ بھی پھیلتی ہے۔اس کے علاوہ جب کوئی شخص چلتے پانی میں پیشاب کرے گا تو اس سے بو اُٹھے گی جو کہ دماغ اور پھیپھڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

:5رسول اللہ ﷺ نے گزرگاہوں اور راستوں میں پیشاب کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔اس کے طبعی،طبی اور سائنسی فوائد درج ذیل ہیں:

راستے سے ہر کوئی گزرتا ہے اور جب راستے میں پیشاب کیا جاتا ہے تو پیشاب کی بو اور تعفن فضاء میں معلق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس راستے سے گزرنے والوں کے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جس سے سانس کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ پیشاب کی بو اور جراثیم سے آلودہ ہوا اگر انسان کے اندر پہنچ جائے تو دل، جگر اور پھیپھڑے کی بیماریوں کا بھی شکار ہو سکتا ہے۔

:6 احادیث اور فقہ میں سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس کے چند طبی اور سائنسی فوائد یہ ہیں:

سایہ دار درخت لوگوں کے قیام اور سکون کی جگہیں ہیں۔ یہاں فضلہ کرنا انتہائی برا ہے اور اس سے یقینا برے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں بیٹھنے والے کئی قسم کی وبائی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ نیز پھلدار درخت سے گرنے والا پھل بھی گندگی سے آلودہ ہو کر قابل استعمال نہ رہے گا۔

:7 احادیث اور فقہ میں ہوا کے رُخ پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے طبی و سائنسی فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

اگر ہوا کے رخ پیشاب کیا جائے تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اُڑ کر جسم، چہرے اور کپڑوں پر پڑے گا جس سے جسم اور کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ نیز اس پیشاب کے جراثیم بھی مساموں کے راستے سے جسم میں داخل ہو کر طرح طرح کی خارش، خناز خون اور کئی اور جلدی امراض پیدا کریں گے۔ آنکھوں میں پڑنے سے آنکھیں سوج جائیں گی، سرخ ہو جائیں گی۔ علاوہ ازیں آنکھوں میں خارش ہونے اور پانی کے بہنے کے ساتھ ساتھ کئی وبائی بیماریاں بھی لاحق ہو سکتی ہیں۔ اور اگر ہوا کی وجہ سے پیشاب اُڑ کر منہ میں چلا گیا تو اس سے منہ کی بیماری لاحق ہونے کے ساتھ ساتھ منہ کا فالج بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ منہ میں زخم، مسوڑھوں میں پیپ اور دانتوں کی بیماری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ زبان اور گلہ بھی بری طرح متاثر ہو سکتا ہے۔

:8 حضور نبی کریم ﷺ نے بل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا اس کے بھی بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ مثلاً

اگر زہریلے جانور کے بل میں پیشاب کیا گیا تو اس جانور کے باہر نکل کر نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بعض زمینیں کلر زدہ اور شورہ زدہ ہوتی ہیں اور ان کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ کے مادے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب ہے اور جب ایک تیزاب دوسرے تیزاب سے ملے گا تو زہریلے بخارات اُٹھ کر جسم انسانی کو نقصان پہنچائیں گے۔

:9 رسول اللہ ﷺ نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے بے شمار وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"غسل کی جگہ پیشاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے عقل اور ذہن پر اثر پڑتا ہے، یاداشت کمزور ہو جاتی ہے اور آدمی کئی وسوسوں میں پھنس کر شیطان اور بیماری کا شکار ہو جاتا ہے"۔

ایک سائنسی میگزین بنام "سائنس اور صحت" میں لکھا ہے:

"غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوت نفسانیہ کی زیادتی ہوتی ہے اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے اور بھی بہت سے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے"

10: حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ چونکہ پیشاب جراثیموں سے پُر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں بعض امراض (سوزاک، آتشک، گردوں کا جراثیمی انفیکشن وغیرہ) کی وجہ سے پیپ بھی موجود ہوتی ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو آلودہ کر دیتے ہیں جس سے کئی امراض وجود میں آسکتے ہیں۔ اس طرح پیشاب کرنے سے غدود قدامیہ پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہو کر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا ہے یا قطرہ قطرہ آتا ہے اور دھار بھی پتلی ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی امراض جنم لے سکتے ہیں۔

11: حضور نبی کریم ﷺ نے لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ لید میں بے شمار مہلک جراثیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک جانور کا فضلہ (پاخانہ) ہے اور ہر پاخانہ جراثیموں سے پُر ہوتا ہے۔ لید میں تشنج اور حب محرقہ کے جراثیم بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر لید سے استنجاء کیا جائے تو وہ جراثیم جسم میں منتقل ہو کر بیمار کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس سے شرمگاہ کو بھی بہت سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ جیسے خارش، جلن، پیپ کا پڑھنا اور شرمگاہ کا کینسر وغیرہ۔

ہڈی سے جب گوشت کھا کر پھینک دیا جاتا ہے تو اس کو جانور کھاتے ہیں۔ بعض جانوروں کے لعاب میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں مثلاً کتے کے لعاب میں ایک خاص جرثومہ ہوتا ہے جو اس کی کھائی ہوئی ہڈی پر لعاب کے ساتھ منتقل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ہڈی پر مٹی، گرد و غبار اور گندگی وغیرہ جم جاتی ہے اس گرد و غبار میں گوناگوں جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب اگر یہ ہڈی استنجاء کیلئے استعمال کی جائے گی تو دیگر جراثیموں کے ساتھ ساتھ کتے کا خاص جرثومہ بھی جسم میں منتقل ہو جائے گا جس سے فساد خون، دل جگر، پتا، انتڑیوں اور معدے کے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

12: رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق قبلہ کی طرف تھوکنا، پیشاب کرتے ہوئے پیٹھ اور منہ کرنا منع ہے۔ اس میں بھی کئی ایک طبی و سائنسی فوائد ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر" ڈاروِن "ڈاکٹر "لیڈبیٹر" اور ڈاکٹر" الیگزینڈر" کی تحقیق کے مطابق" کاسمک ورلڈ" کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف سے نکلنے والی مثبت شعاعیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی شعاعیں ہیں کعبہ کی طرف ڈالنے سے آدمی کے لیے مسلسل نقصان کا باعث بنیں گی۔

مشہور پیرا سائیکالوجسٹ ڈاکٹر کامن ہیم نے اس بات کو اپنی تحقیقی زندگی کا حصہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے کعبہ کی طرف سے مسلسل مثبت شعاعیں پوری کائنات میں پھیلی رہی ہیں اور اس طرح منفی شعاعوں (تھوک، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ) کا رجحان ضرر کا باعث ہے۔

13. رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ:

"طہارت کے لیے پانی دائیں ہاتھ سے ڈالو اور صفائی کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کرو۔ خبردار دایاں ہاتھ استنجاء کے لیے استعمال نہ کرو۔ جب کوئی شخص تقاضائے حاجت کیلئے جائے تو اپنی شرمگاہ کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے"۔ (متفق علیہ)

استنجاء فقط بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ اسکی کئی وجوہات ہیں۔ دائیں ہاتھ سے مثبت اور بائیں ہاتھ سے منفی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو جسم کا شعاعی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے بداثرات دماغ اور حرام مغز پر پڑیں گے۔ نیز کھانے کیلیے چونکہ دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر استنجاء کے لیے بھی دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو پھر کھانا کھاتے وقت مادہ نفرت کے پھیلنے کا ڈر ہے۔

14: قضائے حاجت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مٹی پر ہاتھ رگڑ رگڑ کر دھوتے تھے۔ اس میں بھی بے شار طبی فوائد ہیں۔ مثلاً ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اور اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم یا مختلف کیمیکلز موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کردیتے ہیں۔ اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھالیا جائے، کھانے والے برتن میں ہاتھ داخل کردیئے جائیں، کلی کرلی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم با آسانی ہمارے کھانے، منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جاسکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کرسکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جارہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہوسکیں۔

جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنالیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہوجاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہوجاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر ہاتھ دھونے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہوجاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے مَل مَل کر دھوتے تھے۔ چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں اور بعض جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے اس لیے ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے صاف کرلینا ایک اہم سنت اور طبی و سائنسی اصول ہے۔ مٹی اعلی درجے کی "اینٹی سیپٹک" ہے حتی کہ اس میں کتے کے جراثیموں (جو کہ سب سے زیادہ قوی جراثیم ہوتے ہیں) کو بھی مار ڈالنے کی قوت و طاقت موجود ہوتی ہے، اس لیے یہ عام جراثیموں کو تو فوراً ہی ختم کردیتی ہے۔ (شیخ احمد دیدات کی کتاب، اسلامی نظامِ زندگی)

بَابُ السِّوَاكِ

باب: مسواک کرنا

مسواک کے سنت ہونے کا بیان

تمام علماء کرام کے نزدیک سنت ہے مگر حنفیہ کے نزدیک خاص طور پر وضو کے لیے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک وضو نماز کے وقت مسواک کرنا مسنون ہے، نیز نماز فجر اور نماز ظہر سے پہلے بھی مسواک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، مسواک کرنے میں بڑی خیر و برکت اور بہت فضیلت ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ مسواک کرنے کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہوئی ہیں، پھر نہ صرف یہ کہ مسواک کرنا ثواب کا باعث ہے بلکہ اس سے جسمانی طور پر بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں چنانچہ مسواک کرنے

[illegible]

[illegible]

ہے اور البتہ [illegible] جاتے ہیں۔

ویسے تو ہر حال میں مسواک کرنا مستحب اور بہتر ہے مگر پانچ حالتوں میں اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے مثلاً وضو کرنے کے وقت، قرآن شریف پڑھنے کے لئے، دانتوں پر زردی اور میل چڑھ جانے کے وقت اور سو کے اٹھنے پر، نیز بھوک لگنے یا بدبو دار چیز کھانے کے سبب منہ کا مزہ بگڑ جانے کی حالت میں مسواک زیادہ مستحب اور اولیٰ ہے۔ مسواک کرنے کے کچھ آداب و طریقے ہیں چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ کسی مجلس و مجمع میں اس طرح مسواک کرنا کہ منہ سے رال ٹپکتی ہو مکروہ ہے خصوصاً علماء اور بزرگوں کے قریب اس طرح مسواک کرنا مناسب نہیں ہے۔ مسواک کڑوے درخت مثلاً نیم وغیرہ کی ہونی چاہئے، پیلو کے درخت کی مسواک زیادہ بہتر ہے چنانچہ احادیث میں بھی پیلو کی مسواک کا ذکر آیا ہے۔

حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ پیلو کی مسواک کی جائے مسواک کا سرا چھنگلیا کی طرف ہونا چاہئے اور مسواک کی لمبائی ایک بالشت کے برابر ہونی چاہئے، مسواک دانتوں کی چوڑائی پر کرنی چاہئے لمبائی پر مسواک نہ کی جائے کیونکہ اس طرح مسواک کرنے سے مسوڑھے چھل جاتے ہیں۔

مسواک کرنے کے وقت کے بارے میں اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ جب وضو شروع کیا جائے تو کلی کے وقت مسواک کرنی چاہئے مگر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ وضو کرنے سے پہلے ہی مسواک کر لینی چاہئے، نیز مسواک کرنے میں مستحب ہے کہ مسواک دائیں طرف سے شروع کی جائے۔ اگر کسی آدمی کے پاس مسواک نہ ہو یا دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو ایسی حالت میں انگلی سے دانت یا مسوڑھوں کو صاف کرنا چاہئے یا اسی طرح مسواک کو نرم کرنے کے لئے اگر کوئی چیز نہ ملے اور ایسی شکل میں مسواک کرنا ممکن نہ ہو تو دانت کو ایسی چیزوں سے صاف کر لیا جائے جو منہ کی بدمزگی کو دور کر دیں جیسے موٹا کپڑا اور منجن وغیرہ یا صرف انگلی ہی سے صاف کر لے۔ (شرح مسلم نووی، کتاب طہارت، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسواک کی تاکید کرنے کا بیان

46 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:)

''اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اہل ایمان کو مشقت کا شکار کر دوں گا' تو میں انہیں عشاء کی نماز تاخیر سے ادا کرنے اور ہر نماز کے ہمراہ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

46- واخرجه مسلم (252)، والنسائي في "الكبرى" (3034)، وابن ماجه (690) من طريق سفيان بن عيينة، والبخاري (887)، والنسائي في "الكبرى" (6) من طريق مالك، كلاهما عن ابي الزناد، بهذا الاسناد. ورواية مالك مختصر بذكر السواك، وكذا رواية مسلم، ورواية ابن ماجه مختصر بذكر العشاء. واخرجه مختصر بذكر السواك البخاري (7240) من طريق جعفر بن ربيعة، عن الاعرج، به. واخرجه ابن ماجه (287) مختصر بذكر السواك، و (691) مختصر بذكر العشاء من طريق سعيد المقبري، عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7339)، و "صحيح ابن حبان" (1068). وانظر ما بعده.

شرح

عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب اور بڑی فضیلت کی بات ہے اسی طرف یہ حدیث اشارہ کررہی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری امت دشواری میں مبتلا ہوجائے گی تو میں یہ فرض قرار دیتا کہ تمام مسلمان عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھا کریں" اب تاخیر کی حد کیا ہے؟

اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ تہائی یا آدھی رات تک عشاء کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ دوسری بات آپ ﷺ مسواک کے بارے میں فرمارہے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں بھی تنگی ومشکلات کا خوف نہ ہوتا تو اس بات کا اعلان کردیتا کہ ہر نماز کے وقت یعنی ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنا فرض ہے۔

لیکن آپ ﷺ چونکہ امت کے حق میں سراپا رحمت وشفقت ہیں اس لئے آپ نے ان چیزوں کو فرض کا درجہ نہیں دیا کہ فرض ہونے کی شکل میں مسلمان تنگی اور تساہلی کی بناء پر ان فرائض پر عمل نہیں کرسکیں گے نتیجے کے طور پر گناہ گار ہوں گے، لہٰذا ان کو صرف مستحب ہی قرار دیا کہ اگر کوئی آدمی ان پر عمل نہ کرے اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور کوئی اللہ کا بندہ اس پر عمل پیرا ہوجائے تو یہ اس کے حق میں سراسر سعادت ونیک بختی کی بات ہوگی۔

مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھنے کا بیان

47- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَرَأَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ، وَإِنَّ السِّوَاكَ مِنْ أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أُذُنِ الْكَاتِبِ، فَكُلَّمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اسْتَاكَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی اُمت کو مشقت کا شکار کردوں گا' تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا"۔

ابوسلمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان کی مسواک ان کے کان میں اس جگہ رکھی ہوتی تھی جہاں کاتب کان پر قلم رکھتے ہیں وہ جب بھی نماز کے لئے اٹھتے تھے' تو مسواک کرلیتے تھے۔

مسواک بستر وغیرہ پر رکھنے کا بیان

حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ سرورِ کونین ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) جب کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا تو (اپنے دل میں یا اپنے بعض احباب سے کہا) کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ (جب تہجد کے لئے اٹھیں گے تو آپ ﷺ) کو میں نماز کے وقت دیکھتا رہوں گا تا کہ میں آپ ﷺ کے افعال دیکھوں (اور پھر اسی

(اور کچھ دیر آرام کے مطابق عمل کروں) چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کہ جسے عتمہ فرماتے ہیں پڑھ لی تو لیٹ گئے (اور کچھ دیر آرام کیا، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ آیت (ربنا ما خلقت ھذا باطلا) 3۔آل عمران: 191) پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت تک پہنچے (اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۱۹٤) 3۔ال عمران: 194) بے شک تو وعدے سے پھرا نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں سے مسواک نکالی، اس کے بعد ایک چھاگل میں سے جو آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھی (وضو کرنے یا مسواک تر کرنے کے لئے) پیالہ میں پانی نکالا پھر مسواک کرنے کے بعد (وضو کر کے یا پہلے کے وضو کے ساتھ نماز پڑھنے) کھڑے ہوئے اور (جب) آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی، میں نے (دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ سوئے تھے اتنی ہی دیر اب آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی اتنی ہی دیر سوئے، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اب کیا یعنی مسواک وغیرہ کی اور جو کچھ (یعنی آیت مذکورہ) پہلے پڑھا تھا وہی اب پڑھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ کیا۔"

(سنن نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1183)

آیت پڑھنے کے سلسلے میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات کو مذکورہ آیت (اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۱۹٤) 3۔ال عمران: 194) تک ہی پڑھی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے یہ آیتیں آخر سورت تک پڑھی ہوں گی مگر سننے والے نے آیت (اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۱۹٤) 3۔ال عمران: 194) کے بعد کی آیتیں نہیں سنی ہوں گی۔ اسی طرح اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تطبیق بھی پیدا ہو جائے گی جس سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر سورت تک تلاوت کی تھی۔

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنے کا بیان

48 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا، وَغَيْرَ طَاهِرٍ، عَمَّ ذَاكَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَتْنِيهِ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي عَامِرٍ، حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، طَاهِرًا وَغَيْرَ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، أُمِرَ بِالسِّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً، فَكَانَ لَا يَدَعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

⊛⊛ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے عبداللہ سے دریافت کیا۔ کیا آپ نے بات دیکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے خواہ وہ پہلے سے باوضو ہوں یا نہ ہوں۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ تو انہوں نے بتایا: سیدہ اسماء بنت زید نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو یہ بات بتائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا خواہ آپ ﷺ باوضو ہوں یا بے وضو ہوں جب یہ بات

آپ ﷺ کے لئے دشواری کا باعث بنی تو آپ ﷺ کو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سمجھتے تھے کہ ان میں یہ قوت ہے "تو وہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا نہیں چھوڑتے تھے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم بن سعد نے یہ روایت محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس میں (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے کا نام) عبیداللہ ذکر کیا ہے۔

حالت وصال اور مسواک کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے جن انعامات سے مجھے خصوصی طور پر نوازا ان میں سے یہ بھی کہ رسول کریم ﷺ نے میرے گھر میں اور میری باری کے دن وفات پائی، آپ ﷺ نے میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کی اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا (جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کے ان آخری لمحات میں میرے عزیز بھائی عبدالرحمن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ جب میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول کریم ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی نظر (بار بار) ان کی طرف (یعنی عبدالرحمن کی طرف یا یہ کہ ان کی مسواک کی طرف) اٹھ رہی ہے۔ میں یہ بات چونکہ جانتی تھی کہ آپ ﷺ (عام طور یا تبدیلی ذائقہ کے وقت خاص طور پر) مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ یہ مسواک آپ ﷺ کے لئے لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ہاں لے لو۔ میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مسواک لے کر آپ ﷺ کو دیدی۔ آپ ﷺ نے (مسواک کرنی چاہی تو اس کے سخت ہونے کی وجہ سے) دشواری محسوس کی، اب میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی آسانی کے لئے اس مسواک کو (اپنے دانتوں سے) نرم کروں؟ آپ ﷺ نے پھر سر کے اشارہ سے اجازت دی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ ﷺ نے وہ مسواک اپنے دانتوں پر پھیری (بالکل آخری لمحات اس طرح گذرے کہ اس وقت) آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا اس پانی میں آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے اور (بھگو کر) اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے اور فرماتے: لا الہ الا اللہ، موت کے وقت سختیاں ہیں پھر آپ ﷺ نے (دعا کے لئے یا آسمان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا شروع کیا: (اے اللہ مجھ کو رفیق اعلی میں شامل فرما! یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی اور آپ ﷺ کے دست مبارک نیچے گر پڑے۔"

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 558)

اور میری باری کے دن وفات پائی" کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ وفات کے دن تک مرض الموت کی پوری مدت میں میرے ہی گھر میں رہے لیکن میری مزید خوش بختی یہ رہی کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی وہ حساب کے اعتبار سے وہی دن تھا جس میں میرے ہاں قیام کی باری آتی جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جس دن آنحضرت ﷺ کے مرض الموت کی ابتداء ہوئی اس دن بھی آپ ﷺ حضرت عائشہ ہی کے ہاں تھے اور اس کے بعد جس دن درد سر اور بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو آپ ﷺ حضرت میمونہ کے ہاں تھے۔

میرے سینہ اور ہنسلی کے درمیان" کا مطلب یہ ہے کہ پاک روح نے جس وقت جسد اطہر سے پرواز کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے سینہ اور گردن سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ یہ بات حضرت عائشہ کے مقام محبوبیت اور کمال قرب وتعلق پر دلالت کرتی ہے حضرت عائشہ کا ارشاد طرق کثیرہ سے نقل کی گئی حاکم اور ابن سعد کی اس روایت: اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا" کے معارض نہیں ہے کیونکہ اول تو ان دونوں نے جن طرق کثیرہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے ان میں سے کوئی بھی طریق سند ایسا نہیں ہے جو کسی بھی طرح کی ایک خرابی سے خالی نہ ہو دوسرے یہ کہ اگر ان طرق کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس روایت کی تاویل یہ کی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں وفات سے پہلے تھا۔ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کو جمع کر دیا تھا" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن کی مسواک اپنے منہ میں لے کر کرنی چاہی اور اس کے سخت ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشواری ہوئی تو پھر حضرت عائشہ نے اس مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نرم کی ہوئی مسواک اپنے دانتوں پر پھیری اس طرح دونوں کے لعاب دہن حضرت عائشہ کے منہ میں بھی جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں بھی پس حضرت عائشہ نے گویا یہ واضح کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لعاب دہن کی برکت حاصل ہونا یوں تو ہمیشہ میرے لئے بڑی نعمت رہا لیکن عین وفات کے وقت اس لعاب دہن کی برکت کا حصول تو میرے لئے بہت بڑی نعمت تھی کیونکہ وہ وقت تمام برکتوں اور سعادتوں کا منتہائے آخر تھا یا اس جملہ کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی برکت مجھے اسی وقت حاصل ہوئی اس سے قبل اور کبھی یہ نعمت مجھے حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اور بھگو کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے" اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج مبارک پر حرارت کا بہت غلبہ تھا اور بھیگا ہوا ہاتھ چہرہ پر پھیر لینے سے ایک گونہ تسکین مل جاتی تھی لیکن اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے عجز اور عبودیت کا اظہار کا اشارہ بھی تھا اور اس سے یہ بات بھی نکلی کہ سکرات الموت کے وقت یہ عمل ہر مریض کو اختیار کرنا چاہے اور اگر خود مریض اس پر قادر نہ ہو تو تیمارداروں کو چاہئے کہ وہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے پانی میں ہاتھ تر کر کے مریض کے چہرے پر پھیریں یا اس کے حلق میں پانی ٹپکائیں کیونکہ اس سے کرب میں تخفیف ہوتی ہے بلکہ اگر حاجت شدید ہو تو پھر پانی ٹپکانا واجب ہوتا ہے۔

سکرات الموت سے پناہ مانگنا اور جان بہ لب مریض کے لئے ان سختیوں میں آسانی کی دعا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزع کے وقت دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس رکھے ہوئے پانی کے پیالہ میں اپنا ہاتھ تر کر کے چہرہ مبارک پر پھیرتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر یہ دعا جاری تھی، لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات۔ ایک روایت میں سکرات الموت کے بجائے منکرات الموت کے الفاظ ہیں، مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے کہ: الٰہی موت کی ان سختیوں کے وقت میری مدد فرما! مجھ کو رفیق اعلیٰ میں شامل فرما" رفیق" اسم جنس ہے کہ اس کا اطلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہم اور بہت سوں پر بھی پس رفیق اعلیٰ" سے مراد انبیاء کرام ہیں جو اعلیٰ علیین میں پہنچ چکے ہیں، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اس دعا کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ (یعنی انبیاء کے ساتھ) صدیقین کے ساتھ شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ کہ وہی لوگ) اچھے رفیق ہیں) یا یہ کہ" رفیق اعلیٰ" سے مراد ملاء اعلیٰ اور عالم ملکوت یعنی آسمانوں میں رہنے والے

فرشتے وغیرہ ہیں۔

اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ "رفیق اعلیٰ" سے مراد اللہ رب العزت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بھی "رفیق" کا اطلاق منقول ہے جیسے ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ چاہے آپ ﷺ (ابھی دن اور دنیا میں رہنا پسند کرلیں چاہے اس کے پاس (بارگاہِ حق میں) پہنچ جائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اخترت الرفیق الاعلیٰ (میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا)

بَابُ كَيْفَ يَسْتَاكُ

باب: مسواک کیسے کی جائے گی

۴۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَرَأَيْتُهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: إِهْ إِهْ يَعْنِي يَتَهَوَّعُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ

۞ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ ﷺ سے سواری کے لئے جانور مانگیں، تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی زبان پر مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ مسواک کررہے تھے۔ آپ ﷺ نے مسواک اپنی زبان کے ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور آپ اُہ اُہ کی آواز نکال رہے تھے یعنی یوں جیسے آپ کو قے آرہی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد بیان کرتے ہیں: یہ حدیث طویل ہے جسے انہوں نے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔

مسواک کے استعمال کے محل کا بیان

علامہ شیخ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں۔

مسواک کے استعمال کا وقت قبل وضو ہے۔ ایسا ہی روضۃ الناطفی اور بدائع میں ہے اور زاہدی نے اسے کفایۃ البیہقی، وسیلہ اور شفا سے نقل کیا ہے۔ اور اس پر کچھ شہادت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی کہ سرکار نے مسواک کی اور وضو کیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی۔ اور سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن یا رات میں جب بھی سو کر بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اور محیط، تحفۃ الفقہا، زاد الفقہا اور مبسوط شیخ الاسلام میں ہے کہ مسواک کا وقت کُلّی کرنے کی حالت میں ہے تا کہ صفائی مکمل

ہو جائے۔ اور طبرانی نے حضرت ایوب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو تین بار ناک میں پانی لے جاتے اور کلی کرتے اور انگلی منہ میں داخل کرتے۔ اس حدیث سے کچھ دلالت ہوتی ہے کہ مسواک کا وقت کلی کرنے کی حالت میں ہے اس لئے کہ انگلی استعمال کرنا مسواک استعمال کرنے کا بدل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں مشغولی اسی وقت ہو جس وقت اصل میں مشغولیت ہوتی۔ (حلیۃ الحلی شرح منیۃ المصلی، کتاب طہارت، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَاكُ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی مسواک کے ذریعے مسواک کرنا

50 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنُّ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَأُوحِيَ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السِّوَاكِ، أَنْ كَبِّرْ أَعْطِ السِّوَاكَ أَكْبَرَهُمَا. قَالَ أَحْمَدُ هُوَ ابْنُ حَزْمٍ: قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی موجود تھے جن میں سے ایک دوسرے سے عمر میں بڑا تھا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بات وحی کی گئی کہ بچ جانے والی مسواک بڑی عمر کے شخص کو دیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مسواک ان میں سے اس شخص کو دی جو بڑی عمر کا تھا۔

بڑی عمر کے شخص کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، کہ یارسول اللہ! کون سا آدمی بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر اس شخص نے پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور برے عمل ہوں۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1211)

حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ حکم اغلب کے اعتبار سے ہے یعنی اچھے یا برے عمل زیادہ ہوں گے تو وہ شخص یا برا قرار پائے گا اور اگر اچھے اور برے عمل دونوں برابر ہوں گے تو پھر وہ ایک وجہ سے تو اچھا کہلائے گا اور ایک وجہ سے برا، اگرچہ اس بات کا ثابت ہونا نادر ہے۔

حضرت عبید بن ابی خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا تھا (یعنی ان دونوں کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، بھائی بھائی بنا دیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا (یعنی جہاد میں شہید ہو گیا) اور اس کی شہادت کے ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد دوسرا شخص بھی صاحب فراش ہو کر فوت ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی اور جب وہ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے مرحوم کی جو نماز جنازہ پڑھی ہے اس میں تم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہا ہے (یعنی تم نے نماز جنازہ میں مرحوم کے لئے کیا دعا کی ہے؟) صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحمت نازل

برے اور اس کو اس کے (شہید ہو جانے والے) ساتھی کے پاس جنت کے اعلیٰ درجہ میں پہنچا دے جیسا کہ وہ دونوں اس دنیا میں اتفاق و اتحاد کے ساتھ اور یکجا رہتے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ تو پھر اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کی نماز کے بعد کے دنوں میں پڑھی تھی اور اس کے ان اعمال کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے ساتھی کے اعمال کے بعد (کے دنوں میں) کئے تھے۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے ان روزوں کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے اس ساتھی کے روزوں کے بعد کے دنوں میں رکھے تھے؟ (یعنی تم نے مرحوم کے حق میں جو یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اس بھائی و ساتھی کے پاس جنت میں پہنچائے جو شہید ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گمان میں اس شخص کا درجہ و مرتبہ اپنے اس شہید بھائی کے درجہ و مرتبہ سے کم ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر بتاؤ کہ اس مرحوم کی وہ نمازیں و روزے اور وہ دوسرے اچھے اعمال اور ان کا اجر و ثواب کہاں جائے گا جو اس نے اپنے بھائی کے انتقال کے بعد کے دنوں میں کئے ہیں، بلاشبہ جنت کے اندر اور قرب الٰہی میں دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1212)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص اپنے ساتھی کی شہادت کے بعد جتنے زائد دنوں تک زندہ رہا اور ان دنوں میں اس نے جو عبادات و اعمال صالحہ کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اپنے شہید بھائی و ساتھی کے مرتبہ سے بھی بلند ہو گیا ہے۔ اس موقع پر بجا طور پر یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ بعد میں وفات پانے والا مذکورہ شخص محض ان عبادات و اعمال کی وجہ سے کہ جو اس نے ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے، اس شخص پر فضیلت کیسے پا سکتا ہے جو اس سے پہلے میدان جنگ میں شہید ہو گیا تھا اور جب کہ اس نے اللہ کی راہ میں اور دین حق کی سربلندی کی خاطر شہادت کا درجہ پایا اور جام شہادت بھی اس نے اس زمانہ میں نوش کیا جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما تھے، اسلام اپنے ابتدائی زمانہ کے نہایت پر آشوب حالات سے گزر رہا تھا اور دین کے مددگاروں کی کمی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو پہلے شخص (شہید) کے مقابلہ زیادہ افضل قرار دینا محض اس کے ان اعمال کی وجہ سے نہیں ہے جو اس نے اس ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ شخص بھی اسلامی لشکر ہی کا ایک فرد تھا اور اللہ کی راہ میں مرابط کے فرائض انجام دیا کرتا تھا نیز میدان جنگ میں شہید ہونے کی صادق نیت رکھتا تھا، لہٰذا اس نیت کا یہ پھل اس کو ملا کہ اس کو گویا شہادت کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کا ہم مرتبہ ہو گیا اور پھر اس نے اس ساتھی کی شہادت کے بعد کے دنوں میں جو نیک اعمال کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک کرنے کا بیان

51- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: لِعَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسِّوَاكِ

❁❁ مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: مسواک۔

بَابُ غَسْلِ السِّوَاكِ

باب: مسواک کو دھو لینا

52 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ الْحَاسِبُ، حَدَّثَنِي كَثِيرٌ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ، فَيُعْطِينِي السِّوَاكَ لِأَغْسِلَهُ، فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ، ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَدْفَعُهُ إِلَيْهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر کے وہ مسواک مجھے دے دیتے تھے تاکہ میں اسے دھو دوں لیکن میں پہلے وہ مسواک خود کرتی تھی پھر اسے دھو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تھی۔

مسواک کے آداب کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھو لے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہیے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے اسی لئے پاخانہ میں تھوکنے کو علمانے نامناسب لکھا ہے۔ (درمختار و شامی، کتاب طہارت، بیروت)

دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑنا مستحب ہے کہ چھنگلیاں نیچے اور انگوٹھا برابر میں اور باقی تین انگلیاں اوپر رہیں۔ مٹھی باندھ کر نہ پکڑیں تین مرتبہ مسواک کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا چاہیے۔ اول اوپر کے دانتوں پر داہنی طرف سے ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائیں اور پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں میں ملیں۔ اس طرح تین بار کریں اور ہر بار دھو لیں۔ زبان اور تالو بھی صاف کریں۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھرائیں یعنی منہ کی لمبائی میں پھرائیں۔ دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں کیونکہ اس سے مسوڑھوں کی جڑوں کے چھلنے اور خون نکلنے کا اندیشہ ہے۔ مسواک کو دھو کر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھو کر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ یوں ہی لٹا کر نہ رکھیں۔ مسواک کا وقت وضو سے پہلے یا کلی کے وقت ہے۔ اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے دانتوں کو ملنا مستحب ہے یا موٹے کپڑے سے دانت صاف کر لیں کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔

بَابُ السِّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ

باب: مسواک کرنا فطرت میں سے ہے

دس چیزوں کا فطرت سے ہونے کا بیان

53 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ

عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ - يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ بِالْمَاءِ - . قَالَ زَكَرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ

⊙⊙ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں۔ مونچھیں چھوٹی کرنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کو دھونا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، زیرناف بال مونڈھنا اور پانی استعمال کرنا یعنی پانی کے ذریعے استنجاء کرنا''۔

زکریا بیان کرتے ہیں: مصعب نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: دسویں بات میں بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہوگی۔

شرح

اس حدیث میں جن دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ تمام چیزیں پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں سنت تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت یعنی دین اسلام میں بھی سنت ہیں چنانچہ اکثر علماء کرام کے نزدیک فطرت کے یہی معنی ہیں، دوسری شروحات میں اس کے علاوہ علماء کے دوسرے اقوال بھی منقول ہیں لیکن طوالت کی بناء پر یہاں سب کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

پہلی چیز لبوں کے بال یعنی مونچھوں کا کتوانا ہے، اس سلسلہ میں مختار مسلک "یہی ہے مونچھیں کتروائی جائیں اور اس طرح کتروائی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ معلوم ہونے لگے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت یہ ہے کہ مونچھیں بھوؤں کی برابر رکھنی چاہئیں۔ البتہ غازیوں اور مجاہدوں کو زیادہ مونچھیں بھی رکھنی جائز ہے کیوں کہ زیادہ مونچھیں دشمن کی نظر میں دہشت کا باعث ہوتی ہیں اور اس سے ان پر رعب چھا جاتا ہے، مونچھوں کا زیادہ کتوانا کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہے یا بالکل منڈوانا مکروہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک حرام ہے مگر بعض علماء نے اسے سنت بھی کہا ہے۔

دوسری چیز داڑھی کا بڑھانا ہے، اس کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ داڑھی کی لمبائی ایک مٹھی کے برابر ہونا ضروری ہے اس سے کم نہ ہونا چاہئے اگر مٹھی سے زیادہ بھی ہو جائز ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے نہ بڑھ جائے۔

داڑھی کو منڈوانا یا پست کرنا حرام ہے کیونکہ یہ اکثر مشرکین مثلاً انگریز و ہندو کی وضع ہے، اسی طرح منڈی ہوئی یا پست داڑھی ان لوگوں کی وضع ہے جنہیں دین سے کوئی حصہ نصیب نہیں ہے کہ جن کا شمار " گروہ قلندری رند مشرب" میں ہوتا ہے۔ داڑھی کے بال ایک مٹھی کے برابر چھوڑنا واجب ہے اسے سنت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسے نماز عید کو سنت فرماتے ہیں حالانکہ عید واجب ہے۔ اگر لمبائی یا چوڑائی میں کچھ بال آگے بڑھ کر بے ترتیب ہو جائیں تو ان کو کتروا کر برابر کرنا جائز ہے،

53- الصحیح رفعه، وهذا اسناد ضعیف لضعف مصعب بن شیبة، وقد انفرد برفعه، وباقی رجاله ثقات. واخرجه مسلم (261) فی الشواهد، والترمذی (2961)، والنسائی فی "الکبری" (9241)، وابن ماجه (293) من طریقین عن زکریا بن ابی زائدة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (25060). واخرجه النسائی فی "المجتبی" (5041) من طریق سلیمان التیمی، و (5042) من طریق جعفر بن ایاس ابی بشر، کلاهما عن طلق بن حبیب قوله. وقال النسائی: حدیث سلیمان التیمی وجعفر بن ایاس اشبه بالصواب من حدیث مصعب بن شیبة، ومصعب منکر الحدیث. وقال الدارقطنی فی "العلل" /5 الورقة 24: وهما اثبت من مصعب بن شیبة واصح حدیثاً. وقال ابن حجر فی "التخلیص"، /1 77: وهو معلول.

لیکن بہتر یہ ہے کہ انہیں بھی نہ کتروایا جائے، اگر کسی عورت کی داڑھی نکل آئے تو اسے صاف کر ڈالنا مستحب ہے۔

تیسری چیز مسواک کرنا ہے، اس کے متعلق پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مسواک کرنا بالاتفاق علماء کرام کے نزدیک سنت ہے، بلکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اسے واجب کہا ہے۔ حضرت شاہ اسحٰق نے اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی آدمی مسواک کو قصداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوگی۔

چوتھی چیز ناک میں پانی دینا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وضو کے لیے ناک میں پانی دینا مستحب ہے اور غسل کے لئے ناک میں پانی دینا فرض ہے یہی حکم کلی کا بھی ہے کہ وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔

پانچویں چیز ناخن کا کتوانا ہے، ناخن کسی طرح بھی کتوائے جائیں اصل سنت ادا ہو جائے گی لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ناخن کتوانے کے وقت یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے ناخن کتوائے جائیں اس کے بعد بیچ کی انگلی کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی کے پھر چھنگلیا کے پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کتوائے جائیں، اس کے بعد بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن اس طرح کتوائے جائیں کہ سب سے پہلے چھنگلیا کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی اس کے بعد بیچ کی انگلی اس کے بعد شہادت کی انگلی اور پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کتوائے جائیں۔

بعض علماء کرام نے یہ طریقہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ناخن کتوانا شروع کرے اور چھنگلیا پر پہنچ کر روک دے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کرے اور اس کے انگوٹھے تک پہنچ کر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کر دے۔ اسی طرح پیر کے ناخن اس طرح کتوانا چاہئے کہ پہلے دائیں پیر کی چھنگلیا سے کتوانا شروع کرے اور آخر میں بائیں پیر کی چھنگلیا پر لے جا کر ختم کرے بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن کتروانا مستحب ہے، کچھ حضرات نے ناخن کتوا کر ان کو زمین میں دفن کر دینے کو بھی مستحب لکھا ہے، اگر ناخن پھینک دیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ان کو پاخانہ میں یا غسل کی جگہ میں پھینکنا مکروہ ہے۔

چھٹی چیز براجم یعنی جوڑوں کی جگہ کو دھونا ہے، براجم فرماتے ہیں انگلیوں کی گانٹھوں (جوڑوں) کو اور اس کی اوپر کی کھال کو جو چنٹ دار ہوتی ہے اس میں اکثر میل جمع ہوتا ہے۔

خصوصاً جو لوگ ہاتھ سے کام کاج زیادہ کرتے ہیں ان کی انگلیاں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں میل جم جاتا ہے، لہٰذا ان کو دھونے کی تاکید فرمائی جا رہی ہے، اسی طرح بدن کے وہ اعضاء جن میں میل جم جانے کا گمان ہو جیسے کان، بغل، ناف ان کو بھی دھونے کا یہی حکم ہے۔

ساتویں چیز بغل کے بالوں کو صاف کرنا ہے، اس سلسلہ میں نتف استعمال فرمایا گیا ہے، نتف بال اکھاڑنے کو فرماتے ہیں، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ بغل کے بالوں کو منڈوانا سنت نہیں ہے بلکہ ان کو ہاتھ سے اکھاڑنا سنت ہے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ بغل کے بالوں کو ہاتھ سے اکھاڑنا اس آدمی کے لیے افضل ہے جو اس کی تکلیف کو برداشت کر سکتا ہو، ویسے بغل کے بالوں کا منڈوانا یا نورے سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔

آٹھویں چیز زیر ناف بالوں کو مونڈنا ہے، یہ بھی سنت ہے زیر ناف بال، اگر منڈانے کی بجائے اکھاڑے جائیں، یا نورے

صاف کئے جائیں تو بھی ان کے حکم میں شامل ہوں گے مگر قینچی سے کاٹنے میں سنت ادا نہیں ہوتی۔ مقعد (پاخانہ کے مقام) کے گرد جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی صاف کرنا مستحب ہوتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زیر ناف بالوں نورے (نورہ ایک خاص مرکب چیز کو فرماتے ہیں جو ہڑتال اور چونے سے ملا کر بنائی جاتی تھی جس سے بال اڑ جاتے ہیں)۔ سے صاف کیا کرتے تھے واللہ اعلم۔

عورتوں کو زیر ناف بال اکھاڑنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے خاوند کو رغبت زیادہ ہوتی ہے، نیز عورت کے اندر چونکہ خواہشات نفسانی اور شہوت ننانوے حصہ ہوتی ہے اور مرد میں صرف ایک حصہ ہوتی ہے اور یہ طے ہے کہ زیر ناف بال اکھاڑنے سے شہوت کم ہوتی ہے اور مونڈنے سے قوی ہوتی ہے، لہٰذا عورت کے مناسب حال یہی ہے کہ وہ بال اکھاڑے اور مرد کے مناسب حال یہ ہے کہ وہ مونڈے۔ زیر ناف بال مونڈنے، بغل کے بال اکھاڑنے، مونچھیں کتروانے اور ناخن کٹوانے کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہونی چاہئے، چالیس دن کے اندر اندر ان کو صاف کر لینا چاہئے اس سے زیادہ مدت تک انہیں چھوڑے رکھنا مکروہ ہے۔

نویں چیز پانی کا کم کرنا یعنی پاکی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ انتقاص الماء کے دو مطلب ہیں ایک تو یہی جو راوی نے بیان کئے ہیں یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چونکہ استنجاء کرنے میں پانی خرچ ہوتا ہے اور کم ہو جاتا ہے اس لئے اس انتقاص الماء (پانی کا کم کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے معنی یہ کہ پانی کے استعمال یعنی استنجاء کرنے کی بناء پر پیشاب کو کم کرنا، مطلب یہ ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کی وجہ سے پیشاب کے قطرے رک جاتے ہیں اس طرح پیشاب میں کمی ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں انتقاص کی جگہ لفظ انتقاض آیا ہے اس کے معنی ہیں ستر کے اوپر پانی چھڑکنا جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے، بہرحال یہ دونوں چیزیں بھی سنت ہیں۔ ختنہ چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے اگر کسی شہر کے تمام لوگ ختنہ ترک کر دیں تو امام وقت کو ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے تا آنکہ وہ لوگ اس اسلامی شعار کو اختیار کر لیں جیسے آذان کے بارے میں حکم ہے۔ ختنہ کرنے کی عمر اور وقت کے تعین میں علماء کے یہاں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کر دینا چاہئے جیسے عقیقہ ساتویں دن ہوتا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک سال اور بعض کے نزدیک نو سال کی مدت ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے، جب چاہے ختنہ کر دیا جائے، گویا بالغ ہونے سے پہلے پہلے جب بھی وقت اور موقع ہو ختنہ کرایا جا سکتا ہے، امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں بلوغ سے پہلے کی شرط بطور خاص ہے کیونکہ ختنہ کرنا سنت ہے اور بالغ ہونے کے بعد ستر چھپانا واجب ہے اس لئے اگر کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ایک سنت کو ادا کرنے کے لئے واجب کو ترک کر دیا حالانکہ سنت کی ادائیگی کے لئے واجب کو ترک کر دینا جائز نہیں۔

فطرت کی بعض اشیاء کا بیان

54 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، وَقَالَ دَاوُدُ: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةَ، وَالِاسْتِنْشَاقَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ

يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ. وَزَادَ وَالْخِتَانَ. قَالَ: وَالِانْتِضَاحَ وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ- يَعْنِي الِاسْتِنْجَاءَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَالَ: خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ، وَذَكَرَ فِيهَا الْفَرْقَ

وَلَمْ يَذْكُرْ إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ نَحْوُ حَدِيثِ حَمَّادٍ. عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، وَمُجَاهِدٍ. وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

الْمُزَنِيِّ قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ

وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ. نَحْوَهُ وَذَكَرَ: إِعْفَاءَ اللِّحْيَةِ. وَالْخِتَانَ

... حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"بے شک کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فطرت کا حصہ ہیں"۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے' تاہم انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا اور یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں "ختنہ کرنا" اور انہوں نے لفظ انتضاح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لفظ انتقاص الماء یعنی استنجاء کرنا نقل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

"پانچ چیزیں ہیں وہ تمام سر میں ہیں"۔

اس میں انہوں نے مانگ نکالنے کا ذکر کیا ہے اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت ایک اور سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ مزنی کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور پر منقول ہے اور انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن عبداللہ نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

ابراہیم نخعی نے بھی اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے داڑھی بڑھانے اور ختنہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

مسواک کر کے پڑھی نماز کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی گئی (یعنی وضو کے وقت) اس نماز پر جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی ستر درجے کی فضیلت رکھتی ہے۔

(منتقی مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 366)

اس حدیث سے بھی مسواک کی فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے کہ مسواک کی وجہ سے نماز کے مراتب و درجات کی کمی بیشی ہوتی ہے، چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی آدمی نے ایک نماز تو اس طرح پڑھی کہ اس نے اس نماز کے لئے وضو کے وقت مسواک اور ایک

نماز اس طرح پڑھی کہ اس کے لئے وضو کے وقت مسواک نہیں کی تو پہلے نماز جس کے لئے مسواک کی گئی ہے اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی فضیلت اور ثواب کی زیادتی ستر درجہ زیادہ ہوگی" گویا دوسری نماز کے مقابلہ میں پہلی نماز کا ثواب ستر گنا زیادہ مل گیا۔

بَابُ السِّوَاكِ لِمَنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

باب: جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اس کا مسواک کرنا

55 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، وَحُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ

❀❀ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وقت (نیند سے بیدار ہوکر) اٹھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ کو مسواک کے ذریعے صاف کرتے تھے۔

56 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوضَعُ لَهُ وَضُوءُهُ وَسِوَاكُهُ، فَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ تَخَلَّى ثُمَّ اسْتَاكَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپ رات کے وقت اٹھتے تھے' تو قضائے حاجت کرتے تھے اور پھر مسواک کرتے تھے۔

57 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات میں' یا دن میں جب بھی سوکر اٹھتے تھے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

58 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مِنْ مَنَامِهِ، أَتَى طَهُورَهُ فَأَخَذَ سِوَاكَهُ فَاسْتَاكَ. ثُمَّ تَلَا هَذِهِ

55- اسناده صحيح. سفيان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وحصين: هو ابن عبد الرحمن السلمي، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة. واخرجه البخاري (245) و (889) و (1136)، ومسلم (255)، والنسائي في "الكبرى"، وابن ماجه (286) من طرق عن ابي وائل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (23242)، و "صحيح ابن حبان" (1072).

57- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف علي بن زيد- وهو ابن جدعان- وجهالة ام محمد- وهي امراة زيد بن جدعان يقال: اسمها امية، ويقال: امنة-، وباقي رجاله ثقات. همام: هو ابن يحيى العوذي. واخرجه ابن سعد في "الطبقات" 1/483، وابن ابي شيبة 1/169، واحمد (24900)، واسحاق بن راهويه (1401)، والطبراني في "الاوسط" (3557)، و (6843)، والبيهقي 1/ 39 من طريق همام، بهذا الاسناد. وللشاهد من حديث ابن عمر عند احمد (5979) بسند حسن ولفظه كان لاينام الاوالسواك عنده، فاذا استيقظ بدا بالسواك.

الْآيَاتِ: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) حَتّٰى قَارَبَ أَنْ يَخْتِمَ السُّورَةَ - أَوْ خَتَمَهَا - ثُمَّ تَوَضَّأَ فَأَتٰى مُصَلَّاهُ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى فِرَاشِهِ فَنَامَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلٰى فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ كُلُّ ذٰلِكَ، يَسْتَاكُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ، وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ) حَتّٰى خَتَمَ السُّورَةَ

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ٹھہر گیا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کے پانی کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسواک لے کر مسواک کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت کیں۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں''۔

یہاں تک قریب تھا کہ آپ اس سورت کو ختم کر دیتے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو ختم کر دیا (یعنی اسے سورت کے آخر تک پڑھا) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز کی مخصوص جگہ پر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت ادا کیں' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر کی طرف واپس گئے اور سو گئے جتنا اللہ کو منظور تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر کی طرف واپس تشریف لائے اور سو گئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تھے اور دو رکعت ادا کرتے تھے' پھر آپ نے وتر ادا کر لیے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن فضیل نے یہ روایت حصین سے نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اور وضو کیا اور یہ پڑھا''۔

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں'' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو مکمل پڑھا۔

بَابُ فَرْضِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کے فرائض

وضو کے چار فرائض کا بیان

طہارت کے فرائض تین اعضاء کو دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے اور فرائض غسل میں ہمارے تینوں علماء علیہم الرحمہ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے میں شامل ہیں جبکہ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے (چوتھا فرض) اور وہ چیز جو سر کا مسح کرنے میں فرض قرار دی گئی ہے۔ وہ ماتھا یعنی پیشانی کی مقدار ہے اور وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے۔ جس طرح حدیث پاک میں ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر تشریف

لائے تو پیشاب فرمایا اور وضو فرمایا اور سر پر پیشانی کی مقدار اور اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔ (قدوری)

چوتھائی کے سر مسح پر احناف کی دلیل حدیث کا بیان

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمَعَكَ مَاءٌ فَأَتَيْتُهُ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا۔

محمد بن عبداللہ بن بزیع، یزید بن زریع، حمید طویل، بکر بن عبداللہ مزنی، عروہ بن مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں ایک سفر میں پیچھے رہ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تیرے پاس پانی ہے تو میں پانی کا برتن لایا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں ہتھیلیوں اور اپنے چہرہ مبارک کو دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلائیوں کو دھونے کا ارادہ فرمایا جبہ کی آستین تنگ ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو جبہ کے نیچے سے نکالا اور جبہ کو اپنے کندھوں پر ڈال دیا اور دونوں کلائیوں کو دھویا اور اپنی پیشانی اور عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں تک پہنچ گئے اور وہ نماز میں کھڑے ہو چکے تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کو نماز کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے پس جب انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی کھڑا ہوا اور ہم نے اپنی فوت شدہ رکعت ادا کی۔

تخریج الحدیث: صحیح البخاری - الوضوء ((180 صحیح البخاری - الوضوء ((200 صحیح البخاری - الوضوء ((203 صحیح البخاری - الصلاۃ ((356 صحیح البخاری - الصلاۃ ((381 صحیح البخاری - الجہاد والسیر ((2761 صحیح البخاری - المغازی ((4159 صحیح البخاری - اللباس ((5462 صحیح البخاری - اللباس ((5463 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 صحیح مسلم - الطہارۃ ((274 سنن الترمذی - الطہارۃ ((97 سنن الترمذی - الطہارۃ ((98 سنن الترمذی - الطہارۃ ((99 سنن الترمذی - الطہارۃ ((100 سنن النسائی - الطہارۃ ((79 سنن النسائی - الطہارۃ ((82 سنن النسائی - الطہارۃ ((109 سنن النسائی - الطہارۃ ((123 سنن النسائی - الطہارۃ ((124 سنن النسائی - الطہارۃ ((125 سنن

النسائی -الطہارۃ((125 سنن أبی داود -الطہارۃ((149 سنن أبی داود -الطہارۃ((150 سنن أبی داود -الطہارۃ((151 سنن أبی ... -الطہارۃ
((159 سنن ابن ماجہ -الطہارۃ وسننہا((389 سنن ابن ماجہ -الطہارۃ وسننہا((545 سنن ابن ماجہ -الطہارۃ وسننہا((550 مسند أحمد - أول مسند
الکوفیین((4/244 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/245 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/246 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/247 مسند أحمد -
أول مسند الکوفیین((4/248 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/249 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/250 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین
((4/251 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/252 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/253 مسند أحمد - أول مسند الکوفیین((4/254 موطأ مالک -
الطہارۃ((73 سنن الدارمی -الطہارۃ(713)

ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

(الی المرافق) سے مراد (مع المرافق) ہے، جیسے فرمان ہے آیت (وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا) 4۔النساء:2) یعنی یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کرو یہ بڑا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں، بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔

دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے، لوضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے شانے کو بھی وضو میں دھوئے کیونکہ بخاری مسلم میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضاؤں سے آئے گی پس تم میں سے جس سے وہ ہو سکے وہ اپنی چمک کو دور تک لے جائے صحیح مسلم میں ہے مومن کو وہاں تک زیور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا موقف اور دلیل

امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں کہ وضو کے اعضاء میں سے ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں اور پاؤں کے دھونے میں ٹخنے شامل نہیں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جس آیت سے وضو کے اعضاء کو دھونے کی فرضیت ثابت ہے اس میں "الی" حرف استعمال ہوا ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک۔ وہ اس مسئلہ کو روزے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے "ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ" (البقرہ،۱۸۷)

ترجمہ: پھر رات تک تم روزے کو پورا کرو۔

امام زفر فرماتے ہیں اس آیت میں "الی" کے ماقبل کا حکم "الی" کے مابعد یعنی روزے کا حکم رات کو شامل نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے حکم میں کہنیاں اور پاؤں کو دھونے کے حکم میں ٹخنوں کا دھونا شامل نہیں ہے۔ کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں سے ماقبل حکم غسل غایت ہے اور مابعد کا حکم مغیہ ہے لہذا غایت یہاں پر مغیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا موقف و دلیل

احناف ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام زفر کا آیت صوم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت صوم میں رات دن کی جنس سے نہیں ہے جبکہ کہنیاں اور ٹخنے یہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی جنس سے ہیں لہذا غایت وہاں مغیہ میں داخل نہ ہوگی جہاں وہ ماقبل کی

جنس سے نہ ہوگی اور اگر غایت ماقبل کی جنس سے ہوگی تو غایت مغیہ میں داخل ہوگی۔ لہٰذا دھونے کا حکم کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی شامل ہے۔ (الجوہرہ نیرہ)

ائمہ ثلاثہ کی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ غایت تو اس لئے یہاں مذکور ہے تا کہ اس غایت کے جو کچھ علاوہ ہے اس کو دھونے کے حکم سے ساقط کرے یعنی اگر ''الی المرافق'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل ہاتھ اور اسی طرح ''الی الکعبین'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل پاؤں دھونے پڑتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مکمل ہاتھوں کا دھونا یا پاؤں کا دھونا رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بطور حکم ثابت نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے موقف پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیت صوم میں لفظ ''صوم'' بمعنی امساک یعنی رکنا ہے اگر کوئی شخص ایک ساعت کیلئے بھی رک جائے تو اس پر صوم کا اطلاق درست ہے۔ جبکہ لفظ ''کعب'' اس ہڈی کا نام ہے جو ابھری ہوئی ہے اور اگر اس ہڈی کا کچھ حصہ دھویا جائے تو اس پر غسل کعب کا اطلاق نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام زفر جس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کہنیوں اور ٹخنوں کو حکم غسل سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا یہ قیاس کرنا درست ہی نہیں۔ کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان نہ تو علت مشترکہ پائی جا رہی ہے اور نہ درجہ اتم کوئی مناسبت پائی جا رہی ہے۔

پاؤں کو دھونے میں اسلاف فقہاء کے اختلاف کا بیان

اور (ارجلکم) لام کی زبر سے عطف ہے جو (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا) 5۔ المائدہ:6) پر ماتحت ہے دھونے کے حکم کے۔ ابن عباس یونہی پڑھتے تھے اور یہی فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عروہ، حضرت عطاء، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم، حضرت ضحاک، حضرت سدی، حضرت مقاتل بن حیان، حضرت زہری، حضرت ابراہیم تیمی وغیرہ کا یہی قول اور یہی قرأت ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پاؤں دھونے چاہئیں۔

پاؤں پر مسح کرنے والوں کے دلائل وجوابات کا بیان

آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے یعنی (وارجلکم) لام کے زیر سے اور اسی سے شیعہ نے اپنے اس قول کی دلیل لی ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے۔ بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں جن سے مسح کے قول کا وہم پڑتا ہے، چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے حضرت انس سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے اہواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھویا کرو عموماً پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے۔ پس تلوؤں کو اور پیروں کی پشت کو اور ایڑی کو خوب اچھی طرح دھویا کرو۔ حضرت انس نے جواباً کہا کہ اللہ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت (وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا) 5۔ المائدہ:6) اور حضرت انس کی عادت تھی کہ پیروں کا جب مسح کرتے انہیں بالکل بھگو لیا کرتے، آپ ہی سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے، ہاں حضور ﷺ کی سنت پیروں کا دھونا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا۔ حضرت قتادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم

میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔
ابن عمر، علقمہ، ابوجعفر، محمد بن علی اور ایک روایت میں حضرت حسن اور جابر بن زید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمہ اپنے پیروں پر مسح کرلیا کرتے تھے شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے، آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم تھا ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں پر مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرائیل پیروں کے دھونے کا حکم لائے ہیں آپ نے فرمایا جبرائیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ پس یہ سب آثار بالکل غریب ہیں۔
اور محمول ہیں اس امر پر کہ مراد مسح سے ان بزرگوں کی ہلکا دھونا ہے، کیونکہ سنت سے صاف ثابت ہے کہ پیروں کا دھونا واجب ہے، یا در ہے کہ زیر کی قرأت یا تو مجاورت اور تناسب کلام کی وجہ سے ہے جیسے عرب کا کلام جحر ضب خرب میں اور اللہ کے کلام آیت (عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْۤا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا) 76۔ الدھر: 21) میں لغت میں عرب میں پاس ہونے کی وجہ سے دونوں لفظوں کو ایک ہی اعراب دے دینا اکثر پایا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے اس کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب پیروں پر جرابیں ہوں بعض کہتے ہیں مراد مسح سے ہلکا دھولینا ہے جیسے کہ بعض رواجوں میں سنت سے ثابت ہے۔
الغرض پیروں کا دھونا فرض ہے جس کے بغیر وضو نہ ہوگا۔ آیت بھی یہی ہے اور احادیث میں بھی یہی ہے جیسے کہ اب ہم انہیں وارد کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ بیہقی میں ہے حضرت علی بن ابو طالب ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے پھر پانی منگوایا اور ایک چلو سے منہ کا، دونوں ہاتھوں سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمانے لگے کہ لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے جو کیا یہی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور فرمایا یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہوا ہو (بخاری)
شیعوں میں سے جن لوگوں نے پیروں کو مسح اسی طرح قرار دیا جس طرح جرابوں پر مسح کرتے ہیں ان لوگوں نے یقینا غلطی کی اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی خطا کار ہیں جو مسح اور دھونا دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے امام ابن جریر کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کی بنا پر پیروں کے دھونے کو اور آیت قرآنی کی بنا پر پیروں کے مسح کو فرض قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق بھی صحیح نہیں، تفسیر ابن جریر ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروں کو رگڑنا واجب ہے اور اعضاء میں یہ واجب نہیں کیونکہ پیر زمین کی مٹی وغیرہ سے رگڑتے رہتے ہیں تو ان کو دھونا ضروری ہے تاکہ جو کچھ لگا ہو ہٹ جائے لیکن اس رگڑنے کیلئے مسح کا لفظ لائے ہیں اور اسی سے بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسح اور غسل جمع کر دیا ہے حالانکہ دراصل اس کے کچھ معنی ہی نہیں ہوتے مسح تو غسل میں داخل ہے چاہے مقدم ہو چاہے مؤخر ہو پس حقیقتاً امام صاحب کا ارادہ یہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور اس کو نہ سمجھ کر اکثر فقہاء نے اسے مشکل جان لیا، میں نے مکرر غور و فکر کیا تو مجھ پر صاف طور سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امام صاحب دونوں قرأتوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں پس زیر کی قرأت یعنی مسح کو تو وہ محمول کرتے ہیں دلک پر یعنی اچھی طرح مل رگڑ کر صاف کرنے پر اور زبر کی قرأت کو غسل پر یعنی دھونے پر دلیل ہے ہی پس وہ دھونے اور ملنے

دونوں کو واجب کہتے ہیں تا کہ زیر اور زبر کی دونوں قرأت وں پر ایک ساتھ ہو جائے" اب ان احادیث کو سنئے جن میں پیروں کے دھونے کا اور پیروں کے دھونے کے ضروری ہونے کا ذکر ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان امیر المومنین حضرت علی بن ابوطالب حضرت ابن عباس حضرت معاویہ حضرت عبداللہ بن زید عاصم حضرت مقداد بن معدی کرب کی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنے پیروں کو دھویا، ایک بار یا دو بار یا تین بار، عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیر دھوئے پھر فرمایا یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ آئے تو ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے کیونکہ عصر کی نماز کا وقت کافی دیر سے ہو چکا تھا ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں پر چھوا چھوئی شروع کر دی تو آپ نے بہت بلند آواز سے فرمایا وضو کو کامل اور پورا کرو ایڑیوں کو خرابی ہے آگ سے نکلنے سے۔ ایک اور حدیث میں ہے ویل ہے ایڑیوں کیلئے اور تلووں کیلئے آگ سے۔ (بیہقی وحاکم)

اور روایت میں ہے ٹخنوں کو ویل ہے آگ سے (مسند امام احمد) ایک شخص کے پیر میں ایک درہم کے برابر جگہ بیدھلی دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کیلئے آگ سے (مسند)

سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر جن کی ایڑیوں پر اچھی طرح پانی نہیں پہنچا تھا اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہوگی،

مسند احمد میں بھی حضور ﷺ کے یہ الفاظ وارد ہیں۔ ابن جریر میں دو مرتبہ حضور ﷺ کا ان الفاظ کو کہنا وارد ہے راوی حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں پھر تو مسجد میں ایک بھی شریف و وضیع ایسا نہ رہا جو اپنی ایڑیوں کو بار بار دھو کر نہ دیکھتا ہو اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کی اڑی یا ٹخنے میں بقدر نیم درہم کے چمڑی خشک رہ گئی تھی تو یہی فرمایا پھر تو یہ حالت تھی کہ اگر ذرا سی جگہ پیر کی کسی خشک رہ جاتی تو وہ پورا وضو پھر سے کرتا، پس ان احادیث سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ پیر کا دھونا فرض ہے، اگر ان کا مسح فرض ہوتا تو ذرا سی جگہ کے خشک رہ جانے پر اللہ کے نبی ﷺ وعید سے اور وہ بھی جہنم کی آگ کی وعید سے نہ ڈراتے، اس لئے کہ مسح میں ذرا ذرا سی جگہ پر ہاتھ کا پہنچانا داخل ہی نہیں۔ بلکہ پھر تو پیر کے مسح کی وہی صورت ہوتی ہے جو پیر کے اوپر جراب ہونے کی صورت میں مسح کی صورت ہے۔

یہی چیز امام ابن جریر نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کا پیر کسی جگہ سے ناخن کے برابر دھلا نہیں خشک رہ گیا تو آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔ بیہقی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے، مسند میں ہے کہ ایک نمازی کو آپ نے نماز میں دیکھا کہ اس کے پیر میں بقدر درہم کے جگہ خشک رہ گئی ہے تو اسے وضو لوٹانے کا حکم کیا۔ حضرت عثمان سے حضور ﷺ کے وضو کا وضو کا طریقہ جو مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا۔

سنن میں ہے حضرت صبرہ نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وضو کامل اور اچھا کرو

انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی اچھی طرح دھو ہاں روزے کی حالت میں ہو تو اور بات ہے، مسند و مسلم وغیرہ میں ہے حضرت عمرو بن عنبسہ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ مجھے وضو کی بابت خبر دیجئے آپ نے فرمایا جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی دیتا ہے اس کے منہ سے نتھنوں سے پانی کے ساتھ ہی خطائیں جھڑ جاتی ہیں جبکہ وہ ناک جھاڑتا ہے پھر جب وہ منہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو اس کے منہ کی خطائیں داڑھی اور داڑھی کے بالوں سے پانی کے گرنے کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے کہنیوں سمیت تو اس کے ہاتھوں کو گناہ اس کی پوریوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، پھر وہ مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے پاؤں ٹخنوں سمیت حکم الٰہی کے مطابق دھوتا ہے تو انگلیوں سے پانی ٹپکنے کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں، پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے لائق جو حمد و ثنا ہے اسے بیان کر کے دو رکعت نماز جب ادا کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ تولد ہوا ہو۔ یہ سن کر حضرت ابوامامہ نے حضرت عمرو بن عنبسہ سے کہا خوب غور کیجئے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ سے آپ نے اسی طرح سنا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ایک ہی مقام میں انسان حاصل کر لیتا ہے؟ حضرت عمرو نے جواب دیا کہ ابوامامہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں ضعیف ہو چکی ہیں، میری موت قریب آ پہنچی ہے، مجھے کیا فائدہ جو میں اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں، ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، میں نے تو اسے حضور ﷺ کی زبانی سات بار بلکہ اس سے بھی زیادہ سنا ہے، اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

صحیح مسلم کی دوسری سند والی حدیث میں ہے پھر وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے جیسا کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن حکیم کا حکم پیروں کے دھونے کا ہے۔ ابواسحاق سبیعی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فی الجنۃ سے بواسطہ حضرت حارث روایت میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم جوتی میں ہی بھگو لئے اس سے مراد جوتیوں میں ہی ہلکا دھونا ہے اور چپل جوتی پیر میں ہوتے ہوئے پیر دھل سکتا ہے غرض یہ حدیث بھی دھونے کی دلیل ہے۔

سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لئے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی سے ایک شخص نے کہا "آپ وضو کر کے ہمیں بتلایئے۔ آپ نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے، پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی دیا، تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے، پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے، پھر اپنے دونوں پیر دھوئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت ﷺ کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ابوداؤد میں حضرت معاویہ اور حضرت مقداد سے بھی اسی طرح مروی ہے، یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کی وضاحت جانتے ہیں۔

احناف کا مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر

مسح کا اطلاق ہو جائے، اس کی کوئی حد نہیں۔ سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہو گئی، ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ والی حدیث ہے کہ نبی ﷺ پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہنچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسح کرنے میں پورے سر کو گھیر لیا جائے گا کیونکہ لفظ "رأس" کا اطلاق پورے سر پر ہوتا ہے اور رؤس پر جو "با" داخل ہوئی ہے وہ زائدہ ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ پورے سر کا مسح کرو اور یہ امام مالک نے احتیاط کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رأس کا ذکر ہوا ہے جو پورے رأس یعنی سر کو شامل ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے۔ اور لفظ "رؤس" پر جو "ب" داخل ہے وہ "تبعیض" کا تقاضہ نہیں کرتی۔ کیونکہ "ب" الصاق کیلئے آتی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ فعل کا الصاق مفعول کے ساتھ ہو لہذا یہاں مسح کا الصاق "رأس" کے ساتھ ہوگا۔

اور رأس کا اطلاق تمام سر پر ہوگا لہذا تمام سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا اس کے اکثر حصے کا مسح۔ کیونکہ اکثر عدم کل کی وجہ سے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴، بیروت)

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ سر کے مسح کے بارے میں جو حکم کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے وہ اجمالی طور پر ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے لہذا حدیث مغیرہ بن شعبہ جس کو امام بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے اس حدیث اور دیگر احادیث سے اس کی تفصیل آ گئی جس سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح "ناصیہ" یعنی چوتھائی سر کی مقدار فرض ہے۔

سر کے مسح کے تکرار ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار ہو یا ایک ہی بار؟ امام شافعی کا مشہور مذہب اول ہے اور امام احمد اور ان کے متبعین کا دوم۔ دلائل یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان وضو کرنے بیٹھتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے ہیں، انہیں دھو کر پھر کلی کرتے ہیں اور ناک میں پانی دیتے ہیں، پھر تین مرتبہ منہ دھوتے ہیں، پھر تین تین بار دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوتے ہیں، پہلے دایاں پھر بایاں۔ پھر اپنے سر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں پیر تین تین بار دھوتے ہیں پہلے داہنا پھر بایاں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا اور وضو کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں سر کے مسح کرنے کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا، حضرت علی سے بھی اسی طرح مروی ہے اور جن لوگوں نے سر کے مسح کو بھی تین بار کہا ہے انہوں نے حدیث سے دلیل لی ہے۔ جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔ حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے وضو کیا پھر اسی طرح روایت ہے اور اس میں کلی کرنی اور ناک میں پانی دینے کا ذکر نہیں اور اس میں ہے کہ پھر آپ نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ اپنے دونوں پیر دھوئے۔ پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور آپ نے فرمایا جو ایسا وضو کرے اسے کافی ہے۔ لیکن حضرت عثمان سے

(تفسیر ابن کثیر)

جو حدیثیں صحاح میں مروی ہیں ان سے تو سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہوتا ہے۔

وضو کے بغیر نماز قبول نہ ہونے کا بیان

59 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلَا صَلَاةً بِغَيْرِ طُهُورٍ

ابو ملیح اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ خیانت کے مال میں سے دیا گیا صدقہ اور وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا"۔

وضو کے چار فرائض اعتقادی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرض کا اطلاق رکن پر بھی ہوتا ہے اور شرط پر بھی، جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور اس پر بھی جو نہ رکن ہے نہ شرط ہے، جیسے ان امور میں ترتیب جو ایک رکعت میں بلا تکرار مشروع ہوئے ہیں جیسے قعدہ کی ترتیب سجدہ پر، سجدہ کی رکوع پر، رکوع کی قرأت پر، قرأت کی قیام پر۔ کہ یہ سب ترتیبیں فرض ہیں، نہ رکن ہیں نہ شرط۔ جیسا کہ شامی میں غنیۃ سے نقل ہے۔ اقول شاید انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ ترتیبیں تو رکن کی طرح داخل نماز ہیں نہ شرط کی طرح خارج نماز ہیں بلکہ دونوں کے درمیان برزخ ہیں۔ ورنہ اس میں صاحب تامل کے لئے کلام کی گنجائش ہے۔ تو اس میں تامل کرنا چاہیے۔

(الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ، فتاوی رضویہ ، کتاب طہارت ، لاہور)

60 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ، حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز جبکہ وہ بے وضو ہو، اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ وضو نہ کرے"۔

وضو کے بارہ فرائض عملی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب صحیح معتمد مفتی بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور انھی ارکان علیہ کہ یہاں وہی واجب اعتقادی ہیں بارہ ہیں جن میں اکثر کا استخراج مسائل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں کہ مفتی بہ کی غیر خود سے تمیز صریح اور اپنے کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لئے صاف تصریح بہتر ہے۔

(ا) دونوں لب، حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب خوب زور سے بند کر لئے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہانہ کلی کی وضو نہ ہوگا، ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم مل کر چھپ جاتا ہے وہ دہن کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔

اگر لب خوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے: یجب غسل مایظہر من الشفۃ عند انضمامھا۔ لب بند ہونے کے وقت اس کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اسے دھونا واجب ہے۔ (الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں ہے: ای بدون تکلف کما صححہ فی الخلاصۃ والمراد مایظہر عند انضمامھا الطبیعی لاعند انضمامھا بشدۃ وتکلف اھ ت۔ یعنی فرض ہے۔ جیسا کہ خلاصہ میں اسے صحیح کہا اور مراد وہ حصہ ہے جو لب کے طبعی طور پر بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے صرف وہ نہیں جو شدت اور تکلیف سے بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۱، ۲، ۳، ۴) بھووں، ف مونچھوں، بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں دھونا فرض ہے ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں، غسل میں جب بھی ضرور ہے۔

(۵) داڑھی ف چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دھلنا فرض اور گھنی ہو تو جس قدر بال دائرہ رخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے، یہی صحیح ومعتمد ہے، ہاں جو بال نیچے چھوٹے ہوتے ہیں اُن کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب، اور نیچے ہونے کے یہ معنی کہ داڑھی کو ہاتھ سے ذقن (ٹھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال منہ کے دائرہ سے نکل گئے اُن کا دھونا ضروری نہیں باقی کا ضرور ہے، ہاں خاص جڑیں اُن کی بھی دھونی ضرور کہ اُن کا دھونا بعینہٖ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

بھویں مونچھیں بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ گھنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے گھنی کا مستحب۔

درمختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لاخلاف ان المسترسل لایجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نہر۔ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر (ت)

(الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

اُسی میں ہے: لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ، ناک اور دہن کے اندرونی حصے اور بھووں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(ت) (الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

ردالمحتار میں ہے: قولہ واصول شعر الحاجبین یحمل علی ما اذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرۃ فیجب کمایاتی لہ قریبا عن البرھان وکذا یقال فی اللحیہ والشارب ونقلہ ح عن عصام الدین شارح الھدایۃ ط شرح کی عبارت "بھووں کے بالوں کی جڑیں الخ" اس صورت پر محمول ہے جب بھووں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی

رتی ہو تو جلد دھونا ضروری ہے جیسا کہ آگے شرح ہی میں برہان کے حوالے سے آرہا ہے۔ اسی طرح داڑھی اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے حلبی نے عصام الدین شارح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ طحطاوی۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی میں ہے: قوله لا خلاف ای بین اهل المذهب علی جمیع الروایات طاھ۔ عبارت نہر "کوئی اختلاف نہیں" یعنی اہل مذہب کے درمیان تمام روایات پر کوئی اختلاف نہیں۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اقول: فلا ینافی ما قدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا۔ اقول تو اس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر حنفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔

اسی میں ہے: قوله المسترسل ای الخارج عن دائرة الوجه وفسره ابن حجر فی شرح المنهاج بالوم من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه۔ عبارت نہر "داڑھی کے لٹکے ہوئے بال" یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابن حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلایا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی میں ہے: قوله بل یسن ای المسح لکونه الاقرب لمرجع الضمیر وعبارة المنیة صریحة فی ذلک ح ۔ عبارت نہر "بلکہ مسنون ہے" یعنی مسح، اس لئے کہ ضمیر کا قریب تر مرجع وہی ہے، اور منیہ کی عبارت اس بارے میں صریح ہے۔ حلبی۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۶) کنپٹیاں ف، کان اور رخسار کے بیچ میں جو حصہ ہے اس کا دھونا واجب ہے جتنا حصہ داڑھی اور کان کے بیچ میں ہے وہ مطلقاً اور جتنا بالوں کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہوں تو وہ بھی، ہاں گھنے ہوں تو اس کا فرض بالوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔

(۷) دونوں کہنیاں تمام وکمال۔ (۸) انگوٹھی ف، چھلے وغیرہا جائز، ناجائز ہر قسم کے گہنے مرد، عورت سب کے لئے جب کہ تنگ ہوں کہ بے اُتارے اُن کے نیچے پانی نہ بہے گا اُتار کر دھونا فرض ہے ورنہ ہلا ہلا کر پانی ڈالنا کہ ان کے نیچے بہہ جائے مُطلقاً ضرور ہے۔

وضو میں انگوٹھی چھلوں چوڑیوں وغیرہ گہنوں کا حکم۔

درمختار میں ہے: لو خاتمه ضیقا نزعه او حرکه وجوبا۔ اگر انگوٹھی تنگ ہو تو ضروری ہے کہ اُسے اتار دے یا حرکت دے۔ (ت) (الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

(۹) مسح کی نم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ سر سے نیچے لٹکتے ہیں) اُن پر پہنچنا فرض ہے، عمامے، دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شرعی پر پہنچ جائے۔

ف: مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔

ف: مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹہ اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔

بحر میں ہے: فی معراج الدرایۃ لو مسحت علی خمارھا ونفذت البلۃ الی رأسھا حتی ابتل قدر الربع منہ یجوز قال مشائخنا اذا کان الخمار جدیدا یجوز لان ثقوب الجدید لم تسد بالاستعمال فتنفذ البلۃ اما اذا لم یکن جدیدا لایجوز لانسداد ثقوبہ اھ۔

معراج الدرایہ میں ہے کہ عورت نے اگر دوپٹے پر مسح کیا اور تری نفوذ کر کے سر تک پہنچی یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ نم ہوگیا تو جائز ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں، جب دوپٹہ نیا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ نئے کپڑے کے سوارخ استعمال کی وجہ سے بند نہ ہوئے ہوں گے تو تری نفوذ کر جائیگی، لیکن اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کے سوارخ بند ہو چکے ہوں گے۔ (ت)

(البحر الرائق کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۰)

اقول: جرت ف عادتہم رحمہم اللہ باحالۃ الامور علی مظانھا الاغلبیۃ کقولھم فی شرب الجنب ماء یجزیء عن المضمضۃ ان جاھلا لعبہ لاعالما لمصہ وفی عض الکلب علی ثوب ینجس فی الرضا لسیلان لعابہ دون الغضب لجفافہ ووقوع الفارۃ حیۃ فی البئر ینجس لوھاربۃ من ھرۃ لبولہ والا لاونظائرہ لاتحصی والذی یعرف المناط یعرف المقصود فالمناط نفوذ البلۃ الی قدر الفرض فان علم اجزأ ولو الثوب خلقا والا لا ولو جدیدا کما لایخفی۔

اقول: حضرات مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی کی عادت یہ ہے کہ معاملات کو غالب گمان کی جگہوں کے حوالے کرتے ہیں جیسے جنب کے پانی پینے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جاہل ہے تو اس کا پینا کلی کی جگہ کام دے گا کیونکہ وہ منہ بھر کر بڑے بڑے گھونٹ پئے گا اور عالم ہے تو کافی نہ ہوگا کیونکہ وہ چوس چوس کر پئے گا، اور کپڑے پر کتے کے دانت کاٹنے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ رضا کی حالت میں ہو تو کپڑا ناپاک ہوجائے گا کیونکہ اس کا لعاب بہتا ہوگا اور غصے میں ہو تو ناپاک نہ ہوگا کیونکہ اس کا تھوک خشک ہوچکا ہوگا اور کنویں میں چوہے کے زندہ گرنے سے متعلق کہتے ہیں اگر بلی سے بھاگتے ہوئے گرا تو کنواں ناپاک ہوجائے گا کیونکہ اس کا پیشاب نکلتا ہوگا، ورنہ ناپاک نہ ہوگا، اور اس کی بے شمار نظیریں ہیں جو مدار کار سے آشنا ہے وہ مقصد پہچان لیتا ہے تو یہاں مدار اس پر ہے کہ تری مقدار فرض تک نفوذ کر جائے اگر نفوذ معلوم ہے تو یہ کافی ہے اگرچہ کپڑا پرانا ہے ورنہ کافی نہیں اگرچہ کپڑا نیا ہو، جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ف: مسئلہ: عادۃ الفقہاء بناء الامر علی المظنۃ الغالبۃ ویعرف المراد من عرف المناط۔

(۱۰) نم کم از کم چوتھائی سر کو استیعاب کرلینا ھو الصحیح المفتی بہ المأخوذ وان قیل وقیل وقد اشتھرت المسألۃ متونا وشروحا (یہی صحیح، مفتی بہ، ماخوذ ہے۔ اگرچہ ضعیف اقوال متعدد ہیں اور یہ مسئلہ متون و شروح میں معروف و مشہور ہے (ت)

(۱۱) کعبین گٹوں یعنی ٹخنوں کا نام ہے اُن کے بالائی کناروں سے ناخنوں کے منتہی تک بڑھے پر زرے ذرے کا دھلنا فرض ہے اُس میں سے سرِ سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی وضو نہ ہوگا، ہاں پاؤں میں تیسرا استثناء جو گزرا اپنے محل

پر مسلم ہے جس کی تحقیق فقیر کے فتاوی بیان غسل میں ملے گی، چھلے اور سب گہنے کہ گٹوں پر یا اُن سے نیچے ہوں اُن کا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم میں گزرا۔

(۱۲) منہ، ہاتھ، پاؤں تینوں عضووں کے تمام مذکورذرّوں پر پانی کا بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پھر جانا یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینا تو بالاجماع کافی نہیں اللھم الا ما مر فی الرجلین (مگر وہ جو پیروں سے متعلق گزرا۔ت) اور صحیح مذہب میں ایک بوند ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کم سے کم دو بوندیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔

ف: مسئلہ ضروریہ: منہ، ہاتھ، پاؤں کے ذرے ذرے پر پانی بہنا فرض ہے فقط بھیگا ہاتھ پہنچنا کافی نہیں کم ازکم ہر پرزے پر سے دو قطرے ٹپکے۔

درمختار میں ہے۔ چہرے کا دھونا یعنی "تقاطر" کے ساتھ پانی بہانا اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے، اور فیض میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ کم ازکم دو دو قطرے ٹپکیں اھ (الدرالمختار، کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی)

قال ح ثم ط ثم ش کلھم فی حواشی الدر یدل علیہ صیغۃ التفاعل اھ اما ما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال اولم یسل ولاجلہ جعل فی البحر الاسالۃ مختلفا فیھا بینہ وبین الطرفین وزعم ان اشتراطھا ھو ظاھر الروایۃ درمختار کے حواشی میں حلبی پھر طحطاوی پھر شامی لکھتے ہیں، اس پر تفاعل کا صیغہ (تقاطر) دلالت کر رہا ہے اھ لیکن وہ جو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دھونا، اعضاء وضو کو پانی سے صرف تر کر لینے کا نام ہے پانی بہے یا نہ بہے، اور اسی وجہ سے بحر میں بہانے کو امام ابو یوسف اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ ٹھہرایا ہے اور ان کا خیال ہے کہ بہانے کا شرط ہونا یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت) (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت)

تو حق جس سے انحراف نہیں اور جس کی طرف رجوع کے سوا کچھ روا نہیں وہ یہ ہے کہ اس روایت کی تاویل وہ ہے جو حلیہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عضو سے قطرہ دو قطرہ بہ جائے اور تسلسل کے ساتھ نہ گرے۔ یہ حق کیوں نہ ہو اگر اس کا یہ مطلب نہ لیں تو معاذ اللہ یہ نص کا انکار اور شرع کی تبدیلی ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالٰی نے دھونے کا حکم دیا ہے اور یہ لغۃً عرفاً کسی طرح بھی دھونا نہیں۔ اور خود بحر میں لکھا ہے کہ غسل بفتح غین (دھونا) لغت میں کسی پر پانی بہا کر اس سے میل وغیرہ دور کرنے کا نام ہے اھ۔ اجراء، اسالہ، بہنا ایک ہی چیز ہے مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے اعضاء کے درمیان فرق رکھا ہے کہ کسی میں دھونے کا عمل مقرر فرمایا ہے اور کسی میں مسح رکھا ہے، اگر یہ مان لیں کہ بہنا ضروری نہیں تو تمام اعضاء میں مسح ہی کا عمل رہ جائے گا، اس لئے کہ پانی جب بہے گا نہیں تو صرف یہ ہوگا کہ تری پہنچ گئی اور یہی مسح ہے

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت) (البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اقول: تو محقق بحر جیسی شخصیت کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے مختلف فیہ ٹھہرائیں کہ جاہلوں کو اس کی جسارت ہو جیسا کہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں کتنے ایسے ہیں کہ پیشانی اور رخسار وغیرہ میں اس سے زیادہ نہیں کرتے کہ بھیگا ہوا ہاتھ لگا دیتے ہیں نہ پانی بہتا ہے نہ کوئی قطرہ ٹپکتا ہے اگر کسی کو بتایا جائے کہ دیکھو کنپٹی یا کلوے یا ایڑی میں تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی تو بس ہاتھ اس جگہ پھیر دے گا اور اس میں پانی کی باقیماندہ تری کو کافی سمجھے گا از سر نو دوسرا پانی بھی نہ لے گا، پانی بہانا تو دور کی بات ہے، تو خدا ہی کی بارگاہ میں

ثابت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر عظمت والے خدائے برتر ہی سے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

نماز کی کنجی وضو ہے

۶۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"نماز کی کنجی وضو ہے اور یہ تکبیر کے ذریعے شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر یہ ختم ہوتی ہے"۔

وضو اور طہارت کے حکم شرعی کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ۭ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (المائدہ ۶:۵)

امام ابوعبداللہ قرطبی لکھتے ہیں۔ اس آیت میں حسب ذیل فقہی مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) قشیری اور ابن عطیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں نازل ہوئی جب غزوہ المریسیع میں آپ کا ہار گم ہو گیا تھا یہ آیت وضو ہے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لیکن اس حیثیت سے کہ وضو ان کے نزدیک ثابت تھا اور مستعمل تھا تو اس آیت نے اس میں ان کے لیے کچھ زیادتی نہ کی مگر اس کی تلاوت انہیں تیمم میں رخصت کا فائدہ دیا۔ (المحرر الوجیز جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ دار الکتب العلمیہ) ہم نے سورۃ النساء کی آیت میں اس کے خلاف ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کا مضمون داخل ہے جو عہد کی وفا اور احکام شرع کی تابعدار کا حکم دیا گیا ہے اور جو اس میں نعمت کو مکمل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے یہ رخصت نعمت کی تکمیل سے ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ۔ کے مراد میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ایک جماعت نے کہا: یہ لفظ نماز کے ہر قیام کو شامل ہے خواہ وہ قائم پاک ہو یا محدث ہو، پس اس کے لیے مناسب ہے کہ جب نماز کے قیام کے لیے کھڑا ہو تو وضو کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور یہ آیت تلاوت کرتے تھے، ابو محمد دارمی نے اپنی مسند میں یہ ذکر کیا ہے، اس کی مثل عکرمہ نے روایت کیا ہے، ابن سیرین نے کہا: خلفاء ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ آیت محکمہ ہے اس میں نسخ نہیں ہے، ایک طائفہ نے کہا: یہ خطاب نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ حضرت عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی مکرم ﷺ کو ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پس آپ پر

یہ شاق گزرا تو آپ کو مسواک کا حکم دیا گیا وضو کا حکم اٹھالیا گیا مگر حدث کی صورت میں، حضرت علقمہ بن فغواء نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے وہ صحابہ میں سے تھے اور یہ تبوک کی طرف دلیل (راہنما) تھے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کے لیے نازل ہوئی کیونکہ آپ کوئی عمل نہیں کرتے تھے مگر باوضو ہو کر، نہ کسی سے بغیر وضو کے کلام کرتے تھے نہ کسی کو بغیر وضو کے سلام کا جواب دیتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آگاہ فرمایا کہ وضو صرف نماز کے قیام کے لیے ہے دوسرے اعمال کے لیے وضو نہیں ہے۔ ایک جماعت نے کہا: اس آیت سے مراد فضیلت طلب کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے حتی کہ فتح مکہ کے روز ایک وضو کے ساتھ پانچوں نمازوں کو جمع کیا تا کہ امت کے لیے مسئلہ بیان ہو جائے کہ ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کا ظاہر یہ ہے کہ نسخ کے ورود سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو مستحب تھا واجب نہ تھا حالانکہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جب کوئی امر وارد ہوتا ہے تو اس کا مقتضا وجوب ہوتا ہے۔ خصوصا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک جیسا کہ ان کی سیرت سے معروف ہے، دوسرے علماء نے کہا: پہلے ہر نماز کے لیے وضو فرض تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر منسوخ ہو گیا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے انہوں نے فرمایا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا حکم اس سے مختلف تھا، یہ حدیث آگے آئے گی،

اور حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صہباء کے مقام پر ایک وضو کے ساتھ عصر اور مغرب کی نماز پڑھیں، اور یہ غزوہ خیبر میں تھا اور یہ ٦ ہجری تھا، بعض نے کہا: سات ہجری تھا اور فتح مکہ آٹھ ہجری میں تھا، یہ حدیث صحیح ہے جسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا تھا، اس کو بخاری اور مسلم نے بھی تخریج کیا ہے، ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ فتح مکہ سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے جب فتح مکہ کا دن تھا تو آپ نے ایک وضو کے ساتھ (پانچ) نمازیں پڑھیں اور خفین پر مسح کیا، حضرت عمر نے کہا! آج آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے(۱) (صحیح مسلم کتاب الطہارات، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیوں کیا تھا اور یہ استفسار کیوں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سوال اس لیے کیا کہ خیبر کی نماز سے لے کر آج تک جو نماز پڑھتے تھے اس کی عادۃ مخالفت تھی، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے خواہ آپ طاہر ہوتے یا غیر طاہر ہوتے، حمید نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیسے کرتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہم ایک وضو کرتے تھے(۱) (جامع ترمذی کتاب الطہارات جلد ۱ صفحہ ۱۰) ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: وضو پر وضو نور ہے۔(۲) (اتحاف السادۃ المتقین، اسرار الطہارۃ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ پر سلام کیا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے آپ نے اسے جواب نہ دیا حتی کہ تیمم کیا پھر سلام کا جواب دیا اور فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کا ذکر کروں مگر طہارت پر۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ سدی اور زید بن اسلم نے کہا: (آیت) اذا قمتم الی الصلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ جب تم بستروں سے اٹھ کر نماز کا ارادہ کرو، اس تاویل سے مقصود تمام احداث کو شامل کرنا ہے خصوصا نیند جس کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ فی نفسہ حدث ہے یا

نہیں، اس تاویل پر آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے: یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ من النوم او جاء احد منکم من الغائط او لامستم النساء فاغسلوا۔ اے ایمان والو جب تم نیند سے نماز کی طرف کھڑے ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے آئے یا عورتوں کو چھوئے، تو غسل کرو، محدث سے حدث اصغر لاحق ہوتا ہے اس کے احکام مکمل ہوئے، پھر فرمایا: (آیت) وان کنتم جنبا فاطھروا۔ یہ ایک دوسرا حکم ہے پھر دونوں قوموں کے لیے ارشاد فرمایا (آیت) وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔ یہ تاویل محمد بن مسلمہ نے کی ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، اور جمہور علماء نے فرمایا: آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو جب کہ تم حدث کی حالت میں ہو، آیت میں اس بنا پر تقدیم وتاخیر نہیں ہے بلکہ آیت میں پانی پانے والے پر حکم مرتب ہوا ہے (آیت) فاطھروا۔ کے قول تک ملامست صغری محدثین (حدث والے) میں داخل ہے پھر (آیت) وان کنتم جنبا فاطھروا۔ کے قول کے بعد دونوں قسموں میں سے پانی نہ پانے والے کا حکم ذکر کیا، ملامست سے مراد جماع ہے ایسا جنبی جو پانی کو نہ پانے والا ہو جس طرح اس کا ذکر ضروری ہے اسی طرح پانی پانے والے کا ذکر بھی ضروری ہے، یہ تاویل امام شافعی وغیرہ کی ہے اس کے مطابق صحابہ کے اقوال ہیں جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ (المحرر الوجیز جلد ۲ صفحہ ۱۶۰، دار الکتب العلمیہ)

میں کہتا ہوں: یہ دونوں تاویلیں ان تمام تاویلات سے بہتر ہیں جو اس آیت کے متعلق کی گئی ہیں، واللہ اعلم۔

(آیت) اذا قمتم کا معنی ہے جب تم ارادہ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) فاذا قرات القران فاستعذ۔ (النحل: ۹۸) یعنی جب تم ارادہ کرے، کیونکہ نماز کی طرف قیام کی حالت میں وضو کرنا ممکن نہیں۔

وضو کے احکام سے متعلق فقہی بیان

مسئلہ نمبر: (۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) فاغسلوا وجوھکم۔ اللہ تعالیٰ نے چار اعضاء کا ذکر فرمایا: چہرہ اس کا فرض دھونا ہے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کا حکم ہے، سر، اس کا فرض مسح ہے، اس پر اتفاق ہے، پاؤں کے بارے اختلاف ہے جیسا کہ آگے آئے گا، اس کے علاوہ کچھ ذکر نہیں کیا۔ یہ دلیل ہے کہ اس کے علاوہ سب آداب اور سنن ہیں، واللہ اعلم۔ چہرے کے دھونے میں چہرے کی طرف پانی کا نقل کرنا ضروری ہے اور چہرے پر ہاتھوں کا گزارنا ضروری ہے ہمارے نزدیک یہی غسل کی حقیقت ہے۔ ہم نے سورۃ النساء میں اس کو بیان کیا ہے، ہمارے علاوہ دوسرے علماء نے کہا: اس پر پانی کا بہانا واجب ہے اور ہاتھ سے ملنا واجب نہیں ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کوئی شخص پانی میں غوطہ لگائے چہرہ اور ہاتھ ڈوب جائیں اور وہ اسے ملے نہیں، تو کہا جائے گا: اس نے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، معلوم ہے کہ اسم کے حصول کے علاوہ کا اس میں اعتبار نہیں، جب وہ حاصل ہو جائے تو کافی ہوتا ہے۔ لغت میں الوجہ، المواجھۃ سے ماخوذ ہے یہ ایک عضو ہے جو کئی اعضاء پر مشتمل ہے اس کا طول اور عرض ہے طول میں اس کی حد پیشانی کی سطح کی ابتدا سے جبڑوں کی انتہا تک ہے اور عرضا ایک کان سے دوسرے کان تک ہے، یہ تو امرد (بے ریش) کے لیے ہے، رہا داڑھی والا جب اس کی ٹھوڑی پر بال ہوں تو وہ یا تو خفیف ہوں گے یا کثیف ہوں گے اگر داڑھی خفیف ہو جس سے جلد ظاہر ہوتی ہو تو جلد تک پانی پہنچانا واجب ہے اور اگر داڑھی گھنی ہو تو فرض اس کی طرف منتقل ہو گا جیسے سر کے بال ہیں پھر وہ بال جو ٹھوڑی سے زائد ہیں اور داڑھی سے لٹکے ہوئے ہیں، سحنون نے ابن القاسم سے روایت کیا کہ میں نے امام مالک سے نا

ان سے پوچھا گیا: کیا آپ نے کسی اہل علم سے سنا ہے کہ داڑھی چہرے سے ہے اس پر پانی گزارنا چاہیے؟
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں اور وضو میں اس کا خلال کرنا لوگوں کے امر سے نہیں ہے اس پر عیب لگایا جس نے ایسا کیا، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت کیا ہے فرمایا: وضو کرنے والا پانی داڑھی کے ظاہر کو حرکت دے اس میں ہاتھ داخل کیے بغیر، فرمایا: یہ پاؤں کی انگلیوں کی مثل ہے۔ ابن عبد الحکم نے کہا: داڑھی کا خلال کرنا وضو اور غسل میں واجب ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کا وضو میں خلال کیا۔ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں، ابن خویز منداد نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے یہ وضو میں داڑھی کا خلال کرنا واجب نہیں ہے مگر ایک روایت سعید بن جبیر سے مروی ہے ان کا قول ہے: کیا وجہ ہے کہ داڑھی اگنے سے پہلے داڑھی کو دھوتا ہے اور جب داڑھی اگ آتی ہے تو اسے نہیں دھوتا؟ کیا وجہ ہے کہ امرد اپنی ٹھوڑی کو دھوتا ہے اور داڑھی والا نہیں دھوتا؟ امام طحاوی نے فرمایا: تیمم واجب ہے اس میں جلد کا مسح کرنا ہے چہرے میں بال اگنے سے پہلے، پھر تمام علماء کے نزدیک داڑھی اگنے کے بعد جلد کا مسح ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح وضو کا حکم ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے تمام داڑھی کا دھونا واجب قرار دیا ہے اس نے اسے چہرے میں شمار کیا ہے، کیونکہ وجہ، المواجہہ سے ماخوذ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مطلقاً وجہ (چہرہ) دھونے کا حکم دیا ہے اس سے مرد سے داڑھی والے کو خاص نہیں کیا اور ظاہر قرآن کے مطابق اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ جلد کا بدل ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے، انہوں نے کہا: اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کو دھوتے تھے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

اس کو ترمذی وغیرہ نے تخریج کیا ہے فعل کے ساتھ محتمل متعین ہو گیا، ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جس نے داڑھی کا خلال جان بوجھ کر ترک کیا وہ اعادہ کرے، ترمذی نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الطہارات، جلد ۱، صفحہ ۹)

ابو عمر نے کہا: اور جنہوں نے داڑھی کے لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا واجب قرار نہیں دیا ان کا نظریہ یہ ہے کہ اصل جس کا حکم دیا گیا وہ ہے جلد کا دھونا، پس جلد کے اوپر جو ظاہر ہے اس کا دھونا بھی واجب ہے اور داڑھی سے جو لٹکے ہوئے بال ہیں اس کے پیچھے والے حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، پس داڑھی کا دھونا اس کا بدل ہے، ان کے سامنے رخسار پر جو کان تک بال ہیں ان کے دھونے میں اختلاف ہے، ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جو کان پٹی سے پیچھے جو داڑھی کے بالوں کے پیچھے بال ہیں وہ چہرے سے نہیں ہیں، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جس نے ایسا قول کیا ہو جو ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا: کان اور اس کے مقابل رخسار کے بالوں کے درمیان جو سفیدی ہے وہ چہرے سے ہے اس کا دھونا واجب ہے، اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: اس سفیدی کا دھونا مستحب ہے، ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کا دھونا واجب نہیں امرد کے لیے نہ کہ داڑھی والے کے لیے۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

اطلاق مواجہہ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

میں کہتا ہوں: یہ قاضی عبدالوہاب کا مختار قول ہے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا اس پر مواجہۃ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم، اس احتمال کے سبب علماء کا اختلاف ہے کی چہرہ دھونے کا امر ناک اور منہ کے اندر کو دھونے کو شامل ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل اور اسحق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہما کا نظریہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں منہ اور ناک کے اندر کا دھونا واجب ہے مگر امام احمد نے کہا۔ جو وضو میں ناک میں پانی ڈالنے کو ترک کر دے وہ اعادہ کرے اور جس نے کلی کو ترک کیا وہ اعادہ نہ کرے، علامۃ الفقہاء کا نظریہ یہ ہے۔ کہ وضو اور غسل میں یہ دونوں سنت ہیں، کیونکہ دھونے کا حکم ظاہر کو شامل ہے باطن کو شامل نہیں اور عرب وجہ اس کو کہتے ہیں جو سامنے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور نہ مسلمانوں سے ان کو واجب کہا ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور فرائض صرف ان صورتوں میں ثابت ہوتے ہیں۔

اور رہی آنکھیں تو ان پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آنکھوں کے اندر کا حصہ کا دھونا لازم نہیں مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں میں پانی چھڑکتے تھے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ دارالکتب العلمیہ)

ان کا دھونا ساقط ہے تکلیف کی وجہ سے اور حرج کی وجہ سے۔ (احکام القرآن لابن العربی جلد ۲ صفحہ ۵۶۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نابینا ہو گئے تھے تو وہ اپنی آنکھوں کو دھوتے تھے، کیونکہ اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی تھی، جب چہرہ کے حکم سے یہ ثابت ہو گیا تو سر میں سے کچھ حصہ بھی چہرہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے جس طرح سر کے عموم کے وجوب کے قول پر چہرے میں سے سر کے ساتھ کسی جز کا مسح کرنے سے مقدر نہیں ہوتا، اصول فقہ میں سے ایک اصل پر مبنی ہے وہ یہ کہ جس چیز کو بغیر واجب مکمل نہ ہوتا ہو اس کا حکم بھی واجب ہوتا ہے واللہ اعلم۔

وضو میں نیت سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

مسئلہ نمبر: (۴) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وضو میں نیت کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: انما الاعمال بالنیات۔ (۴) (صحیح بخاری (کتاب الایمان، جلد ۱ صفحہ ۲) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوٰۃ حج، روزہ اور احکام داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) قل کل علی شاکلتہ۔ (بنی اسرائیل: ۸۴) یعنی ہر شخص اپنی نیت پر عمل کرتا ہے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا لیکن جہاد اور نیت باقی ہے (۵)

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، حدیث نمبر ۵۔ ۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اکثر شوافع نے فرمایا: نیت کی ضرورت نہیں۔

یہ احناف کا قول ہے انہوں نے کہا: نیت واجب نہیں ہے مگر ان فروض میں جو مقصود بالذات ہیں اور غیر کا سبب نہیں، پس رہی وہ چیزیں جو کسی دوسرے فعل کی صحت کے لیے شرط ہیں پس وہ امر کے وجود سے واجب نہیں مگر اس دلالت سے جو اس سے متصل ہے طہارت شرط ہے، کیونکہ جس پر نماز فرض نہیں اس پر طہارت کا فرض بھی واجب نہیں جیسے حیض اور نفاس والی عورتیں، ہمارے علماء اور بعض شوافع نے اس ارشاد: (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم۔ سے دلیل پکڑی ہے پس جب غسل کا فعل واجب ہوا تو نیت فعل کی صحت میں شرط تھی، کیونکہ اللہ کی طرف سے فرض تھا پس جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اس فعل کا واجب ہونا مناسب

ہے، جب ہم کہتے ہیں: اس پر نیت واجب نہیں اس پر اس فعل کا قصد واجب نہیں جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے کسی اور غرض کے لیے غسل کرے اس نے واجب کی ادائیگی کا قصد کیا، حدیث میں صحیح ہے کہ وضو گناہوں کو مٹاتا ہے اگر یہ بغیر نیت کے صحیح ہوتا تو گناہوں کو نہ مٹاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ (البینۃ:۵) نہیں حکم دیا گیا انہیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کے دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

مسئلہ نمبر: (۵) ابن عربی نے کہا: بعض علماء نے کہا: جو شخص غسل کی نیت سے نہر کی طرف نکلا تو یہ نیت اس کے لیے کافی ہوگی اگر راستے میں اس کی نیت جدا ہوگئی، اگر حمام کی طرف نکلا اور راستہ میں اس کی نیت جدا ہوگئی تو اس کی نیت باطل ہوگئی، قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: کم سمجھ مفتیوں نے اس پر یہ قائم کیا کہ نماز کی نیت ہم دو قولوں پر نکالتے ہیں اور انہوں نے اس میں ایک نص ان سے ذکر کی ہے جو ظن اور یقین میں فرق نہیں کرتا اس نے کہا: تکبیر پر نیت کو مقدم کرنا جائز ہے، تعجب ہے اس گروہ پر جس نے مفتی اور مجتہد ہونے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے نہ توفیق دی اور نہ درست لگایا، جان لو اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے، وضو میں نیت کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے جب یہ اتفاق کے مرتبہ سے گر گئی تو بعض مواقع میں اس کی تقدیم کو چھوڑا گیا ہے رہی نماز تو اس میں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں، یہ اصل مقصود ہے پس اصل مقصود متفق علیہ کو فرع تابع مختلف فیہ پر کیسے محول کیا جائے گا یہ تو انتہائی عبادت ہے اور رہا روزہ شرع نے اس میں حرج کو اٹھا دیا ہے جب اس کی ابتدا نیت کی تقدیم سے غفلت کے وقت میں ہو۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۵۶۷)

مسئلہ نمبر: (۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وایدیکم الی المرافق۔ علماء کا مرافق کے تحدید میں داخل ہونے میں اختلاف ہے ایک قوم نے کہا: مرافق (کہنیاں) داخل ہیں، کیونکہ (الی) کا مابعد جب ماقبل کی جنس سے ہو تو وہ اس میں داخل ہوتا ہے یہ سیبویہ وغیرہ نے کہا: ہے، سورۃ البقرہ میں واضح طور پر گزر چکا ہے، بعض علماء نے فرمایا: دھونے میں کہنیاں داخل نہیں ہیں۔ دونوں روایتیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں، دوسری روایت اشہب کی ہے، پہلی روایت اکثر علماء کا نظریہ ہے اور وہ صحیح ہے کیونکہ دارقطنی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب وضو کرتے تو اپنی کہنیوں پر پانی پھیرتے تھے، بعض علماء نے فرمایا: الی بمعنی مع ہے جیسے عربوں کا قول ہے، الذود الی الذود ابل۔ اس میں الی بمعنی مع ہے۔ یہ اس کا محتاج نہیں جیسا کہ ہم نے سورۃ النساء میں بیان کیا ہے ہاتھ عربوں کے نزدیک انگلیوں سے لے کر کندھے تک ہے، اسی طرح پاؤں انگلیوں سے لے کر ران تک ہے اور کہنی الید (ہاتھ) کے اسم کے تحت داخل ہے اگر مع المرافق کا معنی ہو تو مفید نہیں جب الی فرمایا: کہنی قطعی طور پر غسل میں داخل ہوگئی اور کہنی ناخنوں تک مغسولہ رہی، یہ کلام صحیح ہے لغت اور معنی اصول پر جاری ہوتی ہے، ابن عربی نے کہا: مسئلہ قاضی ابو محمد نے علیحدہ سمجھا ہے کہ انہوں نے کہا: الی المرافق ہاتھوں میں سے متروک کی حد ہے نہ کہ مغسول کے لیے حد ہے اسی وجہ سے کہنیاں غسل میں داخل ہیں۔

میں کہتا ہوں: جب ہاتھ اور پاؤں کا اطلاق لغت میں اس پر ہوتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، حضرت ابوہریرہ بغلوں تک ہاتھ اور پنڈلیوں تک پاؤں دھوتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے خلیل ﷺ کو یہ کہتے سنا مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں

تک وضو پہنچتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ا، صفحہ ۱۲۷)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لوگوں کو اس کے خلاف پر اجماع ہے کہ وضو میں اس کی حدود سے تجاوز نہ کرے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے زیادہ کیا اس نے تعدی اور ظلم کیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الطہارت جلد ا، صفحہ ۳۴، ایضا سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۱۵، صفیاء القرآن پبلیکیشنز)

دوسرے علماء نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فعل ان کا مذہب تھا اور وہ اس کے ساتھ منفرد تھے انہوں نے یہ نبی کریم ﷺ سے حکایت نہیں کیا ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد انتم الغر المحجلون۔ اور تبلغ الحلیۃ سے استنباط کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر گیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وامسحوا برءوسکم۔ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے کہ مسح لفظ مشترک ہے، رہا سر اس عضو سے عبارت ہے جس کو لوگ ضرورۃ جانتے ہیں اس میں سے چہرہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے وضو میں اس کا ذکر فرمایا اور چہرہ کو غسل کے لیے متعین فرمایا تو باقی حصہ مسح کے لیے بچ گیا اگر غسل کا ذکر نہ ہوتا تو سر اور چہرہ سب کا مسح کرنا لازم ہوتا یعنی سر کے بال، آنکھیں، ناک، منہ سب کا مسح لازم ہوتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر کے مسح کے وجوب میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو وضو میں سر کا بعض حصہ ترک کر دیتا ہے، امام مالک نے فرمایا اگر کوئی چہرہ کا بعض حصہ دھونے سے چھوڑ دے تو کیا جائز ہوگا؟ اس سے واضح ہوا جو ہم نے ذکر کیا کہ دونوں کان سر سے ہیں اور ان کا حکم، سر کا حکم ہے، زہری کا قول اس کے خلاف ہے انہوں نے کہا: یہ دونوں چہرہ سے ہیں چہرہ کے ساتھ ان کا دھویا جائے گا، امام شعبی کا قول اس کے خلاف ہے اس کے کہا: کانوں کا جو آگے والا حصہ ہے وہ چہرہ سے ہے اور کانوں کا ظاہر سر سے ہے، الراس (سر) کو راس اس کے علو کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اس میں بالوں کے اگنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اسی سے راس الجبل (پہاڑ کی چوٹی) ہے، ہم نے کہا کہ سر جملہ اعضاء کا نام ہے کیونکہ شاعر کا قول ہے:

اذا احتملوا راسی وفی الراس اکثری: وغودر عند الملتقی ثم سائری:

سر کے مسح کی تقدیر سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

سر کے مسح کی تقدیر میں علماء کے گیارہ اقوال ہیں، تین اقوال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، دو قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور چھ اقوال ہمارے علماء کے ہیں، ان سے صحیح ایک ہے اور وہ پورے سر کے مسح کو جوب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے علماء کا اجماع ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا بہتر ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے وہ کیا جو اس پر لازم تھا، باء موکدہ زائدہ ہے تبعیض کے لیے نہیں ہے اس کا معنی ہے (آیت) وامسحوا رءوسکم۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا دخول یہاں تیمم میں اس کے دخول کی طرح ہے فرمایا: (آیت) وامسحوا بوجوھکم۔ اگر اس کا معنی تبعیض ہوتا تو اس جگہ بھی تبعیض کا فائدہ دیتی۔ یہ قطعی بات ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: باء داخل ہوئی ہے تاکہ بدیع معنی کا فائدہ دے، غسل لغۃ مغسول بہ کا تقاضا کرتا ہے اور مسح لغۃ ممسوح بہ کا تقاضا نہیں کرتا اگر (آیت) وامسحوا رءوسکم۔ ہوتا تو سر پر کسی چیز کے بغیر ہاتھ کو گزارتے ہوئے مسح کرنا جائز ہوتا پس

داخل ہوئی تا کہ ممسوح یہ کا فائدہ دے اور وہ پانی ہے گویا فرمایا (آیت) وامسحوا برء وسکم۔ الماء اور یہ لغت دو اعتبار سے فصیح ہے، یہ تو قلب کے اعتبار سے جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے:

کنواح ریش حمامة نجدية ومسحت باللثتين عصف الاثمد

اثمد کے عصف کے ساتھ ممسوحۃ اللثۃ ہے پھر قلب کیا گیا، یا فعل میں اشتراک کی بنا پر اور اس کی نسبت تساوی کی بنا پر جیسے شاعر کا قول ہے:

مثل القنافذ هداجون قد بلغت نجران او بلغت سوء اتهم هجر

یہ ہمارے علماء کی با کے معنی کے بارے گفتگو ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے قول: (آیت) وامسحوا برء وسکم۔ میں بعض سر اور تمام سر کا احتمال ہے اور سنت دلالت کرتی ہے کہ بعض سر کا مسح کافی ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

دوسری جگہ فرمایا: اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) فامسحوا بوجوهکم۔ تیمم میں کیا بعض چہرہ پر مسح کرنا کافی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تیمم میں چہرے کا مسح غسل کا بدل ہے، پس غسل کی پوری جگہ پر مسح کرنا ضروری ہے، سر کا مسح اصل ہے، یہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے، ہمارے علماء نے حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے شاید یہ کسی عذر کی وجہ سے کیا ہو خصوصاً آپ ﷺ نے یہ فعل سفر میں کیا تھا اور یہ اعذار کی جگہ ہے اور جلدی اور اختصار کا مقام ہے اور اکثر فرائض مشقت اور خطرے کی وجہ سے حذف ہو جاتے ہیں، پھر آپ نے پیشانی پر اکتفا نہیں کیا حتی کہ عمامہ پر مسح کیا، مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

اگر پورے سر کا مسح واجب نہ ہوتا تو عمامہ پر مسح نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پورے سر کا مسح کرنا کافی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کرے، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابن سیرین دو مرتبہ مسح کرتے تھے، ابو داؤد نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح ہیں دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ ہے۔ انہوں نے تین مرتبہ وضو کا ذکر کیا انہوں نے کہا: سر کا مسح کیا اور عدد کا ذکر نہیں کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱ صفحہ ۱۵، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: (۱۰) علماء کا اختلاف ہے کہ مسح کا آغاز کہاں سے کرے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے، پھر اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے جائے پھر آگے کی طرف لے آئے، یہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق ہے جس کو مسلم نے تخریج کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔ حسن بن حی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سر کے پچھلے حصہ سے شروع کرے، انہوں نے ربیع بنت معوذ بن عفراء کی حدیث کی بنا پر یہ کہا ہے، اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اس کا دارومدار عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ پر ہے اور محدثین کے نزدیک یہ حافظ نہیں ہے۔ ابو داؤد نے بشر بن مفضل عن عبداللہ عن الربیع کی روایت سے تخریج کیا ہے ابن عجلان نے عنہ عن الربیع کے سلسلہ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاس وضو کیا اور سارے سر کا مسح کیا بالوں کی چوٹی سے ہر طرف سے آپ ﷺ بالوں کو اپنی ہیئت سے حرکت نہیں دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۷، ایضا صحیح بخاری کتاب الوضو حدیث نمبر ۱۷۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسح کیلئے کم از کم انگلیوں کی مقدار میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ سر کے درمیان سے مسح شروع کرتے تھے اور اس باب میں اصح ترین حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے، اور جو بعض سر کے مسح کو جائز قرار دیتے ہیں وہ آگے والے بعض حصہ کا نظریہ رکھتے ہیں، ابراہیم اور شعبی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: اپنے سر کی دونوں اطراف میں جس طرف کا بھی مسح کرے جائز ہوگا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف الیافوخ کا مسح کیا اور اجماع منعقد ہے کہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ اکٹھا مسح کرنا بہتر ہے اور اجزاء پر مسح جائز ہے اگر ایک ہاتھ سے مسح کرے، اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے ایک انگلی سے مسح کیا حتی کہ اس کا نظریہ ہے سر کے کسی حصہ پر مسح جائز ہے۔ یہ سفیان ثوری کا قول ہے سفیان نے کہا: اگر ایک انگلی کے ساتھ سر کا مسح کیا تو جائز ہے بعض نے فرمایا: جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی سنت سے خروج ہے گویا وہ کھیلنے والا ہے مگر یہ کہ مرض کی وجہ سے ضرورت ہو، پس مناسب ہے کہ اجزاء میں مختلف نہ ہو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: تین انگلیوں سے کم انگلیوں کے ساتھ سر کا مسح کرنا جائز نہیں۔ پھر سر کے بالوں پر ہاتھوں کو لوٹانے میں اختلاف ہے کیا یہ فرض ہے یا سنت ہے۔؟ اس بات پر اجماع ہونے کے بعد کہ پہلا مسح فرض ہے اور جمہور کے نزدیک یہ سنت ہے بعض علماء نے فرمایا: یہ فرض ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) اگر متوضی مسح کی جگہ سر کو دھو دے تو ابن عربی نے کہا: ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ یہ جائز ہے مگر ہمیں امام فخر الاسلام الشاشی نے اپنے درس میں ابو العباس بن القاص سے روایت کر کے بتایا کہ یہ جائز نہیں ہے، یہ داؤد کے مذہب میں غلو ہے ظاہر کی اتباع کی وجہ سے فاسد ہے اور شریعت کو باطل کرنے والا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے فرمایا (آیت) یعملون ظاھرا من الحیوۃ (الروم: ۷) اور فرمایا: ام بظاھر من القول (الرعد: ۳۳)

حالانکہ یہ غسل کرنے والا وہ بھی کرنے والا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اور زیادتی بھی اس نے کی، اگر کہا جائے کہ یہ زیادتی اس لفظ سے خارج ہے جس کا مکلف کیا گیا تھا، ہم کہیں گے: فعل کو محل تک پہنچانے کے معنی سے خارج نہیں، اسی طرح اگر سر کا مسح کیا پھر حلق کرا لیا تو اس پر مسح کا اعادہ نہیں ہے۔

کانوں کے مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

مسئلہ نمبر: (۱۲) دونوں کان امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد، ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے نزدیک سر سے ہیں پھر نئے پانی سے ان کے مسح میں اختلاف ہے، امام مالک، اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نئے پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کرے، اس پانی کے سوا جس کے ساتھ سر کا مسح کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا: اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نئے پانی کا کہا ہے انہوں نے فرمایا: ان کا مسح کرنا سنت ہے نہ یہ چہرہ سے ہیں اور نہ سر سے ہیں۔ کیونکہ علماء کا اتفاق ہے کہ کانوں پر جو بال ہیں حج میں ان کا حلق نہیں ہے۔ ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے، ثوری

رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سر کے ساتھ ایک پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کیا جائے گا، سلف صالحین کی جماعت سے صحابہ اور تابعین سے اس قول کی مثل مروی ہے، داؤد نے کہا: اگر کانوں کا مسح کیا تو بہتر ہے ورنہ اس پر کچھ واجب نہیں کیونکہ قرآن میں دونوں کا ذکر نہیں، اسے کہا جائے گا، اس کا اسم ان دونوں کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، نسائی اور ابوداؤد وغیرہما کی کتابوں میں احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، حدیث نمبر ۱۰۵۔۱۰۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور کتاب اللہ میں ان کا عدم ذکر دلالت کرتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے جیسا کہ چہرے اور ہاتھوں کا ذکر ہے اور کانوں کے مسح کی سنت حدیث سے ثابت ہے اہل علم متوضی کے لیے اپنے کانوں کے مسح کے ترک کو ناپسند کرتے ہیں کانوں کو ترک کے سنت کا ترک بناتے ہیں اور اس پر اعادہ کو واجب نہیں کرتے مگر اسحاق نے کہا: اگر کانوں کا مسح ترک کرے تو جائز نہیں، احمد نے کہا: اگر کانوں کا مسح جان بوجھ کر ترک کرے تو میں اعادہ پسند کرتا ہوں، علی بن زیاد مالکی سے مروی ہے انہوں نے کہا: جس نے وضو یا نماز کی سنت میں کسی سنت کو جان بوجھ کر ترک کیا تو وہ اعادہ کرے۔ یہ فقہاء کے نزدیک ضعیف ہے، سلف میں سے اس کا کوئی قائل نہیں اور نظر اس کا تقاضا کرتی ہے اگر اس طرح ہوتا تو اس کے علاوہ فرض واجب معروف نہ ہوتا، جس نے کہا: کان چہرے سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ کہتے تھے۔ سجد وجھی للذی خلقه وصوره وشق سمعه وبصره۔ (جامع الترمذی کتاب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۱۷۹، ایضاً حدیث نمبر ۳۴۲۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کے لیے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی تصویر بنائی اور اس کی سمع و بصر کو بنایا سمع کی نسبت چہرے کی طرف کی پس ثابت ہوا کہ ان کے لیے چہرہ کا حکم ہے، مصنف ابی داؤد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یکبارگی کانوں کے ظاہر و باطن کو دھویا پھر اپنے پاؤں کو دھویا پھر فرمایا: وضو کے متعلق سوال کرنے والے کہاں ہیں؟ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۵)

جنہوں نے کہا: کانوں کو چہرہ کے ساتھ دھویا جائے گا اور ان کے باطن کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے گا انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ چہرہ کو دھونے کا حکم دیا اور سر کے مسح کا حکم دیا جو کانوں میں سے سامنے ہے اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ چہرہ سے ہے اور جو سامنے نہیں ہے اس کا مسح واجب ہے، کیونکہ وہ سر سے ہے، اس قول کا آثار رد کرتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کانوں کے ظاہر اور کانوں کے باطن کا مسح کرتے تھے، یہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس اور حضرت ربیع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم کی حدیث سے ثابت ہے اور جنہوں نے کہا: وہ دونوں سر سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو صنابحی سے مروی ہے: جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے خطائیں نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ کانوں سے خطائیں نکل جاتی ہیں۔ (موطا امام مالک، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۳۱) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وارجلکم۔ نافع، ابن عامر اور کسائی نے (آیت) ارجلکم۔ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے ولید بن مسلم نے نافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے (آیت) ارجلکم۔ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، یہ حسن اعمش سلیمان کی قرات ہے، ابن کثیر، ابو عمرو اور حمزہ نے وارجلکم کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے ان قراتوں کی وجہ سے اور

عربوں سے نقل کے ساتھ ثابت ہے کہ مسح، غسل کے معنی میں ہوتا ہے پس اس کا قول راجح ہوا جس نے کہا: جر کی قرات سے مراد غسل ہے نصب کی قرات جس میں کوئی احتمال نہیں ہے اس سے مراد بھی غسل ہے اور کثرت احادیث سے ثابت بھی غسل ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے پھر سر میں مسح ان کے درمیان داخل ہے جو چیزیں دھوئی جاتی ہیں ترتیب کے بیان کے لیے اس بنا پر کہ رجلین سے پہلے مفعول ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وارجلکم الی الکعبین وامسحوا برؤسکم۔

جب الراس (سر) الرجلین (پاؤں) سے پہلے مفعول تھا تلاوت میں ان پر مقدم کیا گیا، واللہ اعلم، نہ یہ کہ دونوں سر کے ساتھ مشترک ہیں، کیونکہ تطہیر کی صفت میں ان پر اس کو مقدم کیا۔

عاصم بن کلیب نے ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے مجھ پر وارجلکم پڑھا حضرت علی نے یہ سنا جب کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے فرمایا: (آیت) وارجلکم یہ کلام میں مقدم اور موخر میں سے ہے۔

ابو اسحاق نے حارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اغسلوا الاقدام الی الکعبین۔ اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھو، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے ارجلکم نصب کے ساتھ پڑھا، بعض علماء نے فرمایا: الرجلین، میں جر ان کے مسح کی قید کے لیے آئی ہے لیکن جب کہ ان پر خفین ہوں اور یہ قید ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسح کرنا صحیح ثابت نہیں مگر جب ان پر خفین تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فعل سے اس حالت کو بیان کیا جس میں پاؤں دھوئے جاتے ہیں اور اس حالت کو بیان کیا جس میں مسح کیا جاتا ہے، یہ بہتر قول ہے، اگر کہا جائے کہ خفین پر مسح سورۃ المائدہ کے ساتھ منسوخ ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۴)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسح کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رد کیا اور امام مالک نے بھی اس کا ایک روایت میں انکار کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کی نفی کی اور دوسرے نے اس کا اثبات کیا تو نافی کے لیے حجت نہیں، خفین پر مسح کو بہت سے صحابہ اور تابعین نے ثابت کیا، حضرت حسن بصری نے کہا: مجھے ستر صحابہ نے بتایا کہ وہ خفین پر مسح کرتے تھے اور نقل صحیح کے ساتھ امام سے ثابت ہے فرمایا: جریر نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کیا، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کی، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث کو وہ پسند کرتے تھے، کیونکہ جریر کا اسلام سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۳۳۔۱۳۲)

یہ نص ہے اس کو رد کرتی ہے جو انہوں نے ذکر کیا اور انہوں نے جس روایت سے حجت پکڑی ہے وہ یہ ہے واقدی عن عبدالحمید بن جعفر عن ابیہ جریر نے سولہ رمضان کو اسلام قبول کیا اور المائدہ ذی الحجہ میں یوم عرفات کو نازل ہوئی، یہ حدیث اپنے ضعف کی وجہ سے ثابت نہیں، اس سورۃ میں سے عرفہ کے دن (آیت) الیوم اکملت لکم دینکم۔ نازل ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں مسح علی الخفین میں جریر کی حدیث کو بہتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کا اسلام سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد ہے اور جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹایا تھا اور ان کی طرف سائل کو پھیرا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ الحدیث (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱ صفحہ ۳۰۵)

اور رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو ان سے انکار مروی ہے وہ منکر ہے صحیح نہیں ہے صحیح وہ ہے جو انہوں نے اپنی موت کے وقت ابن نافع کو کہا: میں اپنے لیے طہارت کو پسند کرتا ہوں اور جس نے مسح پر اکتفا کیا اس میں حرج نہیں دیکھتا اسی پر محمول کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو ابن وہب رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں سفر و حضر میں مسح نہیں کرتا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خفین پر مسح کرنے کا حکم دیا اور خود خفین اتار کر وضو کیا اور فرمایا: مجھے وضو محبوب ہے، اسی طرح حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اس بنا پر مسح کو ترک کیا جس بنا پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کیا تو میں اس پر انکار نہیں کروں گا، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس پر عیب نہیں لگائیں گے مگر یہ کہ وہ اس کو ترک کر دے اور وہ اس طرح اس کو نہ دیکھے جس طرح اہل بدعت نے کیا ہے، پس اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی، واللہ اعلم،

بعض علماء نے کہا: ارجلکم لفظ پر معطوف ہے معنی پر معطوف نہیں یہ غسل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ معنی کی رعایت ہوتی ہے نہ لفظ کی، جر، جوار کی وجہ سے ہے جس طرح عربوں نے کہا اور قرآن میں اور دوسری عرب کلام میں یہ پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یرسل علیکما شواظ من نار، ونحاس۔ (الرحمن: ۳۵) جر کے ساتھ ہے (☆) (یعنی ایک قرات میں نحاس جر کے ساتھ ہے) کہا: نحاس دھواں ہے اور فرمایا: (آیت) ھو قران مجید، فی لوح محفوظ۔ (البروج) امراء القیس نے کہا:

کبر اناس فی بجاد مزمل:

مزمل کو جر، جوار کی وجہ سے ہے مزمل مرد ہے اس کا اعراب رفع ہے۔ زہیر نے کہا:

لعب الزمان بھا و غیرھا بعدی سوافی المور و القطر:

ابو حاتم نے کہا: القطر پر رفع تھا لیکن المور کے جوار کی وجہ سے اس کو جر دی گئی ہے جس طرح عربوں نے کہا ہے ھذا حجر ضب خرب۔ انہوں نے اس (خرب) کو جر دی ہے حقیقۃ اس کا اعراب رفع ہے یہ اخفش، ابو عبیدہ کا مذہب ہے، نحاس نے اس کو رد کیا ہے فرمایا: یہ قول غلط ہے، کلام میں جوار نہیں ہوتا کہ اس پر قیاس کیا جائے یہ غلط ہے اس کی مثال الاقواء ہے۔

میں نے کہا: اس میں قطعی باب یہ ہے کہ پاؤں میں فرض غسل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے اور قدموں کے پیٹ آگ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مراد کی مخالفت پر ہمیں ڈرایا گیا ہے اور یہ معلوم کہ آگ کا عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب کے ترک پر اور یہ معلوم ہے کہ مسح میں استیعاب (گھیراو احاطہ) نہیں ہوتا اور مسح کے قائلین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسح ظاہر پر ہوتا ہے بطون پر نہیں ہوتا، اس حدیث سے اس شخص کا بطلان واضح

لے گئے، اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر انہیں پیچھے گدی کی طرف لے گئے پھر انہیں لوٹایا حتیٰ کہ اس تک واپس لے آئے جس سے آغاز کیا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ا، صفحہ ۱۲۳)

کعبین سے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان

علماء کا کعبین کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ دو ہڈیاں ہیں جو پاوں کے پہلو میں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔ (المحرر الوجیز جلد ۲، صفحہ ۱۶۳ دار الکتب العلمیہ)

اصمعی نے علماء کے قول کا انکار کیا ہے کہ کعب، قدم کی پیٹھ پر ہے۔ یہ اس نے الصحاح میں کہا ہے، اور ابن القاسم روایت کرتے ہیں محمد بن حسن نے بھی یہی کہا ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے وضو کی حد یہاں تک مقرر کی ہو لیکن عبدالوہاب نے التلقین اس کے بارے ایسے الفاظ لکھے ہیں جن میں تخلیط اور ابہام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کی مخالفت کرنے والا نہیں جانتا کہ کعبین پنڈلی کے جوڑ کی دو ہڈیاں ہیں جو اٹھی ہوئی ہیں، طبری نے یونس سے انہوں نے اشہب سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: الکعبان وہ حد ہے جس تک دھونا واجب ہے یہ دو ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں ایڑی کے سامنے ہیں اور کعب قدم کے اوپر ظاہر نہیں۔

میں کہتا ہوں: لغت اور سنت میں نہیں صحیح ہے، کعب عرب کلام میں العلو سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے کعبہ کہا جاتا ہے کعبت المراۃ کہا جاتا ہے جب عورت کے پستان گول ہو جائیں اور ابھر جائیں، کعب القناۃ نیزہ کی گرہ پر دو جوڑوں کے درمیان کی جگہ کو کعب کہتے ہیں، کبھی یہ شرف اور مجد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی سے حدیث ہے واللہ لا یزال کعبک عالیا اللہ کی قسم تیری بزرگی ہمیشہ بلند رہے گی۔

سنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو ابو داؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اللہ کی قسم! اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دلوں کے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، فرمایا: میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے، اپنا گھٹنا اپنے ساتھی کے گھٹنے سے، اپنا ٹخنہ اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملائے ہوئے تھا (۱)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ا، صفحہ ۹۶، ایضا صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۶۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

العقب، ایڑی کے ہڈی کے نیچے پاوں کا پچھلا حصہ ہے، اور العرقوب پنڈلی اور پاوں کا جوڑ ہے، اسی سے حدیث ہے خشک عراقیب (ایڑیوں) کے لیے آگ سے ہلاکت ہے (۲) (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ا، صفحہ ۱۲۵)

یعنی جب ایڑیوں کو دھویا نہ گیا ہو جیسا کہ ارشاد ہے (خشک) ایڑیوں اور قدموں کے لیے آگ کا عذاب ہے (۳)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ا، صفحہ ۸، ایضا صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے کسی پر وضو میں اور غسل میں پاوں کی انگلیوں کا خلال کرنا نہیں ہے، جفاء اور علق میں خیر نہیں ہے۔ ابن وہب نے کہا: پاوں کی انگلیوں کے خلال کرنے کی رغبت دی گئی ہے، ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال ضروری ہے، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے اپنے پاوں کی انگلیوں کا خلال نہیں کیا اس پر کچھ نہیں ہے، محمد بن خالد نے ابن القاسم سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: جس نے نہر پر وضو کیا اور اپنے پاوں کو پانی میں

حرکت دی تو جائز نہ ہوگا حتی کہ پاؤں کو ہاتھوں سے دھوئے، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے دھونے پر قادر ہو تو جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ انگلیوں کے درمیان کی جگہ کو دھویا جائے گا، کیونکہ وہ بھی پاؤں سے ہیں جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ ہاتھ سے ہے، ہاتھوں کی انگلیوں کے کھلا ہونے اور پاؤں کی انگلیوں کا ملا ہوا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، انسان کو پورے پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح پورے ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ جب وضو فرماتے تو اپنی انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے۔ (۴)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۷، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ اپنے پاؤں دھوتے تھے، یہ عموم کا تقاضا کرتا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اپنے پاؤں کی تمام انگلیوں کو یا بعض انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے اس حدیث کی بنا پر جو انہیں ابن وہب نے بیان کی انہوں نے ابن لہیعہ اور لیث بن سعد سے روایت کی انہوں نے یزید بن عمرو غفاری سے روایت کی انہوں نے ابو عبدالرحمن حبلی سے روایت کی انہوں نے مستورد بن شداد قرشی سے روایت کی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ کا اپنی چھوٹی انگلی سے خلال کرتے تھے ابن وہب نے کہا: مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اچھا ہے، میں نے ان سے یہ صرف اس گھڑی سنا، ابن وہب نے کہا: میں نے ان سے سنا اس کے بعد وضو میں انگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا حکم دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خللوا بین الاصابع لا تخللها النار (۵) احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲ صفحہ ۵۸۰)

انگلیوں کا خلال کرو تا کہ آگ ان کا خلال نہ کرے، یہ خلال کے ترک پر وعید ہے پس جو ہم نے کہا وہ ثابت ہو گیا۔

مسلسل دھونے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

آیت کے الفاظ متواتر وضو کرنے کا تقاضا کرتے ہیں یعنی اعضاء کو لگاتار دھوئے، درمیان میں وقفہ نہ کرے اور درمیان میں کوئی عمل نہ کرے جو وضو سے نہ ہو، علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے، ابن ابی سلمہ اور ابن وہب نے کہا: پے در پے وضو کرنا، ذکر ونسیان میں وضو کے فرائض سے ہے جس نے اپنے وضو کے اعضا کے درمیان جان بوجھ کر یا بھول کر وقفہ کیا تو جائز نہ ہوگا۔ ابن عبدالحکم نے کہا: بھول کر وقفہ کرے یا جان بوجھ کر کرے وضو جائز ہوگا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القاسم نے کہا: اگر جان بوجھ کو فرق کیا تو پھر جائز نہ ہوگا بھول کر کیا تو جائز ہوگا۔ ابن حبیب کی روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا نے فرمایا: مغسول میں وقفہ جائز ہے ممسوح میں جائز نہیں، یہ پانچ اقوال ہیں جو دو اصلوں پر قائم ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مطلق حکم دیا ہے متواتر وضو کرے یا وقفہ کرے (تیری مرضی مقصود تمام اعضاء میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت غسل کا وجود ہے۔

(۲) یہ عبادات ہیں جو مختلف ارکان والی ہیں پس اس میں توالی اور تواتر واجب ہے جس طرح نماز ہے، یہ اصح ہے۔ واللہ اعلم۔

ترتیب اعضائے وضو سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

آیت کے الفاظ ترتیب کو بھی اپنے ضمن میں رکھتے ہیں، ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے ابہری نے کہا: ترتیب سنت ہے سنت ہے ظاہر مذہب یہ ہے کہ بھولنے والے کے لیے ترتیب کا نہ ہونا جائز ہے اور جان بوجھ کر ترتیب چھوڑنے والے کے بارے ہے، بعض علماء نے فرمایا: جائز ہے اور مستقبل میں ترتیب کو قائم رکھے، ابوبکر القاضی وغیرہ نے کہا: یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ اختلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا: جائز ہے اور مستقبل میں ترتیب کو قائم رکھے، ابوبکر القاضی وغیرہ نے کہا: یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ کھیلنے والا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام اصحاب کا نظریہ یہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابو عبید قاسم بن سلام، اسحاق، ابو ثور کا یہی قول ہے ابو مصعب مالکی کا بھی یہ نظریہ ہے، اس نے اس کو اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے، اس کو اس نے اہل مدینہ سے حکایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہیں کہ جس نے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں شہر سے مقدم کیا اور آیت کی ترتیب کے وضو نہ کیا تو جس نے اس وضو کے ساتھ نماز پڑھی اس کا اعادہ لازم ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر روایات یہ ہیں کہ واو نہ تعقیب کا موجب ہے اور نہ ترتیب کا موجب ہے، یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور اسکے اصحاب کا ہے، اور یہی ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، مزنی اور داؤد بن علی کا نظریہ ہے الکیا طبری نے کہا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (آیت) فاغسلوا وجوھکم وایدیکم کا ظاہر اجزاء کا تقاضا کرتا ہے وہ علیحدہ علیحدہ وقفہ سے اعضاء کو دھوئے یا متواتر وضو کرے جیسا کہ صحیح مذہب شافعی سے ہے اور یہ اکثر علماء کا مذہب ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آئندہ نماز کے لیے ترتیب سے نیا وضو کرنا مستحب ہے یہ اس پر وہ واجب خیال نہیں کرتے تھے، یہ ان کے مذہب کا ماحاصل ہے، علی بن زیاد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جس نے اپنے بازوؤں کو دھویا، پھر اپنے چہرے کو دھویا، پھر اسے اسی جگہ یاد آگیا تو وہ بازوؤں کو دھونے کا اعادہ کرے اور اگر اسے یاد نہ آئے حتی کہ اس نے نماز پڑھ لی تو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے، علی نے کہا پھر اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نماز کا اعادہ نہ کرے اور آئندہ نماز کے لیے وضو کا اعادہ کرے، اختلاف کا سبب وہ ہے جو بعض علماء نے کہا کہ فاغسلوا میں تعقیب کا موجب ہے، کیونکہ جب یہ جواب شرط ہے تو اس نے مشروط مربوط کر دیا پس یہ تمام میں ترتیب کا تقاضا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ چہرے سے آغاز کرنے کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ یہ شرط کی جزا اور جواب ہے یہ تمام میں ترتیب کا تقاضا کرتی ہے اگر جواب شرط ایک معنی ہوتا جب جواب شرط تمام جملے ہیں تو پھر کوئی پروا نہیں جس سے آغاز کیا جائے، کیونکہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، بعض علماء نے فرمایا: ترتیب واو کی وجہ سے آتی ہے لیکن حقیقۃً ایسا نہیں کیونکہ تو کہتا ہے: تقاتل زید وعمرو، تخاصم بکر وخالد پس باب مفاعلہ میں اس کا دخول اسے ترتیب سے خارج کر دیتا ہے یہ کہنا صحیح ہے، ترتیب چار وجوہ سے ہے۔

(۱) اس سے آغاز کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آپ نے حج فرمایا: ہم اس سے شروع کریں جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا۔

(۲) سلف کا اجماع ہے وہ ترتیب سے وضو کرتے تھے۔

(۳) وضو کو نماز کی تشبیہ کی وجہ سے۔

(۴) اس ترتیب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اختیار فرمائی۔

اور جنہوں نے اجازت دی انہوں نے اس پر حجت پکڑی ہے کہ جنابت کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب نہ ہونے پر اجماع ہے اسی طرح وضو کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے مراد غسل ہے نہ کہ آغاز کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: مجھے کوئی پرواہ نہیں، جب مکمل وضو کروں، اپنے جس عضو سے آغاز کروں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے اپنے پاؤں سے آغاز کرنے میں کوئی حرج نہیں، دارقطنی نے کہا: یہ روایت مرسل ہے ثابت نہیں ہے، اولیٰ ترتیب کا وجوب ہے، واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۱۸) جب وضو میں مشغولیت سے نماز کا وقت فوت ہو جائے تو اکثر علماء کے نزدیک تیمم نہیں کر سکتا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسی صورت میں تیمم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ تیمم اصل میں نماز کے وقت کی حفاظت کے لیے ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نماز کو پانی ملنے تک موخر کرنا واجب ہوتا۔ جمہور علماء نے اس ارشاد (آیت) فلم تجدوا ماء فتیمموا۔ سے حجت پکڑی ہے اور یہ پانی پانے والا ہے تیمم کی صحت کی شرط نہیں پائی جاتی پس تیمم نہیں کرے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۹) بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نجاست کا زائل کرنا واجب نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) اذا قمتم الی الصلوۃ۔ استنجا کا ذکر نہیں فرمایا اور وضو کا ذکر نہیں فرمایا، اگر نجاست کا زائل کرنا واجب ہوتا تو پہلے اس کا ذکر کیا جاتا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اشہب کی روایت بھی یہی ہے، ابن القاسم نے کہا: یاد ہوتے ہوئے نجاست کا ازالہ ضروری ہے اور نسیان کی صورت میں اس کا زائل کرنا ساقط ہو جاتا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نجاست کا زائل کرنا ہے جب وہ بغلی درہم کی مقدار سے زائد ہو، مراد بڑا درہم ہے جو مثقال کی ہیئت پر ہوتا ہے یہ مخرج معتاد کے منہ پر قیاس کیا ہے جو معاف ہے، صحیح ابن وہب کی روایت ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں والوں کے متعلق فرمایا: انہیں عذاب ہو رہا ہے اور (تمہارے نزدیک) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارت، جلد ۱ صفحہ ۱۴۱)

اور عذاب ہمیشہ واجب کے ترک پر ہوتا ہے ظاہر قرآن میں کوئی حجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت وضو میں خاص وضو کا طریقہ بیان فرمایا ہے، نجاست کے ازالہ وغیرہ سے تعرض نہیں فرمایا: آیت کریمہ خفین پر مسح پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تین روایات ہیں۔

(۱) مطلقاً انکار جیسا کہ خوارج کہتے ہیں یہ روایت منکرہ ہے صحیح نہیں ہے یہ پہلے گزر چکی ہے۔

(۲) سفر میں مسح کرے حضر میں نہ کرے، کیونکہ مسح کی اکثر روایات سفر میں ہیں اور سباطۃ (کوڑے کا ڈھیر) والی حدیث حضر میں مسح کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کو مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کیا ہے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر آئے دیوار کے پیچھے آپ کھڑے ہوئے جس طرح تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے پس آپ نے پیشاب کیا، میں آپ سے تھوڑا دور ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ فرمایا، میں آیا، آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ آپ نے وضو فرمایا اور خفین پر مسح کیا، اسی کی مثل شریح بن ہانی کی حدیث ہے فرمایا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے ان سے خفین پر مسح کے

متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم حضرت ابن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان کو پوچھو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مسافر کے لیے تین دن تک مسح ہے اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات تک مسح ہے۔(۱) (صحیح مسلم، کتاب الطھارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر خفین پر مسح بغیر کسی وقت کی قید کر سکتا ہے، یہ لیث بن سعد کا قول ہے، ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہمارے شہر والوں کے نزدیک اس میں کوئی وقت کی تعیین نہیں۔ ابوداؤد نے حضرت ابی بن عمارہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں خفین پر مسح کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اس نے عرض کی: ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن، اس نے پوچھا: دو دن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دن اس نے پوچھا: تین دن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور جتنا چاہے۔

ایک روایت میں ہے ہاں جو تیرے لیے ظاہر ہو۔ ابوداؤد نے کہا: اس کی سند میں اختلاف ہے یہ قوی نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطھارت، جلد ۱، صفحہ ۲۱)

مدت مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے اور مسافر تین دن مسح کرے، یہ انہوں نے شریح کی حدیث اور اس کی مثل احادیث کی بنا پر کہا ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون اور بعض خلفاء کی طرف آپ کے خطوط میں یہ روایت کیا گیا ہے ان کے اصحاب نے انکا انکار کیا ہے۔

تمام علماء کے نزدیک مسح کرنا اس کے لیے جس نے طہارت پر خفین کو پہنا ہو، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے فرمایا: میں ایک رات ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، الحدیث، اس حدیث میں ہے میں جھکا تا کہ آپ کے جوڑے اتار دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو رہنے دو میں نے طہارت کی حالت میں پہنے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطھارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۳م)

آپ نے دونوں پر مسح فرمایا، اصبغ کا خیال ہے کہ یہ تیمم کی طہارت ہے، یہ بنا ہے کہ تیمم حدث کو اٹھا دیتا ہے داؤد اس مسئلہ میں منفرد ہے، اس نے کہا: ہاں طہارت سے مراد صرف نجاست سے طہارت ہے جب پاؤں نجاست سے پاک ہوں تو خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔ اختلاف کا سبب طہارت کے اسم میں اشتراک ہے۔

پھٹے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک کے نزدیک خفین پر مسح جائز ہے جب ان میں تھوڑی سی پھٹن ہو، ابن خویز منداد نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پھٹن انقطاع اور پہننے سے مانع نہ ہو، اس میں چلنا ممکن ہو، امام مالک کے قول کی طرح لیث، ثوری، امام شافعی، اور طبری، کا قول ہے، ثوری اور طبری سے پھٹی ہوئی خف پر مسح کی اجازت مروی ہے، اوزاعی نے کہا: خف پر اور قدم کا جو حصہ ظاہر ہے اس پر مسح کرے، یہ طبری کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر پاؤں کا جو حصہ ظاہر ہو وہ تین انگلیوں سے کم ہو تو مسح کرے اور جب تین انگلیوں کی مقدار پاؤں ظاہر ہو تو اس پر مسح نہ کرے یہ تحدید ہے تو توقیف کی محتاج ہے، یہ معلوم ہے کہ صحابہ اور تابعین کے

موزے تھوڑی پھٹن سے سلامت نہیں ہوتے تھے جمہور کے نزدیک یہ معاملہ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جب پاؤں کے اگلے حصہ میں پھٹن ہو تو اس پر مسح جائز نہیں، حسن بن حی نے کہا: خف پر مسح کرے جب جو حصہ ظاہر ہو جوراب نے اسے ڈھانپ رکھا ہو اور اگر قدم کا کوئی حصہ ظاہر ہو تو مسح نہ کرے، ابو عمر نے کہا: یہ ان کے مذہب پر ہے کہ مسح جورابوں پر جائز ہے جب وہ موٹی ہوں، یہ ثوری، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

جورابوں پر مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورابوں پر مسح جائز نہیں مگر جب کہ وہ چمڑے کی ہوں، یہ امام مالک کا ایک ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جورابوں پر مسح جائز نہیں، اگرچہ وہ مجلد ہوں، ابو داؤد کی کتاب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جورابین اور نعلین پر مسح کیا، ابو داؤد نے کہا: عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خفین پر مسح کیا، اس حدیث کو حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے یہ قوی نہیں اور نہ متصل ہے، ابو داؤد نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو مسعود، حضرت براء بن عازب حضرت انس بن مالک، حضرت ابو امامہ، حضرت سہل بن سعد، حضرت عمرو بن حریث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جورابوں پر مسح کیا، یہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔(۱) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۲۱، حدیث نمبر ۲۷، مطبوعہ القرآن پبلی کیشنز)

رہا نعلین پر مسح تو ابو محمد داری نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ ہمیں ابو نعیم نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں یونس نے بتایا انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے عبد خیر سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا اور نعلین پر مسح کیا، پھر وسعت فرمائی اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا جیسے تم نے مجھے دیکھا تو میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حقدار ہے، ابو محمد داری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد (آیت) وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ سے منسوخ ہے۔ (سنن داری، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۴۷)

بَابُ الرَّجُلِ يُجَدِّدُ الْوُضُوءَ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باب: آدمی کا بے وضو ہوئے بغیر دوبارہ وضو کرنا

62 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِ ابْنِ يَحْيَى أَتْقَنُ عَنْ غُطَيْفٍ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَنْ أَبِي غُطَيْفٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، فَلَمَّا نُودِيَ بِالظُّهْرِ تَوَضَّأَ فَصَلَّى، فَلَمَّا نُودِيَ بِالْعَصْرِ تَوَضَّأَ، فَقُلْتُ

62- اسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن زياد - وهو الافريقي - وجهالة ابي غطيف - او غطيف - الهذلي، واخرجه الترمذي (60)، وابن ماجه (512) من طريق عبد الرحمن بن زياد الافريقي، بهذا الاسناد، وضعفه الترمذي.

فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طُهْرٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا حَدِيثُ مُسَدَّدٍ وَهُوَ أَتَمُّ

ابوغطیف ہذلی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب ظہر کے لئے اذان ہوئی تو انہوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ جب عصر کے لئے اذان ہوئی' تو انہوں نے پھر وضو کیا' تو میں نے ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص پہلے سے وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مسدد کی نقل کردہ ہے اور یہ زیادہ مکمل ہے۔

شرح

ایک تو مطلقاً وضو کرنے کا ثواب واجر مقرر ہے وہ تو ملتا ہی ہے لیکن جو آدمی وضو پر وضو کرے تو اس کے واسطے اس مقررہ اجر و ثواب کے علاوہ مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس سلسلہ میں علماء لکھتے ہیں کہ یہ اجر وثواب اس وقت ملتا ہے جب کہ پہلے وضو کے بعد فرض یا نفل نماز پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد پھر دوسرا وضو کرے۔ شرح السنۃ میں منقول ہے کہ تجدید وضو اس وقت مستحب ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھ چکا ہو اور بعض علماء کے نزدیک اگر پہلے وضو کے بعد نماز نہ پڑھی ہو تو وضو کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ مَا يُنَجِّسُ الْمَاءَ

باب: کون سی چیز پانی کو نجس کر دیتی ہے

۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَغَيْرُهُمْ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنُوبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسِّبَاعِ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ وَقَالَ عُثْمَانُ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ الصَّوَابُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا: جس میں سے جانور اور درندے آکر پیتے ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلے ہو' تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ ابن علاء نامی راوی کے ہیں:

عثمان اور حسن بن علی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یہ روایت محمد بن عباد بن جابر سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں) یہی درست ہے۔

پانی کے قلہ ہونے کے مفہوم کا بیان

قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں جس میں اڑھائی مشک پانی آتا ہے "قلتین" یعنی دو مٹکوں میں پانچ مشک پانی سماتا ہے دو مٹکوں کے پانی کا وزن علماء کرام نے سواپانچ سو من لکھا ہے اس حدیث کے پیش نظر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی دو مٹکوں کے برابر ہو اور اس میں نجاست وغلاظت گر جائے تو جب تک پانی کا رنگ، مزہ اور بو متغیر نہ ہو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ لیکن جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے اس کے بارے میں علماء کرام کا بہت زیادہ اختلاف ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح بھی ہے یا نہیں؟

سفر السعادۃ کے مصنف جو ایک جلیل القدر محدث ہیں لکھتے ہیں کہ "علماء کرام کی ایک جماعت کا قول تو یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے مگر ایک دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔" علی بن مدینی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو جلیل القدر علماء اور ائمہ حدیث کے امام اور حضرت عبداللہ بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد ہیں لکھتا ہے کہ "یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں ہے۔" نیز علماء کرام لکھتے ہیں کہ "یہ حدیث اجماع صحابہ کے برخلاف ہے کیونکہ ایک مرتبہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر پڑا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ حکم دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے اور یہ واقعہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوا اور کسی نے بھی اس حکم کی مخالفت نہیں کی۔

پھر اس کے علاوہ علماء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ "اس مسئلہ میں پانی کی حد اور مقدار متعین کرنے کے سلسلے میں نہ تو حنفیہ کو اور نہ ہی شوافع کو ایسی کوئی صحیح حدیث ہاتھ لگی ہے جس سے معلوم ہو کہ نجاست پڑنے سے کتنی مقدار کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور کتنی مقدار کا ناپاک نہیں ہوتا۔" امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام اور حنفی مسلک کے تھے فرماتے ہیں کہ "حدیث قلتین (یعنی یہ حدیث) اگرچہ صحیح ہے لیکن اس پر ہمارے عمل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں پانی کی مقدار دو قلے بتائی گئی ہے اور قلے کے کئی معنی آتے ہیں، چنانچہ قلہ مٹکے کو بھی کہتے ہیں اور مشک کو بھی، نیز پہاڑ کی چوٹی بھی قلہ کہلاتی ہے، لہٰذا جب یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں حدیث میں قلہ سے کیا مراد ہے تو اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے؟

بہر حال اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ جو علماء صرف حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہیں ان کا مسلک تو یہ ہے کہ "نجاست وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا خواہ پانی کم ہو یا زیادہ ہو، جاری ہو یا ٹھہرا ہوا ہو اور خواہ نجاست پڑنے سے پانی کا رنگ، مزہ اور بو متغیر ہو یا نہ ہو" یہ حضرات دلیل میں اس کے بعد آنے والی حدیث کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں کہ الحدیث (اِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ) (یعنی پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) حالانکہ مطلقاً پانی نہیں ہے بلکہ زیادہ پانی ہے۔ ان کے علاوہ تمام علماء اور محدثین کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی زیادہ ہوگا تو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوگا اور اگر پانی کم ہے تو نجاست پڑنے سے ناپاک ہو جائے گا۔

پانی کی قلت وکثرت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اب اس کے بعد چاروں اماموں کے ہاں "زیادہ" اور "کم" کی مقدار میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ نجاست پڑنے سے جس پانی کا رنگ، مزہ اور بو متغیر نہ ہو وہ ماء کثیر (زیادہ پانی) کہلائے گا اور جو پانی متغیر ہو

... قلیل (کم پانی) کے حکم میں ہوگا۔

... حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس حدیث کے پیشِ نظر یہ ہے جو پانی دو [illegible] کے برابر ہوگا اسے ماءِ کثیر کہیں گے اور جو پانی دو قلوں کے برابر نہ ہوگا وہ "ماءِ قلیل" کہلائے گا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ [illegible] کے ماننے والے یہ فرماتے ہیں کہ "اگر پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس کا ایک کنارہ حرکت دینے سے دوسرا کنارہ [illegible] ماءِ کثیر ہے اور اگر دوسرا کنارہ ہلنے لگے تو وہ "ماءِ قلیل" ہے۔" بعد کے بعض حنفی علماء نے "دہ در دہ" (ماءِ کثیر) ہے یعنی [illegible] دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں۔ [illegible] حوض کے پانی میں جو "دہ در دہ" ہو اگر نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہ دیتی ہو جیسے پیشاب، خون، [illegible] تو ہر طرف وضو کرنا درست ہے جدھر سے چاہے وضو کر سکتا ہے البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ [illegible] کہ پانی کا رنگ یا مزہ بدل جائے یا بدبو آنے لگے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر حوض کی شکل یہ ہو کہ سب تو وہ بیس ہاتھ اور [illegible] ہو یا پچیس ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو تو یہ دہ در دہ کی شکل بن جائے گا۔

۶۴- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ [illegible] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ أَبُو كَامِلٍ: ابْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ [illegible] اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاةِ [illegible] مَعْنَاهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو ویران [illegible] ہوتا ہے۔

اس کے بعد راوی نے حسبِ سابق حدیث ذکر کی ہے۔

۶۵- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَفَهُ، عَنْ عَاصِمٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب پانی دو قلے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا"۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نامی راوی نے یہ روایت عاصم سے موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

کھڑے یا جاری پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات

[illegible] مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ناپاکی کی حالت میں ٹھہرے ہوئے

پانی میں غسل نہ کرے (تا کہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر کس طرح نہانا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا "اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہیے۔

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرے گا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ متغیر (تبدیل) ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ مزہ اور بو تینوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہٰذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم ہونے کی صورت میں تو یہ نہی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

دوسری شکل یعنی پانی زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اصطلاح شریعت میں "کم پانی" اور زیادہ پانی کی مقدار اور اس کی تحدید کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں انشاء اللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں پوری وضاحت کی جائے گی۔ اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

نیز علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضائے حاجت مکروہ اور ممنوع ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر ندی و نالے اور تالاب جوہڑ اور نہر وغیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جنبی پانی میں ہاتھ نکالنے کے لئے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی ناقابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تاکہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔

پیشاب سے پانی کے نجس ہونے کی مقدار کے تعین کا فقہی بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کا حکم پوچھا گیا جو جنگل میں زمین پر جمع ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر چوپائے درندے اس پر آتے جاتے رہتے ہیں (یعنی جانور وغیرہ اس پانی پر آ کر اسے پیتے ہیں اور اس میں پیشاب وغیرہ بھی کرتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر پانی دو قلوں کے برابر ہو تو وہ ناپاکی کو قبول نہیں کرتا (یعنی نجاست وغیرہ پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا)۔" (مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، داری، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ "وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔") (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 448)

بَابُ مَا جَاءَ فِي بِئْرِ بُضَاعَةَ

باب: بضاعہ کنوئیں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ يُطْرَحُ فِيهَا الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ رَافِعٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کرلیا کریں (راوی کہتے ہیں:) وہ ایک ایسا کنواں تھا' جس میں حیض والی عورتوں کے کپڑے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں ڈالی جاتی تھیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: عبدالرحمن بن رافع (یعنی ایک راوی کا نام مختلف ذکر کیا ہے)

67- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيَّانِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَلِيطِ بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْعَدَوِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَالُ لَهُ: إِنَّهُ يُسْتَقَى لَكَ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ، وَهِيَ بِئْرٌ يُلْقَى فِيهَا لُحُومُ الْكِلَابِ، وَالْمَحَايِضُ وَعَذِرُ النَّاسِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ قَيِّمَ بِئْرِ بُضَاعَةَ عَنْ عُمْقِهَا؟ قَالَ: أَكْثَرُ مَا يَكُونُ فِيهَا الْمَاءُ إِلَى الْعَانَةِ. قُلْتُ: فَإِذَا نَقَصَ. قَالَ: دُونَ الْعَوْرَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدَّرْتُ أَنَا بِئْرَ بُضَاعَةَ بِرِدَائِي مَدَدْتُهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ ذَرَعْتُهُ فَإِذَا عَرْضُهَا سِتَّةُ أَذْرُعٍ. وَسَأَلْتُ الَّذِي فَتَحَ لِي بَابَ الْبُسْتَانِ فَأَدْخَلَنِي إِلَيْهِ، هَلْ غُيِّرَ بِنَاؤُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا. وَرَأَيْتُ فِيهَا مَاءً مُتَغَيِّرَ اللَّوْنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ کو یہ بات بتائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بضاعہ کے کنویں سے پانی لایا جاتا ہے وہ ایک ایسا کنواں ہے جہاں کتوں کا گوشت' حیض والی عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی گندگی ڈالی جاتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے قتیبہ بن سعید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے بضاعہ کنویں کے نگران سے اس کی گہرائی کے بارے میں دریافت کیا' تو اس نے بتایا اس میں زیادہ سے زیادہ اتنا پانی آتا ہے' جو ناف سے نیچے ہو میں نے دریافت کیا: جب یہ کم ہو' تو یہ کتنا ہوتا ہے' تو اس نے کہا: پردے کی جگہ سے نیچے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے بھی بضاعہ کنویں کی پیمائش اپنی چادر کے ذریعے کی ہے۔ میں نے اسے اس پر پھیلا دیا پھر میں نے اسے ناپا تو اس کی چوڑائی چھ بالشت جتنی تھی جس شخص نے میرے لئے باغ کا دروازہ کھولا تھا' اور وہ مجھے باغ کے اندر لے کر آیا تھا میں نے اس سے دریافت کیا: پہلے یہ جس حالت میں تھا کیا اس کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ اس نے جواب دیا: جی نہیں۔ میں نے اس کنویں میں پانی دیکھا کہ اس کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی۔

بئیر بضاعہ کے پانی کے حکم کا بیان

بیر بضاعہ مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے وہ ایک ایسی جگہ داقع تھا جہاں نالے کی رو آتی تھی اس نالے میں جو گندگی اور غلاظت ہوتی تھی وہ اس کنویں میں پڑتی تھی مگر کہنے والے نے کچھ اس انداز سے بیان کیا جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ لوگ خود اس میں نجاست ڈالتے تھے، حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس قسم کی گندگی اور غلط چیزوں کا ارتکاب تو عام مسلمان بھی نہیں کرسکتا چہ جائے کہ وہ ایسی غیر شرعی غیر اخلاقی چیز کا ارتکاب کرتے جو افضل المومنین تھے۔ بہرحال اس کنویں میں بہت زیادہ پانی تھا اور چشمہ دار تھا اس لئے جو گندگی اس میں گرتی تھی بہہ کر نکل جاتی تھی بلکہ علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ اس وقت کنواں جاری تھا اور نہر جاری کی طرح ایک باغ میں بہتا بھی تھا چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنویں کی اس صفت کی وجہ سے اس کے پانی کے بارے میں وہی حکم فرمایا جو ماء کثیر یا جاری پانی کا ہوتا ہے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ نجاست پڑنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا خواہ وہ تھوڑا پانی ہو یا زیادہ پانی بلکہ یہ حکم ماء کثیر یعنی زیادہ پانی کا ہے، قلیل یعنی کم پانی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حنفیہ کے بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ چشمہ دار کنواں بھی ''جاری پانی'' کا حکم رکھتا ہے یعنی جو حکم بہنے والے پانی کا ہوتا ہے وہی چشمہ دار کنویں کا ہوتا ہے۔

کنوئیں سے چوہا یا چڑیا وغیرہ زندہ نکالے جائیں تو پانی کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کنوئیں میں چوہا، چڑیا، مرغی، بلی اور بکری گر گئی اور انہیں زندہ نکال لیا تو اس کنوئیں کا پانی نجس نہ ہوگا۔ اور اس سے کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں۔ اور دلیل استحسان یہ ہے کہ جب تک یہ جانور زندہ ہیں پاک ہیں جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں کسی ایک کے بھی گرنے سے پانی نجس ہوجائے گا۔ اگرچہ انہیں زندہ نکال لیا گیا ہے کیونکہ ان جانوروں میں نجاست کا راستہ ہے۔ اور نجاست پانی میں حلول کر گئی ہے۔ جبکہ ہم نے قیاس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

حدیث کی سے وجہ ترک کر دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی وجہ سے ترک کر دیا۔

امام ابوجعفر اور فقیہ ابوعلی یہ دونوں فقہاء اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے اگر چہ اسے اسی وقت نکالا جائے بیس سے تیس تک ڈول پانی کے نکالے جائیں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کنوئیں میں چوہا گر جائے اور مر جائے تو اس سے سات ڈول پانی نکالا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ محض ڈول نکالے جائیں۔ اس روایت کے مطابق پانی فاسد نہیں ہوتا اور ان سے ایک روایت ہے بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کسی کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو اس سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ اسلاف یعنی متقدمین فقہاء نے اس مسئلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ کنوئیں کے مسائل میں اسلاف کے اقوال کی اتباع کرتے [illegible] قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱، ص [illegible]، بیروت)

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

اگر کنوئیں میں نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت۔ اور خواہ کسی چیز کے ساتھ لگ کر گری ہو یا صرف نجاست گری ہو ہر حال میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اور وہ خشکی کا رہنے والا ہو۔ اگر وہ کنوئیں میں گر جائے تو اس کے تین درجہ ہیں۔

اول: بکری یا اس کی مثل

دوم: بلی اور اس کی مثل۔

سوم: چوہا اور اس کی مثل۔

پس جو جانور بکری کے برابر یا اس سے بڑے ہوں وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ ایسے کسی جانور کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر چہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو۔ اور اگر مر کر پانی میں گرے تب بھی یہی حکم ہے۔ جو جانور بلی کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بکری سے چھوٹے ہوں وہ بلی کے حکم میں ہیں اور جو جانور چوہے کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔ ان دونوں قسم کے جانوروں میں سے کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا باہر سے گر کر مرے تو جب تک پھول یا پھٹ نہ جائے اس وقت تک کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ حصہ ناپاک ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور جب پھول جائے یا پھٹ جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے بال یا پاؤں یا دم یا کوئی اور حصہِ جسم جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا کنوئیں میں گرتے وقت کٹ جائے تو اس کے گرتے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں رہ کر اس کا جسم اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا جسم پھٹ گیا ہو۔ باہر سے پھول کر یا پھٹ کر گرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کنوئیں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب گرا ہے تو فتویٰ اسی پر ہے کہ جب دیکھا جائے اس وقت

سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے کے نماز و وضو سب درست ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اگر وہ جانور ابھی پھولا یا پھٹا نہیں تو جن لوگوں نے اس کنوئیں سے وضو کیا ہے وہ دن رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں ان کو پھر سے دھونا چاہئے اور اگر پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو تو تین دن رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا وہ۔ نہ دہرائیں۔

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

۳. دو بلیاں ایک بکری کے حکم میں ہیں۔ تین چوہے ایک بلی کے حکم میں اور۔ چھ چوہے ایک بکری کے حکم میں ہیں۔

۴. بڑا سانپ یا گرگٹ یا مینڈک۔ بڑی چھچھڑی اور بڑی چھپکلی اگر خون والے۔ ہوں تو چوہے و بلی کے حکم میں ہیں۔

۵. خنزیر کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مرجائے یا زندہ نکل آئے اور خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور جانور گرے اور زندہ نکل آئے۔ اگر اس کے جسم پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ اگر نجاست تو جسم پر نہیں لیکن اس کا منہ پانی تک پہنچا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور جھوٹے مشکوک کا بھی تمام پانی نکالا جائے گا اور مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے پس اس سے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ نہ کردینے کا یقین نہ ہو جائے کنواں ناپاک نہیں ہوگا (لیکن اکثر اس کا قوی امکان ہے اس لئے جن جانوروں کے پیشاب و پاخانہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا۔ ہی مناسب ہے)

۶. مسلمان میت اگر غسل سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ کافر کی میت غسل سے قبل گرے یا غسل کے بعد۔ ہر حال میں تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر زندہ آدمی بوڑھا یا جوان یا بچہ مرد یا عورت کنوئیں میں گر کر مر جائے تب۔ بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۷. ہر جاندار کا بچہ اپنے بڑے کا حکم رکھتا ہے۔

۸. اونٹ یا بکری کی مینگنیاں اگر کنوئیں میں کثیر مقدار میں گریں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ کثیر وہ ہیں جن کو عرف عام میں کثیر کہیں یا دیکھنے والا کثیر سمجھے اور صحیح یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ڈول خالی نہ جائے تو کثیر ہیں ورنہ قلیل تر یا خشک سالم یا ٹوٹی ہوئی گوبر یا لید یا مینگنی سب کا ایک ہی حکم ہے۔

۹. مرغی۔ بطخ اور مرغابی کی بیٹ سے تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

وہ صورتیں جن سے تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے اور سارا کنواں ناپاک نہیں ہوتا

۱. اگر چوہا یا اس کے مثل چڑیا وغیرہ جانور کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مرا ہوا گرے لیکن پھولے یا پھٹے نہیں تو بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں یعنی تیس ڈول وجوب کے طور پر اور تیس ڈول استحباب کے طور پر نکالے جائیں۔ دو چوہوں کا بھی یہی حکم ہے

بڑی چھچھوندری اور بڑی چھپکلی وغیرہ جن میں بہتا۔ خون ہوتا ہے چوہے کے حکم میں ہے۔

۲۔ بلی یا اس کے مثل کوئی جانور مثلاً کبوتر یا بطخ وغیرہ گر کر مرجائے یا مرا ہوا گر جائے مگر پھولا یا پھٹا نہ ہو تو چالیس سے پچاس یا ساٹھ ڈول نکالے جائیں یعنی چالیس وجوباً اور پچاس یا ساٹھ ڈول استحباباً نکالے جائیں یہی حکم ایک بلی اور ایک چوہے کے مرنے پر ہے جن صورتیں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۲۔ مسلمان کی لاش نہلانے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں۔ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا پھٹی نہ ہو۔

۳۔ شہید نہلانے سے پہلے بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو اور اس کا خون بہنے کی ۔ مقدار تک پانی میں نہ ملے۔

۴۔ زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو اگر اس کے کپڑے اور جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور پانی سے استنجا کئے ہوئے ہے تو خواہ کافر ہو یا مسلمان مرد یا عورت جنبی ہو یا غیر جنبی کنواں پاک ہے اگر شک ہو کہ کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک ہے لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تیس ڈول نکال دینا مستحب ہے۔ اور اگر اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو۔ تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً ناپاک ہی رہتا ہے اور نجاست حکمی سے کافر بلعموم پاک نہیں ہوتا تو اگر وہ کنوئیں میں اترنے سے پہلے نہالے اور پاک کپڑے باندھ کر کنوئیں میں اترے تو کنواں پاک ہے اگر نہ نہائے اور اپنے انہی مستعمل کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترے یا گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا (اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی مسلمان کے لئے ہونا چاہیے)

۵۔ خنزیر کے سوا سب جانوروں کی خشک ہڈی۔ بال یا ناخن گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر اس میں گوشت یا چکنائی لگی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ آدمی کا گوشت یا کھال ناخن کی مقدار سے کم گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ ناخن کے برابر یا اس سے زیادہ گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

۶۔ خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے پانی میں گر کر زندہ نکل آنے سے کنواں پاک ہے بشرطیکہ اس کا جسم پاک ہو اور منہ پانی تک نہ پہنچے لیکن عموماً جانوروں کا جسم ناپاک رہتا ہے اور منہ کا لعاب پانی میں لگنے کا قوی امکان ہے نیز خوف و دہشت کی وجہ سے پیشاب و پاخانہ کر دینے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے سارے پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دینا چاہئے۔ اگر منہ پانی تک پہنچے تو ان کر جھوٹے کا اعتبار ہوگا۔

۷۔ طاہر و مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں۔ ناپاک نہ ہوگا۔

۸۔ مرغی۔ بطخ یا مرغابی کے علاوہ کسی اور پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۹۔ اونٹ یا بکری وغیرہ کی مینگنی تر ہو یا خشک سالم ہو یا ٹوٹی ہوئی۔ گوبر ہو یا لید تھوڑی مقدار میں کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور تھوڑی مقدار یہ ہے کہ ہر دفعہ ڈول نکالنے میں گوبر مینگنی وغیرہ وغیرہ ساتھ نہ آئے یہی صحیح ہے۔

۱۰. اگر زندہ چوہا وغیرہ کنوئیں میں سے نکلے تو بیس ڈول نکالنا افضل ہے۔ اگر بلی اور آزاد مرغی وغیرہ زندہ نکلے تو تیس تا چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے بکری وغیرہ گرے تو بیس ڈول نکالے یہ سب اطمینانِ قلب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے پس اگر کچھ بھی نہ نکالے تب بھی وضو جائز ہے مستحب ڈول میں سے کم نہ نکالے یہی افضل ہے۔

۱۱. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو جیسے مکھی مچھر وغیرہ ان کے پانی میں گر کر مر جانے یا مرا ہوا گر جانے یا پھول یا پھٹ جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اس سے وضو اور غسل درست ہے لیکن ان کا پینا یا کھانے میں استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْمَاءِ لَا يُجْنِبُ

باب: پانی جنبی نہیں ہوتا

68 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهَا أَوْ يَغْتَسِلَ، فَقَالَتْ: لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ نے ایک بڑے برتن سے غسل کیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس سے وضو کرنے لگے (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) غسل کرنے لگے تو اس خاتون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں جنابت کی حالت میں تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو جنابت لاحق نہیں ہوتی۔

جن صورتوں مین پانی نجس نہیں ہوتا

۱. چمگادڑ کے پیشاب اور بیٹ سے پانی و کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

۲. جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی۔ مچھر۔ بھڑ۔ چیونٹی۔ وبچھو وغیرہ پانی میں مر جائے تو پانی نجس نہیں ہوگا۔

۳. جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور رہتے ہیں ان کے پانی میں مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا جیسے مچھلی۔ مینڈک اور کیکڑا۔ اس مین فرق نہیں کہ وہ پانی میں مرے یا باہر مرے پھر پانی میں ڈال دیں۔ اگر پھول یا پھٹ جائے تب بھی۔ یہی حکم ہے مگر وہ پانی پینا مکروہ ہے۔

۴. جو جانور پیدائشی پانی کے نہ ہوں مگر وہ پانی میں رہتے ہوں جیسے۔ بطخ۔ مرغابی وغیرہ ان کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

68- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لاضطراب رواية سماك -وهو ابن حرب- عن عكرمة. ابو الاحوص: هو سلام بن سليم الكوفي واخرجه الترمذي (65)، والنسائي في "المجتبى" (325)، وابن ماجه (370) من طريقين عن سماك، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (2100)، و"صحيح ابن حبان" (1241). ويشهد له حديث ابي سعيد السالف قبله وشواهده.

۵.خنزیر کے سوا ہر جاندار کے بال ہڈی۔ پٹھا۔ کھر (سم) چراہوا یا بے چرا پاک ہیں۔ جبکہ ان پر چکنائی نہ لگی ہو ورنہ چکنائی کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔ آدمی کے بال ہڈی کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بال منڈھے ہوئے یا کٹے ہوئے ہوں اگر اکھڑے ہوئی ہوں تو نجس۔ ہوں گے۔

۶.اصح یہ ہے کہ مشکِ نافہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے۔ جانور کا مشک نافہ بالاتفاق پاک وحلال ہے۔

۷.خنزیر کے تمام اجزا نجس ہیں۔

۸.جس پرندہ کا گوشت حرام ہے اس کی بیٹ کنوئیں میں گرے تو دفع حرج کے۔ سبب پاک ہے۔

پانی کے متفرق احکام کا بیان

۱.وہ کوزہ جو گھر میں زمین پر اس لئے رکھ دیتے ہیں کہ ان سے مٹکوں میں سے پانی نکالیں گے تو ان سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔ جب تک یہ۔ معلوم نہ ہو کہ ان پر نجاست لگی ہے۔

۲.ایسے حوض سے وضو وغسل جائز ہے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہو گی مگر یقین نہ ہو اور اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کا حال پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے۔ وضو کرنا ترک نہ کرے۔

۳.اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔ صرف اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے اس میں سے پانی نکال سکے تو پاک رومال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور رومال سے پانی ہاتھ پر ہاتھ کو پاک کر لے۔

۴.اگر بچے یا بڑے آدمی جاہل و کافر وغیرہ ڈول یا رسی پر ہاتھ لگاتے ہیں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو ڈول اور رسی پاک ہے۔ اگر کوئی کافر یا کوئی بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی تو ناپاک ہو جائے گا لیکن چھوٹے بچہ کے ہاتھ کا اعتبار نہیں۔ اس لئے جب تک کوئی اور پانی نہ ملے اس کے۔ ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے اگر کر لے تو جائز ہے۔

۵.جب پانی نجاست کے پڑنے سے نجس ہو جائے اگر اس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے۔ جانوروں کو پلانا اور مٹی ڈال کر گارا بنانا بھی جائز نہیں اور وہ پیشاب کی طرح نجس ہو گا اور اگر تینوں اوصاف نہیں بدلے تو اس میں سے جانوروں کو پلانا اور مٹی بھگو کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا جائز ہے مگر وہ گارا مٹی مسجد۔ کی دیواروں وغیرہ پر نہ لگائی جائے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

باب: ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

69 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ اس نے پھر اسی میں سے غسل بھی کر لینا ہے''۔

70 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيَى. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ. قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ. وَلَا يَغْتَسِلُ فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسل جنابت کرے''۔

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی آدمی اس ٹھہرے ہوئے پانی میں جو بہنے والا نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی میں غسل کرنے لگے (یعنی کسی دانشمند سے یہ بعید ہے کہ وہ پانی میں پیشاب کرلے پھر اسی پانی سے غسل کرلے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم) صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ناپاکی کی حالت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے (تاکہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پھر کس طرح نہانا چاہیے؟ انہوں نے فرمایا "اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہیے۔

(مشکوۃ شریف: جلد ول: حدیث نمبر 445)

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز ہے۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرے گا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ متغیر (تبدیل) ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ مزہ اور بو تینوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہٰذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم ہونے کی صورت میں تو یہ نہی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسری شکل یعنی پانی زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔

اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ نیز علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضائے حاجت مکروہ اور ممنوع

ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر ندی، نالے اور تالاب جوہڑ اور نہر وغیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جنبی پانی میں ہاتھ نکالنے کے لئے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی نا قابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تاکہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی نا قابل استعمال ہو جائے گا۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِسُؤْرِ الْكَلْبِ

باب: کتے کے جوٹھے سے وضو کرنا؟

71 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مِرَارٍ، أُولَاهُنَّ بِتُرَابٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ أَيُّوبُ، وَحَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ: عَنْ مُحَمَّدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ذریعے دھویا جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایوب اور حبیب نامی راوی نے محمد بن سیرین کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔

72 - ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعَاهُ وَزَادَ: وَإِذَا وَلَغَ الْهِرُّ غُسِلَ مَرَّةً

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم ان راویوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''جب بلی اس میں منہ ڈال دے تو اسے ایک مرتبہ دھویا جائے''۔

73 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ، حَدَّثَهُ،

71-اسناده صحيح. زائدة: هو ابن قدامة، وهشام: هو ابن حسان، ومحمد: هو ابن سيرين. واخرجه مسلم (279) (91)، والترمذي (91)، والنسائي في "الكبرى" (68) من طرق عن محمد بن سيرين، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (172)، ومسلم (279) (90)، والنسائي في "المجتبى" (63)، وابن ماجه (394) من طريق الاعرج، ومسلم (279) (92) من طريق همام، والنسائي في "الكبرى" (66) من طريق ثابت مولى عبد الرحمن بن زيد، و (67) من طريق ابي سلمة، و (69) من طريق ابي رافع، اربعتهم عن ابي هريرة. ولم يذكر الاعرج وثابت وابو سلمة التراب. واخرجه مسلم (279) (89)، والنسائي في "الكبرى" (65) وفي "المجتبى" (335) من طريق علي بن مسهر.

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ. اَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، السَّابِعَةُ بِالتُّرَابِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَاَمَّا اَبُوْ صَالِحٍ، وَاَبُوْ رَزِيْنٍ، وَالْاَعْرَجُ، وَثَابِتٌ الْاَحْنَفُ، وَهَمَّامُ بْنُ مُنَبِّهٍ، وَاَبُو السُّدِّيِّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَوْهُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرُوا التُّرَابَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور ساتویں مرتبہ مٹی کے ذریعے صاف کرو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جہاں تک ابوصالح، ابورزین، اعرج، ثابت احنف، ہمام بن منبہ اور ابوسدی عبدالرحمن کا تعلق ہے، تو ان حضرات نے یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور انہوں نے اس میں مٹی کا ذکر نہیں کیا۔

74- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ ابْنِ مُغَفَّلٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، ثُمَّ قَالَ: مَا لَهُمْ وَلَهَا. فَرَخَّصَ فِيْ كَلْبِ الصَّيْدِ، وَفِيْ كَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ: اِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْاِنَاءِ فَاغْسِلُوْهُ سَبْعَ مِرَارٍ، وَالثَّامِنَةُ عَفِّرُوْهُ بِالتُّرَابِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهٰكَذَا قَالَ ابْنُ مُغَفَّلٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو ماردینے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کا ان سے کیا واسطہ؟ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتا اور بکریوں کی حفاظت والا کتا پالنے کی اجازت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور آٹھویں مرتبہ اسے مٹی کے ذریعے مانجھ لو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی نے اسی طرح لفظ ابن مغفل کہا ہے۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان

۱۔ آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض ونفاس والی عورت ہو خواہ وہ کافر ہو لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔ مثلاً شراب پینے والا اگر اس وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نگل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی۔ چاہیے۔

۲۔ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۳۔ حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ نر ہوں جیسے گائے۔ بکری۔ بیل۔ کبوتر۔ فاختہ وغیرہ لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر

مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔

٤. گھوڑے کا جھوٹا بالاجماع پاک ہے۔

٥. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی۔ میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔

٦. کیڑے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ۔ نیولا۔ چھپکلی وغیرہ دیگر جانور اور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کے بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے۔ لیکن فقیر کے لئے جو اس کے بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ بلکہ۔ مکروہ ہے۔

٧. شکاری پرندوں مثلاً شکرا۔ باز۔ چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ۔ ہے اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔

٨. خنزیر کتا شیر چیتا بھیڑیا ہاتھی گیدڑ اور دوسرے درندوں چوپایوں کا جھوٹا نجس ہے۔ کتے کے چاٹے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے اور سات۔ بار دھونا اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔

٩. خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔ مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں دونوں میں چاہے جس کے پہلے کرے لیکن وضو کو مقدم۔ کرنا افضل ہے ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطاً نیت بھی کر لے۔

١٠. ہر جانور کے پسینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

گدھے وغیرہ کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ہم اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں جس کو گدھوں نے استعمال کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہاں! (اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے) اور اس پانی سے بھی (وضو کرنا جائز ہے) جس کو درندوں نے استعمال کیا ہو۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 454)

اس مسئلے میں کہ گدھوں یا خچروں کا استعمال کردہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ کوئی یقینی بات نہیں کہی جا سکتی کیونکہ اس مسئلے میں جو احادیث منقول ہیں ان میں تعارض ہے چنانچہ بعض احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال کردہ حرام ہے اور بعض احادیث سے ان کی اباحت کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مرقات میں دونوں قسم کی احادیث جمع کی گئی ہیں لہٰذا ان کے ظاہری تعارض کو دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور پھر احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اس مسئلے کے بارے میں اختلاف منقول ہے چنانچہ حضرت ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہ گدھوں اور خچروں کے مستعمل کو ناپاک کہتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے پاک ہونے کے قائل تھے۔

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کا مستعمل پاک ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی

مسلک ہے مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک درندوں کا استعمال کیا ہوا ناپاک ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی درندہ پانی وغیرہ کو استعمال کرے گا تو اس میں اس کا لعاب یقیناً پڑے گا اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ظاہر کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال کئے ہوئے کو بھی ناپاک کہا جائے گا۔ اب جہاں تک ان حدیثوں کا تعلق ہے جن سے درندوں کے مستعمل کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کی صحت ہی میں کلام کیا جاتا ہے کہ آیا یہ احادیث صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ اگر ان احادیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ان احادیث سے درندوں کے مستعمل پانی کے پاک ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس سے وہ پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع ہوتا ہے، چنانچہ اس کی تصریح آگے آنے والی احادیث سے بھی جو حضرت یحییٰ اور حضرت ابوسعید رحمہا اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں، ہوتی ہے جن میں وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر درندے نے ایسے پانی کو استعمال کیا جو بہت زیادہ مثلاً کسی بڑے تالاب وغیرہ میں پانی ہے تو پاک ہوگا اگر پانی تھوڑا ہوگا تو وہ درندوں کے استعمال کر دینے سے ناپاک ہو جائے گا۔

پھر اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان احادیث میں درندے اور پانی علی العموم مراد ہیں کہ پانی خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ درندوں کے استعمال کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا تو کیا اس شکل میں یہ لازم نہیں آتا کہ کتوں کے جھوٹے کو بھی پاک کہا جائے حالانکہ کوئی بھی کتے کے جھوٹے کو پاک نہیں کہتا "لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث سے درندوں کے جھوٹے پانی کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اس سے وہی پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع رہتا ہے اور جو بہت زیادہ ہوتا ہے۔" اس موقع پر برسبیل تذکرہ ایک مسئلہ بھی سن لیجئے۔ یہ تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ کتے کا لعاب وغیرہ بھی ناپاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کتوں کا لعاب وغیرہ کپڑے یا بدن کے کسی حصے پر لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوتا ہے مگر اس سلسلے میں اتنی بات یاد رکھئے کہ اگر کسی کتے نے کسی آدمی کے بدن کے کسی حصے کو منہ سے پکڑ لیا یا کسی کپڑے کو منہ میں دبا لیا تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ کتے نے اگر غصے کی حالت میں پکڑا یا دبا ہے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اور اگر غصے کی حالت میں نہیں بلکہ بطور کھیل کود کے اس نے پکڑا اور دبایا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اس لئے بدن کے اس حصے کو اور کپڑے کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوگا۔ اس فرق کی وجہ علماء یہ لکھتے ہیں کہ جب کتا کسی چیز کو غصے کی حالت میں پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے پکڑتا ہے اور اس کے دانت میں کوئی رطوبت نہیں ہوتی اس لئے اس چیز پر ناپاکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور جب کسی چیز کو کھیل کے طریقہ پر پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے نہیں پکڑتا بلکہ ہونٹوں سے پکڑتا ہے اور ہونٹ چونکہ لعاب وغیرہ سے تر ہوتے ہیں اس لئے اس کی ناپاکی اس چیز کو بھی ناپاک کر دیتی ہے۔

بَابُ سُؤْرِ الْهِرَّةِ

باب: بلی کے جوٹھے کا حکم

75- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ

عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ. عَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ - أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ. دَخَلَ فَسَكَبْتُ لَهُ وَضُوءًا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ. فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ. قَالَتْ كَبْشَةُ: فَرَآنِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ. فَقَالَ: أَتَعْجَبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ. إِنَّهَا مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَّافَاتِ

سیدہ کبشہ بنت کعب بن مالک جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی اہلیہ تھیں وہ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (گھر میں) تشریف لائے۔ میں نے ان کے وضو کے لئے پانی رکھا۔ ایک بلی آئی اور اس میں سے پینے لگی تو انہوں نے وہ برتن اس بلی کی طرف کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بلی نے پانی پی لیا۔ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف (غور سے) دیکھ رہی ہوں' تو انہوں نے دریافت کیا۔ اے میری بھتیجی کیا تم حیران ہو رہی ہو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے۔ یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے''۔

76 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ. عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارٍ التَّمَّارِ. عَنْ أُمِّهِ. أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيسَةٍ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي. فَأَشَارَتْ إِلَيَّ أَنْ ضَعِيهَا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ. فَأَكَلَتْ مِنْهَا. فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ الْهِرَّةُ. فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ إِنَّمَا هِيَ مِنَ الطَّوَّافِينَ عَلَيْكُمْ. وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا

داؤد بن صالح اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کی مالکن نے ہریسہ دیکر انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا (وہ خاتون بیان کرتی ہیں:) میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ تم اسے رکھ دو پھر ایک بلی آئی اور اس میں سے کھانے لگی جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز مکمل کر لی تو انہوں نے وہاں سے ہی کھانا شروع کیا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہوتی ہے یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے''۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتایا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلی کے (پینے کے بعد) چھوڑے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بلی کے جوٹھے کے حکم کا بیان

بلی کا جوٹھا پاک ہے لیکن مکروہ ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۸، دہلی)

پاک ہونے کی دلیل۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن سے وضو

کیا۔ جس کو پہلے بلی پہنچ چکی تھی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (بلی) نجس نہیں ہے یہ تو طوافین اور طوافات میں سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

بلی کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ "الھرۃ سبع" بلی درندہ ہے ایک دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا جوٹھا پاک ہو جبکہ دوسری دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ بلی کا گوشت ناپاک ہے لہٰذا اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ پس فقہاء نے اس کیلئے کراہت کا حکم ثابت کر دیا۔ (ہدایہ مع البنایہ ج ۱ ص ۲۸، المجتبائے دہلی)

بَابُ الْوُضُوءِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْاَةِ

باب: عورت کے وضو (یا غسل کے) بچائے ہوئے پانی سے وضو کرنا

77 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَنَحْنُ جُنُبَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور ہم دونوں اس وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

78 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ خَرَّبُوذَ، عَنْ اُمِّ صُبَيَّةَ الْجُهَنِيَّةِ، قَالَتْ: اخْتَلَفَتْ يَدِي وَيَدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ

سیدہ اُم صبیہ جہنیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وضو کے دوران میرا ہاتھ اور نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک ایک ہی برتن میں باری باری پڑھتے تھے۔

79 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ اَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْاِنَاءِ الْوَاحِدِ جَمِيعًا

77- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو ابن سعيد الثورى، ومنصور: هو ابن المعتمر، وابراهيم والاسود: هما النخعيان. واخرجه البخارى (299)، والنسائى فى "الكبرى" (229) من طريق سفيان، بهذا الاسناد. =واخرجه البخارى (261)، ومسلم (319) (41) و (321) (43) و (45) و (46)، والترمذى (1851)، والنسائى فى "الكبرى" (73) و (229) و (236) من طرق عن عائشة. وبعضهم لم يذكر الجنابة. وهو فى "مسند احمد" (24014) و (25583)، و"صحيح ابن حبان" (1108). وانظر ما سياتى برقم (98) و (238).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مرد اور خواتین (یعنی میاں بیوی) وضو کیا کرتے تھے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "ایک ہی برتن سے ایک ساتھ ہی وضو کیا کرتے تھے"۔

80 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَتَوَضَّأُ نَحْنُ وَالنِّسَاءُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، نُدْلِي فِيْهِ أَيْدِيَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ (یعنی مرد) اور خواتین (یعنی میاں بیوی) ایک ہی برتن سے وضو کیا کرتے تھے ہم اپنے ہاتھ اس میں ایک ساتھ داخل کیا کرتے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذٰلِكَ

باب: اس کی ممانعت

81 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ، قَالَ: لَقِيْتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِيْنَ، كَمَا صَحِبَهُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ. زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلْيَغْتَرِفَا جَمِيْعًا

حمید حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک ایسے صاحب سے ہوئی جو چار سال تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے تھے جس طرح (اتنے ہی عرصے تک) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت مرد کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں "ان دونوں کو ایک ساتھ چلو میں پانی لینا چاہئے"۔

82 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ يَعْنِي الطَّيَالِسِيَّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ الْأَقْرَعُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُوْرِ الْمَرْأَةِ[1]

حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ جو اقرع ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچائے ہوئے پانی سے وضو کرے۔

82- رجاله ثقات، وهو في "مسند الطيالسي" (1252)، لكن لم يصرح فيه باسم الصحابي، وقال: عن رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم .- ومن طريق الطيالسي اخرجه الترمذي (64)، والنسائي في "المجتبى" (343)، وابن ماجه (373) وصرحوا باسم الصحابي. واخرجه الترمذي (63) من طريق سليمان التيمي، عن ابي حاجب، عن رجل من بني غفار. وهو في "مسند احمد" (17863)، و"صحيح ابن حبان" (1260).

بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ

باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا

83 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ، مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ، أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ - وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ - أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر جاتے ہیں اگر ہم اس کے ذریعے وضو کرلیں' تو خود پیاسے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کرلیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ

باب: نبیذ سے وضو کرنا

84 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟، قَالَ: نَبِيذٌ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، أَوْ زَيْدٍ، كَذَا قَالَ شَرِيكٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ هَنَّادٌ لَيْلَةَ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنات (کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری) کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تمہارے برتن میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نبیذ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور پاک ہوتی ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔

سلیمان بن داؤد نے ابوزید سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) زید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ شریک بیان کرتے ہیں: ہناد نے جنات سے ملاقات کی رات ذکر نہیں کیا۔

85 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ فَقَالَ: مَا كَانَ مَعَهُ مِنَّا أَحَدٌ

علقمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جنات کی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری) کی رات آپ میں سے کون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: ہم میں سے کوئی بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا۔

86 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، اَنَّهُ كَرِهَ الْوُضُوءَ بِاللَّبَنِ وَالنَّبِيذِ، وَقَالَ: اِنَّ التَّيَمُّمَ اَعْجَبُ اِلَيَّ مِنْهُ

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔انہوں نے دودھ یا نبیذ کے ذریعے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔وہ یہ فرماتے تھے: میرے نزدیک اس کے مقابلے میں تیمم کرلینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

87 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا اَبُو خَلْدَةَ، قَالَ: سَاَلْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ، عَنْ رَجُلٍ اَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ مَاءٌ، وَعِنْدَهُ نَبِيذٌ اَيَغْتَسِلُ بِهِ؟ قَالَ: لَا

ابوخلدہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابوالعالیہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا' جس کو جنابت لاحق ہوجاتی ہے اوراس کے پاس پانی نہیں ہوتا البتہ اس کے پاس نبیذ ہوتی ہے' تو کیا وہ اس کے ذریعے غسل کرلے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

نبیذ تمر کے پانی سے وضو کرنے کا حکم

اگر وضو کرنے والے نے صرف نبیذ تمر کا پانی پایا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ وہ وضو کرے اور تیمم نہیں کرے گا۔اس کی دلیل ''لیلۃ الجن'' والی حدیث ہے ☆ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پانی نہ پایا تو نبیذ تمر سے وضو کیا۔اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیمم کرے گا اور نبیذ تمر کے ساتھ وضو نہ کرے۔اور ایک امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔اور امام شافعی نے فرمایا یہ نبیذ تمر والی حدیث کی بجائے آیت تیمم پر عمل کریں کیونکہ وہ آیت اس حدیث سے زیادہ قوی ہے یا وہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے۔کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور حدیث لیلۃ الجن مکی ہے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ وضو کرے اور تیمم بھی کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے اور اسکی تاریخ مجہول ہے لہٰذا احتیاط کے طور پر دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ہم نے کہا کہ ''لیلۃ الجن'' متعدد تھیں لہٰذا نسخ کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں۔اور ایسی حدیث مشہورہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اس کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ عِنْدَكَ طَهُورٌ؟ قَالَ: لَا، اِلَّا شَيْءٌ مِنْ نَبِيذٍ فِي اِدَاوَةٍ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ، وَمَاءٌ طَهُورٌ فَتَوَضَّاَ. هٰذَا حَدِيثُ وَكِيعٍ۔(بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ)

(ابن ماجہ،نسائی،بخاری،ابن عدی،مسند احمد،طبرانی،ابوداؤد،بیہقی،مسلم،بتصرف اسنادھا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن کو ان سے فرمایا تمہارے پاس پانی

ہے۔عرض کیا پانی ہے مگر نبیذ میں سے کچھ ہے فرمایا: کھجور پاکیزہ ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔پس آپ نے اس سے وضو کیا۔

امام محمد علیہ الرحمہ کی حدیث لیلۃ الجن پر جرح وتعدیل کا جواب

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ حدیث لیلۃ الجن کو حضرت ابوفزارہ نے ابوزید سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"عن مَسْعُودٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ، قَالَ: نَبِيذُ تَمْرٍ. قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ)

اس کو امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔اور ترمذی کی روایت میں "فتوضاء منہ" اور امام ابن ابی شیبہ نے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

(هَلْ مَعَكَ مِنْ وَضُوءٍ؟ قُلْتُ لَا . قَالَ: فَمَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ قُلْت: نَبِيذُ تَمْرٍ . قَالَ: تَمْرَةٌ حُلْوَةٌ وَمَاءٌ طَيِّبٌ. ثُمَّ تَوَضَّأَ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ)

اور اس روایت کو ضعیف کہا ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا کہ ابوزید مجہول ہے۔اور بعض نے کہا کہ ابوفزارہ مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راشد بن کیسان مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی مجہول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابوزید کو قاضی ابوبکر ابن عربی نے جامع ترمذی کی شرح میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عمرو بن حریث کے غلام ہیں اور انہوں نے راشد بن کیسان العبسی الکوفی سے روایت کی ہے۔اور ابوورق نے انہیں جہالت سے نکالا ہے۔اور ابو فزارہ کے بارے میں شیخ تقی الدین الامام نے کہا ہے کہ ان کی جہالت محل نظر ہے۔کیونکہ ابوفزارہ نے اس حدیث کو اہل علم کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔جیسے سفیان، شریک، اسرائیل، جراح بن ملیح قیس بن ربیع۔

ابن عدی نے کہا ہے کہ ابوفزارہ کی یہ حدیث مشہور ہے اور ابوفزارہ کا نام راشد بن کیسان ہے۔اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا ہے۔

اور جو روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ لیلۃ الجن ہم میں سے کوئی ایک بھی حاضر نہ تھا جو اس حدیث کے معارض ہے۔حالانکہ ابن ابیہ شیبہ والی حدیث ان کے ساتھ ہے۔

اور ابوحفص بن شاہین بیان کرتے ہیں کہ میں "لیلۃ الجن" میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔وَعَنْهُ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا مِنَ الزُّطِّ فَقَالَ: هَؤُلَاءِ أَشْبَهُ مَنْ رَأَيْتُ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ"

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے سوا کوئی ایک بھی شریک نہ تھا یعنی ان کی شرکت کا اختصاص ہے۔اور اس حدیث میں ان کی شرکت کا بیان ہو گیا۔اسی طرح امام ابومحمد المطلوسی نے اپنے کتاب "التنبیہ علی الاسباب الموجبۃ لخلاف" میں ذکر کیا ہے۔(فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۱۱، بیروت)

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں قاعدہ فقہیہ:

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں تو اثبات کو تقدم حاصل ہوتا ہے۔

نبیذ تمر سے وضو کرنے یا نہ کرنے کا حکم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ نے بدائع میں لکھا ہے۔ ابوالعالیۃ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا ان کے پاس شیرۂ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کر لیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کر لیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے نبیذ تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضو کر رہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یا وہ یہ کہتے تھے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا۔

(بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶)

بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آ جائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اسی سے لیلۃ الجن میں وضو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو، جیسا اس حدیث کی ابتداء میں، بروایت ابن شیبہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے توشہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے، تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ فرماتے۔

بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آ گیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مُسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہٰذا اس سے وضو جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہٰذا کڑوا اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں۔

تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی، فرمایا: عرب کی عادت تھی کہ وہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تا کہ پانی میٹھا ہو جائے (بدائع الصنائع، مطلب الماء المقید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو جو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اُس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت

تحریمی اس سے وضوء نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کرلیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔
میں کہتا ہوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں، کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقاً وضوء جائز ہوتا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضوء کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو، اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضوء جائز نہیں، لیکن اس کا جواز روئے نص ثابت ہے اس لئے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تیمم سے منسوخ ہے، اور اس لئے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہوئے کہ وضوء اور تیمم دونوں کو جمع کیا جائے تا کہ طہارت بالیقین حاصل ہو جائے۔ میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آسکی کہ یہ اجماع کیونکر ہو گیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضوء کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تیمم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۳۷۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہی قاعدہ فقہیہ

مثبت نافی سے اولیٰ ہوتا ہے۔ (المنار، ۱۹۷)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی مثبت اور منفی حکم میں تعارض آجائے تو امام کرخی علیہ الرحمہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مثبت نافی سے افضل ہوتا ہے۔ جبکہ فقہاء احناف میں بھی اختلاف ہے بعض مواضع ایسے ہیں جہاں مثبت اولیٰ ہوتا ہے اور بعض مواضع ایسے ہیں جہاں نافی اولیٰ ہوتا ہے لہٰذا فقہاء نے اس اختلاف کو حل کرتے ہوئے ایک اور قاعدہ بیان کیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے۔ اس کا ثبوت اس حدیث سے فقہاء احناف کا استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ہے جبکہ دوسری روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح سے منع فرمایا ہے اور آپ حالت حلت میں نکاح کیا تھا۔

حضرت یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حالت حلت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

فقہاء احناف کے نزدیک مذکورہ قاعدہ کے مطابق حالت احرام میں نفس نکاح جائز ہے کیونکہ نکاح عقد کی مثل ہے اس میں کوئی

ممانعت نہیں ہے۔ (قواعد فقہیہ، ص ۳۱۲، شبیر برادرز لاہور)

بَابٌ اَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟

باب: جس وقت آدمی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو کیا اس وقت وہ نماز ادا کرسکتا ہے

88 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَرْقَمِ، اَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا، اَوْ مُعْتَمِرًا وَمَعَهُ النَّاسُ، وَهُوَ يَؤُمُّهُمْ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ اَقَامَ الصَّلَاةَ، صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَالَ: لِيَتَقَدَّمْ اَحَدُكُمْ وَذَهَبَ اِلَى الْخَلَاءِ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَذْهَبَ الْخَلَاءَ وَقَامَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيَبْدَاْ بِالْخَلَاءِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَى وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ، وَاَبُو ضَمْرَةَ، هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَرْقَمَ وَالْاَكْثَرُ الَّذِينَ رَوَوْهُ، عَنْ هِشَامٍ، قَالُوا: كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے نکلے ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے۔ وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے صبح کی نماز کے لئے اقامت کہی پھر انہوں نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص آگے بڑھے' پھر وہ قضائے حاجت کرنے کے لئے چلے گئے۔ (واپس آکر انہوں نے بتایا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کسی شخص کا قضائے حاجت کے لئے جانے کا ارادہ ہو (یعنی اس کی ضرورت درپیش ہو) اور نماز کھڑی ہو چکی ہو' تو آدمی کو پہلے قضائے حاجت کر لینی چاہیے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وہیب بن خالد اور شعیب بن اسحاق اور ابوضمرہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ایک شخص سے نقل کی ہے' جس نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے' جبکہ اکثر راویوں نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے روایت کی ہے اور اسی طرح بیان کیا ہے' جس طرح زہیر نے بیان کیا ہے۔

89 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى الْمَعْنٰى قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ اَبِي حَزْرَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ - قَالَ ابْنُ عِيسٰى فِي حَدِيثِهِ: ابْنُ اَبِي بَكْرٍ - ثُمَّ اتَّفَقُوا اَخُو الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ - قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَجِيءَ بِطَعَامِهَا، فَقَامَ الْقَاسِمُ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُصَلَّى بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ

عبداللہ بن محمد جو قاسم بن محمد کے بھائی ہیں (اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں) وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ ان کا کھانا آ گیا' تو قاسم اٹھ کر نماز ادا کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ایسے وقت میں نماز ادا نہ کی جائے جب کھانا آچکا ہو اور نہ ہی ایسے وقت میں ادا کی جائے جب آدمی پیشاب یا پاخانے کو روک رہا ہو“۔

90 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ: لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَنْظُرُ فِي قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ

⊛⊛ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”تین چیزیں کسی کے لئے بھی حلال نہیں ہیں کہ وہ ان پر عمل کرے۔ کوئی بھی شخص جو لوگوں کی امامت کرتا ہو وہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف بطور خاص اپنے لئے دعا نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص اجازت لئے بغیر گھر کے اندر نہ جھانکے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا (وہ اجازت لئے بغیر) اندر داخل ہو گیا اور کوئی شخص ایسی حالت میں نماز ادا نہ کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہوا ہو جب تک وہ ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا“۔

91 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ثَوْرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ - ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يَؤُمَّ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، وَلَا يَخْتَصُّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ سُنَنِ أَهْلِ الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيهَا أَحَدٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہوا ہو جب تک وہ (پاخانہ کر کے) ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا۔

اس کے بعد راوی نے انہی الفاظ کے مطابق حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی اجازت کے بغیر ان کی امامت کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ

91- صحیح لغیرہ، فاخرجه الترمذی (357)، وابن ماجه (619) و (623) من طریقین عن حبیب بن صالح، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (22415). ورواية ابن ماجه الاولی مختصرة بصلاة الحاقن، والثانية بدعاء الامام لنفسه فقط. واخرجه ابن ماجه (617) من طريق السّفر بن نسیر، عن یزید بن شریح، عن ابی امامة. وهو فی "مسند احمد" (22152). والسفر بن نسیر ضعیف. وسیاتی بعده من طریق ثور بن یزید، عن یزید بن شریح، عن ابی حی المؤذن، عن ابی هریرة. ولقوله: "لاینظر فی قعر بیت حتی یستاذن" شاهد من حدیث ابی هریرة عند البخاری (6888)، ومسلم (2158)،

ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اہل شام کی نقل کردہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے۔

بَابُ مَا يُجْزِءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ

باب: وضو میں کتنا پانی کافی ہوگا

92 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ صَفِيَّةَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانی سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابان نے یہ روایت قتادہ کے حوالے سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے صفیہ نامی خاتون کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

93 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔

94 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ، عَنْ جَدَّتِهِ وَهِيَ أُمُّ عُمَارَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأُتِيَ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ قَدْرُ ثُلُثَيِ الْمُدِّ

سیدہ اُم عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرنے کا ارادہ کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برتن لایا گیا جس میں اتنا پانی تھا جو دو تہائی مد جتنا ہوگا۔

95 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ

95- اسنادہ ضعیف، شریک-وھو ابن عبداللہ النخعی-سیء الحفظ، وقد خولف فی سیاق المتن کما سیاتی، عبداللہ بن جبر: ھو عبداللہ بن عبداللہ بن جبر، نسب الی جدہ. واخرجہ الترمذی (615) من طریق وکیع عن شریک، بھذا الاسناد، بلفظ: "یجزئ فی الوضوء رطلان من ماء." وھو فی "مسند احمد" (12839) بلفظ الترمذی، و (12843) بلفظ المصنف. واخرج مسلم (325) (50)، والنسائی (74) و (75) من طریق شعبۃ، حدثنی عبداللہ بن عبداللہ بن جبر، بہ، بلفظ: کان رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- یغتسل بخمس مکاکیک، ویتوضا بمکوک. وھو فی "مسند احمد" (12105)، و "صحیح ابن حبان" (1203)

بْنِ جَبْرٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِإِنَاءٍ يَسَعُ رَطْلَيْنِ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِيكٍ، قَالَ: عَنِ ابْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيكٍ، قَالَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى، حَدَّثَنِي جَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَبْرٍ، سَمِعْتُ أَنَسًا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: يَتَوَضَّأُ بِمَكُّوكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ رَطْلَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: الصَّاعُ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ، وَهُوَ صَاعُ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، وَهُوَ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

✿✿ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے برتن سے وضو کرتے تھے جس میں دو رطل (پانی) آ سکتا تھا' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عبداللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے' تاہم اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ایک مکوک (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔ اس راوی نے دو رطل کا ذکر نہیں کیا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن آدم نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: یہ جبر کے صاحبزادے سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: سفیان نے یہ روایت عبداللہ بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: جبر بن عبداللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک صاع پانچ رطل کا ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ صاع (یعنی صاع کی یہ مقدار) ابن ابوذئب کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاع کی بھی یہی (مقدار) ہے۔

بَابُ الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ

باب: وضو کے دوران اسراف کرنا

96 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ، سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، سَلِ اللّٰهَ الْجَنَّةَ، وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الطَّهُورِ وَالدُّعَاءِ

✿✿ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

"اے اللہ! میں تجھ سے جنت کے دائیں طرف موجود سفید محل کا سوال کرتا ہوں کہ جب میں اس (جنت) میں داخل ہوں (تو وہ مجھے مل جائے) تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور جہنم سے پناہ مانگو۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اس اُمت میں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو طہارت حاصل کرنے اور دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے"۔

پانی میں اسراف کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ہوا جب کہ وہ وضو کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا "اے سعد! یہ کیا اسراف (زیادتی ہے)؟" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں! اگرچہ تم نہر جاری ہی پر (کیوں نہ وضو کر رہے) ہو۔ (مسند احمد بن حنبل، ابن ماجہ)، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 402)

یہ حدیث اس بات پر تنبیہ کر رہی ہے کہ وضو و غسل میں پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسراف ہے اور اسراف شریعت کی نگاہ میں کوئی محبوب چیز نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو میں پانی زیادہ خرچ کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تنبیہ فرمائی اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ پانی کوئی نایاب اور کم یاب چیز تو ہے نہیں پھر اس میں اسراف کے کیا معنی؟ اسی بنا پر انہوں نے سوال بھی کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسراف تو اسے بھی کہیں گے کہ تم نہر جاری پر بیٹھ کر وضو کرو اور پانی زیادہ خرچ کرو جب کہ نہر یا دریا وغیرہ سے کتنا بھی پانی خرچ کر دیا جائے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اس جملہ کی تشریح علماء کرام یہ کرتے ہیں کہ نہر جاری پر اسراف اس لئے ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی حدود شریعت سے تجاوز کر کے ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرتا ہے تو اس میں عمر اور وقت یوں ہی ضائع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسراف ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس سے اس بات میں مبالغہ منظور ہے کہ جس چیز میں اسراف متصور نہیں ہے جب اس میں بھی اسراف ہو سکتا ہے تو پھر ان چیزوں کا کیا حال ہوگا جس میں اسراف واقعۃً ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو اور غسل وغیرہ میں ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف میں شامل ہے اور یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

وضو میں اسراف سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علائی نے درمختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کہا اور اُسی کو امام قاضی خان و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہ ہما اکابر کا مفاد کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنّت کہنے سے اُن کی مراد سنتِ مؤکدہ ہے اور سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی، نیز مقتضائے کلام امام زیلعی کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے قضیہ کلام منتقٰی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے مضمون وسیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ درمختار، غمز العیون اور شامی وغیرہا میں ہے۔ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، کتاب الطہارۃ الفصل الثالث، مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۱ [2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطہارۃ الفصل الثالث مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۲۵

بلکہ قہستانی میں جوہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تامل کرو۔

پھر فرمایا: پانی مین اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔

بحر میں ہے:

امام زیلعی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منتقٰی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔

منحۃ الخالق میں نہر سے ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منتقٰی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور منحۃ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ" خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اوجہ کہا پھر امام زیلعی نے اس کا مکروہ ہونا اور منتقٰی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ منتقٰی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انہوں نے بتایا کہ صاحب فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع درکنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصا جبکہ ان کے کلام میں آب رواں کے اندر حکم اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا بیّن فرق موجود ہے تو انہیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انہیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قول اوّل اسی کی جانب منسوب ہو سکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے۔ ہاں اس قول کی پیروی غنیۃ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالٰی کا ارشاد ہے۔

ولاتبذر تبذیرا اور فضول خرچی نہ کر۔

تنبیہ (۲) صاحب بحر پر تو تعریض کی تھی اور صاحب درمختار کے معاملہ میں تو تصریح کر دی اور لکھا کہ شارح نے یہاں جو بیان کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں

اقول: اس کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ مکنون کی طرح صاف ہے۔ علامہ محشی کو درمختار کے لفظ" لو بماء النھر " سے دھوکا ہوا اور التوضی من النھر اور التوضی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کر سکے۔ یہاں دُر

مختار کے قول "لو بماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے: اقول: (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انہوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کر نے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ قہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقا نقل کر چکے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲ [2] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴ [3] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹

وضو کے مکروہات کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ وضو کیلئے نجس جگہ بیٹھنا۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔ اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا۔ پانی میں رینٹھ یا کھنکھار ڈالنا۔ قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکھار ڈالنا یا کلی کرنا۔ بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ منہ پر پانی مارنا یا منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ رافضیوں و دشمنانِ صحابہ و ہنود کا شعار ہے۔

گلے کا مسح کرنا بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ اپنے لئے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کر لینا۔ تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو پونچھنا۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھا رہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یونہی ہر مکروہ کا ترک سنت۔

(درمختار، کتاب طہارت، بیروت)

وضو کے آداب کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں حسب ذیل امور آداب کے طور پر ہیں۔

(۱) اسراف کو ترک کرنا۔

(۲) بہت کم پانی لینے کو ترک کرنا۔

(۳) اس کپڑے سے اعضاء وضو کو نہ پونچھنا جس سے استنجا کی جگہ کو پونچھا ہو۔

(۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا۔

(۵) بلا ضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا۔ وبری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت انس حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔

(۶) وضو کے لیے خود پانی لانا۔

(۷) استنجاء کے وقت اس انگوٹھی کو اتار لینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہو۔

(۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا۔

(۹) ہر عضو دھوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا۔

(۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

(۱۱) انگوٹھی کے نیچے سے پانی گزارنا۔

(۱۲) چہرے پر پانی سے چھپکے نہ مارنا۔

(۱۳) جن اعضاء کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے۔

(۱۴) اطمینان سے وضو کرنا۔

(۱۵) مل مل کر دھونا خصوصاً سردیوں میں۔

(۱۶) چہرے ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا تا کہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضا سفید ہوں۔

(۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللھم اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اللھم اجعلنی من التوابین (الخ)

(۱۸) قبلہ رو کھڑے ہو کر وضو کا پانی پینا۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو بیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ (آیت) ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج:۳۲) اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالایا تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھنا۔

(۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بچانا۔

(۲۱) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکنا۔

(۲۳) تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا۔

(۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

بَابٌ فِي إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ

باب: اچھی طرح وضو کرنا

97 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى قَوْمًا وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ، فَقَالَ: وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ، أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کی ایڑیاں (وضو کرنے کے بعد) چمک رہی تھیں (یعنی سوکھی نظر آرہی تھیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اس طرح کی) ایڑیوں جہنم کی بربادی ہے تم

لوگ اچھی طرح وضو کیا کرو۔

وضو میں پچیس مقامات احتیاط کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں پچیس مقامات خاص احتیاط کے حامل ہیں۔ وضو میں پچیس ۲۵ جگہ ہیں جن کی خاص احتیاط مرد وعورت سب پر لازم ہے۔

(۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا، بہت لوگ لپ یا چلّو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دُھلا بھیگا ہاتھ پھرا اور وضو نہ ہوا۔

(۲) پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دُھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۳) بھووں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند کرے، یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑالے۔

(۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کیچڑ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

(۶) کان کے پاس تک کنپٹی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے۔

(۷) ناک کا سوراخ عہ اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھرا پھرا کر ورنہ یونہی دھار ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا تو حاجت نہیں۔

عہ ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلّے، کلائی کے گہنے چوڑیاں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دُھلنا فرض ہے، اگر کُلّی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کرلئے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جمے ہیں۔

(۱۰) ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۱) انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔

(۱۲) دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں مَیل کا ڈر نہیں۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے کہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چلّو میں پانی لے کر کلائی پر اُلٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔

(۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔

(۱۵) آرسی، چھلّے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔

97- حدیث صحیح، وھذا اسناد حسن، ابو یحیی -وھو مصدع الاعرج- روی عنه جمع، واخرج له مسلم فی المتابعات، ووثقه العجلی. یحیی: ھو ابن سعید القطان، وسفیان: ھو الثوری، ومنصور: ھو ابن المعتمر. واخرجه مسلم (241) (26)، والنسائی فی "الکبری" (136)، وابن ماجه (450) من طرق عن منصور، بهذا الاسناد. ورواية النسائی مختصرة بقوله: "اسبغوا الوضوء." واخرجه البخاری (60)، ومسلم (241) (27)، والنسائی فی "الکبری" (5854) و (5855) من طریق یوسف بن ماھک، عن عبد اللّٰہ بن عمرو بنحوه. وھو فی "مسند احمد" (6528) و (6809) و (6976)، و "صحیح ابن حبان" (1055) قال الحافظ فی "الفتح" 2661/: وقد تواترت الاخبار عن النبی -صلی اللّٰہ علیه وسلم- فی صفة وضوئه انه غسل رجلیه، وھو المبین لامر اللّٰہ، وقد قال فی حدیث عمرو بن عبسة الذی رواه ابن خزیمة (165) وغیره مطولا فی فضل الوضوء:

(۱۶) عورتوں کو پھنسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے انہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔

(۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔

(۱۸) پاؤوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۹) یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابل لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔

(۲۰) ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔

(۲۱) پاؤوں کے چھلے اور جو گہنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔

(۲۲) گٹے۔

(۲۳) تلوے۔

(۲۴) ایڑیاں۔

(۲۵) کونچیں خاص ف بہ مردان۔

ف: وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط خاص مردوں پر لازم۔

(۲۶) مونچھیں۔

(۲۷) صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لٹکی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصے سے نکل جائے جس پر دانت جمے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنّت اور دھونا مستحب ہے۔

(۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھیں چھدری ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔ (۳۰) مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو انہیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْوُضُوءِ فِي آنِيَةِ الصُّفْرِ

باب: پیتل کے برتن کے ذریعے وضو کرنا

98 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنِي صَاحِبٌ لِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبَهٍ.

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیتل سے بنے ہوئے برتن سے غسل کرتے تھے۔

99 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

100 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَسَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: جَاءَنَا رَسُولُ

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْرَجْنَا لَهُ مَاءً فِي تَوْرٍ مِنْ صُفْرٍ فَتَوَضَّأَ

❀ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لئے پانی نکالا جو پیتل کے برتن میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

بَابٌ فِي التَّسْمِيَةِ عَلَى الْوُضُوءِ

باب: وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا

101 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو (وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام نہیں لیتا''۔

102 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ، قَالَ: وَذَكَرَ رَبِيعَةُ، أَنَّ تَفْسِيرَ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ الَّذِي يَتَوَضَّأُ وَيَغْتَسِلُ، وَلَا يَنْوِي وُضُوءًا لِلصَّلَاةِ، وَلَا غُسْلًا لِلْجَنَابَةِ

❀ دراوردی بیان کرتے ہیں: ربیعہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث ''اس شخص کا وضو نہیں ہوتا (جو وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کرتا'' اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص جو وضو کرتے ہوئے اور غسل کرتے ہوئے نماز کے لئے وضو یا جنابت کے غسل کی نیت نہیں کرتا۔

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب

اور ابتدائے وضو میں اللہ کا نام لینا (سنت) ہے اس لیے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا اور اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے اور اصح یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اگرچہ (صاحب قدوری) نے کتاب (قدوری) میں اس کو سنت کہا ہے اور تسمیہ استنجاء سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی یہی صحیح ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی سفیان اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا ہو۔

(جامع ترمذی، ج ۱، ص ۶، فاروقی کتب خانہ ملتان، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، دارقطنی، بیہقی، ابن حبان، ابن خزیمہ، مسلم بتصرف اسنادھا)

100- اسناده صحيح. الحسن بن علي: هو الخلال، وأبو الوليد: هو هشام بن عبد الملك الطيالسي. وأخرجه البخاري (197)، وابن ماجه (471) من طريق عبد العزيز بن عبد الله الماجشون، بهذا الإسناد.

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے

امام مالک فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بغیر بسم اللہ پڑھے وضو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کو دل پر حمل کیا جائے گا کیونکہ دل قائم مقام زبان ہے۔ تاکہ حرج دور کیا جائے کیونکہ دوبارہ وضو کرنے میں حرج ہوگا۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا موقف و دلیل:

ائمہ احناف کے نزدیک بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا سنت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو شرط کی قید سے خالی یعنی مطلق ہے۔ لہٰذا اس کو اطلاق پر جاری رکھیں گے۔ مقید اس لئے نہیں کریں گے کہ ترک تسمیہ سے بھی وضو کے اطلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پانی کی خلقت ہی طہارت کیلئے ہے۔ جو پانی میں اصل ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اس کا سارا بدن پاک ہوا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر نہ کیا اس کے بدن کا وہ حصہ پاک ہوا جہاں تک پانی پہنچ گیا۔ (بدائع الصنائع، ج ا، ص ۲۰، بیروت)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام محمد بن الحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے جس نے صرف اس حدیث سے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام نے وضو کر لیا، اور وہ ستر کے قریب تھے۔ اس حدیث کو امام نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، التسمیہ علی الوضوء ۱/۴۳)

ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔

کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کیلئے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔ "اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا" سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سنت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی یہ نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ا، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے میں غیر مقلدین کا نظریہ و دلیل

علامہ محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ کے بغیر وضو جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں "لا" نفی جنس کیلئے ہے حقیقت یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (غیر مقلدین اگرچہ قیاس کے

مخالف ہیں) لیکن اس مسئلہ میں وہ اس حدیث کو دوسری حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب) وَهُوَ أَفَادَ الْوُجُوبَ۔

کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے بسم اللہ وضو کیلئے واجب یا شرط ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث فاتحہ مشہور ہے جبکہ حدیث تسمیہ فی الوضو غیر مشہور ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نماز میں فاتحہ پڑھی لیکن ہر وضو میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اور حکم دلیل کی قوت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ قوت یہاں نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم وضو میں بسم اللہ کو شرط یا واجب قرار دیں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو درست نہیں۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی وامام قدوری کا مؤقف ودلیل

یہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا وضو جو مروی ہے اس میں انہوں نے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا پس آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ وضو سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے بھی سلام کے جواب سے منع نہیں کیا مگر میں نے طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر پسند نہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۱، باب الرجل یسلم علیہ وھو یبول۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر طہارت سے پہلے کرنا پسند نہیں فرمایا اور بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے لہٰذا اس کا ترک بھی ثابت ہوا اور جب آپ ﷺ سے کسی عمل کا سنت کے ساتھ ساتھ ترک بھی ثابت ہو تو وہ مستحب ہوتا ہے۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۴، دار الفکر، بیروت)

حدیث "لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللهَ" کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں لہٰذا اس حدیث کو کمال وضو کی نفی پر محمول کریں گے۔ اور یہی معنی سنت ہے جیسا حدیث میں ہے۔

قَوْلِ النبی لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ"

مسجد کے ہمسائے کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔ کیونکہ اگر مسجد کے ہمسائے سے جماعت چھوٹ جائے اور وہ بعد جماعت گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہے البتہ ثواب میں کمال کی نفی ضرور ہوگی۔ جو اسے مسجد میں حاصل ہونا تھا۔ اس حدیث کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے مواظبت سے ثابت ہے لہٰذا سنت ہے صاحب ہدایہ کا سنت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے دلیل میں قوت ہے کہ "لا وضو" یعنی نفی شئی یقیناً کسی امر معین میں ہوتی ہے۔

وضو میں تسمیہ کے استحباب کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پاکی ہے اسے جو خطا ونسیان سے منزہ ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، تم ہر نماز کے وقت اپنی آرائش اختیار کرو۔ اس سے نماز کے اندر ستر عورت کی فرضیت کے استدلال پر، کلام کرتے ہوئے شرائط نماز کی بحث میں محقق علی الاطلاق کی عبارت صرف اس قدر ہے، حق یہ ہے کہ ستر عورت کے بارے میں اس آیت کی دلالت ظنی ہے اس لئے اس کا مقتضابس وجوب ہوگا نماز میں۔ اور بعض حضرات نے ستر عورت کے بارے میں اس آیت سے قطعیت ثبوت لی اور حدیث، لا صلوۃ الحائض الا بخمار، (بالغہ کے لئے اوڑھنی کے بغیر نماز نہیں) سے قطعیت اثبات ودلالت لی اور دونوں کے مجموعے سے ستر کی فرضیت ثابت کی، حالانکہ حدیث میں ستر پر دلالت کی قطعیت اگر مان لی جائے تب بھی اس استدلال پر جو کلام ہے وہ محتاج بیان نہیں، ورنہ اس مستدل نے تو خود حدیث مذکور کی نظیر لا وضوء لمن لم یسم (جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں) اور لا صلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد" (مسجد کے پڑوسی کے لئے نماز نہیں مگر مسجد ہی میں) وغیرہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وجوب پر ان سب کی دلالت ظنی ہے۔ اور واقعۃ وجوب پر ان سب کی دلالت کے ظنی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان سب میں وضو ونماز کے کامل ہونے کی نفی ہو (اور لا صلوۃ، لا وضوء کہہ کر حقیقت نماز اور حقیقت وضو کی نفی مقصود نہ ہو) (جد الممتار علی رد المحتار، کتاب الطہارۃ، المجمع السلامی مبارک پور انڈیا، ۱/۹۶)

ہر اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ ذیشان کام کہ جس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے۔ ہر کام جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل رہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجگہ ارشاد فرمایہ جس کا مفہوم ہے۔ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ہدایت قرآن وحدیث میں بار بار آئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ اس نے بسم اللہ نہیں کہا تھا اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آ گیا اس نے بھی بغیر بسم اللہ کہے برتن میں ہاتھ ڈالا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا۔

جب کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ ہمارا کھانا کھائے، میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا، پھر وہ اعرابی کے ساتھ آیا، میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں

میری جان ہے، شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا جب آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے بسم اللہ اولہ واخرہ کہا اس پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھاتا رہا جب اس نے بسم اللہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تو قے کر دیا۔ (ابوداؤد، نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لئے بسم اللہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی فضیلت

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "شائد تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟ "انہوں نے عرض کیا "ہاں ا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ نے فرمایا " کھانا اکھٹے کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو اللہ تعالیٰ تمھارے کھانے میں برکت ڈال دیں گے۔ "اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے پر شیطان کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) "رات سونے سے قبل) بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ بسم اللہ پڑھ کر بند کیے گئے دروازے شیطان کھول نہیں سکتا۔ "اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک لیا کرو کیونکہ اس وقت شیطان اور جن پھیل جاتے ہیں عشاء سے کچھ دیر بعد بچوں کو چھوڑ دو اور گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، چراغ بسم اللہ کہہ کر بجھاؤ، پانی کا برتن بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپ دو اور دوسرے برتن بھی بسم اللہ کہہ کر ڈھانپو اگر برتن ڈھانپنے کے لیے کوئی ڈھکن نہ ملے تو کوئی چیز آڑھی رکھ دو۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے اُبلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے۔

بسم اللہ کے سبب گناہ معاف ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا تو

اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور چار ہزار خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور چار ہزار درجے بلند فرمائے گا۔ (نزہۃ المجالس)

اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 حروف ہیں۔ایک دفعہ پڑھنے سے ہزار نیکیوں کا ثواب ہزار گناہ معاف اور ہزار درجات کی بلندی سبحان اللہ! میرے رب کریم کی عطا کے کیا کہنے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جوہر ہے جب کسی دل میں اتر جاتی ہے گھر کر لیتی ہے پھر اس میں کسی اور شے کی نہ گنجائش رہتی ہے نہ ضرورت۔ جو رفعت راحت برکت اور عظمت اسے عطا ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں۔ اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی۔ بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے اُبلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے جب یہ نازل ہوئی تو شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا برکت ہو گی جس بیمار پر پڑھا جائے گا شفا ہو گی جو اسے پڑھے گا جنت نصیب ہو گی۔

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم وضو کرنے لگے تو بسم اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ نگہبان فرشتے جب تک تم فارغ نہ ہو گے برابر تیری نیکیاں لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تو وہ وضو مکمل کر چکے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن نازل ہوئی جب یہ نازل ہوئی تو مشرق سے مغرب تک بادل چھا گیا۔ ہوائیں ٹھہر گئیں جانور کان لگا کر سننے کیلئے مستعد ہو گئے۔ شیطان کو انگارے مارے گئے اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھائی کہ جس مریض پر اس کا نام لیا جائے گا اسے شفاء ہو گی۔

جب قیامت کا دن ہو گا اور اس امت کے اعمال تولے جائیں گے تو ان کی ایک ایک رکعت دوسروں کی ہزار ہزار نیکیوں سے بھی بڑھ جائے گی جس پر لوگ تعجب کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کی نماز میں بسم اللہ تھی۔

ایک فاسق کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا اللہ نے مجھے اس لیے بخش دیا کہ میں ایک دن مکتب کی طرف سے نکلا اور ایک پڑھنے والے نے بسم اللہ پڑھی اسے سن کر میرے دل میں اللہ کے نام کی شیرینی نے اثر کیا اور اسی وقت میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ہم دو چیز جمع نہ کرینگے 1۔ اللہ کے نام کی شیرینی 2۔ جان کنی کی تلخی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس کاغذ کو جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہو گرا پڑا دیکھے اور اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو صدیقوں میں لکھتا ہے اور اس کے والدین سے عذاب کم کر دیتا ہے اگر چہ وہ حد سے بڑھنے والوں میں ہوں۔

حدیث میں ہے کہ شب معراج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بہشت میں جو چار نہریں جاری ہیں ان کی اصل کہاں سے ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی براق پر سوار کیا اور خود آگے آگے چلے۔ پانچ سو برس کی راہ پر ایک نور کا قبہ ملا جس کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے ایک نہر بہتی تھی۔ اس قبہ کا دروازہ کھول کر بیس برس کی راہ چل کر صدر قبہ میں ایک نور کا تختہ نظر آیا تو دیکھا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور بسم کی میم سے ایک نہر اور اللہ کی ہ سے دوسری نہر اور رحمن کی میم سے تیسری نہر اور رحیم کی میم سے چوتھی نہر جاری ہے۔ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم الٰہی پہنچا کہ آگاہ ہو جایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ اس کو پڑھے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے سیراب کروں گا۔

بسم اللہ کے سبب شیطان کے ذلیل ہونے کا بیان

مسند احمد میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے جو صحابی سوار تھے ان کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ذرا پھسلی تو میں نے کہا کہ شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نہ کہو، اس سے شیطان پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا ہاں بسم اللہ کہنے سے وہ مکھی کی طرح ذلیل و پست ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۵۹، بیروت)

کپڑے تبدیل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنات کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ اور حجاب کی صورت یہ ہے کہ آدمی جب کپڑے اتارے تو بسم اللہ پڑھے۔ (معجم الاوسط، طبرانی، ۷۰۶۶)

بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ ہر قابل ذکر کام سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھا کرتے تھے ہر مسلمان کو اس سنت کی اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ سے کام شروع کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے گھر میں داخل ہوتے وقت، گھر سے نکلتے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلکہ چلتے ہوئے سواری کو ٹھوکر لگ جائے یا خود اپنے آپ کو ٹھوکر لگ جائے تب، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، بلکہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے ذرا پہلے، اور وہاں سے نکلنے کے فوراً بعد، کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، کپڑے پہنتے، جوتے پہنتے وقت، کوئی کتاب پڑھتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت، اپنے روزگار کا کام

شروع کریں تو اس وقت بسم اللہ پڑھیں۔ کھانے میں کوئی چیز ڈالیں تو بسم اللہ پڑھ کر ڈالیں۔ کھانا چننے کے لئے نکالیں تو بسم اللہ پڑھ کر نکالیں۔ کوئی کپڑا سینا یا بننا شروع کریں تو بسم اللہ سے شروع کریں۔ غرض اس طرح اپنے روزمرہ کے کاموں کو بسم اللہ سے شروع کرنا اپنے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں محنت اور دشواری کچھ نہیں اور ذرا دھیان دینے سے انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ اس عمل کی برکت سے یہ سارے کام جو بظاہر دینوی کام نظر آتے ہیں بذات خود عبادت بن جاتے ہیں۔ مومن بسم اللہ سے ہر کام کا آغاز کر کے گویا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی کام کی تکمیل ممکن نہیں۔ اور اس اعتراف کے نتیجے میں اس کے دنیا کے سارے کام بھی دین کا ایک حصہ اور عبادت بن جاتے ہیں۔

بسم اللہ کے سبب زہر کے اثر نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھتا ہے اللہ اس کے نامہ اعمال میں دس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اس کی دس ہزار برائیاں مٹاتا ہے اور دس ہزار درجے بلند کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کچھ مجوسیوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ جس سے ہم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے زہر قاتل منگوایا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے کھا لیا۔ بسم اللہ کی برکت سے اس زہر قاتل نے آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر مجوسی بے ساختہ پکار اٹھے دین اسلام حق ہے۔

جہنم انیس طبقات اور بسم اللہ کے حروف کا بیان

جہنم کے انیس طبقات ہیں اور بسم اللہ کے حروف ہیں جو شخص ایک بار بسم اللہ پڑھ لے گا وہ ان سب طبقات جہنم سے نجات پائے گا۔ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ میں بڑا گنہگار ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھا کرو تو وہ ارحم الرحمین تیرے گناہ بخش دے گا وہ اعرابی متعجب ہو کر کہنے لگا بس اتنا ہی یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مرد یا عورت سچے دل سے اور یقین کے ساتھ بسم اللہ پڑھا کرے گا تو اللہ اپنے فضل و کرم سے اس بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے باہری دروازے پر بسم اللہ لکھ لیا وہ ہلاکت سے (صرف دنیا میں) بے خوف ہو گیا۔ جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور جو کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے گا جب تک وہ اس میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ جب استاد بچے سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو تو استاد، بچے اور اس کے والدین کے لئے نجات لکھ دی جاتی ہے اور جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس طرح پگھلتا ہے جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں بسم اللہ کی برکات وفضیلت کو پڑھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے کہا جب طوفان نوحؑ نے اس دنیا کو اپنے خوفناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوف غرق سے ہراساں ولرزاں تھے انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اس عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کے لئے بسم اللہ مجریہا ومرسہا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ وسالم رہی مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدھے کلمہ کی وجہ سے اتنے ہیبت ناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی تو جو شخص اپنی پوری عمر اس پورے کلمہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟

علماء لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں انیس حروف ہیں دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں لہٰذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہر حرف کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک کی بلا دفع ہوسکتی ہے نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کو چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں پانچ گھنٹوں کے لئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر فرمائی گئیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کے لئے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ ان انیس گھنٹوں میں ہر نشست وبرخاست ہر حرکت وسکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعہ برکت وعبادت حاصل ہو یعنی ان حروف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ سورت برأت کو جو قتل کفار کے حکم پر مشتمل ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم سے خالی رکھا گیا ہے کیونکہ یہ کلمہ رحمت ہے جو موقع کا مقتضی نہیں ہے اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت بھی صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہنا مقرر فرمایا گیا ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ ذبح کی صورت قہر عذاب کی شکل ہے اور یہ کلمہ رحمت (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم) اس کا محل اور اس کا مقتضی نہیں لہٰذا جو شخص اس کلمہ رحمت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہر وقت اور ہر آن مداومت کرتا ہے، جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ہر روز ستر مرتبہ فرض نماز میں یہ کلمہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے کہ وہ شخص غضب وعذاب سے محفوظ اور ثواب سے محظوظ ہوگا۔

اس آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے خواص میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اسے چاہئے کہ وہ بسم اللہ کہہ کر جائے تاکہ اس کی وجہ سے اس کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ واقع ہو جائے کوئی شخص بسم اللہ کہہ کر بیت الخلاء جاتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ جنات کی نظر اس کی شرمگاہ کی طرف نہیں جاتی، لہٰذا جب اس کی تاثیر یہ ہے کہ یہ آیت انسان اور اس کے دنیاوی دشمن جنات کے درمیان پردہ بن جاتی ہے تو امید ہے کہ یہ ایک مسلمان اور عذاب عقبیٰ کے درمیان بھی یقیناً پردہ بن کر حائل ہوگی۔

بسم اللہ کی برکت سے عذاب قبر سے نجات کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس میت کو عذاب ہو رہا ہے یہ دیکھ کر چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وہاں سے استنجاء کر کے واپس تشریف لائے اب جو اس قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا یا اللہ! مجھے اس کا راز بتایا جائے۔ ارشاد فرمایا اے روح اللہ! یہ بندہ سخت گناہگار تھا جس کی وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور آج اسے مکتب بھیجا گیا استاذ نے اسے بسم اللہ پڑھائی۔ تو ہماری رحمت کو حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں کہ جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ کی برکت سے بوٹی میں شفا آجانے کا واقعہ

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں نہایت سخت درد ہوا، حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ جنگل کی فلاں بوٹی کھاؤ۔ چنانچہ آپ نے کھائی۔ اور فوراً آرام آگیا۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ پھر وہی بیماری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی دوائی استعمال کی مگر درد میں زیادتی ہوگئی۔ عرض کیا یا اللہ! اس میں کیا راز ہے کہ ایک ہی دوا میں تاثیر دو طرح کی ہے ایک مرتبہ اس نے مجھے شفا دی ہے اور دوسری مرتبہ اس نے میرے مرض اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ الٰہی اس میں راز کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! پہلی دفعہ تم میری طرف سے اس بوٹی کی طرف گئے تھے اور دوسری مرتبہ تم اپنی طرف سے بوٹی کی طرف گئے ہو حالانکہ شفا تو صرف میرے نام میں ہے۔ میرے نام کے بغیر دنیا کی ہر چیز زہر قاتل ہے اور میرا نام اس کا تریاق ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے والا ڈوبنے سے بچ جائے گا

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھا تھا۔ "بسم اللہ مجرھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم" اس وجہ سے بیڑا پار ہوا۔ لہٰذا جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو ان شاء اللہ وہ ڈوبنے سے بچے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تو اس میں یہ لکھا "انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" اس کی برکت سے بلقیس کو قبول حق نصیب ہوا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ اور پورا ملک یمن حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں آیا۔

بسم اللہ کی برکت ہی وہ نعمت ہے جسے انسان اگر زندگی میں پڑھتا ہے تو ثواب ہی ثواب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ کھانا کھانے سے پہلے اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو انسان اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب مسلمان کو قبر میں اتارا جائے تو "بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پڑھا جائے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے سے قفل کھل جانے کا واقعہ

تفسیر روح البیان میں بسم اللہ کے ماتحت ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی۔ تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایک پانی کی۔ دوسری دودھ کی۔ تیسری شراب طہور کی۔ اور چوتھی نہر شہد کی

تھی، جبرائیل امین سے دریافت کیا گیا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ دوسرے فرشتے نے عرض کیا کہ ان چاروں کا چشمہ میں دیکھاتا ہوں۔ ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا۔ جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل لگا ہوا تھا۔ اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا: یہ دروازہ کھولو۔ عرض کیا اس کی چابی میرے پاس نہیں۔ بلکہ آپ کے پاس ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کو اس قفل کو ہاتھ لگایا تو دروازہ کھل گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور ''بسم اللہ کی ''میم'' سے پانی جاری ہے لفظ ''اللہ'' کی ''ہ'' سے دودھ جاری ہے۔ ''رحمن'' کی ''میم'' سے شراب طہور جاری ہے۔ اور ''رحیم'' کی ''میم'' سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت میں سے جو شخص ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھے گا وہ ان چاروں نہروں کا مستحق ہوگا۔ (تفسیر روح البیان، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ کی برکت سے عذاب سے بچنے کا واقعہ

اسی طرح تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوے سے پہلے ایک مکان بنوایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھی تھی۔ جب اس نے خدائی دعویٰ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ کی لیکن اس نے آپ کی تبلیغ قبول نہ کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی۔ تو وحی آئی، اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ تو اسی قابل ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر ''بسم اللہ'' لکھی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون کے گھر پر عذاب نہ آیا بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں ڈبو دیا گیا۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

باب: آدمی کا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے برتن میں داخل کر لینا

103 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تم میں سے کوئی ایک شخص رات کے وقت بیدار ہو' تو وہ اپنا ہاتھ (وضو کے) برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک وہ پہلے اسے تین مرتبہ دھو نہ لے' کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا''۔

104 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا رَزِينٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: یعنی یہی حدیث نقل کرتے ہیں تاہم اس راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''دو مرتبہ یا تین مرتبہ'' اور اس راوی نے ابورزین کا ذکر نہیں کیا۔

105 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ، فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، أَوْ أَيْنَ كَانَتْ تَطُوفُ يَدُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک اسے تین مرتبہ دھو نہ لے، کیونکہ کوئی شخص یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کا ہاتھ کہاں گھومتا رہا''۔

بَابُ صِفَةِ وُضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ

106 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوئِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ،

حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی انڈیل کر ان دونوں کو دھویا پھر انہوں نے کلی کی۔ ناک صاف کیا اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اپنے دائیں بازو کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اسی طرح دھویا پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اس طرح دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس کے دوران وہ اپنے خیالات میں مشغول نہ رہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دیتا ہے''۔

107 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ وَرْدَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي حُمْرَانُ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ، فَذَكَرَ

نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ، وَقَالَ فِيهِ: وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هٰكَذَا، وَقَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ دُونَ هٰذَا كَفَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الصَّلَاةِ

❀ حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے البتہ اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں) انہوں نے تین مرتبہ اپنے سر پر مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اس سے کم مرتبہ وضو کرتا ہے' تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا''۔ اس راوی نے نماز کا بھی ذکر نہیں کیا۔

108 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ الْمُؤَذِّنُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ فَدَعَا بِمَاءٍ، فَأُتِيَ بِمِيضَأَةٍ فَأَصْغَاهَا عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي الْمَاءِ فَتَمَضْمَضَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَأَخَذَ مَاءً، فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ، فَغَسَلَ بُطُونَهُمَا وَظُهُورَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُونَ عَنِ الْوُضُوءِ؟ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الصِّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلَى مَسْحِ الرَّأْسِ أَنَّهُ مَرَّةً، فَإِنَّهُمْ ذَكَرُوا الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، وَقَالُوا فِيهَا: وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا عَدَدًا كَمَا ذَكَرُوا فِي غَيْرِهِ

❀ عثمان بن عبدالرحمن تیمی بیان کرتے ہیں: ابن ابوملیکہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے پانی منگوایا ان کی خدمت میں وضو کا برتن لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلا پھر انہوں نے وہ ہاتھ پانی میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر بایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کر کے پانی لیا اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔ انہوں نے ان کے اندرونی اور بیرونی حصے کو ایک مرتبہ دھویا پھر انہوں نے دونوں پاؤں دھوئے پھر یہ بات بیان کی وضو کے بارے میں دریافت کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

107-عبدالرحمن بن وردان روی عنه ثلاثة، وقال ابن معين: صالح، وقال ابو حاتم: ماجعديثه باس، وقال الدارقطني: صالح، وفي رواية: يعتبر به. وقوله: "ومسح راسه ثلاثا" شاذ، فقد انفرد به عبد الرحمٰن هذا في طريق حمران، وروي من غير طريق حمران ايضاً كما سياتي في التجريج. واخرجه البزار (418-زوائد)، والدارقطني (303)، والبيهقي /621 من طريق عبد الرحمٰن بن وردان، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه بذكر مسح الراس ثلاثا احمد (436)، والدارقطني (304)، والبيهقي /621-63 من طريق ابن دارة مولي عثمان، عن عثمان. واخرجه كذلك الدارقطني (301)، والبيهقي /631 من طريق عبدالله بن جعفر، عن عثمان.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول تمام روایات صحیح ہیں۔ وہ اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا کیونکہ ان تمام راویوں نے تین مرتبہ وضو کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس نے یہ بات ذکر کی ہے کہ سر کا مسح کیا لیکن انہوں نے تعداد کا ذکر نہیں کیا' جس طرح دوسری چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

109 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى، اَخْبَرَنَا عِيسٰى، اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ اَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ اَبِي عَلْقَمَةَ، اَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ، فَاَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، ثُمَّ غَسَلَهُمَا اِلَى الْكُوعَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، وَقَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ مِثْلَ مَا رَاَيْتُمُونِي تَوَضَّاْتُ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَاَتَمَّ

❁❁ ابوعلقمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا۔ انہوں نے وضو کیا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو پونچوں تک دھویا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر انہوں نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر راوی نے تین مرتبہ وضو کرنے کا بھی ذکر کیا ہے' تاہم اس میں انہوں نے یہ کہا۔ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور پھر دونوں پاؤں دھولیے پھر یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جس طرح تم لوگوں نے مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد راوی نے زہری کی نقل کردہ روایت کی مانند حدیث بیان کی جو زیادہ مکمل ہے۔

110 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِيلُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقِ بْنِ جَمْرَةَ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: رَاَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَاْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هٰذَا،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنْ اِسْرَائِيلَ قَالَ: تَوَضَّاَ ثَلَاثًا فَقَطْ

❁❁ شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے اپنی دونوں کلائیاں تین' تین مرتبہ دھوئیں اور اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وکیع نے یہ روایت اسرائیل سے نقل کی ہے انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''تین مرتبہ وضو کیا''۔

111 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اَبُو عَوَانَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: اَتَانَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلّٰى فَدَعَا بِطَهُورٍ، فَقُلْنَا مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُورِ وَقَدْ صَلّٰى مَا يُرِيدُ، اِلَّا لِيُعَلِّمَنَا، فَاُتِيَ

111- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري، وعبد خير: هو ابن يزيد الهمداني. واخرجه النسائي في "الكبرى" (77) من طريق ابي عوانة، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالمضمضة والاستنشاق ابن ماجه (404) من طريق شريك النخعي، عن خالد بن علقمة، به. واخرجه الترمذي (49) من طريق ابي اسحاق، عن عبد خير، به. واخرجه النسائي (101) من طريق الحسين بن علي، عن علي. وهو في "مسند احمد" (1199). وانظر ماسياتي بالارقام (112-116).

بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَمِينِهِ. فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا. فَمَضْمَضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ فِيهِ. ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا. ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا. وَغَسَلَ يَدَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا. ثُمَّ جَعَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً. ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا. وَرِجْلَهُ الشِّمَالَ ثَلَاثًا. ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وُضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هٰذَا.

❁❁ عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے وہ نماز ادا کر چکے تھے انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا یہ وضو کے پانی کے ذریعے کیا کریں گے جب کہ یہ نماز ادا کر چکے ہیں۔ یہ ضرور ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہوں گے پھر ایک برتن لایا گیا جس میں پانی موجود تھا' اور ایک طشت لایا گیا انہوں نے برتن میں سے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا انہوں نے ایک ہی مرتبہ چلو میں پانی لے کر کلی کی تھی اور ناک

میں پانی ڈالا تھا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے دائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے بائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے اپنا دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا اور پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی۔

''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں جان لے تو وہ یہ ہے (جو میں نے کر کے دکھایا ہے)''۔

112 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَلْقَمَةَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: صَلَّى عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْغَدَاةَ. ثُمَّ دَخَلَ الرَّحْبَةَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتَاهُ الْغُلَامُ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسْتٍ. قَالَ: فَأَخَذَ الْإِنَاءَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى. فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى. وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا. ثُمَّ سَاقَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ. قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ مُقَدَّمَهُ وَمُؤَخِّرَهُ مَرَّةً ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ.

❁❁ عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر وہ کھلے میدان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پانی منگوایا غلام ایک برتن لے کر آیا جس میں پانی موجود تھا' اور ساتھ ایک طشت لے آیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے برتن پکڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔

اس کے بعد راوی نے تقریباً اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے' جس طرح کی ابوعوانہ سے منقول ہے' پھر انہوں نے اپنے سر کا آگے والے حصے کا اور پیچھے والے حصے کا مسح کیا۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ

عُرْفُطَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ خَيْرٍ، رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِيَ بِكُرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ مَعَ الِاسْتِنْشَاقِ بِمَاءٍ وَاحِدٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

عبد خیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے لئے ایک کرسی لائی گئی وہ اس پر تشریف فرما ہوئے پھر پانی کا ایک برتن لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھویا پھر ایک ہی پانی کے ذریعے ناک میں پانی ڈالنے کے ہمراہ کلی کی (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)۔

114 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ الْكِنَانِيُّ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَسُئِلَ عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ: وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ حَتَّى لَمَّا يَقْطُرْ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا كَانَ وُضُوءُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زر بن حبیش بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو (کے طریقے) کے بارے میں سوال کیا گیا تھا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے) انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا لیکن (سر میں سے) قطرے نہیں ٹپکے پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اس طرح کا تھا۔

115 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا تَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر یہ بات بیان کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو کرتے تھے۔

116 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو تَوْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ وُضُوءَهُ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ طُهُورَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوحیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وضو کے بارے میں یہ بات ذکر کی کہ انہوں نے ہر عمل تین تین مرتبہ کیا پھر یہ بات بیان کی کہ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور

---

113 - اسناده صحيح، وقد اخطا شعبة في تسمية شيخه فقال: مالك بن عرفطة، والصواب: خالد بن علقمة، وقد خطا شعبة فيه غير واحد من النقاد المرجوع اليهم في هذا الفن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (83) و (163) من طريق شعبة بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (989).

پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر یہ بات بیان کی۔ میں نے یہ چاہا کہ میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے وضو (کا طریقہ) دکھاؤں۔

117 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيَّ عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَقَدْ أَهْرَاقَ الْمَاءَ فَدَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَتَيْنَاهُ بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ، حَتَّى وَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَلَا أُرِيكَ كَيْفَ كَانَ يَتَوَضَّأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَأَصْغَى الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ فَغَسَلَهَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فَأَفْرَغَ بِهَا عَلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ جَمِيعًا، فَأَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أَلْقَمَ إِبْهَامَيْهِ مَا أَقْبَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنَى قَبْضَةً مِنْ مَاءٍ، فَصَبَّهَا عَلَى نَاصِيَتِهِ فَتَرَكَهَا تَسْتَنُّ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَظُهُورَ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيعًا فَأَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى رِجْلِهِ، وَفِيهَا النَّعْلُ فَفَتَلَهَا بِهَا، ثُمَّ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ، قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ شَيْبَةَ، يُشْبِهُ حَدِيثَ عَلِيٍّ، لِأَنَّهُ قَالَ فِيهِ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جُرَيْجٍ: وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِيهِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے پانی بہالیا تھا۔ (یعنی وہ استنجاء کر کے آئے تھے) پھر انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا تو ہم پتھر کے بنے ہوئے برتن میں ان کے پاس پانی لے کر آئے اور وہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس کیا میں تمہیں دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ میں نے گزارش کی جی ہاں راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برتن اپنے ہاتھ پر انڈیلا اور اپنے ہاتھ کو دھویا پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ (برتن میں) داخل کیا اور اس کے ذریعے دوسرے ہاتھ پر پانی بہایا پھر انہوں نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر انہوں نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھ ایک ساتھ برتن میں داخل کئے اور اس کے ذریعے پانی کا لپ لیا اور وہ اپنے چہرے پر ڈالا انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے آگے کے حصے کی طرف لگایا پھر دوسری مرتبہ ایسا کیا پھر تیسری مرتبہ ایسا کیا پھر انہوں نے اپنی دائیں ہتھیلی میں تھوڑا سا پانی لیا اور اسے اپنی پیشانی پر ڈالا اور پھر اسے اپنے چہرے پر بہنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں بازو کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنے سر کا اور کانوں کے باہر کے حصے کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ (برتن میں) داخل کئے اور پانی کا لپ لے کر اسے اپنے پاؤں پر ڈالا انہوں نے پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے انہوں نے وہ پانی جوتوں سمیت اپنے پاؤں پر ڈالا تھا۔ انہوں نے اس کے

ذریعے اپنے پاؤں کو ملا پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ اسی طرح کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں (انہوں نے وضو کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے یہ دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا انہوں نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا؟ انہوں نے فرمایا: جوتوں میں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے شیبہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کیونکہ اس روایت میں حجاج بن محمد نے ابن جریج کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

ابن وہب نے ابن جریج کے حوالے سے منقول اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔

118 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ -: هَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ. فَدَعَا بِوَضُوءٍ فَاَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا. ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا. ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهِ. ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلَى قَفَاهُ، ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَاَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

❁❁ عمرو بن یحییٰ مازنی، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہ کہا، یہ صاحب عمرو بن یحییٰ نامی راوی کے دادا ہیں۔ (ان سے یہ کہا) کیا آپ یہ کر کے مجھے دکھا سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں' پھر انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا ایسا تین مرتبہ کیا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں بازو دو دو مرتبہ کہنیوں تک دھوئے۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا وہ اسے آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف لے کر گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لے کر آئے انہوں نے سر کے آگے والے حصے سے آغاز کیا تھا' اور پھر دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے کر گئے تھے' پھر انہیں واپس اسی جگہ لے کر آئے تھے جہاں سے آغاز کیا تھا پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ يَفْعَلُ ذٰلِكَ. ثَلَاثًا. ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے ایک ہی چلو کے ذریعے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایسا انہوں نے تین مرتبہ کیا اس کے بعد انہوں نے اسی کی مانند روایت نقل

کی ہے (جو پہلے ذکر ہوئی ہے)

120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ، يَذْكُرُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ وُضُوءَهُ، وَقَالَ: وَمَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَنْقَاهُمَا

حبان بن واسع بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ کو یہ بات ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا مسح اس پانی کے ذریعے کیا تھا جو بازوؤں کے (بچے ہوئے) پانی کے علاوہ نہیں تھا' اورانہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے' یہاں تک کہ انہیں اچھی طرح صاف کیا۔

121 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْسَرَةَ الْحَضْرَمِيُّ، سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ مَعْدِي كَرِبَ الْكِنْدِيَّ، قَالَ: أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا

حضرت مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کا پانی لایا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین' تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے سر کا اور دونوں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصے کا مسح کیا۔

کانوں کا سر کے حکم میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے پھر سر کا مسح کیا اور فرمایا کان سر میں داخل ہیں ابوعیسی کہتے ہیں کہ قتیبہ حماد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے یا ابوامامہ کا اس باب میں حضرت انس سے بھی روایت منقول ہے۔

امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند زیادہ قوی نہیں صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ کان سر میں داخل ہیں، سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک کانوں کو سامنے کا حصہ چہرے میں اور پیچھے کا حصہ سر میں داخل ہے اسحاق کہتے ہیں مجھے یہ بات پسند ہے کہ کانوں کے اگلے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ اور پیچھے کا مسح سر کے ساتھ کیا جائے۔ (جامع ترمذی: جلداول: حدیث نمبر 36)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں۔ امام دارقطنی اس

120- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبدالله، وعمرو بن الحارث: هو الانصاري مولاهم المصري. واخرجه مسلم (236)، والترمذي (35) من طريق عبدالله بن وهب، بهذا الاسناد. وانظر ماقبله.

حدیث کو ۵۵ مختلف اسناد کے ساتھ لائے ہیں۔

جن میں مرفوع اور غیر مرفوع دونوں طرح کی روایات جمع ہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص، دار المعرفہ، بیروت)

احناف کے نزدیک سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا سنت ہے اور دلیل یہ حدیث ہے کہ اذنان بھی راس سے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ نئے پانی کے ساتھ سنت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کانوں کا مسح نئے پانی کے ساتھ کیا۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سر کا مسح اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی کے ساتھ کیا۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۹، دار الفکر، بیروت)

122 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاكِيُّ - لَفْظُهُ - قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ، وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُقَدَّمِ رَأْسِهِ، فَأَمَرَّهُمَا حَتّٰى بَلَغَ الْقَفَا، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، قَالَ مَحْمُودٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي حَرِيزٌ.

❀ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح تک پہنچے تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں سر کے آگے والے حصے پر رکھیں اور پھر آپ انہیں پیچھے لے کے گئے یہاں تک کہ گدی تک لے آئے پھر آپ ﷺ ان دونوں کو واپس اسی جگہ پر لے آئے جہاں سے آپ ﷺ نے آغاز کیا تھا۔

محمود نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حریز نے مجھے خبر دی۔

123 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَهِشَامُ بْنُ خَالِدٍ، الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ظَاهِرِهِمَا وَبَاطِنِهِمَا، زَادَ هِشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي صِمَاخِ أُذُنَيْهِ

❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں کانوں کے ظاہری اور باطنی (یعنی اندرونی اور بیرونی) حصے کا مسح کیا۔

ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں کانوں کے سوراخ میں داخل کی۔

124 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةُ بْنُ فَرْوَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، تَوَضَّأَ لِلنَّاسِ كَمَا رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، فَلَمَّا بَلَغَ رَأْسَهُ غَرَفَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَتَلَقَّاهَا بِشِمَالِهِ حَتّٰى وَضَعَهَا عَلَى وَسَطِ رَأْسِهِ حَتّٰى قَطَرَ الْمَاءُ، أَوْ كَادَ يَقْطُرُ، ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدَّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ، وَمِنْ مُؤَخَّرِهِ إِلَى مُقَدَّمِهِ.

❀ مغیرہ بن فروہ اور یزید بن ابومالک بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے وضو کر کے دکھایا جس طرح انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا جب وہ سر تک پہنچے تو انہوں نے پانی کا چلو لیا اس پانی کو اپنے

بائیں ہاتھ پر ڈالا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے سر کے درمیان پہ رکھا یہاں تک کہ پانی کے کچھ قطرے (ان کے سر پر ٹپک گئے) پھر انہوں نے اپنے سر کے آگے کے حصے سے لے کر پیچھے والے حصے تک اور پیچھے والے حصے سے لے کر آگے والے حصے تک مسح کیا۔

125 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، بِهٰذَا الْإِسْنَادِ. قَالَ: فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے تین، تین مرتبہ وضو کیا اور دونوں پاؤں کسی گنتی کے بغیر دھوئے۔

126 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَأْتِينَا فَحَدَّثَتْنَا أَنَّهُ قَالَ: اسْكُبِي لِي وَضُوءًا. فَذَكَرَتْ وُضُوءَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِيهِ: فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا. وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا. وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً. وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا. وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ بِمُؤَخَّرِ رَأْسِهِ. ثُمَّ بِمُقَدَّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كِلْتَيْهِمَا ظُهُورِهِمَا وَبُطُونِهِمَا. وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ.

❁❁ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اس خاتون نے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لئے وضو کا پانی انڈیلو اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنے دونوں بازو تین، تین مرتبہ دھوئے اپنے سر پر دو مرتبہ مسح کیا۔ آپ نے سر کے پیچھے والے حصے سے آغاز کیا اور پھر آگے کے حصے پر مسح کیا پھر دونوں کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصے کا مسح کیا پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں پر تین، تین مرتبہ وضو کیا (یعنی انہیں دھویا)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت مسدد کی نقل کردہ روایت کی ہم معنی ہے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت میں مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو تو ناک صاف کرو اور جب استنجاء کے لیے پتھر استعمال کرو تو طاق عدد میں لو اس باب میں حضرت عثمان لقیط بن صبرہ ابن عباس مقدام بن معدیکرب وائل بن حجر ابوہریرہ سے بھی روایات مذکور ہیں ابوعیسی کہتے ہیں حدیث سلمہ بن قیس حسن صحیح ہے اہل علم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کے نزدیک وضو میں ان دونوں کو چھوڑنے سے نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی اور انہوں نے وضو اور جنابت میں اس حکم کو یکساں قرار دیا ہے ابن ابی لیلی عبداللہ بن مبارک احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کلی کرنے سے ناک میں پانی ڈالنے کی زیادہ تاکید ہے ابوعیسی نے فرمایا کہ ایک گروہ نے کہا کہ جنابت میں اعادہ کرے وضو میں نہ کرے سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کا یہی قول ہے اور ایک گروہ کے نزدیک نہ وضو میں اعادہ کرے اور نہ

غسل جنابت میں کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔
لہٰذا جو ان دونوں کو وضو اور غسل جنابت میں چھوڑ دے تو اس پر اعادہ نہیں ہے امام مالک اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔
(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 26)

127 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، يُغَيِّرُ بَعْضَ مَعَانِي بِشْرٍ، قَالَ فِيهِ: وَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے لیکن اس نے بشر کی نقل کردہ روایت کے بعض مفہوم کو متغیر کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا"۔

128 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ، مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ، لِمُنْصَبِّ الشَّعْرِ، لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

❀❀ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاں وضو کرتے ہوئے اپنے پورے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے ہر طرف سے اوپر سے نیچے کی طرف مسح کرتے ہوئے طول و عرض میں پورے سر کا مسح کیا' یہاں تک کہ سر کے (پیچھے سے) نیچے والے حصے کا بھی مسح کیا۔ آپ ﷺ نے بالوں کو ان کی ہیئت سے حرکت نہیں دی۔

129 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّ رُبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ: فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ، وَصُدْغَيْهِ وَأُذُنَيْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

❀❀ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے آگے کے حصے کا اور پیچھے کے حصے کا اور دونوں کنپٹیوں کا اور دونوں کانوں ایک مرتبہ مسح کیا۔

130 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِي يَدِهِ

❀❀ سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے بازو (دھونے سے) بچ جانے والی پانی کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا۔

131 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

129- حسن لغيره دون مسح الصدغين، وهذا اسناد ضعيف كسابقه. واخرجه الترمذي (34) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27022). وانظر ماسلف برقم (126).

مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ، فَاَدْخَلَ اِصْبَعَيْهِ فِيْ حُجْرَيْ اُذُنَيْهِ

❁❁ سیّدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے اپنی دو انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کی۔

132 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَاْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً حَتّٰى بَلَغَ الْقَذَالَ - وَهُوَ اَوَّلُ الْقَفَا، وَقَالَ مُسَدَّدٌ - مَسَحَ رَاْسَهُ مِنْ مُقَدَّمِهِ اِلٰى مُؤَخَّرِهٖ حَتّٰى اَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ اُذُنَيْهِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فَحَدَّثْتُ بِهٖ يَحْيٰى فَاَنْكَرَهُ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ اَحْمَدَ، يَقُوْلُ: اِنَّ ابْنَ عُيَيْنَةَ زَعَمُوْا اَنَّهٗ كَانَ يُنْكِرُهٗ، وَيَقُوْلُ اِيْشُ هٰذَا طَلْحَةُ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ

❁❁ طلحہ بن مصرف اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سر پر ایک مرتبہ مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قذال تک پہنچے (راوی یا امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) یہ گدی کا ابتدائی حصہ ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کے آگے والے حصے سے پیچھے والے حصے تک مسح کیا' یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے نیچے سے نکالے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے یہ روایت یحییٰ کو سنائی تو انہوں نے اسے منکر قرار دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عیینہ کے بارے میں لوگوں نے یہ بات بیان کی ہے کہ وہ اس حدیث کو منکر قرار دیتے تھے وہ یہ کہتے تھے یہ کیسی (سند ہے) کہ یہ طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا سے منقول ہے۔

133 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَاَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّاُ - فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ - كُلَّهٗ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ وَاُذُنَيْهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث ذکر کی ہے' جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اعضاء تین' تین مرتبہ دھوئے

133- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف، عباد بن منصور ضعيف لسوء حفظه وتغيره وتدليسه، وباقي رجاله ثقات. واخرجه ضمن حديث مطول احمد (3490) عن يزيد بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه الطبراني (12504) من طريق عباد بن منصور، به، وذكر فيه ان النبي - صلى الله عليه وسلم - توضا ثلاثا ثلاثا، ولم يذكر مسح الراس مرة. والاحاديث السالفة برقم (106) و (111) و (118) و (121) تشهد له

وہ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر اور کانوں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔

134 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَذَكَرَ وُضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْمَاقَيْنِ، قَالَ: وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: يَقُولُهَا: أَبُو أُمَامَةَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ أَبِي أُمَامَةَ - يَعْنِي قِصَّةَ الْأُذُنَيْنِ - قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ سِنَانٍ أَبِي رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ رَبِيعَةَ كُنْيَتُهُ أَبُو رَبِيعَةَ

❁❁ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ ناک کی طرف والے آنکھ کے کنارے کا بھی مسح کیا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔

سلیمان بن حرب بیان کرتے ہیں: یہ بات حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

قتیبہ نامی راوی کہتے ہیں: حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے مجھے نہیں معلوم کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں یا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے ہیں یعنی وہ الفاظ جو دونوں کانوں کے بارے میں ہیں۔

قتیبہ نامی راوی نے سنان بن ابوربیعہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ربیعہ کے صاحب زادے ہیں اور ان کی کنیت ابوربیعہ ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب: تین، تین مرتبہ وضو کرنا

135 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ الطُّهُورُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ، وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنَ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هٰذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ - أَوْ ظَلَمَ وَأَسَاءَ -

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی عرض کی: یارسول اللہ! وضو کیسے کیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں پانی منگوایا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے پھر

اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلیاں کانوں میں داخل کی اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ذریعے کانوں کے باہر والے حصے کا مسح کیا۔ شہادت کی انگلیوں کے ذریعے آپ ﷺ نے کان کے اندرونی حصے کا مسح کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں تین' تین مرتبہ دھوئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح وضو کیا جائے گا' جو شخص اس سے زیادہ کرتا ہے یا کم کرتا ہے' تو وہ برا کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ ظلم کرتا ہے اور برا کرتا ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ

باب: دو مرتبہ وضو کرنا

136 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيُّ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو دو مرتبہ وضو کیا ہے۔

137 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتُحِبُّونَ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ فَاغْتَرَفَ غَرْفَةً بِيَدِهِ الْيُمْنٰى فَتَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرٰى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُمْنٰى، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرٰى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرٰى، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَأُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً أُخْرٰى مِنَ الْمَاءِ فَرَشَّ عَلٰى رِجْلِهِ الْيُمْنٰى، وَفِيهَا النَّعْلُ، ثُمَّ مَسَحَهَا بِيَدَيْهِ يَدٍ فَوْقَ الْقَدَمِ وَيَدٍ تَحْتَ النَّعْلِ، ثُمَّ صَنَعَ بِالْيُسْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ

❁❁ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے فرمایا: کیا تم لوگ یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں یہ بات دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ پھر انہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں پانی موجود تھا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اس میں سے ایک چلو لیا اور اس کے ذریعے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر انہوں نے دوسرا چلو لیا اور دونوں ہاتھوں میں پانی اکٹھا کر کے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر انہوں نے ایک اور چلو لیا اور اس کے ذریعے اپنے دائیں بازو کو دھویا پھر ایک اور لیا اس کے ذریعے اپنے بائیں بازو کو دھویا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی لیا اور اسے اپنے ہاتھ پر چھڑکا پھر انہوں نے اس کے ذریعے اپنے سر دونوں کانوں کا مسح کیا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی دوسری مرتبہ لیا اور اسے اپنے دائیں پاؤں پر بہایا جس میں انہوں نے جوتے پہنے ہوئے تھے' پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس پر مسح کیا' یوں کہ ان کا ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر تھا' اور ایک ہاتھ جوتے کے نیچے تھا پھر انہوں نے بائیں پاؤں کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

باب: ایک مرتبہ وضو کرنا

138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً

⊛⊛ عطاء بن یسار، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں: کیا میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔

وضو میں ایک مرتبہ دھونے کے مفہوم کا بیان

ابن عجلان کے مذکورہ طریق سے نسائی کی روایت میں سابقہ الفاظ کے بعد یہ ہے: اور اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ ایک ایک بار دھوئے۔ اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا۔ الحدیث۔

اس میں اور سعید بن منصور سے نقل شدہ روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے جو میں نے ذکر کیا کہ مضمضہ واستنشاق کا تذکرہ تمام سنتوں کے احاطہ کو مستلزم نہیں کہ ترک تثلیث کے منافی ہو۔ کیوں کہ روایات "ایک بار" کے لفظ پر متفق ہیں اور احادیث میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے۔ پھر جب مخرج ایک (زید بن اسلم) ہیں تو ایک حدیث دوسری کی مفسّر کیوں نہ ہوگی۔

اقول: اس کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ابی شیبہ کے یہاں یہ حدیث مطوّلاً اس اضافہ کے ساتھ ہے: ثم غرف غرفۃ فمسح رأسہ واذنیہ (پھر ایک چلو لے کر اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا) تو جس چلو سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کا وضو ہو جاتا تھا وہ اگر سر میں استعمال ہوتا تو اسے دھونے کا کام کر دیتا (نہ کہ اس سے صرف مسح ہوتا)۔ (سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۹ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم ھو مرۃ حدیث ۶۴ دار الکتب العلمیہ بیروت)

بَابٌ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

باب: کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنا

139 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ لَيْثًا، يَذْكُرُ عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ - يَعْنِي - عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ وَلِحْيَتِهِ عَلَى صَدْرِهِ، فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ۔

⊛⊛ لیث نے طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وضو کر رہے تھے۔ پانی آپ کے چہرے اور داڑھی پر بہتا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر آ رہا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے درمیان فصل کیا (یعنی دونوں کے لئے الگ سے پانی لیا)

بَابٌ فِي الِاسْتِنْثَارِ

باب: ناک کو صاف کرنا

140 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي اَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ

⚙⚙ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص وضو کرے تو وہ اپنے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے''۔

141 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ، عَنْ قَارِظٍ، عَنْ اَبِي غَطَفَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَنْثِرُوا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا

⚙⚙ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو یا تین مرتبہ اچھی طرح ناک صاف کرو''۔

ناک صاف کرنے کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے بار اس پر پانی بہہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب طہارت، بیروت)

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا بیان

142 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، فِي آخَرِيْنَ، قَالُوْا: حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ كَثِيْرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ اَبِيْهِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ - اَوْ فِي وَفْدِ بَنِي الْمُنْتَفِقِ - اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُصَادِفْهُ فِي مَنْزِلِهِ، وَصَادَفْنَا عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَ: فَاَمَرَتْ لَنَا بِخَزِيرَةٍ

142- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل يحيى بن سليم -وهو الطائفي- وقد توبع عند احمد في "المسند" (16384) وغيره باسناد صحيح. واخرجه مختصراً بالامر باسباغ الوضوء وتخليل الاصابع النسائي في "الكبرى" (116)، وابن ماجه (448)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق الترمذي (788)، والنسائي في "المجتبى" (87)، وابن ماجه (407) من طريق يحيى ابن سليم، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالامر بتخليل الاصابع الترمذي (38)، والنسائي في "الكبرى" (116)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق النسائي (99) من طريق سفيان، عن اسماعيل بن كثير ابي هاشم، به. وهو في "مسند احمد" (16384)، و "صحيح ابن حبان" (1054). وسياتي بعده وبرقم (3973)، ومختصراً برقم (2366).

فَصُنِعَتْ لَنَا. قَالَ: وَأُتِينَا بِقِنَاعٍ - وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: الْقِنَاعَ. وَالْقِنَاعُ: الطَّبَقُ فِيهِ تَمْرٌ - ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ أَصَبْتُمْ شَيْئًا؟ - أَوْ أُمِرَ لَكُمْ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: قُلْنَا: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: فَبَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسٌ. إِذْ دَفَعَ الرَّاعِي غَنَمَهُ إِلَى الْمُرَاحِ، وَمَعَهُ سَخْلَةٌ تَيْعَرُ. فَقَالَ: مَا وَلَّدْتَ يَا فُلَانُ؟. قَالَ: بَهْمَةً. قَالَ: فَاذْبَحْ لَنَا مَكَانَهَا شَاةً. ثُمَّ قَالَ: لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ: لَا تَحْسَبَنَّ أَنَّا مِنْ أَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا. لَنَا غَنَمٌ مِائَةٌ لَا نُرِيدُ أَنْ تَزِيدَ. فَإِذَا وَلَّدَ الرَّاعِي بَهْمَةً، ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ. إِنَّ لِي امْرَأَةً وَإِنَّ فِي لِسَانِهَا شَيْئًا- يَعْنِي الْبَذَاءَ - قَالَ: فَطَلِّقْهَا إِذًا. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لَهَا صُحْبَةً. وَلِي مِنْهَا وَلَدٌ. قَالَ: فَمُرْهَا يَقُولُ: عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَفْعَلْ. وَلَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَكَ كَضَرْبِكَ أُمَيَّتَكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ. أَخْبِرْنِي. عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ. وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ. وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا.

❁❁ حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو منفق کے وافد کے طور پر (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بنو منفق کے وفد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں موجود نہیں پایا۔ ہم نے اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں موجود پایا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے ہمارے لئے خزیرہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ وہ ہمارے لئے تیار کیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں' پھر ہمارے پاس قناع لایا گیا۔ قتیبہ نامی راوی نے لفظ قناع ذکر نہیں کیا ہے۔ ویسے قناع اس ٹوکرے کو کہتے ہیں' جس میں کھجوریں ہوں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں نے کچھ کھایا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کیا تمہارے لئے (کچھ کھانے کا) حکم دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: جی ہاں' یارسول اللہ! ابھی ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران بکریوں کا چرواہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بکریاں باڑے کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ اس کے ہمراہ بکری کا ایک بچہ تھا جو آواز نکال رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے فلاں کیا بکری نے بچے کو جنم دے دیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں بچہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس کی جگہ ہمارے لئے ایک بکری ذبح کر دو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گمان نہ کرنا (راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے **لاتحسبن** ارشاد نہیں فرمایا:) کہ ہم تمہاری وجہ سے اسے ذبح کر رہے ہیں۔ ہماری ایک سو بکریاں ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ زائد نہ ہوں جب بھی کوئی بکری بچہ دیتی ہے' تو ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیوی کی زبان میں کچھ خرابی ہے یعنی وہ بدزبانی کا مظاہرہ کرتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم اسے طلاق دے دو راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کے ساتھ بڑا پرانا ساتھ ہے۔ اس سے میری اولاد بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اسے حکم دو۔ راوی کہتے ہیں: یعنی واعظ و نصیحت کرو (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) اگر اس میں بھلائی ہوگی' تو وہ اس پر عمل کرے گی اور تم اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جس طرح تم اپنی کنیز کو مارتے ہو۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کے بارے میں بتایئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرو انگلیوں

کے درمیان خلال کرواور اچھی طرح ناک میں پانی چڑھاؤ البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو تو حکم مختلف ہے۔

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا فقہی بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔(درمختار وشامی/ ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)۔

143 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ، عَنْ أَبِيهِ وَافِدِ بَنِي الْمُنْتَفِقِ، أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: فَلَمْ يَنْشَبْ أَنْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَقَلَّعُ يَتَكَفَّأُ، وَقَالَ: عَصِيدَةٌ، مَكَانَ خَزِيرَةٍ

⊛⊛ عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد جو بنو منتفق کے وفد میں شامل تھے، ان کا یہ بیان کرتے ہیں: وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اس کے بعد انہوں نے حسب (سابق) حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ہم ابھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سا آگے کی طرف جھک کر چلتے ہوئے آئے۔

یہاں راوی نے خزیرہ کی بجائے عصیدہ ذکر کیا ہے۔

144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ

⊛⊛ ابوعاصم بیان کرتے ہیں: ابن جریج نے ہمیں اس کی مانند حدیث بیان کی جس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب تم وضو کرو تو تم کلی کرو''۔

بَابُ تَخْلِيلِ اللِّحْيَةِ

باب: داڑھی کا خلال کرنا

145 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ يَعْنِي الرَّبِيعَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ زَوْرَانَ، عَنْ أَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ، أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ، وَقَالَ: هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَالْوَلِيْدُ بْنُ زَوْرَانَ. رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَاَبُو الْمَلِيحِ الرَّقِّيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے تو پانی کا ایک چلو لے کر اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے تھے اور اس کے ذریعے اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے: میرے پروردگار نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ولید بن زوران نامی راوی کے حوالے سے حجاج بن حجاج اور ابوملیح رقی نے روایت نقل کی ہیں۔

کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب ہے

درمختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیا علی المذھب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخفیفۃ التی تری بشرتھا یجب غسل ماتحتھا نھر ا ۔پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر۔ (الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

اُسی میں ہے: لاغسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ، ناک اور دہن کے اندرونی حصے اور بھوؤں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ شرح کی عبارت بھوؤں کے بالوں کی جڑیں الخ اس صورت پر محمول ہے جب بھوؤں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی دیتی ہو تو جلد دھونا ضروری ہے جیسا کہ آگے شرح ہی میں برہان کے حوالہ سے آرہا ہے۔ اسی طرح داڑھی اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے حلبی نے عصام الدین شارح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ طحطاوی۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

تو اس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر حنفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔ اُسی میں ہے: قولہ المسترسل ای الخارج عن دائرۃ الوجہ وفسرہ ابن حجر فی شرح المنھاج بما لومد من جھۃ نزولہ لخرج عن دائرۃ الوجہ۔ عبارتِ نہر داڑھی کے لٹکے ہوئے بال یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابن حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلایا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

باب: عمامہ پر مسح کرنا

146- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ،

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگی مہم روانہ کی۔ ان لوگوں کو سردی نے آلیا جب وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی پٹیوں اور موزوں پر مسح کرلیا کریں لیکن یہاں پٹی سے مراد وہ رومال ہے' جو پگڑی کے نیچے سر پر باندھا جاتا ہے۔

147 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطری عمامہ باندھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ عمامے کے نیچے داخل کر کے اپنے سر کے آگے والے حصے کا مسح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامے کو کھولا نہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عمامے' ٹوپی دوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی دوپٹا اتنا باریک ہو کہ تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کردے تو مسح ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

بَابُ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ

باب: پاؤں کو دھونا

148 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصَرِهِ

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے چھوٹی انگلی کے ذریعے پاؤں کی انگلیوں کو ملا (یعنی پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کیا)

انگلیوں کے خلال کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے

شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (درمختار و شامی، ہندیہ، کتاب طہارت بیروت)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنا

149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ زِيَادٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ الْمُغِيرَةَ، يَقُولُ: عَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَعَدَلْتُ مَعَهُ، فَأَنَاخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدِهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ كُمَّا جُبَّتِهِ، فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا إِلَى الْمِرْفَقِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ رَكِبَ، فَأَقْبَلْنَا نَسِيرُ حَتَّى نَجِدَ النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ قَدْ قَدَّمُوا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، فَصَلَّى بِهِمْ حِينَ كَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَوَجَدْنَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَفَّ مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَصَلَّى وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الرَّكْعَةَ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ فَفَزِعَ الْمُسْلِمُونَ، فَأَكْثَرُوا التَّسْبِيحَ لِأَنَّهُمْ سَبَقُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُمْ: قَدْ أَصَبْتُمْ - أَوْ قَدْ أَحْسَنْتُمْ -

❀❀ عروہ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر فجر سے کچھ پہلے (عام راستے سے) ہٹ گئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے (جانور کو) بٹھایا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر آپ ﷺ تشریف لائے' تو میں نے برتن سے آپ ﷺ کے ہاتھ پر پانی انڈیلا آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں' پھر آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائیاں باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ کے جبے کی آستین تنگ تھیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اندر کئے اور جبے کے نیچے سے انہیں باہر نکال کر انہیں کہنیوں تک دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنے سر پر مسح کیا اور دونوں موزوں پر وضو کیا (یعنی مسح کیا) پھر آپ ﷺ سوار ہوئے ہم چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو نماز کی حالت میں پایا۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا وہ ان لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے' جبکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا ہم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ ان لوگوں کو فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ صف میں کھڑے

ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے دوسری رکعت ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مسلمان گھبرا گئے انہوں نے بکثرت سبحان اللہ کہنا شروع کیا' کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہی نماز ادا کر لی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم نے اچھا کیا ہے۔

150 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنِ التَّيْمِيِّ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ نَاصِيَتَهُ - وَذَكَرَ - فَوْقَ الْعِمَامَةِ، قَالَ: عَنِ الْمُعْتَمِرِ، سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَعَلَى نَاصِيَتِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ. قَالَ بَكْرٌ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ راوی نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عمامے پر مسح کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: معتمر کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ میں نے اپنے والد کو بکر بن عبداللہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے مغیرہ بن شعبہ کے صاحبزادے کے حوالے سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے موزوں اپنی پیشانی اور اپنے عمامے پر مسح کرتے تھے۔

بکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْبِهِ وَمَعِي إِدَاوَةٌ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ مِنْ جِبَابِ الرُّومِ، ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ، فَضَاقَتْ فَادَّرَعَهُمَا ادِّرَاعًا، ثُمَّ أَهْوَيْتُ إِلَى الْخُفَّيْنِ لِأَنْزِعَهُمَا، فَقَالَ لِي: دَعِ الْخُفَّيْنِ، فَإِنِّي أَدْخَلْتُ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، قَالَ أَبِي: قَالَ الشَّعْبِيُّ: شَهِدَ لِي عُرْوَةُ، عَلَى أَبِيهِ، وَشَهِدَ أَبُوهُ، عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❀❀ عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اپنے والد (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ میرے پاس پانی کا برتن تھا نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے' تو میں پانی کے برتن کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ پر پانی انڈیلا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرے کو دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائیاں باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ نے روم کا بنا ہوا اونی جبہ پہنا

ہوا تھا' جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ تو آپ نے نیچے سے ہاتھ نکال کر (بازو دھوئے) پھر میں آپ ﷺ کے موزوں کی طرف جھکا تا کہ انہیں اتار دوں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موزوں کو رہنے دو کیونکہ میں دونوں پاؤں جب موزوں میں داخل کئے تھے' تو وہ دونوں پاک تھے (یعنی باوضو حالت میں تھے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں پر مسح کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بیان کی ہے امام شعبی نے یہ بات بیان کی ہے عروہ نے میرے سامنے اپنے والد کے حوالے سے گواہی دی کہ ان کے والد نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے گواہی دے کر (یہ روایت نقل کی ہے)۔

152 - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هَذِهِ الْقِصَّةَ، قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَمْضِيَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ رَكْعَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِي سُبِقَ بِهَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ عُمَرَ، يَقُولُونَ: مَنْ أَدْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَا السَّهْوِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (قافلے کے ساتھیوں سے) پیچھے رہ گئے' اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں کے پاس آئے' تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے' جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا نبی اکرم ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ جاری رکھیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ ایک رکعت ادا کی جو پہلے گزر چکی تھی آپ ﷺ نے اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص نماز کی صرف ایک رکعت پاتا ہے۔ اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔

153 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ شَهِدَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ

153- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي عبد الله، وهو مولى بني تيم ابن مرة. واخرجه ابن ابي شيبة 1/ 184، واحمد (23903)، والشاشي (963-966)، والطبراني (1100) و (1101)، والحاكم/ 1701، والبيهقي/ 2881-289 من طرق عن شعبة بهذا الاسناد. وعندهم جميعاً الا الشاشي في احدى رواياته (965): عن ابي عبد الرحمن، غير منسوب. واما الشاشي فروايته من طريق شبابة عن شعبة، وقال: السلمي. ولابهام ابي عبد الرحمن في اكثر الروايات جهله ابن عبد البر. واخرجه احمد (23891) من طريق ابن جريج، اخبرني ابو بكر بن حفص، اخبرني ابو عبد الرحمن، عن ابي عبد الله به. فقلبه ابن جريج كما نقله الحافظ ابن حجر في "التهذيب" عن غير واحد من الحفاظ.

يَسْاَلُ بِلَالًا، عَنْ وُضُوءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِي حَاجَتَهُ. فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَوَضَّأُ، وَيَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمُوْقَيْهِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هُوَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ

ابو عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: وہ اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے' جب انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں دریافت کیا' تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے' پھر میں پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنے عمامے اور موزے پر مسح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعبداللہ نامی راوی بنوتیم بن مرہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔

154- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدِّرْهَمِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ دَاوُدَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ اَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، اَنَّ جَرِيرًا، بَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَقَالَ: مَا يَمْنَعُنِي اَنْ اَمْسَحَ وَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ. قَالُوْا: اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ. قَالَ: مَا اَسْلَمْتُ اِلَّا بَعْدَ نُزُوْلِ الْمَائِدَةِ

ابوزرعہ بن عمرو بن جریر بیان کرتے ہیں: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر انہوں نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کر لیا اور یہ فرمایا: میں مسح کیوں نہ کروں جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یہ سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے' تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَاَحْمَدُ بْنُ اَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ النَّجَاشِيَّ اَهْدٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ اَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا. قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ اَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نجاشی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سیاہ موزے بھیجے جن پر کوئی نقش یا بال نہیں تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کیا۔

مسدد نامی راوی نے یہ روایت دلہم بن صالح سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ ان روایات میں سے ایک ہے' جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں۔

156- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حَيٍّ هُوَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي نُعْمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى

الْخُفَّيْنِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنَسِيتَ؟. قَالَ: بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ، بِهٰذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

⊛⊛ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جی نہیں) بلکہ تم بھول گئے ہو میرے پروردگار نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کے احکام کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت (جائز) ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت (افضل) ہے۔ اگر اس کو جائز جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولٰی ہے۔ جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے ضروری ہیں

۱. موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کر سکے اور مسلسل تین میل چل سکے اور پاؤں ٹخنوں سمیت ڈھک جائے۔ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزہ کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں، پس موزہ میں یہ چار وصف ہونے چاہیے۔

۲. ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہر جائیں

۳. ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ پیدل چل سکے

٤. ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے

٥. پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے پس تین قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے

اول: چمڑے کے موزہ جن سے پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں

دوم: اونی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلا مردانہ ہندی جوتے کی شکل۔ پر لگا ہوا ہے

سوم: وہ اونی یا سوتی موزے جو اس قدر گاڑھے یا موٹے ہوں کہ خالی موزہ پہن کر تین میل راستہ پیدل چلنے سے نہ پھٹیں اور پنڈلی پر بغیر باندھے تھمے رہیں اور نیچے کی جلد نظر نہ آئے اور اس میں پانی نہ چھنے۔ موزوں کے کے نیچے اگر کپڑے وغیرہ کی جراب پہنے ہوئے ہو تب بھی موزوں پر مسح جائز ہے، کپڑے وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، لیکن اگر مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا چڑھایا گیا ہو یا وہ بہت سخت اور موٹی ہوں جیسا اوپر بیان۔ ہوا تب ان پر مسح جائز ہے۔

۔۲. مسح میں دو فرض ہیں

اول: اول موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے،

دوم: دوم ہر پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر مسح کرے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر فرض ہے۔ اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا اور یہ دونوں فرضِ عملی ہیں موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے طرف میں ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔ اگر ایک پاؤں پر دو انگشت کی مقدار مسح کرے اور دوسرے پر چار یا پانچ انگشت مسح کرے تو جائز نہیں،

۳. مسح تین انگشت سے کرے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ الگ الگ جگہ پر مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے، اگر تین انگلیاں

رکھ دے اور کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے اگر انگلیوں کو کھڑا رکھے اور صرف انگلیوں کے سروں سے مسح کرے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار پر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن پانی برستے وقت باہر نکلا یا گیلی گھاس پر چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا

٤. موزوں پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ موزے پورا وضو کر کے پہنے ہوں، اس کے بعد وضو ٹوٹا ہو، یا دونوں پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں اور پھر حدث ہونے یعنی وضو توڑنے والا امر واقع ہونے سے پہلے وضو پورا کر لیا ہو تو اب وضو ٹوٹنے پر اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، صرف وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے غسل میں نہیں، پس اگر کسی پر نہانا واجب ہو گیا ہے تو موزے اتار کر نہائے اور جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں خواہ وہ۔ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا

٥. مسح اس کی مدت کے اندر جائز ہے۔ مدت گزرنے کے بعد جائز نہیں، مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات، جس وقت سے موزے پہنے اس وقت سے مدت شروع نہیں ہوگی بلکہ موزے پہننے کے بعد جس وقت حدث ہو اس وقت سے یہ مدت شروع ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں پس اگر کسی نے جمعہ کو فجر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو میں موزہ پر مسح کیا اگر وہ مقیم ہے تو دوسرے دن یعنی ہفتہ کو عصر کے وقت اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز یعنی پیر کے دن کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی پس مقیم کبھی چھ نمازوں میں مسح کرتا اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے۔ مقیم نے مدت مسح یعنی ایک دن رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا تو سفر کی مدت تک مسح کرتا رہے۔ یعنی تین رات تک موزے پہنے رہے اور مسح کرتا رہے اور اگر دن پورا ہونے کے بعد سفر کیا تو موزہ اتار کر پیر دھو لے اور پھر موزہ پہنے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مسافر موزوں پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات سے قبل گھر آ جائے یا اقامت کی نیت کر لے تو اقامت کی مسح کی مدت یعنی آٹھ پہر تک مسح کر سکتا ہے اور ایک دن رات کے بعد گھر آیا یا اقامت کی نیت کی تو اس کے مسح کی رخصت ختم ہو گئی وہ پیروں کو دھوئے اور نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اگر وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا یا وضو ہونے کی حالت میں مسح کی مدت پوری ہو گئی تو ان دونوں حالتوں میں صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لینا۔ کافی ہے اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے۔

٦. موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو، بہت پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، خواہ سوراخ موزہ کے نیچے یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوراخ ٹخنے سے اوپر پنڈلی میں ہو تو یہ مسح کا مانع نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے پس اگر تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پاؤں کھل گیا یا چلتے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں ہے اور اس سے کم پھٹا ہو تو مسح جائز ہے۔ تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ انہی تین انگلیوں کے کھلنے کا اعتبار ہوگا حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کو برابر والی انگلی کھل جائے تو مسح جائز ہے حالانکہ یہ سب مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو اب مسح جائز نہیں، ایک موزہ کے سوراخ جمع کئے

جائیں دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے پس اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہے اور اسے جمع کر کے تین انگلیوں کے برابر ہے جائے تو مسح کرنا ناجائز ہے اور کم ہو تو جائز ہے اور اگر ایک موزہ میں بقدر ایک انگشت کے اور دوسرے میں بقدر دو انگشت کے کھلا ہوا ہو تو مسح ان دونوں پر جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مسح پھٹے ہوئے حصہ پر واقع نہ ہو بلکہ درست حصہ پر ہو، سوراخ کم از کم اتنا بڑا ہے جس میں ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا جا سکے اور جو اس سے کم ہو اس کا اعتبار نہیں وہ معاف ہے۔ اگر موزہ کا سیون کھل گئی لیکن اس سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے ویسے نہیں تو مسح درست نہیں ہے۔ موزہ پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں، دستانے جو ہاتھ پر پہنے ہوں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ، ٹوپی، اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ

باب: موزوں پر مسح کی مدت

157 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، وَحَمَّادٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ فِيهِ: وَلَوِ اسْتَزَدْنَاهُ لَزَادَنَا

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''موزوں پر مسح کرنے (کی اجازت) مسافر کے لئے تین دن تک اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات تک کے لئے ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں وہ یہ کہتے ہیں: (حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:)

''اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید (دنوں کے لیے رخصت) کی درخواست کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مزید (رخصت عطا کر دیتے)

158 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ قَطَنٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ، قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقِبْلَتَيْنِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: يَوْمًا؟ قَالَ: يَوْمًا. قَالَ: وَيَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَيَوْمَيْنِ. قَالَ: وَثَلَاثَةً؟ قَالَ: نَعَمْ وَمَا شِئْتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْمِصْرِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ عِمَارَةَ قَالَ فِيهِ: حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا، قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، وَمَا بَدَا لَكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ

حضرت اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں (اس روایت کے راوی) یحییٰ بن ایوب نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں دونوں قبلوں کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں موزوں پر مسح کرلیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: ایک دن تک؟ انہوں نے فرمایا: ایک دن تک۔ انہوں نے عرض کی: دو دن تک؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 2 دن تک انہوں نے عرض کی: تین دن تک؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں جتنا تم چاہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن ابومریم مصری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اُبی بن عمارہ کے حوالے سے نقل کی ہے، جس میں وہ یہ کہتے ہیں: یہاں تک کہ وہ سات تک پہنچ گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں جتنا تمہیں مناسب لگے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کی سند میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ راوی قوی نہیں ہے۔ یہ روایت ابن ابومریم اور یحییٰ بن اسحاق نے یحییٰ بن ایوب کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

موزوں پر مسح کی مدت کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: جب جنبی نے غسل کیا مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لئے اور قبل حدث کے اس جگہ کو دھو ڈالا تو مسح جائز ہے اور اگر وہ جگہ اعضائے وضو میں دھونے سے رہ گئی تھی اور قبل دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کیلئے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہو اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔ مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔ (عالمگیری)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ

باب: جرابوں پر مسح کرنا

159 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ هُوَ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ، وَالنَّعْلَيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرُوِيَ هٰذَا اَيْضًا عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ،

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَاَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَاَبُوْ اُمَامَةَ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرُوِيَ ذٰلِكَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معروف روایت یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جرابوں پر مسح کیا ہے تاہم (اس کی سند) متصل نہیں ہے اور قوی بھی نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (یعنی ان صحابہ کرام نے) جرابوں پر مسح کیا ہے۔

یہی چیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔

160 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعَبَّادُ بْنُ مُوْسٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ اَبِيْهِ - قَالَ عَبَّادٌ - قَالَ: اَخْبَرَنِيْ اَوْسُ بْنُ اَبِيْ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ، وَقَالَ عَبَّادٌ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى كِظَامَةَ قَوْمٍ - يَعْنِي الْمِيضَاةَ - وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمِيضَاةَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ

حضرت اوس بن ابواوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔

159- حديث صحيح كما بيناه في تعليقنا على "سنن ابن ماجه" (559)، واخرجه الترمذي (99)، والنسائي في "الكبرى" (130)، وابن ماجه (559) من طريق ابي قيس الاودي، بهذا الاسناد. وصححه الترمذي. وهو في "مسند احمد" (18206)، و "صحيح ابن حبان" (1338) وصحيح ابن خزيمة (198) وانظر شواهده في تعليقنا على "سنن ابن ماجه". وفي الباب عن ثوبان سلف عند المصنف برقم (146).

عباد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (حضرت اوس بن ابواوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے مقام پر تشریف لائے۔

مسدد نامی راوی نے وضو کے مقام کے بارے میں دو الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا''۔

جرابوں سے مسح کے عدم جواز کا بیان

اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔ مگر جب وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے۔ اور صاحبین کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ دونوں سخت موٹے کپڑے (جس سے پانی کی تری پاؤں تک نہ پہنچے) بغیر پکڑے اترنے والے نہ ہوں۔ کیونکہ جو روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔ اور ایسے موزے پہن کر چلنا ممکن ہے جو موٹے ہوں اور وہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں۔ لہٰذا وہ جوراب موزہ کے مشابہ ہو گیا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ موزہ کے معنی میں نہیں ہے۔ کیونکہ چلنے والے کی مواظبت ممکن نہیں مگر جب وہ منعل ہو۔ اور یہی حدیث کا محمل ہے۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت صاحبین کے قول کی طرف رجوع کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کو اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور رخصت دفع حرج کیلئے تھی۔ (ہدایہ)

کس طرح کے موزوں پر مسح کیا جائے

موزے جانور کے چمڑے کے ہوں یا کسی کپڑے کے، اُن کے لئے فقہائے کرام نے احادیث شریفہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل شرائط بیان کئے ہیں۔

(1) موزے ایسے ہوں جس میں پیر کے ٹخنے چھپ جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بغیر باندھے پیر پر جمے رہیں۔

(2) خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کسی ایسی چیز کے جو دبیز و موٹی ہو اور اس میں پانی سرایت نہ کرے۔

(3) اور ایسے ہوں کہ آدمی اس کو پہن کر بلا تکلف عادت کے موافق چل پھر سکے۔ (مِنْهَا) أَنْ يَكُونَ الْخُفُّ مِمَّا يُمْكِنُ قَطْعُ السَّفَرِ بِهِ وَتَتَابُعُ الْمَشْيِ عَلَيْهِ وَيَسْتُرُ الْكَعْبَيْنِ- (-فتاویٰ عالمگیری، ج1، کتاب الطھارۃ، ص32)

جرابوں پر مسح کرنے میں غیر مقلدین کا جاہلانہ استدلال

غیر مقلدین کا عجب حال ہے کہ عام لوگوں کو اور سادہ اردو طبقہ کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے کتب احادیث اور ان کے حوالے اس کثرت سے بیان کریں گے کہ عام لوگ ان کے علمی اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتے (کیونکہ جہالت ہمیشہ جہالت کی طرف مائل ہوتی ہے) اور حقیقت میں علمی حیثیت یہ ہے کسی ایک حدیث میں بھی ان کو فقہ حاصل نہیں۔ اسی طرح کے بہت مسائل میں سے ایک مسئلہ ''جرابوں پر مسح کرنا'' ہے۔ اب ہم قارئین کو بتائیں گے کہ یہ لوگ کس طرح کثرت کے ساتھ احادیث و آثار بیان کرنے کے۔

بعد ایک بھی حدیث سے مسئلہ کا تعین نہ کر سکے، اور محض احادیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر لوگوں کی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے جسے اصحاب علم ودانش ٹھکرا دیا اور ان کے مکتبہ فکر کے علماء نے بھی ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ اتنی احادیث وآثار بیان کرنے کے بعد یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے دور کی مروجہ اونی وسوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ جرابیں اور ہیں جن پر مسح کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ سب پہلے ہم غیر مقلدین کے دلائل من وعن ذکر کریں گے اور ان کے استدلال بھی ذکر کریں گے اور اس کے بعد ان کے جاہلانہ استدلال کا عالمانہ جواب ذکر کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

جرابوں پر مسح کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل سے بطریق صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جرابوں پر مسح نہ کرنے کے بارے میں کوئی بھی دلیل ثابت نہیں ہے۔ سنت مصطفوی کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے، جن کی تعداد تیرہ تک پہنچتی ہے۔ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں مستقل باب باندھا ہے اور اس باب میں حدیث مغیرہ نقل کرنے کے بعد اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ سہل بن سعد، عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔

اسی طرح عمر بن خطاب، ابن عباس، عمار بن یاسر، ہلال بن عبداللہ بن ابی اوفی اور ابن عمر سے نقلا اور فعلا جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔

قال ابوداؤد ومسح علی الجوربین علی بن ابی طالب وابن مسعود والبراء بن عازب وانس بن مالک وابو امامۃ وسھل بن سعد وعمرو بن حریث وروی ایضا عن عمار وبلال بن عبداللہ بن ابی اوفی وابن عمر۔ (ابوداؤد ج1 باب مسح علی الجوربین)

امام ابن حزم اندلسی نے حضرت علی، ابن عمر اور انس بن مالک وغیرہم کا عمل بھی ثابت کیا ہے کہ یہ سب حضرات جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

تہذیب السنن میں ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل جرابوں پر مسح کو سنت جانتے ہیں کیونکہ یہ اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے اور قیاسا بھی۔ کیونکہ موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا ایک ہی حکم ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ہی حکما موزوں اور جرابوں میں مسح میں کوئی فرق ہے۔ لہٰذا موزوں اور جرابوں دونوں پر مسح کرنے پر اکثر اہل علم کا قول ہے۔ تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن مبارک، عطاء، حسن بصری، سعید بن مسیب بھی جرابوں پر مسح کے قائل ہیں۔

(معالم السنن للخطابی ج1 ص 121، فقہ السنن ج1 ص 61 تہذیب السنن لابن قیم)

عمل نبوی ﷺ سے جرابوں پر مسح کا ثبوت

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا:

عن مغیرہ بنِ شعبہ رضی اللہ عنہ قال توضا النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین
(ابوداؤد حدیث 159، ترمذی ج1 ص29، ابن ماجہ حدیث 559، احمد ج3 ص252)

امام طحاوی حنفی اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔
مسح علی نعلین تحتھما جوربین وکان قاصِدا بِمسحِہ ذالِک إلی جوربیہ لا نعلیہ و جورباہ لو کانا علیہ بِلا نعلین جاز لہ ان یمسح علیھما مکان مسحِہ ذالِک مسحا ارادبِہ الجوربان
یعنی آپ نے جوتوں پر مسح کیا ان کے نیچے جرابیں تھیں اور آپ کا ارادہ اس کے ساتھ جرابوں کا مسح کرنے کا ہی تھا نہ کہ جوتوں کا یعنی آپ کی مراد جوتوں پر مسح کرنا نہیں تھی۔ اگر آپ کی جرابیں بغیر جوتے کے بھی ہوتیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد آپ کی جرابوں پر مسح کرنے کی تھی۔ (شرح معانی الآثار ج1 ص76)
حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ موزوں اور جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے اس حدیث کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مزید یہ کہ حنفیہ کی مشہور و متداول کتاب الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ جن میں سے ایک کے سب راوی ثقہ ہیں
☆ حضرت ابوموسی اشعری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا:
ان رسول اللہ ﷺ توضا و مسح علی الجوربین والنعلین (ابن ماجہ ج1 حدیث 560 بیہقی)
اس پر امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:
والظاھِر ان النبی ﷺ إنما مسح علی سیورِ النعلِ التِی علی ظاھِرِ القدمِ فاما اسفلہ وعقِبہ فلا یسن مسحہ مِن الخلف فکذالِک النعل۔
یعنی جوتیوں پر مسح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جوتی کے تسموں پر مسح کیا جو پاؤں کے ظاہری حصے پر ہوتے ہیں اس کے نچلے اور پچھلے حصے پر مسح کرنا خلف سے ثابت نہیں۔ (المغنی ج1 ص182 مسئلہ 427)

غیر مقلدین کی غیر مقلدین سے تردید کا بیان

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے گھر سے ان کا رد کرتے ہیں کیونکہ خود ان کے علماء نے بھی مروجہ جرابوں پر مسح کرنے کو نا جائز لکھا ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم میاں نذیر حسین دہلوی فتاوی نذیریہ میں لکھتے ہیں۔ "مذکورہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں"۔
(فتاوی نذیریہ، ج۱، ص ۳۲۷)

اب یہ ذمہ داری غیر مقلدین کی ہے کہ اپنے مکتبہ فکر رہنما کی بات مانتے ہوئے فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں یا اپنے ہی اسلاف پر جہنم کا فتوئی صادر کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں۔

اصل اور فرع میں اجتماع کا مسئلہ

احکام شرعیہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن میں شریعت کی طرف سے مخصوص حالات یا مخصوص اوقات میں رخصت دی گئی ہے۔ جس طرح حالت حیض ونفاس میں عورت کو نماز معاف اور روزے قضاء کرنا جائز ہے حالت سفر میں نماز قصر کا مسئلہ ہے۔ اسی طرح پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا مسئلہ ہے۔ اس قسم کے تمام مسائل میں یہ اصول فقہاء کے نزدیک متعین ہوا کہ جس وقت اصل پائی جائے گی اس وقت فرع پر عمل نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے فقہاء وتمام محدثین کا یہ موقف ہے کہ وضو اور تیمم کو جمع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر پانی ہے تو وضو کرے اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔ ایسا کرنا جائز نہیں کہ وہ وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ ہے۔ اہل عرب میں بھی اور آج کل بھی چمڑے کے موزے دستیاب ہیں۔ ان موزوں کی یہ خاصیت ہے کہ ان پر جب مسح کیا جائے تو پانی ان میں سرایت نہیں کرتا۔ لہٰذا ان پر مسح کرنا پاؤں دھونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اور شریعت اسلامیہ نے یہ لحاظ برقرار رکھا۔ کہ پاؤں دھونے اور موزوں کو اتارنے کی بجائے صرف موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے۔ غیر مقلدین نے ایسی جرابوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جو سوتی یا اونی ہوتی ہیں۔ اور استدلال یہ کیا ہے کہ احادیث میں جرابوں کا لفظ موجود ہے۔ لیکن ان کے ادراک میں یہ بات نہ آئی کہ ہمارے ہاں مروجہ جرابیں اور ہیں اور احادیث میں جن جرابوں کا ذکر ہے وہ تو منعل اور سخت (جن کے اندر پانی سرایت نہ کرے) وہ جرابیں ہیں۔

اگر بقول غیر مقلدین مروجہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کر لیا جائے تو پانی ان کے اندر سرایت کرتا ہوا پاؤں تک جا پہنچے گا۔ جس سے پاؤں کا بعض حصہ دھویا جائے گا اور بعض حصہ نہیں دھویا جائے گا۔ یعنی جزوی طور پر پاؤں میں غسل پایا جائے گا۔ اور جزوی طور پر پاؤں کا مسح پایا جائے گا۔ جس سے اصل یعنی پاؤں دھونا اور فرع یعنی مسح کرنا دونوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ جو کہ بالاتفاق جمہور فقہاء ومحدثین منع ہے۔

اسی طرح دوسری ممانعت یہ لازم آئے گی کہ مسح کرنا یہ عمل رخصت ہے اور پاؤں کو دھونا یہ عمل عزیمت ہے۔ یہ غیر مقلدین بتائیں کہ کیا احکام شرع میں بیک وقت رخصت وعزیمت کو جمع کرنا جائز ہے۔ اگر رخصت وعزیمت کو جمع کرنے کے قائل ہیں تو حیضہ عورت کا نماز پڑھنا بھی جائز ہے؟ (رضوی غفرلہ)

قاموس میں لکھا ہے کہ جورب پاؤں کے لفافے کو کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں جراب یا موزہ کہلاتا ہے اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اس کی تفصیل چلپی میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے یہاں اس کے بعض احکام ومسائل لکھے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک میں جوربین یعنی موزوں پر مسح اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ مجلد ہوں یعنی ان کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، منعل ہوں یعنی فقط نیچے ہی چمڑا ہو اور ثخنین ہوں۔ ثخنین اس موزے کو کہتے ہیں جس کو پہن کر ایک فرسخ چلا جا سکے اور وہ بغیر باندھے ہوئے پنڈلی پر رکا رہے نیز اس کے اندر کا کوئی حصہ نہ دکھلائی دے اور نہ اس کے اندر پانی چھن سکتا ہو چلپی کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جوربین منعلین بغیر ثخنین ہوں گے تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا لہٰذا منعلین پر مسح اسی وقت درست ہوگا جب کہ ثخنین بھی ہوں۔

چونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جورب پر مسح درست نہیں خواہ وہ مجلد ہی کیوں نہ ہو اس لیے یہ حدیث حنفیہ کی جانب سے ان پر حجت ہے جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جورب پر مسح فرمایا ہے نیز حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس ابن مالک اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ ان حضرات نے اس پر مسح کیا ہے۔

آخر حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ نے نعلین کے ساتھ جوربین پر مسح کیا تو یہاں نعلین کے مفہوم کے تعین میں دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ اس سے جوتے مراد ہیں آپ ﷺ نے جوربین پر جوتوں کے ساتھ مسح کیا چونکہ عرب میں اس وقت ایسے جوتے استعمال ہوتے تھے جو بالکل چپل کی طرح ہوتے تھے اور ان پر اس طرح تسمہ لگا رہتا تھا کہ انہیں پہننے کے بعد پاؤں کے اوپر کا حصہ کھلا رہتا تھا جس کی وجہ سے موزوں پر مسح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ یا پھر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے ان جوربین پر مسح کیا جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا۔ (مظاہر حق)

غیر مقلدین کے نزدیک موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

غیر مقلدین کے ابن تیمیہ جن کی غیر مقلدین حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ تقلید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مسح کرنے کے بعد موزے یا جرابیں اتار دے تو اہل علم کے صحیح قول کے مطابق اس کی طہارت باطل نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب آدمی موزے یا جراب پر مسح کرتا ہے تو شرعی دلیل کی بنا پر اس کا وضوء اور طہارت مکمل ہو جاتی ہے، چنانچہ جب وہ اسے اتار دے تو شرعی دلیل کے مقتضی سے ثابت شدہ طہارت شرعی دلیل کے بغیر ختم نہیں ہوسکتی، اور جراب یا موزے اتارنے والے کا وضوء ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔

اس بنا پر اس کا وضوء باقی ہے، ابن تیمیہ اور اہل علم کی ایک جماعت کا اختیار کردہ قول یہی ہے، لیکن اگر اس نے موزے یا جرابیں اتارنے کے بعد دوبارہ پہن لیے اور مستقبل میں ان پر مسح کرنا چاہا تو ایسا نہیں کرسکتا، کیونکہ موزے اس طہارت کے بعد پہننے ضروری ہیں جس میں پاؤں دھوئے گئے ہوں، اہل علم کی کلام کے مطابق تو میرے علم میں یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموع فتاویٰ (215.179/21).)

وہ موزے جو سوتی ہیں ان پر مسح کرنا جائز نہیں:

سوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پایتابے ان تینوں وصف یعنی مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی

پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ،ج۱،باب تیمم)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ ٹلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا ترنے سے پانی جذب کو لے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔

(غنیہ، ص، ۱۲۰باب مسح، سہیل اکیڈمی لاہور)

جرابوں اور عمامہ پر مسح جائز نہ ہونے کی علت کا بیان

امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل اور اہل ظواہر کے نزدیک عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

عمامہ پر مسح کرنا تو حرج کو دور کرنے مباح ہوا اور یہی اس کی علت رخصت ہے۔ جبکہ عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو (اس کی سند) ضعیف ہے۔ اور اس طرح کتاب اللہ پر جس میں حکم ہے۔

(وامسحوا برؤسکم) اس پر زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا یا اسے منسوخ کرنا جائز نہیں۔

(عمامہ پر مسح کرنے کی ممانعت میں صحیح روایت یہ ہے) امام محمد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت صفیہ بنت ابی عبید کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنا دوپٹہ اتارا اور سر کا مسح کیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں چھوٹا تھا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اور جس طرح دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں اسی طرح عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز نہیں۔ اور روایت ہم تک پہنچی وہ متروک ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج۱،ص ۲۵۳، بیروت)

اس مسئلہ کی علت خود حدیث ہے جسے علامہ عینی نے ذکر کیا ہے اور یاد رہے جہاں نص مذکور ہو وہاں کسی قسم کے قیاس کی علت سے حکم کا استنباط نہیں کیا جاتا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا قاعدہ فقہیہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ پائچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے

اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔امام ابوداؤد،امام ابن ماجہ،امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر حدیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا تکبر کرتا ہو،احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔اسی طرح غرائب میں ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ص ۱۲۵،ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا تکبر کے ساتھ مقید ہے۔اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔یہ حکم مطلق ہے اور اس مطلق حکم کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ اس مسئلہ کی ایک تفریع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔(صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا سبب بطور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔مثلاً یہ حدیث ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۷۵۳)

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب زکوٰۃ کیلئے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں ہے اس کے باوجود وجوب زکوٰۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے،ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوٰۃ کیلئے اس شرط کا ذکر نہیں ہے حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ معاف کردی۔تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوٰۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔(سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۷۴)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے۔

وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے

جس طرح ہم زکوۃ میں سال گزرنے کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کیلئے ہی حمد ہے جس نے مجھے اس مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق دی اور شاید قارئین کو کسی اور جگہ یہ تفصیل اور اس مسئلہ کا حل نہ مل سکے۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۲۸ فرید بک سٹال لاہور)

وہ احادیث میں جن میں جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے۔ مسح کے حکم میں مطلق ہیں۔ اور جن احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ موزے اپنی تعریف میں حقیقت واصل پر مبنی ہیں۔ جن کے اندر ثخانت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس پر مسح کرنے کو ثابت کریں گے۔ اس میں یہ قید ضروری ہوگی وہ منعل ہو، ثخانت والی ہو۔ غیر مقلدین اگر اس قید کو سمجھ لیتے تو وہ کبھی اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جرابوں کے حکم مطلق کی تقیید اس روایت سے بھی واضح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔ حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبه عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالا يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

فقہ حنفی کے مطابق جرابوں پر عدم مسح کے فقہی دلائل کا بیان

جس قسم کے سوتی، اونی یا نائیلون کے موزے، آج کل رائج ہیں، ان پر مسح کرنا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، ایسے باریک موزوں کے بارے میں تمام مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ ملک العلماء کاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فإن كانا رقيقين يشفان الماء، لا يجوز المسح عليهما بالإجماع

پس اگر موزے اتنے باریک ہوں کہ ان میں سے پانی چھن سکتا ہو تو ان پر باجماع مسح جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع)
اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا يجوز المسح على الجورب الرقيق من غزل او شعر بلا خلاف، ولو كان ثخينا يمشي معه فرسخا فصاعدا، فعلى الخلاف . (البحر الرائق)

اس سے معلوم ہوا کہ جن موزوں میں ثخین کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں، یعنی ان میں پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر محض اپنی موٹائی کی بناء پر کھڑے نہ رہ سکتے ہوں، یا ان میں ایک کوس تک بغیر جوتے کے چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح کرنا کسی بھی مجتہد کے مذہب میں جائز نہیں، ہاں جن موزوں میں یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہوں، ان پر مسح کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں

دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنے کا لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں، اور ان پر مسح کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چمڑے کے موزوں پر اجازت جو باجماع امت دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اور آسکی اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین حدیثیں ہوتیں تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم پر زیادتی یا اسکا نسخ یا اس کی تقیید جائز نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ مسح علی الخفین کی احادیث معنی متواتر ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے خفین (یعنی چمڑے کے موزے) نہ پہن رکھے ہوں، چنانچہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ماقلت بالمسح حتی جاءنی فیہ ضوء النہار (البحر الرائق)

میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أدرکت سبعین بدریا من الصحابة کلھم کانوا یرون المسح علی الخفین (تخلیص الجیر مع جو ہدائع)

اگر مسح علی الخفین کا حکم ایسے تواتر یا استفاضے کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو حکم دیا اس میں کسی تخصیص یا تقیید کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إنما یجوز نسخ القرآن بالسنة اذا وردت کورود المسح علی الخفین الاستفاضة (احکام القرآن للجصاص)

سنت نبویہ سے قرآن کریم کے کسی حکم کو منسوخ (بمعنی مقید) کرنا اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب وہ سنت ایسے تواتر سے ثابت ہو جیسے مسح علی الخفین ثابت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم ایسی چیز نہیں ہے جسے دو تین روایتوں کی بنیاد پر کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، بلکہ اس کے لئے ایسا تواتر درکار ہے جیسا مسح علی الخفین کی احادیث کو حاصل ہے۔ الخفین (چمڑے کے موزوں) کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مسح خود بھی فرمایا اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دی، لیکن خفین کے سوا کسی چیز پر مسح کرنے کے بارے میں ایسا تواتر موجود نہیں ہے اور خفین کیونکہ عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزوں کو کہتے ہیں۔ کپڑے کے موزوں کو خف نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ صرف چمڑے ہی کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی۔ دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کریم کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کے موزے اتنے ثخین (موٹے) ہوں کہ وہ اپنی خصوصیت اور اوصاف میں چمڑے کے ہم پایہ ہو گئے ہوں، یعنی نہ تو ان میں پانی چھنتا ہو، نہ انہیں کھڑا رکھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت ہو اور انکو پہن کر میل دو میل چل سکتے ہوں تو ایسے موزوں کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا، بعض فقہاء نے فرمایا کہ چونکہ ایسے موزے چمڑے ہی کے معنی میں آ گئے ہیں اس لئے ان پر بھی مسح جائز ہونا چاہیے، اور بعض حضرات نے فرمایا چونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف خفین (چمڑے کے موزوں) پر ہی ثابت ہے، اس

لئے ان پر مسح کرنا درست نہیں، گویا موزے تین قسم کے ہو گئے۔

(۱) چمڑے کے موزے جنہیں خفین کہا جاتا ہے، ان پر مسح باجماع جائز ہے۔

(۲) وہ باریک موزے جو نہ چمڑے کے ہوں، اور نہ ان میں چمڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں، جیسے آجکل کے سوتی، اونی یا نائلون کے موزے، ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایسے موزوں پر مسح کرنا ایسے دلائل سے ثابت نہیں جن کی بناء پر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑا جا سکے۔

(۳) وہ موزے جو چمڑے کے تو نہیں ہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چمڑے ہی کے پائے جاتے ہیں۔ ان پر مسح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

سارے ذخیرہ حدیث میں یہ کل تین حدیثیں ہیں ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، اور ایک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے۔ حضرت بلال کی حدیث معجم صغیر طبرانی میں ہے، اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں سنداً ضعیف ہیں۔ (نصب الرایہ)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے

لیس بالمتصل ولا بالقوی (بذل المجھود) لھٰذا یہ دونوں روایتیں تو خارج از بحث ہیں۔

وکان عبدالرحمن بن مھدی لا یحدث بھذہ الحدیث لان المعروف عن المغیرہ ان النبی ﷺ مسح علی الخفین (بذل المجھود)

حضرت عبدالرحمن بن مھدی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نہیں بیان کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے جو معروف روایتیں ہیں وہ مسح علی الخفین کی ہیں، (نہ کہ جوربین پر مسح کی)

امام نسائی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

لا نعلم احدا تابع انہ ابا قیس علی ھذہ الروایۃ. والصحیح عن المغیرہ انہ علیہ السلام مسح علی الخفین (نصب الرایہ)

یہ روایت ابو قیس کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور ہمارے علم میں کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا، البتہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت مسح علی الخفین کی ہی ہے۔

اسکے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے اس روایت کو ابو قیس اور ھزیل بن شرجیل دونوں کے ضعف کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔

اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں۔

کل واحد من ھولاء لو انفرد قدم علی الترمذی، مع ان الجرح مقدم علی التعدیل، واتفق الحفاظ علی تضعیفه، ولا یقبل قول الترمذی انه حسن صحیح (نصب الرایه بحواله بالا)

جن حضرات نے اس حدیث کوضعیف قرار دیا ہے اگران میں سے ہرایک تنہا ہوتا تب بھی وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر مقدم ہوتا، اس کے علاوہ یہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، اور حفاظ حدیث اسکی تضعیف پر متفق ہیں، لہٰذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ، یہ حسن صحیح ہے قابل قبول نہیں۔

اول تو اکثر حفاظ حدیث کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور نا قابل استدلال ہے۔ دوسرے اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو پورے ذخیرہ حدیث میں تنہا یہ ایک روایت ہوگی جس میں نبی کریم ﷺ کا جوربین پر مسح کرنا مذکور ہے۔

اب آپ غور فرمایئے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بناء پر کیسے چھوڑ دیا جائے، جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر تنقید بھی کی ہے؟ آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ مسح علی الخفین کا حکم اسی وقت ثابت ہوا جب اسکی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مسح علی الخفین کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مسح علی الجوربین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں جن میں سے دو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے، صرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ایسی روایت کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں تخصیص پیدا نہیں کی جاسکتی۔

چنانچہ امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

والأصل فیه انه قد ثبت أن مراد الآیة الغسل علی ماقدمنا، فلو لم ترد الآثار المتواترة علی النبی ﷺ فی المسح علی الخفین لما أجزنا المسح۔۔ ولما لم ترد الآثار فی جواز المسح علی الجوربین فی وزن ورودھا فی المسح علی الخفین ابقینا حکم الغسل علی مراد الآیة (أحکام القرآن للجصاص)

مسئلے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصل مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گزر چکا، لہٰذا اگر آپ ﷺ سے مسح علی الخفین کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم کبھی مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دیتے۔ اور چونکہ جوربین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی طریقے سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے جوربین پر مسح کیا یا اسکی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جوربین کپڑے کے باریک موزے تھے، اور جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟

چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں۔

ان الجورب يتخذ من الاديم و كذا من الصوف و كذا من القطن ويقال لكل من هذه جورب. ومن المعلوم ان هذه الرخصه بهذا العموم لا تثبت الا بعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهما النبى صلى الله عليه وسلم كانا من الصوف الخ (عون المعبود)

یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی، اور ہر ایک کو جورب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے جوربین پر مسح فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ یا تو چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے، اور ان میں چمڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔

حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبه عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالا: يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابن ابى شيبه)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفیق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

لہٰذا ان حضرات کے عمل اور فتویٰ سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زائد نہیں کہ جو موزے بہت موٹے ہونے کی بناء پر چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے، اور اس موٹائی کی وضاحت کے لئے میں نے وہ تین شرائط ذکر کی ہیں کہ ایک تو ان میں پانی نہ چھنے دوسرے وہ کسی چیز سے باندھے بغیر اپنی موٹائی کی وجہ سے خود کھڑے رہیں، اور تیسرے یہ کہ ان کو پہن کر میل دو میل چلنا ممکن ہو، ایسے موزے چونکہ چمڑے کے اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی اکثر فقہاء نے مسح علی الخفین کی احادیث کی دلالت النص اور مذکورہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بناء پر خفین کے حکم میں داخل کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں۔

لاشك ان المسح على الخف على خلاف القياس. فلا يصلح الحاق غيره به. الا اذا كان بطريق الدلالة، وهو ان يكون فى معناه. ومعناه الساتر لمحل الفرض الذى هو بصدد متابعة المشى فيه فى السفر وغيره۔ (فتح القدير)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت خلاف قیاس ہوئی ہے لہٰذا کسی دوسری چیز کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا الا یہ کہ وہ دلالۃ النص کے طریقے پر خفین کے معنی میں داخل ہو، اور خفین کے معنی ایک ایسے موزے کے ہیں جنہوں نے پاؤں کو بالکل

ڈھانپ رکھا ہو اور ان میں سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو۔

لہٰذا فقہاء نے جوربین پر مسح کرنے کی جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کی یہ تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حدیث میں مسح علی الجوربین کی اجازت مطلق تھی، اور انہوں نے اپنی طرف سے شرائط عائد کر کے اسے مقید کر دیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے پاؤں دھونے کے فریضے کو چھوڑ کر مسح کرنے کا حکم اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس پر احادیث متواترہ موجود نہ ہوں، خفین پر چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں، اس لئے وہاں مسح کی اجازت دیدی گئی، لیکن جوربین پر مسح کسی ایسی حدیث سے بھی ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو، لہٰذا ان پر مسح کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی، الا یہ کہ وہ جوربین خفین کی صفات کے حامل ہو کر خفین کے حکم میں بدلالۃ النص داخل ہو جائیں، اور چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے ایسے موزوں پر مسح ثابت تھا، اس لئے بیشتر فقہاء نے اسکی اجازت دی، اور خفین کی بنیادی صفات کو مذکورہ تین شرائط کے ذریعے بیان کر دیا۔ اور اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع منعقد ہو گیا۔

ساری امت کے تمام فقہاء، تمام محدثین اور تمام مجتہدین کے بارے میں تو یہ الزام ہے کہ ان کے اس قول کا کوئی ماخذ نہیں، حالانکہ ان کے ناقابل انکار دلائل آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور دوسری طرف اپنا خود اجتہاد یہ ہے کہ بلا وجہ پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر اس پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے۔ کیا اس لایعنی حرکت کی خاطر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کرنے کا بھی کوئی ماخذ ہے؟

جوربین اگر موٹے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے تو بعض فقہاء قائل بھی ہیں، لیکن جوتوں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں۔ لم یذهب احد من الائمة الى جواز المسح على النعلين (معارف السنن)

ائمہ میں سے کوئی بھی جوتوں پر مسح کرنے کا قائل نہیں۔ (فقہی مقالات)

دھونے اور تیمم کو جمع نہ کیا جائے

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں کہ دھونے اور تیمم کو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے بدل اور مبدل میں اجتماع لازم آتا ہے جس کی شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اور حکم اکثر کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ حکم کہ جب مشکوک پانی یعنی گدھے کا جوٹھا ہو تو وہ شخص وضو کرے اور تیمم بھی کرے تو اس کا معنی یہ نہیں کہ حکم شرعی دونوں سے ادا ہوا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ حکم شرعی کسی ایک سے ادا ہوا ہے اور ایسا اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ امکان اختلاف پایا گیا ہے۔

(تبیین الحقائق، ج ۱، ص ۹۹، بولاق قاہرہ)

بَابُ كَيْفَ الْمَسْحُ

باب: مسح کیسے کیا جائے گا

161 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: ذَكَرَهُ أَبِي، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَمْسَحُ عَلَى

الْخُفَّيْنِ. وَقَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ: عَلَى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے۔

محمد نامی راوی کے علاوہ دیگر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کی پشت پر (یعنی اوپر والے حصے پر) مسح کرتے تھے''۔

162 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ، وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر دین (کے احکام) رائے کی بنیاد پر ہوتے تو موزے کا نیچے والا حصہ اس کے اوپر والے حصے کے مقابلے میں مسح کے لئے زیادہ لائق تھا لیکن میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

163 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ الْأَعْمَشِ - بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ إِلَّا أَحَقَّ بِالْغَسْلِ، حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ

❁❁ یہی روایت ایک سند کے ساتھ اعمش کے حوالے سے منقول ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)

''اگر دین (کے احکام) رائے کے مطابق ہوتے تو پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کرنے کا اوپر والے حصے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوتا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کیا ہے''۔

164 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا، وَقَدْ مَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِهِمَا، قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي الْخُفَّيْنِ وَرَوَاهُ عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، كَمَا رَوَاهُ وَكِيعٌ، وَرَوَاهُ أَبُو السَّوْدَاءِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:)

163 - اسنادہ صحیح۔ واخرجه البیهقی /2921 من طریق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه البزار (789) من طریق محاضر بن مورع، عن الاعمش، به. واخرجه الدارمی (715)، واحمد (1264)، والبزار (794)، والبیهقی /2921 من طریق یونس، والدارقطنی /474 من طریق سفیان الثوری، والبیهقی /2921 من طریق ابراهیم بن طهمان، کلاهما عن ابی اسحاق، به.

''پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ دھونے کا زیادہ حقدار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا (تو اپنی رائے تبدیل کی)

یہ روایت وکیع اعمش کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)

''میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کے لئے اس کے اوپر والے حصے سے زیادہ حق دار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا''۔

وکیع کہتے ہیں: یعنی موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

یہ روایت عیسیٰ بن یونس نے اعمش کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے' جس طرح اسے وکیع نے نقل کیا ہے۔

ابوسوداء نے ابن عبد خیر کے حوالے سے ان کے والد (عبد خیر سے نقل کی ہے) وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کرتے ہوئے پاؤں کے اوپر والے حصے کو دھویا اور یہ بات ارشاد فرمائی: اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

165 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ، عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، مَسَحَ أَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَأَسْفَلَهُمَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَلَغَنِي أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ ثَوْرٌ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَجَاءٍ

❀❀ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کروایا تو آپ نے موزوں کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ثور نے رجاء سے اس حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

مسح کرنے کے طریقے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں داہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح جائز ہے اور سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری موجود ہے تو یہ کافی نہیں بلکہ پھر نئے پانی سے ہاتھ تر کر لے کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو تو حرج نہیں۔ مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔ ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا

اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنت ہے۔ انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر سنت کے خلاف ہوا۔ اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔ (عالمگیری)

مسح کے ظاہر و باطن سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حقدار ہے۔ اس کو ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو خف کا باطن مسح کا اوپر والے حصہ سے زیادہ حق دار تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خفین کے ظاہر پر مسح کرتے دیکھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے خفین کے ظاہر پر مسح کیا اور باطن پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا وہ وقت میں اعادہ کرے اور جس نے خفین کے باطن پر مسح کیا، ظاہر پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے اس پر وقت کے اندر اور وقت کے بعد اعادہ ہے۔

اسی طرح اصحاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مگر ایک چیز اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: خفین ظاہر و باطن میں برابر ہے جس نے باطن کا مسح کیا ظاہر کا نہ کیا تو اس پر صرف وقت میں اعادہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: باطن کا مسح جائز ہے، بغیر ظاہر کے مسح کے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جس نے صرف باطن کا مسح کیا تو جائز نہ ہوگا اور وہ مسح کرنے والا شمار نہ ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خفین کے ظاہر پر مسح کرے باطن پر نہیں، یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ایک جماعت کا قول ہے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مختار مذہب یہ ہے کہ اعلیٰ و اسفل کا مسح کرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن شہاب کا یہی قول ہے، کیونکہ ابوداؤد، دار قطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں وضو کرایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خف کے اوپر، سے مسح کیا، ابو داؤد نے کہا: روایت ہے کہ یہ حدیث ثور نے رجاء بن حیوہ سے نہیں سنی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مائدہ، بیروت)

بَابٌ فِي الِانْتِضَاحِ

باب: (شرم گاہ پر) پانی کے چھینٹے مارنا

166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ الثَّقَفِيِّ أَوِ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَ سُفْيَانَ جَمَاعَةٌ عَلَى هَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْحَكَمُ أَوِ ابْنُ الْحَكَمِ

❁❁ حضرت سفیان بن حکم ثقفی رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرنے کے بعد وضو کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (شرمگاہ پر) پانی چھڑک لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے اس کی سند میں سفیان کی موافقت کی ہے جبکہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے (راوی صحابی کا نام) حکم ہے یا شاید ان کے والد کا نام حکم ہے۔

167 - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ اَبِيهِ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ نَضَحَ فَرْجَهُ

❁❁ مجاہد ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکا۔

168 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ اَوِ ابْنِ الْحَكَمِ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ

❁❁ مجاہد حضرت حکم رضی اللہ عنہ یا حضرت حکم رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑکا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ اِذَا تَوَضَّاَ

باب: جب آدمی وضو کرے گا تو کیا پڑھے گا؟

169 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي عُثْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَّامَ اَنْفُسِنَا، نَتَنَاوَبُ الرِّعَايَةَ - رِعَايَةَ اِبِلِنَا - فَكَانَتْ عَلَيَّ رِعَايَةُ الْاِبِلِ، فَرَوَّحْتُهَا بِالْعَشِيِّ، فَاَدْرَكْتُ رَسُولَ اللّٰهِ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ، يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، اِلَّا قَدْ اَوْجَبَ. فَقُلْتُ: بَخٍ بَخٍ. مَا اَجْوَدَ هٰذِهِ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ الَّتِي قَبْلَهَا: يَا عُقْبَةُ، اَجْوَدُ مِنْهَا، فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. فَقُلْتُ: مَا هِيَ يَا اَبَا حَفْصٍ؟ قَالَ: اِنَّهُ قَالَ آنِفًا قَبْلَ اَنْ تَجِيءَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ يَتَوَضَّاُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ وُضُوئِهِ: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اِلَّا فُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَاءَ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَحَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ اَبِي اِدْرِيسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ،

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ خود اپنے کام کاج کیا کرتے تھے۔ ہم لوگ باری باری اپنے اونٹوں کو چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اونٹ چرانے کی میری باری تھی۔ میں شام کے وقت لے کر نہیں آیا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

"تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر اٹھ کر دو رکعت ادا کرے جن میں وہ اپنے ذہن اور چہرے دونوں کے ساتھ متوجہ ہو تو وہ (اپنے لیے جنت کو) واجب کر لیتا ہے"۔

(راوی کہتے ہیں:) تو میں نے کہا: بہت خوب بہت خوب یہ کتنی عمدہ بات ہے۔ میرے آگے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: اے عقبہ! جو بات اس سے پہلے تھی وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ تھی میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دریافت کیا: اے ابوحفص وہ کیا بات تھی۔ انہوں نے فرمایا: تمہارے آنے سے پہلے ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

"تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور جب وہ وضو سے فارغ ہو تو یہ پڑھے:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔

تو ایسے شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس میں سے چاہے (جنت میں) داخل ہو جائے۔

معاویہ نامی راوی کہتے ہیں: ربیعہ بن یزید نے ابوادریس کے حوالے سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مجھے بیان کی ہے۔

170 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، عَنْ حَيْوَةَ وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ عَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الرِّعَايَةِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ: فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ. ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: وَسَاقَ الْحَدِيثَ، بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت منقول ہے' تاہم اس میں انہوں نے اونٹ چرانے کا ذکر نہیں کیا اور روایت کے آخر میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

"وہ اچھی طرح وضو کرے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ پڑھے۔

اس کے انہوں نے معاویہ (بن صالح) کی نقل کردہ (سابقہ) روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے۔

شرح

مراتب اور درجات کے اعتبار سے جنت کے آٹھ حصے ہیں چنانچہ اس حدیث میں "آٹھوں دروازوں" کا جو ذکر کیا گیا ہے ان سے حقیقۃً دروازے مراد نہیں بلکہ ان آٹھ حصوں کو ایک ہی اعتبار کیا ہے اور ہر ایک کو دروازے سے تعبیر کیا ہے کبھی ایک کو بھی بہشت فرماتے ہیں، اس حساب سے "ہشت بہشت" بولتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی الخ یعنی "اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں

بنا" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں تو اس کی توفیق عنایت فرما کہ جب ہم سے کبھی بتقاضائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور ہم سے کوئی لغزش ہو جائے تو ہم اس سے فوراً توبہ کرلیں اور اپنے عیوب سے رجوع کرلیں۔ اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سے گناہ زیادہ واقع ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ جب گناہ سرزد ہو جائے تو ہمارے دلوں میں توبہ کرنے کا داعیہ پیدا کردے خواہ گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس آیت کے مطابق تیرے پسندیدہ اور محبوب بندوں کی جماعت میں شامل ہوسکیں۔ (اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (2۔البقرۃ:222)" یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" یعنی اللہ اپنے ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو بارگاہ الوہیت سے منہ نہیں پھیرتے اور کسی موقعہ پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے دعا کے آخری جملہ "اور پاکیزگی کرنے والوں میں شامل کر" کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باطنی پاکیزگی کی دولت سے نواز دے اور ہمارے اندر جتنے برے اخلاق اور بد خصائل ہیں سب سے ہمیں پاک وصاف کردے چنانچہ اس طرف اشارہ ہے کہ جسم اور اعضاء ظاہری کی طہارت و صفائی ہمارے اختیار میں تھی اس کو ہم نے پورا کرلیا، اب باطنی احوال کی طہارت اور اندرونی صفائی تیرے ہاتھوں میں ہے لہٰذا اپنے فضل وکرم سے باطنی پاکیزگی بھی عنایت فرمادے۔ (رباعی) اے درخم چوگان تو دل ہم چو گوے بیروں نہ فرمان تو جاں یک سر موئے" اے اکہ تیرے خم چوگان میں ہمارا دل ایک گیند کی طرح ہے، ہم تیرے فرمان سے ایک موئے بدن بھی باہر نہیں ہیں۔" ظاہر کے بدست ماست شستیم تمام باطن کہ بدست تست آن راہ تو بشوئے" ظاہر جو ہمارے قبضہ میں تھا ہم اسے دھو چکے ہیں۔ باطن جو تیرے قبضہ میں ہے اسے تو ہی دھوسکتا ہے۔

اتنی بات اور جان لینی چاہئے کہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حصن حصین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن سنی کے حوالہ سے شہادتین کے بعد لفظ ثلاث مرات کا ذکر کیا ہے، یعنی شہادتیں تین تین مرتبہ پڑھنی چاہئے اور سنن نسائی وحاکم کی روایت میں اللھم اجعلنی الخ کے بعد یہ بھی منقول ہے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ لہٰذا اولیٰ اور بہتر ہے کہ جتنی دعائیں منقول ہیں وضو کے بعد سب ملا کر پڑھی جائیں نیز نہانے والے کے لئے بھی یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک ہی وضو کے ذریعے کئی نمازیں ادا کرنا

171 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: مُحَمَّدٌ هُوَ أَبُو أَسَدِ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَكُنَّا نُصَلِّي الصَّلَوَاتِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

171- حديث صحيح، شريك -وهو ابن عبدالله النخعي، وان كان سيء الحفظ- قد توبع، وعمرو بن عامر هو الانصاري كما في رواية الترمذي، وقوله: "البجلي والد اسد بن عمرو" وهم نبه عليه المزي في "تهذيب الكمال" 22/ 94، وقال: ان البجلي متاخر عن طبقة الانصاري. واخرجه ابن ماجه (509) من طريق شريك، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (214)، والترمذي (59) من طريق سفيان الثوري، والنسائي في "المجتبى" (131) من طريق شعبة، كلاهما عن عمرو بن عامر به. واخرجه بنحوه الترمذي (58) من طريق حميد الطويل، عن انس. وهو في "مسند احمد" (12346)

ابواسد بن عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے اور ہم ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کرلیا کرتے تھے۔

172 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَخْبَرَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِیْ عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِوُضُوْءٍ وَاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: اِنِّیْ رَاَيْتُكَ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهٗ، قَالَ: عَمْدًا صَنَعْتُهٗ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی وضو کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وضو کرتے ہوئے) اپنے موزوں پر مسح کیا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ میں نے آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے' جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نہیں کیا کرتے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے (یعنی ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کی ہیں)

بَابُ تَفْرِيْقِ الْوُضُوْءِ

باب: وضو کو متفرق طور پر کرنا

173 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ، اَنَّهٗ سَمِعَ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ، حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ تَوَضَّاَ وَتَرَكَ عَلٰى قَدَمِهٖ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ، عَنْ جَرِيْرِ بْنِ حَازِمٍ، وَلَمْ يَرْوِهٖ اِلَّا ابْنُ وَهْبٍ وَحْدَهٗ. وَقَدْ رُوِیَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ، قَالَ: ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو وضو کرچکا تھا' اور اس نے اپنے پاؤں پر ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی تھی (یعنی وہاں تک پانی نہیں پہنچا تھا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت جریر بن حازم سے منقول ہونے کے حوالے سے معروف نہیں ہے۔ ان کے حوالے سے یہ روایت صرف ابن وہب نے نقل کی ہے۔

یہ روایت معقل بن عبید اللہ جزری کے حوالے سے ابوزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو"۔

174 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَحُمَيْدٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَى قَتَادَةَ

✿✿ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

175 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ بَحِيرٍ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُمْعَةٌ قَدْرُ الدِّرْهَمِ، لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

✿✿ خالد نامی راوی نے چند صحابہ کرام کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز ادا کررہا تھا۔ اس کے پاؤں کے اوپری حصے پر ایک درہم جتنی جگہ خشک تھی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ دوبارہ وضو کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔

بَابٌ إِذَا شَكَّ فِي الْحَدَثِ

باب: جب آدمی کو حدث کے بارے میں شک لاحق ہو جائے

176 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُخَيَّلَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: لَا يَنْفَتِلُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

✿✿ سعید بن مسیب اور عباد بن تمیم اپنے چچا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جسے نماز کے دوران کوئی چیز محسوس ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے یوں لگتا ہے (کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک وہ (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سنا یا اس کی بو محسوس نہیں کرتا۔

177 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ حَرَكَةً فِي دُبُرِهِ، أَحْدَثَ أَوْ لَمْ يُحْدِثْ، فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ فَلَا يَنْصَرِفْ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

✿✿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص نماز کی حالت میں ہو اور وہ اپنی پچھلی شرم گاہ میں حرکت محسوس کرے۔ اس کے لیے یہ بات مشتبہ ہو جائے کہ کیا وہ بے وضو ہو گیا ہے؟ یا نہیں ہوا ہے تو وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سنا یا بو محسوس نہیں کرتا''۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

باب: بوسہ لینے کے بعد وضو کرنا

178 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي رَوْقٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ وَلَمْ يَبْلُغْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، وَكَانَ يُكْنَى أَبَا أَسْمَاءَ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا بوسہ لے لیتے تھے اور از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) فریابی اور دیگر حضرات نے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت "مرسل" ہے ابراہیم تیمی نامی راوی نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی (حدیث) سماع نہیں کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابراہیم تیمی کا انتقال چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی ہو گیا تھا ان کی کنیت ابواسماء تھی۔

179 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قَالَ عُرْوَةُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَنْتِ؟ فَضَحِكَتْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ زَائِدَةُ، وَعَبْدُ الْحَمِيدِ الْحِمَّانِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ.

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے میں ایک خاتون کا بوسہ لے لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: وہ خاتون آپ ہی ہوں گی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسکرا دیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اسی طرح زائدہ اور عبدالحمید حمانی نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے۔

180 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَخْلَدٍ الطَّالْقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَغْرَاءَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، أَخْبَرَنَا أَصْحَابٌ لَنَا، عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ لِرَجُلٍ احْكِ عَنِّي أَنَّ هَذَيْنِ يَعْنِي حَدِيثَ الْأَعْمَشِ هَذَا، عَنْ حَبِيبٍ، وَحَدِيثَهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ أَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ قَالَ يَحْيَى: احْكِ عَنِّي أَنَّهُمَا شِبْهُ لَا شَيْءَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: مَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ، إِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزَنِيِّ يَعْنِي لَمْ

يُحَدِّثُهُمْ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ حَدِيثًا صَحِيحًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید قطان نے ایک شخص سے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کردو کہ یہ دو لوگ یعنی حبیب کے حوالے سے اعمش کی نقل کردہ یہ روایت اور اسی سند کے ساتھ اس کی نقل کردہ وہ روایت جو استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی تو یحییٰ نے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کردو کہ یہ دونوں روایات یوں ہیں جیسے ہیں ہی نہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے حبیب نے ہمیں صرف عروہ مزنی کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حبیب نے ان حضرات کو عروہ بن زبیر کے حوالے سے کوئی روایت بیان نہیں کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حمزہ زیات نے حبیب کے حوالے سے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے۔

عورت کو چھونے کے سبب فساد وضو میں مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کے (پہلے ہی وضو سے) نماز پڑھ لیتے تھے (ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی ابن ماجہ) جامع ترمذی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک کسی حال میں عروہ کی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نیز ابراہیم تیمی کی بھی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہیں ہے اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس لیے کہ ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 304)

اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام مسند احمد بن حنبل کے نزدیک غیر محرم عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر محرم عورت کو اگر شہوت کے ساتھ چھوئے تو وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں ٹوٹے گا۔

ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا، ان کی دلیل یہی حدیث ہے، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری حدیث بھی جو صحیح البخاری وصحیح مسلم میں مذکور ہے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد پڑھنے کے لیے بیدار ہوتے تو میں سوتی رہتی اور میرے دونوں پاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی جگہ پڑے رہتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے وقت

میرے پیروں میں ٹھونکا دیتے تھے تو میں اپنے پیر سمیٹ لیتی تھی "لہٰذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

باب: شرم گاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا

181 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ، يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَذَكَرْنَا مَا يَكُونُ مِنْهُ الْوُضُوءُ، فَقَالَ مَرْوَانُ: وَمِنْ مَسِّ الذَّكَرِ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: مَا عَلِمْتُ ذَلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَخْبَرَتْنِي بُسْرَةُ بِنْتُ صَفْوَانَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

✿✿ عروہ بیان کرتے ہیں: میں مروان بن حکم کے پاس آیا ہم نے اس بات کا تذکرہ شروع کیا کہ کن صورتوں میں وضو کرنا لازم ہوتا ہے' تو مروان نے کہا: شرم گاہ کو چھونے سے بھی (وضو کرنا لازم ہوتا ہے) تو عروہ نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں ہے مروان نے کہا سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھولے اسے وضو کرنا چاہیے''۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

182 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: هَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ، أَوْ قَالَ: بَضْعَةٌ مِنْهُ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَجَرِيرٌ الرَّازِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ.

✿✿ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا وہ دیہاتی محسوس ہوتا تھا۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ آدمی وضو کرنے کے بعد اپنی شرم گاہ کو چھولیتا ہے (تو کیا اسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ (شرم گاہ) اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے انہوں نے لفظ مختلف ذکر کیا ہے)

182- اسناده حسن، قيس بن طلق صدوق حسن الحديث، وباقي رجاله ثقات. واخرجه الترمذي (85)، والنسائي في "الكبرى" (160) من طريق ملازم بن عمرو، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16286)، و "صحيح ابن حبان" (1121). وانظر ما بعده.

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن حسان، سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، جریر رازی نے محمد بن جابر کے حوالے سے قیس بن طلق سے نقل کی ہے۔

183 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَقَالَ: فِي الصَّلَاةِ

قیس بن طلق نے اپنے والد کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے تاہم اس کے یہ الفاظ ہیں: "نماز کے دوران (اپنی شرم گاہ کو چھولیتا ہے)"

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ

باب: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا

184 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: تَوَضَّئُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لُحُومِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: لَا تَوَضَّئُوا مِنْهَا، وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد وضو کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کا گوشت (کھانے کے بارے میں) دریافت کیا گیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد وضو نہ کرو (یعنی از سرِ نو وضو نہ کرو)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین میں سے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں نماز ادا کرلو کیونکہ یہ برکت والی ہیں۔

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو وضو کرو اور نہ چاہے تو نہ کرو" پھر اس آدمی نے پوچھا کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو" پھر اس آدمی نے سوال کیا" کیا بکریوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھ لوں" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہاں! پھر اس آدمی نے دریافت کیا " کیا اونٹوں کے بندھے کی جگہ نماز پڑھوں" آپ نے فرمایا "نہیں"۔"

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 290)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ چونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لیے انہوں نے تو یہ حدیث دیکھ کر حکم لگادیا کر اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ حضرات اس حدیث کا محل وضو کے لغوی معنے "ہاتھ منہ دھونے" کو قرار دیتے ہیں یعنی یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اونٹ کے گوشت میں بساندہ اور چکنائی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھولینا چاہیے چونکہ بکری کے گوشت میں بساندھ اور چکنائی کم ہوتی ہے اس لیے اس کے بارے میں فرمادیا کہ اگر طبیعت چاہے اور نظافت کا تقاضا ہو تو ہاتھ منہ دھولیا کرو اور اگر طبیعت نہ چاہے تو کوئی ضروری نہیں ہے۔

یحییٰ بن قیس کہتے ہیں: رأیت ابن عمر أکل لحوم جزور و شرب لبن ابل و صلی ولم یتوضا. میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور دودھ پیا، پھر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۶/۱)

امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں: قد یجوز أن یکون الوضوء الذی ارادہ النبی ﷺ ھو غسل الید. ہوسکتا ہے کہ جو وضو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لیا ہے، وہ لغوی وضو یعنی ہاتھوں کو دھونا ہو۔" (شرح معانی الآثار: ۵۷/۱)

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنْ مَسِّ اللَّحْمِ النِّيْءِ وَغَسْلِهِ

باب: کچے گوشت کو ہاتھ لگانے یا اسے دھونے کے بعد وضو کرنا

185 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَأَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ الْمَعْنَى، قَالُوْا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ. أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْجُهَنِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ، قَالَ هِلَالٌ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا. عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وَقَالَ أَيُّوْبُ، وَعَمْرٌو: أُرَاهُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَحَّ حَتّٰى أُرِيَكَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ. فَدَحَسَ بِهَا حَتّٰى تَوَارَتْ إِلَى الْإِبِطِ. ثُمَّ مَضٰى فَصَلّٰى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: زَادَ عَمْرٌو فِيْ حَدِيْثِهِ. يَعْنِيْ لَمْ يَمَسَّ مَاءً. وَقَالَ: عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُوْنٍ الرَّمْلِيِّ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ. وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ. عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا. لَمْ يَذْكُرْ أَبَا سَعِيْدٍ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک لڑکے کے پاس سے ہوا جو ایک بکری کی

کھال اتار رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ تاکہ میں دکھاؤں کہ (کھال کیسے اتارتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا۔ آپ ﷺ اسے اندر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بازو بغل تک اس کے اندر چلا گیا اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے ازسرِ نو وضو نہیں کیا۔

عمرو نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: "آپ ﷺ نے پانی استعمال نہیں کیا"۔

وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت ہلال بن میمون رملی سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو عبدالواحد بن زیاد اور ابومعاویہ نے ہلال کے حوالے سے عطاء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الْمَيْتَةِ

باب: مردار کو چھونے کے بعد وضو نہ کرنا

186 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ، وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هٰذَا لَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے نواحی حصے کی طرف سے (مدینہ منورہ میں) داخل ہوتے ہوئے ایک بازار سے گزرے۔ آپ کے دونوں طرف لوگ موجود تھے۔ آپ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ اس کی طرف بڑھے آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑا اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ بات پسند کرے گا کہ یہ اسے مل جائے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابٌ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

باب: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو نہ کرنا

187 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت کھایا پھر آپ ﷺ نے

187- اسناده صحيح، وهو في "موطا مالك" 25/1، ومن طريقه اخرجه البخاري (207)، ومسلم (354)، واخرجه بنحوه البخاري (5405)، ومسلم (354)، والنسائي في "الكبرى" (187) من طرق عن ابن عباس، وهو في "مسند احمد" (1988)، و"صحيح ابن حبان" (1143) و(1144)، وسياتي برقم (189) و(190).

نماز ادا کی اور از سرِ نو وضو نہیں کیا۔

188 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضِفْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِيَ، وَأَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ، وَقَالَ: مَا لَهُ تَرِبَتْ يَدَاهُ وَقَامَ يُصَلِّي، زَادَ الْأَنْبَارِيُّ: وَكَانَ شَارِبِي وَفَى فَقَصَّهُ لِي عَلَى سِوَاكٍ أَوْ قَالَ: أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ؟

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان بنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت (بکری کا) پہلو بھونا گیا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری لی اور اس کے ذریعے اسے میرے لئے کاٹا راوی بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بارے میں اطلاع دی۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری رکھ دی اور فرمایا اسے کیا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

انباری نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: میری مونچھیں بڑی تھیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک رکھ کر انہیں کاٹ دیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں مسواک پر رکھ کر انہیں کاٹ دیتا ہوں"۔

189 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِمِسْحٍ كَانَ تَحْتَهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (جانور کے) شانے کا گوشت کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نیچے موجود دری کے ذریعے ہاتھ پونچھا اور اٹھ کر نماز ادا کی۔

190 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَشَ مِنْ كَتِفٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شانے کا گوشت دانتوں کے ذریعے نوچ کر کھایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی اور از سرِ نو وضو نہیں کیا۔

191 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: قَرَّبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَلَحْمًا فَأَكَلَ، ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ بِهِ، ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ طَعَامِهِ فَأَكَلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ

---

191 - اسناده صحيح. حجاج: هو ابن محمد المصيصي، وابن جريج: هو عبد الملك ابن عبد العزيز، وقد صرح بالتحديث فانتفت شبهة تدليسه. واخرجه بنحوه ابن ماجه (489) من طريق سفيان بن عيينة، عن محمد بن المنكدر، وعمرو بن دينار، وعبد الله بن محمد بن عقيل، عن جابر. واخرجه بنحوه ايضاً الترمذي (80) من طريق ابن عيينة، عن عبد الله بن عقيل، به. واخرج ترك الوضوء مما غيرت النار بسياق آخر البخاري (5457)، وابن ماجه (3282) من طريق سعيد بن الحارث، عن جابر. وهو في "مسند احمد" (14453)، و"صحيح ابن حبان" (1130). وانظر ما بعده

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے روٹی اور گوشت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا پانی منگوا کر اس کے ذریعے وضو کیا پھر آپ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ نے باقی بچ جانے والا کھانا منگوایا اور اسے کھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازسرِنو وضو نہیں کیا۔

192 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ أَبُو عِمْرَانَ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا اخْتِصَارٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول دو طرح کے احکام میں آخری حکم یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ پہلی حدیث کا اختصار ہے۔

193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ أَبِي كَرِيمَةَ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ ثُمَامَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مِصْرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ فِي مَسْجِدِ مِصْرَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ أَوْ سَادِسَ سِتَّةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِ رَجُلٍ، فَمَرَّ بِلَالٌ فَنَادَاهُ بِالصَّلَاةِ، فَخَرَجْنَا فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ وَبُرْمَتُهُ عَلَى النَّارِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَابَتْ بُرْمَتُكَ، قَالَ: نَعَمْ، بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَتَنَاوَلَ مِنْهَا بَضْعَةً، فَلَمْ يَزَلْ يَعْلُكُهَا حَتَّى أَحْرَمَ بِالصَّلَاةِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

عبید بن ثمامہ مرادی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں مصر تشریف لائے میں نے انہیں مصر کی مسجد میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ میں ایک صاحب کے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود سات افراد میں سے ایک تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) چھ افراد میں سے ایک تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ گزرے انہوں نے بلند آواز میں نماز کے لئے پکارا تو ہم لوگ نکلے ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا اس کی ہنڈیا آگ پر موجود تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تمہاری ہنڈیا تیار ہوگئی ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس وقت تک چباتے رہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے تکبیر نہیں کہہ دی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل دیکھتا رہا۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں سختی کا بیان

194 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوُضُوءُ مِمَّا أَنْضَجَتِ النَّارُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو کرنا لازم ہوتا ہے''۔

195 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ فَسَقَتْهُ قَدَحًا مِنْ سَوِيقٍ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِي أَلَا تَوَضَّأُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَوَضَّئُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ أَوْ قَالَ: مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ يَا ابْنَ أَخِي

ابوسفیان بن سعید بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ستوؤں کا ایک پیالہ پلوایا پھر ابوسفیان بن سعید نے پانی منگوا کر کلی کی تو سیدہ اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے کیا تم وضو نہیں کرو گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آگ جس چیز کو تبدیل کر دے (اسے کھانے کے بعد) وضو کرو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آگ جسے چھو لے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اے میرے بھتیجے''۔

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ مِنَ اللَّبَنِ

باب: دودھ پینے کے بعد وضو کرنا

196 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لَهُ دَسَمًا

196- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، وعقيل: هو ابن خالد الايلى، والزهرى: هو محمد بن مسلم. واخرجه البخارى (211)، ومسلم (358)، والترمذى (89)، والنسائى فى "الكبرى" (190) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. وقرن البخارى بقتيبة يحيى بن بكير. واخرجه البخارى (5609)، ومسلم (358)، وابن ماجه (498) من طرق عن الزهرى، به. وهو فى "مسند احمد" (1951)، و"صحيح ابن حبان" (1158) و(1159).

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر کلی کی اور پھر ارشاد فرمایا: ''اس میں چکنائی ہوتی ہے''۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِيْ ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

197 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ، عَنْ مُطِيْعِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا، فَلَمْ يُمَضْمِضْ وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَصَلّٰى. قَالَ زَيْدٌ: دَلَّنِيْ شُعْبَةُ عَلٰى هٰذَا الشَّيْخِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی بھی نہیں کی اور ازسرِ نو وضو بھی نہیں کیا اور نماز ادا کرلی۔

زید نامی راوی بیان کرتے ہیں: شعبہ نے اس شیخ کی طرف میری رہنمائی کی تھی۔

بَابُ الْوُضُوْءِ مِنَ الدَّمِ

باب: خون نکلنے کے بعد وضو کرنا

198 - حَدَّثَنَا اَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِيْ صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ عَقِيْلِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِيْ فِيْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ - فَاَصَابَ رَجُلٌ امْرَاَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، فَحَلَفَ اَنْ لَا اَنْتَهِيَ حَتّٰى اُهْرِيْقَ دَمًا فِيْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَخَرَجَ يَتْبَعُ اَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا، فَقَالَ: مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا؟ فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَقَالَ: كُوْنَا بِفَمِ الشِّعْبِ. قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ اِلٰى فَمِ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْاَنْصَارِيُّ يُصَلِّيْ، وَاَتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَاٰى شَخْصَهُ عَرَفَ اَنَّهُ رَبِيْئَةٌ لِلْقَوْمِ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيْهِ فَنَزَعَهُ، حَتّٰى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ اَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ. فَلَمَّا عَرَفَ اَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوْا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا رَاَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْاَنْصَارِيِّ مِنَ الدَّمِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلَا اَنْبَهْتَنِيْ اَوَّلَ مَا رَمٰى، قَالَ: كُنْتَ فِيْ سُوْرَةٍ اَقْرَؤُهَا فَلَمْ اُحِبَّ اَنْ اَقْطَعَهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر روانہ ہوئے' تو ایک شخص نے مشرکین کے ایک شخص کی بیوی کو قتل کر دیا' تو مشرک شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا' جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہاتا چنانچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کرتا ہوا آیا۔ نبی

اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون ہماری پہرے داری کرے گا' تو مہاجرین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اور انصار سے تعلق رکھنے والے شخص نے خود کو پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں گھاٹی کے منہ کی طرف رہنا راوی بیان کرتے ہیں: جب وہ دونوں افراد گھاٹی کے منہ کی طرف گئے' تو مہاجر شخص لیٹ گیا اور انصاری اٹھ کر نماز ادا کرنے لگا وہ مشرک شخص آیا جب اس نے ایک شخص کا ہیولیٰ دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگوں کا پہرے دار ہے۔ اس نے ایک تیر اسے مارا جو اس انصاری کو لگا اس انصاری نے وہ تیر باہر نکال دیا۔ اس مشرک نے اسے تین تیر مارے پھر وہ انصاری رکوع میں گیا اس نے سجدہ کیا پھر اس کا ساتھی بیدار ہوا جب اس مشرک شخص کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ اسے نقصان پہنچا کر سکتے ہیں' تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے انصاری کا خون بہتا ہوا دیکھا تو بولا: سبحان اللہ! اس نے تمہیں تیر مارا تھا تو تم نے مجھے پہلے ہی بیدار کیوں نہیں کیا' تو انصاری نے کہا: میں ایک ایسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا کہ جسے (درمیان میں) ختم کرنا مجھے اچھا نہیں لگا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔

۱۔ جو انسان کے جسم سے نکلیں۔ جیسے پیشاب' پاخانہ' ریح وغیرہ

۲۔ جو انسان پر طاری ہو جیسے بیہوشی' نیند وغیرہ جسم انسانی سے نکلنے والی چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں

۱۔ جو پیشاب و پاخانہ کے راستہ سے نکلے'

۲۔ وہ جو باقی جسم کے کسی مقام سے نکلے جیسے قے' خون وغیرہ۔ ان دو راستوں کے علاوہ جسم کے باقی حصہ کے کسی مقام سے کچھ نکلنے کی یہ صورتیں ہیں۔ کوئی ناپاک چیز نکلے اور جسم پر بہے مثلاً خون' کچ لہو یا پیپ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ تھوڑی سی بہے۔ اگر آنکھ میں خون نکل کر آنکھ میں ہی بہا اور باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ آنکھ کو اندر۔ کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے نہ غسل میں' اور اگر باہر نکل کر بہا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ قے میں اگر پت' خون یا کھانا یا پانی منہ بھر کر نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگر منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ منہ بھر وہ ہو جو بغیر مشقت نہ رک سکے اگر خالص بلغم نکلے تو وضو۔ نہیں ٹوٹے گا خواہ منہ بھر ہی ہو۔ منہ یا دانتوں سے خون تھوک کے ساتھ مل کر آئے تو اگر خون غالب یا برابر ہے تو وضو جاتا رہے گا اور کم ہے تو نہیں ٹوٹا۔

اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اور اس کو انگلی یا کپڑے سے پونچھ لیا پھر ظاہر ہوا پھر پونچھ لیا کئی بار ایسا کیا اگر یہ سب دفعہ کا خون مل کر اتنا ہو جاتا ہے کہ بہ جائے تو وضو ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ اگر آنکھ یا کان یا چھاتی یا ناف یا کسی حصہ جسم سے درد کے ساتھ پانی نکلا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا' اگر بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا' اگر آنکھ نہ دکھتی ہوئہ اس میں کھٹک۔ ہوتی ہو اور محض نزلہ کی وجہ سے یا یونہی پانی بہے یا آنسو نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اگر جما ہوا خون مسور کے دانے کے برابر ناک صاف کرتے وقت نکلے تو وضو باقی رہا وضو توڑنے والی دوسری قسم یعنی جو انسان پر طاری ہوتی ہے اس کی یہ صورتیں ہیں۔ نیند' لیٹ کر سونا خواہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا تکیہ وغیرہ کے سہارے سے ہو یا کسی اور شکل پر ہو جس سے سرین زمین سے جدا ہو جائیں یا صرف ایک سرین پر سہارا دے کر سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ہارے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائے اور اگر بغیر سہارا لئے کھڑے کھڑے یا بغیر

سہارا لگائے بیٹھ کر سو جائے یا نماز کی کسی ہیت پر جو مردوں کے لئے مسنون مثلاً سجدہ یا قعدے میں مسنونہ ہیت پر سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر دونوں سرین پر بیٹھا ہے گھٹنے کھڑے ہیں ہاتھ پنڈلیوں پر لپٹے ہوئے ہیں۔
اور سر گھٹنوں میں ہے تو اس حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بیہوشی خواہ بیماری یا کسی اور وجہ سے ہو مثلاً غشی، جنون، مرگی اور نشہ وغیرہ سے بیہوشی ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ تھوڑی دیر ہی ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں لغزش آ جائے۔ نماز کے اندر قہقہہ مارنا یعنی اس طرح کھلکھلا کر ہنسنا کہ اس برابر والے سن لیں، قہقہہ وضو اور نماز دونوں کو توڑتا ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً، اگر نماز کے باہر قہقہہ سے ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ مباشرت فاحشہ یعنی عورت اور مرد کی شرمگاہوں کا اسطرح ملنا کہ ننگے ہوں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (کتاب زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

قئے اور نکسیر وغیرہ سے وضو کے ٹوٹ جانے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور وضو کیا پھر جب میری ملاقات ثوبان سے دمشق کی مسجد میں ہوئی اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا سچ کہا ابو درداء نے اس لئے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لئے پانی ڈالا تھا اور اسحاق بن منصور نے معدان بن طلحہ کہا ہے امام ابو عیسی ترمذی کہتے ہیں اکثر صحابہ وتابعین سے مروی ہے وضو کرنا قے اور نکسیر سے۔ اور سفیان ثوری ابن مبارک اور احمد اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا جن میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں کہ قے اور نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔
حسن بن معلم نے اس حدیث کا بہت اچھا کہا ہے اور حسین کی روایت کردہ حدیث اس باب میں زیادہ صحیح ہے اور معمر نے یہ حدیث روایت کی یحیی بن کثیر سے اور اس میں غلطی کی ہے وہ کہتے ہیں یحیی بن ولید سے وہ خالد بن معدان سے وہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس سند میں اوزاعی کا ذکر نہیں کیا اور کہا کہ خالد بن معدان سے روایت ہے جبکہ معدان بن ابو طلحہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 83)
امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قئے کی اور وضو فرمایا۔
علامہ ابن محمود بابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خون اور پیپ جب زندہ انسان کے بدن سے بہہ نکلیں تو یہ ناقض وضو ہیں حضرات صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعین کا یہی مذہب ہے اور ان اسلاف نے خروج کی قید کے ساتھ معلق کیا ہے کیونکہ نفس ''دم'' یا پیپ'' غیر ناقض وضو ہیں لیکن جب یہ دونوں خارج ہوں گے تو ناقض وضو ہیں۔ لہٰذا ان میں صفت خروج کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور زندہ آدمی کے بدن سے خروج کو اسی لئے بیان کیا گیا ہے کہ جب یہ دونوں مردہ آدمی کے جسم سے خارج ہوں تو ناقض وضو یا غسل نہیں ہیں بلکہ صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا جہاں سے ان کا خروج ہوا۔ اس کا بیان عنقریب واجبات غسل میں آئے گا۔
تجاوز کی شرائط اس لئے بیان ہوئی ہیں کہ محض نجاست کا ظاہر ہونا نجس نہیں ہے بلکہ جب ان کا خروج اس جگہ کی طرف ہو جس کو طہارت کا حکم شامل ہے تب یہ نجس ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔ (عنایہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۴۵، بیروت)

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

باب: نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانا

199 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصروف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عشاء کی نماز) میں تاخیر کر دی۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مسجد میں ہی سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔

200 - حَدَّثَنَا شَاذُّ بْنُ فَيَّاضٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ، ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ فِيهِ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: كُنَّا نَخْفِقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ بِلَفْظٍ آخَرَ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب عشاء کی نماز کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک ان کے سر جھک جایا کرتے تھے پھر وہ لوگ (اٹھ کر) نماز ادا کر لیتے تھے اور از سرِ نو وضو نہیں کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس روایت میں شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ہم لوگوں کے سر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں جھک جایا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن ابوعروبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ روایت دوسرے الفاظ میں نقل کی ہے۔

201 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي حَاجَةً، فَقَامَ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَعَسَ الْقَوْمُ، أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وُضُوءًا

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عشاء کی نماز کھڑی ہوئی ایک شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے ایک کام ہے پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو کر سرگوشیوں میں بات کرنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ (راوی کو شک ہے

200- اسنادہ صحیح، ھشام الدستوائی: ھو ابن ابی عبد اللہ، وقتادۃ: ھو ابن دعامۃ السدوسی، واخرجہ مسلم (376) (125)، والترمذی (78) من طریق شعبۃ، عن قتادۃ، بھذا الاسناد، وھو فی "مسند احمد" (13941)، و"شرح مشکل الآثار" (3448)، وانظر ما بعدہ، وما سیاتی برقم (542) و (544)

شاید یہ الفاظ ہیں:) کچھ لوگ اونگھنے لگے پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی (راوی کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) دوبارہ وضو کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

202 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ وَيَنَامُ وَيَنْفُخُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: صَلَّيْتَ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ وَقَدْ نِمْتَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا، زَادَ عُثْمَانُ، وَهَنَّادٌ: فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُهُ: الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَى أَوَّلَهُ جَمَاعَةٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوا شَيْئًا مِنْ هَذَا، وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوظًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے (اور سجدے کے دوران) سو جاتے اور خراٹے لینے لگتے پھر آپ ﷺ اٹھتے اور نماز ادا کرنے لگتے آپ ﷺ از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی آپ ﷺ نے دوبارہ نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو بھی نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ پہلے سو گئے تھے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے۔

عثمان اور ہناد نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی لیٹتا ہے' تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حدیث کے یہ الفاظ ''وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے' جو لیٹ کر سوتا ہے''۔

یہ روایت منکر ہے اس روایت کو صرف یزید ابو خالد دالانی نے قتادہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کا ابتدائی حصہ ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے' لیکن انہوں نے اس میں سے کوئی بھی چیز ذکر نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ ''نبی اکرم ﷺ ایسا کیا کرتے تھے'' یہ الفاظ محفوظ طور پر منقول ہیں۔

نیند کے سبب وضو کے ٹوٹنے میں فقہی مذاہب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو نیند آ جایا کرتی تھی پھر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے امام ابوعیسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے صالح بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابن مبارک سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جو تکیہ لگا کر سوتا ہے فرمایا اس پر وضو نہیں سعید بن عروبہ نے قتادہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس سے حدیث روایت کی ہے اس میں ابوعالیہ کا ذکر نہیں اور نہ ہی اسے مرفوعا روایت کیا ہے نیند سے وضو کے واجب ہونے کے

بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

اکثر علماء جن میں ابن مبارک سفیان ثوری اور امام احمد شامل ہیں کا قول یہ ہے کہ اگر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سوئے تو وضو واجب نہیں ہوتا یہاں تک کہ لیٹ کر سوئے بعض اہل علم کے نزدیک اگر اس کی عقل پر نیند غالب ہو جائے تو وضو واجب ہے اسحاق کا یہی قول ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بیٹھ کر سوتے ہوئے خواب دیکھے یا نیند کے غلبے کی وجہ سے سرین اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس پر وضو واجب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 76)

سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے بشرطیکہ دونوں سرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا یا چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے یا دو زانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا کہ دونوں سرین جمے نہ رہے یا چار زانو ہے اور سر رانوں یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں اسی ہیات پر سو گیا ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سویا تو وضو بھی گیا نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور اگر بلا قصد سویا تو وضو جاتا رہا نماز نہیں گئی وضو کر کے جس رکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور از سر نو پڑھنا بہتر ہے۔ (درمختار)

دونوں سرین زمین یا کرسی یا بینچ پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں پر محیط ہوں خواہ زمین پر ہوں دو زانو سیدھا بیٹھا ہو یا چار زانو پالتی مارے یا زین پر سوار ہو یا ننگی پیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مسنونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہیں جائے گا اور نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے نہ نماز ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا اور پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدر کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔ (ہندیہ)

202 - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي، وَقَالَ شُعْبَةُ: إِنَّمَا سَمِعَ قَتَادَةُ، مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ: حَدِيثَ يُونُسَ بْنِ مَتَّى، وَحَدِيثَ ابْنِ عُمَرَ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيثَ الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ، وَحَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي رِجَالٌ مَرْضِيُّونَ مِنْهُمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَذَكَرْتُ حَدِيثَ يَزِيدَ الدَّالَانِيِّ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، فَانْتَهَرَنِي اسْتِعْظَامًا لَهُ، وَقَالَ: مَا لِيَزِيدَ الدَّالَانِيِّ يُدْخِلُ عَلَى أَصْحَابِ قَتَادَةَ، وَلَمْ يَعْبَأْ بِالْحَدِيثِ

۞۞ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

202- اسناده ضعیف، ابو خالد الدالانی - واسمه یزید بن عبد الرحمٰن - ضعفه جمهور النقاد، وانكروا عليه احاديث هذا منها. وممن ضعفه المصنف كما سياتي. واخرجه الترمذی (77) من طريق عبد السلام بن حرب، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (2315)، و"شرح مشكل الآثار" (3429).

''میری دونوں آنکھیں سوجاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا ہے''۔

شعبہ بیان کرتے ہیں: قتادہ نے ابوالعالیہ سے چار احادیث سنی ہیں۔ وہ حدیث جو حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ وہ حدیث جو نماز کے بارے میں ہے اور یہ حدیث ''قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ حدیث وہ بیان کرتے ہیں: مجھے چند افراد نے یہ حدیث بیان کی جو پسندیدہ افراد تھے اور ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وہ میرے نزدیک ان سب میں سے زیادہ پسندیدہ تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے یزید دالانی کی نقل کردہ روایت امام احمد بن حنبل کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اسے غیر مستند سمجھتے ہوئے مجھے ڈانٹا اور بولے: یزید دالانی کا کیا حق ہے کہ وہ قتادہ کے شاگردوں میں کسی کو داخل کرے امام احمد نے اس حدیث کو اہمیت نہیں دی۔

شرح

انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقض وضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں علاوہ نیند کے اور نواقض سے انبیا علیہم السلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمت شان کے نہ بسبب نجاست کے کہ ان کے فضلات شریفہ طیب وطاہر ہیں جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعث برکت۔ (ردالمحتار)

203 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحِمْصِيُّ، فِي آخَرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْوَضِينِ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِذٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شرم گاہ کا بندھن آنکھیں ہیں جو شخص سو جائے اسے از سر نو وضو کرنا چاہیے''۔

نیند کے ناقض وضو ہونے سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نیند (۱) دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے: اول یہ کہ دونوں سرین اس وقت خوب جمے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیئات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو جائیگا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں، مثلاً:

(۱) دونوں (۲) سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اس میں داخل ہے۔

اقول مگر (۳) یورپین ساخت کی کرسی جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنیٰ ہے اس کی نشست مانع حدث نہیں ہوسکتی۔

(۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربیہ میں احتبا کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمیں

وغیرہ پر ہوں اگرچہ سر گھٹنوں پر رکھا ہو۔ (۳) دوزانو سیدھا بیٹھا ہو۔ (۴) چارزانو پالتی مارے یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چارپائی پر یا کشتی یا شقدف یا شبری یا گاڑی کے کھٹولے میں۔ (۵) گھوڑے (۴) یا خچر وغیرہ پر زین رکھ کر سوار ہے۔

(۶ و ۷) ننگی پیٹھ پر (۱) سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہذا وضو نہ جائیگا اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ

(۲) دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب وظاہر الروایۃ ومفتی بہ وصحیح ومعتمد ہے اگرچہ ہدایہ وشرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔ (۸) کھڑے کھڑے سو گیا۔ (۹) رکوع کی صورت پر۔

(۱۰) سجدۂ مسنونہ مردان کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیاں زمین سے جدا ہوں اگرچہ یہ قیام وہیئات رکوع وسجود غیر نماز میں ہو اگرچہ سجدہ کی اصلانیت بھی نہ ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔ (۱۱) اکڑوں (۳) بیٹھے سویا۔ (۱۲، ۱۳، ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔ (۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر۔ (۱۶) بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اُٹھے ہوئے ہیں۔ (۱۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول فقیر گمان کرتا ہے (۵) کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جن کے وسط میں اس لئے خلا رکھتے ہیں مانع حدث نہیں ہوسکتیں اگرچہ راہ ہموار ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۸) دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔ (۱۹) اسی طرح اگر چارزانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔ (۲۰) سجدۂ غیر (۶) مسنونہ کی طور پر جس طرح عورتیں گھٹری بن کر سجدہ کرتی ہیں اگرچہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروعہ یعنی سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر میں ہو ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہے گا اور جب اصل مناط بتا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو غور کرلیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے گا ورنہ ہے البتہ فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا کہ تنور (۷) کے کنارے اُس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اُس کی گرمی سے مفاصل ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عادت سے ثابت ہونے والی چیز یقین کی طرح ہے۔ قاعدہ فقہیہ

وَالثَّابِتُ عَادَةً كَالْمُتَيَقَّنِ بِهِ (هدایه)

جو چیز عادت کے طور پر ثابت ہو وہ اس چیز کی طرح ہے جو یقین سے ثابت ہو۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے۔ کہ جس طرح حالت نیند میں وضو کا مسئلہ ہے۔ یعنی مفاصل کا ڈھیلا ہو جانا یہ عادت سے ثابت ہے۔ اور مفاصل جب ڈھیلے ہو جائیں تو اس وقت

سونے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ ہوا خروج ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ہوا خارج ہو بھی جائے تو وہ تب بھی نہیں جانتا۔ لہٰذا اس جہل کی بناء پر اسے ناقض وضو قرار دیا گیا تا کہ جہل ختم کر دیا جائے اور یہ یقین کر لیا جائے کہ اس حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹنے کیلئے قابل اعتماد قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ استرخاء مفاصل اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور مقعد بھی زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو۔ اختلاف و اشتباہ کی صورت میں ایسا ہی طرز عمل اختیار کرنا چاہیے مگر فقہاء نے اس قاعدہ کلیہ سے نماز میں غیر مسنون طور پر سجدہ کی حالت میں نیند کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

قہقہہ کے سبب وضو کے ٹوٹ جانے کا فقہی بیان

حضرت معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے قہقہہ لگایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میں سے جو قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں دہرائے۔ (سنن دارقطنی، ۶۱۱، تحقیق ابن جوزی، ۲۳۹، خلافیات بیہقی ج۱، ص ۳۸۲، ابن حبان، طبرانی، ابوداؤد بتصرف اسنادھا)

امام دارقطنی ۶۸ مختلف اسناد سے احادیث لائے ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ قہقہہ فی الصلوٰۃ میں نماز و وضو کا اعادہ ہے جبکہ ضحک میں وضو نہیں۔ عن جابر قال لیس فی الضحک وضوء۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ضحک میں وضو نہیں۔ (سنن دارقطنی، ج۱، ص ۱۷۲، دارالمعرفہ بیروت)

ہمارے نزدیک قہقہہ ناقض وضو اور ناقض صلوٰۃ دونوں ہے۔ اس کی دلیل مذکورہ حدیث اور اسی طرح ایک حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سات چیزوں کے سبب وضو کا اعادہ کیا جائے ان میں سے ایک نماز میں قہقہہ ہے۔ علمائے اصول حدیث نے اس حدیث کو مرسل اور مسند تسلیم کیا ہے۔ اور فقہاء احناف اور جمہور کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ اور جو روایت مسند ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر، معبد خزاعی، ابوہریرہ، جابر، انس، عمران بن حصین اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صحابہ کرام ہیں۔ اور علمائے تخریج نے اسناد کے تمام طرق بیان کیے ہیں۔ (شرح الوقایہ، ج۱، ص ۳۱، بیروت)

قہقہہ کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

امام مالک و امام شافعی فرماتے ہیں کہ قہقہہ ناقض وضو نہیں ہے۔ کیونکہ قہقہہ سے کوئی نجاست خارج نہیں ہوتی۔ ان ائمہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز میں ہنستا ہے انہوں نے کہا وہ شخص نماز دہرائے وضو نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار، ج۱، ص ۲۴۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان ائمہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر آپ بھی قہقہہ کو حدث نہیں مانتے۔ لہٰذا اسی طرح یہ نماز میں بھی حدث نہیں ہوگا اور جب حدث نہیں تو ناقض وضو بھی نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے ہماری ذکر کردہ حدیث قولی ہے جو امام شافعی و امام مالک کے موقف پر بیان کردہ اثر اور

ان کے قیاس سے زیادہ قوی ہے لہٰذا صحیح یہ ہے کہ قہقہہ ناقض نماز اور ناقض وضو ہے۔ اور دونوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔

علامہ محمود بخاری ابن مازہ لکھتے ہیں۔ قہقہہ جب خارج نماز ہو تو وہ ناقض وضو نہیں کیونکہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا حدیث سے سمجھ گیا ہے۔ جو کہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جب خروج نجاست پایا جائے جو قہقہہ میں نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حالت نماز میں انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرتا ہے جس میں تعظیم واجب ہے لہٰذا قہقہہ بارگاہ میں حدث ہوگا کیونکہ اس حالت میں تعظیم کے خلاف ہے۔

نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ ناقض وضو نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں قہقہہ صلوٰۃ مطلق کیلئے ناقض وضو وارد ہوا ہے جبکہ نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقہ نہیں۔ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قیاس کریں گے کہ خروج نجاست ہوگا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں

(المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱ ص ۴۰، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَطَأُ الْأَذَى بِرِجْلِهِ

باب: اگر آدمی گندگی کو پاؤں کے نیچے دے کر آئے

204 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنِي شَرِيكٌ، وَجَرِيرٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا لَا نَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِئٍ وَلَا نَكُفُّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ فِيهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَقَالَ هَنَّادٌ، عَنْ شَقِيقٍ، أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ (گندگی پر) چل کر آنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے اور ہم (نماز کے دوران) بال یا کپڑے نہیں سمیٹتے تھے۔

ابراہیم بن ابو معاویہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت اعمش کے حوالے سے شقیق کے حوالے سے مسروق سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہناد کہتے ہیں: یہ روایت شقیق کے حوالے سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے انہیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بَابُ مَنْ يُحْدِثُ فِي الصَّلَاةِ

باب: جو شخص نماز کے دوران بے وضو ہو جائے

205 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عِيسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب نماز کے دوران کسی شخص کی ہوا خارج ہو جائے' تو اسے (نماز چھوڑ کر) واپس چلے جانا چاہئے وضو کرنا چاہئے اور دوبارہ نماز ادا کرنی چاہئے''۔

نماز میں بناء کرنے کی شرائط کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بناء کے لئے تیرہ شرطیں ہیں۔ اگر ان میں ایک شرط بھی معدوم ہو بنا جائز نہیں۔ حدث موجب وضو ہو، اس کا وجود نادر نہ ہو وہ حدث سماوی ہو یعنی نہ وہ بندہ کے اختیار سے ہو نہ اس کا سبب وہ حدث اس کے بدن سے ہو اس حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کیا ہو نہ بغیر عذر بقدر ادائے رکن ٹھہرا ہو نہ چلنے میں رکن ادا کیا ہو۔ کوئی فعل منافی نماز جس کی اسے اجازت نہ تھی نہ کیا ہو۔ کوئی ایسا فعل کیا ہو جس کی اجازت تھی تو بغیر ضرورت بقدر منافی زائد نہ کیا ہو، اس حدث سماوی کے بعد کوئی حدث سابق ظاہر نہ ہوا ہو، حدث کے بعد صاحب ترتیب کو قضا نہ یاد آئی ہو، مقتدی ہو تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے دوسری جگہ ادا نہ کی ہو، امام تھا تو ایسے کو خلیفہ نہ بنایا ہو جو لائق امامت نہیں (درمختار، عالمگیری)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر وہ حدث سماوی نہ ہو خواہ اس مصلی کی طرف سے ہو کہ قصداً اس نے اپنا وضو توڑ دیا (مثلاً بھر منہ قے کر دی یا نکسیر توڑ دی یا پھڑیا دبا دی کہ اس سے مواد بہا یا گھٹنے میں پھڑیا تھی اور سجدہ میں گھٹنوں پر زور دیا کہ بہی) خواہ دوسرے کی طرف سے ہو مثلاً کسی نے اس کے سر پر پتھر مارا کہ خون نکل کر بہہ گیا یا کسی نے اس کی پھڑیا دبا دی اور خون بہہ گیا یا چھت سے اس پر کوئی پتھر گرا اور اس کے بدن سے خون بہا وہ پتھر اگر خود بخود گرا یا کسی کے چلنے سے تو ان سب صورتوں میں سرے سے پڑھے بنا نہیں کر سکتا۔ یونہی اگر درخت سے پھل گرا جس سے یہ زخمی ہو گیا اور خون بہا یا پاؤں میں کانٹا چبھا یا سجدہ میں پیشانی میں چبھا اور خون بہا یا بھڑ نے کاٹا اور خون بہا تو بنا نہیں ہو سکتی۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ امام کو حدث ہوا پچھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کر کے مسجد سے باہر ہو گیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کر لی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ اس صف میں جو داہنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہو جاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہو گیا تو سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کر لیا تو ہو گیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنا ہی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہٰذا امام اسے اشارے سے بتا دے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔

(درمختار، عالمگیری)

بَابٌ فِي الْمَذْيِ

باب: مذی کا حکم

206 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ الْحَذَّاءُ، عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ أَغْتَسِلُ حَتَّى تَشَقَّقَ ظَهْرِي، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ ذُكِرَ لَهُ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، وَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا' جس کی مذی بکثرت خارج ہوتی تھی۔ میں غسل کیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ چیز میرے لئے پریشانی کا باعث بنی۔ میں نے اس صورت حال کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس صورت حال کا ذکر کیا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم مذی دیکھو (یعنی جب مذی خارج ہو) تو تم اپنی شرم گاہ کو دھو کر نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو اور جب تم شدت سے پانی نکالو (یعنی جب منی خارج ہو) تو تم غسل کیا کرو۔

207 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَمَرَهُ أَنْ يَسْأَلَ لَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنْ أَهْلِهِ، فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ، مَاذَا عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ عِنْدِي ابْنَتَهُ وَأَنَا أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَهُ، قَالَ الْمِقْدَادُ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَنْضَحْ فَرْجَهُ، وَلْيَتَوَضَّأْ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

❁❁ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کریں جو اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے' تو اس کی مذی خارج ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص پر کیا لازم ہوگا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی میری اہلیہ ہیں' تو مجھے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: میں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو یہ صورت حال پیش آئے' تو وہ اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے (یعنی اسے دھولے) اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔

208 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ لِلْمِقْدَادِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا قَالَ فَسَأَلَهُ الْمِقْدَادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْسِلْ ذَكَرَهُ وَأُنْثَيَيْهِ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَجَمَاعَةٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

❁❁ عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی ابن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کے بعد انہوں نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنی شرم گاہ اور خصیے دھو لینے چاہئیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ثوری اور ایک جماعت نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

209 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ حَدِيْثٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِلْمِقْدَادِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَجَمَاعَةٌ، وَالثَّوْرِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ. وَرَوَاهُ ابْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ الْمِقْدَادِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ اُنْثَيَيْهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے مقداد سے کہا: اس کے حسب سابق حدیث ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مفضل بن فضالہ اور ثوری اور ابن عیینہ نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ابن اسحاق نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور انہوں نے خصیوں کا ذکر نہیں کیا۔

210 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيمَ، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كُنْتُ اَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً، وَكُنْتُ اُكْثِرُ مِنَ الِاغْتِسَالِ، فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: اِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذٰلِكَ الْوُضُوْءُ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَكَيْفَ بِمَا يُصِيبُ ثَوْبِي مِنْهُ؟ قَالَ: يَكْفِيكَ بِاَنْ تَاْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ، حَيْثُ تَرَى اَنَّهُ اَصَابَهُ.

❁❁ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے مذی کے خروج کی وجہ سے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا' اور مجھے اس کی وجہ سے بکثرت غسل کرنا پڑتا تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے تمہارے لئے وضو کرنا کافی ہے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر میرے کپڑے پر وہ لگ جائے' تو پھر میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ جہاں تم اسے اپنے کپڑے پر لگا ہوا محسوس کرو۔ وہاں پانی کا چلو

لے کر اس پر چھڑک دو۔

211 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ، وَعَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ: ذَاكَ الْمَذْيُ، وَكُلُّ فَحْلٍ يَمْذِي، فَتَغْسِلُ مِنْ ذَلِكَ فَرْجَكَ وَأُنْثَيَيْكَ، وَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کون سی چیز غسل کو لازم کرتی ہے اور اس بارے میں دریافت کیا: پانی کے بعد جو پانی نکلتا ہے (یعنی پیشاب کے بعد جو مواد خارج ہوتا ہے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ مذی ہوتی ہے۔ ہر مرد کی مذی خارج ہوتی ہے تم اپنی شرم گاہ اور خصیوں کو دھو لو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لو۔

212 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَحِلُّ لِي مِنِ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ، وَذَكَرَ مُؤَاكَلَةَ الْحَائِضِ أَيْضًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حرام بن حکیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: جب میری بیوی حیض کی حالت میں ہو تو اس کے (جسم کے کون سے حصے سے لطف حاصل کرنا) میرے لئے حلال ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: تہبند کے اوپر کے حصے کی تمہیں اجازت ہے۔

اس کے بعد راوی نے حیض والی عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا ذکر کیا اور پوری حدیث بیان کی۔

213 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعْدٍ الْأَغْطَشِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِذٍ الْأَزْدِيِّ، قَالَ: هِشَامٌ وَهُوَ ابْنُ قُرْطٍ - أَمِيرُ حِمْصَ - عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَمَّا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: فَقَالَ: مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ - يَعْنِي: الْحَدِيثَ بِالْقَوِيِّ

❁❁ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب آدمی کی بیوی حیض کی حالت میں ہو تو آدمی کے لئے کیا چیز جائز ہوتی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہبند کے اوپر کا حصہ اور بچنا زیادہ فضیلت رکھتا

212- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن، هارون بن محمد بن بكار صدوق، وباقي رجاله ثقات، حرام بن حكيم، وهو حرام بن معاوية، كان معاوية بن صالح يقوله على الوجهين، ووهم من جعلهما اثنين. قال ابن حجر في "التقريب": ثقة. واخرجه الترمذي (133)، وابن ماجه (1378) من طريق معاوية بن صالح، عن العلاء بن الحارث، بهذا الاسناد. وهو مطولاً في "مسند احمد" (19007).

ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قوی نہیں ہے۔

مذی اور ودی میں غسل لازم نہ ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ مجھے مذی سے سختی اور تکلیف پہنچتی تھی اس لئے میں بار بار غسل کرتا تھا پس میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اور اس کا حکم پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو کرنا ہی کافی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر وہ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی کا ایک چلو لے کر اس جگہ چھڑک دو جہاں پر وہ لگی ہو ابوعیسی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمیں علم نہیں کہ محمد بن اسحاق کے علاوہ بھی اس طرح کی کوئی حدیث کسی نے روایت کی ہو اور اختلاف کیا ہے۔
اہل علم نے مذی کے بارے میں کہ اگر مذی کپڑوں کو لگ جائے تو بعض اہل علم کے نزدیک اس کا دھونا ضروری ہے یہی قول امام شافعی اور اسحاق کا ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس پر پانی کے چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ پانی چھڑکنا ہی کافی ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 110)
علامہ علاؤالدین کاسانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مذی اور ودی میں غسل نہیں ودی میں غسل اس لئے نہیں ہے کیونکہ وہ پیشاب کا بقیہ ہے اور مذی کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایسا مرد ہوں جسے مذی آتی ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاء آتی ہے کیونکہ ان کی بیٹی میرے نکاح میں ہے تو انہوں نے حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کو مذی آتی ہے اور اس میں وضو ہے۔ یہ حدیث مذی پر وضو کے لزوم پر نص ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ غسل کی نفی کو بیان کرنے والی ہے کیونکہ مذی کثیر الوقوع ہے اور اس کی علت اس حکم سے بھی واضح ہے "کل فحل یمذی" ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۷۳، بیروت)

بَابٌ فِي الْإِكْسَالِ

باب: اکسال (یعنی انزال کے بغیر صحبت کرنا)

214 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي بَعْضُ، مَنْ أَرْضَى، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ ذَلِكَ رُخْصَةً لِلنَّاسِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِقِلَّةِ الثِّيَابِ، ثُمَّ أَمَرَ بِالْغُسْلِ، وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ

❁❁ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: بعض ایسے حضرات نے جن سے میں راضی ہوں مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت سہل

بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ رخصت ابتدائے اسلام میں دی تھی کیونکہ ان کے پاس کپڑے کم ہوتے تھے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا اور اس سے منع کر دیا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اجازت دی تھی)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد یعنی پانی سے پانی (لازم ہونا یعنی صرف منی کے خارج ہونے کی صورت میں غسل کرنا لازم ہونا محض صحبت کرنے کی وجہ سے غسل لازم نہ ہونا)

215 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْبَزَّازُ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ الْحَلَبِيُّ، عَنْ مُحَمَّدٍ أَبِي غَسَّانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ الْفُتْيَا الَّتِي كَانُوا يُفْتُونَ، أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخَّصَهَا رَسُولُ اللَّهِ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أَمَرَ بِالِاغْتِسَالِ بَعْدُ

❁❁ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا کہ لوگ جو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ پانی صرف پانی کی وجہ سے لازم ہوتا ہے یہ وہ رخصت تھی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں دی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا۔

216 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْفَرَاهِيدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ، وَأَلْزَقَ الْخِتَانَ بِالْخِتَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب (شوہر) بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے' تو غسل واجب ہو جاتا ہے''۔

217 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ أَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''پانی سے پانی لازم ہوتا ہے''۔

ابوسلمہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

غسل فرض ہونے کے اسباب کا بیان

۱. جنابت

۲. حیض

۳. نفاس

حیض ونفاس کی تفصیل آگے الگ بیان میں درج ہے اور جنابت کی تفصیل یہ ہے جنابت کے دو سبب ہیں پہلا سبب منی کا شہوت سے کود کر بغیر دخول کے نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا کسی خیال وتصور سے یا احتلام یا جلق (یعنی ہاتھوں سے حرکت دے کر) سے نکلے سوتے میں یا جاگتے میں۔ حالت ہوش میں ہو یا بیہوشی میں۔ مرد سے نکلے یا عورت سے۔ ان سب صورتوں میں اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اگر جسم یا کپڑے پر تری دیکھے تو اگر اس کو احتلام یاد ہو تو اس پر غسل فرض ہوگا اور اگر احتلام یاد نہ ہو مگر منی کا یقین ہو تو بھی غسل فرض ہے۔ اور مذی کا یقین ہو تو غسل فرض نہیں۔ اگر مرد یا عورت سو کر اٹھے اور احتلام اور لذت یاد ہے لیکن تری نہ پائے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ رات کو خاوند و بیوی کسی بچھونے پر سوئے تھے اور اس بچھونے پر منی پائی جائے اور دونوں میں کسی کو احتلام یاد نہ ہو اور دونوں اپنی اپنی منی ہونے کا انکار کریں اور مرد و عورت کی منی کی تمیز کی علامت بھی نہ پائی جاتی۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر مرد کی منی کی علامت ہے تو صرف مرد پر غسل واجب ہوگا اور اگر عورت کی منی کی علامت ہے تو عورت پر واجب ہوگا اور اگر احتلام یاد ہے تو اسی پر ہوگا جس کو یاد ہے۔ دوسرے پر واجب نہیں اور اگر منی خشک ہے اور اس بستر پر پہلے کوئی دوسرا سویا تھا اور ان میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو دونوں پر غسل واجب نہیں۔

مرد کی منی کی علامات یہ ہیں۔

۱۔ سختی (گاڑھا ہونا)

۲ جنابت کا دوسرا سبب دخول ہے۔ یعنی زندہ عورت کے فرج کے مقام یا زندہ عورت یا مرد کے پاخانہ کے مقام میں (یہ بہت گناہ کا کام ہے اور اس کی سختی سے ممانعت آئی ہے) سر ذکر کے داخل ہو جانے سے خواہ انزال ہے یا نہیں۔ فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے جبکہ دونوں مکلف ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہو اس پر غسل فرض ہوگا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

غسل میں کلی اور استنشاق کی فرضیت کا بیان

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ وضو میں چہرے کو دھونا مامور بہ ہے جس پر مواجہت واقع ہے۔ جبکہ مواجہت منہ اور ناک میں داخل نہیں اور غسل میں تمام بدن کو مبالغہ کے ساتھ دھونا مامور بہ ہے۔ جیسا کہ حکم ہے ''وان کنتم جنبا فاطھروا'' پس جس چیز کے دھونے میں حرج ہے وہ اس حکم سے ساقط ہو جائے گی جیسے آنکھ میں پانی ڈالنا کیونکہ اس میں حرج ہے اور جس چیز میں حرج نہ ہو وہ دھونے کے حکم میں باقی ہوگی۔ جیسے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کیونکہ ان میں پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ان دونوں کو بطور عادت وعبادت دھویا جائے گا جبکہ یہ حکم وضو کیلئے نقل ہوگا اور ان دونوں کا غسل میں دھونا فرض ہوگا کیونکہ نجاست حقیقیہ کا دھونا فرض ہے اور نص کا حکم ان دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۳۳، مکتبہ الشاملۃ الاسلامیہ)

امام دار قطنی لکھتے ہیں: حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ اس حدیث میں استنشاق کا حکم دیا گیا ہے جس کا تقاضہ اثبات فرض ہے۔ اور کلی کرنا اسے مواجہت کے اعتبار سے دیکھیں تو یہ دونوں ایک حکم میں ہیں لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں غسل میں فرض ہیں۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۱۱۵، دار المعرفہ بیروت)

علامہ ابن مازہ محمود بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ دونوں غسل میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے اور بال اور جلد کو دھوؤ۔ ناک میں بال

ہیں اور منہ میں جلد ہے۔ ابن عربی نے بشرہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ جلد جس کو کھینچنے سے تکلیف پہنچے۔ اور اس لئے بھی ناک اور منہ دونوں عضو ہیں اور بغیر حرج کے ان تک پانی پہنچانا بھی ممکن ہے۔ غسل جنابت تمام بدن کی طہارت کا نام ہے۔ جو حکم قرآن (فاطہروا) اور بدن اس چیز کا نام ہے جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو۔ اور غسل کا سقوط صرف وہاں ہے جہاں پانی کا پہنچانا ممکن نہ ہو۔ وہ بھی امکان ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ دونوں اعضاء ایسے ہیں جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہے۔ اور ان دونوں کے غسل کو ساقط کرنے کی ضرورت نہیں (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱، ص ۵۰، بیروت)

بشرہ کی تعریف کا بیان

وہ جلد جس کو کھینچنے سے بدن کو تکلیف پہنچے۔ بشرہ کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ظاہری بدن کا وہ حصہ جس کو کھینچنے سے درد یا تکلیف کا احساس ہو وہ بدن کی تعریف میں آتا ہے۔ اور اس کا دھونا فرض ہے۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَعُودُ

باب: جنبی شخص کا دوبارہ صحبت کرنا

218 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰكَذَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَمَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَصَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كُلُّهُمْ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ (وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے بعد) ایک ہی مرتبہ غسل کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن زید نے انس اور معمر کے حوالے سے قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کی ہے' جبکہ صالح بن ابواخضر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے ان تمام حضرات نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ

باب: جو شخص دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو اس کا وضو کرنا

219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَمَّتِهِ سَلْمَى، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ، يَغْتَسِلُ عِنْدَ هٰذِهِ وَعِنْدَ هٰذِهِ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا. قَالَ: هٰذَا أَزْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ مِنْ هٰذَا

ﷺ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک ہی دن میں اپنی تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے (اور وظیفہ زوجیت ادا کرتے تھے) نبی اکرم ﷺ ان میں سے ہر خاتون کے ہاں غسل کرتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ ایک ہی مرتبہ (آخر میں) غسل نہیں کرتے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ طریقہ زیادہ پاکیزہ بہتر اور زیادہ طہارت والا ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔

220 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ، ثُمَّ بَدَا لَهُ أَنْ يُعَاوِدَ، فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا

ﷺ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور پھر اسے یہ مناسب لگے کہ وہ دوبارہ یہ عمل کرے تو اسے ان دونوں کے درمیان ایک مرتبہ وضو کر لینا چاہئے"۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ

باب: جنبی شخص کا سو جانا

221 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، ثُمَّ نَمْ

ﷺ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ انہیں رات کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وضو کر کے اپنی شرمگاہ کو دھو کر سو جاؤ۔

بَابُ الْجُنُبِ يَأْكُلُ

باب: جنبی شخص کا کھانا پینا

222 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ،

222- اسنادہ صحیح. سفیان: ھو ابن عیینة، والزھری: ھو محمد بن مسلم، وابو سلمة: ھو ابن عبد الرحمن بن عوف. واخرجه مسلم (305) (21)، والنسائی فی "الکبری" (8995)، وابن ماجه (584) من طریق اللیث، عن الزھری، بھذا الإسناد. واخرجه البخاری (286) من طریق یحیی بن ابی کثیر، عن ابی سلمة، به. واخرجه البخاری (288) من طریق عروة بن الزبیر، عن عائشة. وھو فی "مسند احمد" (24083)، و "صحیح ابن حبان" (1217)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیتے تھے۔

223 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، فَجَعَلَ قِصَّةَ الْأَكْلِ قَوْلَ عَائِشَةَ مَقْصُورًا، وَرَوَاهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، أَوْ أَبِي سَلَمَةَ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ دھو لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن وہب نے یونس کے حوالے سے نقل کی ہے اور انہوں نے کھانے کا واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر مقصور طور پر نقل کیا ہے۔

صالح بن ابواخضر نے یہ روایت زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے یہ کہا ہے یہ روایت عروہ یا شاید ابوسلمہ کے حوالے سے منقول ہے۔

یہ روایت امام اوزاعی نے یونس کے حوالے سے زہری کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يَتَوَضَّأُ الْجُنُبُ

باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ جنبی شخص وضو کرے گا

224 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ تَعْنِي وَهُوَ جُنُبٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کچھ کھانا ہوتا یا سونا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر لیتے تھے۔ سیدہ عائشہ کی مراد یہ تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

225 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ نَامَ، أَنْ يَتَوَضَّأَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَيْنَ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، وَعَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو الْجُنُبُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ تَوَضَّأَ

❁❁ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جنبی شخص کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ جب وہ (جنابت کی حالت میں) کچھ کھانے یا پینے یا سونے کا ارادہ کرے تو وہ وضو کرے (یہ اعمال کر سکتا ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس حدیث میں یحییٰ بن یعمر نامی راوی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور شخص بھی ہے۔

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جنبی شخص جب کھانے کا ارادہ کرے، تو وہ وضو کر لے۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُؤَخِّرُ الْغُسْلَ

باب: جنبی شخص کا غسل کو مؤخر کر دینا

226 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَرُبَّمَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا أَوْتَرَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرُبَّمَا أَوْتَرَ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً. قُلْتُ: أَرَأَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ أَمْ يَخْفُتُ بِهِ؟ قَالَتْ: رُبَّمَا جَهَرَ بِهِ وَرُبَّمَا خَفَتَ. قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

❁❁ غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں غسل جنابت کرتے تھے یا آخری حصے میں کرتے تھے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں کر لیتے تھے اور بعض اوقات آخری حصے میں غسل کرتے تھے، تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کرتے تھے یا آخری حصے میں ادا کرتے تھے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں وتر ادا کر لیتے تھے

226- اسناده صحيح. معتمر: هو ابن سليمان، واسماعيل بن ابراهيم: هو ابن علية. واخرجه النسائي في "الكبرى" (221)، وابن ماجه (1354) من طرق عن برد بن سنان، بهذا الاسناد. ورواية النسائي مختصرة بالسؤال عن الغسل، ورواية ابن ماجه مختصرة بالسؤال عن قراءة القرآن. وهو في "مسند احمد" (24202)، و"صحيح ابن حبان" (2447) و(2582). وانظر ما سياتي برقم (1437).

اور بعض اوقات آخری حصے میں ادا کرتے تھے' تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے' پھر میں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کیا کہتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے یا پست آواز میں' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے اور بعض اوقات پست آواز میں بھی کر لیتے تھے میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے' جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے۔

227 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُجَيٍّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا یا جنبی شخص موجود ہو''۔

228 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَمَسَّ مَاءً،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ، يَقُولُ: هَذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ

❁❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں پانی استعمال کئے بغیر سو جایا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسن بن علی واسطی نے یہ روایت ہمیں بیان کی وہ یہ کہتے ہیں: میں نے یزید بن ہارون کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ حدیث وہم پر مشتمل ہے یعنی ابواسحاق کی نقل کردہ روایت (میں وہم پایا جاتا ہے)

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

باب: جنبی شخص کا قرآن کی تلاوت کرنا

229 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَا وَرَجُلَانِ، رَجُلٌ مِنَّا وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَحْسِبُ، فَبَعَثَهُمَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَجْهًا، وَقَالَ: إِنَّكُمَا عِلْجَانِ، فَعَالِجَا عَنْ دِينِكُمَا، ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْمَخْرَجَ ثُمَّ خَرَجَ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَأَنْكَرُوا ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ، وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ

227- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسعر: هو ابن كدام، وواصل: هو ابن حيان الاحدب، وابو وائل: هو شقيق بن سلمة. واخرجه مسلم (372)، والنسائي في "الكبرى" (260)، وابن ماجه (535) من طريق مسعر بهذا الاسناد. واخرجه النسائي (261) من طريق ابي بردة، عن حذيفة. وهو في "مسند احمد" (23264)، و"صحيح ابن حبان" (1258).

يَحْجُبُهُ - أَوْ قَالَ: يَحْجِزُهُ - عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةَ

⊕⊕ عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے جن میں سے ایک ہمارے قبیلے کا تھا' اور دوسرا میرا خیال ہے بنواسد سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں افراد کو ایک سمت میں روانہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں طاقتور ہو' تو تم اپنے دین کے حوالے سے طاقت کا مظاہرہ کرنا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر وہ تشریف لائے انہوں نے پانی منگوایا انہوں نے اس میں سے ایک چلو لیا اور اس کے ذریعے مسح کرنے کے بعد قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ لوگوں نے ان کی اس بات پر اعتراض کیا' تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کر کے تشریف لانے کے بعد ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ گوشت کھالیا کرتے تھے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تلاوت سے جنابت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

قرآن پاک کو چھونے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

علماء نے وضو کے بغیر مصحف کے چھونے میں اختلاف کیا ہے جمہور نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ حضرت عمرو بن حزم کی حدیث اس بارے میں مروی ہے: یہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم عطاء، زہری، نخعی، حکم، حماد اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب ہے ان میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ سے مختلف روایات مروی ہیں ان سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ محدث اسے چھو سکتا ہے۔ سلف صالحین کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے ان میں حضرت ابن عباس، امام شافعی وغیرہ ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس کے ظاہر، حواشی اور جس میں مکتوب نہ ہو اس کو چھوا جا سکتا ہے جہاں تک مکتوب کا تعلق ہے اسے پاکیزہ آدمی ہی چھو سکتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم کو جو خط لکھا اس کے خلاف قوی ترین دلیل ہے۔

امام مالک نے کہا: جو آدمی حالت طہارت میں نہ ہو نہ اسے کسی واسطہ سے اٹھائے اور نہ ہی تکیہ پر رکھ کر اٹھائے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور جو آدمی کسی واسطہ سے اسے اٹھاتا ہے یا کسی واسطہ سے چھوتا ہے اسے منع نہیں کیا۔ حکم، حماد اور داؤد بن علی سے مروی ہے کہ مصحف اٹھانے اور اس کے چھونے میں کوئی حرج نہیں، وہ مسلمان ہو یا کافر ہو، حالت طہارت میں ہو یا حالت حدث میں ہو مگر داؤد ظاہری نے اس سے اختلاف کیا ہے کہا مشرک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے اٹھائے۔ وہ اس کی اباحت کا استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو خط لکھا جب کہ یہ تو مجبوری کا موقع تھا اس میں کوئی دلیل نہیں۔ بچوں کے اسے چھونے میں دو صورتیں ہیں (۱) بالغ پر قیاس کرتے ہوئے اسے منع کیا جائے گا (۲) یہ جائز ہے کیونکہ اگر بچے کو اس سے روک دیا جائے گا تو قرآن کی حفاظت نہ کی جا سکے گی کیونکہ بچے کا سیکھنا صغر سنی کی عمر میں ہی ہوا کرتا ہے بچے کو اگرچہ طہارت حاصل ہوتی ہے مگر وہ کامل نہیں ہوتی، کیونکہ بچے کی جانب سے نیت درست نہیں ہوتی۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کامل طہارت کے بغیر

اسے اٹھائے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ حالت حدث میں اسے اٹھالے۔

حنفی مذہب کا بیان

امام علاؤ الدین کاشانی نے بدائع والصنائع میں یوں کی ہے، جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح قرآن کریم کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں، البتہ اگر غلاف کے اندر ہو تو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے، غلاف سے بعض فقہاء کے نزدیک جلد اور بعض کے نزدیک وہ جزدان مراد ہے جس میں قرآن لپیٹ کر رکھا جاتا ہے، رہا قرآن کو بے وضو حفظ پڑھنا تو یہ درست ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اس حکم سے بچوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، تعلیم کے لئے بچوں کو قرآن مجید بے وضو ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے۔

شافعی مذہب کا بیان

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے المنہاج میں مسلم شافعی کو یوں بیان فرمایا ہے نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو بے وضو چھونا ممنوع ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم جزدان یا لفافے وغیرہ میں ہو تب بھی جائز نہیں البتہ قرآن کسی کے سامان میں رکھا ہوا یا سکہ پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے، بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ بھی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

مالکی مذہب کا بیان

جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو شرط ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے لئے وہ استاذ اور شاگرد دونوں کے ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں، ابن قدامہ نے مغنی میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر عورت حالت حیض میں قرآن پڑھ سکتی ہے، کیونکہ ایک عرصہ تک اگر ہم اس کو قرآن کی تلاوت سے روکیں گے تو اس کے بھول جانے کا امکان ہے۔ (الفقہ علی المذاھب الاربعہ)

حنبلی مذہب کا بیان

مذہب حنبلی کے مسائل جو ابن قدامہ نے نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں، حالت جنابت وحیض ونفاس میں قرآن یا اس کی پوری آیت کا پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بسم اللہ اور الحمد للہ وغیرہ کہہ سکتی ہے، رہا بلاوضو قرآن کو ہاتھ لگانا تو یہ کسی حالت میں درست نہیں۔ لایمسہ الا المطھرون اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی میں نہی کے ہے یہ تفسیر حضرت عطاء، طاؤس سالم اور حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ (روح المعانی)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے حدث اصغر اور اکبر نیز ظاہر نجاست سے بھی ہاتھ کا پاک ہونا ضروری ہے، قرطبی نے اسی تفسیر کو اظہر کہا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

فاروق اعظم کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو قرآن کے اوراق کو دیکھنا چاہا ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دینے سے انکار کردیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظم نے مجبور ہو کر اول غسل کیا، پھر یہ اوراق ان کے ہاتھ میں دیئے گئے اس واقعہ سے بھی

اسی تفسیر کی ترجیح ثابت ہوتی ہے، روایت حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لئے پیش کیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا اختلاف ہے اس لئے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلہ میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایات حدیث کو پیش کیا ہے وہ احادیث یہ ہیں۔ امام مالک نے موطا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو خط آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے لا یمس القرآن الا الطاھر (ابن کثیر)

یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو اور روح المعانی میں یہ روایت مسند عبدالرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے اور طبرانی میں ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یمس القرآن الا طاھر۔ مذکورہ روایت کی بناء پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگان ےکے لئے طہارت ضروری ہے اور ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے، حضرت علی، ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور زہری نخعی حکم حماد امام مالک شافعی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سب کا یہی مسلک ہے اوپر جو اختلاف نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت کے نزدیک مسلم ہے کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں، بعض حضرات نے ان احادیث اور آیت مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دی ہے دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں پیش کرنے سے بوجہ اختلاف صحابہ احتیاط کی ہے اس لئے کہ اختلاف مسئلہ میں نہیں بلکہ اس کی دلیل ہے۔

قرآن کا غلاف جس کو چولی کہتے ہیں جو قرآن کے ساتھ سلی ہوتی ہے وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے اس کے ساتھ بھی قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ جز دان جس میں قرآن کو رکھیت ہیں اگر قرآن اس میں رکھا ہو تو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، مگر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو کپڑا آدمی پہنا ہوا ہے اس کی آستین یا دامن سے قرآن کو بلا وضو چھونا بھی جائز نہیں البتہ علیحدہ رومال یا چادر یا ٹوپی وغیرہ سے چھونا جائز ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ واقعہ، لاہور)

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کیلئے تلاوتِ قرآن کا جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں: قرآن کی تلاوت کرنا سجدہ تلاوت کرنا اور مصحف کو چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا یہ سب امور وضو کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر وضو کے بھی اور جنبی اور حائض کے لیے بھی۔

رہا بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو اس میں مخالفین بھی ہمارے موافق ہیں رہا جنبی اور حائض کو قرآن کی تلاوت سے منع کرنا تو یہ حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہ حسن بصری قتادہ اور نخعی وغیرہم کا مذہب ہے اور انکی دلیل یہ ہے: عبداللہ بن سلمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ ﷺ کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۹ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۴۶ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۶۵ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۹۴ مسند احمد ج ۱ ص ۸۴)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ آپ اس حالت میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے لیکن آپ نے جنبی کو تلاوتِ قرآن سے منع نہیں فرمایا اور جن آثار میں ممانعت ہے وہ ضعیف ہیں۔

(المحلی بالآثار ج اص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ ملخصاً مخرجاً)

شیخ ابن حزم نے صحیح نہیں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنبی اور حائض کو قرآن پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: السنن الکبریٰ ج اص ۹۸ معرفۃ السنن والآثار ج اص ۱۰۹ الکامل لابن عدی ج اص ۹۸ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۴۵ سنن دار قطنی ج اص ۱۱۷۔ رقم الحدیث: ۱۴۷ حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۲۲ شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۵۴۶ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اور ان کے بعد کے تابعین کا یہی مسلک ہے مثلاً سفیان ثوری ابن المبارک شافعی احمد اسحٰق وغیرہم انہوں نے کہا کہ حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں سے ایک آیت اور ایک حرف کے اور انہوں نے ان کو تسبیح اور تہلیل کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے امام بخاری کے نزدیک اس کی اہل شام سے روایت منکر ہے امام احمد نے کہا کہ یہ بقیہ سے اصلح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کی سند میں اسماعیل بن عیش کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے اور امام دارقطنی کی سند میں مغیرہ بن عبدالرحمن کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے لہٰذا امام بخاری والا اعتراض بھی ساقط ہو گیا امام دارقطنی کی سند یہ ہے:

محمد بن حمدویة المروزی نا عبدالله بن حماد الاملی ثنا عبدالملك بن مسلمة حدثنی المغيرة بن عبدالرحمان عن موسىٰ بن عقبة عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقرء الجنب شيئا من القرآن۔

امام دارقطنی لکھتے ہیں: مغیرہ بن عبدالرحمان ثقہ ہے اور ابو معشر از موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۱۶ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے سوا قرآن پڑھنے سے کوئی مانع نہیں تھی۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۲۲ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۲۳۔ ۴۲۵۔ ۴۲۴)

اس سلسلہ میں بعض آثار یہ ہیں: عبیدہ السلمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جنبی کے قرآن پڑھنے کو مکروہ فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۳۰۷ طبع جدید مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۸۰ معرفۃ السنن والآثار رقم الحدیث: ۱۱۵ شرح معانی الآثار رقم الحدیث ۵۶۷)۔

یسار نے کہا: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ نے کہا جنبی اور حائض قرآن نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۱۰۳۱)

ابوالغریف بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنبی قرآن نہ پڑھے ایک حرف بھی نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۱۰۸۰ مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۰۳۱)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگاسکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

نیز شیخ ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: ترمذی میں حدیث ہے: حائضہ اور جنبی قرآن نہ پڑھیں۔ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے اور حدیث ضعیف حدیث صحیح کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کو ذکر کرتے تھے۔ اس حدیث سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۱۹ ملخصا سرگودھا)

میں کہتا ہوں کہ ہم سنن دار قطنی کے حوالے سے تین احادیث بیان کر چکے ہیں جن کی سند میں اسماعیل بن عیاش نہیں ہے۔ (سنن دار قطنی رقم الحدیث: ۴۲۲) اور انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے حالانکہ بحث اس میں ہے بلکہ حدیث صحیح میں یہ صراحت ہے کہ آپ کو جنابت کے سوا قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے قرآن مجید کی عزت و ناموس کی وجہ سے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے کیونکہ علماء غیر مقلدین کی صریح عبارت سے قرآن مجید کی بہت توہین ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی حائض اور بے وضو کے سجدہ تلاوت کرنے کا مردود جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الاندلسی المتوفی ۴۵۶ ھ لکھتے ہیں: رہا سجدہ تلاوت کرنا تو وہ بالکل نماز نہیں ہے سجدہ تلاوت ایک رکعت ہے نہ دو رکعت ہے پس وہ بالکل نماز نہیں ہے اور جب سجدہ تلاوت نماز نہیں ہے تو وہ بے وضو بھی جائز ہے اور جنبی اور حائض کے لیے بھی جائز ہے اور قبلہ کیطرف منہ کیے بغیر بھی جائز ہے جیسا کہ دیگر اذکار اور وظائف بھی جائز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وضو کرنا صرف نماز کے لیے لازم ہے اور جب غیر نماز کے لیے قرآن سنت اجماع اور قیاس سے وضو کرنا لازم نہیں ہے تو سجدہ تلاوت کے لیے بھی وضو کرنا لازم نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۷۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ ھ لکھتے ہیں: سجدہ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کی سجدہ تلاوت کرنے والے کو باوضو ہونا چاہیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت کرتے تو آپ کے پاس جو حاضر ہوتے وہ بھی سجدہ تلاوت کرتے تھے اور آپ کسی کو وضو کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور یہ بعید ہے کہ اس وقت سب مسلمان با وضو ہوں نیز جب آپ نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ تلاوت ادا کیا تھا اور وہ نجس لوگ تھے ان کا وضو صحیح نہیں تھا۔ (الی قولہ) اس طرح احادیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ سجدہ تلاوت کے وقت کپڑے پاک ہوں یا جگہ پاک ہو۔

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۸۳ دارالوفا ۱۴۲۱ ھ)

شیخ ابن حزم اور شیخ شوکانی نے جنبی اور بے وضو کے سجدہ تلاوت ادا کرنے پر جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سب عقل نا تمام اور قیاس فاسد پر مبنی ہیں اور ان کا یہ موقف صریح حدیث آثار صحابہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ شیخ شوکانی نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو سجدہ تلاوت کے وقت وضو کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو لازم نہیں ہے یہ استدلال فاسد ہے بلکہ آپ نے اس وقت وضو کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ سب صحابہ کو معلوم تھا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو ضروری ہے پھر شیخ شوکانی نے لکھا کہ یہ بعید ہے کہ اس موقع پر تمام مسلمان باوضو ہوں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بعید ہے کہ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بے وضو بیٹھے ہوں پھر شیخ شوکانی نے مشرکین کے سجدہ کرنے سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کا وضو نہیں ہوتا یہ استدلال بھی فاسد ہے کیونکہ کوئی شرعی حکم مشرکین کے قول وفعل سے ثابت نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے نزدیک مشرکین کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہے۔

ہم نے لکھا ہے کہ جنبی حائض اور بے وضو کا سجدہ تلاوت کرنا حدیث کے خلاف ہے وہ حدیث یہ ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا وہو طاہر۔ (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۳۲۵) حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص بغیر وضو کے سجدہ نہ کرے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۵۲) اور شیخ شوکانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۸۳)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۱ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

ہشیم از مغیرہ از ابراہیم نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو سجدہ نہ کرے وہ فرض نماز کے اس سے بڑے سجدہ کو بھی نہیں کرتی۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر اور ابراہیم سے سوال کیا کہ حائض آیت سجدہ کو سن کر کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس پر سجدۂ تلاوت نہیں ہے نماز کا سجدہ اس سے زیادہ بڑا ہے۔

عطاء سے سوال کیا گیا کہ اگر حائض ان لوگوں کے پاس سے گزرے جو سجدۂ تلاوت کر رہے ہیں تو آیا ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اس سے افضل سجدہ نہیں کرتی۔ اشعث نے حسن بصری سے سوال کیا کی جنبی اور حائض آیت سجدہ کو سنیں تو کیا کریں؟ انہوں نے کہا: وہ سجدہ نہ کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۱-۱۴ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا: جب تم آیت سجدہ کو سنو اور تمہارا وضو نہ ہو تو تم تیمم کر کے سجدہ کرو۔ حماد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ وہ وضو کر کے سجدہ کرے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۲-۲۱۱ رقم الحدیث: ۵۵۹۵-۵۹۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

ان احادیث اور آثار کے بعد سجدہ تلاوت کے لیے طہارت کے لزوم پر اجماع کی تصریح یہ ہے: علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: بے وضو سجدہ نہ کرے سجدہ تلاوت کی وہی شرائط ہیں جو نفل نماز کی شرائط ہیں یعنی بے

وضونہ ہو نجاست سے پاک ہو شرم گاہ مستور ہو قبلہ کی طرف منہ ہو اور سجدہ تلاوت کی نیت کرے ہمارے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ماسوا اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو وہ سر سے اشارہ کرلے اور شعبی نے کہا: جب بے وضو شخص آیت سجدہ سنے تو جس طرف منہ ہو سجدہ کرلے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱ مسند احمد ج ۲ ص ۹) اور اس حدیث کے عموم میں سجدہ تلاوت بھی داخل ہے۔ (المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۸۶ دار الفکر بیروت)

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا مردود استدلال

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے شیخ شوکانی نے کہا کہ ہر چند کہ حدیث میں ہے: طاہر شخص کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۳۲۱۷ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۴۶۵)

لیکن طاہر کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے طاہر اس کو بھی کہتے ہیں: جو جنبی ہو نہ بے وضو ہو اور طاہر اس کو بھی کہتے ہیں جس کے بدن پر نجاست نہ ہو سو یہ مشترک لفظ ہے اور اس سے باوضو ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل کی طرف مکتوب لکھا اور اس مکتوب میں آل عمران: ۶۴ آیت تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۷۷۳) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۹۲۔ ۲۹۴ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

یہ درست ہے کہ مشترک لفظ سے کسی ایک معنی پر استدلال جائز نہیں ہوتا لیکن جب قرینہ سے کوئی ایک معنی متعین ہو جائے تو پھر اس سے استدلال کرنا صحیح ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ احادیث سے واضح ہے کہ یہاں طاہر سے مراد باوضو ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ۳۸۵ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے جا رہے تھے ان کو بتایا گیا کہ آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن اپنے آبائی دین سے نکل چکے ہیں حضرت عمران کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھا ان کا نام حضرت خباب تھا اور وہ اس وقت سورۃ طٰہٰ پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے کہا: مجھے بھی وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی اس کو پڑھتا ہوں اور حضرت عمر کو کتاب پڑھنی آتی تھی ان کی بہن نے کہا: تم ناپاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں پس آپ کھڑے ہوں اور غسل کریں یا وضو کریں پھر حضرت عمر نے وضو کیا اور کتاب کو لیا اور سورۂ طٰہٰ پڑھی۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے رفع حاجت کی ہم نے ان سے کہا: آپ وضو کرلیں حتیٰ کہ ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں پھر انہوں نے ہمارے منشاء کے مطابق قرآن پڑھا اور ہمارے اور ان کے درمیان پانی نہیں تھا۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۲ھ)

امام دارقطنی نے اس حدیث کو تین سندوں سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مذکور الصدر حدیث میں طاہر کا معنی باوضو ہے اور اس حدیث پر شیخ شوکانی کا جو اعتراض تھا وہ دور ہو گیا۔

اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے ایک اور عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی متوفی ۱۳۰۷ھ کا بھی یہی موقف ہے۔

وہ لکھتے ہیں: لایمسہ الا للطھرون۔ (الواقعہ:٩٧) میں جمہور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اور فقہاء تابعین میں سے عطاء زہری نخعی حکم حماد اور ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے اور اس مسلہ میں جو حق ہے اس کو شوکانی نے منتقی کی شرح۔

(نیل الاوطار ج١ص ٥٩٢۔ ٣٩٢) میں واضح کیا ہے۔ (فتح البیان ج٦ ص ٥ ٢٤ دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٢٠ھ)

اس جگہ شیخ قنوجی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بے وضو کا قرآن کو چھونا جائز ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے البتہ تفسیر اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو کا چھونا جائز ہے جیسا کہ ہم اس مسلہ میں مذہب احناف کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُصَافِحُ

باب: جنبی شخص کا مصافحہ کرنا

230 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَّاصِلٍ، عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ، فَقَالَ: اِنِّيْ جُنُبٌ، فَقَالَ: اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

ابووائل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

231 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، وَبِشْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرٍ، عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَا جُنُبٌ، فَاخْتَنَسْتُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: اَيْنَ كُنْتَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اِنِّيْ كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، اِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنِيْ بَكْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی میں اس وقت جنابت کی حالت میں تھا۔ میں ایک طرف کھسک گیا۔ میں گیا میں نے غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ابوہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں تھا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں طہارت کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

بشر کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ کہتے ہیں: حمید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: بکر نے ہمیں حدیث بیان کی۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ
باب: جنبی شخص کا مسجد میں داخل ہونا

232 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَفْلَتُ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: وَجِّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ. ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَصْنَعِ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ فَقَالَ: وَجِّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ فُلَيْتٌ الْعَامِرِيُّ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو (یعنی ان کا باہر جانے کا راستہ دوسری طرف بنا لو) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے لوگوں نے اس اُمید کے تحت کچھ نہیں کیا کہ شاید ان کے بارے میں اجازت کا حکم نازل ہو جائے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد میں ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان گھروں کا رُخ مسجد سے پھیر لو کیونکہ میں مسجد کو حیض والی عورت یا جنبی شخص کے لئے حلال قرار نہیں دیتا۔ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی فلیت عامری ہے۔

حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ کے دلائل پیش کریں گے اور ان کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کریں گے:

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی اس مسلہ پر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا دو۔ وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۹۸ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۶۱ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۳۴ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۷۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۳۲) (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۴۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ)

علماء غیر مقلدین کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہو گا جب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلّیٰ لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں جب کہ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّیٰ اٹھا کر حضور کو دیں اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ

میں تو نہیں ورنہ فرماتے کہ تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد سے متصل تھا۔ جب نبی ﷺ مسجد میں معتکف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں داخل کر دیتے اور حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۲۰۳۱ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۴۶۷ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۸۰۴)

اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی حضرت عائشہ کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں سر مبارک داخل نہ کرتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس حدیث سے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی ﷺ نے نماز کے لیے مخصوص فرما لیا تھا:

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: جو ائمہ حائضہ عورت کا مسجد میں جانا جائز کہتے ہیں ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان گھروں (کے دروازوں) کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد (میں جانے) کو حلال نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۴۴۲)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث کی مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند میں افلت بن خلیفہ ہے یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المحلی بالآثار ج ا ص ۱۰۴)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ افلت کو امام ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابو حاتم نے کہا کہ وہ شیخ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور الکاشف میں مذکور ہے کہ یہ بہت زیادہ سچا ہے اور البدر المنیر میں مذکور ہے کہ وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الاوطار ج ا ص ۵۲۳ مطبوعہ دار الوفاء ۱۴۲۱ھ)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند ندا کی: سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لیے مگر نبی ﷺ اور ان کی ازواج کے لیے اور علی کے لیے اور فاطمہ کے لیے (رض) اجمعین)۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۴۵)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہذلی ہے جو جسرہ بنت دجاجہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج ساقط ہے اور جسرہ سے معضلات روایت کرتا ہے۔ نیز اس روایت کی سند میں ابو الخطاب الہجری ہے وہ مجہول ہے۔ وغیرہ

(المحلی بالآثار ج ا ص ۱۰۴)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ جسرہ کے پاس عجائب ہیں۔ امام بن القطان نے کہا کہ امام بخاری کا یہ قول جسرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اور العجلی نے کہا کہ وہ ثقہ تابعیہ ہے۔ امام بن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جسرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ ابن سید الناس نے کہا کہ اگر اس حدیث کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہے اور اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں۔ لہٰذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رد کرنے کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ افلت کو مردود کہنا مردود ہے کیونکہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے اس کو مردود نہیں کہا۔ اس کے بعد شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنبی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو حالت حیض میں بیت اللہ کو طواف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور داؤد (ظاہری) اومزنی وغیرہم نے کہا کہ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۲۲۳ ۔ ۵۲۳)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک سیاہ فام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہوگئی اس کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۳۹)

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عورت نبی ﷺ کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی ﷺ منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۱۰۴)

شیخ ابن حزم کی اس دلیل پر ہمارہ تبصرہ یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اس کو اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہوگیا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے تمام روح زمین کو مسجد بنادیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۲۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۲۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۴۳۲)

شیخ ابن حزم اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لیے تمام روئے زمین پہ رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لیے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کو بتادیتے جب انہیں حیض آیا حالانکہ آپ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طوائف سے منع فرمایا تھا۔ (المحلی بالآثار ج ۱ ص ۲۰۲ ۔ ۱۰۴)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب وغریب ہے۔ اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید وفروخت کرنا بیویوں سے مجامعت کرنا قضائے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاتر العقل ہی کہہ سکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اُسے مسجد کے لیے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنادی اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے ۲۷ درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سوگنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید وفروخت کرنا اور حائضہ اور جنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زمین کے جس

ٹکڑے پر نماز پڑھی جائے جہاں عرفاً مسجد قائم نہ ہو وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی لیکن اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اس جگہ خرید وفروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔ باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ حضرت عائشہ کو بتاتے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی احادیث سے بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالبیت سے ممانعت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذکر فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لیے حضرت عائشہ کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے آپ نے انہیں طواف بالبیت سے منع فرمایا۔ یعنی طواف بالبیت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لیے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد یہ ہے کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۹۸) اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے اور آپ کا دوسرا اشارہ یہ ہے کہ میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲) ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری ناسخ نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر؛ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلا ضرورت جائز نہیں ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۱۰۹ ملخصاً مطبوعہ دار الجیل ریاض ۱۴۱۸ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک مطلقاً حائضہ اور جنبی کا مسجد میں جانا اور رہنا جائز نہیں ہے ضرورت کی بناء پر جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جب کہ عام غیر مقلدین حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں جانے کو مطلقاً جائز کہتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يُصَلِّي بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ

جنبی کا بھول کر لوگوں کو نماز پڑھانا

233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ أَنْ مَكَانَكُمْ، ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَصَلَّى بِهِمْ

❁ ❁ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز شروع کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دست مبارک کے ذریعے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فِي أَوَّلِهِ: فَكَبَّرَ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَانْتَظَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ، ثُمَّ قَالَ: كَمَا أَنْتُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَيُّوبُ، وَابْنُ عَوْنٍ، وَهِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَبَّرَ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْقَوْمِ أَنِ اجْلِسُوا، فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ حَدَّثَنَاهُ مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيٰى، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَبَّرَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے' تاہم اس کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی''

اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ''جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی انسان ہوں میں جنابت کی حالت میں تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم اس بات کے منتظر تھے کہ آپ ﷺ تکبیر کہیں گے تو آپ ﷺ واپس مڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسی حالت میں رہو۔

یہ روایت ایوب، ابن عون اور ہشام نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا تم لوگ بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے غسل کیا۔

یہ روایت اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل بن ابوحکیم کے حوالے سے عطا بن یسار سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز کی تکبیر کہی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت اسی طرح مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابان نے یحییٰ کے حوالے سے ربیع بن محمد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔

235 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، ح وحَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْأَزْرَقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ إِمَامُ مَسْجِدِ صَنْعَاءَ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ كُلُّهُمْ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مَقَامِهِ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ لِلنَّاسِ: مَكَانَكُمْ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْطُفُ رَأْسُهُ، وَقَدِ اغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ، وَقَالَ عَيَّاشٌ فِي حَدِيثِهِ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتّٰى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی۔ لوگوں نے صفیں بنالیں۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ اپنے مقام پر کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کو یاد آیا کہ آپ ﷺ نے تو غسل نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر نبی اکرم ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ ﷺ نے غسل کیا تھا ہم لوگ اس وقت صفیں بنا کر کھڑے ہوئے تھے۔

روایت کے یہ الفاظ ابن حرب نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

عیاش نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''ہم قیام کی حالت میں آپ ﷺ کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے غسل کیا ہوا تھا''۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ فِي مَنَامِهِ

آدمی کا نیند میں تری (کا نشان) پانا

236 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا، قَالَ: يَغْتَسِلُ، وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ، قَالَ: لَا غُسْلَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: أُمُّ سُلَيْمٍ الْمَرْأَةُ تَرَى ذَلِكَ أَعَلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو (اپنے کپڑے پر) تری کا نشان پاتا ہے لیکن اسے احتلام یاد نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ غسل کرے گا' اور آپ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جسے یہ یاد ہوتا ہے کہ اسے احتلام ہوا تھا لیکن اسے تری کا نشان نظر نہیں آتا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر غسل لازم نہیں ہوگا۔ اس پر سیدہ اُمّ سلیم نے عرض کی: اگر عورت یہ چیز دیکھتی ہے' تو کیا اس پر بھی غسل لازم ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ

عورت کا وہ چیز دیکھنا جو مرد دیکھتا ہے

237 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيَّةَ هِيَ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا

يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ اَرَاَيْتَ الْمَرْاَةَ اِذَا رَاَتْ فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ اَتَغْتَسِلُ اَمْ لَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، فَلْتَغْتَسِلْ اِذَا وَجَدَتِ الْمَاءَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ. اُفٍّ لَكِ وَهَلْ تَرَى ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ؟ فَاَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ يَا عَائِشَةُ، وَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ؟

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَى عُقَيْلٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَيُوْنُسُ، وَابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ اَبِي الْوَزِيْرِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَوَافَقَ الزُّهْرِيَّ: مُسَافِعٌ الْحَجَبِيُّ قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَاَمَّا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ جَاءَتْ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ اُم سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا۔ ایسی عورت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو نیند میں وہی چیز دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے۔ کیا وہ عورت غسل کرے گی یا نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں جب وہ عورت پانی (یعنی منی کے خروج کا نشان) دیکھے تو اسے غسل کرنا ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اس عورت کی طرف متوجہ ہوئی میں نے کہا: تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی یہ چیز دیکھتی ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں' پھر (بچے کی ماں کے ساتھ) مشابہت کس وجہ سے ہوتی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عقیل' زبیدی' یونس اور زہری کے بھتیجے نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے' جبکہ ابراہیم بن ابووزیر نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زہری سے نقل کی ہے۔

مسافع حجبی نے اس میں زہری کی موافقت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے' تاہم جہاں تک ہشام بن عروہ کا تعلق ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت عروہ کے حوالے سے سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: اُم سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

بَابٌ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي يُجْزِءُ فِي الْغُسْلِ

پانی کی اس مقدار کا تذکرہ' جس سے غسل جائز ہوتا ہے

236 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ - هُوَ الْفَرَقُ - مِنَ الْجَنَابَةِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ. وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ قَالَ: مَعْمَرٌ. عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيْ

هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ: كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِيْهِ قَدْرُ الْفَرَقِ

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: الْفَرَقُ: سِتَّةَ عَشَرَ رِطْلًا وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: صَاعُ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ. قَالَ: فَمَنْ قَالَ: ثَمَانِيَةُ أَرْطَالٍ؟ قَالَ: لَيْسَ ذٰلِكَ بِمَحْفُوْظٍ قَالَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُوْلُ: مَنْ أَعْطٰى فِيْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِرِطْلِنَا هٰذَا خَمْسَةَ أَرْطَالٍ وَثُلُثًا فَقَدْ أَوْفٰى قِيْلَ الصَّيْحَانِيُّ ثَقِيْلٌ. قَالَ: الصَّيْحَانِيُّ أَطْيَبُ قَالَ: لَا أَدْرِيْ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل جنابت کر لیتے تھے جو فرق ہوتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) معمر نے زہری کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے تھے' جس میں ایک فرق جتنا پانی آتا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔

میں نے انہیں یہ بھی بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابن ابوذئب کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل جتنا ہوتا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں: وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے' تو امام احمد نے کہا: یہ بات محفوظ نہیں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے' جو شخص ہمارے رطل کے حساب سے یعنی پانچ رطل اور ایک تہائی رطل صدقہ فطر ادا کر دے تو اس نے مکمل ادائیگی کر دی۔ یہ بات بیان کی گئی ہے صیحانی (نامی کھجور) وزنی ہوتی ہے۔ امام داؤد نے دریافت کیا: صیحانی پاکیزہ ہوتی ہے' تو امام احمد نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔

بَابٌ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا بیان

239 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُمْ ذَكَرُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنَا فَأُفِيْضُ عَلٰى رَأْسِيْ ثَلَاثًا، وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كِلْتَيْهِمَا

⊛⊛ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں' تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہا دیتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اشارہ

239- اسناده صحيح. زهير: هو ابن حرب ابو خيثمة، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. واخرجه البخاري (254)، ومسلم (327)، والنسائي في "المجتبى" (250) و (425)، وابن ماجه (575) من طرق عن ابي اسحاق، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16749)

کرکے یہ بات ارشاد فرمائی۔

تمام ظاہر بدن پر پانی بہانے کا بیان

تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جانا۔ اکثر عوام بلکہ بعض پڑھے لکھے یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا حالانکہ بعض اعضا ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے نہیں دھلیں گے اور غسل نہ ہو گا۔ لہٰذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے وضو میں جو مواضع احتیاط ہیں ہر عضو کے بیان میں ان کا ذکر کر دیا گیا ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غسل کی ضروریات یہ ہیں۔ سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو میں بیان ہوا۔ بھوؤں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ بلٹیں اٹھا کر دھوئیں ناف کو انگلی ڈال کر دھوئیں جبکہ پانی بہنے میں شک ہو جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک ران اور پیڑو کا جوڑ ران اور پنڈلی کا جوڑ جب بیٹھ کر نہائیں دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں رانوں کی گولائی پنڈلیوں کی کروٹیں ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی۔ انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔

ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر فرج خارج کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے یونہی اگر حیض و نفاس سے فارغ ہو کر غسل کرتی ہے تو ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔ ماتھے پر افشاں چنی ہو تو چھڑانا ضروری ہے۔

غسل میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا بیان

240 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ مِنْ نَحْوِ الْحِلَابِ، فَأَخَذَ بِكَفَّيْهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ أَخَذَ بِكَفَّيْهِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ

❀❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو آپ حلاب جتنا برتن (یعنی وہ

240- اسناده صحيح. ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل، وحنظلة: هو ابن ابى سفيان الجمحى، والقاسم: هو ابن محمد بن ابى بكر. واخرجه البخارى (258)، ومسلم (318)، والنسائى فى "المجتبى" (424) عن محمد بن المثنى، بهذا الاسناد. وهو فى "صحيح ابن حبان" (1197).

برتن جس میں دودھ دوہا جاتا ہے) منگواتے تھے' پھر آپ ﷺ ڈالتے تھے' پھر بائیں حصے پر ڈالتے تھے' پھر آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے پانی لے کر اسے اپنے سر پر ڈالتے تھے۔ دونوں ہتھیلیوں میں پانی لے کر دائیں طرف سے آغاز کرتے تھے' پھر بائیں طرف کو دھوتے تھے۔

غسل کرنے کا طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ جو شخص غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی کپڑا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے۔ عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے اور ننگا نہانے والا قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ نہائے۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کلائی تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجاء کرے یعنی پیشاب و پاخانہ کے مقام کے دھوئے خواہ استنجائی کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو۔ اور بدن پر جہاں جہاں نجاست حقیقی لگی ہو اس کو بھی دھو ڈالے پھر کلی غرارہ کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اس میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے مسواک بھی کرے اور پورا وضو کرے۔ ہاتھ پیر کی انگلیوں اور داڑھی کا خلال بھی کرے۔

اگر کسی چوکی یا پتھر وغیرہ پر بیٹھ کر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھولے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پاؤں بھر جائیں گے اور غسل کے بعد دھونے پڑیں گے تو پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں کو دھوئے۔ وضو کے بعد پہلے سر کو دھولے پھر تمام بدن پر تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے یا گیلا ہاتھ تمام بدن پر پھرائے تاکہ جب پانی ڈالے تو بدن پر سب جگہ اچھی طرح پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالے اور ہر دفعہ بدن کو ملے کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر تین مرتبہ پھر بائیں مونڈھے پر تین مرتبہ پھر سر پر پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے اور اصح و ظاہر الروایت وحدیث کے موافق یہ ہے کہ پہلے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ ڈالے۔ اور غسل فرض ہو تو سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے اور نہاتے وقت بغیر سخت ضرورت کے کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ غسل کے بعد چاہے تو اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے اور بلاوجہ ستر کو کھلا نہ رکھے۔

241 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ بْنِ قُدَامَةَ، عَنْ صَدَقَةَ، حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ أَحَدُ بَنِي تَيْمِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي وَخَالَتِي عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلَتْهَا إِحْدَاهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ عِنْدَ الْغُسْلِ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَنَحْنُ نُفِيضُ عَلَى رُءُوسِنَا خَمْسًا مِنْ أَجْلِ الضُّفُرِ

⊛⊛ جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ان دونوں خواتین میں سے ایک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ لوگ غسل کے وقت کیا کرتے تھے' تو سیّدہ عائشہ

ﷺ نے بتایا نبی اکرم ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے پھر آپ ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور ہم (یعنی خواتین یعنی ازواج مطہرات) اپنے سر پر پانچ مرتبہ پانی بہاتی تھیں کیونکہ ہم نے چوٹیاں بنائی ہوئی ہوتی تھیں۔

242 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاشِحِيُّ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ - قَالَ سُلَيْمَانُ - يَبْدَأُ فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ: غَسَلَ يَدَيْهِ يَصُبُّ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ اتَّفَقَا فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: يُفْرِغُ عَلَى شِمَالِهِ، وَرُبَّمَا كَنَتْ عَنِ الْفَرْجِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ فَيُخَلِّلُ شَعْرَهُ، حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ أَصَابَ الْبَشْرَةَ، أَوْ أَنْقَى الْبَشْرَةَ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، فَإِذَا فَضَلَ فَضْلَةٌ صَبَّهَا عَلَيْهِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب غسل جنابت کرتے تھے (یہاں سلیمان نامی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے پانی ڈالنے سے آغاز کرتے تھے جبکہ مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ دھو کر برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلتے تھے پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلتے تھے اور بعض اوقات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرم گاہ کا ذکر کنایہ کے طور پر کیا پھر نبی اکرم ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھ برتن میں داخل کر کے اپنے بالوں کا خلال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ محسوس کرتے کہ آپ ﷺ نے جلد تک پانی پہنچا دیا ہے یا جلد کو صاف کر لیا ہے تو آپ ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور جو پانی بچ جاتا تھا وہ آپ ﷺ اپنے جسم پر بہا لیتے تھے۔

243 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَاهِلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنِ النَّخَعِيِّ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ بِكَفَّيْهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ مَرَافِغَهُ، وَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، فَإِذَا أَنْقَاهُمَا أَهْوَى بِهِمَا إِلَى حَائِطٍ، ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوءَ، وَيُفِيضُ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غسل کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو سب سے پہلے دھوتے تھے پھر آپ ﷺ اپنی شرم گاہ کو دھوتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر پانی بہاتے تھے جب آپ ﷺ ان دونوں کو اچھی طرح صاف کر لیتے تو پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھ دیوار کی طرف بڑھاتے تھے (دیوار پر مل کر انہیں صاف کرتے تھے) پھر آپ ﷺ وضو کرتے تھے اور پھر اپنے سر پر پانی بہا لیتے تھے۔

243- اسناده صحيح. محمد بن ابی عدی - وان روی عن سعيد بن ابی عروبة بعد الاختلاط - قد توبع. ابو معشر: هو زياد بن كليب الثقة. وهو في "مسند احمد" (25379) من طريق محمد بن جعفر وعبد الوهاب بن عطاء، كلاهما عن سعيد بن ابی عروبة، بهذا الاسناد. وعبد الوهاب سمع من سعيد قبل الاختلاط. وانظر ما قبله

244 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عُرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ، حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَئِنْ شِئْتُمْ لَأُرِيَنَّكُمْ أَثَرَ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَائِطِ حَيْثُ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو دیوار پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نشان دکھا سکتی ہوں۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے ہوئے (اپنا ہاتھ مل کر صاف کرتے تھے)

245 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، فَغَسَلَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَبَّ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَغَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَحَّى نَاحِيَةً فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَنَاوَلْتُهُ الْمِنْدِيلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ وَجَعَلَ يَنْفُضُ الْمَاءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: كَانُوا لَا يَرَوْنَ بِالْمِنْدِيلِ بَأْسًا، وَلَكِنْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْعَادَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ: كَانُوا يَكْرَهُونَهُ لِلْعَادَةِ؟ فَقَالَ: هَكَذَا هُوَ، وَلَكِنْ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِي هَكَذَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کریں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلا اور اس ہاتھ کو دو یا شاید تین مرتبہ دھویا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شرم گاہ پر پانی انڈیل کر اپنی شرم گاہ کو بائیں ہاتھ کے ذریعے دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مل کر اسے دھویا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو دھویا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اور پورے جسم پر پانی بہایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف ہٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پاؤں دھولئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رومال پکڑایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں لیا اور اپنے جسم سے پانی جھاڑنے لگے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی کے سامنے یہ روایت ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: صحابہ کرام رومال استعمال کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ لوگ اسے عادت کے طور پر اختیار کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن داؤد سے کہا: صحابہ کرام عادت کے طور پر اسے استعمال کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے' تو انہوں نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا لیکن میں نے اپنی کتاب میں اسی طرح پایا ہے۔

246 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مِرَارٍ، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ - فَنَسِيَ مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ، فَسَأَلَنِي كَمْ أَفْرَغْتُ؟ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي، فَقَالَ. لَا أُمَّ

لَكَ وَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَدْرِيَ؟ - ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ. ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ. ثُمَّ يَقُولُ: هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَهَّرُ

⊛⊛ شعبہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب غسل جنابت کرتے تھے' تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اپنے بائیں ہاتھ پر سات مرتبہ پانی انڈیلتے تھے' پھر وہ اپنی شرم گاہ کو دھوتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بھول گئے کہ انہوں نے کتنی مرتبہ پانی انڈیلا ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: میں نے کتنی مرتبہ پانی ڈالا ہے' تو میں نے عرض کی: مجھے نہیں معلوم انہوں نے فرمایا: تمہاری ماں نہ رہے تمہیں کیوں معلوم نہیں ہوسکا پھر انہوں نے نماز کے لئے وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر انہوں نے اپنے جسم پر پانی بہایا اور یہ کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح طہارت حاصل کیا کرتے تھے۔

247 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مِرَارٍ، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مِرَارٍ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے پچاس نمازیں (فرض ہوئی تھیں) اور غسل جنابت سات مرتبہ اور کپڑے کے پیشاب کو دھونا سات مرتبہ دھونا (لازم ہوا تھا) اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل (ان میں تخفیف کا) سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازوں کو پانچ کردیا گیا۔ غسل جنابت ایک دفعہ ہوگیا اور کپڑے سے پیشاب کو دھونا ایک مرتبہ ہوگیا۔

248 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةً فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَأَنْقُوا الْبَشَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ حَدِيثُهُ مُنْكَرٌ، وَهُوَ ضَعِيفٌ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے' تو تم بال دھولو اور جلد کو صاف کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حارث بن وجیہ نامی راوی کی نقل کردہ حدیث منکر ہے اور یہ راوی ضعیف ہے۔

شرح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ غسل جنابت میں سر کے بالوں کو اچھی طرح دھویا جائے تاکہ پانی بالوں کی جڑ میں پہنچ جائے اس لئے اگر پانی بالوں کی جڑ تک نہیں پہنچے گا تو پاکی حاصل نہیں ہوگی، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک بال کے نیچے کی بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل ادا نہ ہوگا۔ بالوں کے ساتھ ساتھ بدن کو بھی اچھی طرح دھونے کا حکم دیا جارہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہانے کے وقت بدن کو خوب اچھی طرح مل کر میل وغیرہ کو صاف کرنا چاہئے اور پورے بدن پر پانی اس طرح بہانا چاہئے کہ بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہ جائے کیونکہ اگر بدن پر خشک مٹی، آٹا یا موم وغیرہ لگا رہا اس کے نیچے پانی نہ پہنچا تو ناپاکی دور نہ ہوگی۔

249 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهُ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جنابت میں ایک بال جتنی جگہ چھوڑ دے جسے وہ نہ دھوئے' تو اس کے ساتھ آگ کے ذریعے ایسے اور ایسے کیا جائے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ بال منڈوا کے رکھتے تھے۔

غسل کرنے فقہی طریقہ کار کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجے کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہائے تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑ لے خصوصاً سردی میں پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائے۔ پھر بائیں مونڈھے پر تین بار پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پھر جائے غسل سے الگ ہو جائے اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا ستر تو ضروری ہے اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے بعد نہانے کے رومال سے بدن پونچھ ڈالے تو حرج نہیں۔ (عالمگیری)

اگر غسل خانہ کی چھت نہ ہو یا ننگے بدن نہائے بہ شرطیکہ موضع احتیاط ہو تو کوئی حرج نہیں ہاں عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے بعد نہانے کے فوراً کپڑے پہن لے اور وضو کے سنن و مستحبات' غسل کیلئے سنن و مستحبات ہیں مگر ستر کھلا ہو تو قبلہ کو منہ کرنا نہ چاہئے اور تہبند باندھے ہو تو حرج نہیں۔

اگر بہتے پانی مثلاً دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضا کو تین بار حرکت دے اور تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے یعنی تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی۔ مینہ میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔ بہتے پانی میں وضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عضو کو رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔

سب کیلئے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے ایک لمبا چوڑا دوسرا دبلا پتلا ایک کے تمام اعضا پر بال دوسرے کا بدن صاف ایک گھنی داڑھی والا اور دوسرا بے ریش ایک کے سر پر بڑے بڑے بال دوسرے کا سر منڈا علی ہذا القیاس سب کیلئے ایک مقدار کیسے ممکن ہے۔ عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر ستر کا لحاظ ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے

ستر کھول کر نہانا حرام ہے۔ بغیر ضرورت صحیح تر کے حمام کو نہ جائے کہ ایک تو امر لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔

بَابٌ فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

باب: غسل کے بعد وضو کرنا

250 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا اَبُو اِسْحَاقَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَصَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَلَا اَرَاهُ يُحْدِثُ وُضُوْءًا بَعْدَ الْغُسْلِ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز ادا کرتے تھے میرا نہیں خیال کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد از سر نو وضو کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ هَلْ تَنْقُضُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

باب: کیا عورت غسل کے وقت اپنے بال کھولے گی؟

251 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ امْرَاَةً مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ - وَقَالَ زُهَيْرٌ اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنِّيْ امْرَاَةٌ - اَشُدُّ ضُفُرَ رَاْسِيْ اَفَاَنْقُضُهُ لِلْجَنَابَةِ؟ قَالَ: اِنَّمَا يَكْفِيكِ اَنْ تَحْفِنِيْ عَلَيْهِ ثَلَاثًا - وَقَالَ زُهَيْرٌ: تُحْثِيْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيضِيْ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِكِ، فَاِذَا اَنْتِ قَدْ طَهُرْتِ

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مسلمان خاتون (یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:) اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ میں نے اپنی مینڈیاں سختی سے باندھی ہوتی ہیں، تو کیا غسل جنابت کے لئے میں انہیں کھولا کروں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ان پر تین لپ بہالیا کرو۔

یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تم ان پر پانی کے تین لپ بہالو اور پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہالو تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

252 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ اُسَامَةَ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلٰى اُمِّ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَتْ: فَسَاَلْتُ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيْهِ: وَاغْمِزِيْ قُرُوْنَكِ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ

250- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه الترمذي (107)، والنسائي في "الكبرى" (245) من طريقين عن ابي اسحاق، بهذا الاسناد. ولم يذكرا فيه صلاة الركعتين وصلاة الغداة. وهو في "مسند احمد" (24389) و (25205).

سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس نے یہ مسئلہ ذکر کیا سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے لئے یہ مسئلہ دریافت کیا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''ہر مرتبہ لپ ڈالنے کے بعد تم اپنی چوٹیوں کو نچوڑ لو''۔

253 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ اَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ - هٰكَذَا تَعْنِي بِكَفَّيْهَا جَمِيعًا - فَتَصُبُّ عَلَى رَاْسِهَا، وَاَخَذَتْ بِيَدٍ وَاحِدَةٍ فَصَبَّتْهَا عَلَى هٰذَا الشِّقِّ، وَالْاُخْرَى عَلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کو جنابت لاحق ہوتی تھی' تو وہ تین لپ یعنی دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کر کے پانی لیتی تھی اور اسے اپنے سر پر بہا لیتی تھی۔ وہ ایک ہاتھ کے ذریعے سر کے ایک حصے کی طرف پانی بہاتی تھی اور دوسرے ہاتھ کے ذریعے دوسرے حصے پر بہاتی تھی۔

254 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضِّمَادُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِلَّاتٌ وَمُحْرِمَاتٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم غسل کیا کرتی تھیں حالانکہ ہم نے ضماد (لیپ) کیا ہوتا تھا۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ہم نے حالت احرام میں اور حالت احرام کے بغیر ایسا کیا ہے۔

255 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: قَرَاْتُ فِي اَصْلِ اِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيلَ، عَنْ اَبِيهِ، حَدَّثَنِي ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: اَفْتَانِي جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، اَنَّ ثَوْبَانَ حَدَّثَهُمْ اَنَّهُمُ اسْتَفْتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ: اَمَّا الرَّجُلُ فَلْيَنْشُرْ رَاْسَهُ فَلْيَغْسِلْهُ حَتّٰى يَبْلُغَ اُصُولَ الشَّعْرِ، وَاَمَّا الْمَرْاَةُ فَلَا عَلَيْهَا اَنْ لَا تَنْقُضَهُ لِتَغْرِفْ عَلَى رَاْسِهَا ثَلَاثَ غَرَفَاتٍ بِكَفَّيْهَا

شریح بن عبید بیان کرتے ہیں: جبیر بن نفیر نے غسل جنابت کے بارے میں مجھے یہ فتویٰ دیا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ بات بتائی ہے ان لوگوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہاں تک مرد کا تعلق ہے' تو وہ اپنے سر کے بال کھول کر انہیں دھوئے گا۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے' تو اس پر یہ بات لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے بال کھولے وہ اپنے سر پر تین لپ دونوں ہاتھوں کے ذریعے انڈیل دے گی۔

بَابٌ فِي الْجُنُبِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِخِطْمِيٍّ أَيُجْزِئُهُ ذَلِكَ

باب: جنبی شخص کا خطمی کے ذریعے اپنے سر کو دھونا

256 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاءَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِءُ بِذَلِكَ، وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کو خطمی کے ذریعے دھوتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر کفایت کر لیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔

شرح

جس طرح یہاں آنولہ وغیرہ سے دھونے کا رواج تھا ایسے ہی عرب میں خطمی سے سر دھوئے جاتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں فرما رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اپنے سر کے بال خطمی کے پانی سے دھویا کرتے تھے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سر پر خطمی لگا کر اسے دھونے کے لئے سر پر خطمی ملا ہوا پانی ڈالتے تھے تو پھر دوبارہ پانی بہانے کے وقت سر پر پانی نہیں ڈالتے تھے بلکہ اسی پہلے دھوئے ہوئے کو کافی سمجھتے تھے جیسا کہ عام طور پر نہانے والے یہ کرتے ہیں کہ پہلے سر کو دھوتے ہیں، اس کے بعد غسل کرتے ہیں اور پھر دوبارہ سر پر بھی پانی ڈالتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس پانی سے سر کو دھویا کرتے تھے اس میں خطمی کے اجزاء کم ہوتے ہوں گے کہ جس سے پانی کی حقیقت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہو گا یعنی سیلان باقی رہتا ہو گا۔

بَابٌ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ

باب: پانی کا مرد اور عورت کے درمیان بہنا

257 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سُوَاءَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ يَصُبُّ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ يَصُبُّهُ عَلَيْهِ

❁ بنوسواہ بن عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جو مرد اور عورت کے پانی بہانے کے بارے میں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ پانی مجھ پر انڈیل دیتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ اپنے اوپر انڈیلتے تھے۔

بَابٌ فِي مُؤَاكَلَةِ الْحَائِضِ وَمُجَامَعَتِهَا

باب: حیض والی خواتین کے ساتھ کھانا پینا اور ساتھ رہنا

258 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمُ الْمَرْأَةُ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ، وَلَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ، فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ) (البقرة: 222) قُلْ: هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرَ النِّكَاحِ. فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ، فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا، فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا، فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان کی کسی عورت کو حیض آجاتا' تو وہ اسے گھر سے نکال دیتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے نہیں تھے۔ اس کے ساتھ گھر میں نہیں رہتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

''لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم یہ فرمادو! یہ گندگی ہے اور حیض کے دوران خواتین سے (جنسی طور پر) الگ رہو''۔ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان خواتین کے ساتھ گھروں میں رہو اور صحبت کرنے کے علاوہ سب کچھ کرو۔ اس پر یہودیوں نے کہا: یہ صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہر معاملے میں ہماری مخالفت کریں۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہودیوں نے یہ بات کہی ہے' تو کیا ہم ان خواتین کے ساتھ حیض کے دوران صحبت بھی نہ کرلیا کریں' تو نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہوگیا۔ یہاں تک ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ ان دونوں حضرات پر ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ یہ حضرات تشریف لے گئے' پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دودھ کا تحفہ آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں حضرات کو بلایا اور وہ دودھ ان دونوں کو پلایا۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ ان پر (زیادہ) ناراض نہیں ہوئے ہیں۔

259 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرَّقُ الْعَظْمَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَأُعْطِيهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ

فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي فِيهِ وَضَعْتُهُ، وَأَشْرَبُ الشَّرَابَ فَأُنَاوِلُهُ فَيَضَعُ فَمَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي كُنْتُ أَشْرَبُ مِنْهُ

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (بعض اوقات) میں حیض کی حالت میں کوئی ہڈی نوچ کر کھاتی تھی' پھر میں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ مبارک اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا ہوتا تھا' اور میں کوئی مشروب پیتی تھی اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھاتی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا۔

260 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي فَيَقْرَأُ وَأَنَا حَائِضٌ

❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ کر تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

حیض کے معنی ومفہوم واحکام کا بیان

لغت میں "حیض" کے معنی "جاری ہونا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری اور ولادت کے جاری ہوتا ہے اور جسے عرف عام میں "ماہواری" یا ایام بھی کہتے ہیں۔اسی طرح رحم عورت سے جو خون کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے اسے استحاضہ اور جو خون ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے اسے "نفاس" کہتے ہیں۔حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے لہٰذا اس مدت میں خون خالص سفیدی کے علاوہ جس رنگ میں بھی آئے وہ حیض کا خون شمار ہوگا یعنی حیض کے خون کا رنگ سرخ بھی ہوتا ہے اور سیاہ وسبز بھی، نیز زرد اور مٹی کے رنگ جیسا بھی حیض کے خون کا رنگ ہوتا ہے۔ایام حیض میں نماز، روزہ نہ کرنا چاہئے البتہ ایام گزر جانے کے بعد روزے تو قضاء ادا کئے جائیں گے مگر نماز کی قضا نہیں ہوگی۔مناسب ہے کہ اس موقعہ پر حیض کے کچھ مسائل واحکام ذکر کر دیئے جائیں۔

(۱) اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد خون دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے شمار ہوگا جب سے وہ بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ عورت سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی۔

(۲) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانوں کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے۔

(۳) حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو تو اس کو ایک ایک لفظ رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا جائز ہے۔ ہاں پوری آیت ایک دم پڑھ لینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔

259- اسناده صحيح. مسعر: هو ابن كدام، وشريح: هو ابن هانء الحارثي الكوفي. واخرجه مسلم (300)، والنسائي في "الكبرى" (61)، وابن ماجه (643) من طرق عن المقدام بن شريح، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24328)، و"صحيح ابن حبان" (1360) و (1361).

(٤) حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا، اس کا استعمال کیا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانوں کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف وزانوں کے درمیان کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض والی عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

(٥) جس عورت کا حیض دس دن اور دس راتیں آ کر بند ہوا ہو تو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو تو اگر اس کی عادت سے بھی کم آ کر بند ہوا ہے تو اس سے جماع جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اور عادت کے موافق اگر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بغیر غسل کے بھی جائز ہوگا۔ نماز کے وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر شروع وقت میں خون بند ہوا تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر آخر وقت میں خون بند ہوا تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اور اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں دوسری نماز کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے۔ یہی حکم نفاس کا ہے کہ اگر چالیس دن آ کر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان کے سب صورتوں میں مستحب ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔

(٦) جس عورت کا خون دس دن اور راتوں سے کم آ کر بند ہوا اور عادت مقرر ہو جانے کی شکل میں عادت سے بھی کم ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اس خیال سے کہ شاید پھر خون آ جائے مثلاً عشاء کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشاء کے آخر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہئے اور جس عورت کا حیض دس دن یا عادت مقرر ہونے کی شکل میں عادت کے موافق آ کر بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

(٧) اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس سے خون آ جائے تو وہ حیض نہیں مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو تو اس کے حیض کے پانچ دن کے بعد کسی دوا کے استعمال سے خون آ جائے تو وہ حیض نہیں۔

(٨) اگر کسی عادت والی عورت کو خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اس کو یہ یاد نہ رہے کہ مجھے کتنے دن حیض آتا تھا یا پھر یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا۔ یا دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانے کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانے کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اگر اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنی چاہئے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض رفع ہو جائے روزہ کی قضاء ادا کرنی ہوگی اور اگر اس کو شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانے کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت پر شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونے کا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھ لے۔

بَابٌ فِي الْحَائِضِ تُنَاوِلُ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: حیض والی عورت کا مسجد میں سے کوئی چیز پکڑانا

261 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: نماز کی جگہ سے چٹائی مجھے پکڑاؤ، میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہالیا کرتے تھے۔ (اور بعض اوقات) میں ایام سے ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (تہ بند باندھنے کے واسطے) ارشاد فرماتے جب میں تہبند باندھ لیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے (ناف کے اوپر اوپر) اپنے بدن کو لگا کر لیٹ جایا کرتے تھے اور (بعض مرتبہ) آپ اعتکاف میں ہوتے اور اپنا سر مبارک (مسجد سے) باہر نکال دیتے تو میں اپنے ایام کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھویا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 513)

حیض والی عورت سے انتفاع سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

عرب کے قاعدے اور معمول کے مطابق ایک بڑا برتن جو طشت کی قسم کا ہوتا تھا پانی سے بھرا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رکھا ہوتا اور یہ دونوں اس میں سے چلو بھر بھر کر نہاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے سے فائدہ اٹھانا جو ناف کے نیچے اور زانو کے اوپر ہوتا ہے حرام ہے۔ یعنی وہاں ہاتھ لگانا اور جماع کرنا ممنوع ہے چنانچہ اس کی وضاحت دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ امام محمد، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما اور بعض شوافع حضرات کا مسلک یہ ہے کہ حائضہ عورت سے صرف وطی یعنی شرمگاہ میں دخول کرنا حرام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنے سر مبارک اسی دروازے سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو دیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اپنے جسم کے کسی حصے کو مسجد سے باہر نکالے تو اس

261- اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير. والاعمش: هو سليمان بن مهران. والقاسم: هو ابن محمد بن ابى بكر. واخرجه مسلم (298)، والترمذى (134)، والنسائى فى "الكبرى" (262) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (298) من طريقين عن ثابت بن عبيد، به. وهو فى "مسند احمد" (24184)، و"صحيح ابن حبان" (1357) و (1358). واخرجه ابن ماجه (632) من طريق البهى، عن عائشة

سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ

باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہیں کرے گی

262 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ: أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ لَقَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي، وَلَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ

❁❁ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا حیض والی عورت نماز کی قضا کرے گی' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم حروریہ ہو؟ ہم خواتین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں حیض سے ہوتی تھیں ہم قضا نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی ہمیں قضا کا حکم دیا گیا تھا۔

263 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ فِيهِ: فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اور اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا تھا نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا تھا''۔

بَابٌ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ

باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کرنا

264 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا الرِّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ قَالَ: دِينَارٌ أَوْ نِصْفُ دِينَارٍ، وَرُبَّمَا لَمْ يَرْفَعْهُ شُعْبَةُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایسے شخص کے بارے میں نقل کرتے ہیں: جو اپنی حیض والی بیوی کے ساتھ صحبت کر لیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) صحیح روایت اس طرح ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک دینار یا نصف دینار''۔

لیکن بعض اوقات شعبہ نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

265 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ فَدِينَارٌ، وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنِصْفُ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ مِقْسَمٍ

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آدمی حیض کے ابتدائی دنوں میں بیوی کے ساتھ صحبت کرے تو ایک دینار کی ادائیگی لازم ہوگی اور جب خون رُک جانے کے بعد صحبت کرے تو نصف دینار کی ادائیگی لازم ہوگی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن جریج نے عبدالکریم کے حوالے سے مقسم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

266 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ خُصَيْفٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ بَذِيمَةَ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا. وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آمُرُهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمُسَيْ دِينَارٍ، وَهَذَا مُعْضَلٌ

❁❁ حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہو تو اس شخص کو نصف دینار صدقہ کرنا چاہئے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) علی بن بذیمہ نے مقسم کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اسی طرح مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک دینار کے دو پانچویں حصے صدقہ کرے یہ روایت معضل ہے۔

شرح

اس میں چودہ مسائل ہیں: مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) طبری نے سدی سے ذکر کیا ہے کہ سائل حضرت ثابت بن دحداح ہیں۔ اور یہ قول بھی ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور سوال کے سبب کے بارے میں حضرت قتادہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے عرب لوگ حیض والی عورتوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے اجتناب کرنے میں بنی اسرائیل کے طریقے پر چلتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت مجاہد نے کہا ہے: وہ حالت حیض میں عورتوں سے دور رہتے تھے اور وہ زمانہ حیض کی مدت ان کی دبروں میں وطی کرتے تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تھی تو وہ گھروں میں نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مجامعت کرتے تھے، پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض۔ الی آخر الآیہ۔ اور رسول اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: اصنعوا کل شئی الا النکاح۔ (تم ان کے ساتھ وطی کے سوا ہر معاملہ کرو) یہ خبر یہودیوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ آدمی ہمارے امور میں سے کسی شے کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا مگر اس نے ہر معاملے میں ہماری مخالفت کی ہے۔ پس حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ دونوں آئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ یہودی اس اس طرح کہہ رہے ہیں کیا ہم ان (عورتوں) سے جماع نہ کیا کریں؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں پر غصے اور ناراض ہوں گے، پس وہ دونوں نکل گئے اور پھر ان دونوں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ان کے پیچھے بھیج دیا اور ان دونوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور انہیں پہچان ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض نہیں،

ہمارے علماء نے کہا ہے: یہودی اور مجوسی حیض والی عورتوں سے دور رہتے تھے اور عیسائی حیض والی عورتوں سے مجامعت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان کا قصد کرتے ہوئے یہ حکم ارشاد فرمایا:

مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: (آیت) عن المحیض، المحیض سے مراد حیض ہے اور یہ مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے: حاضت المراۃ حیضا ومحاضا ومحیضا فھی حائض اور یہ حائضۃ بھی ہے۔ فراء نے ایک شعر میں کہا ہے:

کحائضۃ یزنی بھا غیر طاھر۔ (جیسا کہ حیض والی عورت اس سے ناپاک حالت میں زنا کیا جاتا ہے)

اور (کہا جاتا ہے) نساء حیض وحوائض۔ اور الحیضۃ کا معنی ہے: ایک بار۔ اور الحیضۃ کسرہ کے ساتھ اسم ہے اور جمع الحیض ہے اور الحیضۃ کا معنی وہ کپڑے کا ٹکڑا بھی ہے جس کے ساتھ عورت اپنی فرج کو (حیض آنے کے وقت) باندھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: لیتنی کنت حیضۃ ملقاۃ (۱) (مصنف عبدالرزاق، ۲۰۶۱۶) (اے کاش، میں وہ کپڑے کا ٹکڑا ہوتی جسے پھینک دیا جاتا ہے) اسی طرح المحیضۃ ہے اور اس کی جمع المحائض ہے۔ اور یہ قول بھی ہے کہ المحیض زمان ومکان سے عبارت ہے اور نفس حیض کو بھی محیض کہا جاتا ہے، یہ زمان ومکان میں اصل ہے اور حیض کے معنی میں مجاز ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے: المحیض حیض کا اسم (نام) ہے اور اسی کی مثل رؤبہ کا نیش کے بارے قول ہے۔

الیک اشکو شدۃ المعیش ومر اعوام نتفن ریشو

میں زندگی کی تنگی اور شدت کی تیرے پاس شکایت کر رہا ہوں اور سال ہا سال گزر گئے، انہوں نے میرے بال و پر اکھیڑ دیئے۔

اور کلمہ کی اصل سیلان (بہہ پڑنا) اور انفجار (پھوٹ پڑنا) سے ہے۔ کہا جاتا ہے: حاض السیل وفاض سیلاب پھوٹ پڑا اور بہہ گیا اور حاضت الشجرۃ یعنی درخت کی رطوبت ظاہر ہوگئی بہہ گئی۔

اور اسی طرح الحیض بمعنی الحوض ہے، کیونکہ پانی اس کی طرف بہتا ہے اور عرب یاء کی جگہ واو اور واو کی جگہ یاء داخل کرتے

رہتے ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی چیز سے ہیں۔

ابن عرفہ نے کہا ہے: المحیض اور الحیض کا معنی اس کے محل کی طرف خون کا جمع ہونا ہے اور اسی سبب سے حوض کو بھی یہ نام دیا گیا ہے کیونکہ اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: حاضت المراۃ وتحیضت، ودرست وعرکت، وطمثت، تحیض حیضا ومحاضا ومحیضا، جبکہ معلوم اوقات میں عورت کا خون بہہ پڑے۔ اور جب وہ غیر معلوم ایام میں جاری ہو اور حیض کی رگ کے سوا کہیں اور سے آئے تو پھر تو کہے گا: استحیضت فھی مستحاضۃ کہ عورت مستحاضہ ہو گئی۔

حائض کے آٹھ اسماء کا بیان

ابن عربی نے کہا ہے۔ اور اس کی آٹھ اسماء ہیں۔

(۱) حائض۔ (۲) عارک۔ (۳) فارک۔ (۴) طامس۔ (۵) دارس۔ (۶) کابر۔ (۷) ضاحک۔ (۸) طامث۔

حضرت مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) فضحکت۔ کا معنی بیان کیا ہے: حاضت، پس وہ حائضہ ہو گئی اور قول باری تعالیٰ (آیت) فلما راینہ اکبرنہ۔ یعنی حضن (پس جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ حائضہ ہو گئیں۔) اس کی تفصیل اپنے محل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر: (۳) اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کے لئے اپنی فرج سے ظاہر بہنے والا خون دیکھنے کی حالت میں تین احکام ہیں۔ پس ان میں سے حیض معروف ہے اور خون حیض سیاہ گاڑھا ہو اس پر سرخی غالب ہو اور یہ کہ عورت اس کی وجہ سے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ترک کر دے گی۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کبھی یہ خون متصل (مسلسل) آتا ہے اور کبھی منقطع ہوتا ہے۔ (یعنی ایک دو دن کے وقفے سے آتا ہے) پس اگر یہ متصل جاری رہے تو اس کے لئے حکم ثابت ہوگا اور اگر منقطع ہو اور عورت ایک دن خون دیکھے اور ایک دن طہر یا دو دن خون دیکھے اور دو دن یا ایک دن طہر تو بلا شبہ وہ خون کے دنوں میں نماز چھوڑ دے گی اور اس کے انقطاع کے وقت غسل کرے گی اور نماز پڑھ لے گی، پھر وہ خون کے ایام کو اکٹھا کرے گی اور درمیان میں آنے والے ایام طہر کو لغو چھوڑ دے گی اور وہ انہیں عدت اور استبرا کی صورت میں طہر شمار نہیں کرے گی۔ حیض عورتوں کی فطرت میں ہے اور ان کی معروف طبعی عادت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: ترک الحائض الصوم، حدیث نمبر: ۲۹۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لائے اور آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے عورتوں کے گروہ ! تم صدقہ کرو کیونکہ اہل نار میں سے اکثر تم مجھے دکھائی گئی ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: کیوں یا رسول اللہ ! ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم سے بڑھ کر ناقصات عقل و دین کسی کو نہیں دیکھا جو ایک محتاط آدمی کی عقل و فہم کو ختم کر دے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ عقل و دین کے اعتبار سے ہم میں کون سی کمی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی شہادت آدمی کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں، کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ ان کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے اور کہا: جب وہ حائضہ ہو جائے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، کیا اسی طرح نہیں ہے؟ انہوں

نے عرض کی: ہاں، یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ان کے دین کی کمی کی وجہ سے ہے۔۔
اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔
حضرت معاذہ کی حدیث ہے انہوں نے کہا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور کہا: حیض والی عورت کو کیا ہے کہ وہ روزے کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں کرتی؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تو حروریہ ؟)) (حروریہ خوارج کا ایک گروہ ہے اور یہ کوفہ کے قریب ایک گاوں حروراء کی طرف منسوب ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، ان کے نزدیک دین میں شدت اور سختی ہے جیسا کہ معروف ہے۔) ہے؟ میں نے کہا: میں حروریہ تو نہیں۔ البتہ میں پوچھ رہی ہوں، تو پھر انہوں نے فرمایا: چونکہ وہ ہمیں لاحق ہوتا رہتا ہے اس لئے ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا اسے مسلم نے روایت کیا ہے (۱) (بخاری شریف: باب: لاتقض الحائض الصلوۃ، حدیث نمبر: ۳۱۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور جب عورت کا خون ختم ہو جائے تو اس کے لئے اس سے پاکیزگی اور طہارت غسل ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔
مسئلہ نمبر: (۴) علماء نے حیض کی مقدار میں اختلاف کیا ہے:
فقہائے مدینہ نے کہا ہے: بلاشبہ حیض پندرہ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا اور یہ جائز ہے کہ وہ پندرہ دن اور اس سے کچھ کم ہو اور جو پندرہ دنوں سے زیادہ ہو گا وہ حیض نہ ہو گا بلکہ وہ استحاضہ ہے۔ یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا ہے۔
اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ حیض کے قلیل ہونے اور کثیر ہونے کا کوئی وقت نہیں مگر وہی جو عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ (یعنی ان کی عادت ہوتی ہے) گویا آپ نے اپنا پہلا قول چھوڑ دیا ہے اور عورتوں کی عادت کی طرف رجوع کر لیا ہے۔
محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کم سے کم طہر پندرہ دن ہے، بغداد کے رہنے والے اکثر اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اختیار کیا ہے اور یہی امام شافعی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم ان دونوں کے اصحاب اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ اور اس باب میں صحیح قول یہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورتوں کی عدت تین حیض مقرر کی ہے اور جنہیں بڑھاپے یا صغر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے، گویا کہ ہر حیض کے دن زیادہ ہوں گے تو طہر کے دن کم ہوں گے۔ پس جب حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہو تو واجب ہے کہ اس کے مقابلے میں کم سے کم طہر کی مدت پندرہ دن ہو۔ تاکہ ایک مہینے میں حیض اور طہر دونوں مکمل ہو جائیں اور قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ عورتوں کی خلقت اور ان کی فطرت میں اغلباً یہی متعارف ہے۔
اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کم سے کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی اکثر مدت پندرہ دن ہے اور ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مثل بھی مروی ہے کہ اسے عورتوں کے عرف اور عادت کی طرف لوٹا دیا گیا ہے۔
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک جو خون تین دنوں سے کم ہو گا وہ استحاضہ ہو گا، یہ نماز کے مانع نہیں ہوتا مگر جب کہ یہ پہلی بار ظاہر ہو، کیونکہ اس کی انتہائی مدت معلوم نہیں ہوتی، پھر عورت پر ان اوقات کی نماز قضا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح وہ خون جو

دس دنوں سے زیادہ ہو (وہ بھی) اہل کوفہ کے نزدیک استحاضہ ہے۔ اور اہل حجاز کے نزدیک جو پندرہ دنوں سے زائد ہوگا وہ دم استحاضہ ہوگا اور جو ایک دن اور ایک رات سے کم وہ گا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ استحاضہ ہوگا اور یہی قول امام اوزاعی اور طبری کا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے ان میں سے حضرت عطا بن ابی رباح، حضرت ابو ثور اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

امام اوزاعی نے کہا ہے: ہمارے پاس ایک عورت صبح کے وقت حائضہ ہوتی ہے اور شام کے وقت پاک ہو جاتی ہے۔

حیض کی اکثر اور اقل مدت، طہر کی اقل مدت، احتیاط اور اس کی حجت کے بارے میں ہم نے اس باب میں وہی کچھ ذکر کیا ہے جسے علماء نے اپنایا ہے۔

پس المقتبس فی شرح موطا مالک بن انس میں ہے کہ اگر کسی عورت کو پہلی بار حیض آئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جو خون وہ پہلی بار دیکھے گی وہ پندرہ دن تک بیٹھی رہے گی پھر وہ غسل کرے گی اور چودہ دن کی نماز لوٹائے گی۔

اور امام مالک نے کہا ہے: وہ نماز قضا نہیں کرے گی اور اس کے خاوند کو اس سے روکا جائے گا۔ علی بن زیاد نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کی مقدار بیٹھی رہے گی اور یہی قول حضرت عطا اور ثوری وغیرہما کا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ ایک دن اور ایک رات بیٹھے گی، پھر وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی اور اس کا خاوند اس کے پاس نہ آئے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ دس دن نماز چھوڑے رکھے گی، پھر غسل کرے گی اور بیس دن تک نماز پڑھتی رہے گی، پھر بیس دنوں کے بعد دس دن کے لئے نماز چھوڑ دے گی، پس اس کی یہی حالت جاری رہے گی یہاں تک کہ اس سے خون ختم ہو جائے، رہی وہ عورت جس کے دن معلوم ہوں تو وہ ایام معلومہ کے مطابق تین دنوں تک احتیاط کرے گی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: جب تک وہ پندرہ دنوں سے تجاوز نہ کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب اس کے دن گزر جائیں تو بغیر کسی احتیاط کے وہ غسل کرے گی۔

خون میں سے دوسرا دم نفاس ہے جو ولادت کے وقت ظاہر ہوتا ہے: علماء کے نزدیک اس کے لئے بھی معلوم حد ہے اور اس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔

پس کہا گیا ہے کہ وہ دو مہینے ہیں، یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے: وہ چالیس دن ہیں۔ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ان کے علاوہ بھی قول کیے گئے ہیں۔

اور اس سے طہارت اس کے ختم ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے اور اس کا غسل غسل جنابت کی طرح ہے۔ قاضی ابو محمد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حیض اور نفاس کا خون گیارہ چیزوں سے روکتا ہے اور وہ نماز کا واجب ہونا، اسے پڑھنا، صحیح ہونا، روزہ رکھنا نہ کہ اس کا واجب ہونا، (یعنی روزے کا وجوب برقرار رہتا ہے لیکن اسے عملاً رکھنا موخر ہو جاتا ہے) اور فرق کا فائدہ یہ ہے کہ روزے کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا لازم نہیں۔ فرج اور اس کے سوا میں جماع کرنا، عدت، طلاق، طواف، قرآن کریم کو مس کرنا، مسجد میں داخل ہونا، اس میں اعتکاف کرنا، اور قرآن کی قرات میں دو روایتیں ہیں۔

اور تیسری قسم کا خون وہ ہے جو نہ عورتوں کی عادت ہے اور نہ ان کی طبع اور خلقت میں داخل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک رگ ہے جو کٹ جاتی ہے اور اس سے سرخ رنگ کا خون بہتا ہے اور یہ خون منقطع نہیں ہوتا مگر تبھی جبکہ وہ تندرست اور مندمل ہو جائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ عورت اس کی موجودگی میں بھی پاک ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے نماز، روزے سے مانع نہیں ہوتا، اس پر علماء کا اجماع ہے اور آثار مرفوعہ کا اتفاق ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ یہ رگ کا خون ہے، خون حیض نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: الاستحاضۃ، حدیث نمبر: ۲۹۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ وہ رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں ہے، جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب اس کی مقدار (دن) گزر جائیں تو تو اپنے آپ سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ لے۔ یہ حدیث اپنے صحیح ہونے اور اپنے الفاظ قلیل ہونے کے ساتھ ساتھ حائضہ اور مستحاضہ کے احکام تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ اس باب میں جو روایات ہیں یہ حدیث ان سے زیادہ صحیح ہے اور یہ حدیث اس کا رد کرتی ہے جو عقبہ بن عامر اور مکحول سے مروی ہے کہ حیض والی عورت ہر نماز کے وقت غسل کرے گی اور وضو کرے گی اور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے قبلہ شریف کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس میں ہے کہ حائضہ عورت نماز نہیں پڑھے گی اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے سوائے خوارج کے ایک گروہ کے کہ وہ کہتے ہیں: حیض والی عورت پر نماز ہے۔ اور اس حدیث میں اس پر بھی دلیل موجود ہے کہ مستحاضہ عورت پر سوائے اس غسل کے جو وہ انقطاع حیض کے وقت کرتی ہے اور کوئی غسل لازم نہیں، اگر اس کے علاوہ بھی غسل اس پر لازم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے اسے حکم ارشاد فرما دیتے اور اس میں ان کے قول کا بھی رد ہے جن کا خیال ہے کہ اس پر ہر نماز کے لئے غسل لازم ہے اور ان کے قول کا بھی جن کا خیال یہ ہے کہ وہ دن کی دو نمازوں کو ایک غسل کے ساتھ جمع کر لے اور رات کی دو نمازوں کے لئے ایک غسل کر لے اور وہ صبح کی نماز کے لئے علیحدہ غسل کرے اور ان کے قول کا جنہوں نے کہا: وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی شے کا حکم اسے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور اس میں اس کے قول کا بھی رد ہے جس نے انتظار واحتیاط کی بات کی ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے (فاطمہ کو) یہ حکم دیا کہ جب تجھے یقین ہو جائے کہ حیض ختم ہو چکا ہے تو تو غسل کر لے اور نماز پڑھ لے، آپ نے اسے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حیض آنے یا نہ آنے کے انتظار میں تین دن تک نماز چھوڑے رکھے اور احتیاط نماز پڑھنے میں ہوتی ہے نہ کہ اسے چھوڑنے میں۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) قل ھو اذی۔ یعنی یہ وہ شے ہے جس کے سبب عورت اور اس کے سوا مرد کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے یعنی خون حیض کی بدبو کے سبب۔ اور الاذی قذر اور نجاست سے کنایہ ہے۔ اور اس کا اطلاق قول مکروہ پر بھی ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی۔ (البقرۃ: ۲۶۴) ترجمہ: مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور

دکھ پہنچا کر۔
یعنی اس مکروہ اور ناپسندیدہ قول کے ساتھ جو تم اسے سناتے ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔
(آیت) ودع اذھم۔ (الاحزاب:۴۸) ترجمہ: اور پرواہ نہ کرو ان کی اذیت رسانی کی۔
یعنی آپ منافقین کی اذیت رسانی کی پرواہ نہ کریں آپ انہیں جزا نہ دیں مگر یہ کہ ان میں امیر بنا دیں۔ اور حدیث طیبہ میں ہے: واميطوا عنه الاذى۔ (بخاری شریف: باب: اماطۃ الاذی عن الصبی فی العقیقۃ، حدیث نمبر:۵۰۴۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور اس سے اذیت کو دور کرو، اس میں الاذی سے مراد وہ بال ہیں جو پیدائش کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں اور ساتویں دن اس سے مونڈ دیے جاتے ہیں اور یہی عقیقہ ہے اور حدیث ایمان میں ہے: وادناها اماطة الاذى عن الطريق۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو۔ یعنی کانٹے، پتھر اور ان کی طرح کی دیگر چیزیں جن سے گزرنے والا کسی تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور رب کریم کا ارشاد:
(آیت) ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر۔ (النساء:۱۰۲) اس کا ذکر آگے آئے گا۔
مسئلہ نمبر: (۶) دم استحاضہ بہنے کے سبب جنہوں نے مستحاضہ عورت سے وطی کرنے سے منع کیا ہے انہوں نے استدلال کیا اور کہا: ہر خون تکلیف دہ (نجس) ہے، اسے کپڑے اور بدن سے دھونا واجب ہوتا ہے، پس دم حیض اور استحاضہ کے درمیان مباشرت کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ مکمل طور پر ناپاکی اور نجاست ہے۔ اور رہی نماز تو اس کی رخصت کے بارے حدیث طیبہ موجود ہے جیسا کہ سلس البول کی بیماری کی حالت میں نماز پڑھی جا سکتی ہے، یہ قول ابراہیم نخعی، سلیمان بن یسار، حکم بن عیینہ، عامر شعبی، ابن سیرین اور زہری کا ہے اور حسن کی جانب سے اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔
اور یہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ مستحاضہ کا خاوند اس کے ساتھ صحبت نہیں کرے گا اور اسی طرح ابن علیہ اور مغیرہ بن عبدالرحمن نے کہا ہے اور یہ اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ میں سے اعلیٰ ترین افراد میں سے ہیں اور ابو مصعب نے بھی یہی کہا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔
اور جمہور علماء نے کہا ہے: مستحاضہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے، نماز پڑھ سکتی ہے، طواف کعبہ کر سکتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے اور اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اہل فقہ وعلم نے اسی کا حکم دیا ہے، اگرچہ اس کا خون بہت زیادہ بھی ہو اور آپ سے اسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔
اور امام احمد فرماتے ہیں: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ خاوند اس سے وطی نہ کرے، البتہ اگر عرصہ طویل ہو جائے تو پھر وطی کر سکتا ہے۔
اور مستحاضہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ جماع کرے اگرچہ اس کا خون اس کی ایڑیوں پر بہہ رہا ہو۔
اور امام مالک نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ وہ رگ کا خون ہے وہ حیض نہیں ہے۔ پس جب وہ حیض نہیں ہے تو پھر کون سی شے ہے جو خاوند کو اس کے پاس جانے سے روک سکتی ہے حالانکہ وہ نماز بھی پڑھ رہی ہے۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مستحاضہ کے خون کے بارے میں یہ حکم فرمایا دیا ہے کہ وہ نماز کے مانع نہیں ہے اور وہ عورت اس حالت میں حائضہ کی عبادت کے کرسکتی ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے حیض کے احکام میں سے کسی شے کا حکم نہ لگایا جائے مگر وہی جس پر اجماع ہے (یعنی) تمام خونوں کی طرح اسے بھی دھونا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاعتزلوا النسآء فی المحیض۔ یعنی تم زمانہ حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، یہ تب ہے جبکہ محیض کو مصدر بنایا جائے یہ معنی یہ ہے کہ تم عورتوں سے علیحدہ رہو محل حیض میں جبکہ محیض کو اسم بنایا جائے اور اس نہی کا مقصود مجامعت ترک کرنا ہے۔

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کے بارے میں اور جو کچھ اس سے مباح سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبیدہ السلمانی سے مروی ہے کہ یہ واجب ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے بستر سے علیحدہ رہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ یہ قول شاذ ہے اور علماء کے قول سے خارج ہے۔ اگرچہ عموم آیت اس کا تقاضا کرتی ہے لیکن سنت ثابتہ اس کے خلاف ہے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت ام میمونہ رحمۃ اللہ علیہم اس پر آگاہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کر رہے ہو۔

اور امام مالک، شافعی، اوزاعی، ابوحنیفہ، ابو یوسف اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: مرد کے لئے عورت کے اس حصے سے استمتاع جائز ہے جو ازار کے اوپر ہے، کیونکہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے پوچھا تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا: (سائل نے کہا) کیا حالت حیض میں میری میرے لئے حلال ہوتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ وہ اپنی ازار (چادر) مضبوطی کے ساتھ باندھ لے تو پھر اس کے لئے اوپر سے وہ تیرے لئے مباح ہے۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہم حالت حیض میں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا: اپنی چادر کو مضبوط باندھ لے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آ۔

(بخاری شریف۔ باب: من سمی النفاس حیضا والحیض نفاس، حدیث نمبر: ۲۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

حائض سے جماع کرنے والے پر کفارے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو حالت حیض میں عورت کے ساتھ مجامعت کرتا ہے کہ اس پر کیا ہوگا؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور مزید اس پر کوئی شے لازم نہیں، یہی قول ربیعہ اور یحیی بن سعید کا ہے اور اسی طرح داؤد نے بھی کہا ہے اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ نصف دینار صدقہ کرے گا۔ (۱) (بخاری شریف۔ باب: فی کفارۃ من ۔۔۔۔ حائضا، حدیث نمبر: ۱۸۵۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: عبدالحمید کی حدیث کتنی اچھی ہے کہ وہ مقسم کے واسطہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے گا۔ اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: اسی طرح صحیح روایت ہے۔ فرمایا: نصف دینار۔ علامہ طبری نے اسے مستحب قرار دیا ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کوئی شے نہ ہوگی اور بغداد میں امام شافعی کا یہی قول ہے۔

اور محدثین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے: اگر اس نے خون کی حالت میں وطی کی تو اس پر دینار ہوگا اور اگر اس نے خون کے انقطاع کی حالت میں وطی کی تو اس کے لئے نصف دینار ہوگا۔

اور امام اوزاعی نے کہا ہے: جس نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں وطی کی وہ ایک دینار کے دو خمس صدقہ کرے۔ ان تمام کی اسناد سنن ابی داؤد اور دار قطنی وغیرہ میں ہیں۔

اور کتاب ترمذی (۲) (جامع ترمذی: باب: ماجاء فی الکفارۃ فی ذالک، حدیث نمبر: ۱۲۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے: جب خون سرخ ہو تو ایک دینار ہوگا اور خون کا رنگ زرد ہو تو نصف دینار ہوگا۔

ابو عمر نے کہا ہے: ان کی دلیل جنہوں نے استغفار اور توبہ کے سوا ایسے آدمی پر کوئی کفارہ واجب نہیں کیا اس حدیث کا مضطرب ہونا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کی مثل حدیث حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ فی الاصل ہر کوئی ذمہ داری سے بری ہے اور یہ واجب نہیں کہ اس میں کسی مسکین اور کسی دوسرے کے لئے کوئی شے ثابت ہو مگر کسی دلیل کے ساتھ جس میں نہ کوئی رد ہو اور نہ اس پر طعن ہو اور یہ اس مسئلہ میں معدوم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) ولا تقربوھن حتی یطھرن۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے: میں نے علامہ الشاشی سے مجلس النظر میں سنا ہے وہ فرماتے ہیں: جب کہا جائے لاتقرب یعنی راء کے فتحہ کے ساتھ تو اس کا معنی ہے تو کام میں مشغول نہ ہو اور اگر راء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے تو اس کے قریب نہ ہو۔

نافع، ابو عمرو، ابن کثیر، ابن عامر اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے اس روایت میں جو حفص نے ان سے نقل کی ہے یطھرن طا کے سکون اور ہا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور حمزہ، کسائی اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے ابو بکر اور مفضل کی روایت میں یطّھّرن یعنی طا اور ہا دونوں کو شد اور فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اور حضرت ابی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مصحف میں یتطھرن ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مصحف میں 'ولا تقربوا النساء فی محیضھن واعتزلوھن حتی یتطھرن ہے۔ اور علامہ طبری نے طا کی تشدید والی قراءت ترجیح دی ہے۔ اور کہا ہے: یہ بمعنی یغتسلن ہے، کیونکہ اس پر تمام کا اجماع ہے کہ آدمی پر حرام ہے کہ وہ اپنی زوجہ کا خون ختم ہونے کے بعد اس کے پاک ہونے سے پہلے اس کے قریب جائے۔ انہوں نے کہا: بلاشبہ طہر میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے، تو ایک گروہ نے کہا ہے کہ طہر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، اور ایک قوم نے کہا ہے: کہ اس سے مراد نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا ہے اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے مراد شرمگاہ کو دھونا ہے۔ اور اسے اپنے خاوند کے لئے حلال کر دے گا اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا۔

اور ابو علی فارسی نے طا کی تخفیف والی قراءت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ ثلاثی ہے اور طمث کی ضد ہے اور یہ بھی ثلاثی ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۰) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاذا تطھرن۔ یعنی جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں، یہی موقف امام مالک اور جمہور علماء کا ہے اور بلاشبہ وہ طہارت جس کے سبب حائضہ عورت سے جماع حلال ہو جاتا ہے جب اس کا خون ختم ہو جائے

وہ اس کا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا ہے جیسا کہ جنبی کی طہارت (پانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے) اور تیمم یا کوئی اور اس کی جانب سے جائز نہ ہوگا۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن مسلمہ، اہل مدینہ اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا ہے۔ اور یحییٰ بن بکیر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے: جب حیض والی عورت پاک ہو جائے۔ (یعنی اس کا خون ختم ہو جائے) اور اس نے ایسی جگہ تیمم کر لیا جہاں پانی نہ ہو تو وہ اپنے خاوند کے لئے حلال ہوگئی اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا ہو۔

حضرت مجاہد، عکرمہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: خون کا منقطع ہونا ہی اسے زوج کے لئے حلال کر دیتا ہے لیکن اسے وضو کر لینا چاہیے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: اگر اس کا خون دس دن گزرنے کے بعد ختم ہوا تو آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ غسل سے پہلے اس سے وطی کرلے اور اگر خون کا انقطاع دس دنوں سے پہلے پہلے ہو گیا تو پھر جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یا اس پر نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ یہ ایسا فیصلہ ہے جس کی کوئی وجہ اور علت نہیں، تحقیق انہوں نے حائضہ عورت کے لئے اس کا خون منقطع ہونے کے بعد اس طرح فیصلہ کیا ہے جو عدت میں محبوس ہو۔ اور انہوں نے اس کے خاوند کو کہا: عورت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کرلے، پس ان کے اس قول کے قیاس کی بنا پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے وطی کی جائے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے یہ اہل مدینہ کے ساتھ موافقت ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس میں حکم کو دو شرطوں پر معلق کیا ہے: ان میں سے ایک خون کا منقطع ہونا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) حتی یطھرن اور دوسرا پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) فاذا تطھرن یعنی جب وہ پانی کے ساتھ غسل کرلیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

(آیت) وابتلوا الیتٰمی حتّٰی اذا بلغوا النکاح۔ الآیہ (النساء: ۶) ترجمہ: اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ پہنچ جائیں نکاح (کی عمر کو)۔

اس میں بھی حکم دو شرطوں پر معلق ہے اور حکم مال دینے کا جواز ہے۔ دو شرطوں میں سے ایک مکلف کا نکاح کی عمر کو پہنچنا ہے اور دوسرا دانائی کا محسوس کرنا ہے، اسی طرح مطلقہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (البقرۃ: ۲۳۰) ترجمہ: تو وہ حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند کے ساتھ۔

پھر عسیلہ کی شرط (مراد جماع ہے) کے بارے حدیث پاک موجود ہے۔ پس حلالہ بھی مجموعی طور پر دو امروں پر موقوف ہوا اور وہ نکاح کا انعقاد اور وطی کا پایا جانا ہے۔

(بخاری شریف: باب: من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح، حدیث نمبر: ۴۸۵۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: بے شک آیت کا معنی ہے: شرط میں غایت وہی ہے جو اس سے پہلی غایت میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) حتی یطھرن۔ یعنی مخفف بعینہ یطھرن۔ مشدد کے معنی میں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں دو لغتوں کو جمع کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(آیت) فیه رجال یحبون ان یتطهروا، والله یحب المطهرین۔(التوبہ)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے)

کمیت نے کہا ہے: وما کانت الانصار فیها اذلة ولا غیبا فیها اذا الناس غیب۔

اور یہ بھی کہ دو قراتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان دونوں کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ معنی پر محمول کرتے ہیں پس ہم مخفف کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو جائے، تو ہم اس کے ساتھ وطی کی اجازت نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ غسل کرلے، کیونکہ آدمی خون کے دوبارہ لوٹ آنے سے محفوظ اور امن میں نہیں ہوتا اور ہم دوسری قراءت کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون اکثر مدت پر جا کر ختم ہو تو اس صورت میں اس کے ساتھ وطی جائز ہوتی ہے اگرچہ وہ غسل نہ بھی کرے۔

حضرت ابن عربی نے کہا ہے: ان کے دلائل میں سے یہ قوی ترین ہے۔ پس پہلے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ وہ فصحاء کے کلام میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بلغاء کی زبان ہے، کیونکہ وہ تعداد میں تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور جب لفظ کو ایک الگ فائدہ پر محمول کرنا ممکن ہو تو اسے لوگوں کے کلام میں تکرار پر محمول نہیں کیا جاتا، تو پھر علیم حکیم رب کریم کے کلام میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور دوسرے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ معنی پر محمول ہے، تو پھر ان پر لازم ہے کہ جب خون منقطع ہو جائے تو وہ اس کے لئے غسل سے پہلے رجعت کی صورت میں حیض کا حکم نہ لگائیں اور وہ اس طرح نہیں کہتے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ عورت جب حائضہ ہے تو حیض والی عورت کے ساتھ وطی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوتا اور یہ بھی جو انہوں نے کہا ہے وہ اکثر مدت پر انقطاع دم اباحت وطی کا تقاضا کرتا ہے اور جو ہم نے کہا ہے وہ ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور جب ایسی دو دلیلوں کے درمیان تعارض آجائے جن میں سے ایک نہی کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو ان دونوں کے باعث اور سبب کو غلبہ دیا جائے گا (پس) نہی کے سبب کو غلبہ دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ ۔ بلک یمین کی حیثیت سے دو بہنوں کو جمع کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ ایک آیت نے دونوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اور دوسری نے دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور تحریم اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) ہمارے علماء نے کتابیہ عورت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسے غسل کرنے پر مجبور کیا جائے گا یا نہیں، تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قاسم کی روایت میں کیا ہے: ہاں تا کہ خاوند کے لئے اس کے ساتھ وطی حلال ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) ولا تقربوهن حتی یطهرن، فاذا تطهرن۔ آپ کہتے ہیں: جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرلیں اور یہ صرف مسلمان عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور اشہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اسے حیض کے سبب غسل پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن ان کن یؤمن بالله والیوم الاخر۔

(البقرۃ:۲۲۸)

ترجمہ: اور جائز نہیں ان کے لئے کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور روز آخرت پر۔

اور وہ حیض اور حمل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب صرف مومنہ عورتوں کو کیا ہے اور فرمایا ہے:

(آیت) لا اکراہ فی الدین۔

ترجمہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اور اسی طرح محمود بن عبد الحکم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱۲) حائضہ عورت کے غسل کا طریقہ وہی ہے جو اس کے غسل جنابت کا طریقہ ہے، اس پر اس میں اپنے بالوں کو کھولنا لازم نہیں ہے، اس لئے کہ مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے سر کی مینڈھیاں باندھے ہوئے ہوں کیا میں غسل جنابت کے لئے انہیں کھول دوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تیرے لئے اپنے سر پر تین بار پانی بہانا کافی ہوگا پھر تو اپنے سارے بدن پر پانی بہائے گی تو تو پاک ہو جائے گی۔ اور ایک روایت میں ہے: کیا میں۔ (سنن ابی داؤد باب: فی المراۃ ھل تنقض شعرھا عند الغسل، حدیث نمبر: ۲۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہیں حیض اور جنابت (کے غسل) کے لئے کھولوں گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ابوداؤد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے اور تو ہر چلو ڈالتے وقت اپنے سر کو خوب ملے گی۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاتوھن من حیث امرکم اللہ یعنی اور تم ان سے جماع کرو۔ یہ امر اباحت کے لئے ہے اور اتیان وطی سے کنایہ ہے اور یہ امر اسے مزید مضبوط اور قوی کرتا ہے جو کچھ ہم نے کہا ہے کہ تطہر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے صیغہ امر یقیناً اکمل وجہ پر ہی واقع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور من بمعنی فی ہے، یعنی تم اس محل میں جماع کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور قبل (فرج) ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) ارونی ماذا خلقوا من الارض۔ (فاطر: ۴۰)

ترجمہ: یعنی فی الارض (مجھے بھی تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انہوں نے بنایا ہے۔

اور یہ ارشاد بھی ہے: (آیت) اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ۔ (الجمعہ: ۹) یعنی فی الجمعۃ

ترجمہ: جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی ہے یعنی اس وجہ سے جس میں تمہیں اجازت دی گئی ہے، یعنی جب تم روزے، احرام اور اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، اصم نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عباس اور ابو رزین نے کہا ہے: (معنی ہے) طہر کی جانب سے نہ کہ حیض کی جانب سے اور ضحاک نے بھی یہی کہا ہے۔ اور محمد بن حنیفہ نے کہا ہے معنی ہے: من قبل الحلال لا من قبل الزنی یعنی حلال طریقے سے نہ کہ زنا کے طریقے سے۔

مسئلہ نمبر: (۱۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین۔ اس میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ مراد ہے گناہوں اور شرک سے توبہ کرنے والے اور المتطھرون یعنی جنابت اور حدث کے لاحق ہونے کے وقت پانی سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے والے۔ حضرت عطا وغیرہ نے یہی کہا ہے اور حضرت مجاہد نے کہا: التوابین سے مراد گناہوں سے

توبہ کرنے والے ہیں اور آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے: عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں جماع کرنے سے توبہ کرنے والے۔
(تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۲۲۲، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُونَ الْجِمَاعِ

باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کے علاوہ لذت حاصل کرنا

267 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ نُدْبَةَ مَوْلَاةِ مَيْمُونَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ إِلَى أَنْصَافِ الْفَخِذَيْنِ أَوِ الرُّكْبَتَيْنِ تَحْتَجِزُ بِهِ

❁❁ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی خاتون کے ساتھ مباشرت کر لیتے تھے حالانکہ وہ خاتون اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اس خاتون نے تہبند باندھا ہوا ہوتا تھا جو ان کے نصف زانوں تک یا گھٹنوں تک ہوتا تھا۔ وہ خاتون اسے اچھی طرح باندھ لیتی تھی۔

268 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَتَّزِرَ، ثُمَّ يُضَاجِعُهَا زَوْجُهَا وَقَالَ مَرَّةً: يُبَاشِرُهَا

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم (خواتین) کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب وہ حیض کی حالت میں ہو تو وہ تہبند باندھ لے پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔

ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: وہ اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔

269 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ، سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشِّعَارِ الْوَاحِدِ، وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِنِّي شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، وَإِنْ أَصَابَ - تَعْنِي: ثَوْبَهُ - مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی لحاف میں رات بسر کرتے تھے۔ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی اگر میرے جسم سے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگ جاتی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو دھو لیتے تھے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیادہ نہیں دھوتے تھے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر میرے جسم کی (کوئی رطوبت) اس کپڑے پر لگتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کو دھوتے تھے۔ اس سے زیادہ نہیں دھوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

270 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غُرَابٍ قَالَ: إِنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ: إِحْدَانَا تَحِيضُ وَلَيْسَ لَهَا وَلِزَوْجِهَا إِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ؟ قَالَتْ: أُخْبِرُكِ بِمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فَمَضَى إِلَى مَسْجِدِهِ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَعْنِي مَسْجِدَ بَيْتِهِ - فَلَمْ يَنْصَرِفْ حَتّٰى غَلَبَتْنِي عَيْنِي وَأَوْجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ: ادْنِي مِنِّي. فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ. فَقَالَ: وَإِنْ، اكْشِفِي عَنْ فَخِذَيْكِ. فَكَشَفْتُ فَخِذَيَّ فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَى فَخِذِي، وَحَنَيْتُ عَلَيْهِ حَتّٰى دَفِئَ وَنَامَ

❁❁ عمارہ بن غرابؒ بیان کرتے ہیں: ان کی پھوپھی نے انہیں یہ بات بتائی۔ اس خاتون نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا ہم میں سے کسی ایک عورت کو حیض آجاتا ہے۔ اس کے اور اس کے شوہر کے پاس ایک ہی بچھونا ہوتا ہے' تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کیا کرتے تھے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لاتے تھے اور اپنی جائے نماز پر چلے جاتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اس سے مراد گھر میں موجود نماز کی مخصوص جگہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز مکمل کی تو میں اس وقت سو چکی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سردی لگ رہی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے زانوں سے کپڑا ہٹادو۔ میں نے اپنے زانوں سے کپڑا ہٹایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخسار اور اپنا سینہ میرے زانو پر رکھا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئی۔ یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سردی کا اثر کم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔

271 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي الْيَمَانِ، عَنْ أُمِّ ذَرَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ، فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَدْنُ مِنْهُ حَتّٰى نَطْهُرَ

❁❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب مجھے حیض آجاتا' تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر آجاتی تھی اور ہم (ازواج مطہرات) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اس وقت نہ ہوتی تھیں جب تک ہم پاک نہیں ہو جاتی تھیں۔

272 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ

270- اسناده ضعيف، عبدالرحمن بن زياد - وهو الافريقي - ضعيف، وعمارة بن غراب مجهول، وعمته لاتعرف. واخرجه البيهقي/1313، وابن عبدالبر في "التمهيد"/3175 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه باطول مما هنا البخاري في "الادب المفرد" (120) عن عبد الله بن يزيد، عن عبدالرحمن بن زياد، بهذا الاسناد. وفي باب استدفاء النبي - صلى الله عليه وسلم - بعائشة وهي حسب عند الترمذي (123)، وابن ماجه (580)، واسناده ضعيف. اسناده ضعيف، عبدالرحمن بن زياد - وهو الافريقي - ضعيف، وعمارة بن غراب مجهول، وعمته لا تعرف. واخرجه البيهقي/1313، وابن عبدالبر في "التمهيد"/3175 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه باطول مما هنا البخاري في "الادب المفرد" (120) عن عبد الله بن يزيد، عن عبدالرحمن بن زياد، بهذا الاسناد. وفي باب استدفاء النبي - صلى الله عليه وسلم - بعائشة وهي حسب عند الترمذي (123)، وابن ماجه (580)، واسناده ضعيف.

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا اَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا

عکرمہ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب حیض کے دوران اپنی زوجہ محترمہ سے خواہش پوری کرنی ہوتی' تو آپ ﷺ اس خاتون کی شرم گاہ پر کپڑا رکھ دیتے تھے۔

273 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُنَا فِي فَوْحِ حَيْضَتِنَا اَنْ نَتَّزِرَ، ثُمَّ يُبَاشِرُنَا، وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهُ؟

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہمیں حیض کے دوران زیادہ خون آ رہا ہو' تو ہم تہبند باندھ لیں۔ پھر آپ ﷺ ہمارے ساتھ مباشرت کرتے تھے تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس طرح قابو رکھتا ہے' جس طرح نبی اکرم ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ تُسْتَحَاضُ وَمَنْ قَالَ: تَدَعُ الصَّلَاةَ فِي عِدَّةِ الْاَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ

باب: جب کوئی عورت استحاضہ کا شکار ہو جائے اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت اپنے ان مخصوص ایام میں نماز ترک کر دے گی جن میں پہلے اسے حیض آیا کرتا تھا

274 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْ لَهَا اُمُّ سَلَمَةَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لِتَنْتَظِرْ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْاَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُهُنَّ مِنَ الشَّهْرِ قَبْلَ اَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي اَصَابَهَا، فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّهْرِ، فَاِذَا خَلَّفَتْ ذٰلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ، ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ، ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيهِ

نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کا خون بہت زیادہ بہتا تھا۔ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے اس عورت کا مسئلہ دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو یہ عارضہ لاحق ہونے سے پہلے' مہینے میں جتنے دن تک حیض آیا کرتا تھا وہ عورت اتنے دن کو حیض شمار کرے گی اور اس دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر جب وہ دن گزر جائیں گے تو وہ غسل کر کے کپڑا باندھ لے گی اور نماز ادا کرنا شروع کر دے گی۔

275 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، اَنَّ رَجُلًا اَخْبَرَهُ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ امْرَاَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ

الدَّمَ . فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، قَالَ: فَإِذَا خَلَفَتْ ذَلِكَ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ. بِمَعْنَاهُ.

❁❁ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہیں بتایا کہ ایک عورت کا خون بہت زیادہ جاری ہوتا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''جب وہ دن گزر جائیں گے اور نماز کا وقت آئے گا' تو اس عورت کو غسل کر لینا چاہئے''۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

276 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدِّمَاءَ. فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ: فَإِذَا خَلَّفَتْهُنَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ

❁❁ سلیمان بن یسار نے انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ ایک عورت کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا تھا' بعض راویوں نے اس کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب وہ دن گزر جائیں اور نماز کا وقت آ جائے' تو وہ عورت غسل کر لے''۔

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

277 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ وَبِمَعْنَاهُ قَالَ: فَلْتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدْرَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْتَغْتَسِلْ، وَلْتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّي

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتنے عرصے تک وہ نماز ترک کئے رکھے گی پھر جب نماز کا وقت آئے گا' تو وہ غسل کر کے کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر نماز ادا کرے گی''۔

278 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ وَتَغْتَسِلُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ وَتَسْتَثْفِرُ بِثَوْبٍ وَتُصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمَّى الْمَرْأَةَ الَّتِي كَانَتِ اسْتُحِيضَتْ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ

❁❁ سلیمان بن یسار نے سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

275- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف لابهام الرجل الراوی عن ام سلمة، وباقی رجاله ثقات. اللیث: هو ابن سعد. واخرجه الدارمی (870)، والبیهقی 1333/1، وابن عبد البر فی "التمهید" 60/16، وابن المنذر فی "الاوسط" (812) من طرق عن اللیث، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوی فی "شرح المشکل" (2726) من طریق عبداللّٰه بن صالح، عن اللیث، عن الزهری، عن سلیمان بن یسار، به. وعبداللّٰه بن صالح کثیر الغلط، واللیث یرویه عن نافع لا عن الزهری. وانظر ماقبله.

ارشاد فرمایا:

''وہ عورت نماز چھوڑ دے گی اور جو دن اس کے علاوہ ہوں ان میں وہ غسل کر کے کپڑا باندھ کر نماز ادا کرے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے اس روایت میں ایوب کے حوالے سے اس خاتون کا نام ذکر کیا ہے' جسے استحاضہ کی شکایت ہوئی تھی وہ کہتے ہیں: اس خاتون کا نام فاطمہ بنت ابوحبیش تھا۔

استحاضہ کا بیان

جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض اور نفاس کے خون میں بدبو ہوتی ہے اور استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

١. ایام حیض میں جو خون تین دن سے کم ہو،

٢. ایام حیض میں جو خون دس دن سے زیادہ ہو،

٣. جو خون نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو،

٤. جو حیض ونفاس عادت مقررہ سے زیادہ ہو اور اپنی اکثر مدت یعنی دس دن اور چالیس دن سے زیادہ ہو جائے،

٥. حاملہ کا خون دوران حمل میں چاہے جتنے دن آئے،

٦. نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے،

٧. پچپن برس سے زیادہ ہو جانے پر جو خون آئے بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ وسیاہ نہ ہو،

٨. پندرہ روز سے کم وقفہ ہونا،

٩. پاخانہ کے مقام سے جو خون آئے،

١٠. ولادت کے وقت آدھا بچہ یا اس سے کم آنے پر جو خون نکلے لیکن نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس ہوگا،

١١. بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینہ میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز۔ نفاس شمار ہوگا اور باقی استحاضہ ہے۔

279 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: اِنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ سَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَرَاَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ، ثُمَّ اغْتَسِلِي

279- اسناده صحيح. جعفر: هو ابن ربيعة الكندي، وعراک: هو ابن مالک، وعروة: هو ابن الزبير. واخرجه مسلم (334) (65)، والنسائي في "الكبرى" (206) من طريق الليث ابن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (334) (66) من طريق بكر بن مضر، عن جعفر بن ربيعة، به. وهو في "مسند احمد" (25859).

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قُتَيْبَةُ بَيْنَ اَضْعَافِ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ فِي آخِرِهَا، وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، وَيُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، فَقَالَا: جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ اُمّ حبیبہ ﷺ نے نبی اکرم ﷺ سے خون کے بارے میں دریافت کیا: سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: میں نے اس عورت کے ٹب کو دیکھا جو خون سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم اتنے عرصے تک ٹھہری رہی جتنے عرصے تک تمہیں پہلے حیض آیا کرتا تھا پھر تم غسل کرلو"۔

(امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں:) یہ روایت قتیبہ نے نقل کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو کئی مرتبہ نقل کرتے ہوئے اس کے آخر میں راوی کا نام جعفر بن ربیعہ نقل کیا ہے' جبکہ علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے اسے لیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں نے راوی کا نام جعفر بن ربیعہ بیان کیا ہے۔

280- حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا، سَاَلَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَتْ اِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ فَانْظُرِي اِذَا اَتَى قَرْؤُكِ فَلَا تُصَلِّي، فَاِذَا مَرَّ قَرْؤُكِ فَتَطَهَّرِي، ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْءِ اِلَى الْقَرْءِ

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے انہیں یہ بات بتائی کہ اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اور آپ ﷺ کے سامنے خون (بکثرت جاری ہونے) کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا خون ہے تم اس بات کا جائزہ لو کہ جب تمہیں حیض آجائے' تو تم اس دوران نماز ادا نہ کرو اور جب تمہارا حیض گزر جائے' تو تم پاکی حاصل کر کے ایک حیض سے دوسرے حیض کے درمیان نماز ادا کرتی رہو۔

281- حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِي صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ، اَنَّهَا اَمَرَتْ اَسْمَاءَ اَوْ اَسْمَاءُ حَدَّثَتْنِي اَنَّهَا اَمَرَتْهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ، اَنْ تَسْاَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَقْعُدَ الْاَيَّامَ الَّتِي كَانَتْ تَقْعُدُ، ثُمَّ تَغْتَسِلُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَاَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهَا اَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَيْسَ هٰذَا فِي حَدِيثِ الْحُفَّاظِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، اِلَّا مَا ذَكَرَ سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ وَقَدْ رَوَى الْحُمَيْدِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ. تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا وَرَوَتْ قَمِيرُ بِنْتُ عَمْرٍو زَوْجُ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتْرُكُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيهِ، اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا اَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدْرَ اَقْرَائِهَا وَرَوَى اَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي وَحْشِيَّةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ. فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَرَوَى شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ، اَنَّ سَوْدَةَ اسْتُحِيضَتْ، فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَيَّامُهَا اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ الْمُسْتَحَاضَةُ تَجْلِسُ اَيَّامَ قُرْئِهَا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَطَلْقُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْقِلٌ الْخَثْعَمِيُّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَذٰلِكَ رَوَى الشَّعْبِيُّ، عَنْ قَمِيرَ امْرَاَةِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَطَاءٍ، وَمَكْحُولٍ، وَاِبْرَاهِيمَ، وَسَالِمٍ، وَالْقَاسِمِ، اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا

❀❀ عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے مجھے یہ بات بتائی کہ انہوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو ہدایت کی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سیدہ اسماء نے مجھے یہ بات بتائی کہ سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے مجھے یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کریں' تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ ان ایام میں بیٹھی رہے گی جن ایام میں وہ پہلے بیٹھی رہا کرتی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ غسل کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قتادہ نے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیدہ زینب بنت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے کہ اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوگی' تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑے رکھے پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قتادہ نے عروہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔ ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ کو استحاضہ کی شکایت ہو گئی اس نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑے رکھے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس میں ابن عیینہ کو وہم ہوا ہے کیونکہ زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کرنے میں

حافظان حدیث نے صرف وہی چیز نقل کی ہے جو سہیل بن ابوصالح نے ذکر کی ہے۔

حمیدی نے یہ روایت ابن عیینہ کے حوالے سے نقل کی ہے انہوں نے اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں کئے "وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے گی"۔

قمیر بنت عمرو جو مسروق کی اہلیہ ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو ترک کرے گی اور پھر غسل کر کے (نماز پڑھنا شروع کرے گی)"۔

عبدالرحمن بن قاسم نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے"۔

ابوبشر جعفر بن ابووحشیہ نے عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: اُم حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

شریک نے ابویقظان کے حوالے سے علی بن ثابت کے حوالے سے ان کے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی"۔

علاء بن مسیب نے حکم کے حوالے سے ابوجعفر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے سودہ نامی خاتون کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ جب اس کے مخصوص ایام گزر جائیں' تو وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔

سعید بن جبیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

عمار نامی راوی نے اور طلق بن حبیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

معقل خثعمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام شعبی نے مسروق کی اہلیہ قمیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسن بصری، سعید بن مسیب، عطاء، مکحول، ابراہیم نخعی، سالم، قاسم بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی۔

بَابُ مَنْ رَوَى أَنَّ: الْحَيْضَةَ إِذَا أَدْبَرَتْ لَا تَدَعُ الصَّلَاةَ

باب: جن حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حیض رخصت بھی ہو جائے' تو بھی مستحاضہ وہ عورت نماز ترک نہیں کرے گی

282 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ

بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ اَبِيْ حُبَيْشٍ، جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَتْ اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ، ثُمَّ صَلِّيْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت ابوحبیش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی شکایت ہے۔ میں پاک نہیں ہوتی ہوں' تو کیا میں نماز ترک کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے یہ حیض نہیں ہے' جب حیض آئے' تو تم نماز چھوڑ دو اور جب وہ رخصت ہو جائے' تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو۔

283 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامٍ بِاِسْنَادِ زُهَيْرٍ، وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ، فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِي الدَّمَ عَنْكِ وَصَلِّيْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب حیض آئے' تو تم نماز ترک کر دو اور جب اس کی مخصوص مدت رخصت ہو جائے' تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو''۔

استحاضہ سے متعلق متفرق مسائل کا بیان

۱. اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور رمضان شریف میں اگر رات کو پاک ہوئی اور اتنی ذرا سی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی اس صبح کا روزہ واجب ہو،

۲. اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو اگر نماز کا اتنا آخری وقت پائے کہ جس میں غسل کر کے کپڑے پہن کر تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے پس اس نماز کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم وقت ہو تو وہ نماز اس پر واجب نہیں ہوتی، یعنی وہ نماز معاف ہے اور روزہ کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر رات کو پاک ہوئی اور پھرتی سے نہا سکنے کا وقت تو ہو لیکن ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تب بھی اس دن کا روزہ واجب ہے پس اسے چاہیے کہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو نہا لے اور اگر پھرتی سے غسل کرنے کا وقت بھی نہ ہو تو اس دن کا روزہ فرض نہیں ہوگا لیکن اس کے لئے دن میں کھانا پینا درست نہیں روزہ دار کی طرح رہے اور اس روزہ کی قضا دے،

۳. اسی طرح رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا درست نہیں شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کی قضا رکھنی پڑے گی،

٤. کسی لڑکی نے پہلی دفعہ خون دیکھا اگر اس کو دس دن یا اس سے کم خون آئے تو سب حیض ہے اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور اس سے جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے،

283- اسنادہ صحیح، وھو فی "موطا مالک" 1/61، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (306)، والنسائی فی "المجتبیٰ" (218) و (366). وھو فی "شرح مشکل الآثار" (2735)، و "صحیح ابن حبان" (1350).

۵۔کسی عورت کو مثلاً تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے پہلے مثلاً نویں دن خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن یعنی دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن یعنی مقررہ عادت کے مطابق اور باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہوں دن نہائے اور عادت کے تین دن چھوڑ کر باقی دنوں کی جتنی نمازیں ہوئی ان سب کو قضا پڑھے۔

۶۔حیض یا نفاس میں ایک مرتبعہ کے بدلنے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے مثلاً کسی عورت کے ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور پھر دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو ان پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے اور دس دن استحاضہ کے ہیں، اب عادت یعنی چار دن کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی ہے نفاس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے،

۷۔جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی چار دن رخ دن آتا ہے کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آجائے تو اس سے پہلی مہینہ میں جتنے دن حیض آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

۸۔جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہیں اور کبھی سات دن اب جو خون آیا تو کبھی بند نہیں ہوتا اس کے لئے نماز روزہ کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیے جائیں گے اور وہ ساتویں دن نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَدَعُ الصَّلَاةَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب حیض آجائے گا' تو وہ نماز ترک کردے گی

284 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، عَنْ بُهَيَّةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ عَائِشَةَ عَنِ امْرَأَةٍ فَسَدَ حَيْضُهَا وَأُهْرِيقَتْ دَمًا. فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آمُرَهَا فَلْتَنْظُرْ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيضُ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَحَيْضُهَا مُسْتَقِيمٌ. فَلْتَعْتَدَّ بِقَدْرِ ذَلِكَ مِنَ الْأَيَّامِ. ثُمَّ لِتَدَعِ الصَّلَاةَ فِيهِنَّ أَوْ بِقَدْرِهِنَّ. ثُمَّ لِتَغْتَسِلْ. ثُمَّ لِتَسْتَثْفِرْ بِثَوْبٍ. ثُمَّ لِتُصَلِّ

❀❀ بہیہ بیان کرتی ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت کو یہ سوال کرتے ہوئے سنا جو ایسی عورت کے بارے میں تھا' جس کا حیض کا نظام خراب ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا ہے۔ (تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ایسی عورت کو یہ ہدایت کروں کہ جب اسے ٹھیک طور پر حیض آتا تھا تو ہر مہینے میں جتنا عرصہ اسے حیض آتا تھا وہ اتنا عرصہ انتظار کرے گی۔ وہ اتنے دن تک شمار کرے گی اور اس دوران (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:)

اتنی مقدار میں نماز کو ترک کرے گی پھر وہ غسل کر کے کپڑا باندھے گی اور نماز ادا کرے گی۔

285 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ، فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيضَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَبْعَ سِنِينَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْكَلَامَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ غَيْرُ الْأَوْزَاعِيِّ وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَاللَّيْثُ، وَيُونُسُ وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَمَعْمَرٌ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا هٰذَا الْكَلَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَإِنَّمَا هٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ أَيْضًا أَمَرَهَا أَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا وَهُوَ وَهْمٌ مِنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ شَيْءٌ يَقْرُبُ مِنَ الَّذِي زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت ابوجحش جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے تم غسل کر کے نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام اوزاعی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: یہ زہری کے حوالے سے عروہ اور عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی جو سات سال رہی یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو ہدایت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حیض آجائے' تو تم نماز کو ترک کر دو اور جب وہ ختم ہو جائے' تو تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ کلام زہری کے شاگردوں میں سے کسی نے نقل نہیں کیا صرف اوزاعی نے کیا ہے اور زہری کے حوالے سے یہ روایت عمرو بن حارث، لیث، یونس، ابن ابوذئب، معمر، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن کثیر، ابن اسحاق، سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ان حضرات نے یہ کلام ذکر نہیں کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ ہشام بن عروہ کے اپنے والد کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ روایت کے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑ دے۔ یہ بھی ابن عیینہ کا وہم ہے۔

محمد بن مروان نے زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں کچھ (خرابی) ہے اور یہ اس کے قریب ہے جو اوزاعی نے اپنی حدیث میں زائد الفاظ نقل کیے ہیں۔

286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَبِي حُبَيْشٍ اَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَاِنَّهُ اَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَاَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَاِذَا كَانَ الْآخَرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَاِنَّمَا هُوَ عِرْقٌ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ مِنْ كِتَابِهِ هٰكَذَا، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ بَعْدُ حِفْظًا قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى اَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ: اِذَا رَاَتِ الدَّمَ الْبَحْرَانِيَّ فَلَا تُصَلِّي، وَاِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ وَلَوْ سَاعَةً فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّي وَقَالَ مَكْحُولٌ: اِنَّ النِّسَاءَ لَا تَخْفَى عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَةُ اِنَّ دَمَهَا اَسْوَدُ غَلِيظٌ، فَاِذَا ذَهَبَ ذٰلِكَ وَصَارَتْ صُفْرَةً رَقِيقَةً، فَاِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَلْتَغْتَسِلْ وَلْتُصَلِّ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَرَكَتِ الصَّلَاةَ، وَاِذَا اَدْبَرَتِ اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ وَرَوَى سُمَيٌّ وَغَيْرُهُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ تَجْلِسُ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ الْحَائِضُ اِذَا مَدَّ بِهَا الدَّمُ تُمْسِكُ بَعْدَ حَيْضَتِهَا يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ وَقَالَ التَّيْمِيُّ: عَنْ قَتَادَةَ اِذَا زَادَ عَلَى اَيَّامِ حَيْضِهَا خَمْسَةُ اَيَّامٍ فَلْتُصَلِّ وَقَالَ التَّيْمِيُّ: فَجَعَلْتُ اَنْقُصُ حَتّٰى بَلَغَتْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ: اِذَا كَانَ يَوْمَيْنِ فَهُوَ مِنْ حَيْضِهَا، وَسُئِلَ ابْنُ سِيرِينَ عَنْهُ فَقَالَ: النِّسَاءُ اَعْلَمُ بِذٰلِكَ

286- صحیح من حدیث عائشة، وهذا اسناد رجاله ثقات، وقد رواه ابن ابی عدی علی وجهین کمانبه الیه المصنف بعده، و قال ابو حاتم فیما نقله عنه ابنه فی "العلل" 1/ 501: لم یتابع محمد بن عمرو علی هذه الروایة، وهو منکر. قلنا: والمحفوظ حدیث هشام بن عروة، عن ابیه، عن عائشة: ان فاطمة استحیضت... کما سلف برقم (281)، و کما سیاتی بعده. واخرجه النسائی (215) و (362) عن محمد بن المثنی، حدثنا ابن ابی عدی من کتابه، بهذا الاسناد. وسیاتی مکررا برقم (304).

عروہ بن زبیر سیّدہ فاطمہ بنت ابوحبیش کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جب حیض کا خون ہوگا' تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا' جو پہچانا جاسکے گا۔ جب وہ ہو' تو تم نماز سے رُک جاؤ اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو' تو تم وضو کر کے نماز ادا کرو کیونکہ یہ کسی دوسری رگ کا ہوگا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن مثنیٰ نے یہ بات بیان کی ہے ابن ابوعدی نے اپنی کتاب سے یہ روایت ہمیں اسی طرح بیان کی ہے' پھر اس کے بعد انہوں نے اپنے حافظے کی بنیاد پر ہمیں یہ حدیث بیان کی تو یہ کہا محمد بن عمرو نے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی۔ وہ بیان کرتی ہیں: فاطمہ (بنت ابوحبیش) کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) انس بن سیرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں جب وہ گہرے رنگ کا خون دیکھے گی' تو نماز ادا نہیں کرے گی اور جب وہ طہر دیکھ لے خواہ وہ ایک گھڑی کے لئے ہو' تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

مکحول کہتے ہیں: خواتین سے حیض پوشیدہ نہیں رہتا کیونکہ اس کا خون سیاہ اور گاڑھا ہوتا ہے' جب ختم ہو جائے اور زرد اور پتلا مواد آئے' تو وہ مستحاضہ ہوگا۔ ایسی عورت غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے' قعقاع بن حکیم کے حوالے سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حیض آئے گا' تو وہ عورت نماز ترک کر دے گی اور جب وہ چلا جائے گا' تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

سمی اور دیگر حضرات سعید بن مسیب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

حماد بن سلمہ نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سعید بن مسیب سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یونس نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے حیض والی عورت کا خون جب طویل ہو جائے (یعنی زیادہ عرصے تک بہتا رہے) تو وہ اپنے حیض کے بعد ایک یا دو دن تک رُکی رہے گی کیونکہ وہ استحاضہ کا شکار ہوگئی۔

تیمی نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے' جب عورت کے حیض کے مخصوص ایام سے پانچ دن زیادہ ہو جائیں' تو وہ نماز ادا کرنا شروع کر دے گی۔

تیمی کہتے ہیں: میں اسے کم کرتا رہا یہاں تک میں دو تک پہنچا تو انہوں نے کہا: جب دو دن ہوں' تو وہ اس کے حیض کا حصہ شمار ہوں گے۔

ابن سیرین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: وہ بولے: اس بارے میں خواتین کو زیادہ بہتر پتہ ہوتا ہے۔

287 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَغَيْرُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَمِّهِ عِمْرَانَ بْنِ

طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ. فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ. يَا رَسُولَ اللّٰهِ. إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعَتْنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ. فَقَالَ. أَنْعَتُ لَكِ الْكُرْسُفَ. فَإِنَّهُ يُذْهِبُ الدَّمَ. قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ. قَالَ: فَاتَّخِذِي ثَوْبًا. فَقَالَتْ. هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ إِنَّمَا أَثُجُّ ثَجًّا. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَآمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ أَيَّهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنْكِ مِنَ الْآخَرِ. وَإِنْ قَوِيتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ. قَالَ لَهَا: إِنَّمَا هٰذِهِ رَكْضَةٌ مِنْ رَكَضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحَيَّضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللّٰهِ. ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتّٰى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ. وَاسْتَنْقَأْتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومِي. فَإِنَّ ذٰلِكَ يُجْزِيكِ. وَكَذٰلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ. وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطُهْرِهِنَّ. وَإِنْ قَوِيتِ عَلٰى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ. وَتُؤَخِّرِينَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ. ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي. وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي. وَصُومِي إِنْ قَدَرْتِ عَلٰى ذٰلِكَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهٰذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ: فَقَالَتْ: حَمْنَةُ فَقُلْتُ: هٰذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَمْنَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلُ سُوءٍ وَلٰكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْمِقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ: حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ

⊛⊛ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے بہت زیادہ اور شدید استحاضہ کی شکایت تھی۔ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں پایا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے بہت شدید اور بہت زیادہ استحاضہ کی شکایت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ کیا یہ مجھے نماز اور روزے سے روک دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ تم روئی رکھ لیا کرو کیونکہ یہ خون کو روک دے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کپڑا رکھ لو تو اس نے عرض کی: وہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو دھار کی طرح ہوتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں دو چیزوں کی ہدایت کرتا ہوں تم ان میں سے جو بھی کرلو گی تو دوسرے کی جگہ یہ تمہارے لئے کافی ہوگی اگر تم ان دونوں پر عمل کرنے کی طاقت رکھتی ہو تو تمہیں زیادہ بہتر پتہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے فرمایا یہ

شیطان کا ٹھونگا ہے۔ اگر تمہیں چھ دن تک یا سات دن تک حیض آتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کا ذکر بلند و برتر ہے' تو پھر تم غسل کرو۔ یہاں تک جب تم محسوس کرو کہ تم پاک ہوگئی ہو تم نے صفائی حاصل کر لی ہے' تو پھر تم تیئس یا چوبیس دن تک نماز ادا کرتی رہو اور روزے رکھو تو یہ تمہارے لئے جائز ہوگا تم ہر مہینے میں اس طرح کرو جس طرح خواتین کو حیض آتا ہے اور جس طرح وہ پاک ہوتی ہیں جو ان کے حیض کے مخصوص وقت کے مطابق ہوتا ہے اور اگر تم یہ کر سکتی ہو کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر دو اور عصر کی نماز کو جلدی ادا کر لو تو پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں یعنی ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کرو پھر تم مغرب کو مؤخر کر دو اور عشاء کو جلدی ادا کرو اور پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرو' تو تم یہ کر لو اور پھر تم فجر کے وقت غسل کر لو اور (ان ایام میں) روزہ رکھو اگر تم اس کی قدرت رکھتی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں' تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نے یہ روایت ابن عقیل سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: سیدہ حمنہ نے یہ بات بیان کی "میرے نزدیک یہ دونوں صورتوں میں زیادہ پسندیدہ ہے"۔ اس راوی نے یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے کلام کے طور پر نقل نہیں کئے بلکہ سیدہ حمنہ کے کلام کے طور پر نقل کئے ہیں:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نامی راوی "شیعہ" تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات یحییٰ بن معین کے حوالے سے ذکر کی ہے' تاہم یہ شخص حدیث میں صدوق تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عقیل کی نقل کردہ روایت کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے۔

بَابُ مَنْ رَوَى اَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: یہ جو روایت منقول ہے: استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی

288 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلٰكِنْ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِيْ وَصَلِّي. قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ اُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ.

❁❁ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش جو نبی اکرم ﷺ کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ اس خاتون نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رگ (کا مواد) ہے تم غسل

کر کے نماز ادا کرو۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون اپنی بہن سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں موجود ٹب میں غسل کرتی تھیں، توان کے خون کی سرخی پانی پر غالب آجاتی تھی۔

289 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

⊛⊛ عمرہ بنت عبدالرحمن نے سیّدہ اُمّ حبیبہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھی۔

290 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ: عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِمَعْنَاهُ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ، وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ أَيْضًا قَالَ فِيهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

⊛⊛ عروہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قاسم بن مبرور نے یونس کے حوالے سے ابن شہاب کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت ابوجحش سے یہ روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح معمر نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بعض اوقات معمر نے یہ بات کہی ہے یہ عمرہ کے حوالے سے سیّدہ اُمّ حبیبہ سے منقول ہے اوراس کے مفہوم کی حدیث نقل کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ابراہیم بن سعد اور ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

290- اسنادہ صحیح. ابن شھاب: ھو محمد بن مسلم الزھری. واخرجہ مسلم (334) (63)، والترمذی (129)، والنسائی فی "الکبری" (205) من طریق اللیث بن سعد، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (24523)، و "شرح شکل الآثار" (2742). وانظر ما سلف برقم (285).

ابن عیینہ اپنی حدیث میں یہ کہتے ہیں: انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔

291 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ (بنت جحش) کو سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ غسل کیا کرے تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھی۔

یہ روایت امام اوزاعی نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

292 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْهُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيضَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا وَهْمٌ مِنْ عَبْدِ الصَّمَدِ، وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُ: أَبِي الْوَلِيدِ

❁❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوولید طیالسی نے یہ روایت نقل کی ہے میں نے یہ روایت ان سے نہیں سنی ہے۔ انہوں نے یہ روایت سلیمان بن کثیر کے حوالے سے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا۔ ”تم ہر نماز کے لئے وضو کرو“۔ اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالصمد نے سلیمان بن کثیر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم ہر نماز کے لئے وضو کرو“۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ عبدالصمد نامی راوی کا وہم ہے۔ اس بارے میں صحیح بات وہی ہے جو ابوولید نے بیان کی ہے۔

293 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ

الْحُسَيْنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي زَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهَرَاقُ الدَّمَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّيَ وَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّ بَكْرٍ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يُرِيبُهَا بَعْدَ الطُّهْرِ إِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ أَوْ قَالَ: عُرُوقٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَقِيلٍ الْأَمْرَانِ جَمِيعًا وَقَالَ: إِنْ قَوِيتِ فَاغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَإِلَّا فَاجْمَعِي كَمَا قَالَ الْقَاسِمُ فِي حَدِيثِهِ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْقَوْلُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون کا خون بہتا رہتا تھا (یعنی اسے استحاضہ کی شکایت تھی) وہ عورت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز ادا کیا کرے۔

راوی کہتے ہیں: (میرے استاد نے) مجھے یہ بھی بتایا کہ اُم بکر نے انہیں یہ بات بتائی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایسی عورت جو طہر کے بعد ایسی چیز دیکھتی ہے' جو اسے شک میں مبتلا کرتی ہے۔ اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے "یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے"۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن عقیل کی حدیث میں دونوں معاملات منقول ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

"اگر تم اس کی طاقت رکھتی ہو' تو ہر نماز کے لئے غسل کرو ورنہ (دو نمازیں) ایک ساتھ ادا کرو"۔

جیسا کہ قاسم نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے اور یہی قول سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَتَغْتَسِلُ لَهُمَا غُسْلًا

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ عورت دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے گی اور دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ غسل کرے گی

294 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتُحِيضَتِ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُمِرَتْ أَنْ

294- رجاله ثقات وهو موقوف، وقد اختلف فيه على عبد الرحمٰن بن القاسم: فرواه شعبة هنا وعند النسائي في "المجتبى" (213) و (360) عنه، عن القاسم ابن محمد، عن عائشة وظاهره الوقف. وهو في "مسند احمد" (25391). ورواه محمد بن اسحاق فيما سياتي بعده عنه، به مرفوعاً. ورواه سفيان الثوري عند البيهقي /1353 عنه، عن القاسم، عن زينب بنت جحش: انها سالت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لحمنة بنت جحش... ورواه سفيان بن عيينة عند عبد الرزاق (1176)، والطحاوي /1001، والبيهقي /3531 عنه، عن القاسم مرسلاً.

تُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا. وَأَنْ تُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهُمَا غُسْلًا. وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا. فَقُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ عصر کی نماز جلدی ادا کرے اور ظہر کی نماز کو موخر کردے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے پھر مغرب کی نماز کو موخر کر کے عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر صبح کی نماز کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے عبدالرحمن سے دریافت کیا۔ کیا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہی حدیث بیان کرتا ہوں۔

295 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيٰى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلٍ اسْتُحِيضَتْ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا جَهَدَهَا ذٰلِكَ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِغُسْلٍ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِغُسْلٍ، وَتَغْتَسِلَ لِلصُّبْحِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً اسْتُحِيضَتْ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِمَعْنَاهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہیل کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے جب یہ بات اس کے لئے پریشانی کا باعث بنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غسل کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرے اور ایک غسل کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے اور صبح کی نماز کے لئے (الگ سے) غسل کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن عیینہ نے عبدالرحمن بن قاسم کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کی ہے وہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

''ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا''۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

296 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ اسْتُحِيضَتْ - مُنْذُ كَذَا وَكَذَا - فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِتَجْلِسْ فِي مِرْكَنٍ، فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا

وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا، وَتَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُجَاهِدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ اَمَرَهَا اَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ اِبْرَاهِيمُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ

⊛⊛ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! فاطمہ بنت ابوحبیش کو اتنے عرصے سے استحاضہ کی شکایت ہے وہ نماز ادا نہیں کرتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ سے ٹب میں بیٹھنا چاہیے۔ جب وہ زردی کو پانی پر غالب دیکھے تو پھر ظہر اور عصر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے، مغرب اور عشاء کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور فجر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور ان کے درمیان وضو کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے کہ جب یہ بات اس خاتون کے لئے مشکل کا باعث بنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابراہیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کی ہے۔

ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طُهْرٍ اِلَى طُهْرٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک کے لئے غسل کرے گی

297 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ، وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ اَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدَعُ الصَّلَاةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، وَالْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: زَادَ عُثْمَانُ وَتَصُومُ وَتُصَلِّي

⊛⊛ عدی بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''وہ عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو کرے گی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں ''وہ روزہ رکھے گی اور نماز ادا کرے گی''۔

298 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ اَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِي حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ

خَبَرَهَا وَقَالَ ثُمَّ اغْتَسِلِي، ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَصَلِّي

⊛⊛ سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت ابوحبیش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (پھر راوی نے اس خاتون کا واقعہ بیان کیا' جس میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم غسل کر کے ہر نماز کے لئے وضو کرو اور نماز ادا کرو۔

299 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ اَيُّوبَ بْنِ اَبِي مِسْكِينٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ اُمِّ كُلْثُومٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ تَعْنِي مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ تَوَضَّا اِلَى اَيَّامِ اَقْرَائِهَا

⊛⊛ اُمّ کلثوم' سیدہ عائشہ ؓ کے حوالے سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: ایسی عورت غسل کرے گی ان کی مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر اپنے حیض کے مخصوص ایام آنے تک وضو کر کے (نماز ادا کرے گی)

300 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، عَنْ اَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ، عَنِ امْرَاَةِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ وَالْاَعْمَشِ، عَنْ حَبِيبٍ، وَاَيُّوبَ اَبِي الْعَلَاءِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَا تَصِحُّ وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ هٰذَا الْحَدِيثُ اَوْقَفَهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، وَاَنْكَرَ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، اَنْ يَكُونَ حَدِيثُ حَبِيبٍ مَرْفُوعًا، وَاَوْقَفَهُ اَيْضًا اَسْبَاطٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ مَوْقُوفٌ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْاَعْمَشِ مَرْفُوعًا اَوَّلُهُ، وَاَنْكَرَ اَنْ يَكُونَ فِيهِ الْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَدَلَّ عَلَى ضُعْفِ حَدِيثِ حَبِيبٍ هٰذَا اَنَّ رِوَايَةَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فِي حَدِيثِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَرَوَى اَبُو الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَعَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ

298- حديث صحيح، ولا ينكر سماع حبيب بن ابي ثابت من عروة بن الزبير كما قال ابن عبد البر. وكيع: هو ابن الجراح، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه ابن ماجه (624) من طريق وكيع، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24145). وقد توبع حبيب على ذكر الامر لها بالوضوء لكل صلاة، فقد رواه ابو معاوية عند البخاري (228)، والترمذي (125)، والامام ابو حنيفة عند الطحاوي /1021، وابو حمزة السكري عند ابن حبان (1354)، وابو عوانة عنده (1355)، اربعتهم عن هشام بن عروة، عن عروة، عن عائشة.

300- الر صحيح، وهذا اسناد حسن، ايوب ابو العلاء -وهو ابن ابي مسكين- صدوق حسن الحديث، وامراة مسروق -وهي قمير بنت عمرو- روى عنها جمع، ووثقها العجلي. واخرجه الطبراني في "الصغير"، (1187) من طريق يزيد بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (1170)، وابن ابي شيبة /1261، وعلي بن الجعد (300)، والدارمي (790) و (792) و (799)، والطحاوي /1051، والبيهقي /3461-347 من طرق عن عامر الشعبي، عن قمير، به. واخرجه الدارقطني (818)، والبيهقي /3461 من طريق عمار بن مطر،

مَيْسَرَةَ، وَبَيَانٌ، وَالْمُغِيرَةُ، وَفِرَاسٌ، وَمُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ حَدِيثِ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَرِوَايَةُ دَاوُدَ، وَعَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَرَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ الْمُسْتَحَاضَةُ تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ إِلَّا حَدِيثَ قَمِيرَ، وَحَدِيثَ عَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَحَدِيثَ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَالْمَعْرُوفُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْغُسْلُ

❁❁ مسروق کی اہلیہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عدی بن ثابت اور اعمش نے حبیب اور ایوب کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں وہ تمام ضعیف ہیں وہ مستند نہیں ہیں اور اعمش کی حبیب سے نقل کردہ روایت کے ضعیف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حفص بن غیاث نے اعمش کے حوالے سے موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ حفص بن غیاث نے اس چیز کو منکر قرار دیا ہے کہ حبیب کی نقل کردہ روایت مرفوع ہو۔ اسباط نے اعمش کے حوالے سے بھی اس روایت کو موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن داؤد نے یہ روایت اعمش کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے لیکن صرف اس کا پہلا حصہ نقل کیا ہے اور انہوں نے اس بات کو منکر قرار دیا ہے کہ اس میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا ذکر ہو۔

حبیب کی نقل کردہ اس روایت کے ضعیف ہونے پر بھی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ زہری نے عروہ کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں: ایسی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی' جس کا ذکر استحاضہ کا شکار عورت سے متعلق روایت میں ہے۔

ابو یقظان نے عدی بن ثابت کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور بنو ہاشم کے غلام عمار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عبدالملک بن میسرہ، بیان، مغیرہ، فراس، مجاہد نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کی روایت نقل کی ہے' جو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے" کہ وہ عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی"۔

داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کے حوالے سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات روایت کی ہے استحاضہ کا شکار عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

یہ تمام احادیث ضعیف ہیں ماسوائے قمیر کی نقل کردہ روایت کے اور بنو ہاشم کے غلام عمار کی نقل کردہ روایت کے اور ہشام بن عروہ کی اپنے والد کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا معروف قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ غسل کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ

باب: جولوگ اس بات کے قائل ہیں: استحاضہ والی عورت ایک ظہر کی نماز سے لے کر اگلی ظہر کی نماز تک کے لئے غسل کرے گی

301 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ الْقَعْقَاعَ، وَزَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ أَرْسَلَاهُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ يَسْأَلُهُ كَيْفَ تَغْتَسِلُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ: تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ، وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَثْفَرَتْ بِثَوْبٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغْتَسِلُ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَكَذَلِكَ رَوَى دَاوُدُ، وَعَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ قَمِيرَ، عَنْ عَائِشَةَ، إِلَّا أَنَّ دَاوُدَ قَالَ: كُلَّ يَوْمٍ، وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ عِنْدَ الظُّهْرِ، وَهُوَ قَوْلُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنِ، وَعَطَاءٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِنِّي لَأَظُنُّ حَدِيثَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ، إِنَّمَا هُوَ مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْرٍ، وَلَكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيهِ فَقَلَبَهَا النَّاسُ فَقَالُوا: مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ وَرَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَرْبُوعٍ، قَالَ فِيهِ: مِنْ طُهْرٍ إِلَى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا النَّاسُ: مِنْ ظُهْرٍ إِلَى ظُهْرٍ

سمی بیان کرتے ہیں: قعقاع اور زید بن اسلم نے انہیں سعید بن مسیب کے پاس بھیجا تھا تا کہ ان سے یہ دریافت کریں کہ استحاضہ کا شکار عورت کیسے غسل کرے گی؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کرے گی اگر خون زیادہ نکل رہا ہو تو وہ کپڑا (لنگوٹ کے طور پر) باندھ لے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ایسی عورت ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی۔

داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے ان کی اہلیہ کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے تاہم داؤد نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"وہ عورت روزانہ (یعنی پورے ایک دن کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے گی)"

عاصم کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ظہر کے وقت (غسل کرے گی)"

سالم بن عبداللہ، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرا یہ خیال ہے کہ ابن مسیب کی نقل کردہ یہ روایت "ایک

ظہر سے اگلی ظہر تک" اس میں انہوں نے یہ کہا تھا ایک طہر سے لے کر اگلی طہر تک لیکن راوی کو وہم ہوا اور انہوں نے اس کو تبدیل کر دیا۔ لوگوں نے اسے تبدیل کر کے یہ الفاظ نقل کر دیے۔ ایک ظہر سے لے کر دوسرے ظہر تک۔

مسور عبدالملک بن سعید بن عبدالرحمن بن یربوع نے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا

"ایک طہر سے لے کر دوسرے طہر تک" تو لوگوں نے اسے تبدیل کر کے ایک ظہر سے لے کر دوسری ظہر تک" بیان کر دیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَلَمْ يَقُلْ عِنْدَ الظُّهْرِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے ظہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی

302 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَعْقِلٍ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا انْقَضَى حَيْضُهَا اغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ، وَاتَّخَذَتْ صُوفَةً فِيهَا سَمْنٌ أَوْ زَيْتٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: استحاضہ کا شکار عورت کا جب حیض ختم ہو جائے' تو وہ روزانہ غسل کرے گی اور وہ اون استعمال کرے گی' جس میں گھی یا زیتون کا تیل ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ بَيْنَ الْأَيَّامِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ چند دن کے بعد دوبارہ غسل کر لیا کرے گی

303 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ، أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ، فَقَالَ: تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فَتُصَلِّي، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي الْأَيَّامِ

محمد بن عثمان بیان کرتے ہیں: انہوں نے قاسم بن محمد سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور وہ چند دن بعد غسل کر لیا کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی

304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي ابْنُ

شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ، أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخَرُ، فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَحَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حِفْظًا، فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَشُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: الْعَلَاءُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَوْقَفَهُ شُعْبَةُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ تَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

❀❀ سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا' جو پہچانا جائے گا' جب وہ ہو' تو تم نماز ادا کرنے سے رک جاؤ اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو' تو تم وضو کر کے نماز ادا کرو۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابن مثنیٰ نے یہ بات بیان کی ہے۔ ابن ابوعدی نے اپنے حافظے کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عروہ کے حوالے سے یہ روایت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: فاطمہ کو (استحاضہ کی شکایت ہوئی)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت علی بن میسب اور شعبہ کے حوالے سے حکم کے حوالے سے ابوجعفر کے حوالے سے منقول ہے۔ علی کہتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' جبکہ شعبہ نے اسے ابوجعفر تک موقوف روایت کیا ہے کہ ایسی عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الْوُضُوءَ إِلَّا عِنْدَ الْحَدَثِ

باب: جو لوگ صرف حدث کی صورت میں وضو کا تذکرہ کرتے ہیں

305 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتُحِيضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَنْتَظِرَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، فَإِنْ رَأَتْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ

❀❀ عکرمہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام میں انتظار کرے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اگر وہ کوئی چیز دیکھتی ہے' تو وضو کر کے نماز ادا کرے گی۔

306 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيعَةَ، أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ وُضُوءًا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ إِلَّا أَنْ يُصِيبَهَا حَدَثٌ غَيْرُ الدَّمِ، فَتَوَضَّأُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا قَوْلُ مَالِكٍ يَعْنِي ابْنَ اَنَسٍ

⊛⊛ لیث' ربیعہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ اس مستحاضہ عورت کے لئے ہر نماز کے وقت وضو کرنے کے قائل نہیں تھے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو خون نکلنے کے علاوہ ہو' تو پھر وہ عورت وضو کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کی مراد امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

بَابٌ فِي الْمَرْاَةِ تَرَى الْكُدْرَةَ وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ

باب: اس عورت کا بیان جو طہر کے بعد زردی یا مٹیالہ مواد دیکھتی ہے

307 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، اَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اُمِّ الْهُذَيْلِ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، وَكَانَتْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ، وَالصُّفْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا

⊛⊛ سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا وہ بیان کرتی ہیں: ہم طہر کے بعد خارج ہونے والے مٹیالے یا زرد مواد کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

308 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، اَخْبَرَنَا، اَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، بِمِثْلِهِ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: اُمُّ الْهُذَيْلِ هِيَ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ كَانَ ابْنُهَا اسْمُهُ هُذَيْلٌ، وَاسْمُ زَوْجِهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اُمّ ہذیل نامی راوی خاتون حفصہ بنت سیرین ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا نام ہذیل تھا' اور ان کے شوہر کا نام عبدالرحمن تھا۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ يَغْشَاهَا زَوْجُهَا

باب: استحاضہ والی عورت کے شوہر کا اس کے ساتھ صحبت کرنا

309 - حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: كَانَتْ اُمُّ حَبِيبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: مُعَلَّى ثِقَةٌ، وَكَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَرْوِي عَنْهُ لِاَنَّهُ كَانَ يَنْظُرُ فِي الرَّاْيِ

⊛⊛ عکرمہ بیان کرتے ہیں: اُمّ حبیبہ (بنت جحش) کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو ان کے شوہر ان کے ساتھ صحبت کر لیا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن معین کہتے ہیں: معلّی (نامی راوی) "ثقہ" ہے۔
امام احمد بن حنبل اس کے حوالے سے روایت نقل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ رائے (یا قیاسی مسائل) میں غور وفکر کیا کرتا تھا۔

310 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِیْ سُرَيْجٍ الرَّازِیُّ، اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ اَبِیْ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ حَمْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ، اَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَّكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا

❁❁ عکرمہ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت تھی اور ان کے شوہر ان کے ساتھ صحبت کرلیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِیْ وَقْتِ النُّفَسَاءِ

باب: نفاس والی عورت کی مدت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

311 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، اَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی، عَنْ اَبِیْ سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتِ النُّفَسَاءُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ بَعْدَ نِفَاسِهَا اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا - اَوْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً - وَكُنَّا نَطْلِیْ عَلٰی وُجُوْهِنَا الْوَرْسَ - تَعْنِیْ - مِنَ الْكَلَفِ

❁❁ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نفاس والی عورتیں نفاس کے بعد چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں ہم لوگ اپنے چہرے پر ورس کا کرتی تھیں۔ ان کی مراد یہ تھی: چہرے کی رنگت کی تبدیلی کی وجہ سے ایسا کیا کرتی تھیں۔

312 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيٰی، اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ يَعْنِیْ حِبِّیْ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِی الْاَزْدِيَّةُ يَعْنِیْ مُسَّةَ قَالَتْ: حَجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ، اِنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَاْمُرُ النِّسَاءَ يَقْضِيْنَ صَلَاةَ الْمَحِيْضِ فَقَالَتْ: لَا يَقْضِيْنَ كَانَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ فِی النِّفَاسِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً لَا يَاْمُرُهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَضَاءِ صَلَاةِ النِّفَاسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِی ابْنَ حَاتِمٍ: وَاسْمُهَا مُسَّةُ تُكْنٰی اُمَّ بُسَّةَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: كَثِيْرُ بْنُ زِيَادٍ كُنْيَتُهُ اَبُوْ سَهْلٍ

❁❁ کثیر بن زیاد بیان کرتے ہیں: مسّہ ازدیہ نامی راوی خاتون نے مجھے یہ بات بتائی وہ خاتون کہتی ہیں: میں حج کے لئے گئی پھر میں سیدہ اُمّ سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے کہا: اے اُمّ المومنین! حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خواتین کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ حیض (کے دوران رہ جانے والی) نمازوں کی قضا کیا کریں' تو سیدہ اُمّ سلمہ نے فرمایا: وہ عورتیں قضا نہیں کریں گی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کوئی خاتون چالیس دن تک نفاس کی حالت میں رہتی تھی (اور اس دوران نماز ادا نہیں

کرتی تھی) لیکن نبی اکرم ﷺ نے نفاس کے دوران والی نمازوں کو قضا کرنے کا اسے حکم نہیں دیا۔

محمد بن حاتم نامی راوی کہتے ہیں: اس خاتون کا نام "مسہ" تھا اور اس کی کنیت اُمِ بسہ تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کثیر بن زیاد نامی راوی کی کنیت ابوسہل تھی۔

نفاس کے معنی ومفہوم کا بیان

۱۔ نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آگے کی راہ سے نکلے جب نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آئے تو اب جو خون نکلے گا وہ نفاس ہوگا، اس سے پہلے نفاس نہیں ہوگا اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور اس کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن تک نفاس ہوگا اس کے بعد استحاضہ ہے مگر غسل کا حکم دیا جائے گا یعنی نہا کر نماز پڑھے گی شرط یہ ہے کہ دونوں توام بچوں کی ولادت میں چھ مہینہ سے کم کا فاصلہ ہو اگر دونوں کے درمیان چھ مہینہ یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہونگے۔

۲۔ نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد خون آجائے خواہ ایک ہی ساعت ہو وہ نفاس ہے اگر بچہ نصف سے کم نکلا اور اس وقت خون آیا تو وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اگر خون چالیس دن سے زیادہ آتا رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ اور جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے مقررہ عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، نفاس کی عادت کے ایک بار خلاف ہونے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الِاغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ

باب: حیض کے بعد غسل کرنا

313 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ أُمَيَّةَ بِنْتِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي غِفَارٍ قَدْ سَمَّاهَا لِي قَالَتْ: أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَقِيبَةِ رَحْلِهِ قَالَتْ: فَوَاللَّهِ، لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ. فَأَنَاخَ وَنَزَلْتُ عَنْ حَقِيبَةِ رَحْلِهِ. فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِنِّي فَكَانَتْ أَوَّلَ حَيْضَةٍ حِضْتُهَا قَالَتْ: فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ. فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بِي وَرَأَى الدَّمَ قَالَ: مَا لَكِ لَعَلَّكِ نَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَصْلِحِي مِنْ نَفْسِكِ، ثُمَّ خُذِي إِنَاءً مِنْ مَاءٍ، فَاطْرَحِي فِيهِ مِلْحًا، ثُمَّ اغْسِلِي مَا أَصَابَ الْحَقِيبَةَ مِنَ الدَّمِ، ثُمَّ عُودِي لِمَرْكَبِكِ. قَالَتْ: فَلَمَّا

313- اسناده ضعيف لجهالة امية بنت ابى الصلت، فقد تفرد بالرواية عنها سليمان ابن سحيم، وهي تابعية لا تصحّ صحبتها، فقد ذكرها الحافظ فى القسم الرابع من "الاصابة"، وقال فى "التقريب": لايعرف حالها. وسلمة بن الفضل -وان كان ضعيفاً- متابع، ومحمد بن اسحاق -وان كان مدلساً- صرح بالتحديث عند احمد والبيهقي. واخرجه احمد (27136)، والخطيب فى "تلخيص المتشابه" /8472 و848، والبيهقي /4072 من طريقين عن محمّد بن اسحاق، بهذا الاسناد

فَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْفَيْءِ قَالَتْ: وَكَانَتْ لَا تَطْهُرُ مِنْ حَيْضَةٍ اِلَّا جَعَلَتْ فِيْ طَهُوْرِهَا مِلْحًا، وَاَوْصَتْ بِهِ اَنْ يُّجْعَلَ فِيْ غُسْلِهَا حِيْنَ مَاتَتْ

اُمیہ بنت صلت' بنوغفار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے حوالے سے نقل کرتے ہیں' جس کا نام انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنی سواری پر پالان کے پیچھے حصے پر بٹھالیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب (نبی اکرم ﷺ سفر کرتے رہے) اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ صبح صادق کے قریب سواری سے اترے (یعنی آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا) آپ ﷺ نے سواری کو بٹھایا میں بھی پالان کے پچھلے حصے سے اتری تو اس پر میرے خون کا نشان تھا یہ وہ پہلا حیض تھا جو مجھے آیا تھا۔ وہ خاتون کہتی ہیں' تو میں اونٹنی کے ساتھ لگ گئی اور مجھے شرم آ گئی جب نبی اکرم ﷺ نے میری صورت حال دیکھی اور آپ ﷺ نے خون کا نشان دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا ہے۔ شاید تمہیں حیض آ گیا ہے میں نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا معاملہ ٹھیک کرو پھر پانی کا برتن لے کر اس میں نمک ملا کے اس جگہ کو دھو دو جو پالان پر تمہارا خون لگا ہے اور پھر اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا تو آپ ﷺ نے مال فے میں سے ہمیں بھی عطا کیا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتی تھی' تو طہارت حاصل کرنے والے پانی میں نمک ملایا کرتی تھی اور انہوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ جب ان کا انتقال ہو جائے' تو ان کے غسل کے پانی میں بھی نمک ملایا جائے۔

314 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، اَخْبَرَنَا سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَتْ اَسْمَاءُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ تَغْتَسِلُ اِحْدَانَا اِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيْضِ؟ قَالَ: تَاْخُذُ سِدْرَهَا وَمَاءَهَا فَتَوَضَّاُ، ثُمَّ تَغْسِلُ رَاْسَهَا، وَتَدْلُكُهُ حَتّٰى يَبْلُغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ شَعْرِهَا، ثُمَّ تُفِيْضُ عَلٰى جَسَدِهَا، ثُمَّ تَاْخُذُ فِرْصَتَهَا فَتَطَّهَّرُ بِهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كَيْفَ اَتَطَهَّرُ بِهَا، قَالَتْ: عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِيْ يَكْنِيْ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا: تَتَبَّعِيْنَ بِهَا آثَارَ الدَّمِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسماء نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کا حیض جب ختم ہو جائے' تو وہ کیسے غسل کرے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بیری کے پتے اور پانی لے اور وہ وضو کرے پھر وہ اپنے سر کو دھوئے اور اسے ملے یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر وہ اپنے جسم پر پانی بہا لے۔ پھر وہ روئی لے کر اس کے ذریعے طہارت حاصل کرے۔ اسماء نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کیا فرمانا چاہ رہے ہیں۔ تو میں نے اسماء سے کہا: تم خون کے نشانات کو صاف کرو۔

315 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْاَنْصَارِ، فَاَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ: مَعْرُوْفًا، وَقَالَتْ: دَخَ

امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً. قَالَ مُسَدَّدٌ: كَانَ أَبُو عَوَانَةَ يَقُولُ: فِرْصَةً، وَكَانَ أَبُو الْأَحْوَصِ يَقُولُ: قَرْصَةً.

صفیہ بنت شیبہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتی ہیں: انہوں نے انصار کی خواتین کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی اور ان کا اچھائی کے ساتھ ذکر کیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان میں سے ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:)

"وہ مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے"

مسدد نامی راوی کہتے ہیں: ابوعوانہ نے اپنی روایت میں صرف لفظ "فرصہ" ذکر کیا ہے جبکہ ابواحوص نے لفظ قرصہ ذکر کیا ہے۔

316 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: فِرْصَةً مُمَسَّكَةً، قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَتِرِي بِثَوْبٍ. وَزَادَ وَسَأَلَتْهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ: تَأْخُذِينَ مَاءَكِ فَتَطَّهَّرِينَ أَحْسَنَ الطُّهُورِ وَأَبْلَغَهُ، ثُمَّ تَصُبِّينَ عَلَى رَأْسِكِ الْمَاءَ، ثُمَّ تَدْلُكِينَهُ حَتَّى يَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِكِ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلْنَ عَنِ الدِّينِ، وَأَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِيهِ

سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے "مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے" اسماء نے دریافت کیا: میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیا۔

راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں "اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل جنابت کے بارے میں دریافت کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پانی لے کر اچھی طرح سے طہارت حاصل کرو اور اسے (جسم کے) ہر حصے تک پہنچا دو۔ پھر تم اپنے سر پر پانی ڈالو پھر اسے ملو یہاں تک کہ وہ پانی تمہارے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر تم اپنے پورے جسم پر بہاؤ۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انصار کی خواتین سب سے اچھی ہیں کیونکہ دینی معاملات کے بارے میں سوال کرنے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی ہے۔

بَابُ التَّيَمُّمِ

باب: تیمم کرنا

تیمم کی تعریف اس کی شرائط اور مذاہب فقہاء کا بیان

لغت میں تیمم کے معنی قصد" کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں تیمم سے مراد ہے پاک مٹی کا قصد کرنا یا اس چیز کا قصد کرنا

جو مٹی کے قائم مقام ہو جیسے پتھر اور چونا وغیرہ اور طہارت کی نیت کے ساتھ اسے ہاتھ اور منہ پر ملنا۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں یا ایک ضرب ہے؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابویوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لئے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لئے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لئے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی یہی منقول ہے۔ دونوں فریقین کے مذہب و مسلک کی تائید میں احادیث ہیں۔

تیمم کتاب سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دوبار پاک مٹی پر ہاتھ مارنا) ضروری ہیں ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے حضرت علی بن ابی طالب حضرت عبداللہ بن عمر حسن بصری شعبی سالم بن عبداللہ بن عمر سفیان ثوری امام مالک امام ابوحنیفہ اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہ کا یہی مسلک ہے عطاء مکحول اوزاعی امام احمد اسحٰق ابن المنذر اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کیلئے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر بغلوں تک مسح کرنا واجب ہے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماوراء تیمم نہیں ہے اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے۔ تیمم حدث اصغر کے لئے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی حائض اور نفساء) کے لئے بھی ہے سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے ماسوا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک قول کے یہ بھی روایت ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی کریم ﷺ نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۴۴)

اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے وہ (اگر اتنا پانی ہو تو) اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر

رطوبت فرج لگی ہوئی تھی جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالبا پانی نہیں ہوتا مثلا سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، ہدایہ)

امام شافعی امام احمد ابن المنذر داؤد ظاہری، اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے حتی کہ دھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کے بعض مسائل کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیر جمل (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کی طرف جا رہے تھے ایک مسلمان نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کو سلام کا جواب نہیں دیا حتی کہ آپ ایک دیوار کے پاس گئے اور تیمم کر کے اس کو جواب دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۹)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے خواہ فرض نماز نماز عید یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے کیونکہ ان کی قضاء نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کا فورا جواب نہیں دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقا کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کنوئیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔

317 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ. اَخْبَرَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ. ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ. عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. عَنْ اَبِيهِ. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ. بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ وَأُنَاسًا مَعَهُ فِي طَلَبِ قِلَادَةٍ أَضَلَّتْهَا عَائِشَةُ. فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ. فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ. فَأُنْزِلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ فَقَالَ لَهَا أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: يَرْحَمُكِ اللّٰهُ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ تَكْرَهِينَهُ إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلَكِ فِيهِ فَرَجًا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسید بن حضیر اور ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو ہار تلاش کرنے کے لئے بھیجا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گم ہو گیا تھا۔ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا' تو ان لوگوں نے وضو کے بغیر ہی نماز ادا کر لی۔ پھر وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صورت حال کا ذکر کیا' تو تیمم کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی۔

ابن نفیل نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اس پر حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جب بھی آپ کو کسی ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جسے آپ ناپسند کرتی ہوں' تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اور آپ کے لئے اس میں کشادگی رکھ دی۔

318 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَمَسَّحُوا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِيدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ الصَّعِيدَ، ثُمَّ مَسَحُوا وُجُوهَهُمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً، ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَحُوا بِأَيْدِيهِمْ كُلِّهَا إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْآبَاطِ مِنْ بُطُونِ أَيْدِيهِمْ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے مٹی کے ذریعے تیمم کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ مٹی پر مارے اور پھر اپنے چہروں پر ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے دوبارہ اپنے ہاتھ مٹی پر دوسری مرتبہ مارے اور اپنے پورے بازوؤں کا کندھوں تک اور بغلوں تک مسح کیا۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے یہ مسح کیا تھا۔

تیمم کی سنتوں کا بیان

(۱) بسم اللہ کہنا' (۲) ہاتھوں کو زمین پر مارنا' (۳) انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا' (۴) ہاتھوں کو جھاڑ لینا' یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے' (۵) زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا' (۶) پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا' (۷) دونوں کا مسح پے در پے ہونا' (۸) پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا۔ (۹) داڑھی کا خلال کرنا اور (۱۰) انگلیوں کا خلال جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے

سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مسح کرے یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوا۔ (عالمگیری)

319 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، نَحْوَ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: قَامَ الْمُسْلِمُوْنَ فَضَرَبُوا بِأَكُفِّهِمُ التُّرَابَ، وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا. فَذَكَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَنَاكِبَ وَالْآبَاطَ قَالَ: ابْنُ اللَّيْثِ: إِلٰى مَا فَوْقَ الْمِرْفَقَيْنِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی ہتھیلیاں مٹی پر ماریں۔ انہوں نے مٹی کو مٹھی میں نہیں لیا''۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے البتہ راوی نے کندھوں اور بغلوں کا ذکر نہیں کیا۔

ابن لیث نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''کہنیوں کے اوپر تک (مسح کیا)''۔

320 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُوْرِيُّ فِي آخَرِيْنَ قَالُوْا: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَّسَ بِأُوْلَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ فَانْقَطَعَ عِقْدٌ لَهَا مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ. فَحُبِسَ النَّاسُ ابْتِغَاءَ عِقْدِهَا ذٰلِكَ حَتّٰى أَضَاءَ الْفَجْرُ، وَلَيْسَ مَعَ النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ: حَبَسْتِ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةَ التَّطَهُّرِ بِالصَّعِيْدِ الطَّيِّبِ. فَقَامَ الْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبُوْا بِأَيْدِيْهِمْ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ رَفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ، وَلَمْ يَقْبِضُوْا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا. فَمَسَحُوْا بِهَا وُجُوْهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَاكِبِ، وَمِنْ بُطُوْنِ أَيْدِيْهِمْ إِلَى الْآبَاطِ زَادَ ابْنُ يَحْيٰى فِي حَدِيْثِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فِي حَدِيْثِهِ: وَلَا يَعْتَبِرُ بِهٰذَا النَّاسُ.

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ فِيْهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ ضَرْبَتَيْنِ، كَمَا ذَكَرَ يُوْنُسُ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ضَرْبَتَيْنِ، وَقَالَ مَالِكٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَمَّارٍ، وَكَذٰلِكَ قَالَ أَبُوْ أُوَيْسٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَشَكَّ فِيْهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: مَرَّةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، أَوْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَمَرَّةً قَالَ. عَنْ أَبِيْهِ وَمَرَّةً قَالَ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اضْطَرَبَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيْهِ. وَفِي سَمَاعِهِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي هٰذَا

الْحَدِیثِ الضَّرْبَتَیْنِ اِلَّا مَنْ سَمَّیْتُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اولات الجیش" کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں ان کا سیپوں سے بنا ہوا ہار گر گیا۔ لوگ ان کے ہار کی تلاش میں رک گئے یہاں تک کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا: تم نے لوگوں کو رکنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر پاک مٹی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کی رخصت نازل کر دی تو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کیے۔ انہوں نے مٹھی میں مٹی نہیں لی۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنے چہروں پر اور بازوؤں پر کندھے تک اور ہاتھ کے اندرونی حصے کے ذریعے بغلوں تک مسح کیا۔

ابن یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں ابن شہاب اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

"لوگوں نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن اسحاق نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ وہ اس میں یہ بیان کرتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور انہوں نے دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر کیا ہے جس طرح یونس نامی راوی نے ذکر کیا ہے۔

یہ روایت معمر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے کہ دو مرتبہ ضرب لگائی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے زہری کے حوالے سے عبیداللہ بن عبداللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح ابواویس نے یہ بات بیان کی ہے یہ زہری سے منقول ہے۔

اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ کو شک ہوا ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ عبیداللہ کے حوالے سے ان کے والد سے منقول ہے یا شاید عبیداللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ ان کے والد سے منقول ہے اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تو اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ اضطراب کا شکار ہو گئے اور ان کے زہری سے سماع میں بھی اضطراب ہے ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر نہیں کیا۔ صرف ان لوگوں نے کیا ہے جن کا نام میں نے ذکر کر دیا ہے۔

321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ؟ فَقَالَ: لَا، وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا. فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) (النساء 43) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ.

فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هٰذَا لِهٰذَا. قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ. فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّةُ. ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ هٰكَذَا فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَهَا. ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ وَبِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ عَلَى الْكَفَّيْنِ. ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ: أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

شقیق بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبدالرحمن آپ کی کیا رائے ہے اگر ایک شخص جنبی ہو جاتا ہے اور اسے ایک مہینے تک پانی نہیں ملتا تو کیا وہ تیمم نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں کرے گا اگرچہ اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے' تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر آپ اس آیت کا کیا کریں گے جو سورۃ مائدہ میں ہے۔

''تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو''۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس بارے میں لوگوں کو رخصت دے دی جائے' تو عنقریب ایسا ہوگا کہ اگر لوگوں کو پانی ٹھنڈا لگے گا' تو وہ مٹی کے ذریعے تیمم کرلیں گے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ اس وجہ سے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں' تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو کہا گیا قول نہیں سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کے سلسلے میں بھیجا میں جنبی ہوگیا مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں یوں لوٹ پوٹ ہوگیا جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتا ہے' پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مار کر اسے جھاڑا پھر آپ نے بائیں ہاتھ کو دائیں پر اور دائیں کو بائیں پر مارا پھر آپ نے اپنے چہرے کا مسح کیا۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بیان پر قناعت نہیں کی تھی۔

322 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. عَنْ أَبِي مَالِكٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّا نَكُونُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرَ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ: أَمَّا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أُصَلِّي حَتّٰى أَجِدَ الْمَاءَ. قَالَ: فَقَالَ عَمَّارٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمَا تَذْكُرُ إِذْ كُنْتُ أَنَا وَأَنْتَ فِي الْإِبِلِ. فَأَصَابَتْنَا جَنَابَةٌ. فَأَمَّا أَنَا. فَتَمَعَّكْتُ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا. وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَهُمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلٰى نِصْفِ الذِّرَاعِ فَقَالَ عُمَرُ. يَا عَمَّارُ اتَّقِ اللهَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. إِنْ شِئْتَ وَاللهِ لَمْ أَذْكُرْهُ أَبَدًا. فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا وَاللهِ لَنُوَلِّيَنَّكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ

عبدالرحمن بن ابزیٰ بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا:

(بعض اوقات) ہم کسی ایسی جگہ پر ایک یا دو ماہ تک رہتے ہیں (جہاں زیادہ پانی دستیاب نہیں ہوتا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک نماز ادا نہیں کروں گا' جب تک میں پانی کو پا نہیں لیتا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ جب میں اور آپ اونٹوں میں تھے ہمیں جنابت لاحق ہوگئی میں' تو مٹی میں لوٹ پوٹ ہوگیا پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات ذکر کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان پر پھونک مار کر (مٹی کو جھاڑا) اور آپ نے وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف بازو تک پھیر لئے' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمار! تم اللہ سے ڈرو۔ انہوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! اگر آپ چاہیں' تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اس حوالے سے ہم تمہیں اس بات کا پابند بناتے ہیں جو تم نے بیان کی ہے۔

323 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنِ ابْنِ أَبْزَى، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: يَا عَمَّارُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ ضَرَبَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذِّرَاعَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ، وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، وَرَوَاهُ جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى يَعْنِي، عَنْ أَبِيهِ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) اے عمار! تمہارے لئے اس طرح کر لینا کافی تھا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (اور مٹی کو جھاڑا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنی تک نہیں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ (زمین پر ہاتھ مارا تھا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت وکیع نے اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے عبدالرحمن سے نقل کی ہے' جب کہ جریر نے یہ روایت اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے سعید بن عبدالرحمن کے حوالے سے نقل کی ہے یعنی ان کے والد سے نقل کی ہے۔

324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ، فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ وَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا، وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ شَكَّ

324- حديث صحيح دون قوله: "الى المرفقين" لشك سلمة- وهو ابن كهيل- فيه، وقد اشار الى ضعف هذه الرواية الحافظ في "الفتح" 1/445، وسياتي الحديث من طرق صحيحة بالارقام (326) و (327) بذكر الكفين فحسب. ذر: هو ابن عبد الله المرهبي، وابن عبد الرحمن: هو سعيد واخرجه النسائي في "الكبرى" (299) عن محمد بن بشار بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (18333).

سَلَمَةُ وَقَالَ: لَا اَدْرِیْ فِيْهِ اِلَی الْمِرْفَقَيْنِ، يَعْنِیْ اَوْ اِلَی الْكَفَّيْنِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے لئے یہ کافی تھا'' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پھونک ماری پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا' یہ شک سلمہ نامی راوی کو ہے وہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''کہنیوں تک'' یا یہ الفاظ ہیں: ''ہتھیلیوں تک''۔

325 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي الْاَعْوَرَ، حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ: ثُمَّ نَفَخَ فِيْهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ اِلَی الْمِرْفَقَيْنِ - اَوْ اِلَی الذِّرَاعَيْنِ - قَالَ شُعْبَةُ: كَانَ سَلَمَةُ يَقُوْلُ: الْكَفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذِّرَاعَيْنِ. فَقَالَ لَهُ مَنْصُوْرٌ ذَاتَ يَوْمٍ: انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَاِنَّهُ لَا يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک ماری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر کہنیوں تک (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کلائیوں تک پھیر لیا۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: سلمہ یہ کہا کرتے تھے: دونوں ہتھیلیاں چہرہ اور دونوں کلائیاں

منصور نے ایک دن ان سے کہا: آپ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' کیونکہ کلائیوں کا ذکر آپ کے علاوہ اور کسی نے (اس روایت میں) نہیں کیا۔

326 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِی الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَمَّارٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: فَقَالَ يَعْنِی النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ اَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ اِلَی الْاَرْضِ، فَتَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ، وَسَاقَ الْحَدِيْثَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارًا يَخْطُبُ بِمِثْلِهِ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَنْفُخْ، وَذَكَرَ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ: ضَرَبَ بِكَفَّيْهِ اِلَی الْاَرْضِ وَنَفَخَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے اور اس کے ذریعے اپنے چہرے اور بازوؤں پر مسح کر

325- حديث صحيح دون قوله: "الى المرفقين او الى الذراعين" كما سلف الكلام عليه فيما قبله. حجاج الاعور: هو ابن محمد المصيصي، ومنصور المذكور في المتن: هو ابن المعتمر. واخرجه النسائي في "الكبرى" (301) من طريق حجاج، بهذا الاسناد.

لیتے'' اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت شعبہ نے حصین کے حوالے سے ابو مالک سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک نہیں ماری''۔

حصین بن محمد نے یہ روایت شعبہ کے حوالے سے حکم سے نقل کی ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک ماری''۔

327 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّيَمُّمِ فَاَمَرَنِي ضَرْبَةً وَاحِدَةً لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

⊛⊛ سعید بن عبدالرحمن نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تیمم کے بارے میں دریافت کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ ایک ضرب چہرے اور دونوں بازوؤں کے لئے ہو گی۔

328 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَ: سُئِلَ قَتَادَةُ، عَنِ التَّيَمُّمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ

⊛⊛ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کہنیوں تک (بازوؤں پر مسح کیا جائے گا)''۔

تیمم کرنے کے طریقے کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ان دونوں میں سے یہ ہے کہ اپنے چہرے کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے اپنے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ تیمم دو ضربیں ہیں چہرے کی ضرب اور ہاتھوں کی ضرب ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے تا کہ مثلہ نہ بنے۔

اور ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں پورے عضو کو مسح میں گھیرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہے۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ انگلیوں میں خلال کرے اور انگوٹھی کو اتار دے تا کہ مسح پوری طرح ہو جائے۔ تیمم حدث اور جنابت میں برابر ہے۔ اور اسی طرح حیض ونفاس کیلئے بھی کافی ہے۔ اس روایت کی وجہ سے کہ ایک قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا ہم ایسی قوم ہیں جو ایسے ریگستان میں رہتے ہیں کہ ہم ایک ماہ یا دو ماہ تک پانی نہیں پاتے اور ہمارے اندر جنبی حائضہ اور نفاس والی بھی ہوتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر تمہاری زمین لازم ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب طہارت، بیروت)

تیمم کا طریقہ

علامہ محمود ابن مازہ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل میں سے بعض روایات ہیں اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے جبکہ بعض روایات میں ہے ہاتھوں کو زمین پر مارے۔ جبکہ اکثر آثار یہ ہیں کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ افضل یہ ہے کہ یہاں ''ضرب'' ہاتھوں کو زمین پر مارنا مراد ہو کیونکہ زمین پر ہاتھ رکھنے کی بجائے زمین پر ہاتھ مارنے سے زیادہ مٹی انگلیوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور ہاتھوں کو محض رکھنے کی وجہ سے مٹی داخل نہیں ہوتی۔ پھر بعض فقہاء نے کہا کہ ان دونوں سے چہرے کا مسح کرے۔

جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ دو مرتبہ جھاڑے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ جھاڑے۔ حقیقت میں ائمہ کے ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک جب انگلیوں میں بہت زیادہ مٹی ہو لہٰذا اس وقت دو مرتبہ جھاڑنا ضروری ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا۔ جب انگلیوں پر بہت تھوڑی مٹی ہو۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ بھی جھاڑنے سے جھڑ جائے گی۔ ایک مرتبہ جھاڑنا کافی ہے اور دو مرتبہ جھاڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسح ہتھیلی کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ ہتھیلی کو زمین پر رکھا جائے۔ کیونکہ ہتھیلی کو زمین پر رکھنا مٹی کو استعمال کرنے کی طرح ہے۔

پھر اپنے ہاتھوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ضرب مارے اور اسے جھاڑے اور دائیں ہاتھ پر بائیں کے ساتھ مسح کرے۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ پر دائیں کے ساتھ مسح کرے۔ یہ مسح ہتھیلیوں سے کہنیوں سمیت کرے یہی ائمہ ثلاثہ احناف کا مؤقف ہے علماء کے اس میں ~~بہت~~ سے اقوال ہیں۔ جبکہ احناف کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمم کی دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرے کیلئے اور دوسری ہاتھوں کیلئے۔

(المحیط البرہانی فی فقہ النعمانی، ج ۱، ص ۱۰۶، بیروت)

تیمم کی ضربوں میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت امام شافعی کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول سے بھی یہی منقول ہے۔ دونوں فریقین کے مذہب و مسلک کی تائید میں احادیث منقول ہیں۔ جن پر علامہ ابن ہمام کی جرح و تعدیل ہم ذکر کر رہے ہیں۔

حدیث ضربتان پر جرح و تعدیل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو انہی الفاظ ''اَلتَّیَمُّمُ ضَرْبَتَانِ، ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلْیَدَیْنِ'' امام حاکم اور

امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔
امام حاکم نے اس سند پر سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ میں اس حدیث کو علی بن ظبیان کے سوا عبیداللہ کو نہیں جانتا۔ اور وہ صدوق راوی ہے۔ امام یحییٰ بن قطعان، ہشیم وغیرہما نے ان کے بارے میں توقف کیا ہے۔
علامہ ابن عدی نے امام نسائی اور ابن معین سے ابن ظبیان کا ضعف نقل کیا ہے۔ جبکہ ان الفاظ کے سوا امام حاکم اور امام دارقطنی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ جس کو عثمان بن محمد انماطی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (التَّیَمُّمُ ضَرْبَۃٌ لِلْوَجْہِ وَضَرْبَۃٌ لِلذِّرَاعَیْنِ إِلَی الْمِرْفَقَیْنِ)
امام حاکم نے کہا ہے یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔
امام دارقطنی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔
علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ عثمان کے بارے میں تکلم کیا گیا ہے کہ ان کی روایت کو رد کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث پر محمول کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔
(عَمَّارٍ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَۃٍ إِلَی أَنْ قَالَ: فَقَالَ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا یَکْفِیکَ أَنْ تَقُولَ بِیَدَیْکَ ہٰکَذَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدَیْہِ الْأَرْضَ ضَرْبَۃً، ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَی الْیُمْنَی وَظَاہِرَ کَفَّیْہِ وَوَجْہَہُ)
حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے کسی کام کیلئے یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ تیرے بدن کیلئے یہ کافی ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ اور بائیں سے دائیں کا مسح اور ہتھیلیوں کے ظاہر اور چہرے کا مسح کیا۔
امام مالک کا مذہب حقیقی یہی ہے کہ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ کسی چیز کے جزء کا اطلاق کل پر کرنا ہی یہاں مراد ہے۔ یعنی کفین ذراعین سے مراد کل ہے۔ اور وقت کے اندر اس کا اعادہ کیا جائے گا۔
یہاں مراد دونوں ضربوں کا ظاہر ہے اور اسی پر اکثر امت کا عمل ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو حدیث عمار پر ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ امت نے اس حدیث کو ہی قبول کیا ہے۔ اور دوسری روایت سے اعراض کیا ہے۔ یہی اس کی وجہ ترجیح ہے۔
ضربتان کا قول یہ فائدہ دیتا ہے کیونکہ ضرب ایک رکن ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جائے کیونکہ اس کے بعد چہرے کا مسح کرنا ہے اور اگر پہلے ہاتھوں کا مسح نہ کیا تو وہ ضرب حادث ہو جائے گی (جیسا ماء مستعمل میں ہوتا ہے لہٰذا اسی طرح مسح کو دوسرے عضو پر کرنے سے پہلے ہاتھوں کا مسح کر کے حدث کو دور کرنا ضروری ہے)۔ لہٰذا یہ اسی طرح رکن ہو گیا جس طرح وضو کے ارکین کو ایک رکن کے بعد دوسرے رکن کو دھویا جاتا ہے۔ اسی طرح سید ابو شجاع نے کہا ہے۔
قاضی "وَقَالَ الْقَاضِي الْإِسْبِیجَابِيُّ" نے کہا ہے کہ جس طرح حدث والے ہاتھ میں پانی لیا جاتا ہے پھر اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیمم کی ضرب میں بھی جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج۱، ص ۲۲۴، بیروت)
حضرت عبدالرحمن بن ابزی فرماتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا میں جنبی ہو گیا اور پانی نہیں مل رہا تو عمر نے فرمایا نماز مت پڑھو تو عمار بن یاسر نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ ایک سریہ میں تھے کہ جنبی ہو گئے اور پانی نہ ملا تو آپ نے نماز ہی نہیں پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لئے اتنا کافی تھا اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر لگائے پھر ان پر پھونک ماری اور ان کو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک سفر میں تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن ابوداؤد ۳۲۸، معرفۃ السنن، ۳۲۵)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۵۶، سنن ابوداؤد، ۳۲۰)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا۔ پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، ۲۷۰، سنن ابوداؤد، ۳۲۶)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۵)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایت موجود ہیں اور جن کو ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے ان کے متن میں شدید اضطراب ہے ہم نے چند ایک کو مثال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اضطراب والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں جس طرح فقہاء احناف نے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہی اصل وصحیح ہیں۔ اور ان کی ہی اتباع وپیروی کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ تیمم کے لیے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک مرتبہ تو منہ پر پھیرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیرنے کے لیے اس لیے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مٹی پر ہاتھ مارنے کی کیفیت وصورت دکھادیں کہ جنابت کے لیے تیمم اس طرح کر لیا کرو مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد پورے تیمم کی کیفیت بیان کرنا نہیں تھا اس لیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بھی روایت حدیث کے وقت ایک مرتبہ ہاتھ مارنے ہی کو بطور تعلیم ذکر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں تیمم کے بارے میں منقول ہیں ان میں صراحت کے ساتھ دو مرتبہ ہی ہاتھ مارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی لکھتے ہیں۔ امام کرخی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک

تیمم کے دونوں اعضاء میں استیعاب (پورے عضو کو گھیر لینا) واجب ہے۔ یہی ظاہر الروایت ہے۔ حتیٰ کہ اگر تیمم کرنے والے نے مقام تیمم سے ذرا بھر بھی چھوڑا تو تیمم نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے جس طرح ذرہ برابر بھی عضو سے دھونا رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح تیمم بھی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے نوادر میں اس قول کی تاکید موجود ہے اور وہ روایت اس طرح بھی ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں نہ پہنچے تو وہ انگلیوں کا خلال کرے۔ اس حالت میں اس تین ضربوں کی ضرورت ہے کیونکہ ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ہاتھوں کیلئے اور تیسری انگلیوں کے خلال کیلئے ہوگی۔ اسی پر یہ دلیل ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اور وہ اس کو نہیں اتارتا یا عورت کے ہاتھ سوار ہے اور تیمم کی حالت میں اسے اتار انہیں تو تیمم نہ ہوگا۔

امام حسن نے فقہاء احناف سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے ربع سے کم ترک کیا تو تیمم کفایت کرے گا۔ اور امام حسن نے ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ کلین یا ذراعین کے اکثر کا مسح کرلے تو جائز ہے۔ کیونکہ اکثر کا مسح ایسے ہے جیسے کل کا استیعاب ہے۔ کیونکہ مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ اسی روایت کے مطابق انگوٹھی یا سوار کا اتارنا واجب نہ ہوگا۔ امام شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی روایت تعریف مسح میں محفوظ کیا جائے کیونکہ اسی میں عموم بلویٰ (عرف) ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے امام حسن سے مختلف روایت مذکور ہے جو یہ ہے کہ اگر کسی نے ظاہر ہتھیلی کی مقدار مسح ترک کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ حالانکہ ظاہر کف ربع سے کم ہے۔

فقیہ ابو جعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو امام حسن سے روایت ہے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ کیونکہ تیمم کرنے والا ربع سے کم کا متروک ہے تو جائز ہے۔ کف کا مسئلہ اسی سے متخرج ہے۔ اور اس میں کف کی تعریف کا تعین کیا جائے گا۔ لہٰذا امام حسن کی روایت تیمم اور وضو کے درمیان فرق کی محتاج ہے۔

وضو اور تیمم کی تغلیظ میں فرق کا بیان

وضو کا حکم تیمم کے حکم سے زیادہ سخت ہے کیونکہ تیمم میں دو اعضاء ہیں جبکہ وضو میں چار اعضاء ہیں۔ ذراعین کے تیمم میں داخل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول قدیم یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور یہی امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ اور انہوں نے ربع کی مقدار مراد لی ہے۔ اور جب مقطوع الیدین مسح کرے گا تو وہ احناف کے موقف کے مطابق مقام قطع کا مسح کرے۔ اس لئے مقام قطع کے مسح کا ترک جائز نہیں۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ مقام قطع کا مسح نہیں کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک مرفقین عضو میں داخل ہی نہیں۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی، ج ۱، ص ۱۰۸، باب تیمم، بیروت)

مسح والے امور میں استیعاب کا قاعدہ فقہیہ

مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ (محیط برہانی)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے جس طرح دھونے کے حکم میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس عضو کو دھویا جائے اس کا استیعاب کیا جائے یعنی اس عضو میں کہیں بھی کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ جبکہ مسح والے حکم میں اس چیز کا ادراک نہیں کیا جاسکتا کہ جلد کے ہر ہر جز یا ہر ہر حصے کو مٹی کے ذرے پہنچے یا وہاں تک مسح کی رسائی اسی طرح ہے جس طرح پانی کی رسائی عضو پر ہوتی ہے۔ لہٰذا استیعاب وضو کی

طرح ضروری نہیں ہوگا۔ البتہ مسح والی جگہ کو گھیر لیا جائے گا۔

حکم تیمم سے والے مسح اور مثلہ میں فرق کیا جائے

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مٹی کو جھاڑے کیونکہ اگر ہاتھوں سے گرد وغبار کو جھاڑا نہ تو یہ مثلہ ہو جائے گا۔ جو کہ منع ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ من مثل بالحیوان۔

اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔ (صحیح بخاری، ج ۲، ۸۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاکم مستدرک میں حضرت ابن الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

خذ فاغز فی سبیل اللہ فقاتلوا من کفر باللہ لاتغلوا و لاتمثلوا و لاتقتلوا و لیدا فھذا عھد اللہ و سیرة نبیه۔ لے خدا کی راہ میں لڑ منکران خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل کہ یہ اللہ تعالٰی کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (مستدرک، ج ۴، ۵۴۱، بیروت)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں: نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم عن النھبة والمثلة۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔ (بخاری، ج ۲، ۹، ۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ التَّيَمُّمِ فِي الْحَضَرِ

باب: حضر کی حالت میں تیمم کرنا

329 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي الْجُهَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَبُو الْجُهَيْمِ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتَّى أَتَى عَلَى جِدَارٍ، فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا غلام عبداللہ بن یسار آئے ہم لوگ حضرت ابوجہیم انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بئر جمل کی طرف سے تشریف لائے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا۔ (یعنی تیمم کیا) اور پھر اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

330 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْمَوْصِلِيُّ اَبُوْ عَلِيٍّ. اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْعَبْدِيُّ، اَخْبَرَنَا نَافِعٌ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِيْ حَاجَةٍ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَضَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ فَكَانَ مِنْ حَدِيْثِهِ يَوْمَئِذٍ اَنْ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِكَّةٍ مِنَ السِّكَكِ. وَقَدْ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتّٰى اِذَا كَادَ الرَّجُلُ اَنْ يَتَوَارٰى فِي السِّكَّةِ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْحَائِطِ وَمَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً اُخْرٰى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ. ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ: اِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ اِلَّا اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ عَلٰى طُهْرٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ: رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِي التَّيَمُّمِ

قَالَ ابْنُ دَاسَةَ:

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: لَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ

⊛⊛ نافع بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا کام پورا کیا۔ اس دن انہوں نے جب باتیں کیں' تو یہ بات بھی بیان کی کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گلی میں گزرا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پاخانہ کر کے یا پیشاب کر کے آئے تھے۔ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس گلی میں آنکھوں سے اوجھل ہونے کے قریب تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مار کر ان کے ذریعے اپنے چہرے پر مسح کیا پھر آپ نے دوسری ضرب لگا کر اس کے ذریعے اپنی کلائیوں پر مسح کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سلام کا جواب دیا: اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کیونکہ میں باوضو حالت میں نہیں تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ محمد بن ثابت نے تیمم کے بارے میں ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔

ابن داسہ بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: محمد بن ثابت کی اس واقعہ کے بارے میں متابعت نہیں کی گئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اس میں دو مرتبہ ضرب لگانے کا تذکرہ ہے۔ لوگوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے طور پر روایت کیا ہے۔

331 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرُلُّسِيُّ. حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ. اَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ عِنْدَ بِئْرِ جَمَلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ. فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَقْبَلَ عَلَى الْحَائِطِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْحَائِطِ. ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ. ثُمَّ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کرکے تشریف لائے۔ بئر جمل کے قریب ایک شخص آپ کے سامنے آیا اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ دیوار کے پاس تشریف لائے آپ نے اپنا دست مبارک دیوار پر رکھ کر پھر اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا (یعنی تیمم کیا) پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

تیمم کرنے کی بعض صورتوں کا بیان

اور وہ صورتیں ذکر کردی جائیں جن میں تیمم جائز ہے تیمم حسب ذیل صورتوں میں جائز ہوتا ہے۔(۱) اتنا پانی جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو اپنے پاس موجود نہ ہو بلکہ ایک میل یا ایک میل سے زائد فاصلے پر ہو۔

(۲) پانی جو موجود تو ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غصب کیا ہوا ہو۔(۳) پانی کے نرخ کا معمول سے زیادہ گراں ہو جانا۔

(۴) پانی کی قیمت کا موجود نہ ہونا خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں، قرض لینے کے صورت میں اس پر قادر ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اپنی ملکیت میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر قرض مل سکتا ہو تو قرض لے لینا چاہئے۔

(۵) پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر پانی استعمال کیا جائے گا تو صحت یابی میں دیر ہوگی۔

(۶) سردی اس قدر شدید ہو کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی ملنا ممکن نہ ہو۔

(۷) کسی دشمن یا درندے کا خوف ہو مثلاً پانی ایسی جگہ ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا موجود ہوں یا راستے میں چوروں کا خوف ہو، یا اپنے اوپر کسی کا قرض ہو، یا کسی سے عداوت اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جاؤں گا تو قرض خواہ مجھ کو پکڑ لے گا، یا کسی قسم کی تکلیف دے گا، یا پانی کسی غنڈے اور فاسق کے پاس ہو اور عورت کو اس کے حاصل کرنے میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

(۸) پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اسے وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو مثلاً آٹا گوندھنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو، یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی دوسرے کی پیاس کا، یا اپنے جانوروں کی پیاس کا، بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے کہ مستعمل پانی جانوروں کے کام آ سکے۔

(۹) کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو کہ اسے کنوئیں میں ڈال کر تر کرے اور پھر اس سے نچوڑ کر طہارت حاصل کرے، یا پانی مٹکے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کے لئے نہ ہو اور نہ مٹکا جھکا کر پانی لے سکتا ہو، نیز ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا ایسا آدمی نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔

(۱۰) وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے جیسے عیدین یا جنازے کی نماز۔

(۱۱) پانی کا بھول جانا مثلاً کسی آدمی کے پاس پانی تو ہے مگر وہ اسے بھول گیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ میرے پاس پانی نہیں ہے۔

تیمم کرنے کا مسنون و مستحب طریقہ درج ذیل ہے: پہلے بسم اللہ پڑھ کر تیمم کی نیت کی جائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا اس کی نجاست دھو کر زائل کر دی گئی ہو، ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہ جائے جہاں ہاتھ نہ پہنچے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، داہنے ہاتھ کے انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے، اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے۔ اگر دونوں کی نیت کر لی جائے۔

تیمم کے کچھ احکام و مسائل یہ ہیں۔ یہ تمام مسائل عبدالشکور لکھنوی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ (۱) تیمم کے وقت نیت کرنا فرض ہے اور نیت کی شکل یہ ہے کہ جس حدیث کے سبب سے تیمم کیا جائے اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمم کیا جائے اس کی نیت کی جائے مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمم سے صحیح ہو گی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔

(۲) تیمم کرتے وقت اعضاء تیمم سے ایسی چیزوں کو دور کر دینا فرض ہے جس کی وجہ سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے جیسے روغن یا چربی وغیرہ۔

(۳) تنگ انگوٹھی تنگ چھلوں اور چوڑیوں کو اتار ڈالنا واجب ہے۔ (۴) اگر کسی قرینے سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کی تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے۔

(۵) اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس پانی موجود ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ (۶) اس ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ نے تیمم کیا ہے یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا مسح۔

(۷) منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ (۸) جس آدمی کو آخر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو تو اس کو نماز کے اخیر وقت تک پانی کا انتظام کرنا مستحب ہے مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت رسی اور ڈول مل جائیں گے۔ یا کوئی آدمی ریل پر سوار ہو اور یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ نماز کے آخر وقت ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

(۹) تیمم نماز کے وقت کے تنگ ہو جانے کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ شروع وقت میں واجب نہیں ہوتا۔ (۱۰) نماز کا اس قدر وقت ملے کہ جس میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو تیمم واجب ہوتا ہے اور اگر وقت نہ ملے تو تیمم واجب نہیں۔

(۱۱) جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے۔ اور جن چیزوں کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے اور جن چیزوں کے لئے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت اور مستحب ہے، یہی حال غسل کا بھی ہے۔

(۱۲) اگر کوئی آدمی حالت جنابت میں ہو اور مسجد میں جانے کی اسے سخت ضرورت ہو تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

(۱۳) جن عبادتوں کے لئے حدث اکبر (یعنی جنابت) اور حدث اصغر (یعنی جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) سے طہارت شرط نہیں ہے۔ جیسے سلام وسلام کا جواب وغیرہ ان کے لئے وضو وغسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے تلاوت قرآن مجید اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا تیمم بغیر عذر ہوسکتا ہے۔

(۱۴) اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا استعمال کردہ پانی تو ایسی حالت میں پہلے اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو، غسل کی ضرورت ہو تو غسل کیا جائے اس کے بعد تیمم کیا جائے۔

(۱۵) اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ مثلاً کوئی آدمی جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی آدمی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو تجھ کو مار ڈالوں گا۔

(۱۶) ایک جگہ سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

(۱۷) جو آدمی پانی اور مٹی دونوں پر قادر نہ ہو خواہ پانی ومٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے تو اس کو چاہئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس نماز کو طہارت سے لوٹا لے مثلاً کوئی آدمی ریل میں سوار ہے اور نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر نہ تو پانی موجود ہے کہ وہ وضو کرے اور نہ مٹی یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز ہے جس سے وہ تیمم کر سکے، ادھر نماز کا وقت بھی ختم ہوا جا رہا ہے تو اسے چاہئے کہ ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ اسی طرح کوئی آدمی جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو وہ بے وضو اور بے تیمم نماز پڑھ لے گا مگر ان دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ (احکام تیمم، عبدالشکور لکھنوی)

بَابُ الْجُنُبِ يَتَيَمَّمُ

باب: جنبی شخص کا تیمم کرنا

332 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ. ح حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيَّ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ. فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ. فَسَكَتُّ فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ. فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ، وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي

جَبَلًا فَقَالَ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ. فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ: مُسَدَّدٌ: غُنَيْمَةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَمْرٍو أَتَمُّ

⊛⊛ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم انہیں ساتھ لے کر ویرانے میں چلے جاؤ۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو میں ویرانے میں ربذہ کے لئے ربذہ آ گیا۔ وہاں مجھے جنابت لاحق ہوئی میں پانچ یا چھ دن تک اسی حالت میں رہا پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تو میں خاموش رہا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! تمہاری ماں تمہیں روئے تمہاری ماں کے لئے خرابی ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے ایک سیاہ فام کنیز کو بلوایا۔ وہ ایک بڑا برتن لے کر آئی جس میں پانی موجود تھا۔ اس نے میرے لئے کپڑے کے ذریعے پردہ تان دیا۔ میں نے سواری کی اوٹ میں ہو کر غسل کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اوپر سے پہاڑ اتر گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے اگرچہ اسے دس سال تک پانی دستیاب نہ ہوا۔ پھر جب تم پانی کو پاؤ تو اسے اپنے جسم پر ڈال لو یہ زیادہ بہتر ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: صدقے کی بکریاں (اکٹھی ہو گئیں) عمرو نامی راوی کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

پانی نہ ملنے کی مدت تک تیمم کرتے رہنے کا بیان

333 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ قَالَ: دَخَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَأَهَمَّنِي دِينِي، فَأَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ إِنِّي اجْتَوَيْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَوْدٍ وَبِغَنَمٍ فَقَالَ لِي: اشْرَبْ مِنْ أَلْبَانِهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَأَشُكُّ فِي أَبْوَالِهَا، هَذَا قَوْلُ حَمَّادٍ - فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَكُنْتُ أَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِي أَهْلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طُهُورٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ، وَهُوَ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَهُوَ فِي ظِلِّ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: وَمَا أَهْلَكَكَ؟ قُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ أَعْزُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِي أَهْلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طُهُورٍ، فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بِمَاءٍ، فَجَاءَتْ بِهِ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ بِعُسٍّ يَتَخَضْخَضُ مَا هُوَ بِمَلْآنَ. فَتَسَتَّرْتُ إِلَى بَعِيرِي فَاغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ: إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورٌ

333- صحيح لغيره دون قوله: "وابوالها" فقد تفرد بها حماد - وهو ابن سلمة البصري - وشك فيها، وخالفه حماد بن زيد فما ذكر المصنف - وهو اضبط من ابن سلمة - فلم يذكرها. وهو بطوله دون وصف الالبان والابوال في "مسند احمد" (21304). واخرج قوله: "ان الصعيد الطيب طهور ..." النسائي في "الكبرى" (307) من طريق سفيان، عن ايوب، بهذا الاسناد. وسمى سفيان الرجل عمرو بن بجدان. وهو في "صحيح ابن حبان" (1313).

وَاِنْ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ اِلٰى عَشْرِ سِنِيْنَ. فَاِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ. فَاَمِسَّهُ جِلْدَكَ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ اَيُّوْبَ لَمْ يَذْكُرْ اَبْوَالَهَا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا لَيْسَ بِصَحِيْحٍ. وَلَيْسَ فِيْ اَبْوَالِهَا اِلَّا حَدِيْثُ اَنَسٍ تَفَرَّدَ بِهِ اَهْلُ الْبَصْرَةِ

ابوقلابہ، بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کرلیا میرے دین نے مجھے پریشانی کا شکار کردیا۔ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتایا: مدینہ منورہ کی آب و ہوا میری طبیعت کے موافق نہیں تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ بکریاں اور اونٹ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: تم ان کا دودھ پینا، حماد نامی راوی کہتے ہیں: مجھے یہ شک ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ان کا پیشاب پینا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایسی جگہ رہتا تھا جو پانی سے دور تھے۔ میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی، مجھے جنابت لاحق ہو جاتی تھی، تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز پڑھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر (کیا ہوا؟) میں نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! میں ہلاکت کا شکار ہوگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے ہلاکت کا شکار کیا۔ میں نے عرض کیا: میں پانی سے دور رہتا ہوں۔ میری بیوی میرے ساتھ رہتی ہے۔ مجھے جنابت لاحق ہوجاتی ہے، تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز ادا کرتا رہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے پانی لانے کا حکم دیا۔ ایک سیاہ فام کنیز ایک بڑے برتن میں میرے لئے پانی لے کر آئی جس میں سے پانی چھلک رہا تھا۔ وہ برتن مکمل طور پر بھرا ہوا نہیں تھا۔ میں نے ایک اونٹ کی اوٹ میں غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر پاک مٹی طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے اگرچہ تمہیں دس سال تک پانی نہ ملے پھر جب تمہیں پانی ملے، تو اسے اپنی جلد پہ ڈال لو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یہ روایت ایوب سے نقل کی ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے۔ ''ان کا پیشاب'' یہ الفاظ مستند طور پر منقول نہیں ہیں اور ان کے پیشاب کے بارے میں روایت صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں۔

شرح

دس برس کی مدت تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ کثرت کے لئے ہے یعنی اگراتنے طویل عرصے تک بھی پانی نہ ملے تو غسل یا وضو کے لئے تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر بعد میں جب بھی اتنا پانی مل جائے جو غسل یا وضو کے لئے کافی ہو اور پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو نیز اس کے استعمال پر قادر بھی ہو تو غسل کرنا یا وضو کرنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں غسل یا وضو واجب ہوگا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کا وقت ختم ہوجانے پر تیمم نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کا حکم وضو (جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح جب تک وضو نہ ٹوٹے ایک وضو سے جتنے فرض یا نفل چاہے پڑھ سکتا ہے اسی طرح ایک تیمم سے بھی کئی وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہیں چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تیمم معذور کے وضو

کی طرح ہے کہ جس طرح نماز کا وقت گزر جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کا وقت ختم ہو جانے پر تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بَابُ إِذَا خَافَ الْجُنُبُ الْبَرْدَ أَيَتَيَمَّمُ

باب: جنبی شخص کو ٹھنڈک کے حوالے سے اندیشہ ہو تو کیا وہ تیمم کرسکتا ہے

334 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَخْبَرَنَا أَبِي قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ الْمِصْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: احْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السُّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ إِنِ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَمَّمْتُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا عَمْرُو صَلَّيْتَ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنُبٌ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْاِغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُولُ: (وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) (النساء: 29) فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ مِصْرِيٌّ مَوْلٰى خَارِجَةَ بْنِ حُذَافَةَ، وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ

۞ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ ذات سلاسل کے دوران ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہو گیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا' تو میں ہلاکت کا شکار ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو کیا تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا کہ میں نے غسل کیوں نہیں کیا۔ میں نے عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''تم لوگ خود کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے رحم کرنے والا ہے''۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن بن جبیر مصری خارجہ بن حذافہ کا غلام ہے۔ یہ جبیر بن نفیر کا بیٹا نہیں ہے۔

335 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّيَمُّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هٰذِهِ الْقِصَّةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيهِ: فَتَيَمَّمَ

ترجمہ: ابوقیس جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا غلام ہے وہ بیان کرتا ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک مہم کے امیر تھے۔اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اپنی شرم گاہ کو دھولیا اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر کے ان لوگوں کو نماز پڑھادی۔اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔انہوں نے تیمم کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ واقعہ امام اوزاعی کے حوالے سے حسان بن عطیہ سے بھی منقول ہے جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "انہوں نے تیمم کیا"۔

نواقض تیمم کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہر وہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔اسی طرح وہی تمام چیزیں تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں اور اسی طرح پانی کو دیکھ لینا بھی جبکہ آدمی اس کے استعمال کرنے پر قادر ہو تیمم کو توڑ دیتا ہے اور پاک مٹی کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور وہ آدمی جسے پانی میسر نہ ہو اور اسے نماز کے آخری وقت میں ہی پانی مل جانے کی امید ہو تو ایسے آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کو آخری وقت تک موخر کرے۔اب اگر پانی مل جائے تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر پانی نہ مل سکے تو پھر تیمم کر لے اور اپنے تیمم کے ساتھ وہ فرائض و نوافل نمازوں میں سے جو چاہے پڑھے اور مقیم شہر صحت مند آدمی کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔جب کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی مالک یعنی کرتا دھرتا اس کے علاوہ کوئی اور آدمی ہو اب اسے یہ خوف ہو کہ اگر وہ طہارت (یعنی وضو) کرنے میں مصروف ہو گیا تو نماز جنازہ اس سے فوت ہو جائے گی تو ایسے آدمی کے لئے (جائز) ہے کہ وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اور جو آدمی عید کی نماز کے لئے حاضر ہو۔پس وہ ڈرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو عید کی نماز اس سے فوت ہو جائے گی۔اور وہ آدمی جو نماز جمعہ کے لئے آئے اور خوف کرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہوا تو نماز جمعہ اس سے چلی جائے گی۔تو وہ وضو کرے اگر وہ نماز جمعہ (جماعت سے کچھ) پالے تو اس کے ساتھ پڑھے اور اگر نہ پاسکے تو ظہر کی چار رکعت پڑھے یونہی اگر وقت تنگ ہو اور وہ ڈرے کہ اگر اس نے وضو کیا تو وقت اس سے نکل جائے گا تو ایسا آدمی تیمم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اپنی قضاء نماز پڑھے۔(ہدایہ)

تیمم کو توڑنے والی چیزوں کی دو اقسام ہونے کا بیان

یہ دو قسم کی ہیں۔ا۔جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہیں، پس غسل کا تیمم صرف حدث اکبر سے ٹوٹتا ہے، وضو کو توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا، مثلاً کسی نے وضو اور غسل دونوں کا تیمم کیا پھر اس سے وضو توڑنے والا فعل سرزد ہوا تو اس کا وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور رہے گا اب اگر پانی نہ ملے تو صرف وضو کی نیت سے تیمم کرے، اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہوا اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا پھر اثنائے سفر میں ریل گاڑی میں اس کو پانی دریا یا تالاب وغیرہ نظر آیا تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ریل گاڑی وہاں ٹھہر نہیں سکتی اور وہ چلتی ریل گاڑی سے اتر نہیں سکتا اس لئے وہ پانی کیا استعمال پر قادر نہیں ہوا۔

۲۔جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر جاتا رہا تو تیمم ٹوٹ جائے گا مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو وہ پانی پر

قدرت حاصل ہو جانے کی صورت میں ٹوٹ جائے گا۔ وضو کے موافق پانی ملنے سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کے موافق پانی ملنے سے غسل کا تیمم ٹوٹے گا پس اگر اتنا پانی مل جائے جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں تو غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا، خواہ غسل کی سنتیں ادا ہو نہ سکیں، اسی طرح اگر وضو کے لئے اتنا پانی مل سکے جس سے وضو کے فرائض ادا ہو سکیں تو وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا خواہ وضو کی سنتیں ادا نہ ہو سکیں۔ اور اگر مرض وغیرہ کسی اور عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اس عذر کے جاتے رہنے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

تیمم جائز ہونے کے اسباب یعنی پانی دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس اور پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا، علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتا جب کسی شخص نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا پھر کوئی دوسرا عذر پہلی اجازت کی حالت میں لاحق ہو گیا پھر پہلا عذر جاتا رہا تو اس کی پہلی اجازت بالکل ختم ہو گئی اور اس کا تیمم بھی ختم ہو گیا اب دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے، مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے پھر وہ شخص مقیم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے وہ تیمم ختم ہو گیا، اب اس سے نماز جائز نہ ہو گی بلکہ اب مرض کی وجہ دوبارہ تیمم کرے یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن ایسا مرض ہو۔ گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے تب بھی پہلا تیمم ختم ہو گیا اب دوبارہ تیمم کرے۔

جنازہ کیلئے تیمم کی اباحت وعدم اباحت میں شوافع واحناف کا موقف ودلائل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے اس کا تیمم کرنا جائز نہیں کیونکہ اباحت تیمم کیلئے پانی کا نہ ہونا شرط ہے۔

{ امام شافعی اس مسئلہ کو نماز جمعہ اور باقی تمام نمازوں پر قیاس کرتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں ۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۵۱، بیروت) }

احناف کے نزدیک جنازہ کیلئے تیمم کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ مخاطب نماز ہے اور وضو سے عاجز ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو دوسرے کی ادائیگی کے ساتھ اس سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ لہذا یہ عموم ہے اور دوسری دلیل یہ ہے امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ایک جنازہ آیا اور اس وقت آپ بغیر وضو کے تھے تب آپ نے تیمم کیا۔ اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسی طرح ہمارے مشائخ نے ایک قول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا ہے۔

اور صاحب ہدایہ کا قول "امام حسن سے روایت ہے" یہ اس لئے کہ ظاہر الروایہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ جنازہ کے ولی کیلئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک جنازہ کے دوسرا جنازہ آجائے۔ اور اسکے فوت ہونے کا خوف ہو تو شیخین کے نزدیک اسی تیمم سے دوسری نماز جنازہ پڑھنی بھی جائز ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ضرورت ختم ہوئی اور دوسری نماز جنازہ نئی ضرورت ہے۔ لہذا پہلی ضرورت کے ختم ہوتے ہی حکم تیمم بھی ختم اور نئی ضرورت کیلئے نیا تیمم کرنا ہوگا۔

اور بعض نے کہا ہے اسی تیمم کے ساتھ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی ویسی ہی ضرورت ہے۔ جبکہ شارح نے حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول کو اس قید سے کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جب اس شخص کو جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو یا اس کو دونوں جنازوں کے درمیان اتنا وقت میسر نہ ہو کہ وہ شخص وضو کر سکے۔ (فتح القدیر، ج ا،ص ۲۴۹، بیروت)

تیمم کا معذور کے وضو کی طرح نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ اگر چہ وہ دس برس تک پانی نہ پائے اور جس وقت مل جائے تو بدن دھولینا چاہئے کیونکہ یہ بہتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، سنن ابوداؤد) اور نسائی نے بھی اسی طرح کی روایت عشرسنین تک نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 498)

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کرنے کا قاعدہ فقہیہ

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی فقہی مسئلہ میں عبادت غیر مقصودہ کا خلیفہ یعنی وضو کا خلیفہ عبادت مقصودہ یعنی نماز جمعہ جس کا خلیفہ نماز ظہر ہے۔ اس مسئلہ میں جمعہ عبادت مقصودہ میں سے ہے۔ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ جس طرح نماز عید یا جنازہ کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمم مباح ہوا تھا اسی طرح فوت جمعہ اور عام نماز کے وقت کے فوت ہونے کی وجہ سے بھی تیمم مباح ہونا چاہیے۔ لیکن اس جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ نماز جمعہ اور عام نمازوں کا خلیفہ موجود ہے۔ یعنی نماز جمعہ کا خلیفہ نماز ظہر ہے اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نمازیں ہیں۔ یہ جو جمعہ کا خلیفہ ظہر اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نماز ہے اس خلیفہ نے وضو کے خلیفہ کو ساقط کر دیا لہذا حکم یہ ہوگا ہر وہ عبادت جو اپنا خلیفہ رکھتی ہے اس کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں۔

عام نمازوں کا خلیفہ ہونے کے باوجود حکم تیمم کا بیان

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ والی عبادت کیلئے تیمم کی عدم اباحت کا اعتبار کر لیا جائے تو اس طرح کسی بھی نماز کیلئے تیمم مباح نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عمومی نمازوں کا خلیفہ قضاء موجود ہے۔ سوائے جنازہ وعیدین کے تو اس کا جواب یہ ہے۔ عام نمازیں جن کیلئے تیمم مباح ہوا تو ان میں وقت کی قید ہے۔ یعنی اگر ان نمازوں کیلئے تیمم مباح نہ ہو تو ساری نمازیں قضاء ہو جائیں گی۔ اور یہ قضاء جائز نہیں۔ لہذا عام نمازوں کی قضاء اس طرح نہیں ہے جس طرح نماز ظہر نماز جمعہ کا خلیفہ ہے۔ (ابن صادق رضوی غفرلہ)

بَابٌ فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ

باب: زخمی شخص کا تیمم کرنا

336 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خُرَيْقٍ عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَأْسِهِ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ: هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ؟ فَقَالُوا: مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ. فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِذَلِكَ فَقَالَ قَتَلُوهُ

قَتَلَهُمُ اللّٰهُ أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ. إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرَ - أَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوسٰى - عَلٰى جُرْحِهٖ خِرْقَةً. ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک سفر پر روانہ ہوئے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگا' جس نے اس کے سر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس شخص کو احتلام ہوا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ اس نے کہا: کیا تم لوگ میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو' تو ان لوگوں نے کہا: ہم تمہارے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے جبکہ تم پانی حاصل کر سکتے ہو۔ اس شخص نے غسل کیا' تو اس کا انتقال ہو گیا جب ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے۔ جب انہیں علم نہیں تھا تو یہ پوچھ نہیں سکتے تھے؟ کیونکہ عاجز شخص کی شفا پوچھنے میں ہے۔ اس شخص کے لئے اتنا کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑے کی پٹی باندھے رکھتا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) پھر وہ اس پر مسح کر لیتا اور اپنے باقی جسم کو دھولیتا۔

شرح

بسا اوقات کم علمی اور کسی مسئلے سے عدم واقفیت پر اندوہناک واقعہ کا سبب بن جایا کرتی ہے چنانچہ اس موقعہ پر یہی ہوا کہ جب اس زخمی آدمی نے اپنے عذر کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ آیا ایسے حال میں کہ جب میرے سر پر زخم ہے اور پانی اس زخم کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے تو ناپاکی دور کرنے کے لئے بجائے غسل کے میں تیمم کر سکتا ہوں؟ تو ساتھیوں نے مسئلے سے ناواقفیت اور اپنی کم علمی کی بنا پر یہ سمجھ کر آیت تیمم (فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ، المائدہ:6) کا مطلب یہ ہے کہ تیمم صرف اس شکل میں جائز ہوگا جب کہ پانی موجود نہ ہو اگر پانی موجود ہو تو تیمم جائز نہیں ہوگا۔ اس آدمی سے کہہ دیا کہ تمہارے لئے تیمم جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے؟ حالانکہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ تیمم جائز نہ ہونے کی شکل یہ ہے کہ پانی موجود ہو اور ساتھ ساتھ اس کے استعمال پر قدرت نیز پانی کے استعمال سے کسی نقصان اور ضرر کا خدشہ بھی نہ ہو۔ اس بیچارے نے ان لوگوں کے علم وفہم پر اعتماد کیا اور اس حالت میں غسل کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی نے زخم میں شدت پیدا کر دی اور شدت بھی ایسی کہ وہ اللہ کا بندہ اسی وجہ سے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ بہر حال یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایسے مواقع پر تیمم بھی کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام بدن کو دھونا بھی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تیمم اور وضو میں ایک چیز کے کافی ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہ کے رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دونوں میں سے یک ہی چیز کافی ہے۔ حنفیہ کی جانب سے شوافع کو جواب دیتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پھر قیاس کے خلاف بھی ہے کہ اس سے بدل اور مبدل منہ کا جمع لازم آیا ہے۔ الحاصل اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر اگر کسی آدمی کو پانی کے ستعمال کرنے کی وجہ سے تلف جان کا خوف ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے یہ مسئلہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور اگر کسی آدمی کو یہ ڈر ہو کہ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جائے گا یا صحت یابی میں تاخیر ہو جائے گی تو ایسی شکل میں بھی حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اسے تیمم کر کے نماز پڑھ لینی جائز ہے اور بعد میں نماز کی قضا ضروری نہیں ہے

حضرات شوافع کے ہاں بھی تقریباً یہ مسلک ہے۔ اگر کسی آدمی کے کسی عضو میں زخم ہو یا پھوڑا ہو اور اس کی پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس صورت میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پٹی اتارنے سے تلف جان کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ پٹی پر مسح کرے اور تیمم کرے مگر حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی کے بدن کا کچھ حصہ زخمی اور کچھ حصہ اچھا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ زخمی حصہ کتنا ہے اور اچھا حصہ کتنا ہے اگر زیادہ حصہ اچھا ہے تو اسے دھوئیں گے اور زخم پر مسح کریں اور اگر اکثر حصہ زخمی ہوگا تو تیمم کریں گے اور دھونا ساقط ہو جائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو حصہ اچھا ہو اسے دھویا جائے اور زخم کے لئے تیمم کیا جائے۔

مسئلہ پوچھنے کی اہمیت کا بیان

337 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أَصَابَ رَجُلًا جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَأُمِرَ بِالِاغْتِسَالِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص زخمی ہو گیا پھر اسے احتلام ہوا تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا اس نے غسل کیا' تو اس کا انتقال ہو گیا۔ اس بات کی اطلاع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے مار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے کیا لاعلم شخص کے لئے پوچھ لینے میں شفا نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْمُتَيَمِّمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّي فِي الْوَقْتِ

باب: تیمم کرنے والا شخص وقت کے دوران نماز ادا کرنے کے بعد پانی پالے (تو اس کا حکم کیا ہوگا)

338 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَ أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْوُضُوءَ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَيَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: أَصَبْتَ السُّنَّةَ، وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ. وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: لَكَ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَغَيْرُ ابْنِ نَافِعٍ، يَرْوِيهِ عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ عُمَيْرَةَ بْنِ أَبِي نَاجِيَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَذِكْرُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ وَهُوَ مُرْسَلٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی سفر پر روانہ ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان دونوں نے مٹی کے ذریعے تیمم کر کے نماز ادا کر لی پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ان دونوں کو پانی مل گیا' تو ان دونوں میں سے ایک نے وضو کر کے نماز کو دہرا لیا جبکہ دوسرے نے نہیں دہرایا پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جس نے نماز کو دہرایا نہیں تھا' یہ فرمایا: تم نے سنت پر عمل کیا ہے اور تمہاری نماز درست ہوئی ہے' جبکہ جس شخص نے وضو کر کے نماز کو دہرایا تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں دگنا اجر ملے گا"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن نافع کے علاوہ (دوسرے راوی نے بھی) یہ روایت لیث کے حوالے سے عمیرہ کے حوالے سے بکر بن سوادہ کے حوالے سے عطاء بن یسار کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس روایت میں محفوظ نہیں ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔

339 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو شخص (سفر پر روانہ ہوئے) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

شرح

پانی نہ ملنے کی صورت میں اگر نماز پڑھ لی جائے اور پھر پانی مل جائے اور نماز کا وقت بھی باقی ہو تو اس نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی سے جس نے نماز نہیں لوٹائی تھی فرمایا کہ تم نے سنت پر عمل کیا یعنی شریعت کا حکم چونکہ یہی ہے اس لئے تم نے شریعت کے حکم کی پابندی کی ہے کہ تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملنے کے باوجود تم نے نماز نہیں لوٹائی۔ دوسرے آدمی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوہرے ثواب کا مستحق قرار دیا کہ ایک ثواب تو ادائے فرض کا اور دوسرا ثواب ادائے نفل کا۔ اس مسئلے میں علماء کرام کا اتفاق ہے کہ تیمم کرنے والا نماز سے فارغ ہو کر اگر پانی دیکھے اور اسے پانی مل جائے تو اس پر نماز لوٹانا ضروری نہیں ہے خواہ نماز کا وقت باقی کیوں نہ ہو۔

لیکن صورت اگر یہ ہو کہ ایک آدمی تیمم کرنے کے بعد نماز پڑھنی شروع کر دے اور درمیان نماز سے پانی مل جائے تو اب وہ کیا کرے؟ آیا نماز ختم کر کے وضو کرلے اور پھر نماز پڑھے یا اپنی نماز تیمم ہی سے پوری کرلے؟ اس مسئلے پر علماء کرام کا اختلاف ہے؟ چنانچہ جمہور یعنی اکثر علماء کا مسلک تو یہ ہے کہ اس آدمی کو اپنی نماز ختم نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہ نماز پوری کرلے' اس کی نماز صحیح ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اس آدمی کا تیمم باطل ہو جائے گا' گویا اسے نماز توڑ کر اور پانی سے وضو کر کے دوبارہ نماز شروع کرنی چاہئے۔

دوران نماز اگر پانی حاصل ہوا تو حکم شرعی کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کر دیا جس پر وہ قابض بھی ہو گئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہو گئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔

جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہو گئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دیگا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہو گئی۔

اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۲۷، نوریہ رضویہ سکھر)

پانی کے انتظار میں مزید ذرائع سے اعلیٰ حضرت کا اشکال دور کرنا

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اقول جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قرب مسافت کا گمان ہو تو بالا جماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتب مذہب بھری ہوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذلک" کا اشارہ وجود الماء فی آخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے" یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی اور روایت نادرہ میں صرف غلبہ ظن پر اکتفا ہوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنہ ذلک" (اگر اسے "اس کا" غلبہ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہئے۔

پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اس طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدم امید مسافت کے قرب و بعد کے علاوہ کچھ اور اسباب

سے بھی ہوتی ہے۔

مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابر تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لئے ظاہر الروایہ میں نماز موخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایت اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔

(۲) پانی دور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کیلئے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔

(۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ایسے شمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، باب تیمم، لاہور)

بَابٌ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے غسل کرنا

340 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ: أَتَحْتَبِسُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّأْتُ، فَقَالَ عُمَرُ: وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، أَوَ لَمْ تَسْمَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص (مسجد کے اندر) داخل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم لوگ نماز سے روکے رہتے ہو۔ اس شخص نے عرض کی: میں نے جیسے ہی اذان سنی فوراً وضو کر کے (یہاں آگیا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کرنا بھی (دوسری غلطی ہے) کیا تم لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

''جب کوئی شخص جمعہ (کی نماز ادا کرنے کے لئے آئے) تو اسے غسل کرنا چاہئے''۔

341 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

341- اسناده صحيح. وهو في "موطا مالك" 1021/1، ومن طريقه اخرجه البخاري (879) و(895)، ومسلم (846) (5)، والنسائي في "الكبرى" (1680). واخرجه البخاري (858)، وابن ماجه (1089) من طريق سفيان بن عيينة، عن صفوان، به. وهو في "مسند احمد" (11027)، و"صحيح ابن حبان" (1228). وسياتي برقم (344) من طريق عبدالرحمن بن ابي سعيد، عن ابيه.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر لازم ہے''۔

غسل جمعہ کے واجب ہونے میں فقہاء مالکیہ واحناف کا موقف ودلیل

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری ومسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص جمعہ کیلئے آئے تو پس اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غسل جمعہ کے وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا جمعہ کا غسل واجب ہے۔

جبکہ احناف کے نزدیک غسل جمعہ سنت ہے۔ سب سے پہلے ہم فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب ذکر کر رہے ہیں اور اس کے بعد اپنے موقف پر الگ حدیث بھی بطور دلیل پیش کریں گے۔ کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جمعہ کا غسل ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

اس حدیث میں غسل جمعہ کے ساتھ یہ قید موجود ہے ہر احتلام والے پر واجب ہے۔ اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ جمعہ کا غسل غیر احتلام والے پر واجب نہ ہو۔ کیونکہ علت وجوب احتلام ہے۔ اور اس کے علت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہر احتلام والے خواہ وہ جمعہ کا دن ہو یا غیر جمعہ ہو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا احتلام عام ہے خواہ وہ بروز جمعہ ہو یا غیر جمعہ ہو ہر حال میں علت وجوب غسل ہے۔

غسل جمعہ کے سنت ہونے میں احناف کی دلیل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ان کی بیان کردہ روایت کو نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ (علامہ ابن ہمام نے سنن ابوداؤد کی روایت بیان کی ہے جبکہ ہم نے اسی کی ہم معنی روایت صحیح بخاری سے حدیث ذکر کی ہے) وہ یہ روایت ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کی نواحی بستیوں سے نماز جمعہ میں باری باری آیا کرتے تھے۔ گرد وغبار کی وجہ سے ان (کے جسم) پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا پھر ان کے بدن سے بھی پسینہ نکلتا تھا تو بدبو پیدا ہو جاتی تھی پس ایک آدمی ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ (اس وقت) میرے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن (گرد وغبار اور بدبو سے) صاف رہا کرتے۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے ہی روایت ہے کہ لوگ اپنے کام کاج خود کیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لیے جاتے تو اپنی اسی حالت میں چلے جاتے تو ان سے کہا گیا: کاش تم غسل کر لیا کرو۔

ان احادیث اور دوسری احادیث میں مندوب کا بیان ہوا ہے جس سے استحباب ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ندب سے صرف استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل پر یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کا غسل افضل ہے۔

(فتح القدیر بتصرف، ج ۱، ص ۱۱۳، بیروت)

علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف

علامہ ابن منذر نے امام مالک علیہ الرحمہ سے وجوب غسل نقل کیا ہے۔ کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔ جبکہ علامہ ابن عبد البر مالکی استذکار میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے امام مالک سے جمعہ کے غسل کا وجوب نقل کیا ہو۔ (علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک بھی جمعہ کا غسل سنت ہے)۔ (ابن عثیمین)

حکم منسوخ کی بقاء کا قاعدہ فقہیہ

فَإِذَا نُسِخَ الْوُجُوبُ لَا يَبْقَى حُكْمٌ آخَرُ بِخُصُوصِهِ إِلَّا بِدَلِيلٍ۔ (فتح القدیر)

جب کسی حکم کا وجوب منسوخ ہو جائے تو وہ صرف اپنی تخصیص کی دلیل کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم کو منسوخ کر دیا جائے تو وہ اصل کے اعتبار یعنی عملی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی حکم منسوخ ہونے کے بعد بھی باقی رہے تو وہ صرف دلیل تخصیص ہی کی بناء پر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ غسل جمعہ ہے کیونکہ غسل جمعہ حدیث کے مطابق جمعہ کے دن والے حکم پر واجب تھا۔ جبکہ بعد میں ہر احتلام والے پر واجب ہوا۔ اور کئی روایات میں غسل جمعہ کو افضل کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ تو ایک اصول کے مطابق جب کوئی حکم منسوخ ہو جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے حالانکہ غسل حکم منسوخ ہونے کے باوجود باقی ہے۔ تو اس کا جواب اسی قاعدہ کے مطابق دی گیا ہے کہ اگر چہ وہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ لیکن اس کا سنت ہونا یا مستحب ہونا اس کی دلیل تخصیص کی وجہ سے باقی ہے اور وہ جمعہ اور اس کی فضیلت ہے۔

حکم کی انتہاء علت کی انتہاء پر ہوتی ہے (قاعدہ فقہیہ)

أَنَّهُ مِنْ قَبِيلِ انْتِهَاءِ الْحُكْمِ بِانْتِهَاءِ عِلَّتِهِ (فتح القدیر)

ہر حکم کی انتہاء علت کی انتہاء کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ غیر نص سے ثابت ہونے والا کوئی بھی حکم شرعی جو کسی علت کی پر بناء پر ثابت ہوا وہ حکم اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی علت رہے اور جب علت ختمی یا ختم ہو جائے تو وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال بھی غسل جمعہ ہے کہ جب تک بدن سے بدبو وغیرہ یا علت احتلام تھی تو یہ غسل واجب رہا اور جب یہ علت ختم ہو گئی تو غسل جمعہ کے وجوب کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ اور سنت بوجہ تخصیص باقی رہا۔

342 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَعَلَى كُلِّ مَنْ رَاحَ إِلَى الْجُمُعَةِ الْغُسْلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَجْزَأَهُ مِنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ، وَإِنْ أَجْنَبَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر بالغ پر جمعہ کے لئے جانا لازم ہے اور جو شخص جمعہ کے لئے جاتا ہے اس پر غسل کرنا لازم ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جب کوئی شخص صبح صادق ہو جانے کے بعد غسل کرلے تو یہ اس کے لئے جمعہ کے غسل کی جگہ کافی ہوگا خواہ اس نے غسل جنابت کیا ہو۔

343 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ ح حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ ح حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهَذَا حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَزِيدُ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ فِي حَدِيثِهِمَا- عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ. ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا- قَالَ: وَيَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ - وَيَقُولُ: إِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ أَتَمُّ. وَلَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ كَلَامَ أَبِي هُرَيْرَةَ

❁❁ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ابوامامہ بن سہل (یہ دونوں حضرات) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگائے اگر وہ اس کے پاس موجود ہو اور پھر جمعہ کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر اللہ تعالیٰ نے جو اس کے نصیب میں لکھا ہو وہ (نفل) نماز ادا کرے پھر وہ اس وقت خاموش رہے جب امام نکل آتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ عمل اس کے لئے اس جمعے اور اس سے پہلے کے جمعہ (کے درمیان کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے''۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: (ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک) اور مزید تین دنوں (کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے)

وہ یہ کہا کرتے تھے: نیکی کا بدلہ دس گناہ ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے اور حماد نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام نقل نہیں کیا ہے۔

344 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ. حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

اَبِي هِلَالٍ، وَبُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ حَدَّثَاهُ، عَنْ اَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ اَبِيهِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسِّوَاكُ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيبِ مَا قُدِّرَ لَهُ اِلَّا اَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِي الطِّيبِ: وَلَوْ مِنْ طِيبِ الْمَرْاَةِ

❀❀ عبدالرحمن بن سعید اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا مسواک کرنا اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگانا لازم ہے''۔

بکیر نامی راوی نے عبدالرحمن کا ذکر نہیں کیا اور خوشبو کے بارے میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''خواہ عورت کی خوشبو ہو''۔

345 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ حِبِّي، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي اَبُو الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيُّ، حَدَّثَنِي اَوْسُ بْنُ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ غَسَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا

❀❀ حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح غسل کرے اور جلدی آئے اور پیدل چل کر آئے سوار ہو کر نہ آئے اور امام کے قریب ہو کر غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو حرکت نہ کرے تو اس کے ہر ایک قدم کے عوض میں اسے ایک سال کے (نفلی) روزوں اور نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے''۔

346 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ غَسَّلَ رَاْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ

❀❀ حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن اپنے سر کو دھوئے اور غسل کرے'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

347 - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيَّانِ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: ابْنُ اَبِي عَقِيلٍ، اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيبِ امْرَاَتِهِ

345- اسناده صحيح. ابن المبارك: هو عبد الله. والاوزاعي: هو عبد الرحمن بن عمرو. وابو الاشعث الصنعاني: هو شراحيل بن آده. واخرجه الترمذي (502)، والنسائي في "الكبرى" (1697) و (1703) و (1707) و (1719) و (1720) و (1741)، وابن ماجه (1087) من طرق عن ابي الاشعث، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16173)، و "صحيح ابن حبان" (2781).

إِنْ كَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَا وَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بیوی کی خوشبو لگالے اگر وہ اس عورت کے پاس موجود ہو اور عمدہ لباس پہنے اور پھر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور خطبے کے وقت کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ عمل اس کے لئے ان دو (جمعوں) کے درمیان (کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے اور جو شخص لغو حرکت کرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے' تو اسے ظہر (کی نماز ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے)''۔

348 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنَ الْحِجَامَةِ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل کرتے تھے۔ جنابت کے بعد' جمعہ کے دن' پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔

349 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ: سَأَلْتُ مَكْحُولًا عَنْ هَذَا الْقَوْلِ غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ فَقَالَ: غَسَلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

علی بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے مکحول سے روایت کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: ''وہ غسل دے اور غسل کرے'' اس سے مراد کیا ہے' تو انہوں نے فرمایا: یعنی وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔

350 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي غَسَّلَ وَاغْتَسَلَ، قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ: غَسَلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

سعید بن عبدالعزیز ان الفاظ کے بارے میں یہ کہتے ہیں: غسل واغتسل کہ وہ شخص اپنے سر کو دھوئے گا' اور اپنے جسم پر غسل کرے گا۔

351 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ

347- اسناده حسن، اسامة بن زيد - وهو الليثي - صدوق حسن الحديث، وهو وان كانت له اوهام فرواية عبد الله بن وهب عنه صالحة لانه روى عنه كتابه. واخرجه البيهقي /2313 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه الطحاوي /3681، وابن خزيمة (1810) من طريق ابن وهب، به.

فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً. فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح مکمل غسل کرے اور پھر (نماز کی ادائیگی کے لئے) جائے' تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی جو شخص دوسری گھڑی میں جاتا ہے' تو گویا اس نے گائے قربان کی جو شخص تیسری گھڑی میں جاتا ہے' تو گویا اس نے سینگھوں والا مینڈھا قربان کیا جو شخص چوتھی گھڑی میں آتا ہے' تو اس نے گویا مرغی صدقہ کی اور جو شخص پانچویں گھڑی میں آتا ہے' تو اس نے گویا انڈا صدقہ کیا اور جب امام نکل آئے' تو فرشتے آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت

352 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ مُهَّانَ أَنْفُسِهِمْ، فَيَرُوحُونَ إِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے لوگ اپنے کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے اور وہ اسی حالت میں جمعے کے لئے آجاتے تھے' تو ان سے کہا گیا: اگر تم لوگ غسل کر لیا کرو (تو یہ زیادہ بہتر ہے)

353 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ، وَخَيْرٌ لِمَنِ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ، وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدْءُ الْغُسْلِ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ، وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيِّقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ - إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ - فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ آذَى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيحَ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا، وَلْيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهِ وَطِيبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَبِسُوا غَيْرَ الصُّوفِ، وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوُسِّعَ مَسْجِدُهُمْ، وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: اہل عراق سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا: اے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیا یہ واجب ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی نہیں تاہم یہ زیادہ طہارت کے حصول کا باعث ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ اس شخص کے لئے جو غسل کرتا ہے اور جو غسل نہیں کرتا

تو اس پر یہ واجب نہیں ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں کہ غسل کا آغاز کیسے ہوا۔ لوگ پہلے خود کام کاج کیا کرتے تھے،
اونی کپڑے پہنتے تھے وہ اپنی پشت پر (سامان لاد کر) کام کرتے تھے ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت بھی نیچی تھی۔ اور بس
چھپر ہوا ایک گرمی کے دن میں نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز (پڑھانے کے لئے) تشریف لائے، تو لوگوں کو اس اونی لباس میں پسینہ
ہوا تھا، جس کی بو پھیلی ہوئی تھی اس کی وجہ سے انہیں تکلیف بھی ہو رہی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے اس بو کو محسوس کیا، تو آپ نے
ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن آئے، تو تم لوگ غسل کرو اور آدمی اپنے پاس موجود سب سے بہترین تیل یا خوشبو لگائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ بھلائی لے آیا اور لوگوں نے اونی کپڑوں کی بجائے دوسرے
کپڑے پہننے شروع کر دیئے اور ان کا کام کاج کرنے والے لوگ بھی دوسرے آ گئے ان کی مسجد بھی کشادہ ہو گئی تو وہ چیز ختم ہو گئی
جو پسینے کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے کی طرف سے اذیت لاحق ہوتی تھی۔

354- حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ اَفْضَلُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص (جمعہ کے دن) صرف وضو کرتا ہے، تو یہ کافی ہے اور اچھا ہے، لیکن جو غسل کرتا ہے، تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے"۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْلِمُ فَيُؤْمَرُ بِالْغُسْلِ

باب: آدمی اسلام قبول کر لے، تو اسے غسل کا حکم دیا جائے گا

355- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْاَغَرُّ، عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيدُ الْاِسْلَامَ فَاَمَرَنِي اَنْ اَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اسلام قبول کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل کروں۔

356 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: اُخْبِرْتُ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، اَنَّهُ جَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَدْ اَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُولُ: احْلِقْ قَالَ: وَاَخْبَرَنِي آخَرُ اَنَّ

356- اسنادہ ضعیف، شیخ ابن جریج -وھو عبد الملک بن عبد العزیز- مبھم لم یُسَمَّ، وعثیم بن کلیب -وھو عثیم بن کثیر بن کلیب الحضرمی، نسب الی جدہ- روی عنہ ثلاثۃ من الضعفاء، وذکرہ ابن حبان فی "الثقات"، وجھلہ الحافظ فی "التقریب"، وابوہ لم نقف لہ علی ترجمۃ وباقی رجالہ ثقات. وقال ابن القطان فی "الوھم والایھام" 5/ 43: اسنادہ غایۃ فی الضعف مع الانقطاع الذی فی قول ابن جریج: اخبرت، وذلک ان عثیم بن کلیب واباہ وجدہ مجھولون. وھو فی "مصنف عبد الرزاق" (9835)، ومن طریقہ اخرجہ احمد (15432) وابن ابی عاصم فی "الاحاد والمثانی" (2795)، وابن عدی فی ترجمۃ ابراھیم بن ابی یحیی من "الکامل" 1/ 223، والبیھقی 1/ 172.

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِآخَرَ مَعَهُ: أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ

❁❁ عثیم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کی: میں نے اسلام قبول کرلیا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم کفر کے بال اپنے آپ سے الگ کر دو۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ تم سر منڈوا دو۔

راوی کہتے ہیں: ایک اور صاحب نے مجھے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ موجود دوسرے شخص سے یہ فرمایا: تم کفر کے بال اپنے آپ سے الگ کردو اور ختنہ کراؤ۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا

باب: عورت اپنے ان کپڑوں کو دھولے گی جو اس نے حیض کے دوران پہنے ہوئے تھے

357 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَتْنِي أُمُّ الْحَسَنِ يَعْنِي جَدَّةَ أَبِي بَكْرٍ الْعَدَوِيِّ، عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ الْحَائِضِ يُصِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمُ قَالَتْ: تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرْهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ. قَالَتْ: وَلَقَدْ كُنْتُ أَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حِيَضٍ جَمِيعًا لَا أَغْسِلُ لِي ثَوْبًا

❁❁ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کیا' جس کے کپڑے پر خون لگ جاتا ہے' تو انہوں نے فرمایا: وہ عورت اسے دھولے گی اگر اس کا نشان ختم نہیں ہوتا تو زردی کے ذریعے ختم کر دے (یا تبدیل کردے گی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم ﷺ کے پاس رہتے ہوئے (بعض اوقات) تین حیض آجاتے تھے لیکن مجھے اپنا کپڑا دھونے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

358 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ يَذْكُرُ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ، فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ بَلَّتْهُ بِرِيقِهَا، ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اسی میں حیض آجاتا تھا جب خون کپڑے کو لگ جاتا' تو وہ عورت اپنا لعاب لگا کر اسے گیلا کرتی تھی اور پھر اپنے لعاب کے ذریعے اسے مل دیتی تھی۔

359 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ

357- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف، بکار بن یحیی مجھول الحال وجَدَّتُه لاتُعرف. واخرجه البیھقی /1821 و/4072، وابن المنذر فی "الاوسط" /1472 من طریق عبد الرحمن بن مھدی، بھذا الاسناد. ورواية البیھقی فی الموضع الاول مختصرة بقطعة المستشطة، وروایته فی الموضع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ویشھد للقطعة الاولی منه حدیث اسماء بنت ابی بکر الآتی بعده. وحدیث عائشة عند الدارمی (1008)، ولفظه: "اذا طھرت المراة من الحیض فلتتبع ثوبھا الذی یلی جلدھا، فلتغسل ما اصابه من الاذی، ثم تصلی فیه" واسناده صحیح. والقطعة الثانیة منه سلف نحوھا باسناد صحیح برقم (251)

يَحْيٰى حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلَمَةَ فَسَاَلَتْهَا امْرَاَةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَدْ كَانَ يُصِيبُنَا الْحَيْضُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلْبَثُ اِحْدَانَا اَيَّامَ حَيْضِهَا ثُمَّ تَطْهُرُ فَتَنْظُرُ الثَّوْبَ الَّذِي كَانَتْ تَقْلِبُ فِيْهِ فَاِنْ اَصَابَهُ دَمٌ غَسَلْنَاهُ وَصَلَّيْنَا فِيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اَصَابَهُ شَيْءٌ تَرَكْنَاهُ وَلَمْ يَمْنَعْنَا ذٰلِكَ مِنْ اَنْ نُّصَلِّيَ فِيْهِ وَاَمَّا الْمُمْتَشِطَةُ فَكَانَتْ اِحْدَانَا تَكُوْنُ مُمْتَشِطَةً فَاِذَا اغْتَسَلَتْ لَمْ تَنْقُضْ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّهَا تَحْفِنُ عَلٰى رَاْسِهَا ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ فَاِذَا رَاَتِ الْبَلَلَ فِي اُصُوْلِ الشَّعْرِ دَلَكَتْهُ ثُمَّ اَفَاضَتْ عَلٰى سَائِرِ جَسَدِهَا

ترجمہ: بکار بن یحییٰ بیان کرتے ہیں: میری دادی نے مجھے بتایا میں سیّدہ اُمِّ سلمہ ﷞ کی خدمت میں حاضر ہوئی قریش سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے ان سے حیض کے کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا' تو سیّدہ اُمِّ سلمہ ﷞ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہمیں حیض آیا کرتا تھا تو ہم میں سے کوئی ایک (خاتون) حیض کے مخصوص ایام گزارنے کے بعد جب پاک ہوتی تھی' تو وہ اس کپڑے کا جائزہ لیتی تھی جس میں اس نے وہ دن گزارے تھے اگر اس پر خون لگا ہوا ہوتا تھا تو ہم اسے دھو لیتے تھے اور اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر اس پر کوئی چیز نہیں لگی ہوتی تھی' تو ہم اسے چھوڑ دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ ہم اس کپڑے میں نماز ادا کریں۔

جہاں تک مینڈیاں بنانے والی عورت کا تعلق ہے' تو ہم میں سے کسی کی مینڈیاں ہوتی تھیں جب وہ غسل کرتی تھی' تو انہیں کھولتی نہیں تھی لیکن وہ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی کے لپ ڈالتی تھی جب وہ یہ دیکھتی تھی کہ اس کے بالوں کی جڑیں گیلی ہو گئی ہیں' تو وہ انہیں مل لیتی تھی' پھر اپنے جسم پر پانی بہا لیتی تھی۔

360 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ امْرَاَةً تَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَصْنَعُ اِحْدَانَا بِثَوْبِهَا اِذَا رَاَتِ الطُّهْرَ اَتُصَلِّي فِيْهِ؟ قَالَ: تَنْظُرُ فَاِنْ رَاَتْ فِيْهِ دَمًا فَلْتَقْرُصْهُ بِشَيْءٍ مِّنْ مَّاءٍ وَلْتَنْضَحْ مَا لَمْ تَرَ وَلْتُصَلِّ فِيْهِ

⊙⊙ سیّدہ اسماء بنت ابوبکر ﷞ بیان کرتی ہیں: میں نے ایک خاتون کو نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ ہم میں سے کوئی ایک (عورت) اپنے اس کپڑے کے ساتھ کیا کرے جب وہ طہر دیکھ لے؟ کیا وہ اس میں نماز ادا کر سکتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جائزہ لے اگر اسے اس کپڑے میں خون نظر آئے' تو وہ تھوڑے سے پانی کے ذریعے اسے کھرچ دے۔ (یعنی صاف کر لے) اور اگر نہ نظر آئے' تو وہاں پانی چھڑک لے اور اس کپڑے میں نماز ادا کر لے۔

359- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف، بكار بن يحيى مجهول الحال وجدته لاتعرف. واخرجه البيهقي /1821 و/4072، وابن المنذر في "الاوسط" /1472/ من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. ورواية البيهقي في الموضع الاول مختصرة بقطعة الممتشطة، وروايته في الموضع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ويشهد للقطعة الاولى منه حديث اسماء بنت ابي بكر الآتي بعده. وحديث عائشة عند الدارمي (1008)، ولفظه: "اذا طهرت المراة من الحيض فلتتبع ثوبها الذي يلي جلدها، فلتغسل ما اصابه من الاذى، ثم تصلي فيه" واسناده صحيح. والقطعة الثانية منه سلف نحوها باسناد صحيح برقم (251)

361 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا قَالَتْ: سَاَلَتِ امْرَاَةٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَيْتَ اِحْدَانَا اِذَا اَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: اِذَا اَصَابَ اِحْدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَقْرُصْهُ، ثُمَّ لِتَنْضَحْهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ لِتُصَلِّ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے اگر ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جاتا ہے تو وہ عورت کیا کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی (کے کپڑے) پر حیض کا خون لگ جاتا ہے تو وہ اسے کھرچ کر اس پر پانی چھڑکے اور پھر اس میں نماز ادا کرے۔

362 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْمَعْنَى قَالَ: حُتِّيهِ، ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ انْضَحِيهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "تم اسے کھرچ کر پانی کے ذریعے مل کر پھر اسے پانی سے دھولو"۔

363 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ اُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ تَقُولُ: سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ قَالَ: حُكِّيهِ بِضِلْعٍ، وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ

سیدہ اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لکڑی کے ذریعے اسے صاف کر کے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے اسے دھو دو۔

364 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ اَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدْ كَانَ يَكُونُ لِاِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيضُ قَدْ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ، ثُمَّ تَرَى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ فَتَقْصَعُهُ بِرِيقِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس ایک ہی قمیص ہوا کرتی تھی اسی میں اس عورت کو حیض آجاتا تھا۔ اسی میں اسے جنابت لاحق ہو جاتی تھی اگر وہ عورت اس میں خون کا کوئی قطرہ دیکھتی تو لعاب کے ذریعے اسے مل کر (صاف کر دیتی تھی)

365 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ اَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ

لَيْسَ لِيْ اِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَاَنَا اَحِيْضُ فِيْهِ فَكَيْفَ اَصْنَعُ؟ قَالَ: اِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِيْهِ، ثُمَّ صَلِّيْ فِيْهِ فَقَالَتْ: فَاِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ؟ قَالَ: يَكْفِيْكِ غَسْلُ الدَّمِ وَلَا يَضُرُّكِ اَثَرُهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیّدہ خولہ بنت یسار رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے پاس صرف ایک ہی لباس ہے۔ اسی میں مجھے حیض آجاتا ہے' تو پھر میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم پاک ہو جاؤ تو اسے دھو کر اس میں نماز ادا کرلو۔ اس نے عرض کی: اگر خون نہ نکلے (یعنی اس کا نشان ختم نہ ہو) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے خون کو دھو دینا کافی ہے اس کا نشان تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُصِيْبُ اَهْلَهٗ فِيْهِ

باب: اس کپڑے میں نماز ادا کرنا جس کو پہن کر اس آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی

366 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ، اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حُدَيْجٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ، اَنَّهٗ سَاَلَ اُخْتَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِي الثَّوْبِ الَّذِيْ يُجَامِعُهَا فِيْهِ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ اِذَا لَمْ يَرَ فِيْهِ اَذًى

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لباس میں نماز ادا کر لیتے تھے؟ جس کو پہن کر آپ نے ان کے ساتھ صحبت کی ہوتی تھی' تو سیّدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: جی ہاں! جبکہ آپ کو اس میں کوئی نجاست نظر نہیں آتی تھی۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِيْ شُعُرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے کپڑوں (یعنی چادر وغیرہ پر) نماز ادا کرنا

367 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا الْاَشْعَثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّيْ فِيْ شُعُرِنَا، اَوْ فِيْ لُحُفِنَا قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: شَكَّ اَبِيْ

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اوپر لینے والے کپڑوں' یا لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

365- اسناده حسن، ابن لهيعة -وهو عبد الله، وان كان سيء الحفظ- قد رواه عنه قتيبة، وروايته عنه قوية، وتابعه عبد الله بن وهب ايضاً، وهو احد العبادلة الذين رووا عن ابن لهيعة قبل احتراق كتبه. واخرجه احمد (8939) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه البيهقي /4082 من طريق عبد الله بن وهب وعثمان بن صالح، كلاهما عن ابن لهيعة، به. واخرجه ابن منده -كما في (الاصابة) /6277- ، والطبراني /24 (615)، والبيهقي /4094082

عبیداللہ نامی راوی کہتے ہیں: یہ شک میرے والد کو ہے۔

368 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. عَنْ هِشَامٍ. عَنِ ابْنِ سِيرِينَ. عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي فِي مَلَاحِفِنَا قَالَ حَمَّادٌ وَسَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ أَبِي صَدَقَةَ قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي. وَقَالَ: سَمِعْتُهُ مُنْذُ زَمَانٍ. وَلَا أَدْرِي مِمَّنْ سَمِعْتُهُ. وَلَا أَدْرِي أَسَمِعْتُهُ مِنْ ثَبْتٍ أَوْ لَا فَسَلُوا عَنْهُ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن ابوصدقہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ میں نے محمد بن سیرین سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے ایک عرصہ پہلے یہ روایت سنی تھی۔ اب مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کس سے یہ روایت سنی تھی اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا میں نے کسی مستند راوی سے اسے سنا یا تھا یا وہ مستند نہیں تھا؟ تم لوگ اس کے بارے میں (دیگر اہل علم سے) دریافت کرلو۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

369 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ. سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ يُحَدِّثُهُ. عَنْ مَيْمُونَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ وَعَلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ مِنْهُ وَهِيَ حَائِضٌ. وَهُوَ يُصَلِّي وَهُوَ عَلَيْهِ

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر ایک چادر تھی جس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ پر بھی تھا' اور وہ زوجہ محترمہ حیض کی حالت میں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے رہے وہ چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر تھی۔

370 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى. عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ. وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَيَّ مِرْطٌ لِي وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہوتی تھی میں حیض کی ہوتی تھی میرے جسم پر جو چادر ہوتی تھی اس کا کچھ حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا تھا۔

370- اسنادہ حسن، طلحة بن يحيى -وهو ابن طلحة بن عبيد الله- صدوق حسن الحديث، وباقي رجاله ثقات. وأخرجه مسلم (514)، والنسائي في "الكبرى" (846)، وابن ماجه (652) من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الإسناد. وهو في "مسند أحمد" (24382).

بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: کپڑے پر منی لگ جانا

371 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَاحْتَلَمَ، فَأَبْصَرَتْهُ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ وَهُوَ يَغْسِلُ أَثَرَ الْجَنَابَةِ مِنْ ثَوْبِهِ، أَوْ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَعْمَشُ كَمَا رَوَاهُ الْحَكَمُ

❀❀ ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: وہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرے انہیں احتلام ہو گیا وہ اس کپڑے سے جنابت کے نشان کو دھو رہے تھے کہ سیّدہ عائشہ کی کنیز نے انہیں دیکھ لیا۔ اس نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اس (منی کو) کھرچ دیتی تھی۔

یہ روایت اعمش نے بھی نقل کی ہے' جس طرح اسے حکم نے نقل کیا ہے۔

372 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي فِيهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَهُ مُغِيرَةُ، وَأَبُو مَعْشَرٍ وَوَاصِلٌ

❀❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو کھرچ دیتی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مغیرہ، ابومعشر اور واصل نے اس روایت کی موافقت کی ہے۔

373 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ حِسَابٍ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ أَخْضَرَ الْمَعْنَى، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: إِنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: ثُمَّ أَرَى فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقَعًا

❀❀ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھو دیتی تھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر مجھے (اس کپڑے میں دھونے کے) نشان یا نشانات نظر آ رہے ہوتے تھے۔

بَابُ بَوْلِ الصَّبِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے پر لگ جانا

374 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا، أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

سیدہ اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ جو ابھی کچھ کھاتا نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا تو اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا۔ آپ نے اس (کپڑے کو) دھویا نہیں۔

375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ، وَالرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِزَارَكَ حَتَّى أَغْسِلَهُ قَالَ: إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ

سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں موجود تھے۔ انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا میں نے عرض کی: آپ کوئی دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہبند مجھے دیں تا کہ میں اسے دھو دوں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا۔

376 - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنِي مُحِلُّ بْنُ خَلِيفَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَ: وَلِّنِي قَفَاكَ، فَأُوَلِّيهِ قَفَايَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ، فَأُتِيَ بِحَسَنٍ، أَوْ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَبَالَ عَلَى صَدْرِهِ فَجِئْتُ أَغْسِلُهُ فَقَالَ: يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ قَالَ عَبَّاسٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ أَبُو الزَّعْرَاءِ قَالَ هَارُونُ بْنُ تَمِيمٍ: عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: الْأَبْوَالُ كُلُّهَا سَوَاءٌ

حضرت ابوسمح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا جب آپ نے غسل کرنا ہوتا تو آپ ارشاد فرماتے: میری طرف اپنی پشت کر لو۔ راوی کہتے ہیں: میں اپنی پشت آپ کی طرف کر لیتا اور آپ کے لیے رکاوٹ بن جاتا (ایک مرتبہ) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے لگا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے مارے

جائیں گے''۔

عباس نامی راوی کہتے ہیں: یحییٰ بن ولید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ راوی ابوزعراء ہے وہ کہتے ہیں: ہارون بن تمیم نے حسن کے حوالے سے روایت نقل کی ہے (یعنی حسن کہتے ہیں) تمام پیشابوں کا حکم برابر ہے (خواہ وہ بچی کا ہو یا بچے کا ہو)

377 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جب کہ وہ کچھ کھاتے نہ ہوں۔ (صرف دودھ پیتے ہوں)۔

378 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَذَكَرَ مَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ مَا لَمْ يَطْعَمْ زَادَ. قَالَ قَتَادَةُ: هٰذَا مَا لَمْ يَطْعَمَا الطَّعَامَ، فَاِذَا طَعِمَا غُسِلَا جَمِيْعًا

❁❁ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) تاہم انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔ ''جبکہ وہ کھاتا نہ ہو''

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں' قتادہ کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت تک ہے' جب تک وہ کھانا نہیں کھاتے۔ جب وہ کھانے لگیں گے تو ان دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

379 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِي الْحَجَّاجِ اَبُوْ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ اُمِّهِ، اَنَّهَا اَبْصَرَتْ اُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلٰى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ، فَاِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ

❁❁ حسن بصری اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیتی تھیں جب تک وہ بچہ کچھ کھاتا نہیں تھا جب وہ کھانے لگا تھا تو وہ اس کے پیشاب کو دھویا کرتی تھی اور وہ بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ (خواہ وہ صرف دودھ پیتی ہو)

بَابُ الْاَرْضِ يُصِيْبُهَا الْبَوْلُ

باب: زمین پر پیشاب لگ جانا

378- اسناده صحيح. وقد صححه مرفوعاً الحافظ ابن حجر في "الفتح" 1/326 وفي "التلخيص" 1/38, ونقل تصحيحه عن البخاري والدارقطني، وقال عن الرواية الموقوفة: ليس ذلك بعلة قادحة. واخرجه الترمذي (616), وابن ماجه (525) من طريق معاذ بن هشام، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (563).

380 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَابْنُ عَبْدَةَ فِي آخَرِينَ - وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ عَبْدَةَ - أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ: رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَنَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ، صُبُّوا عَلَيْهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ قَالَ: ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ.

٭٭ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز ادا کی۔ یہاں ابن عبدہ نامی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس نے دو رکعت ادا کی پھر یہ دعا کی۔

''اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد وہ مسجد کے کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ تیزی سے اس کی طرف لپکے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا اور ارشاد فرمایا۔

''تم لوگوں کو آسانی فراہم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تمہیں دشواری پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تم اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو''۔ (راوی کہتے ہیں: شاید یہ الفاظ ہیں: ''پانی کا ایک ڈول'')۔

381 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عُمَيْرٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ: صَلَّى أَعْرَابِيٌّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذُوا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَأَلْقُوهُ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى مَكَانِهِ مَاءً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد یہ پورا واقعہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''اس نے جس جگہ پیشاب کیا ہے وہاں سے مٹی نکال لو اور اس جگہ پر پانی بہا دو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ابن معقل نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔

380- اسناده صحيح. ابن عبدة: هو احمد الضبي، وسفيان: هو ابن عيينة.واخرجه الترمذي (147) من طريق سفيان بن عيينة بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً النسائي في "المجتبى" (1217) عن عبدالله بن محمد بن عبدالرحمن عن سفيان، به. واخرجه البخاري (220) و (6128)، والنسائي في "الكبرى" (54) من طريق عبيدالله بن عبدالله بن عتبة عن ابي هريرة. وهو في "مسند احمد" (7255)، و "صحيح ابن حبان" (985). وسياتي مختصراً برقم (882) من طريق ابي سلمة عن ابي هريرة.

بَابٌ فِي طُهُورِ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَتْ

باب: جب زمین خشک ہو جائے' تو اس کا پاک ہونا

382 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ أَبِيتُ فِي الْمَسْجِدِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ فَتًى شَابًّا عَزَبًا، وَكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں' میں مسجد میں ہی رات کے وقت سویا کرتا تھا میں ان دنوں نوجوان کنوارا تھا کتے مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور پیشاب کر دیا کرتے تھے' لیکن لوگ اس پر کچھ نہیں چھڑکتے تھے۔

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

ملنا منی اگر کپڑے پر لگ جائے اور تر ہو تو دھونا واجب ہے اور اگر خشک ہو گئی ہے تو مل کر جھاڑ دینا کافی ہے یہی اصح ہے مرد و عورت سب کی منی کا یہی حکم ہے، دیگر جانوروں کی منی دھونے سے ہی پاک ہوں گی یہی صحیح ہے۔ اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہوگا خواہ تر ہو یا۔ خشک، اسی پر فتویٰ ہے۔

چھیلنا اور رگڑنا اگر موزہ، جوتی، بستر بند وغیرہ پر جسم دار نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، گوبر وغیرہ اگر نجاست خشک ہو جائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ نجاست کا جسم اور اثر جاتا رہے۔ رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن، لکڑی، پتھر وغیرہ سے ہو اور اگر نجاست تر ہے تو بغیر دھوئے وہ موزہ وغیرہ پاک نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر اچھی طرح پونچھ دیا جائے کہ اس نجاست کا کچھ اثر رنگ و بو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے، اگر وہ نجاست جسم دار نہ ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اگر اس میں مٹی مل جائے یا اس پر مٹی یا ریت یا راکھ وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کپڑا اور بدن چھیلنے یا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا، سوائے کپڑے پر۔ منی لگنے کے کہ وہ رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

خشک ہو جانا خشک ہو جانا اور اس کا اثر دور ہو جانا، زمین خشک ہو جانا اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) دور ہو جانے سے نماز کے واسطے پاک ہو جاتی ہے۔ تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی، دھوپ یا آگ یا ہوا سے خشک ہونے یا سایہ میں خشک ہونے کا یکساں حکم ہے، جو چیزیں زمین پر قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت گھاس وغیرہ جب تک وہ زمین پر کھڑے ہیں ان سب کا یہی حکم ہے جو زمین کے پاک ہونے کا ہے۔ جس کنواں میں ناپاک پانی ہو اگر وہ کنواں بالکل خشک۔ ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔

آگ سے جل جانا گوبر، پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا اسی پر فتویٰ ہے، ان کا

بھی پاک ہے اگر راکھ یا دھواں روئی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں روئی پاک ہے۔ نجس مٹی سے برتن بنائے جائیں پھر وہ (آگ) میں پک جائیں تو پاک ہو جائیں گے۔ نجس چاقو چھری یا مٹی تانبہ وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دئے جائیں۔ تو پاک ہو جاتے ہیں۔ (زبدہ، طہارت)

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

علامہ طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تھا) اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اگر زمین کسی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جائے تو وہ خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتی یعنی وہ جگہ پانی بہا کر نجاست کو زائل کر دینے ہی سے پاک ہو گی اور اس جگہ کو کھرچ ڈالنا یا وہاں سے مٹی کھود کر اٹھا لینا ضروری نہیں ہے۔

مگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خشک ہونے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چاہے کہ خشک ہونے سے پہلے ہی زمین پاک ہو جائے تو وہاں سے مٹی کھرچ کر اٹھا دی جائے تاکہ وہ حصہ پاک ہو جائے۔

علماء حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے مسجد کی زمین کے اس حصہ کے جہاں خشک ہو جانے سے پہلی جگہ جہاں دیہاتی نے پیشاب کر دیا تھا نماز پڑھ لی گی جس کی بناء پر حکم لگا دیا گیا کہ ناپاک زمین بغیر پانی بہائے ہوئے پاک نہیں ہوتی، جہاں تک سوال پانی ڈالنے کا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت نجاست کی جگہ پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا ہو گا کہ پیشاب کی نجاست میں کچھ کمی ہو جائے اور پیشاب کا رنگ اور اس کی بدبو پانی بہانے کی وجہ سے ختم ہو جائے، مگر زمین کا وہ حصہ خشک ہونے کے بعد ہی پاک ہوا ہو گا۔ اس سلسلے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں اور بہت سی دلیلیں لکھی ہیں جو وہاں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (مرقات)

بَابٌ فِي الْأَذَى يُصِيبُ الذَّيْلَ

دامن پر گندگی لگ جانا

383 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِإِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي امْرَأَةٌ أُطِيلُ ذَيْلِي، وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِرِ فَقَالَتْ: أُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ

⊛⊛ محمد نامی راوی ابراہیم بن عبدالرحمن کی اُمّ ولد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا انہوں نے کہا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کی چادر لمبی ہوتی ہے۔ میں گندگی والی جگہ پر بھی چلتی ہوں، تو سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ "اس (گندگی والی زمین) کے بعد والا حصہ اسے پاک کر دے گا"۔

384 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا؟ قَالَ: أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَهَذِهِ بِهَذِهِ

موسیٰ بن عبداللہ بنو عبد اشہل سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! مسجد کی طرف ہمارا جو راستہ ہے اس میں گندگی ہوتی ہے جب بارش ہو جائے تو پھر ہم کیا کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے بعد والا راستہ اس سے زیادہ صاف نہیں ہے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے میں ہو جائے گا۔

بَابٌ فِي الْأَذَى يُصِيبُ النَّعْلَ

جوتے پر گندگی لگ جانا

385 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، ح وحَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي ح، وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ الْمَعْنَى قَالَ: أُنْبِئْتُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذَى، فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص اپنے جوتے کے ذریعے گندگی کو پاؤں تلے دے تو مٹی اس کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہو گی''۔

386 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي الصَّنْعَانِيَّ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ: إِذَا وَطِئَ الْأَذَى بِخُفَّيْهِ، فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

''جب کوئی شخص اپنے موزوں کے ذریعے گندگی کو روند دے تو مٹی ان دونوں کو پاک کر دے گی''۔

387 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَائِذٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَمْزَةَ،

384- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية. واخرجه ابن ماجه (533) من طريق شريك النخعي، عن عبد الله بن عيسى، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27452) و (27453).

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنِي أَيْضًا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ الْإِعَادَةِ مِنَ النَّجَاسَةِ تَكُونُ فِي الثَّوْبِ

باب: کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو (اسے پہن کر جو نماز ادا کی تھی) اس کا اعادہ کرنا

388 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَتْنَا أُمُّ يُونُسَ بِنْتُ شَدَّادٍ قَالَتْ: حَدَّثَتْنِي حَمَاتِي أُمُّ جَحْدَرٍ الْعَامِرِيَّةُ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْنَا شِعَارُنَا، وَقَدْ أَلْقَيْنَا فَوْقَهُ كِسَاءً، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْكِسَاءَ فَلَبِسَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لُمْعَةٌ مِنْ دَمٍ، فَقَبَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا يَلِيهَا، فَبَعَثَ بِهَا إِلَيَّ مَصْرُورَةً فِي يَدِ الْغُلَامِ فَقَالَ: اغْسِلِي هَذِهِ وَأَجِفِّيهَا، ثُمَّ أَرْسِلِي بِهَا إِلَيَّ، فَدَعَوْتُ بِقَصْعَتِي فَغَسَلْتُهَا، ثُمَّ أَجْفَفْتُهَا فَأَحَرْتُهَا إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ وَهِيَ عَلَيْهِ

ام جحدر عامریہ بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتی تھی۔ ہمارے اوپر لحاف ہوتا تھا' ہم اس کے اوپر ایک چادر بھی ڈال لیتے تھے صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو لیا۔ آپ نے اسے پہنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے' تو ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ خون کا نشان ہے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشان کے آس پاس والے حصے کو ہاتھ میں لیا اور وہ ایک لڑکے کے ہاتھ میں دے کر میری طرف بھجوا کر یہ حکم دیا کہ اس حصے کو دھو کر اسے خشک کر کے میری طرف بھجوا دو۔ میں نے (پانی کا) برتن منگوا کر اسے دھویا پھر میں نے اسے خشک کیا اور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوا دیا۔ دوپہر کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو وہ چادر آپ کے جسم پر تھی۔

بَابُ الْبُصَاقِ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: کپڑے پر تھوک لگ جانا

389 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: بَزَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ، وَحَكَّ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ

⊛⊛ ابونضرہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا اور اسے (کپڑے کے ایک حصے سے) مل دیا۔

390 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند منقول ہے۔

❋❋❋❋

389- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد مرسل رجاله ثقات، الا انه لا یعرف ثابت - وهو ابن اسلم - البناني سماع من ابي نضرة - وهو المنذر بن مالک -، وقد ذکر الدارقطني في "العلل" 4/الورقة 5 ان الصواب: عن ثابت عن رجل عن ابي نضرة. واخرجه ابن شبة في "تاريخ المدينة" 1/ 23، وابن ابي حاتم في "العلل" 1201/ من طريقين عن حماد بن سلمة، بهذا الاسناد مرسلاً. واخرجه احمد (11382)، وابن ماجه (1024)، وابن ابي حاتم 1201/ من طريق عبد الصمد بن عبد الوارث، عن حماد بن سلمة، عن ثابت، عن ابي سعيد. ورجح ابو حاتم المرسل، وزاد ابن ماجه: "وهو في الصلاة" وهي زيادة شاذة کما بيناها في تخريج "سنن ابن ماجه". ويشهد له حديث انس الآتي بعده

کِتَابُ الصَّلَاۃِ

یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے

صلوٰۃ کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ الصلوٰۃ کا معنی دعا اور الصلوٰۃ کا معنی رحمت بھی ہے۔ اسی سے ہے: اللھم صلی علی محمد (اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمت بھیج) اور الصلوٰۃ کا معنی عبادت بھی ہے۔ اسی سے ہے: وما کان صلاتھم عند البیت (الانفال:35) (یعنی ان کی عبادت بیت اللہ کے پاس نہ تھی) الصلوٰۃ کا معنی نفلی نماز بھی ہے۔ اسی معنی میں ہے: وامر اھلک بالصلوٰۃ (طٰہٰ: 132) (اپنے گھر والوں کو نفل نماز کا حکم دو)۔ صلاۃ کا معنی تسبیح بھی ہے، اسی سے ہے: فلولا انہ کان من للمسبحین (صافات) اگر وہ نمازیوں میں سے نہ ہوتا، اسی سے سبحۃ الضحیٰ ہے، چاشت کی نماز۔ بعض علماء نے نسبح بحمد (بقرہ:30) کی تاویل میں فرمایا: ہم نماز پڑھتے ہیں۔ الصلوٰۃ کا معنی قراءت بھی ہے۔ اس معنی میں ہے: ولا تجھر بصلاتک (الاسراء:110) (اپنی قراءت کو بلند نہ کرو)۔

الصلوٰۃ کا لفظ مشترک ہے۔ الصلوٰۃ اس مکان کو بھی کہتے ہیں جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ ابن فارس نے یہ معنی بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: علم ہے جو عبادت کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ کو بھی شریعت سے خالی نہیں چھوڑا اور کوئی شرع نماز سے خالی نہیں تھی۔ یہ مفہوم ابونصر القشیری نے حکایت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نماز کا بیان

امام ابوجعفر طحاوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ جب آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ وقتِ فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحٰق علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام سو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقتِ مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی ﷺ نے پڑھی۔ جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم کیسانی سے، اس نے ابوعبدالرحمن عبداللہ ابن محمد ابن عائشہ سے عشا اس کے بعد سابقہ روایت بیان کی ہے۔

(شرح معانی الآثار باب الصلاۃ الوسطی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے لہٰذا اُس کا خلاصہ لکھتے ہوئے امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر وعصر وعشاء کی چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں

نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکرِ الٰہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دُور ہو اور طاعت کا نُور حاصل ہو۔

زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دُور ہوا دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری اللہ تعالیٰ کی رضا کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ عزوجل تعالیٰ ہمیں قتلِ نفس پر قدرت دے جیسی اُنہیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود ونصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ (فتاوٰی رضویہ، ج ۵، کتاب الصلوٰۃ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نماز کو چھوڑنے والے سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات کا بیان

قاضی ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حداً قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔

اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (ترمذی ونسائی) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ حدیثیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو تغلیظ اور زجر وتوبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورۃ کفر ہے حقیقۃ کفر نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو تارک نماز کے حداً قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد وغیرہ جو تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔

(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۶۶۔ ۶۵ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے ابو اسحاق بن شاقلا نے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتی کہ دوسری نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہ قول حسن ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۴۰۱۔۴۰۰ ملخصا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ)

نماز پڑھنے کی دعوت امام یا اس کے نائب کی طرف سے دی جائے گی اگر دعوت سے پہلے اس نے کثیر نمازیں بھی ترک کی ہوں تو اس کو قتل کرنا واجب نہیں ہے اس کی توبہ نماز پڑھنا ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۴۰۲ ملخصا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ)

آیا اس کو قتل حداً کیا جائے گا یا کفراً؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو حداً قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے اور مذہب حنبلیہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا وہ کسی کا وارث ہوگا نہ اس کا کوئی وارث ہوگا اور وہ مرتد کی مثل ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۴۰۵۔۴۰۴ ملخصا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۴۰۳ ملخصا مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ)

فقہاء حنبلیہ کا تارک نماز کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے ایمان کی بحث میں ہم خارجیوں کے مذہب کا رد کر چکے ہیں۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضا ہے اور اس کے لیے وقت میں وسعت ہے۔ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور شاذ قول یہ ہے کہ وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔

صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حداً قتل کیا جائے گا اس کو کب قتل کیا جائے؟ صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ ایک نماز کو ترک کر دے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے تیسرا قول یہ ہے کہ جب چوتھی نماز کا وقت تنگ ہو جائے چوتھا قول یہ ہے کہ جب وہ چار نمازیں ترک کر دے پانچواں قول یہ ہے کہ جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی ہو جائے لیکن مذہب پہلا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ص ۶۶۸ ـ ۶۶۶ ملخصا مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لیے کیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹادی جائے گی۔ (روضۃ الطالبین ج ۱ص ۶۶۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رملی نے بھی تارک نماز کے متعلق یہی تفصیل لکھی ہے۔

(نہایۃ المحتاج ج ۲ص ۴۲۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حداً قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

(آیت) فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوة واتوا الزکوة فخلوا سبیلهم (التوبہ: ۵)

ترجمہ: تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو سو اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال (جنگ) کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔ (صحیح بخاری ومسلم) اور حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(شرح المہذب ج ۱ص ۷امطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

اس آیت سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا یہ کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور راستہ نہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حداً قتل کرنا

واجب ہونا چاہیے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تارک زکوۃ کو قتل کرنے کے قائل نہیں تھے
چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اس میں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز اور زکوۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔
(شرح المہذب ج۳ ص ۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب کا بیان

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: جس شخص نے کئی نمازیں عمداً ترک کیں حتی کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لاپرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھمکایا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا اگر اس کے بعد بھی اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا نہ کہ کفراً بہ شرطیکہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو ابن التلمسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ روزہ بھی نماز کی طرح ہے اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوۃ جبراً لی جاسکتی ہے۔ (مواہب الجلیل ج۱ ص ۴۲۱۔۴۲۰ مکتبۃ النجاح لیبیا)

علامہ خرشی مالکی لکھتے ہیں: اگرچہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو نماز کے ترک کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز کا ترک محقق ہے۔ (الخرشی علی مختصر خلیل ج۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: تارک نماز کو تلوار سے حداً قتل کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہموار نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج۱ ص ۱۹۱۔۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء مالکیہ کا وجوب بھی وہی دلائل ہیں جن کو ہم نے فقہاء شافعیہ کے رد میں ذکر کیا ہے کیونکہ مالکیہ اور شافعیہ دونوں اس کے قائل ہیں کہ تارک نماز کو حداً قتل کر دیا جائے گا اور بقول قاضی ابن رشد مالکی اس نظریہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب کا بیان

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عمداً سستی سے ترک

کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتی کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔

(الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: امام محبوبی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو مارا جائے اور حلیہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتی کہ وہ مر جائے یا توبہ کرے۔ (الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر دلیل کا بیان

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حدا یا کفرا قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے موقف پر یہ حدیث صراحۃ دلالت کرتی ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) اس کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

بَابُ فَرْضِ الصَّلَاةِ

باب: نماز کا فرض ہونا

نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان

علامہ حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ کے کشف (یا اجتہاد) کے مطابق ہوتی تھی آپ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔

(بخاری) (الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں: غار حرا میں آپ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی لوگوں سے تخلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور و فکر اور بعض علماء نے کہا کہ غار حراء میں آپ کی عبادت صرف تفکر تھی۔

(الدر المختار علی رد المختار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور وضو کی تعلیم دی حضرت جبریل وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر جبریل علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(الروض الانف ج ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان)

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

(آیت) یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا او زد علیه ورتل القران ترتیلا

(المزمل: ۴۔۱)

ترجمہ: اے چادر لپیٹنے والے رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر دیں یا اس پر کچھ بڑھا دیں اور (حسب عادت) ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں

علامہ حربی نے کہا کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) وسبح بالعشی والابکار (آل عمران: ۴۱)

ترجمہ: صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجیے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا:

(آیت) علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرء وا ماتیسر من القران۔ (المزمل: ۲۰)

ترجمہ: اللہ کو علم ہے (اے مسلمانو!) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

علامہ سہیلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۶۳۔۱۶۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان)

391 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ: حَتَّى دَنَا. فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ. قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: لَا إِلَّا

اَنْ تَطَوَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ: فَهَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا، اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ. فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰى هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ

⊛⊛ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مسجد سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی بھنبھناہٹ سنائی دیتی تھی لیکن وہ کیا کہہ رہا تھا یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ قریب ہوا تو اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (ادا کرنا ہوں گی) اس نے عرض کی: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی لازم ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفل (نمازیں ادا کرنا چاہو تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا ذکر کیا' تو اس نے دریافت کیا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر (کوئی اور روزے) لازم ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفلی (روزے رکھنا چاہو' تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو اس نے دریافت کیا: کیا مجھ پر اس کے علاوہ (کوئی ادائیگی) لازم ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفلی طور پر ادا کرنا چاہو' تو بہتر ہے) پھر وہ شخص یہ کہتے ہوئے چل دیا: اللہ کی قسم! میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا' اور کوئی کمی نہیں کروں گا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ کامیاب ہو گیا۔

392 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ. حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ. عَنْ اَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ اَبِي عَامِرٍ بِاِسْنَادِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: اَفْلَحَ وَاَبِيهِ اِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَاَبِيهِ اِنْ صَدَقَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ کامیاب ہو گیا۔ اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے' تو یہ جنت میں داخل ہوگا''۔

بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ

باب: (نمازوں کے) اوقات

نمازوں کے اوقات سے متعلق احکام کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں، اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں، بیشک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں، جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸، ۷۹)

دلوک کے معنی کا بیان

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ دلوک کا معنی ہے سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا، دلوک کا لفظ دلک سے بنا ہے اس کا

معنی ہے ہتھیلیوں کو ملنا، جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو لوگ ہتھیلیوں کو ماتھے پر رکھ کر سورج کی طرف دیکھتے ہیں۔

(المفردات ج۱ ص ۲۲۸، ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفی مکہ مکرمہ، ۱۴۱۸ھ)

ابو عبیدہ نے کہا آفتاب کے نصف النہار سے زوال سے لیکر غروب کی طرف میلان تک کو دلوک کہتے ہیں، ذجاج نے کہا نصف النہار سے میلان بھی دلوک ہے، اور غروب کی طرف میلان بھی دلوک ہے، الازہری نے کہا کلام عرب میں دلوک کا معنی زوال ہے، اسی لیے جب سورج نصف النہار سے زائل ہو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں اور جب وہ افق سے زائل ہونے لگے اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۷۶، ۷۲)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ: دلوک آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔ حضرت ابن عباس: رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ: عطاء، قتادہ، حسن بصری اور اکثر علماء تابعین کے نزدیک دلوک کا (اس جگہ) معنی ہے زوال، سورج ڈھلنا۔ ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ: کی طرف بھی اس تفسیر کی نسبت کی ہے۔ ابن مردویہ اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کو مرفوع کہا ہے لیکن دلوک سے مراد زوال ہونے کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس لفظ سے ہوتی ہے جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ: کی روایت سے اسحاق بن راہویہ نے مسند میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے المعرفۃ میں نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) دلوک آفتاب کے وقت جب سورج ڈھل گیا تھا میرے پاس آئے اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ الحدیث۔

دَلَکَ کا لغوی معنی ہے ملنا، زوال کے وقت سورج کی طرف دیکھنے والا شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اور آنکھوں کو ملتا ہے اس لئے دلوک کا معنی ہو گیا زوال۔

بعض علماء کے نزدیک دلوک سے مراد ہے غروب۔ بغوی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کا قول بیان کیا کہ دلوک کا معنی ہے غروب ابراہیم نخعی، مقاتل بن حبان، ضحاک اور سدی کا یہی قول ہے۔ لفظ دلوک کا مفہوم لغوی (جھکنا، ایک طرف کو میلان) زوال کو بھی شامل ہے اور غروب کو بھی سورج کا جھکاؤ دونوں اوقات میں ہوتا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے دَلَکَتِ الشَّمْس دلوکا سورج ڈوب گیا، زرد پڑ گیا، وسط آسمان سے ڈھل گیا۔ بیضاوی نے لکھا ہے اس لفظ کی اصل ساخت انتقال کے مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ دلک مالش کرنے کو بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ مالش کرنے والے کا ہاتھ ایک جگہ رکتا نہیں۔ جس لفظ کا پہلا حرف دال اور دوسرا حرف لام ہو اس کے معنی میں انتقال کا مفہوم ضرور ہوتا ہے خواہ تیسرا حرف کوئی ہو جیسے دلج، دلح، دلع، دلف، دلہ بغوی نے کہا اوّل الذکر قول کے قائل بکثرت علماء ہیں اس لئے وہی قابل ترجیح ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر دلوک سے مراد زوال لی جائے تو اس آیت کے اندر نماز کے پانچوں اوقات (مجملاً) آجائیں گے (دلوک شمس سے غسق اللیل تک چار نمازیں اور قرآن الفجر یا پانچویں نماز)۔

اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ رات چھا جانے تک، یعنی شفق کے غائب ہو جانے اور تاریکی بھر جانے کے وقت تک غسق کا معنی ہے بھر جانا۔

قاموس میں ہے غسق شروع رات کی تاریکی۔ غاسق چاند یا رات جب کہ شفق غائب ہو گئی ہو۔ اس آیت میں (مجملاً مبہماً)

چار نمازوں کا ذکر آ گیا۔ظہر عصر مغرب عشا اور وقت فجر کا ذکر آگے کے فقرہ میں کر دیا۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ :اور فجر کا قرآن یعنی فجر کی نماز۔قرآن کی قراءت نماز کا جزء اہم ہے۔اس لئے صلوٰۃ فجر کی تعبیر قرآن الفجر سے کردی گئی۔جیسے رکوع یا سجود بول کر پوری نماز مراد ہوجاتی ہے(کیونکہ یہ دونوں اجزاء صلوٰۃ بھی بہت اہم ہیں) سورۃ نساء کی آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا کی تفسیر کے ذیل میں ہم نے اوقات نماز کا ذکر کر دیا ہے۔

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا :بے شک فجر کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔فجر کے قرآن کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں(شہود و حاضر ہونا) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جماعت کی نماز تنہا نماز پر پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ جمع ہوجاتے ہیں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم (اس کا ثبوت قرآن سے) چاہتے ہو تو پڑھو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا رواہ البخاری وغیرہ۔

بیضاوی نے لکھا ہے صلوٰۃ الفجر کو مشہود کہنے کی یا یہ وجہ ہے کہ اس وقت قدرتی شواہد بہت نمایاں طور پر سامنے آجاتے ہیں تاریکی پھٹ کر روشنی نکل آتی ہے اور نیند جس کو اخوالموت کہا گیا ہے بیداری سے بدل جاتی ہے یا مشہود کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بہت نمازی اس میں حاضر ہوتے ہیں یا اس طرف اشارہ ہے کہ کثیر جماعت کو اس میں حاضر ہونا چاہئے۔

بعض علماء نے آیت کا تفسیری مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ نماز کو یعنی مغرب کی نماز کو قائم کرو غروب آفتاب (کے بعد) سے لے کر غسق اللیل یعنی شفق کے غائب ہونے تک۔اس تفسیر پر آیت میں وقت مغرب کی ابتداء اور انتہا کا بیان ہوجائے گا اور یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ مغرب کا وقت شفق کے ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔گویا پوری آیت میں اللہ نے دو نمازوں کا حکم دیا مغرب اور فجر اور (چونکہ یہ دونوں نمازیں دن اور رات کے دونوں کناروں کے اوقات میں واقع ہیں اس لئے) یہ دونوں زیادہ اہم ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت کا بیان

دلوک کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔حضرت ابن مسعود نے کہا اس سے مراد غروب آفتاب ہے،حضرت ابن عباس کا ایک قول بھی اسی طرح ہے،فرا اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے،مگر اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دلوک سے مراد سورج کا نصف النہار سے زائل ہونا ہے،یہ حضرت ابن عمر،حضرت ابو برزہ،حضرت ابو ہریرہ اور حسن،شعبی،سعید بن جبیر،ابو العالیہ،مجاہد،عطا،عبید بن عمیر،قتادہ،ضحاک،مقاتل،اور الازہری کا قول ہے۔

اس قول کی دلیل یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے منتخب کردہ اصحاب کی دعوت کی پھر سورج کے نصف النہار سے زوال کے وقت وہ باہر آئے پس رسول اللہ ﷺ بھی باہر آئے اور فرمایا اے ابوبکر باہر آؤ اور وہ دلوک شمس کا وقت تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوک شمس کے وقت آئے،جب سورج نصف النہار سے زائل ہوچکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔

حضرت ابو برزہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ آیت تلاوت فرمائی: اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔ (جامع البیان، ج۵، ص۱۷۱، ۱۷۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابوموسیٰ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پیلاہٹ پڑا رہو، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے اور عشا کو اس وقت تک موخر کرو جب تک کہ تم کو نیند نہ آئی ہو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث: ۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ)

الازہری نے کہا جب دلوک شمس سے مراد زوال شمس سے لیکر غروب آفتاب تک کا وقت ہوگا تو اس میں ظہر اور عصر داخل ہوگی، اس کے بعد فرمایا رات کے اندھیرے تک اس میں مغرب اور عشا داخل ہیں، پھر فرمایا وقرآن الفجر اس میں فجر کی نماز آ گئی، اس طرح یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہوگئی۔ (زاد المسیر ج۴ ص۷۲)

اوقات نماز کے متعلق احادیث اور فقہی مذاہب کا بیان

غسق الیل کا معنی ہے رات کی سیاہی اور اس کا اندھیرا اور جب رات کی سیاہی اور اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اب ہم ظہر، عصر، مغرب عشا اور فجر کی نمازوں کے مستحب اوقات احادیث کی روشنی میں ذکر کر رہے ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد کا یہی نظریہ ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے بیت اللہ کے پاس جبریل نے دو دن نماز پڑھائی پہلے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زوال کا سایہ تسمہ کے برابر تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا، پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا اور جب روزہ دار روزہ افطار کر لیتا ہے، پھر آپ نے عشا کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو جاتی ہے۔ (غروب آفتاب کے بعد کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں) پھر صبح کی نماز اس وقت پڑھی جب فجر روشن ہوگئی اور جب روزہ دار کے لیے سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اور آپ نے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی اور دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا، پھر مغرب اپنے اول وقت میں پڑھی اور عشا اس وقت پڑھی جب تہائی رات گزر گئی اور دوسرے دن صبح اس وقت پڑھی جب سفیدی پھیل گئی، پھر جبریل نے میری طرف التفات کر کے کہا یا محمد! یہ آپ سے پہلے نبیوں کی نمازوں کا وقت ہے اور نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۹، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۳۱۷، مسند احمد ج۱ ص۳۳۳، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۹۳، مسند ابویعلی رقم الحدیث: ۲۷۵۰، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۵۲، المستدرک ج۱ ص۱۹۳، سنن کبری ج۱ ص۳۶۵، شرح السنہ رقم الحدیث: ۳۴۸)

امام ابوحنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ امامت جبریل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ لیکن اس

میں ایک مثل سائے کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں، اور بخاری اور مسلم کی روایت ان کی روایت پر مقدم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقت الظہر مالم یحضر العصر۔ ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔ (صحیح مسلم باب اوقات الصلوۃ الخمس: ۱۷۲،۱۳۶۰)

نیز قرآن مجید میں ہے:

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳) بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔

یعنی ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے اور ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جاسکتی سو یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتی کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہوگیا، اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۳۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۰۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۸، مسند احمد رقم الحدیث: ۲۴۵۰۷)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی، اور نماز بہرحال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے، ثانیاً اس وجہ سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۲، (۶۱۲)، ۱۳۶۰)

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ ایک مثل سائے کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

اور تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پہلی امتوں کی بہ نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا، پھر تھک گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیے گئے، تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا: اے اللہ! تو نے ان

کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے زیادہ عطا کروں۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۷، مسند احمد رقم الحدیث: ۵۰۰۸، مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۲۰۵۶۵)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کے کام کے وقت کی بہ نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہو، تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہو جائے گا۔

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہوگا۔

اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا پھیل جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر دکھائی دیتی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسی سرخی کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت ہوتا ہے۔

عشا کے وقت کی ابتدا سے اسی اختلاف پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشا کے وقت کی ابتدا ہوتی ہے، اور عشا کا مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور عشا پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

فجر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے اور سحری کھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب تک فجر کی نماز کا وقت رہتا ہے۔ جبریل نے دوسرے دن آپ کو اس وقت نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۵۴، مسند حمیدی رقم الحدیث: ۴۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۲۱، مسند احمد ج ۳ ص ۴۶۵، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۱۲۲۰، سنن ابو داؤد رقم الحدیث: ۴۲۴، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۶۷۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۴۸۹، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۴۲۸۵)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ فجر کی نماز پڑھیں بیشک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اللہ کو

ان کا خوب علم ہوتا ہے، فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، فرشتے کہتے ہیں ہم ان کو نماز پڑھتا چھوڑ کر آئے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۵۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۴۸۶، ۴۸۷، السنن الکبری للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶۰، تبیان القرآن)

393 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ فُلَانِ بْنِ اَبِيْ رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَّنِيْ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلّٰى بِيَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِيْ يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ حِيْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِيَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلّٰى بِي الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلّٰى بِيَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِيَ الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلّٰى بِيَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جبرائیل نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو مرتبہ نماز پڑھائی (پہلے دن) جب سورج ڈھل گیا' تو انہوں نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب وہ ایک تسمے جتنا تھا' پھر جب اس کا سایہ ایک مثل ہو گیا' تو انہوں نے مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے مجھے یعنی مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ کھول لیتا ہے اور انہوں نے مجھے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غروب ہو گئی تھی اور انہوں نے مجھے فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا ممنوع ہو جاتا ہے اگلے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ایک مثل ہو چکا تھا' اور عصر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب وہ دو مثل ہو چکا تھا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطاری کر لیتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھائی اور فجر کی نماز جب مجھے پڑھائی تو روشنی کر لی پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ سے پہلے کے انبیاء کا وقت ہے اور ان دونوں کے درمیان (آپ کی اُمت کے لئے نمازوں کا مخصوص) وقت ہے۔

شرح

جگہ اور وقت کے اعتبار سے سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے چنانچہ بعض جگہ تو سایہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض جگہ کم ہوتا ہے اور بعض وقت سایہ اصلی ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں انیسویں سرطان کو سایہ اصلی نہیں ہوتا۔ اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روز کی نماز ظہر کی وقت کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلے دن مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ان دنوں میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی جوتوں کے تسموں کی چوڑائی کے برابر تھا گویا وہ ظہر کا اوّل وقت تھا۔

نماز ظہر کے وقت ایک مثل میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نیز حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔

جہاں تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق ہے تو ایک روایت کے مطابق ان کا بھی وہی مسلک ہے جو جمہور علماء کا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام اعظم کا فتویٰ بھی اسی مسلک پر ہے۔ چنانچہ درمختار میں بہت سی کتابوں کے حوالوں سے اسی مسلک کو ترجیح دی گئی ہے۔ مگر ان کا مشہور مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے ان کے دلائل ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

بہر حال علماء نے اس سلسلہ میں ایک صاف اور سیدھی راہ نکالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ظہر کی نماز تو ایک مثل کے اندر اندر پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے تاکہ دونوں نمازیں بلا اختلاف ادا ہو جائیں۔

اور بعض احناف جمہور کے ساتھ ہی متفق ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، جن میں صاحبین ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ شامل ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

امام حصکفی رحمہ اللہ کہتے ہیں

" ظہر کا وقت زوال سے شروع ہو کر یعنی سورج کی ٹکیہ کا آسمان کے وسط سے زائل ہو کر ہر چیز کا دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے، اور امام ابو حنیفہ ایک مثل ثابت ہے، اور امام زفر اور ابو یوسف اور محمد اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی احمد اور مالک کا قول یہی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے: ہم اسے ہی لیں گے۔ اور غرر الاذکار میں درج ہے: اسے ہی لیا جائے گا۔

اور البرھان میں درج ہے: یہ زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے یہی وقت بیان کیا تھا، اور اس باب میں یہی نص ہے۔ اور فیض الباری میں درج ہے۔

آج (احناف) لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین (1 /359)

حاصل یہ ہوا کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اول وقت میں ادا کرنا سنت اور افضل ہے لیکن نماز عصر وقت کے اندر ہی ادا کرنا چاہیے یعنی سورج زرد ہونے سے قبل نماز عصر ادا کر لینی چاہیے، اور آپ اس لیے جماعت مت چھوڑیں۔

394 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ: عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُولُ: فَقَالَ: عُرْوَةُ سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ

الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ، وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأُفُقُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّاسُ، وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ، ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيسَ حَتَّى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفِرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ، وَكَذَلِكَ أَيْضًا رَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَأَصْحَابِهِ إِلَّا أَنَّ حَبِيبًا لَمْ يَذْكُرْ بَشِيرًا، وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الْمَغْرِبِ قَالَ: ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا، وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثُمَّ صَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا، وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عصر کی نماز میں کچھ تاخیر کر دی تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: کیا حضرت جبرائیل نے حضرت محمد ﷺ کو نماز کے وقت کے بارے میں نہیں بتایا تھا تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا: آپ ذرا دھیان کریں کہ آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں' تو عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابومسعود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے میں نے حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جبرائیل نازل ہوئے انہوں نے مجھے نماز کے وقت کے بارے میں بتایا میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ انہوں نے اپنی انگلیوں پر شمار کر کے پانچ نمازوں کا ذکر کیا (راوی کہتے ہیں:) میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب سورج ڈھل گیا تھا۔ بعض اوقات جب گرمی زیادہ ہوتی تھی' تو آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا کی' جب سورج ابھی بلند اور روشن ہوتا تھا۔ ابھی اس میں زردی داخل نہیں ہوئی ہوتی تھی اور کوئی شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ذوالحلیفہ تک جا سکتا تھا' اور آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا تھا' اور آپ ﷺ عشاء

کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب اُفق سیاہ ہو جاتا تھا بعض اوقات آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو جاتے اور صبح کی نماز ایک مرتبہ آپ نے اندھیرے میں ادا کی اور دوسری مرتبہ اسے روشنی میں ادا کیا پھر اس کے بعد آپ نے وصال تک اسے اندھیرے میں ہی ادا کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اسے روشنی میں ادا نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری کے حوالے سے معمر، امام مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابوحمزہ، لیث بن سعد اور دیگر حضرات نے نقل کی ہے۔ انہوں نے اس وقت کا تذکرہ نہیں کیا' جس میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی اور نہ ہی اس کی وضاحت کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابومرزوق نے عروہ کے حوالے سے نقل کی ہے' جس طرح معمر اور ان کے شاگردوں نے نقل کی ہے' البتہ حبیب نامی راوی نے بشیر نامی راوی کا ذکر نہیں کیا۔

وہب بن کیسان نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے' جس میں مغرب کے وقت کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ مغرب کی نماز کے لئے نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تھا۔

(راوی کہتے ہیں:) یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے یعنی ان دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

''پھر انہوں نے مغرب کی نماز مجھے پڑھائی'' (راوی کہتے ہیں: یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے اور یہ وقت ایک ہی تھا)

اسی طرح کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے' جو حسان بن عطیہ نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

شرح

حضرت عروہ کا یہ مقصد تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ یاد دلائیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے بارے میں جو حدیث وارد ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے دن اول وقت نمازیں پڑھائی تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو اوّل وقت پڑھنا افضل ہے اس لئے آپ علیہ الرحمۃ نے اس وقت نماز میں تاخیر کر کے (اگرچہ یہ تاخیر زیادہ نہیں تھی) فضیلت کی سعادت کو کیوں ترک کیا؟۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جو یہ کہا کہ عروہ! ذرا سوچ سمجھ کر کہو کیا کہتے ہو؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ اہم اور عظیم چیز ہے حدیث کو بیان کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز حدیث کو بغیر سند کے بیان نہ کرنا چاہئے اس لئے سوچ سمجھ کر حدیث بیان کرو اور اس کی سند کے ساتھ بیان کرو۔

حضرت عروہ کی جلالت شان اور رفعت علم و فضل کا گو تقاضا تو یہ تھا کہ ان سے اس قسم کی بات نہ کہی جاتی مگر چونکہ روایت

حدیث کی عظمت شان پیش نظر تھی اس لئے انہیں اس طرف توجہ دلائی گئی اور پھر عروہ نے بھی روایت حدیث کی اسی عظمت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے کو نہ صرف یہ کہ اپنے علم وفضل کے منافی نہ سمجھا بلکہ اسے خیر وبرکت کا باعث جان کر اس پر متنبہ ہوئے اور حدیث کی پوری سند یوں بیان کر کے اپنی قوت حفظ وذہانت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات واضح کر دی کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ کوئی معمولی درجہ کی نہیں ہے بلکہ اس کی صداقت کا میں یقینی علم رکھتا ہوں کیونکہ یہ وہ روایت ہے جس کو میں نے بشیر سے سنا ہے اور انہوں نے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مقدس سے سنا ہے۔ اس حدیث میں راوی نے نماز کے اوقات تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب کو چونکہ اوقات کی پوری تفصیل معلوم تھی اس لئے یہاں تو صرف صورت واقعہ بیان کئے گئے ہیں ہاں دوسری روایات میں اوقات کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔

395 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي مُوْسٰى، عَنْ اَبِي مُوْسٰى، اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتّٰى اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، فَصَلّٰى حِيْنَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ - اَوْ اَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ اِلٰى جَنْبِهِ - ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى قَالَ: الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ اَعْلَمُ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ، وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ، فَقُلْنَا اَطَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَاَقَامَ الظُّهْرَ فِيْ وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِيْ كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ، وَقَدِ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ - اَوْ قَالَ: اَمْسٰى - وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَغِيْبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيْمَا بَيْنَ هٰذَيْنِ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوٰى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ هٰذَا قَالَ: ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ، قَالَ بَعْضُهُمْ: اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِلٰى شَطْرِهِ، وَكَذٰلِكَ رَوَى ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سوال کرنے والے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے صبح صادق ہو جانے کے بعد فجر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اس وقت ادا کی جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ (اندھیرے کی شدت کی وجہ سے) پہچان نہیں سکتا تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آدمی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ اس کے پہلو میں کون ہے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے ظہر کی اقامت اس وقت کہی جب سورج ڈھل چکا تھا یہاں تک کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ کیا نصف النہار کا وقت ہو چکا ہے' لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے تھے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ جب سورج روشن اور بلند تھا پھر

آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے مغرب کے لئے اقامت اس وقت کہی جب سورج غروب ہو گیا تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے عشاء کے لئے اقامت اس وقت کہی جب شفق غروب ہو چکی تھی' پھر اگلے دن نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی تو جب آپ نے نماز ختم کی تو ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ کیا سورج نکل تو نہیں آیا پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہنے کا حکم اس وقت دیا جب پہلے دن میں آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور عصر کی نماز آپ نے اس وقت پڑھائی۔ جب سورج زرد ہونے کے قریب تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب شام ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز شفق غروب ہونے سے (کچھ) پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز آپ ﷺ نے ایک تہائی رات ہو جانے کے بعد پڑھائی پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ ان دو کے درمیان (نمازوں کا مخصوص) وقت ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن موسیٰ نے عطاء کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مغرب کی نماز کے بارے میں اس کی مانند نقل کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی جبکہ بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اسے آپ ﷺ نے ایک تہائی رات کے وقت ادا کیا جب کہ بعض نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: نصف رات کے وقت ادا کیا۔ اسی طرح کی روایت ابن بریدہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

396 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ اَبَا اَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ، وَوَقْتُ الْعِشَاءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک سورج زرد نہ ہو جائے مغرب کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک شفق غروب نہ ہو جائے اور عشاء کا وقت نصف رات تک رہتا ہے اور فجر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے' جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے"۔

شفق کے فقہی معنی ومفہوم کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ عشاء کے بارے میں مختار مسلک اور فیصلہ یہ ہے کہ اس کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ٹھیک آدھی رات تک بلا کراہت باقی رہتا ہے البتہ وقت جو طلوع فجر سے پہلے تک رہتا ہے فجر کا وقت طلوع صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ بظاہر تو حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک تمام وقت نماز فجر کے لیے مختار ہے۔

امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیار بن سلامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے

والد (ہم دونوں) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کس کس وقت) پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ ظہر کی نماز جسے پہلی نماز کہا جاتا ہے سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز (ایسے وقت) پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھ کر مدینہ کے کنارے اپنے مکان پر جا کر سورج روشن ہوتے ہوئے (یعنی اس کے متغیر ہونے سے پہلے) واپس آ جاتا تھا۔ سیار فرماتے ہیں کہ مغرب کے بارے میں ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ میں بھول گیا اور (ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ عشاء کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو رسول اللہ ﷺ تاخیر سے پڑھنے کو بہتر سمجھتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد (دنیاوی) باتیں کرنے کو آپ ﷺ مکروہ سمجھتے تھے۔

اور صبح کو نماز ایسے وقت پڑھ (کر فارغ ہو) لیتے تھے کہ ہر آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان لیتا تھا اور (نماز میں) ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھ لیا کرتے تھے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہائی رات تک عشاء میں دیر کرنے میں تامل نہ فرماتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔
(صحیح البخاری، ج ۱، ص ۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم)

اس کی ابتداء غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتی ہے اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے تک رہتی ہے۔

شفق احمر۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ایک سرخی سی افق پر چھا جاتی ہے۔ یہ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو کہتے ہیں کہ شفق احمر غائب ہو گیا۔

شفق ابیض۔ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو اس کے بعد افق پر سفیدی پھیل جاتی ہے۔ اس کا افق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب یہ بھی غائب ہو جائے تو کہتے کہ شفق ابیض بھی غائب ہو گیا۔

اہرام نما روشنی۔ اس کا افق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے کم ہوتی ہے۔ یہ بعض موسموں میں بعض علاقوں میں نظر آ سکتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بَابٌ فِيْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ كَانَ يُصَلِّيهَا

باب: نبی اکرم ﷺ کی نماز کا وقت' آپ ﷺ کس طرح نماز ادا کرتے تھے؟

397 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ

397- اسناده صحيح. واخرجه البخاري (560)، ومسلم (646) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (14969)، و"صحيح ابن حبان" (1528).

⊙⊙ محمد بن عمرو جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر میں ہی ادا کر لیتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج ابھی چمک دار ہوتا تھا۔ مغرب اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج غروب ہو جاتا تھا اور عشاء کی نماز میں جب لوگ زیادہ ہو جاتے تھے' تو آپ ﷺ اسے جلدی ادا کر لیتے تھے اور جب لوگوں کی تعداد کم ہوتی تھی' تو آپ ﷺ اسے تاخیر سے ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرتے تھے۔

398 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ، وَيَرْجِعُ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ لَا يُبَالِي تَأْخِيرَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ - قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ - قَالَ: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ

⊙⊙ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب سورج ڈھل جاتا تھا' اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے اگر کوئی شخص مدینہ منورہ کے آخری کنارے تک جا کے پھر واپس آ جائے' تو سورج ابھی چمکدار ہوتا تھا (راوی کہتے ہیں:) مغرب کے بارے میں کیا الفاظ تھے۔ یہ میں بھول گیا ہوں اور آپ ﷺ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات گزرنے تک مؤخر کر دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت برزہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نقل کیے: "نصف رات تک (مؤخر کر دیں)"

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے' جب ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا' جس سے وہ واقف ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر ایک سو آیات تک کی تلاوت کرتے تھے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز کا وقت

399 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ

⊙⊙ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کرتا تھا میں کنکریاں اپنی مٹھی میں لے لیتا تھا تاکہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہو جائیں اور پھر میں اپنی پیشانی رکھ دیتا تھا' اور ان پر سجدہ کرتا تھا کیونکہ گرمی شدید ہوتی تھی۔

400 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ اَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنِ الْاَسْوَدِ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى خَمْسَةِ اَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ اَقْدَامٍ اِلٰى سَبْعَةِ اَقْدَامٍ

⚘⚘ اسود بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: گرمی کے موسم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتی تھی اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک ہوتی تھی۔

شرح

دونوں موسم میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سردی کے موسم میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں سایہ اصلی کم ہوتا ہے خصوصاً حرمین میں ورنہ یہ دونوں وقت برابر ہیں یہ حدیث بہر صورت زوال کے بعد ظہر کی نماز کو تاخیر کرنے پر دلالت کرتی ہے قدم سے مراد ہر آدمی کے قد کا ساتواں حصہ ہے چنانچہ اس اعتبار سے کہ ہر آدمی کے قد کا طول اس کے سات قدم (یعنی سات پاؤں) کے برابر ہوتا ہے ہر چیز کا طول سات قدم مقرر ہے۔

گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا بیان

401 - حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، اَخْبَرَنِي اَبُو الْحَسَنِ قَالَ: اَبُو دَاوُدَ اَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَرَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: اَبْرِدْ، ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ: اَبْرِدْ - مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا - حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، ثُمَّ قَالَ: اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ

⚘⚘ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے مؤذن نے ظہر کے لئے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو پھر اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو' ایسا دو یا شاید تین مرتبہ ہوا یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے' تو جب گرمی شدید ہو' تو تم نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔

402 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، اَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَاَبِي سَلَمَةَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

402 - اسنادہ صحیح. اللیث: ھو ابن سعد، وابن شھاب: ھو الزھری، واخرجہ البخاری (536)، ومسلم (615) (180) و (181)، والترمذی (157)، والنسائی فی "الکبری" (1501)، وابن ماجہ (678) من طرق عن الزھری، بھذا الاسناد. ورواية البخاری عن سعید وحدہ. واخرجہ البخاری (534)، ومسلم (615) (181) و (182) و (183)، وابن ماجہ (677) من طرق عن ابی ھریرۃ. وھو فی "مسند احمد" (7130) و (7246)، و"صحیح ابن حبان" (1507)

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ. فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ: ابْنُ مَوْهَبٍ: بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب گرمی شدید ہو' تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو"۔ یہاں ابن موہب نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:) بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے۔

403 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ. أَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ ظہر کی اذان دے دیا کرتے تھے۔

شرح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ اور صحیح البخاری کی ایک روایت میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو (یعنی ابوہریرہ کی روایت میں تو بالصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور ابوسعید کی روایت میں بالظہر کا لفظ آیا ہے نیز اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے اور (دوزخ کی) آگ نے اپنے رب سے شکایتہ عرض کیا کہ میرے پروردگا! میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی ہے۔ اب وہ ایک سانس جاڑے میں لیتی ہے اور ایک سانس گرمی میں۔ گرمی میں جس وقت تمہیں زیادہ گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں جس وقت تمہیں زیادہ سردی معلوم ہوتی ہے (تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس سردی میں لیتی ہے)۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور صحیح البخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس وقت تم گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا گرم سانس ہوتا ہے اور جس وقت تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا ٹھنڈا سانس ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 557)

پروردگار سے دوزخ کی آگ کی نے یہ شکایت کی کہ میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ کنایہ ہے اجزاء آگ کی کثرت سے اور آپس کے اختلاط سے یعنی آگ کے شعلے اتنے زیادہ ہوتے ہیں اور اس شدت سے بھڑکتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شعلے کو فنا کر گھاٹ اتار کر اس کی جگہ بھی خود لے لے۔ چنانچہ پروردگار نے اسے سانس لینے کی اجازت دے دی یعنی سانس سے مراد شعلے کو دبانا اور اس کا دوزخ سے باہر نکلنا ہے۔ جس طرح کہ جاندار سانس لیتا ہے تو ہوا باہر نکلتی ہے۔ بہر حال ایسے وقت باوجود یہ کہ مشقت بہت ہوتی ہے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ایسے سخت وقت میں جب کہ گرمی اپنی شدت پر ہوتی ہے دل ودماغ تپش کی وجہ سے بے چین ہوتے ہیں نیز خشوع اور سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا جو نماز کی روح ہیں۔ اس موقع پر عقلی طور پر چند اشکال پیدا ہوتے ہیں ان کی وضاحت کردینی ضروری ہے۔

پہلا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گرمی اور سردی کی شدت زمین کی حرکت، عرض البلد اور آفتاب کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے یہاں یہ کیسے کہا گیا کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے؟ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہاں دوزخ کی بھاپ کو گرمی کی شدت کا سبب بتایا گیا ہے نہ کہ اصل گرمی کا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ گرمی اور سردی کی شدت بھی آفتاب کے قرب و بعد کی بناء پر ہوتی ہے کیونکہ اس کے باوجود ہوسکتا ہے کہ دوزخ کا سانس اس میں مزید شدت پیدا کرتا ہو لہٰذا اس کا انکار مخبر صادق کی خبر کے ہوتے ہوئے طریقہ اسلام کے منافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اتنی بات تو طے ہے کہ زمین میں حرارت کی علت سورج کا مقابلہ اور اس کی شعاعیں پڑنا ہے اور یہ کہیں ثابت نہیں ہوا ہے کہ سورج دوزخ نہیں ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ ہمارے نظام کی دوزخ یہی ہو جسے ہم سورج کہتے ہیں کیونکہ سورج میں ناریت کا تموج اور اشتعال اس قدر ہے کہ دوزخ کی تمام صفات اس پر منطبق ہوتی ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہوجائے کہ سورج دوزخ نہیں ہے تو یہ بالکل بعید اور ناممکن نہیں ہے کہ دوزخ علیحدہ ہو اور اس کی گرمی کا اثر زمین پر پڑتا ہو۔

دوسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ نے شکایت کیسے کی کیونکہ دوزخ بے زبان ہے اور بے زبان اظہار مدعا کیسے کرسکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح زبان کے لئے تلفظ ضروری نہیں ہے اسی طرح تلفظ کے لئے زبان بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر جانوروں کی زبان ہوتی ہے مگر وہ تلفظ نہیں کرتے ایسے ہی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے زبان نہیں ہوتی مگر وہ بات کرتی ہیں۔ لہٰذا یہ اشکال پیدا کرنا کہ بغیر زبان کے بات کرنا ناممکن ہے کم فہمی کی بات ہے۔

کیونکہ اگر کوئی یہ پوچھنے بیٹھ جائے کہ زبان سے بات کیوں کی جاتی ہے اس سے سننے کا کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ آنکھ سے دیکھتے اور کان سے سنتے کیوں ہو ان سے بات کیوں نہیں کرتے جب کہ یہ سب اعضاء بظاہر ایک ہی مادہ سے بنتے ہیں جو نطفہ ہے تو ہر ایک قوت کی تخصیص کی وجہ ایک خاص چیز سے کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ یہ صانع مطلق کی قدرت ہے کہ بولنا زبان سے مختص کیا، دیکھنا آنکھ سے اور سننا کان سے ورنہ یہ سب اعضاء گوشت کا ایک حصہ ہونے میں برابر ہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ کیا صانع مطلق کی یہ قدرت نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنی ایک مخلوق کو گویائی کی قوت دے دے اور جب کہ حکماء کی ایک جماعت تو یہ بھی کہتی ہے کہ اجرام فلکیہ میں نفوس ہیں اور ان میں احساس و ادراک کی قوت ہے تو اس صورت میں بولنا بعید ہے؟۔ تیسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ جاندار نہیں ہے وہ سانس کیسے لیتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں نفس ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جب مذکورہ بالا بحث کی رو سے اس سے تکلم ثابت ہوسکتا ہے تو سانس لینے میں کیا اشکال باقی رہ جائے گا!۔ چوتھا اشکال یہ ہے کہ آگ کے ٹھنڈا سانس لینے کے کیا معنی؟۔

اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ آگ سے مراد اس کی جگہ یعنی دوزخ ہے اور اس میں ایک طبقہ زمہریر بھی ہے۔ پانچواں اشکال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم کے مطابق تو یہ چاہئے تھا کہ سخت سردی کے موسم میں فجر کو بھی تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سردی میں صبح کو سورج نکلنے تک اسی شدت کے ساتھ رہتی ہے اگر طلوع آفتاب تک نماز میں تاخیر کی جاتی ہے تو وہاں سرے سے وقت ہی جاتا رہتا۔ بہر حال۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود صحابہ بھی گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔

چنانچہ صحیح البخاری کی ایک روایت میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز (تاخیر سے) ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے زمین پر پڑنے لگتے تھے۔ اور یہ سب ہی جانتے ہیں کہ ٹیلے چونکہ پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کے سائے زمین پر بہت دیر کے بعد پڑتے ہیں بخلاف دراز چیزوں مثلاً مینار وغیرہ کے ان کے سائے جلدی ہی پڑنے لگتے ہیں۔ بعض روایتوں میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز کے لئے دیواروں کے سائے میں ہو کر جاتے تھے۔ اور دیواروں کے بارے میں تحقیق ہو چکی ہے کہ اس وقت دیواریں عام طور پر سات سات گز کی ہوتی تھی۔ لہٰذا ان کے سائے میں چلنا اس وقت کارآمد ہوتا ہوگا جب کہ سورج کافی نیچے ہوتا ہو۔ بعض حضرات نے تاخیر کی حد آدھا وقت مقرر کی ہے یعنی کچھ علماء یہ فرماتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز آدھے وقت تک مؤخر کر کے پڑھنی چاہئے۔

بعض شوافع حضرات حدیث سے ثابت شدہ ابراد (یعنی نماز کو ٹھنڈا کر کے) کا محمول وقت زوال کو بتاتے ہیں یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ اس ابراد کا مقصد نماز ظہر میں اتنی تاخیر نہیں ہے جو حنفیہ بتاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت استواء کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے زوال کی وقت ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ ان حضرت کی یہ تاویل نہ صرف یہ کہ بعید از مفہوم ہے بلکہ خلاف مشاہدہ بھی ہے کیونکہ وقت استواء کے مقابلہ میں زوال کے وقت گرمی کی شدت میں کمی آ جانے کا خیال تجربہ و مشاہدہ ہے۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ جن شہروں میں گرمی کی شدت آفتاب کے ایک مثل سایہ پہنچنے کے وقت ہوتی ہے وہاں تو ابراد کا مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ نماز ایک مثل سایہ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔

الحاصل۔ ظہر کی نماز کو ابراد میں یعنی ٹھنڈا کر کے پڑھنے کے بارے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہیں جن سے متفقہ طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔ جہاں تک حدیث حباب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جس میں مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی کے موسم میں دوپہر کی شدت کے بارے میں شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری درخواست قبول نہیں کی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو پورے وقت تک مؤخر کرنے کی درخواست کی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمائی کہ اگر اتنی تاخیر کی جائے گی تو نماز کا وقت بھی نکل جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراد رخصت ہے اور وہ بھی سب کے لئے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو جماعت کے لئے مسجدوں میں جانے کے لئے مشقت و محنت کا سامنا کرتے ہیں۔ جو لوگ تنہا نماز پڑھتے ہوں یا اپنے پڑوس و محلہ کی مسجد میں نماز کے لئے آتے ہوں ان کے لئے میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ وہ اول وقت سے تاخیر نہ کریں، یہ قول ظاہر حدیث کے خلاف ہے اس لئے اس کی اتباع نہیں کی جا سکتی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی باوجود یہ کہ سب یکجا رہتے تھے ابراء کا حکم فرمایا کرتے تھے، نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے ظہر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے لئے کہتا ہے اس مسلک کی اتباع سنت کی وجہ سے اولیٰ و افضل ہے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب: عصر کی نماز کا وقت

404 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز ادا کرتے تھے جب کہ سورج ابھی روشن بلند اور چمکدار ہوتا تھا۔ (یہ نماز ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص مدینہ منورہ کے بالائی علاقے تک چلا جاتا' تو سورج پھر بھی بلندی پر ہوتا تھا۔

405 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: أَوْ أَرْبَعَةٍ

❁❁ زہری بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کا بالائی علاقہ دو یا شاید تین میل کے فاصلے پر تھا (راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے یہ چار میل کے فاصلے پر تھا۔

406 - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا

❁❁ خیثمہ بیان کرتے ہیں: (حدیث کے الفاظ میں مذکور) ''سورج کے زندہ ہونے'' سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کی گرمی محسوس کرسکتے تھے۔

407 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: عُرْوَةُ، وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ

❁❁ عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جبکہ سورج (یعنی دھوپ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنگن میں موجود ہوتی تھی اور ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی تھی۔

408 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً

❁❁ حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عصر کی نماز کو اتنی دیر تک مؤخر کرتے تھے جب تک سورج روشن اور صاف ہوتا تھا۔

409 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان (مشرکین) نے ہمیں درمیانی نماز ادا نہیں کرنے دی جو عصر کی نماز ہے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے''۔

410 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ: إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي: (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238)، فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا، فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ، ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو یونس جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کے لئے قرآن پاک تحریر کردوں انہوں نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے بتا دینا۔

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی''۔

جب میں اس آیت تک پہنچا اور میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے مجھے یہ الفاظ املاء کروائے۔

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی جو عصر کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو''۔

پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی یہ الفاظ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنے ہیں۔

411 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي حَكِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الزِّبْرِقَانَ يُحَدِّثُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةً أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، فَنَزَلَتْ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238)، وَقَالَ: إِنَّ قَبْلَهَا

409- اسناده صحيح. عبيدة: هو ابن عمرو السلماني. واخرجه البخاري (2931)، ومسلم (627) (202)، و (203)، والترمذي (3226)، والنسائي في "الكبرى" (357) من طريقين عن عبيدة السلماني، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (627) (204) و (205)، وابن ماجه (684) من طرق عن علي. وهو في "مسند احمد" (591) و (617).

صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت ادا کر لیتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے' جو آپ کے اصحاب کے لئے اس سے زیادہ مشکل کا باعث ہو' تو یہ آیت نازل ہوئی:

''نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی''۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس (ظہر کی نماز سے) پہلے بھی دو نمازیں ہوتی ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں ہوتی ہیں۔

412- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالے۔ اس نے (عصر کی نماز کو) پالیا اور جو شخص سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالے اس نے (فجر کی نماز کو) پالیا''۔

413- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَتَّى إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، أَوْ عَلَى قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

علاء بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ظہر کے بعد حاضر ہوئے' تو وہ کھڑے ہوئے عصر کی نماز ادا کر رہے تھے' جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو ہم نے نماز جلدی ادا کرنے کا ذکر کیا یا شاید خود انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا' تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی ایک شخص بیٹھا رہتا ہے' یہاں تک کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شیطان کے دو سینگوں پر پہنچ

413- اسنادہ صحیح، القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمۃ وھو فی "موطا مالک" 1/ 220. واخرجہ مسلم (622)، والترمذی (160)، والنسائی فی "الکبری" (1509) من طریق اسماعیل بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن عن انس. وھو فی "مسند احمد" (11999) و (12509)، و "صحیح ابن حبان" (259-263).

جاتا ہے تو وہ شخص اٹھ کر چار مرتبہ ٹھونگے مارتا ہے اور وہ اس نماز میں اللہ تعالیٰ کا تھوڑا سا ذکر کرتا ہے۔

شرح

ٹھونگیں مارنے" کا مطلب یہ ہے وہ بغیر طمانیت وسکون کے اس طرح جلدی جلدی سجدے کرتا ہے جیسے جانور دانہ چگتا ہے عصر کی نماز میں سجدے آٹھ ہوتے ہیں مگر یہاں چار اس لئے فرمائے ہیں کہ جب اس نے پہلا سجدہ کر کے اچھی طرح سر نہیں اٹھایا تو گویا دونوں سجدے ایک سجدہ کے حکم میں آ گئے یا دونوں سجدوں کو ایک ہی رکن مانتے (سمجھتے) ہوئے بجائے آٹھ کے چار کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں صرف عصر کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے دوسری نمازوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز وسطی ہے اور یوں تو سب ہی نمازوں میں ارکان وآداب کا لحاظ نہ کرنا بری بات ہے مگر دوسری نمازوں کی بہ نسبت اس نماز کو دل جمعی اور سکون خاطر کے ساتھ نہ پڑھنا اور اس کے ارکان وآداب کا لحاظ نہ کرنا بہت ہی بری بات ہے۔

جس آدمی نے عصر کی نماز کو سورج کے زرد ہونے تک موخر کیا تو اس نے اپنے آپ کو منافقین کے مشابہ ظاہر کیا کیونکہ منافق نماز کی صحت وتکمیل کا کوئی خیال نہیں کرتا وہ تو صرف ظاہری طور پر مسلمان بن کر تلوار سے بچنے کے لئے نماز پڑھتا ہے اور اسے نماز میں اتنی زیادہ تاخیر کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اسے اجر وثواب کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ منافقین کی عملاً وفعلاً مخالفت کرتے ہوئے عصر کی نماز کو وقت مختار میں پڑھ لیا کریں۔

414 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَلَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: اُوْتِرَ وَاخْتُلِفَ عَلَى اَيُّوْبَ فِيْهِ. وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وُتِرَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما 'نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل خانہ اور مال برباد ہو گئے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبیداللہ بن عمر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''اوتر'' اس لفظ میں ایوب پر اختلاف کیا گیا ہے زہری نے سالم کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ لفظ نقل کیا ہے ''وتر'' (یعنی وہ چھین لیا گیا)۔

415 - حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ عَمْرٍو يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ: وَذٰلِكَ اَنْ تَرٰى مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفْرَاءَ

ابوعمرو یعنی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے زمین پر موجود چیزیں دھوپ کی وجہ سے زرد نظر آنے لگیں۔

اوقات ممنوعہ میں نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا "جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اسکے ساتھ

شیطان کا سینگ ہوتا ہے پھر جب وہ بلند ہو جاتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے پھر جب دو پہر ہوتی ہے تو شیطان آفتاب کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان اس کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غائب (یعنی غروب) ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں (یعنی آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت اور ٹھیک دو پہر کے وقت) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔"

(مالک، مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1013)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے نماز خواہ حقیقۃ ہو یا حکما جیسے نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے باوجود اس کے کہ یہ روایت خود نقل کی ہے مگر وہ ٹھیک دو پہر کے وقت نماز کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اہل فضل کو دیکھا ہے کہ وہ کوشش کرتے تھے اور دو پہر میں نماز ادا کرتے تھے۔

حنفیہ کے مسلک میں یہ نہی فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے چنانچہ پہلے تینوں اوقات یعنی طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور استواء کے وقت نماز جائز نہیں ہے خواہ ادا ہو یا قضا البتہ اسی دن کی عصر کی نماز جائز ہے اسی طرح نہ جنازہ کی نماز جائز ہے اور نہ تلاوت کا سجدہ جائز ہے ہاں اس جنازے کی نماز جائز ہوگی جو انہیں اوقات میں پڑھا گیا ہو اسی طرح وہ سجدہ تلاوت جائز ہوگا جب آیت سجدہ انہیں اوقات میں پڑھی گئی ہو۔ تاہم ان اوقات سے مؤخر کرنا اولیٰ ہوگا۔

نماز جنازہ سجدہ تلاوت اور قضا نماز فجر کے پورے وقت میں اور عصر کی نماز کے بعد بھی جائز ہے نفل نماز ان اوقات میں بھی مکروہ ہے اگر کوئی آدمی ان اوقات میں نفل نماز شروع کر دے گا وہ لازم ہو جائے گی یعنی اس وقت سے اسے نماز توڑ دینی چاہیے اور پھر وقت مکروہ کے نکل جانے کے بعد اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور اگر کوئی آدمی نماز توڑے نہیں بلکہ اسی وقت پوری کرے تو وہ اس سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے مگر نماز توڑ دینا ہی افضل ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک ان اوقات میں قضا نماز اور اس جنازے کی نماز جو اسی وقت لایا گیا ہو جائز ہے نیز تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنی بھی جائز ہے اگر اتفاق سے مسجد میں داخل ہو جائے اور اگر کوئی آدمی قصداً تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنے کی خاطر مسجد میں ان اوقات میں آئے یا قضا نماز میں تاخیر اس مقصد سے کرے کہ انہیں اوقات میں پڑھے تو اس صورت میں جائز نہیں کیونکہ ان اوقات میں قصداً یہ نمازیں پڑھنا حدیث کے بموجب ممنوع ہے اسی طرح ان کے نزدیک ان اوقات میں کسوف کی نماز وضو کے بعد کی دو رکعت نماز اور احرام و طواف کی دو رکعت نماز نیز سجدہ تلاوت جس کی آیت انہیں اوقات میں پڑھی جائے جائز ہے۔

ان اوقات میں نماز پڑھنے کی کراہت حنفیہ کے نزدیک ہر وقت اور ہر جگہ ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان علماء کے نزدیک جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہیں جمعہ کے روز استواء یعنی نصف النہار کے وقت نماز جائز ہے نیز ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی جائز ہے۔

اتنی بات سمجھ لیجئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس سلسلے میں احوط (یعنی احتیاط پسندی پر مبنی) ہے

کیونکہ جب کسی چیز کے بارے میں مباح اور حرام دونوں کے دلائل متعارض ہوں تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی نماز کا وقت

416 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَرْمِي فَيَرَى أَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبْلِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر ہم تیر پھینکتے تھے‘ تو کوئی شخص اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا" (یعنی ابھی اتنی روشنی باقی ہوتی تھی)

417 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز اسی وقت ادا کر لیتے تھے‘ جب سورج غروب ہو جاتا تھا اس کی ٹکیا غائب ہو جاتی تھی۔

418 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو أَيُّوبَ غَازِيًا وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: لَهُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ يَا عُقْبَةُ، فَقَالَ: شُغِلْنَا، قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ - أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ - مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ

مرثد بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ میں شرکت کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز تاخیر سے ادا کی۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور بولے: اے عقبہ! یہ کون سی نماز ہے؟ عقبہ نے کہا: ہم معروف تھے (اس لئے تاخیر ہوگئی) تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

"میری اُمت اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہے گی۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) فطرت پر گامزن رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز کو اتنی تاخیر سے ادا نہیں کریں گے کہ ستارے نکل آئیں"۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

باب: عشاء کی نماز کا وقت

419 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ

سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هٰذِهِ الصَّلَاةِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس نماز یعنی عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو اس وقت ادا کرتے تھے' جب تیسری رات کا چاند غروب ہو جاتا تھا۔

420 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ أَمْ غَيْرُ ذٰلِكَ، فَقَالَ: حِيْنَ خَرَجَ أَتَنْتَظِرُوْنَ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَوْلَا أَنْ تَثْقُلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کرتے رہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد یا شاید اس کے بھی بعد تشریف لائے ہمیں نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصروفیت تھی یا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس نماز کا انتظار کر رہے ہو اگر یہ بات میری اُمت کے لئے مشکل کا باعث نہ ہوتی' تو میں ان لوگوں کو اس وقت میں (یہ نماز) پڑھاتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا' تو اس نے نماز کے لئے اقامت کہی۔

421 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ السَّكُونِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، يَقُوْلُ: أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتَّى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُوْلُ: صَلَّى، فَإِنَّا لَكَذٰلِكَ حَتَّى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوْا لَهُ كَمَا قَالُوْا، فَقَالَ لَهُمْ: أَعْتِمُوْا بِهٰذِهِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم عشاء کی نماز کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی تاخیر کر دی کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائیں گے۔ ہم میں سے کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاید نماز ادا کر چکے ہیں ابھی ہم اسی صورت حال میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ بات ذکر کی جو وہ گفتگو پہلے کر رہے تھے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس نماز کو اندھیرے میں ادا کرو کیونکہ اس نماز کے ذریعے تمہیں دیگر تمام اُمتوں پر فضیلت عطا کی گئی ہے تم سے پہلے کسی اُمت نے یہ نماز ادا نہیں کی۔

421- اسناده صحيح. حريز: هو ابن عثمان الرحبي. واخرجه ابن ابي شيبة 331/1 و 4392/-440، واحمد (22066) و (22067)، والشاشي في "مسنده" (1369) و (1370)، والطبراني 20/(239)، وابو نعيم في "الحلية" 1389/، والبيهقي 451/1 من طرق عن حريز بن عثمان، بهذا الاسناد. واخرجه الطبراني 20/(240)

422 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ: خُذُوا مَقَاعِدَكُمْ فَأَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرنا تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ یہاں تک کہ تقریباً نصف رات گزر گئی (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو تو ہم اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور وہ اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں تم لوگ جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوئے ہو اگر کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کرتا"۔

بَابٌ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ

باب: صبح کی نماز کا وقت

423 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر لیتے تھے' تو عورتیں اپنی چادر لپیٹ کر واپس چلی جاتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

424 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

⊛⊛ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"صبح صادق ہونے پر صبح کی نماز کر لو کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے"۔ (یہاں ایک لفظ راوی نے مختلف ذکر کیا ہے)"۔

423- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة. وهو في "موطأ مالك" 5/1، ومن طريقه اخرجه البخاري (867)، ومسلم (645) (232)، والترمذي (153)، والنسائي في "الكبرى" (1540). واخرجه بنحوه البخاري (372)، ومسلم (645) (230) و (231)، والنسائي في "الكبرى" (1287) و (1539)، وابن ماجه (669) من طريق عروة بن الزبير، والبخاري (874) من طريق القاسم بن محمد، كلاهما عن عائشة.

تاخیر مستحب کا فقہی مفہوم

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ تاخیر کا معنی یہ ہے کہ وقت کے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اول نصف کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں تو اسے تاخیر کہا جائے گا۔ (البحرالرائق کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

فجر کی نماز کو اسفار یا جلدی پڑھنے کے استحباب پر مذاہب اربعہ

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کیونکہ اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ (فانہ اعظم للاجر) (یعنی اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے)۔ نہیں ہیں۔ (جامع ترمذی، ابوداؤد، دارمی، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 579)

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (اجالے) میں شروع کرنی چاہئے چنانچہ حنفیہ کا ظاہری مسلک یہی ہے کہ فجر کی نماز کی ابتداء و اختتام دونوں ہی اسفار میں ہوں۔

مگر حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی علیہ جو حنفی مسلک کے ایک جلیل القدر امام ہیں، فرماتے ہیں کہ ابتداء تو غلس (اندھیرے) میں ہونی چاہئے اور اختتام اسفار میں، اور اس کا طریقہ یہ ہو کہ قرات اتنی طویل کی جائے کہ پڑھتے پڑھتے اجالا پھیل جائے۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی علیہ کی یہ تاویل اولی اور احسن ہے کیونکہ اس طرح ان تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں سے بعض تو غلس میں نماز پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

اکثر اہل علم صحابہ و تابعین میں سے کہتے ہیں کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھی جائے اور یہی قول ہے سفیان ثوری کا، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر واضح ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے اس میں اسفار کے معنی یہ نہیں ہے کہ دیر سے نماز پڑھی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 148)

اگرچہ امام ترمذی کہہ رہے ہیں کہ اسفار کا معنی دیر نہیں ہے۔ لیکن اسفار کا معنی فجر کا خوب روشن ہونا ہے اور ظاہر ہے وہ روشنی دیر سے ہوتی ہے۔ عجلت سے نہیں ہوگی۔ یہی احناف کا موقف ہے۔ (رضوی عفی عنہ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں واپس آتیں عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی گزرتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں قتیبہ نے کہا ہے (مُتَلَفِّفَاتٍ) کی جگہ (مُتَلَفِّعَاتٍ) اس باب میں حضرت عمر انس اور قیلہ بنت مخرمہ سے بھی روایات مذکور ہیں امام ابوعیسی فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔

اور اس کو کئی صحابہ نے اختیار کیا ہے جن میں ابوبکر عمر اور تابعین میں سے اہل علم شامل ہیں اور یہی قول ہے امام شافعی اور احمد اور

اسحاق کو وہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز تاریکی میں پڑھنا مستحب ہے۔(جامع ترمذی جلد اول حدیث نمبر 147)

امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز ظہر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع کر دی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے دیر نہ لگائی جائے بعض آئمہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ لی جائے مگر نماز عشاء میں تہائی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب نیز یونہی سردیوں میں ظہر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے۔

فجر کی نماز کا مستحب وقت

جب اُجالا ہو جائے اور اتنا وقت ہو کہ قرآت مستحب کے ساتھ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جا سکتی ہو تو ایسے وقت نماز پڑھنا مستحب و افضل ہے اور یہ حکم ہر زمانے میں ہے لیکن قربانی کے دن حج کرنے والوں کے لئے مزدلفہ میں اول وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ

باب: نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کرنا

425 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ، قَالَ: زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ، فَقَالَ: عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ

۞۞ عبداللہ صنابحی کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے یہ کہا ابو محمد اس بات کے قائل ہیں: وتر واجب ہیں' تو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو محمد نے غلط کہا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پانچ نمازیں ہیں'' جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے' جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کر کے انہیں ان کے

وقت میں ادا کرے ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ وہ اس کی مغفرت کر دے اور جو ایسا نہیں کرے گا' تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے کوئی بات لازم نہیں ہوگی اگر وہ چاہے گا' تو اس کی مغفرت کر دے گا' اور اگر چاہے گا' تو اسے عذاب دے گا''۔

426 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ، قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا. قَالَ: الْخُزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ فَرْوَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

سیدہ اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرنا۔

اوزاعی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ان کی پھوپھی کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جن کا نام اُمّ فروہ تھا' اور اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا (وہ بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

427 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ. قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي. فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ

ابوبکر بن عمارہ بن رویبہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد سے بصرہ کے رہنے والے ایک شخص نے سوال کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (جو ارشاد فرماتے ہوئے) سنا ہے اس کے بارے میں مجھے بتایئے' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا' جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز ادا کرتا ہے''۔

اس شخص نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا' تو حضرت عمارہ بن رویبہ نے جواب دیا: جی ہاں! ہر مرتبہ انہوں نے یہ کہا: میں نے اپنے دونوں کانوں کے ذریعے یہ سنا ور میرے ذہن نے اسے محفوظ رکھا' تو اس شخص نے کہا: میں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

428 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرْنِي بِأَمْرٍ جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي. فَقَالَ: حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا، فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ

صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا

عبداللہ بن فضالہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (کچھ کلمات) تعلیم دیئے آپ ﷺ نے جو مجھے تعلیم دیئے ان میں یہ بات بھی تھی۔

''پانچ نمازوں کی پابندی کرنا''

راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری کچھ اور مصروفیات ہوتی ہیں آپ مجھے کسی جامع چیز کے بارے میں حکم دیجئے کہ جب میں اسے کرلوں تو میری طرف سے کافی ہو تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دوعصروں کی حفاظت کرنا۔

(راوی کہتے ہیں:) یہ الفاظ ہمارے محاورے میں نہیں تھے۔ میں نے دریافت کیا: دوعصروں سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اس کے غروب ہونے سے پہلے کی۔

429 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَاَبَانُ، كِلَاهُمَا، عَنْ خُلَيْدٍ الْعَصَرِيِّ، عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ اِيمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى وُضُوئِهِنَّ وَرُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا، وَاَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَاَدَّى الْاَمَانَةَ قَالُوْا: يَا اَبَا الدَّرْدَاءِ وَمَا اَدَاءُ الْاَمَانَةِ قَالَ: الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''پانچ چیزیں ہیں جو شخص ایمان کے ہمراہ انہیں ادا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا جو شخص پانچ نمازیں ان کے وضو رکوع، سجود اوقات کے ہمراہ ادا کرے وہ رمضان کے روزے رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اگر وہ وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور وہ اپنی خوشی کے ساتھ زکوۃ ادا کرے اور وہ امانت ادا کرے''۔

لوگوں نے دریافت کیا: اے ابودرداء امانت کی ادائیگی سے مراد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: غسل جنابت کرنا۔

430 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي السُّلَيْكِ الْاَلْهَانِيِّ، اَخْبَرَنِي ابْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: اِنَّ اَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ اَخْبَرَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: اِنِّي فَرَضْتُ عَلَى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُ عِنْدِي عَهْدًا اَنَّهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي

حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہاری اُمت پر پانچ نمازیں فرض قرار دی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے

کہ جو شخص ان نمازوں کو ان کے مخصوص وقت پر باقاعدگی سے ادا کرے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا' اور جو شخص انہیں باقاعدگی سے ادا نہیں کرے گا' تو اس کے لئے میری بارگاہ میں کوئی عہد نہیں ہے"۔

بَابُ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ

باب: جب کسی نماز کو امام اس کے وقت سے تاخیر سے ادا کرے

431 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ يَعْنِي الْجَوْنِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ؟ - أَوْ قَالَ: يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ؟ - ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّهَا فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

❁❁ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے ابوذر! اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا' جب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے (ایسی صورت حال کے بارے میں) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اگر تم لوگ ان لوگوں کے ساتھ اس نماز کو پاؤ تو اسے ادا کر لینا یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

432 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ يعني ابْنَ عَطِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْيَمَنَ رَسُولُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا، قَالَ: فَسَمِعْتُ تَكْبِيرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ أَجَشُّ الصَّوْتِ، قَالَ: فَأُلْقِيَتْ عَلَيْهِ مَحَبَّتِي فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيِّتًا، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى أَفْقَهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَلَزِمْتُهُ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَتَتْ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً

❁❁ عمرو بن عون اودی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن تشریف لائے وہ اللہ کے رسول کے نمائندے کے طور پر آئے تھے۔ میں نے فجر کی نماز میں ان کی تکبیر سنی ان کی آواز بھاری تھی میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی میں اس وقت تک ان سے الگ نہیں ہوا جب تک میں نے انہیں شام میں دفن نہیں کیا۔ پھر میں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ کون ہے' تو میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ میں ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا' جب تم پر ایسے حکمران آ جائیں گے جو نمازوں کو ان کے مخصوص اوقات میں ادا نہیں کریں گے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں اس طرح کی صورت

حال پاؤں' تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اور ان لوگوں کے ساتھ اپنی نماز کو نفل قرار دے دینا۔

433 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ أُخْتِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ الْمَعْنَى، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُبَيٍّ ابْنِ امْرَأَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ تَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ عَنِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا حَتَّى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟، قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ -
وَقَالَ سُفْيَانُ: إِنْ أَدْرَكْتُهَا مَعَهُمْ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟ - قَالَ: نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ

❁ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے کہ بہت سی چیزیں انہیں نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے سے مشغول کر دیں گی۔ یہاں تک کہ اس نماز کا وقت رخصت ہو جائے گا' تو تم نماز کو اس کے مخصوص وقت پر ادا کر لینا"

ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز ادا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو"۔

سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اگر میں نماز کو ان کے ساتھ پاؤں' تو کیا ان کے ساتھ ادا کر لوں' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو۔

434 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ يَعْنِي الزَّعْفَرَانِيَّ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ، فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ

❁ حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے جو نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے تو یہ تمہارے لئے (اجر کے حصول کا باعث) ہوں گی اور یہ ان کے لئے (گناہ کا) باعث ہوں گی' تو تم لوگ ان کے ساتھ نماز ادا کر لینا جب تک وہ قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں"۔

433- صحیح لغیرہ دون قولہ: "ان شئت"، وھذا اسناد ضعیف لجھالۃ ابی المثنی -وھو ضمضم الأملوکی الحمصی فی قول، وقیل: ھو غیرہ- وقد اضطرب فی تسمیۃ شیخہ. جریر: ھو ابن عبد الحمید، وسفیان: ھو الثوری، ومنصور: ھو ابن المعتمر. وھو فی "مسند احمد" (22686) من طریق الثوری، و (22787) من طریق جریر. واخرجہ احمد (22681) من طریق شعبۃ، وابن ماجہ (1257) من طریق سفیان ابن عیینۃ

بَابٌ فِي مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ نَسِيَهَا

باب: جو شخص نماز کے وقت سویا رہ جائے یا اسے بھول جائے

435 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَسَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَنَا الْكَرَى عَرَّسَ، وَقَالَ لِبِلَالٍ: اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ قَالَ: فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظًا، فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا بِلَالُ، فَقَالَ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرَى، قَالَ يُونُسُ: وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا كَذَلِكَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ عَنْبَسَةُ: يَعْنِي عَنْ يُونُسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِذِكْرِي، قَالَ أَحْمَدُ: الْكَرَى النُّعَاسُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خیبر سے واپس تشریف لا رہے تھے' تو آپ رات بھر سفر کرتے رہے' یہاں تک کہ جب ہمیں اونگھ آنے لگی' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت پڑاؤ کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے لئے رات کا دھیان رکھنا (یعنی صبح کی نماز کے وقت ہمیں اٹھا دینا) راوی کہتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے سواری کے پالان کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی بھی شخص بیدار نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ دھوپ ان پر آ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے آپ نے فرمایا: اے بلال! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے بھی اسی ذات نے روک لیا تھا' جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' تو لوگ اپنی سواریوں کو لے کر تھوڑا آگے گئے' پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے لوگوں کے لئے نماز کی اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص نماز کو بھول جائے' تو وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اقم الصلوٰۃ للذکری''۔

''ابن شہاب اس آیت کو اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔

امام احمد کہتے ہیں: عنبسہ نے یونس کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''لذکری''

امام احمد فرماتے ہیں: لفظ الکریٰ سے مراد اونگھ ہے۔

شرح

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوتے میں نماز کا رہ جانا قصور میں شمار نہیں بلکہ قصور تو جاگتے میں (شمار) ہوتا ہے (کہ وہ اس طرح سویا) لہٰذا جب تم میں سے کوئی پڑھنے سے رہ جائے یا نماز کے وقت (غافل ہو کر) سو جائے تو جس وقت بھی یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت (وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ) 20۔طٰہٰ:14) (مجھے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لیا کرو)۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 570)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز سے پہلے غافل ہو کر سو جائے تو اس حالت میں نماز کی تاخیر کے قصور کی نسبت سونے والے کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ وہ سونے کی حالت میں مکلف نہیں ہے بلکہ مجبور ہے البتہ اس کی طرف قصور کی نسبت جاگنے کی حالت میں ہوگی کہ اس نے ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا جس کی وجہ سے وہ نماز پڑھے بغیر سو گیا مثلاً وقت سے پہلے سو گیا تو اس میں اس کی خطا ہے ایسے ہی اس نے ایسے کام کئے جو نیند کا سبب ہیں مثلاً لیٹ گیا یا شطرنج کے کھیل یا ایسے دوسرے کاموں میں مشغول رہا جو نسیان و بھول کا باعث ہوتے ہیں تو اس میں اس کا قصور ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ نماز کا یاد کرنا بمنزلہ اللہ کے یاد کرنے کے ہے اس لئے نماز یاد کرنے کو اللہ نے اپنا یاد کرنا قرار دے کر فرمایا کہ جب مجھے یاد کرو یعنی نماز جب تمہیں یاد آئے کہ وہ میرے یاد کرنے کا سبب ہے تو پڑھ لیا کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لذکری کے معنی یہ ہیں کہ میں جب تمہیں نماز یاد دلا دوں اور اس وقت نماز پڑھ لیا کرو تمہارا کچھ قصور نہیں۔

اگر کوئی آدمی نماز پڑھنی بھول جائے یا نماز کے وقت ایسا غافل ہو کر سو جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور نماز نہ پڑھ سکے تو اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ اسے جب بھی یاد آ جائے یا جب بھی سو کر اٹھے نماز قضاء پڑھ لے۔ یہ نہیں کہ جس طرح بغیر عذر کے رمضان کے روزے چھوڑنے کا کفارہ صدقہ وغیرہ ہوتا ہے نماز کے ترک کرنے پر بھی کفارہ کے طور پر کئی پڑھنی پڑیں گی یا صدقہ وغیرہ دینا ہوگا۔

ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو نماز پڑھنے سے رہ گئی ہو وہ جب بھی یاد آئے اس کے پڑھنے میں تاخیر وغیرہ کرنی چاہئے۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

قضا نمازوں کا حکم یہ ہے کہ جس صفت کی نماز قضا ہوئی ہے اس صفت کے ساتھ ادا کی جائے پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے، فجر کی سنتیں اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہو جائیں اور دوپہر شرعی سے پہلے قضا کرے تو ان سنتوں کو قضا کرنا سنت ہے، حالت اقامت کی قضا حالت اقامت کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت اقامت میں قضا کرے یا حالت سفر میں، چار رکعت والی نماز پوری یعنی چار رکعت پورا کرے اور حالت سفر کی قضا حالت سفر کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت سفر میں قضا کرے یا حالت اقامت میں وہ چار رکعت والی نماز کو قصر یعنی دو رکعت ہی قضا کرے۔

۲. قضا نماز کی ادائگی کے وقت اگر کوئی عذر ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا پس جس وقت کی نماز قضا ہوئی اگر اس وقت کو ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد جب صحت و قیام پر قدرت حاصل ہو جائے اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر نماز قضا ہونے کے وقت قیام پر قادر نہیں تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو قیام پر قادر ہو چکا ہے تو اب اس کے کھڑے ہو کر نماز قضا ادا کرنا واجب ہے۔

۱۳. اگر جہری قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر ان کو تنہا پڑھے تو جہر و آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے اور آہستہ قرآت کی نمازوں کو امام و منفرد دونوں کے لئے آہستہ پڑھنا واجب ہے یہی کہ وقت کے اندر حکم ہے۔

۱۴. زندگی میں جب چاہے قضا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن تین اوقات مکروہہ یعنی طلوع آفتاب و نصف نہار شرعی سے زوال تک اور غروب آفتاب کے وقت میں نہ پڑھے قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہئے بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ و گناہ ہے، اگر بہت زیادہ قضا نمازیں جمع ہو گئی ہوں تو جس قدر فرصت ملے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں دو یا تین یا چار یا جس قدر قضا نمازیں پڑھ سکے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں کم از کم ایک ہی قضا نماز پڑھ لیا کریں، نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ اہم ہے لیکن وہ مشہور مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ سنتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و نماز تہجد واشراق و چاشت واوابین وصلوٰۃ تسبیح وتحیۃ المسجد وتحیۃ الوضو جن کا ذکر احادیث میں ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۵. اگر قضا نمازوں کو ادا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی درست ہے قضا نمازوں کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں، قضا کے وقت و دن کا تعین ضروری ہے صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے، اور اگر مہینے و دن کا تعین یاد نہ ہو تو سہولت کے لئے اس طرح نیت کریں کہ مثلاً میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں اسی طرح ہر نماز کے وقت کے ساتھ یہ الفاظ دل میں خیال کرے اور زبان سے بھی کہہ لے یا یوں نیت کرے کہ میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں ہر دفعہ اسی طرح نیت کر لیا کرے۔

قضاء نمازوں کی ترتیب میں فقہی مذاہب اربعہ

جمہور اہل علم کے مسلک کے مطابق نمازوں کی قضاء میں ترتیب واجب ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ "المغنی" میں لکھتے ہیں۔ اور بالجملہ یہ کہ قضاء میں ترتیب واجب ہے۔

امام احمد نے کئی ایک جگہ یہی بیان کیا ہے۔ اور نخعی، زھری، ربیعہ، یحیٰ انصاری، امام مالک، لیث، اور امام ابوحنیفہ اور اسحاق رحمہم اللہ جمیعا سے اسی طرح منقول ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: واجب نہیں؛ کیونکہ فرض فوت شدہ ہے چنانچہ اس میں ترتیب واجب نہیں، جس طرح روزے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو اس میں ترتیب واجب ہے، چاہے کتنی بھی زیادہ ہوں، امام احمد نے یہی بیان کیا ہے۔
اور امام مالک اور ابو حنیفہ رحمہا اللہ کہتے ہیں۔ ایک دن اور رات کی نمازوں سے زیادہ میں ترتیب واجب نہیں؛ کیونکہ اس سے زیادہ میں ترتیب کا معتبر ہونا اس کے لیے مشقت ہے، اور یہ تکرار میں داخل ہونے کا باعث ہے، چنانچہ روزوں کی قضاء میں عدم ترتیب کی طرح ساقط ہو جائیگی۔ (المغنی ابن قدامۃ المقدسی (1/352)
چنانچہ اس سے حاصل یہ ہوا کہ احناف، مالکیہ، حنابلہ میں سے جمہور اہل علم کے ہاں ترتیب واجب ہے، لیکن اتنا ہے کہ مالکی اور احناف کے ہاں ایک دن اور رات سے زیادہ ہونے کی صورت میں ترتیب واجب نہیں۔
ترتیب کی صورت یہ ہوگی کہ جس طرح معروف نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح قضا بھی ادا کی جائیگی، چنانچہ مثلا جس کی ظہر، عصر کی نماز رہ گئی تو وہ پہلے ظہر اور پھر عصر کی نماز ادا کرے گا۔
لیکن بھولنے اور جہالت کی بنا پر ترتیب ساقط ہو جائیگی، اور اسی طرح موجودہ نماز کا وقت نکل جانے اور جماعت رہ جانے کا خدشہ ہو تو پہلے حاضر نماز ادا ہوگی اور پھر فوت شدہ، راجح یہی ہے۔
اس لیے جس کی دو نمازیں رہ گئی ہو مثلا ظہر اور عصر اور اس نے بھول کر پہلے عصر کی نماز ادا کر لی یا ترتیب کے وجوب سے جاہل ہونے کی بنا پر تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔
اور اگر یہ خدشہ ہو کہ قضاء والی نماز ادا کرنے سے موجودہ عصر کی نماز کا اختیاری وقت نکل جائیگا تو وہ عصر کی نماز پہلے ادا کرے، اور پھر اپنی فوت شدہ کی قضاء کرے۔
اور اسی طرح اگر وہ مسجد میں داخل ہو تو کیا وہ جماعت کے ساتھ موجودہ اور حاضر نماز ادا کرے یا کہ فوت شدہ نماز کی قضاء کرے۔ امام احمد ایک روایت میں کہتے ہیں اور ابن تیمیہ نے بھی اسے اختیار کیا ہے کہ جماعت رہ جانے کے خوف سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (الشرح الممتع (2/138-144)

قضاء نمازوں کی ترتیب بھولنے کے بیان میں مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کا مسلک ہے کہ فوت شدہ نمازیں قضاء کرتے وقت ترتیب واجب ہے، اس کی دلیل خندق والے دن نبی کریم ﷺ کی کچھ نمازیں رہ گئیں تو آپ نے ترتیب کے ساتھ انہیں قضاء کر کے ادا کیا تھا۔
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق والے روز عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد ادا کی اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (641)
اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "تم نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح بخاری حدیث نمبر (631) (المغنی ابن قدامۃ (2/336)
اگر ترتیب بھول جائے تو کیا ساقط ہو جائیگی؟ اس کا جواب یہ ہے جی ہاں بھول جانے کی صورت میں ترتیب ساقط ہو جائیگی،

کیونکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور بھول، اور جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو معاف کر دیا گیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2043) نے صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر (1662) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور امام ابوحنیفہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہا اللہ دونوں کا مسلک بھی یہی ہے۔

(فتح القدیر (1/424) اور المغنی ابن قدامہ (2/340) اور الشرح الممتع (2/139)

اور اگر کوئی شخص نماز بھول جائے اور دوسری نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد اسے یاد آئے تو اس کی تین حالتیں ہیں۔

موجودہ نماز شروع کرنے سے پہلے رہ جانے والی نماز یاد آ جائے تو اس وقت اسے فوت شدہ نماز پہلے ادا کرنا ہوگی اور پھر موجودہ نماز ادا کرے گا۔

موجودہ نماز مکمل کرنے کے بعد فوت شدہ نماز یاد آئے کہ اس نے تو وہ نماز ادا ہی نہیں کی، چنانچہ اس کی موجودہ نماز صحیح ہوگی اور وہ صرف فوت شدہ نماز ہی ادا کرے گا، بھول جانے کی بنا پر ترتیب کے ساتھ ادائیگی میں معذور ہوگا۔

اسے موجودہ نماز ادا کرنے کے دوران یاد آئے کہ اس نے تو اس سے قبل والی نماز ادا نہیں کی، تو اس حالت میں وہ موجودہ نماز مکمل کرے اور یہ اس کے لیے نفل ہونگے، اور پھر وہ فوت شدہ نماز ادا کرنے کے بعد موجودہ نماز ترتیب کے ساتھ ادا کرے گا، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2،336-340)

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ نافع بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے: "جس کی بھی کوئی نماز رہ گئی ہو اور اسے امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے یاد آئے، تو امام کی سلام پھیرنے کے بعد رہ جانے والی فوت شدہ نماز ادا کرے، اور پھر اس کے بعد دوسری نماز ادا کرے۔ (موطا امام مالک حدیث نمبر (408)

اور ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ کہ دوران نماز جب بھی فوت شدہ نماز یاد آئے تو یہ ایسے ہی ہوگی جیسے اسے نماز شروع کرنے سے قبل یاد آتی، اور اگر موجودہ نماز کے دوران یاد نہیں آتی بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے تو جمہور علماء کرام مثلاً امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، کے ہاں اس کی موجودہ نماز کفائت کر جائیگی۔ (الفتاویٰ الکبریٰ (1/112)

جس نماز میں ہے اسے پوری کرنا بطور استحباب ہے، نہ کہ واجب، چنانچہ اگر وہ اس نماز کو توڑ کر فوت شدہ نماز ادا کرے اور پھر موجودہ نماز اس کے بعد ادا کر لے تو جائز ہوگا۔

میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہا: میں عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا، مجھے دوران نماز یاد آیا کہ میں نے تو مغرب کی نماز ادا نہیں کی، چنانچہ میں عشاء کی نماز ادا کر لی، اور پھر مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد عشاء کی نماز لوٹائی؟ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: آپ نے صحیح میں نے کہا: جب مجھے دوران نماز یاد آیا تھا تو کیا مجھے نماز توڑ نہیں دینی چاہیے تھی؟ امام احمد رحمہ اللہ کہنے لگے کیوں نہیں. میں نے کہا: تو پھر میں نے صحیح کیسے کیا؟ وہ کہنے لگے: یہ سب جائز ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2/339)

اور بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ: جو موجودہ نماز ادا کر رہا ہے اسے مکمل کرے، اور پھر بعد میں فوت شدہ نماز ادا کر لے، تو اس پر موجودہ نماز دوبارہ لوٹانی لازم نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المجموع (3/70)

فجر کی سنتوں کی قضاء میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت محمد ابن ابراہیم، قیس ابن عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا (ایک دن) سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ فجر کی فرض نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "صبح کی نماز دو رکعت ہے (پھر فرمایا کہ) دو رکعت ہی پڑھو"! اس آدمی نے عرض کیا کہ "فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں (سنت) میں نے نہیں پڑھی تھیں انہیں کو میں نے اس وقت پڑھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ سن کر) خاموش ہو گئے۔ (سنن ابوداؤد) امام ترمذی نے بھی اس طرح نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم کا قیس ابن عمرو سے سنا ثابت نہیں ہے، نیز شرح السنہ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں قیس ابن فہد سے اسی طرح منقول ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1009)

حدیث کے جملہ صَلٰوۃُ الصُّبحِ رکعتین سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے یعنی یہ عبارت پوری طرح یوں ہے اِجْعَلُوا صَلٰوۃُ الصُّبحِ رَکْعَتَیْنِ۔ لفظ رکعتین نفی زیادیت کی تاکید کے لیے مکرر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی فرض دو ہی رکعتیں پڑھو اس کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازی کا جواب سن کر خاموش رہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس خاموشی کو تقریر کہا جاتا ہے رسول اللہ کے سامنے کوئی عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے راضی ہوئے، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھی جاسکیں تو فرض پڑھنے کے بعد ان کی قضا پڑھنی چاہیے، چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابویوسف رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک اس سلسلے میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی قضا نہ تو طلوع آفتاب سے پہلے ہے اور نہ طلوع کے بعد ہے لیکن سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہوں گی تو وہ بھی فرض کے ساتھ زوال آفتاب سے پہلے پہلے قضا پڑھی جائیں گی۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محض سنتوں کی بھی قضا پڑھی جاسکتی ہے مگر طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت ابویوسف رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ سنتوں میں اصل عدم قضا ہے اور قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث جو سنتوں کے قضا کے اثبات میں وارد ہے وہ ان سنتوں کے بارے میں ہے جو فرض کے ساتھ فوت ہوگئی ہوں بقیہ سنتیں اپنی اصل (عدم قضا پر رہیں گی یعنی ان کی قضا نہیں کی جائے گی جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو محمد ابن ابراہیم کی یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس لیے اسے کسی مسلک کی بنیاد اور دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

اسی طرح دوسرے اوقات کی سنتوں کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وقت کے بعد تنہا ان کی قضا نہ کی جائے البتہ وہ سنتیں جو فرض

کے ساتھ فوت ہوگئی ہوں فرض کے ساتھ ان کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے۔

436 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْغَفْلَةُ، قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَالِكٌ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَابْنِ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ الْأَذَانَ فِي، حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ هَذَا، وَلَمْ يُسْنِدْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا الْأَوْزَاعِيُّ، وَأَبَانُ الْعَطَّارُ، عَنْ مَعْمَرٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم لوگ اپنی اس جگہ سے منتقل ہو جاؤ جہاں تمہیں غفلت نے آلیا تھا''۔

راوی بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا' تو انہوں نے اذان دی اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک' سفیان بن عیینہ' امام اوزاعی' امام عبدالرزاق نے یہ روایت معمر اور ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی زہری کی نقل کردہ اس روایت میں اذان کا تذکرہ نہیں کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو مسند کے طور پر نقل نہیں کیا۔ صرف امام اوزاعی اور ابان عطار نے معمر کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

437 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ، قَالَ: انْظُرْ، فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَانِ رَاكِبَانِ، هَؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ، حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً، فَقَالَ: احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا - يَعْنِي صَلَاةَ الْفَجْرِ - فَضُرِبَ عَلَى آذَانِهِمْ فَمَا أَيْقَظَهُمْ إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوا فَسَارُوا هُنَيَّةً ثُمَّ نَزَلُوا فَتَوَضَّئُوا وَأَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ وَرَكِبُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلَاتِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَإِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلَاةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَذْكُرُهَا وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ

❁❁ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (قافلے سے) ایک طرف ہٹ

437- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة، وثابت البناني: هو ابن اسلم. واخرجه باطول مما هنا مسلم (681) من طريق سليمان بن المغيرة، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه البخاري (595) من طريق عبد الله بن ابي قتادة، عن ابيه. واخرجه مختصراً بقوله: "لا تفريط في النوم...." الترمذي (175)، والنسائي في "الكبرى" (1595) و (1596)، وابن ماجه (698) من طريقين عن ثابت، به. واخرجه مختصراً بقوله: "فليصلها من الغد لوقتها" النسائي في "الكبرى" (1597) من طريق شعبة، عن ثابت، به. وهو في "مسند احمد" (22546)، و"صحيح ابن حبان" (1460). وسياتي بالارقام (439-441)، وانظر ما بعده.

گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی ہٹ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس بات کا جائزہ لو میں نے کہا: یہ ایک سوار ہے یہ دو سوار ہیں یہ تین ہو گئے یہاں تک کہ ہم سات لوگ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ہماری نماز کا خیال رکھنا (راوی کہتے ہیں:) یعنی فجر کی نماز کا خیال رکھنا پھر ان کے کان بند ہو گئے (یعنی وہ لوگ سو گئے) دھوپ کی تپش نے ان لوگوں کو اٹھایا وہ لوگ اُٹھے اور تھوڑا آگے گئے پھر انہوں نے پڑاؤ کیا پھر وضو کیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور ان لوگوں نے فجر کی دو رکعت ادا کیں پھر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی اور سوار ہو گئے ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: ہم نے اپنی نماز کے بارے میں کوتاہی کی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیند میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ کوتاہی بیداری کے عالم میں ہوتی ہے جب کوئی شخص نماز بھول جائے تو وہ اسے اس وقت ادا کر لے جب وہ اسے یاد آئے یا پھر اگلے دن اسی وقت میں اسے ادا کرے۔

438- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ، مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ تُفَقِّهُهُ، فَحَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَارِسُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأُمَرَاءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: فَلَمْ تُوقِظْنَا إِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُمْنَا وَهِلِينَ لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُوَيْدًا رُوَيْدًا، حَتَّى إِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا، فَقَامَ مَنْ كَانَ يَرْكَعُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَرْكَعُهُمَا فَرَكَعَهُمَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادَى بِالصَّلَاةِ فَنُودِيَ بِهَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: أَلَا إِنَّا نَحْمَدُ اللّٰهَ أَنَّا لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلَكِنَّ أَرْوَاحَنَا كَانَتْ بِيَدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَرْسَلَهَا أَنَّى شَاءَ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا.

✿✿ خالد بن سمیر بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ انصار مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ انصار انہیں دین کا عالم سمجھتے تھے۔ انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ یہ کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے شہ سوار حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بات بتائی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں سورج نے طلوع ہو کر بیدار کیا ہم لوگ اٹھے تاکہ نماز ادا کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص فجر کی دو رکعت ادا کرنا چاہتا ہو وہ انہیں ادا کر لے تو جو شخص ان دو رکعت کو ادا کرتا تھا اور جو نہیں ادا کرتا تھا اس نے بھی انہیں ادا کیا پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا نماز کے لئے اذان دی جائے وہ اذان دی گئی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ نے فرمایا: خبردار! ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں: ہم دنیا کے کسی معاملے میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس نماز سے مشغول نہیں ہوئے بلکہ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں سے ہیں جب اس نے چاہا اس نے انہیں چھوڑ تم میں سے جو شخص اگلے دن صبح کی نماز وقت پر پائے تو وہ اس کے ساتھ اس کی مانند قضا ادا کرے۔

439- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، فِي هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حَيْثُ شَاءَ وَرَدَّهَا حَيْثُ شَاءَ قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ فَقَامُوا فَتَطَهَّرُوا، حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو جب چاہا قبض کرلیا اور جب چاہا واپس کردیا تم اٹھو اور نماز کے لیے اذان دو''۔ تو لوگ اٹھے تو انہوں نے وضو کیا' یہاں تک کہ سورج بلند ہوگیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے' اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی''۔

440- حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ حِينَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى بِهِمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب سورج بلند ہوگیا' تو آپ نے انہیں نماز پڑھائی''۔

441- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ أَنْ تُؤَخِّرَ صَلَاةً حَتّٰى يَدْخُلَ وَقْتُ أُخْرٰى

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''سونے میں کوتاہی نہیں ہوتی' کوتاہی بیداری میں ہوتی ہے کہ نماز کو اتنا موخر کردیا جائے کہ دوسری (نماز کا) وقت شروع ہوجائے''۔

442- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص نماز کو بھول جائے وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آئے اس کا کفارہ صرف یہی ہے''۔

443- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ

439- اسنادہ صحیح۔ خالد: ھو ابن عبداللہ الواسطی، وحصین: ھو ابن عبدالرحمٰن السلمی، وابن ابی قتادۃ: ھو عبداللہ۔ واخرجہ البخاری (595) و (7471) من طریقین عن حصین بن عبد الرحمن، بھذا الاسناد۔ وھو فی "مسند احمد" (22611)، و "شرح مشکل الآثار" (3979)، و "صحیح ابن حبان" (1579)۔ وانظر مابعدہ وماسلف برقم (437)۔

حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَنَامُوا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَاسْتَيْقَظُوا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَارْتَفَعُوا قَلِيْلًا حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ اَمَرَ مُؤَذِّنًا فَاَذَّنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ اَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کر رہے تھے۔ وہ لوگ فجر کی نماز کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ دھوپ کی تپش کی وجہ سے بیدار ہوئے۔ پھر وہ لوگ کچھ آگے گئے یہاں تک کہ جب سورج بلند ہو گیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اذان دی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر سے پہلے کی دو (سنت) ادا کی پھر مؤذن نے اقامت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی۔

444- حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهٰذَا لَفْظُ عَبَّاسٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي الْقِتْبَانِيَّ، اَنَّ كُلَيْبَ بْنَ صُبْحٍ، حَدَّثَهُمْ اَنَّ الزِّبْرِقَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمِّهِ عَمْرِو بْنِ اُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اَسْفَارِهٖ فَنَامَ، عَنِ الصُّبْحِ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَنَحَّوْا عَنْ هٰذَا الْمَكَانِ، قَالَ: ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ، ثُمَّ تَوَضَّئُوا وَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلَاةَ الصُّبْحِ.

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ آپ صبح کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی پھر ان لوگوں نے وضو کیا اور انہوں نے فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز کے لئے اقامت کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

445- حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ يَعْنِي الْحَلَبِيَّ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ، وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَتَوَضَّاَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وُضُوءًا لَمْ يَلُثَّ مِنْهُ التُّرَابُ، ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ عَجِلٍ، ثُمَّ قَالَ لِبِلَالٍ: اَقِمِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَرْضَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ، قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ صُلَيْحٍ، حَدَّثَنِي ذُو مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ وَقَالَ عُبَيْدٌ:

443- حديث صحيح، وهذا اسناد رجاله ثقات الا ان الحسن -وهو البصرى- لم يسمع من عمران، وقد توبع. وهو فى "مسند احمد" (19872)، و"صحيح ابن حبان" (1461) من طريق الحسن عن عمران. واخرجه مطولا بنحوه البخارى (344)، ومسلم (682) من طريق عوف بن ابى جميلة، عن ابى رجاء العطاردى، عن عمران. وهو فى "مسند احمد" (19898)، و"صحيح ابن حبان" (1301).

يَزِيْدُ بْنُ صَالِحٍ.

یزید بن صالح نے حضرت ذومخبر حبشی کے حوالے سے، جو نبی اکرم ﷺ کے خادم تھے، یہ واقعہ نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا' جس سے (بچنے والے پانی کے ذریعے) مٹی بھی گیلی نہ ہوئی پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں جن میں جلدی نہیں کی پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا نماز کے لئے اقامت کہو پھر نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ذومخبر نے مجھے یہ حدیث بیان کی جو حبشہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے عبید بیان کرتے ہیں: (راوی کا نام) یزید بن صالح ہے۔

446 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ حَرِيزٍ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرِ ابْنِ أَخِي النَّجَاشِيِّ، فِي هٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَأَذَّنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ

حضرت ذوی مخبر جو نجاشی کے بھتیجے ہیں ان کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے' جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اذان دی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

447 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي عَلْقَمَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَكْلَؤُنَا فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا. فَنَامُوا حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: افْعَلُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ، قَالَ: فَفَعَلْنَا، قَالَ: فَكَذٰلِكَ فَافْعَلُوا لِمَنْ نَامَ أَوْ نَسِيَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے۔ (سفر کے دوران پڑاؤ کے وقت) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات کون ہماری پہرے داری کرے گا۔ (یعنی ہمیں فجر کے وقت اٹھائے گا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں' پھر سب لوگ سو گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تم (پہلے) کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (نماز کے وقت) سو یا رہ جائے یا (نماز ادا کرنا) بھول جائے وہ اسی طرح کرے۔

بَابٌ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد تعمیر کرنا

قرآن مجید میں اُس مسجد کا بھی تذکرہ ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اُس عمارت کا بھی تذکرہ ہے جس کا نام ''مسجد'' رکھا گیا

مگر وہ دشمنوں کا دفتر تھا۔ قرآن پاک میں اُس لشکر کا حال بھی دکھایا گیا ہے..... جو مسجد ڈھانے نکلا تھا۔ اور اُن ایمان والوں کا بھی حال مذکور ہے جن کو دنیا کا کوئی کام ذکر اور مسجد سے غافل نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔ اور آج بھی یہ سارے طبقے زمین پر موجود ہیں۔ ہم کوشش کریں کہ ہم مساجد بنانے اور آباد کرنے والا طبقہ بنیں۔ اور مساجد کو اُن تمام اعمال سے آباد کریں جو مسجد نبوی شریف میں جاری تھے۔ اہل کفر اور نفاق کی کوشش ہے کہ اوّل تو مسجد بنے ہی نہ۔ بن جائے تو آباد نہ ہو۔ اور لوگوں کا رُخ بازاروں، کلبوں، ہوٹلوں، ہالوں اور فلموں کی طرف رہے۔ اور اگر مسجد آباد ہو تو اس میں جہاد کی بات نہ ہو یعنی اس میں قرآن کا ایک تہائی حصہ بیان کرنا جرم ہو، ممنوع ہو۔ بھائیو! مسجد کے خلاف سازش بہت وسیع ہے اور اس کا مقابلہ بھی وسیع محنت مانگتا ہے۔"

مساجد، اللہ کے گھر ہیں، جہاں دن رات سب اہل ایمان عبادت کرتے ہیں اور اسلام کے سب سے بڑے مراکز ہیں انھیں بہت اہمیت اور فضیلت حاصل ہے، اللہ نے قرآن مجید میں بار بار مسجد کی فضیلت و اہمیت و احترام کا ذکر فرمایا ہے..... ارشاد ربانی ہے کہ "بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لئے قائم کی گئی ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اُسے خیر و برکت دی گئی اور تمام جہانوں کے لئے مرکز ہدایت بنایا گیا (سورۃ آل عمران ۹۶)

اسی طرح سورۃ نور میں اللہ نے اپنی ذات کو نور فرمایا اور بتایا..... کہ نور کی ارضی جلوہ گاہیں مساجد ہیں، اس کے نور کی طرف ہدایت (پانے والے) اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جنھیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے (سورۃ نور ۶۳)

یہاں گھروں سے مراد مسجدیں ہے اور مسجد کا لفظ "سجدہ" سے نکلا ہے یعنی وہ پاک جگہ جہاں اللہ کی بندگی کی جاتی ہے اور اس کے حضور سجدہ کیا جاتا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں جہاں مسلمان پانچ وقت نمازیں مل کر ادا کرتے ہیں..... وہ جگہ مسجد کہلاتی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کو یہ منفرد اور عظیم اعزاز عطا ہوا کہ ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنا دی گئی ہے، اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ نے مساجد کی تعمیر اور انہیں آباد کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی انھیں آباد کرنے والوں اور ان کو تعمیر کرنے والوں کی صفات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کے آباد کار تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، وہاں اس کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کی جائے۔ (التوبہ ۸۱)

اور اللہ نے بنو آدم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے بنی آدم ہر مسجد میں یا ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت آراستہ رکھو۔ (الاعراف ۳۱)

پھر سورۃ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ: مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، لہٰذا ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ (الجن ۸۱)

اِن ارشادات سے ہمیں معلوم ہوا کہ مساجد کی کتنی اہمیت ہے..... محمد کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنوائی، اللہ نے اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا..... پھر فرمایا کہ اللہ کی محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں اور فرمایا جس شخص کو مسجد سے محبت کرتے ہوئے..... اور اس کی خدمت کرتے ہوئے دیکھو اُس کے مومن ہونے کی شہادت دو اور پھر ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں آنے کا عادی پاؤ تو اس کے گواہ بن جاؤ، حضور پاک ﷺ نے جب مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرمائی..... تو قبا کے مقام پر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی پھر مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا وہ مسجد نبوی ﷺ

ہے، اسی مسجد کو ملت اسلامیہ کی عظیم درس گاہ اور پہلی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جس کے بانی خود رسول خدا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی مسجد میں صحابہ کرام ؓ کی تربیت ہوئی، وہ آپ سے قرآن وحدیث کا درس لیتے تھے، اسی کے ساتھ تاریخی وتعلیمی درس گاہ میں جسے صفہ کہا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کی تربیت، اسلامی اصولوں کے مطابق فرمائی اسی مسجد میں صحابہؓ کی جہادی تربیت کا اہتمام بھی موجود تھا۔ گویا اسلام کی تعلیم کا آغاز مساجد سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے ... اور تاقیامت رہے گا، مسجد مسلمانوں کی اجتماعی وانفرادی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے، اللہ کے نزدیک سب سے اہم فرض اور محبوب ترین عبادت نماز ہے، روزِ قیامت سب سے پہلے اسی نماز کا سوال ہوگا ... مساجد نماز کی ادائیگی کے لئے وجود میں لائی گئیں، نماز پنجگانہ، نماز جمعہ و دیگر نفلی عبادات مساجد میں ادا کی جاتی ہیں .. تو اسلامی مجالس اور اجتماعی عبادات کے لئے مسجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک مسجد اسلامی تدریس و درس کا مرکز رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیمات کی شمع کو مسجد نبوی میں روشن کیا، صحابہ کرامؓ نے آپ سے اسلام کی تعلیم مسجد سے ہی حاصل کی۔

دراصل مساجد ہر دور میں اسلام کے مراکز رہے ہیں، مسلمان حکمرانوں خلفائے راشدینؓ اور مسلمان بادشاہوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں بے شمار مساجد کو تعمیر کروایا تاکہ مسلمان ان میں دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ بڑے بڑے صوفیائے کاملین اور علمائے حق نے دینی تعلیم کے لئے دور دراز سفر کئے، انھوں نے بعد میں دینی مدارس کی تعمیر کروائی۔ جہاں بے شمار لوگوں کو دین حق کی تعلیم دی، مساجد لوگوں کی فلاح کا اہم ذریعہ ہیں، یہاں سے لوگوں کو درسِ ہدایت ملتا ہے، لوگوں کو زندگی گزارنے کے صحیح آداب سکھائے جاتے ہیں اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں قانونی، سیاسی، بین الاقوامی اور ہر قسم کے معاملات مساجد میں طے کئے جاتے تھے۔ مسجدوں میں آنے والے لوگوں سے ان کی رائے پوچھ کر تمام معاملات حل کئے جاتے تھے، امن وامان کے اعلانات بھی مساجد میں کئے جاتے اور غیر ملکی سفیر یا مہمان کو بھی مسجد میں ٹھہرایا جاتا تھا...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں قاضیوں اور ججوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مقدمات کے فیصلے مساجد میں کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی مسجد میں مقدمات کے فیصلے خود فرماتے تھے، اسلام میں اخوت و بھائی چارے پر بہت زور دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو (آل عمران ۳۰)

مساجد اسی اتفاق واتحاد کو مضبوط بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ مساجد میں امیر، غریب، گورے، کالے، عربی، عجمی سب برابر ہیں۔ سب ایک صف میں کھڑے ہو کر جھکتے ہیں' اسلامی بھائی چارے اور اخوت کی یہ بہت بہترین مثال ہے۔ مسجد تمام تفرقات کو ختم کر کے اُمت مسلمہ کو ایک مضبوط کڑی میں پروتی ہے۔

بہترین مقامات مساجد ہیں

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) ایک یہودی عالم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین جگہ کون سی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں خاموش رہے اور فرمایا کہ جب تک جبرائیل علیہ السلام نہیں آجائیں گے میں خاموش رہوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ جب حضرت جبرائیل آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یہودی عالم کے

سوال کا جواب) پوچھا حضرت جبرائیل نے کہا کہ، اس معاملے میں آپ ﷺ سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا، البتہ میں اپنے پروردگار بزرگ و برتر سے اس کے بارے میں پوچھوں گا (چنانچہ) پھر حضرت جبرائیل (نے آکر) فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آج میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ کبھی بھی اتنا قریب نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل کس قدر (فاصلہ دونوں کے درمیان رہ گیا تھا) حضرت جبرائیل نے فرمایا میرے اور اللہ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے باقی رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا: کہ بدترین مقامات بازار ہیں اور بہترین مقامات مساجد ہیں۔ (یہ روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 702)

یہ "پردے" مخلوق کی نسبت سے ہیں حق تعالیٰ جل شانہ کی نسبت سے نہیں ہیں کیونکہ اللہ وند قدوس پردے میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی مخلوق پردے میں ہے اور جسمانی و نفسانی پردے ہیں اس کی مثال کسی اندھے کے لئے پردہ آفتاب کی سی ہے کہ جس طرح آفتاب پردے میں نہیں ہوتا بلکہ خود اندھے پر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا اور آفتاب اس کو دیکھتا ہے یعنی اس پر اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ سائل نے تو صرف "بہتر جگہ" کے بارہ میں سوال کیا تھا لیکن جواب میں مقابلے کے طور بہترین اور بدترین دونوں مقامات کو بتلا دیا گیا تا کہ رحمان اور شیطان دونوں کے گھر معلوم ہو جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی آدمی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جو اسے پوری طرح معلوم نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ جس کے بارے میں جانتا ہو کہ وہ اس سوال کا جواب اچھی طرح جانتا ہے اس سے پوچھ لے اور اپنے سے زیادہ علم والے سے پوچھنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سنت ہے۔

مساجد کی سجاوٹ کا بیان

448 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے مساجد کو پختہ تعمیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم لوگ ان (مساجد) کو اسی طرح آراستہ کرو گے جس طرح یہودی اور عیسائی (اپنی عبادت گاہوں کو) آراستہ کرتے تھے۔

شرح

زخرف کہتے ہیں علماء کو اور کسی چیز کی کمال خوبی کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں نقش و نگار کریں گے اور ان کے در و دیوار پر سونا چڑھائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے بعد حسب عادت، انسانی لوگوں کے افعال کی خبر دینے کے مترادف ہے یعنی آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسجدوں کو منقش و مزین کریں گے اور ان کے در و دیوار پر سونا چڑھائیں گے حالانکہ ان کا یہ طریقہ خلاف سنت ہوگا کیونکہ اسلام کی

سادگی پسند فطرت اس قسم کی چیزوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ مزید یہ کہ اس طریقے سے یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے۔ متاخرین علماء نے مساجد کی زیب و زینت اور ان میں نقش و نگار کی اجازت دی ہے اور کہا کہ لوگ اپنے مکانوں کو بلند و مطلا بناتے ہیں اور انہیں منقش و مزین کرتے ہیں اگر مسلمان اپنی مسجدوں کو لکڑی و مٹی سے بالکل سادہ بنائیں تو ہوسکتا ہے کہ عوام کی نظروں میں ان کی وقعت و عظمت نہ ہو اس لئے مسجدوں کو ایسے ڈھنگ سے بنانے کی اجازے دے دی گئی ہے جو موجودہ زمانے کے معیار پر قیمتی و محترم سمجھی جائیں۔

مسجد نبوی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بالکل سادہ اور کچی تھی دیواریں اینٹوں کی اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوبارہ بنوایا تو انہوں نے بھی اسی طرح مسجد کو سادہ رکھا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس مسجد کو از سر نو نئے طرز پر تعمیر کروایا چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مسجد کو وسیع تر بنا دیا بلکہ اس کی دیواروں میں منقش پتھر اور چھت میں سال استعمال کیا اس طرح مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مقابلے میں بہت بڑی اور خوبصورت ہوگئی۔

مساجد پر فخر کرنا قیامت کی نشانی ہونے کا بیان

449 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر کا اظہار نہیں کریں گے''۔

شرح

مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت لوگ بڑی بڑی مسجدیں بنائیں گے اور انہیں آراستہ کریں گے اور اس سے ان لوگوں کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی اور ان کی نیت خالصۃ اللہ کیلئے نہیں ہوگی بلکہ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اپنے اس کارنامے کو دنیا کے سامنے پیش کرسکیں اور دنیا والے ان کی تعریف و بڑائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملادیں۔

بت خانے کی جگہ پر مسجد بنانے کا بیان

450 - حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى، حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ

❁❁ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مسجد طائف کو وہاں بنائیں جہاں ان لوگوں کا بت خانہ ہوتا تھا۔

451 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ - قَالَ مُجَاهِدٌ وَعُمُدُهُ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ - فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بِنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ - قَالَ مُجَاهِدٌ: عُمُدَهُ خَشَبًا - وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ - قَالَ مُجَاهِدٌ: وَسَقْفَهُ السَّاجَ -.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَصَّةُ: الْجِصُّ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اس کے ستون کھجور کی لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی لیکن انہوں نے اسے اسی طرح بنایا جس طرح یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی البتہ انہوں نے ستون تبدیل کر کے لکڑی کے لگوا دیئے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر نو کی اور اس میں بہت زیادہ توسیع کی۔ انہوں نے اس کی دیواریں اور اس کے ستون منقش کیس تون منقش پتھروں اور چونے کے ذریعے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔

مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد ساگوان کی لکڑی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) لفظ قصہ سے مراد گچ (یعنی چونہ) ہے۔

452 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْآجُرِّ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْآنَ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور ان کے اوپر کھجور کی شاخوں کے ذریعے چھت ڈال دی گئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب یہ بوسیدہ ہو گئے' تو انہوں نے تنوں اور شاخوں کو تبدیل کر دیا پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ پرانے ہو گئے' تو انہوں نے مسجد نبوی کو پختہ اینٹوں کے ذریعے بنوایا اور اس کے بعد اب تک (یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے اس وقت تک) یہ مسجد اسی طرح ہے۔

453 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ: لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَاَقَامَ فِيْهِمْ اَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى بَنِى النَّجَّارِ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِيْنَ سُيُوْفَهُمْ. فَقَالَ اَنَسٌ: فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَاَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهٗ، وَمَلَاُ بَنِى النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى اَلْقٰى بِفِنَاءِ اَبِيْ اَيُّوْبَ. وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَيْثُ اَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ. وَاِنَّهٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ. فَاَرْسَلَ اِلٰى بَنِى النَّجَّارِ فَقَالَ: يَا بَنِى النَّجَّارِ، ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا فَقَالُوْا: وَاللّٰهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ اَنَسٌ: وَكَانَ فِيْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ، كَانَتْ فِيْهِ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ، وَكَانَتْ فِيْهِ خِرَبٌ، وَكَانَ فِيْهِ نَخْلٌ. فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ. فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً. وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ. وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ. وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَةْ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ہجرت کے موقع پر) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں ایک قبیلے میں قیام کیا۔ جنہیں بنوعمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ نے ان کے درمیان چودہ دن قیام کیا پھر آپ نے بنونجار کو پیغام بھجوایا تو وہ لوگ تلواریں گلوں میں لٹکا کر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنونجار کے افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطے میں اُترے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتا تھا آپ وہاں نماز ادا کرلیا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ نے بنونجار کو پیغام بھجوایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے بنونجار! اپنے اس باغ کا میرے ساتھ سودا کرلو انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ (یعنی اُس سے اس کا اجروثواب لیں گے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس باغ میں جو کچھ تھا وہ میں تمہیں بتاتا ہوں اس میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں اس میں کچھ کھنڈر تھے اور کھجوروں کے درخت تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مشرکین کی قبریں پاٹ دی گئیں اور کھنڈر کو برابر کر دیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھجور کے ان درختوں کو مسجد کے قبلہ کی سمت میں لائن میں لگا دیا گیا اور ان کے دونوں کناروں پر پتھر لگا دیئے گئے۔ لوگ جب پتھر منتقل کر رہے تھے تو رجز پڑھ رہے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے وہ یہ کہہ رہے تھے۔

''اے اللہ! بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے' تو انصار اور مہاجرین کی مدد کر''۔

454 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ. عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ. عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مَوْضِعُ الْمَسْجِدِ حَائِطًا لِبَنِى النَّجَّارِ فِيْهِ حَرْثٌ وَنَخْلٌ، وَقُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَامِنُونِي بِهِ فَقَالُوا: لَا نَبْغِي بِهِ ثَمَنًا، فَقَطَعَ النَّخْلَ وَسَوَّى الْحَرْثَ وَنَبَشَ قُبُورَ الْمُشْرِكِينَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ: فَاغْفِرْ مَكَانَ فَانْصُرْ. قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، بِنَحْوِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ، يَقُولُ: خِرَبٌ، وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ، أَنَّهُ أَفَادَ حَمَّادًا هَذَا الْحَدِيثَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس جگہ مسجد ہے وہ بنونجار کا باغ تھا جس میں کچھ کھیت تھے۔ کھجوروں کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے ساتھ اس کا سودا کرلو۔ انہوں نے عرض کی: ہمیں اس کی قیمت نہیں چاہیے پھر کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھیتوں کو برابر کردیا گیا مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ دیا گیا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)' جس میں انہوں نے "مدد کر" کی جگہ "مغفرت کردے" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ موسیٰ نامی راوی کہتے ہیں: عبدالوارث نے ہمیں اسی کی مانند حدیث بیان کی ہے اور عبدالوارث نے لفظ "کھنڈر" استعمال کیا ہے۔ عبدالوارث یہ کہتے ہیں: یہ الفاظ حماد نے نقل کیے ہیں۔

بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ

باب: محلوں میں مساجد بنانا

455 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجد بنانے اور انہیں صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔

456 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا، وَنُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ خط لکھا۔

"امابعد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مساجد کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ ہم محلوں میں انہیں تعمیر کریں اور ان کی عمارت اچھی بنائیں اور انہیں صاف رکھیں"۔

---

455 - اسناده صحيح. حسين بن على: هو الجعفى، وزائدة: هو ابن قدامة. واخرجه الترمذى (600)، وابن ماجه (758) و (759) من طرق عن هشام بن عروة، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (26386)، و "صحيح ابن حبان" (1634). واخرجه الترمذى (601) و (602) من طرق عن هشام بن عروة، عن ابيه: ان رسول الله -صلى الله عليه وسلم-... فذكره مرسلاً. وانظر الحديث الذى يلى هذا عند ابى داود.

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ، من مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہے اور اظلم خبر ہے مطلب یہ ہے کہ لا احد اظلم، کوئی زیادہ ظالم نہیں ہے۔ اور ان محل نصب میں ہے۔ مسجد سے بدل کے اعتبار سے۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے: کراھیۃ ان یذکر پھر حذف کیا گیا۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے: من ان یذکر فیھا۔ اور حرف جر کو طول کلام کی وجہ سے ان سے پہلے حذف کیا گیا اور یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس اور اس کی محرابیں ہیں۔ بعض نے فرمایا: کعبہ ہے اور جمع ذکر کیا گیا ہے کیونکہ کعبہ مساجد کا قبلہ ہے یا تعظیم کے لئے جمع ذکر کیا گیا۔ بعض نے فرمایا: مسجد سے مراد تمام مساجد ہیں، ان کا واحد مسجد (جیم کے کسرہ کے ساتھ۔) عربوں میں سے بعض کہتے ہیں: مسجد (جیم کے فتحہ کے ساتھ)(3))۔ فراء نے کہا ہے: ہر فعل جو فعل یفعل کے وزن پر ہو مثلاً دخل یدخل تو اس سے مفعل فتحہ کے ساتھ آتا ہے خواہ وہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ اس میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً دخل یدخل مدخلاً۔ ھذا مدخلہ۔ مگر چند الفاظ ایسے ہیں جن پر کسرہ پڑھا جاتا ہے: مسجد، مطلع، المغرب، المشرق، المسقط، المفرق، الجلد ر، المسکن، المرفق۔ (یہ رفق یرفق سے ہے) المنبت، المنسک (یہ نسک ینسک سے ہے) کسرہ کو اسم کی علامت بنایا ہے۔ بعض اوقات بعض عرب اسم میں فتحہ دیتے ہیں وہ المسجد (جیم کے فتحہ کے ساتھ) انسان کی پیشانی جہاں سجدہ کے لئے پہنچتی ہے: الاٰراب، وہ سات اعضاء جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں۔ یہ جوہری کا قول ہے۔

اس آیت سے مراد کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہ بخت نصر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا۔ حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا: یہ نصاریٰ کے بارے نازل ہوئی۔ معنی یہ ہے کہ تم کیسے دعویٰ کرتے ہو اے نصاریٰ! کہ تم اہل جنت میں سے ہو حالانکہ تم نے بیت المقدس کو خراب کیا اور اس میں نمازیوں کو نماز پڑھنے سے روکا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: نصاریٰ کے فعل پر تعجب کا اظہار ہے کہ انہوں نے بیت المقدس کے ساتھ یہ کیا حالانکہ وہ اس کی تعظیم بھی کرتے تھے اور انہوں نے یہود سے عداوت کی۔

سعید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: یہ اللہ کے دشمن نصاریٰ ہیں، یہود کے بعض نے انہیں ابھارا کہ انہوں نے بخت نصر بابلی مجوسی کی بیت المقدس کی تخریب میں معاونت کی۔

روایت ہے کہ یہ تخریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہی۔ بعض نے فرمایا: یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے نمازیوں کو اور نبی کریم ﷺ کو روکا اور حدیبیہ کے ساتھ انہیں مسجد حرام میں داخل نہ ہونے دیا۔ بعض نے فرمایا: اس نے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بھی قیامت تک کسی مسجد سے کسی کو روکا۔ یہ قول صحیح ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے۔ بعض مساجد کے ساتھ تخصیص اور بعض اشخاص کے ساتھ خاص کرنا ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔

مساجد کا خراب کرنا کبھی حقیقۃً ہوتا ہے جیسے بخت نصر اور نصاریٰ نے بیت المقدس کی تخریب کی تھی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے اپنے کسی بادشاہ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا نام نطوس بن اسیسانوس رومی تھا جیسا کہ غزنوں نے ذکر کیا ہے۔ پس انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور انہیں قیدی بنایا، تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس میں غلاظت پھینکی اور اسے خراب کیا۔

اور کبھی تخریب مسجد مجازاً ہوتی ہے، جیسے مشرکین کا مسلمانوں کو منع کرنا۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے روک دیا۔ پس نماز اور شعائر اسلام کی مساجد میں ادائیگی سے روک دینا یا اسے خراب کرنا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں: عورت کو حج کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے جب اس نے حج نہ کیا ہو خواہ اس کا محرم ہو یا نہ ہو اور اسے مساجد میں نماز پڑھنے سے بھی نہ روکا جائے جب اس پر فتنہ کا خوف نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: مسجد کو توڑنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا بیع کرنا اور معطل کرنا جائز ہے اگرچہ محلہ خراب بھی ہو جائے اور مسجد بنانے سے بھی نہیں روکا جائے گا مگر یہ کہ لوگوں کا ارادہ اختلاف اور جھگڑا ہو مثلاً وہ ایک مسجد کے پہلو میں دوسری مسجد بنائیں اور ان سے مقصود پہلی مسجد کے لوگوں میں جدائی ڈالنا ہو اور خراب کرنا ہو اور اختلاف پیدا کرنا ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو دوسری مسجد کو توڑا جائے اور اس کے بنانے سے منع کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: ایک شہر میں دو جامع مسجد ہونی جائز نہیں ہیں اور نہ ایک مسجد کے لئے دو امام جائز ہیں اور نہ ایک مسجد میں دو جماعتیں جائز ہیں۔ اس کا مزید بیان ان شاء اللہ سورۃ براءت میں آئے گا اور سورۃ نور میں مساجد اور ان کی بنا کا حکم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کیا جائے گا۔ یہ آیت نماز کے امر کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے۔ جب نماز افضل عمل ہے اور اجر کے اعتبار سے عظیم ہے تو اس کا منع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

ہر جگہ جہاں اللہ کی عبادت کرنا ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جاتا ہو اسے مسجد کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جعلت لی الارض مسجداً وطھوراً (میرے لئے زمین سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا باعث بنائی گئی ہے) اس حدیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو زبان کے ساتھ نماز کے لئے متعین کی گئی ہو تو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں مسجد بنائے اور لوگوں کو اس سے روکے اور اسے اپنے لئے مختص کرے تو وہ اس کی ملکیت پر رہے گی اور وہ مسجد کی تعریف میں نہیں آئے گی۔ اگر وہ تمام لوگوں کے لئے اس میں نماز پڑھنا مباح کر دے تو پھر اس کا حکم عام مساجد جیسا ہو جائے گا اور ملکیت سے نکل جائے گی۔

اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین، اولئک مبتدا ہے اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے خائفین حال ہے یعنی مسلمان جب اس پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمانوں کی سلطنت کے تحت آ جائے تو اس وقت ان مساجد میں کافر کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ اگر کافر اس میں داخل ہوں گے تو انہیں خوف ہوگا کہ مسلمان انہیں نکال دیں گے اور اس میں داخل ہونے پر سزا دیں گے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ کافر کے لئے مسجد میں داخل ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ براءت میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جنہوں نے اس آیت کو نصاریٰ کے بارے میں تصور کیا اس نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی اسلام میں تعمیر فرمائی تو اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا کہ کوئی نصرانی اس میں داخل نہیں ہوتا تھا مگر اسے سزا دی جاتی تھی، اس کے بعد کہ وہ ان کی عبادت گاہ تھی۔ اور جنہوں نے اسے قریش کے بارے تصور کیا۔ اس نے کہا: نبی کریم ﷺ کے حکم سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہیں کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ خبر ہے اور اس سے مقصود امر ہے یعنی تم کافروں سے جہاد کرو اور انہیں جڑ سے اکھیڑ دو حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مسجد حرام میں داخل نہ ہو مگر ڈرتے ہوئے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ (احزاب: 53) یہ حقیقت میں نہی ہے جو خبر کے لفظ کے ساتھ

وارد ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۱۱۴، بیروت)

نصاریٰ اور یہودی مکافات عمل کا شکار ہیں

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں دوسرا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں نصرانی بھی بیت المقدس کی مسجد میں پلیدی ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے، بخت نصر نے جب بیت المقدس کی بربادی کے لئے چڑھائی کی تھی تو ان نصرانیوں نے اس کا ساتھ دیا تھا اور مدد کی تھی، بخت نصر بابل کا رہنے والا مجوسی تھا اور یہودیوں کی دشمنی پر نصرانیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اس لئے بھی کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر ڈالا تھا اور مشرکین نے بھی رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ والے سال کعبۃ اللہ سے روکا تھا یہاں تک کہ ذی طویٰ میں آپ کو قربانیاں دینا پڑیں اور مشرکین سے صلح کرنے کے بعد آپ وہیں سے واپس آ گئے حالانکہ یہ امن کی جگہ تھی باپ اور بھائی کے قاتل کو بھی یہاں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اور ان کی کوشش یہی تھی کہ ذکر اللہ اور حج وغیرہ کرنے والی مسلم جماعت کو روک دیں حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے ابن جریر نے پہلے قول کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کعبۃ اللہ کو برباد کرنے کی سعی نہیں کرتے تھے یہ سعی نصرانی کی تھی کہ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے درپے ہو گئے تھے۔

لیکن حقیقت میں دوسرا قول زیادہ صحیح ہے، ابن زید اور حضرت عباس کا قول بھی یہی ہے اور اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ جب نصرانیوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے روکا تھا اس وقت یہودی بھی محض بیدین ہو چکے تھے ان پر تو حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنتیں نازل ہو چکی تھیں وہ نافرمان اور حد سے متجاوز ہو چکے تھے اور نصرانی حضرت مسیح کے دین پر تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اوپر یہود و نصاریٰ کی مذمت بیان ہوئی تھی اور یہاں مشرکین عرب کی اس بدخصلت کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابیوں کو مسجد الحرام سے روکا مکہ سے نکالا پھر حج وغیرہ سے بھی روک دیا۔

امام ابن جریر کا یہ فرمان کہ مکہ والے بیت اللہ کی ویرانی میں کوشاں نہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کو وہاں سے روکنے اور نکال دینے اور بیت اللہ میں بت بٹھا دینے سے بڑھ کر اس کی ویرانی کیا ہو سکتی ہے؟ خود قرآن میں موجود ہے آیت (وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ)8۔الانفال:34) اور جگہ فرمایا آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ)9۔التوبہ:17) یعنی یہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں مشرکوں سے اللہ کی مسجدیں آباد نہیں ہو سکتیں جو اپنے کفر کے خود گواہ ہیں جن کے اعمال غارت ہیں اور جو ہمیشہ کے لئے جہنمی ہیں مسجدوں کی آبادی ان لوگوں سے ہوتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے اور نماز و زکوٰۃ کے پابند اور صرف اللہ ہی سے ڈرنے والے ہیں یہی لوگ راہ راست والے ہیں اور جگہ فرمایا آیت (هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ)48۔الفتح:25) ان لوگوں نے بھی کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے بھی روکا اور قربانیوں کو ان کے ذبح ہونے کی جگہ تک نہ پہنچنے دیا اگر ہمیں ان مومن مردوں عورتوں کا خیال نہ ہوتا جو اپنی ضعیفی اور کم قوتی کے باعث مکہ سے نہیں نکل سکے۔ جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو تو ہم تمہیں ان سے لڑ کر ان کے غارت کر دینے کا حکم دیتے لیکن یہ بے گناہ مسلمان پس نہ دیئے جائیں اس لئے ہم نے سر دست یہ حکم نہیں دیا لیکن یہ کفار

اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں جب ان پر ہمارے دردناک عذاب برس پڑیں۔

پس جب وہ مسلمان ہیں جن سے مسجدوں کی آبادی حقیقی معنی میں ہے وہی روک دیئے گئے تو مسجدوں کے اجاڑنے میں کونسی کمی رہ گئی؟ مسجدوں کی آبادی صرف ظاہری زیب وزینت رنگ وروغن سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں ذکر اللہ ہونا اس میں شریعت کا قائم رہنا اور شرک اور ظاہری میل کچیل سے پاک رکھنا یہ ان کی حقیقی آبادی ہے پھر فرمایا کہ انہیں لائق نہیں کہ بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ بیت اللہ میں نہ آنے دو ہم تمہیں غالب کردیں گے اس وقت یہی کرنا چنانچہ جب مکہ فتح ہوگیا اگلے سال ۹ ہجری اعلان کرا دیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا ہو کر نہ کرے جن لوگوں کے درمیان صلح کی کوئی مدت مقرر ہوئی ہے وہ قائم ہے یہ حکم دراصل تصدیق اور عمل ہے اس آیت پر آیت (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا) (۹۔التوبہ:28) یعنی مشرک لوگ نجس ہیں اس سال کے بعد انہیں مسجد حرام میں نہ آنے دو اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ مشرک کانپتے ہوئے اور خوف زدہ مسجد میں آئیں لیکن برخلاف اس کے الٹے یہ مسلمانوں کو روک رہے ہیں یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو بشارت دیتا ہے کہ عنقریب میں تمہیں غلبہ دوں گا اور یہ مشرک اس مسجد کی طرف رخ کرنے سے بھی کپکپانے لگیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کی کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے پائیں اور یہود ونصاریٰ کو وہاں سے نکال دیا جائے الحمد اللہ کہ اس امت کے بزرگوں نے اس وصیت رسول ﷺ پر عمل بھی کر دکھایا اس سے مسجدوں کی فضیلت اور بزرگی بھی ثابت ہوئی بالخصوص اس جگہ کی اور مسجد کی جہاں سب سے بڑے اور کل جن وانس کے رسول محمد ﷺ بھیجے گئے تھے۔ ان کافر پر دنیا کی رسوائی بھی آئی، جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو روکا جلاوطن کیا ٹھیک اس کا پورا بدلہ انہیں ملا یہ بھی روکے گئے، جلاوطن کئے گئے اور ابھی اخروی عذاب باقی ہیں کیونکہ انہوں نے بیت اللہ شریف کی حرمت توڑی وہاں بت بٹھائے، بتوں سے دعائیں اور مناجاتیں شروع کردیں۔ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا وغیرہ اور اگر اس سے مراد نصرانی لئے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی بیت المقدس کی بے حرمتی کی تھی، بالخصوص اس صخرہ (پتھر) کی جس کی طرف یہود نماز پڑھتے تھے، اسی طرح جب یہودیوں نے بھی نصرانیوں سے بہت زیادہ ہتک کی اور تو ان پر ذلت بھی اس وجہ سے زیادہ نازل ہوئی دنیا کی رسوائی سے مراد امام مہدی کے زمانہ کی رسوائی بھی ہے اور جزیہ کی ادائگی بھی ہے حدیث شریف میں ایک دعا وارد ہوئی ہے۔ دعا (اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ) اے اللہ تو ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات دے۔ یہ حدیث حسن ہے مسند احمد میں موجود ہے صحاح ستہ میں نہیں اس کے راوی بشر بن ارطاۃ صحابی ہیں۔ ان سے ایک تو یہ حدیث مروی ہے دوسری وہ حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ غزوے اور جنگ کے موقعہ پر ہاتھ نہ کاٹے جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ ۱۱۴، بیروت)

بَابٌ فِي السُّرُجِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد میں چراغ جلانا

457- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، عَنْ

مَيْمُوْنَةَ. مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. اَفْتِنَا فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ اِئْتُوْهُ فَصَلُّوْا فِيْهِ وَكَانَتِ الْبِلَادُ اِذْ ذَاكَ حَرْبًا. فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْهُ وَتُصَلُّوْا فِيْهِ. فَابْعَثُوْا بِزَيْتٍ يُسْرَجُ فِيْ قَنَادِيْلِهِ

⊙⊙ نبی اکرم ﷺ کی کنیز سیدہ میمونہ ؓ بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ہمیں بیت المقدس کے بارے میں حکم دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وہاں جاؤ اور وہاں نماز ادا کرو (راوی کہتے ہیں:) اس زمانے میں یہ جگہ غیر مسلموں کے قبضے میں تھی (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) "اگر تم وہاں تک نہیں جاسکتے اور نماز ادا نہیں کر سکتے تو پھر زیتون کا تیل بھیج دو جس کے ذریعے وہاں کی قندیلوں کو جلایا جائے"۔

مساجد سے متعلق احکام کا بیان

۱۔ مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر مسجد کا مال واسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو مکروہ نہیں لیکن نماز کے اوقات میں بند کرنا اس صورت میں بھی مکروہ ہے ۲۔ مسجد کی چھت پر پیشاب یا پاخانہ کرنا یا جماع کرنا جنبی مرد و عورت یا حیض و نفاس والی عورت کا مسجد کی چھت کے اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے ۳۔ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا ۴۔ مسجد کو بلا عذر راستہ بنالینا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گزرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے ہر روز جب وہ ایک یا کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ اس میں تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے بلا عذر گزرنے کی عادت والا بھی اگر اعتکاف کی نیت کرلیا کرے تو گناہ سے بچ جائے گا۔

۵۔ مسجد کو ہر قسم کی گندگی و خرابی سے بچانا چاہئے اور نجاست کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے مثلاً ناپاک تیل مسجد کے اندر جلانا، ناپاک گارے سے لیپنا، کلی کرنا، وضو کرنا، وغیرہ ۶۔ ایسے بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لے جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ۷۔ مسجد میں جوتیاں اور موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح صاف کر کے لے جائے۔

۸۔ مسجد میں کچا لہسن یا پیاز یا مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک اس کی بو باقی ہو مکروہ تحریمی ہے کوڑھ اور سفید داغ والے اور گندہ دہن و گندہ بغلی کی بیماری والے اور غیبت اور چغلی کرنے والے وغیرہ کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بدبو اڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے ۹۔ اگر کوئی اپنے مال سے مسجد میں نقش و نگار بنائے یا چونا گچ کرے اور مسجد کی تعظیم کی نیت ہو اور قبلے والی دیوار و محراب پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبلے والی دیوار اور محراب پر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے دل کو مشغولی ہوگی بلکہ دائیں بائیں کا بھی یہی حکم ہے وقف کے مال سے نقش و نگار کرنا حرام ہے۔

۱۰۔ مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ۱۱۔ مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہئے اور اگر کنواں پہلے سے موجود ہو اور پھر وہ مسجد میں آجائے تو اس کو باقی رکھنے میں مضائقہ نہیں ۱۲۔ مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اگر مسجد کے فائدہ کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں ۱۳۔ مسجد کا چراغ گھر نہ لے جائے گھر سے مسجد میں چراغ لے جائے مسجد کا چراغ تہائی رات

گئے تک روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اس سے زیادہ نہ رکھے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں ۱۵. مسجد میں سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۱۶. گمشدہ چیز کے متعلق مسجد میں پوچھ گچھ کرنا مکروہ ہے ۱۷. مسجد میں شعر پڑھنا اگر حمد و نعت و وعظ و نصیحت وغیرہ کے لئے ہو تو بہتر ہے اگر گزشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہے تو مباح ہے اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیہودگی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اگر خدو خال وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے ۱۸. مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع و مکروہ ہے البتہ اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے جبکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو تجارت کے لئے نہ ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو، ضرورت سے زیادہ اس کے لئے بھی جائز نہیں ۱۹. بلند آواز سے ذکر کرنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریاء کا خوف ہو یا نمازیوں یا قاریوں یا سونے والوں کو تکلیف وخلل کا خوف ہو مگر ان باتوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۲۰. مسجد میں باتوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ باتیں مباح ہوں اگر عبادت کے لئے بیٹھا ہو اور دنیا کا کلام بھی کر لیا تو مکروہ نہیں ۲۱. چمگادڑ و کبوتروں وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچ کر پھینکنے میں مضائقہ نہیں ۲۲. مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے ۲۳. مسجد کا کوڑا جھاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو ۲۴. مسجد میں مسافر اور اعتکاف کرنے والے کے سوا کسی اور کو کھانا پینا سونا جائز نہیں اگر کسی کو ایسا کرنا ہی پڑے تو وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکر الٰہی کر لے یا نماز پڑھ لے، پھر کھا پی لے یا سو جائے تو مکروہ نہیں، اور مسافر کے لئے بھی یہی بہتر ہو اس طرح ان کو اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا ۲۵. درزی یا کاتب یا کسی اور پیشہ ور کو مسجد میں بیٹھ کر سینا و کتابت وغیرہ اپنا پیشہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کی حفاظت کے لئے وہاں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں ۲۶. اگر مسجد کی چٹائی وغیرہ کا گھاس و تنکا وغیرہ نمازی کے کپڑے میں لپٹ کر آ گیا اور اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تو اس کا وہاں واپس لوٹانا اس پر واجب نہیں ۲۷. نماز کے علاوہ مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب سے وہاں کی کوئی چیز خراب ہو گئی تو قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

۲۸. اگر کسی نے غصب کی زمین میں مسجد بنائی تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے افضل نہیں ہے ۲۹. قبلے کی طرف قصداً بلا عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلانا مکروہ ہے خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں اگر عذر سے یا بھول کر ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے نابالغ کے لئے بھی یہی حکم ہے اور بے سمجھ نابالغ کو اس طرح لٹانے کا گناہ لٹانے والے پر ہو گا اسی طرح قرآن مجید اور شرعی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچی جگہ پر ہوں تو پھر ان کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں ہے ۳۰. مسجد کی مرمت و عمارت اور بوریا و چٹائی بچھانے اور لوٹے، چراغ، بتی وغیرہ کا انتظام کرنے اور اذان و اقامت کہنے اور امامت کی لیاقت ہوتے ہوئے امامت کرانے کا حق اس شخص کو ہے جس نے مسجد بنا کر اللہ کے واسطے وقف کر دی ہو اور اگر وہ امامت کا اہل نہیں ہے تو اسی کی تجویز سے کوئی دوسرا شخص مقرر ہو گا اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے زیادہ حقدار ہیں ۳۱. اگر مسجد میں وعظ اور تلاوتِ قرآن ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سننا بہتر ہے۔

۳۲. مسجد کی کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے اگر کوئی شخص کسی ضرورت مثلاً وضو وغیرہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا

اور اس کو جلدی ہی واپس آنا ہے تو اس کا حق فائق ہے اور دوسرے بیٹھنے والے کو وہاں سے اٹھا دینا اس کے لئے جائز ہے خاص طور پر جب کہ اپنا کپڑا وغیرہ وہاں رکھ گیا ہو ۳۳ مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکہ معظمہ کی مسجد ہے جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں کیونکہ اس میں خانہ کعبہ ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر بیت المقدس کی مسجد ہے جس کو مسجد قدس بھی کہتے ہیں پھر مسجد قبا پھر اس کے بعد ہر شہر کی جامع مسجدیں پھر محلے کی مسجدیں پھر راستے کی مسجد، اپنی محلے کی مسجد میں پنجوقتہ نماز پڑھنا اگرچہ وہاں جماعت تھوڑی ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں جماعت بڑی ہو بلکہ اگر محلے کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان واقامت کہے اور نماز پڑھے خواہ وہ اکیلا ہی ہو اس کی یہ نماز جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔

بَابٌ فِي حَصَى الْمَسْجِدِ
باب: مساجد میں کنکریاں رکھنا

458 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ مُبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: مَا أَحْسَنَ هَذَا

❁❁ ابو ولید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسجد میں کنکریاں (بچھائے جانے) کے بارے میں دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا: ایک رات بارش ہوگئی اور زمین گیلی ہوگئی تو ہر شخص اپنے کپڑے میں کنکریاں لاتا اور انہیں اپنے نیچے بچھا لیتا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کتنا اچھا کام ہے۔

459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُهُ۔

❁❁ ابو صالح بیان کرتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکریاں باہر نکالتا ہے' تو وہ اس سے مناجات کرتی ہیں (یعنی اسے واسطے دیتی ہیں)

460 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الصَّاغَانِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو بَدْرٍ: أُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِي يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے ابوبکر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''وہ کنکریاں جنہیں آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے وہ واسطے دیتی ہیں (کہ انہیں مسجد سے نہ نکالا جائے)''۔

بَابٌ فِي كَنْسِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں صفائی کرنا

461- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْخَزَّازُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيَهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے سامنے میری اُمت کے اجور پیش کیے گئے' یہاں تک کہ اس میں وہ تنکا بھی شامل تھا' جسے کوئی شخص مسجد سے باہر نکال دیتا ہے اور میرے سامنے میری اُمت کے گناہ پیش کیے گئے' تو میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ بڑا ہو کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت آدمی کو دی گئی ہو (یعنی اس نے یاد کی ہو) تو پھر وہ اسے بھول جائے''۔

مساجد کی صاف رکھنے کا بیان

معلوم ہوا مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا اور روشنی کا انتظام نہایت فضیلت والا کام ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولوا العزم رسولوں کو بطور خاص حکم دیا۔ یہاں صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں، بلکہ باطنی صفائی بھی ہے کہ اس گھر میں مشرک لوگ نہ آنے پائیں۔ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارنا شروع کر دیں اور اسے گندا کر دیں۔ اور مساجد کی صفائی اور آداب کے لیے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے (بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب کفارۃ البزاق فی المسجد)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مر گئی۔ آپ نے جب اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا: وہ مر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ خبر کی۔ چلو اب اس کی قبر بتلاؤ۔ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کنس المسجد)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک گنوار آیا اور مسجد (نبوی ﷺ) کے ایک کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے۔

(بخاری، کتاب الوضوء، باب ترک النبی والناس الاعرابی حتی فرغ من بولہ فی المسجد)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اعرابی پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ مسجدیں

اللہ کے ذکر کے مقامات ہیں، بول و براز کے لئے نہیں لہٰذا انہیں صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

٤۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اس درخت یعنی لہسن کو کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کچی لہسن مراد ہے یا پکی ہوئی؟ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کچی لہسن اور اس کی بدبو مراد ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاذان، باب، ماجاء فی الثوم النی والبصل والکراث)

٥۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑا تھا۔ کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا: جاؤ فلاں دو آدمیوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں انہیں بلا لایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے (شور مچاتے) ہو۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب، رفع الصوت فی المسجد)

بَابٌ فِي اعْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

باب: مساجد میں خواتین کا مردوں سے الگ ہونا

462 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ، حَتَّى مَاتَ، وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہے)''

نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس (دروازے) سے کبھی (مسجد میں) داخل نہیں ہوئے۔

عبدالوارث نامی راوی کے علاوہ نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کا مسجد جانا کیسا؟

ابتدائی دور میں عورتوں کو مسجد میں آنے نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت تھی اسی لئے حدیث پاک میں جماعت کی صفوں میں مرد و عورت کی صف کے درمیان فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز باجماعت میں اجر کے اعتبار سے مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے (یعنی پہلی صف کی بنسبت آخری صف میں اجر اور فضیلت کم ہے)۔ عورتوں کی

بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے (یعنی وہ صف جو مردوں کی صف سے متصل ہے کیونکہ اس میں نفس کے بہکاوے یا توجہ بٹنے کا اندیشہ ہوسکتا ہے) (سنن ترمذی رقم الحدیث 224)

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا تو ان کو (مسجد آنے سے) منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا تھا میں نے عمرہ سے پوچھا کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں (صحیح بخاری رقم الحدیث 869)

علامہ غلام رسول سعیدی (علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی 855ھ کے حوالے سے) لکھتے ہیں۔

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانے میں ایجاد کرلیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں تو یقیناً اپنے موقف میں اور شدت اختیار فرماتیں (عمدۃ القاری جلد 6 ص 227) میں (علامہ غلام رسول سعیدی) کہتا ہوں اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے اب اکثر عورتوں نے برقع پہننا چھوڑ دیا ہے۔ سر کو دوپٹہ سے نہیں ڈھانپتیں تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کرواتی ہیں مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شراکت کرتی ہیں میراتھن ریس دوڑ میں حصہ لیتی ہیں بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں اس قسم کی آزاد منش عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان نہیں البتہ جن اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں جہاں ان کی نماز کے لئے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہیں

سو جو خواتین پردہ کی حدود وقیود سے مسجدوں میں جائیں تاکہ وہ درس قرآن وحدیث وعظ اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ انکو منع نہیں کرنا چاہئے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے۔ (نعمۃ الباری جلد 2 صفحہ 798

علامہ زین الدین بن شہاب الدین حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہا کا اختلاف رہا ہے بعض فقہا نے اس کو ہر حال میں مکروہ کہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما نے کہا میں اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ وآزمائش ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں بعض فقہا نے بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دی ہے اور جوان عورتوں کو منع کیا ہے یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رضی اللہ عنہ امام یوسف رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب جلد 5 صفحہ 309 دارابن الجوزیہ ریاض)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ علیہ غسل جمعہ کے متعلق ایک حدیث کی شرح میں مرقاۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو (بخاری ومسلم)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لئے تھا جب عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی عہد

فاروقی سے اس کی ممانعت کردی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آ گیا ہے اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آ کر کچھ دین کے احکام سن لیں گی عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی۔

ایک دوسری حدیث کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا ہے کیونکہ نماز جمعہ صرف مرد پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے من اتی الجمعۃ من الرجال والنساء اس لئے جمعہ میں عورتوں کا آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں (مرقاۃ)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینماؤں بازاروں کھیل تماشوں اسکول کالجوں میں جائیں صرف مسجد نہ جائیں گھروں میں رہیں بلاضرورت شرعیہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اسی لئے فقیر کا یہ فتویٰ ہے کہ اب عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے سے نہ روکو۔ اگر ہم انہیں روکیں گے تو یہ وہابیوں مرزائیوں دیوبندیوں کی مساجد میں پہنچتی ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لئے بڑے بڑے انتظامات اپنی اپنی مسجدوں میں کئے ہوئے ہیں عورتوں کو گمراہ کر کے ان کے خاوندوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں۔

(مرات شرح مشکوۃ جلد دوم صفحہ 333،170)

مزید لکھتے ہیں اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آ کر کچھ دین سیکھ لیں گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد دوم)

ہمارے فقہاء کرام کا عمومی موقف تو یہی ہے کہ اخلاقی تنزل کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دی جائے لیکن اس کا مقصد تو یہ جب مسجد میں نماز کے لئے آنے سے ان خواتین کو روکنا شریعت کا منشا ہے تو پھر یہ پابندی ان کو عام حالات میں بھی اختیار کرنی چاہیے لیکن اب چند دین دار عورتوں کے علاوہ عام عورتیں تعلیم روزگار بازاروں سماجی تقریبات اور روزمرہ معاملات میں بلاروک ٹوک شرعی حجاب کے بغیر گھومتی پھرتی ہیں۔

؟ تو پھر صرف مسجد یا بالخصوص دینی مجالس سے کیوں روکا جائے جب کہ مسجد میں نماز کے لئے یا عورتوں کے لئے مخصوص تبلیغی اجتماعات میں آنے والی خواتین شرعی حجاب کے ساتھ آتی ہیں اور انہیں دینی مسائل سننے کا موقع بھی ملتا ہے۔

جس کی وجہ سے دینی ذوق رکھنے والی اہلسنت کی خواتین کیلئے جب اپنے مسلک کے مطابق اس طرح کے انتظامات نہیں ہوتے تو وہ ان مجالس میں جاتی ہیں اور علم کی کمی کی وجہ سے ان کے عقائد ونظریات تبدیل ہو جاتے ہیں اس لئے میری (مفتی فیب الرحمان) نزدیک موجودہ دور میں مساجد میں نماز تراویح اور دروس کی مجلسوں میں شرعی حدود کی مکمل پاسداری کے ساتھ خواتین کی شرکت کا اہتمام اباحت وجواز کی حدود سے نکل کر ضرورت کے درجے میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لئے میں (مفتی فیب الرحمان) اس کی تائید کرتا ہوں اور علماء اور مفتیان کرام کو اس ضرورت کا احساس دلاتا ہوں۔

463 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَعْنَاهُ، وَهُوَ أَصَحُّ

❁❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

464 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَنْهَى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات سے منع کرتے تھے کہ خواتین کے مخصوص دروازے سے (مسجد میں) داخل ہوا جائے۔

تراویح کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا

آج کل بہت سی مساجد میں عورتوں کے لئے تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے، مگر یہ رواج علماء حنفیہ کی تصریحات کے خلاف نیز احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے لئے مسجد کے بجائے ان کے گھر کو افضل قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے رمایا عورت کی نماز گھر کے اندر (دالان) میں افضل ہے اس کی نماز سے جو صحن میں ہو اور اس کی نماز اندر کوٹھری میں بہتر ہے اس کی نماز سے جو دالان میں ہو۔حدیث فعن عبداللہ عن النبی ﷺ قال: صلاۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا۔

(ابوداؤد:185،رقم،570،سنن کبریٰ للبیہقی:3/188،رقم،5361،مستدرک حاکم:1/315،رقم،760)

نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لئے اپنے گھر سے بہتر نماز کی کوئی جگہ نہیں، مگر حج وعمرہ میں، (کہ وہاں مسجد میں پڑھنا بہتر ہے) سوائے اس عورت کے جو شوہر سے مایوس ہوگئی ہو (یعنی بوڑھی ہو تو وہ مسجد میں پڑھ سکتی ہے۔حدیث فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ کان یحلف ، فبلغ الیمین ، ما من مصلی للمراۃ خیر من بیتھا الا فی حج او عمرۃ الا امرۃ قد یئست من البعولۃ وہی فی منقلبھا ، قلت ما منقلبھا ؟ قال؛امراۃ عجوز قد تقارب خطوھا۔

(مجمع الزوائد:2/156،رقم،2114،سنن کبریٰ للبیہقی:3/188،رقم،5364،مصنف عبدالرزاق:3/150،رقم،5117)

یہ اس دور کی بات ہے جبکہ عورتوں میں شرم وحیا پردہ وحجاب کا کامل اہتمام تھا، پھر اس کے بعد شرم وحیا کی کمی اور پردہ میں کوتاہی ہونے لگی تو صحابہ کرام نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور منع فرمادیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو مزاج شناس رسول رہیں، فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (بے پردگی کی) پیدا کرلی ہیں تو مسجد میں آنے سے ان کو ضرور منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا۔

حدیث فعن عمرۃ بنت عبد الرحمن انھا سمعت عائشہ زوج النبی ﷺ تقل: لو ان رسول اللہ ﷺ رای ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل ، قال: قلت لعمرۃ: انساء بنی اسرائیل منعن المسجد ؟ قالت نعم۔(مسلم:188،رقم،ابوداؤد:85،رقم،569،مصنف عبدالرزاق:3/149،رقم:5112)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دور کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو غور کریں کہ موجودہ حالات میں ان کا کیا فتویٰ ہوتا؟ اس بنا پر فقہاء حنفیہ نے مطلقاً عورتوں کو منع کردیا کہ وہ مسجد میں آئیں جیسا کہ فقہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے البتہ

بہت بوڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے۔ "فقال: ویکرہ لھن حضور الجماعات، یعنی الشواب منھن لما فیہ من خوف الفتنۃ، ولا بأس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء، وھذا عند ابی حنیفۃ، وقال: یخرجن فی الصلوات کلھا۔ (ہدایہ: 1/ 374)۔ فقال: ویکرہ حضورھن الجمعۃ مطلقا) ولو عجوزا لیلا (علی المذھب) المفتی بہ۔ (درمختار مع شامی: 2/ 307۔

فقال ولا یحضرن الجماعات۔۔۔۔۔ لانہ لا یؤمن الفتنۃ من خروجھن، اطلقہ فشمل الشابۃ والعجوز والصلاۃ النھاریۃ واللیلیۃ، قال المصنف فی الکافی: والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلاۃ کلھا لظھور الفساد (البحر الرائق: 1/ 627۔628)

لہٰذا تراویح کے لئے عورتوں کو مسجد میں نہ آنا چاہئے، اس سے پرہیز کرنا ہی احتیاط کا مقتضی ہے۔

بَابٌ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

باب: آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے گا

465 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

❁❁ حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو' تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور پھر یہ پڑھے:''

''اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''۔

اور جب وہ (مسجد سے) باہر جائے' تو یہ پڑھے۔

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں''۔

466 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، فَقُلْتُ لَهُ: بَلَغَنِي أَنَّكَ حُدِّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، قَالَ: أَقَطْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ

465- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل عبد العزيز بن محمد الدراوردى، وقد توبع. واخرجه مسلم (713)، والنسائي في "الكبرى" (810)، وابن ماجه (772) من طريقين عن ربيعة بن ابي عبد الرحمن بهذا الاسناد ورواية مسلم دون قوله: "فليسلم على النبي صلى الله عليه وسلم"، وقال البيهقي في "السنن" 2/ 441: لفظ التسليم فيه محفوظ. وهو في "مسند احمد" (26057)، و"صحيح ابن حبان" (2048) و (2049). ورواية ابن ماجه عن ابي حميد من غير شك، ورواية احمد والنسائي وابن حبان الثانية: عن ابي حميد او ابي اسيد بالعطف.

قَالَ: فَإِذَا قَالَ: ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

''میں عظمت والے اللہ تعالیٰ اور اس کی معزز ذات اور اس کی قدیم بادشاہی کی مردود شیطان (کے شر) سے پناہ مانگتا ہوں''۔

(راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد کو یہ حدیث سنائی) تو انہوں نے فرمایا: کیا صرف اتنا ہی؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں تو انہوں نے کہا: (حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں)

''جب آدمی یہ کلمات پڑھ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے: یہ پورے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں داخل ہونے کے بعد نماز ادا کرنا

467- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کرے''۔

468- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ زَادَ: ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ أَوْ لِيَذْهَبْ لِحَاجَتِهِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''پھر اگر وہ چاہے تو اس کے بعد بیٹھ جائے اور اگر چاہے تو کام کے لئے چلا جائے''۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

469- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ

468- اسناده صحيح، والرجل من بني زريق هو عمرو بن سليم كما هو موضح في الرواية السالفة وهو في "مسند احمد" (22652). وانظر ماقبله

۞۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"فرشتے کسی شخص کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے جہاں اس نے نماز ادا کی تھی جب تک وہ بے وضو نہیں ہوتا یا وہاں سے اٹھ نہیں جاتا (وہ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں)
"اے اللہ! اس کی مغفرت کر دے اے اللہ! اس پر رحم کر"۔

470 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ

۞۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"آدمی اس وقت تک نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ آدمی کے اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے میں صرف نماز ہی رکاوٹ ہو"۔

471 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، تَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ، حَتَّى يَنْصَرِفَ أَوْ يُحْدِثَ، فَقِيلَ: مَا يُحْدِثُ؟ قَالَ: يَفْسُو أَوْ يَضْرِطُ

۞۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"آدمی اس وقت تک مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ اپنی جائے نماز پہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر اے اللہ! تو اس پر رحم کر (وہ یہ دعا اس وقت تک کرتے رہتے ہیں) جب تک آدمی واپس نہیں چلا جاتا یا بے وضو نہیں ہو جاتا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا بے وضو ہونے سے مراد کیا ہے انہوں نے کہا: یہ کہ وہ ہوا خارج کر دے"۔

472 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ الْأَزْدِيُّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ

۞۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"جو شخص جس کام کے لئے مسجد آتا ہے اسے وہی ملتا ہے"۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے کا مکروہ ہونا

473 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ يَعْنِي ابْنَ

جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ، يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِي أَبُوْ عَبْدِ اللهِ، مَوْلٰى شَدَّادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيَقُلْ: لَا أَدَّاهَا اللهُ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص کسی دوسرے کو مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے یہ کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وہ چیز نہ لوٹائے کیونکہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں تھوکنے کا مکروہ ہونا

474 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهُ أَنْ تُوَارِيَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مسجد میں تھوک دینا غلطی ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے چھپا دے''۔

475 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بے شک مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے''۔

476 - حَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مسجد میں تھوکنا'' اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

477 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُوْ مَوْدُوْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِيْهِ، أَوْ تَنَخَّمَ فَلْيَحْفِرْ فَلْيَدْفِنْهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَبْزُقْ فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ لِيَخْرُجْ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

475- اسناده صحيح. ابو عوانة: هو الوضاح بن عبد الله اليشكري.واخرجه مسلم (552) (55)، والترمذي (579)، والنسائي في "الكبرى" (804) من طريق ابي عوانة بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (1635) و (1637). وانظر ما قبله وما بعده

"جو شخص مسجد میں داخل ہو اور پھر اس میں تھوک دے یا بلغم گرائے اسے (مٹی) کھود کر (وہ بلغم یا تھوک) اس میں دفن کر دیا جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اسے اپنے کپڑے میں تھوکنا چاہئے اور پھر اسے باہر لے جائے"۔

478 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُحَارِبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ، أَوْ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ، فَلَا يَبْزُقْ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ تِلْقَاءِ يَسَارِهِ، إِنْ كَانَ فَارِغًا أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ لِيَقُلْ بِهِ

ہ ہ حضرت طارق بن عبداللہ محاربی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے اپنے سامنے کی سمت یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ اپنی بائیں طرف تھوکنا چاہئے' اگر وہ جگہ خالی ہو' یا پھر اپنے بائیں پاؤں کے نیچے اسے تھوکنا چاہئے اور اسے مسل دینا چاہئے"۔

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد میں) قبلے کی طرف رینٹھ پڑا ہوا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگوار گذرا یہاں تک کہ اس ناگواری کا اثر آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اسے خود اپنے دست مبارک سے کھرچ کر پھینکا اور فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے اور اس وقت اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا ہر ایک کو چاہئے کہ قبلے کی طرف ہرگز نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک لے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ لیا اور اس میں کچھ تھوکا اور پھر کپڑے کو آپس میں رگڑ کر فرمایا کہ "اس طرح کر لیا کرو۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 707)

اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے۔ کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے قریب ہونے کا ارادہ کرتا ہے لہٰذا چونکہ اس کا مطلوب اور مقصود اس کے اور قبلے کے درمیان ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبلے کی سمت کو تھوک سے بچایا جائے۔ بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ کوئی آدمی مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت میں بائیں طرف اور قدموں کے نیچے بھی تھوکنا نہیں چاہئے کہ اس سے مسجد کے آداب واحترام میں فرق آتا ہے بلکہ اس صورت میں اگر تھوکنے کی ضرورت محسوس ہو تو کسی کپڑے میں تھوک لیا جائے پھر اسے رگڑ کر صاف کر لیا جائے۔

479 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ

479- اسناده صحيح. سليمان بن داود: هو العتكي، وحماد: هو ابن زيد، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (406)، ومسلم (547)، والنسائي في "الكبرى" (533)، وابن ماجه (763) من طرق عن نافع، به. ولم يذكروا الزعفران. وهو في "مسند احمد" (4509).

بلکہ اپنے بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہیے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آرہا ہو تو پھر اسے اس طرح کرنا چاہیے۔
(راوی بیان کرتے ہیں:) ابن عجلان نامی راوی نے وہ ہمیں کر کے دکھایا یعنی (کپڑے میں تھوک کر) اسے مل دیا۔

481 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجُذَامِيِّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَيْوَانَ، عَنْ اَبِيْ سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ - قَالَ اَحْمَدُ: مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - اَنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقِبْلَةِ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّيْ لَكُمْ. فَاَرَادَ بَعْدَ ذٰلِكَ اَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ وَاَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ. وَحَسِبْتُ اَنَّهُ قَالَ: اِنَّكَ اٰذَيْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

❁❁ حضرت ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص جو لوگوں کی امامت کرتا تھا اس نے قبلہ کی سمت میں تھوک دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا' تو لوگوں نے اسے روک دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بارے میں اسے بتایا۔ اس نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں (میں نے یہ حکم دیا ہے)
(راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) ''تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے''۔

482 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَبَزَقَ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى،

❁❁ مطرف اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دیا۔

483 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ اَبِيْهِ، بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ دَلَكَهُ بِنَعْلِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''پھر آپ نے اپنے جوتے کے ذریعے اسے مل دیا''۔

484 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: رَاَيْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْاَسْقَعِ، فِيْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ بَصَقَ عَلَى الْبُوْرِيِّ، ثُمَّ مَسَحَهُ بِرِجْلِهِ، فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟ قَالَ:

484- اسنادہ ضعیف الفرج بن فضالۃ ضعیف وابو سعید - ویقال: ابو سعد الحمیری الحمصی - مجہول

لِاَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

ابوسعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو دمشق کی مسجد میں دیکھا۔ انہوں نے چٹائی پر تھوکا اور پھر اسے پاؤں کے ذریعے مل دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا: آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا: کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

485 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، بِهٰذَا الْحَدِيْثِ - وَهٰذَا لَفْظُ يَحْيَى بْنِ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيِّ - قَالُوْا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُجَاهِدٍ اَبُوْ حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، اَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ فِيْ مَسْجِدِهٖ، فَقَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسْجِدِنَا هٰذَا، وَفِيْ يَدِهٖ عُرْجُوْنُ ابْنِ طَابٍ فَنَظَرَ فَرَاٰى فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَاَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَحَتَّهَا بِالْعُرْجُوْنِ، ثُمَّ قَالَ: اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ بِوَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ فَاِنَّ اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ، وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهٖ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى، فَاِنْ عَجِلَتْ بِهٖ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَهُ عَلٰى فِيْهِ ثُمَّ دَلَكَهُ، ثُمَّ قَالَ: اَرُوْنِيْ عَبِيْرًا فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِخَلُوْقٍ فِيْ رَاحَتِهٖ فَاَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَهُ عَلٰى رَاْسِ الْعُرْجُوْنِ ثُمَّ لَطَخَ بِهٖ عَلٰى اَثَرِ النُّخَامَةِ، قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوْقَ فِيْ مَسَاجِدِكُمْ

عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت اپنی مسجد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اس مسجد میں تشریف لائے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جائزہ لیا تو آپ کو مسجد کی قبلہ کی سمت میں بلغم نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اس شاخ کے ذریعے اسے کھرچ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑ لے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی کو اپنے سامنے کی طرف یا اپنے دائیں طرف ہرگز نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آ رہا ہو' تو اسے اپنے کپڑے میں تھوک کر اس طرح کرنا چاہئے۔

راوی نے اپنے منہ پر (کپڑا رکھ کر) اس میں تھوک کر اسے مل دیا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خوشبو لے کے آؤ تو اس قبیلے کا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور جلدی سے اپنے گھر گیا وہ اپنی ہتھیلی پر خلوق رکھ کے لے آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لیا اور اسے اس شاخ کے سرے پر لگایا اور پھر اس بلغم کی جگہ پر اسے لگا دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہیں سے لوگوں نے مساجد میں خلوق استعمال کرنا شروع کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

باب: مشرک شخص مسجد میں داخل ہو سکتا ہے

486 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ. فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ. فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَبْتُكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَائِلُكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے مسجد میں اپنا اونٹ بٹھا کر اسے باندھا اور پھر دریافت کیا: آپ ﷺ میں سے حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ اس وقت لوگوں کے درمیان ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے اس شخص سے کہا: یہ سفید رنگت کے مالک صاحب جو ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (یہ نبی اکرم ﷺ ہیں) اس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے! نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: میں تمہیں جواب (دینے کے لئے تیار ہوں) اس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے حضرت محمد ﷺ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ نُوَيْفِعٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ضِمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاخَ بَعِيرَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَقَالَ: أَيُّكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا پھر اسے باندھ دیا پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے) راوی بیان کرتے ہیں: اس نے دریافت کیا: آپ میں سے عبدالمطلب کے صاحب زادے کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا صاحب زادہ ہوں۔ اس نے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

488 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ

486- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. واخرجه البخاري (63)، والنسائي في "الكبرى" (2413) من طريقين عن الليث، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (12719)، و"صحيح ابن حبان" (154). واخرجه النسائي (2414) من طريق يعقوب بن ابراهيم الزهري

حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: الْيَهُودُ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا مِنْهُمْ

⭘⭘ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمام مشرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو عنقریب اپنے فضل سے غنی کردے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا، بہت حکمت والا ہے (التوبہ: ۲۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ۹ ہجری کے بعد کافروں اور مشرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرمادیا ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ مختص ہے یا کسی مسجد میں بھی مشرکوں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اور یہ کہ مشرکین کسی صورت میں مسجد میں داخل نہیں ہوسکتے یا یہ ممانعت کسی قید کے ساتھ مقید ہے، اس میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کے مذہب کا بیان

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے: ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: اہل مدینہ (مالکیہ) نے کہا ہے یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام

488- صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن، شيخ الزهري -وإن كان مبهماً- قد أثنى عليه الزهري، فذكر أنه ممن يتبع العلم ويعيه كما سيأتي برقم (3625)، وذكر ابن المبارك عند الطبري في "التفسير" 2332/ عن الزهري أن سعيد بن المسيب كان يوقره، وقد شهد أبوه الحديبية، فإبهام اسم مثله لا يضر. وهو قطعة من حديث طويل سيأتي برقم (4450)، ويأتي تخريجه هناك. وسيأتي مختصراً من الحديث الطويل بالأرقام (3624) و(3625) و(4451).

ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (النور:۳۶) اللہ کے ان گھروں میں، جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: ''ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے''۔ اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (التوبہ:۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت ''نجاست'' ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جز ۸ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ (التوبہ:۲۸) مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے (اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتادیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے لکھنے والے کو لاؤ تا کہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بطریق اولیٰ مانع ہوگا۔ (المغنی ج ۹ ص ۲۸۷۔۲۸۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف

ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہوسکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جاسکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں: اول یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہوسکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں: اسلام یا تلوار، دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تو اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کردے گا"۔ اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہوسکتا تھا کہ حج کے موسم میں بکثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہوگیا، سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے سے متحقق ہوسکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں"۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بن کر گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے"۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورۂ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۰۶۹)، (احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے۔ اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا، اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔

(روح المعانی جز ۱۰ ص ۷۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لاتقربوا المسجد الحرام "مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نہی تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام فرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۷-۳۴۰، مطبوعہ استنبول، ج ۵ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)۔

مشرکین کا مساجد میں آنے سے متعلق احادیث و آثار

١:۔ احمد ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا سوائے معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے خدمت کرنے والوں کے۔

٢:۔ عبدالرزاق و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ و ابن مردویہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" (یعنی مشرک اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں) فرمایا (مگر کسی مسلمان کا) غلام ہو یا ذمی لوگوں میں سے ہو (ان کو اجازت ہے)

٣:۔ ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے قتادہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "انما المشرکون نجس" یعنی پلید و ناپاک ہیں" (آیت) "فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" اور یہ وہ سال تھا جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے آئندہ سال میں الوداعی حج کیا۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے حج نہیں کیا جب سے آپ نے ہجرت فرمائی جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ حکم مسلمانوں پر بھاری گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (آیت) "وان خفتم علیۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستغنی کر دیا جو وہ ان سے ہر مہینہ اور ہر سال بعد لیتے تھے۔ (اب) کسی مشرک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے مگر یہ کہ جزیہ ادا کرنے والا ہو یا مسلمانوں میں سے کسی آدمی کا غلام ہو۔

٤:۔ سعید بن منصور و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مشرکین بیت اللہ کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ غلہ لاتے تھے کہ اس میں وہ تجارت کرتے تھے جب بیت اللہ سے ان کو روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا ہمارے لئے غلہ کون لائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری (آیت) "وان خفتم علیۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش کو نازل فرمایا ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہو گیا جب مشرکین ان سے چلے گئے۔

٥:۔ ابن جریر و ابوالشیخ نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ کے اصحاب پر (یہ حکم) بھاری گزرا اور انہوں نے کہا ہمارا غلہ اور سامان کون لائے گا تو (یہ آیت) "وان خفتم علیۃ (الآیۃ)" نازل ہوئی۔

٦:۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا۔ تو شیطان نے ایمان والوں کے دلوں میں (یہ بات) ڈالی اور کہا کہ تم کہاں سے کھاؤ گے اور مشرکین کو روک دیا گیا اور تم سے قافلوں کو کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "وان خفتم علیۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء" اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا اور ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے:

۷:۔ ابن ابی شیبہ وابن منذر وابن ابی حاتم نے مجاہد (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے آیت کے بارے میں فرمایا کہ ایمان والوں نے کہا مشرکین کی منڈیوں سے ہم اشیاء لے لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو اپنے فضل سے غنی کردیں گے ان کافروں کے بدلے میں لیکن وہ لوگ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت سورۃ براۃ کی پہلی آیتوں میں سے ہے قرات میں اور اس کی آخری آیتوں میں سے ہے تاویل کے لحاظ سے۔

۸:۔ ابن ابی حاتم نے عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہیں ہوگا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۹:۔ عبدالرزاق والنحاس نے اپنی ناسخ میں عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "فلا یقربوا المسجد الحرام" سے مراد پورا حرم ہے اور دوسرے لفظ میں یوں ہے کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہ ہوگا۔

۱۰:۔ عبد بن حمید وابن منذر وابن ابی حاتم نے عکرمہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "وان خفتم عیلۃ" میں علیہ سے مراد ہے فاقہ۔

۱۱:۔ ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ" کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جاری رہنے والے جزیہ (یعنی ٹیکس) سے مالدار بنا دیا۔

۱۲:۔ ابوالشیخ نے اوزاعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا کہ یہود ونصاریٰ کی مسجدوں میں داخل ہونے سے روک دیا جائے اور اس میں انہوں نے اس نہی کی اتباع کی (آیت) "انما المشرکون نجس"

۱۳:۔ ابوالشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) "انما المشرکون نجس" (کی وجہ سے) جو ان سے مصافحہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

۱٤:۔ ابوالشیخ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مشرک سے مصافحہ کیا تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے یا اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔

۱۵:۔ ابن مردویہ نے ھشام بن عروہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کردیا آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو میرے ہاتھ کو پکڑے انہوں نے کہا آپ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا ہے تو میں نے اپنے ہاتھ کو آپ کے ہاتھ سے چھونے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ آپ نے ایک کافر کے ہاتھ کو چھوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوا کو وضو فرمایا پھر اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو انہوں نے بھی اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ فرمایا)

۱٦:۔ ابن مردویہ اور سمویہ اپنے فوائد میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ننگے ہو کر کوئی بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔ اور اس سال کے لئے کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہیں جائے گا اور جس آدمی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لئے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

۱۷:۔ ابن مردویہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فرمایا کہ مسجد حرام میں کوئی مشرک داخل نہ ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادا نہیں کرے گا۔

یہود ونصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنا

۱۸۔ عبدالرزاق نے مصنف میں عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخر میں جو بات فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کو قتل کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنالیا۔ (اب) عرب کی زمین میں دو دین باقی نہیں رہیں گے (صرف ایک دین اسلام ہوگا)

۱۹:۔ عبدالرزاق نے ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت وصیت فرمائی کہ کسی یہودی یا نصرانی کو حجاز کی زمین میں نہ چھوڑو اور اسامہ کے لشکر کو شام کی طرف روانہ کرو اور قبط (قبیلہ) کے لئے خیر وبھلائی کے مبارک کی وصیت فرمائی کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

۲۰:۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ مشرکین کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۱:۔ ابن ابی شیبہ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آخری بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی وہ یہ تھی کہ یہودیوں کو حجاز کی زمین سے نکال دو اور نجران والوں کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۲:۔ ابن ابی شیبہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں باقی رہا تو مشرکین کو عرب کے جزیرے میں ضرور نکال دوں گا۔ حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو نکال دیا۔ (تفسیر در منثور، سورہ توبہ، بیروت)

مسئلہ نمبر 1۔ قولہ تعالیٰ: یایھا الذین امنوا انما المشرکون نجس یہ مبتداء اور خبر ہے۔ مشرک کے نجس (ناپاک ہونے) کے ساتھ متصف ہونے کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ پس حضرت قتادہ اور معمر بن راشد وغیرہما نے کہا ہے۔

کیونکہ وہ جنبی ہوتا ہے (اس لیے ناپاک ہے) کیونکہ جب وہ غسل جنابت کرے تو وہ غسل نہیں ہوتا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے: بلکہ شرک ہی وہ شے ہے جس نے اسے نجس اور ناپاک بنا دیا ہے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے مشرک کے ساتھ مصافحہ کیا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ اور تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوتا ہے، سوائے ابن عبدالحکم کے کیونکہ اس نے کہا ہے: یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سابقہ سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس پر غسل کے واجب ہونے کا قول ابوثور، اور احمد نے کیا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ساقط کر دیا ہے اور کہا ہے: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور اسی طرح ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ غسل کو نہیں پہچانتے۔ اسے ان سے ابن وہب اور ابن ابی اویس نے روایت کیا ہے اور حضرت ثمامہ اور قیس بن عاصم کی حدیث ان اقوال کا رد کرتی ہے ان دونوں کو ابو حاتم البستی نے اپنی صحیح مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ثمامہ کے پاس سے گزرے اور وہ اسلام لا چکا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف بھیجا اور اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نے غسل کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحقیق تمہارے ساتھی کا اسلام حسین اور اچھا ہو گیا ہے"۔ اس معنی میں اسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس میں ہے ثمامہ پر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا تو وہ مسجد کے قریب ایک نخلستان کی طرف چلا گیا اور غسل کیا۔ اور قیس بن عاصم نے حکم دیا ہے کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرے۔ پھر اگر وہ بالغ ہونے سے پہلے اسلام لائے تو اس کا غسل کرنا مستحب ہے اور جب وہ اپنے بالغ ہونے کے بعد اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے غسل جنابت کی نیت کرے۔ یہ ہمارے علماء کا قول ہے اور یہی مذہب کا ماحصل ہے۔

ابن قاسم نے کافر کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اسلام کی شہادت کا اظہار کرنے سے پہلے غسل کرلے، بشرطیکہ اپنے دل کے ساتھ اسلام کا اعتقاد رکھتا ہو۔ یہ نظر وفکر کے اعتبار سے ضعیف قول ہے اور اثر کے مخالف ہے۔ اور وہ اس لیے کہ کوئی بھی قول کے بغیر صرف نیت کے ساتھ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اہل السنت والجماعت کا ایمان کے بارے میں یہ قول ہے: بے شک یہ زبان کے ساتھ اقرار کرنے اور دل کے ساتھ تصدیق کرنے کا نام ہے اور عمل کے ساتھ یہ نمونہ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (فاطر: 10) (اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے)

مسئلہ نمبر 2۔ قولہ تعالیٰ: فلا تقربوا المسجد الحرام، فلا تقربوا یہ نہی ہے۔ اسی وجہ سے اس سے نون حذف کردی گئی ہے۔ المسجد الحرام اس لفظ کا اطلاق پورے حرم پر کیا جاتا ہے، یہی حضرت عطا کا مذہب ہے۔ تب پورے حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی قدرت دینا حرام ہوگا پس جب کوئی ان کی طرف سے ہمارے پاس قاصد آئے امام مقام حل کی طرف نکلے تاکہ وہ (پیغام) سن سکے جو وہ کہتا ہے اور اگر کوئی مشرک چھپ کر حرم پاک میں داخل ہوا اور وہ مر گیا تو اس کی قبر اکھیڑ کر اس کی ہڈیاں نکال لی جائیں گی، نتیجہ اس کے لیے اس کے اندر داخل ہونا جائز نہیں اور نہ اس سے گزرنا جائز ہے۔ اور رہا جزیرۃ العرب اور وہ مکہ مکرمہ، مدینہ، یمامہ، یمن اور اس کی بستیوں پر مشتمل ہے، پس امام مالک رحمۃ اللہ نے کہا ہے: جو بھی دین اسلام پر نہیں وہ ان مقامات سے نکل جائے اور اس کے بارے متردد مسافروں کو نہیں روکا جائے گا اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، مگر آپ نے اس سے یمن کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان کے لیے تین دنوں کی مدت مقرر کی جائے گی جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اتنی مدت مقرر کی جس وقت آپ نے انہیں جلاوطن کیا۔ انہیں نہ تو اس میں دفن کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں حل کی طرف پناہ دی جائے گی۔

مسئلہ نمبر 3۔ علماء کا کفار کے مساجد حرام میں داخل ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اور اس کے بارے پانچ قول ہیں:

پس اہل مدینہ نے کہا: یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے بارے میں عام ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کی طرف لکھا اور اپنے خط میں اس آیت کی طرف استدلال کیا۔ اور اس کی تائید یہ ارشاد گرامی بھی کرتا ہے: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ (النور: 36) (ان گھروں میں جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کا نام) اور کفار ان میں داخل ہونا ان رفعت شان کے خلاف ہے۔ اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے: "بے شک یہ مساجد بول وقذر میں سے کسی شی کی صلاحیت رکھتیں" الحدیث (یعنی غلاظت سے انہیں پاک اور محفوظ رکھنا چاہیے) اور کافر ان سے خالی نہیں ہوتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں مسجد کو کسی حائضہ عورت اور جنبی کے لیے حلال نہیں کروں گا"۔ اور کافر جنبی

ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے نجس کا نام دیا ہے۔ پس یہ اس سے خالی نہیں کہ یہ نجس العین ہوگا یا پھر بطریق حکم اسے دور رکھا ہوگا۔ اور جو صورت بھی ہو اسے مسجد سے روکنا واجب ہے، کیونکہ ان میں علت جو کہ نجاست ہے وہ موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔

کہا جاتا ہے: رجل نجس، امراۃ نجس، رجلان نجس، وامراتان نجس، ورجال نجس، اور رجال نجس ونساء نجس چونکہ یہ مصدر ہے اس لیے نہ اس کا تثنیہ بنایا جائے گا اور نہ ہی جمع بنائی جائے گی۔ اور النجس (نون کے کسرہ اور جیم کی جزم کے ساتھ) تو یہ نہیں کہا جائے گا مگر تب جب اس کے ساتھ گندگی اور پلیدی رجس بھی ہو۔ پس جب مفرد ہو تو نجس نو کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ اور نجس (جیم کے ضمہ کے ساتھ) کہا جائے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ آیت تمام مشرکین کے بارے میں عام ہے اور مسجد حرام کے بارے میں خاص ہے، لہٰذا کسی اور مسجد داخل ہونے سے انہیں نہیں روکا جائے گا۔ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے تمام مساجد میں داخل ہونے کو مباح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ ان کی طرف سے ظاہر پر جمود ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس یہ شرک اور نجاست کے ساتھ علت پر تنبیہ ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ثمامہ کو مسجد میں باندھا اور مشرک تھا۔ تو اسے یہ کہا جائے گا: ہمارے علماء نے اس حدیث کے کئی جوابات دیئے ہیں اگر یہ صحیح ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واقعہ نزول آیت سے پہلے تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اس کے اسلام لانے کے بارے میں علم تھا اس لیے آپ نے اسے وہاں باندھا۔ اور تیسرا جواب یہ ایک معین فرد کا قضیہ ہے لہٰذا یہ مناسب نہیں کہ اس کے ساتھ ان ادلہ کا دفاع کیا جائے جو ہم نے ذکر کی ہیں، کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ کے حکم مقید کرتی ہیں اور یہ کہا جانا ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اسے مسجد میں باندھا ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی نماز کے حسن اور ان کے اجتماع کو اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کے حسن و جمال کو دیکھے، تو وہ اس سے مانوس ہو جائے اور اسلام قبول کر لے۔ اور اسی طرح ہوا۔ اور یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس مسجد کے سوا اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ اسے باندھ سکتے۔ واللہ اعلم

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے: یہود و نصاریٰ کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائیگا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔ اور یہ ایسا قول ہے جسے آیت وغیرہ میں سے جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب رد کرتا ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمی کے لیے بغیر حاجت کے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حاجت کا اعتبار کیا جائے گا اور حاجت کے ساتھ بھی مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں۔ اور حضرت عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حرم پاک سارے کا سارا قبلہ اور مسجد ہے، پس چاہیے کہ انہیں

حرم پاک میں داخل ہونے سے منع کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام (الاسراء:1) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے) اور بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام ہانی کے گھر سے اٹھایا گیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے، سوائے اس کے جو صاحب جزیہ (جزیہ دینے والا) ہو یا کسی مسلمان کا کافر غلام ہو۔

اسماعیل بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن عبدالحمید نے ہمیں بیان کیا اس نے کہا ہمیں شریک نے اشعث سے انہوں نے حسن سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی مشرک مسجد کے قریب نہ جائے سوائے اس کے وہ کسی کا غلام یا کنیز ہو پس وہ کسی حاجت اور ضرورت کے لیے اس میں داخل ہو سکتا ہے''۔

اور اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے: عموم مشرک کو مسجد حرام کے قریب جانے سے روکتا ہے اور اسے غلام اور لونڈی کے حق میں خاص کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ قولہ تعالیٰ: بعد عامھم ھذا اس بارے میں دو قول ہیں: ایک قول ہے کہ اس سال سے مراد 9 ہجری کا سال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مراد 10 ہجری ہے۔ یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عنہ نے کہا ہے: اور یہی وہ سال ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا (کہ آئندہ کوئی مشرک حرم پاک میں داخل نہیں ہوسکتا) اگر کسی آدمی کا غلام کسی دن اس کے گھر میں داخل ہوا اور اس کا آقا اسے یہ کہے: لاتدخل ھذہ الدار بعد یومک (تو آج کے بعد اس گھر میت داخل ہو) تو اس سے مراد نہیں ہوسکتا جس میں وہ داخل ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ توبہ، بیروت)

بَابٌ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ

باب: وہ مقامات جہاں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا بیان

489 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میرے لئے تمام روئے زمین کو طہارت کے حصول کا ذریعہ اور مسجد بنادیا گیا ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند چند خصائص کبریٰ

1۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدائش کے اعتبار سے "اول الانبیاء" ہونا جیسا کے حدیث شریف میں آیا ہے کان نبیا وآدم بین الروح والجسد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت شرف نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جسم و روح کی منزلوں سے گزر رہے تھے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 5 ص 242)

2۔آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا۔

3۔تمام مخلوق آپ ﷺ کے لیے پیدا ہوئی۔

4۔آپ ﷺ کا مقدس نام عرش اور جنت کی پیشانیوں پر تحریر کیا گیا۔

5۔تمام آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی بشارت دی گئی۔

6۔آپ ﷺ کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے ہو کر گر پڑے۔

7۔آپ ﷺ کا شق صدر ہوا۔

8۔آپ ﷺ کو معراج کا شرف عطا کیا گیا اور آپ کی سواری کے لیے براق پیدا کیا گیا۔

9۔آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب تبدیل و تحریف سے محفوظ کر دی گئی اور قیامت تک اس کی بقاء و حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لی۔

10۔آپ ﷺ کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔

11۔آپ ﷺ کو تمام خزاءن الارض کی کنجیاں عطا کر دی گئی۔

12۔آپ ﷺ کو جوامع الکلم کے معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔

13۔آپ ﷺ کو رسالت عامہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا۔

14۔آپ ﷺ کی تصدیق کے لیے معجزہ شق القمر ظہور میں آیا۔

15۔آپ ﷺ کے لیے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا۔

16۔تمام روءے زمین کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ل وے مسجد اور پاکی حاصل کرنے (تیمم) کا سامان بنا دیا۔

17۔آپ ﷺ کے بعض معجزات (قرآن مجید) قیامت تک باقی رہیں گے۔

18۔اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کا نام لے کر پکارا مگر آپ ﷺ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔

19۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "حبیب" کے معزز لقب سے سربلند فرمایا۔

20۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت آپ کی حیات آپ کے شہر آپ کے زمانے کی قسم یاد فرمائی۔

21۔آپ ﷺ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔

22۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں "اکرام الخلق" ہیں

23۔قبر میں آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں منکر نکیر سوال کریں گے۔

24۔آپ ﷺ کے بعد آپ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھرایا گیا۔

25۔ہر نمازی پر واجب کر دیا گیا کہ بحالت نماز اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ ﷺ کو سلام کرے۔

26۔اگر کسی نمازی کو بحالت نماز حضور ﷺ پکاریں تو وہ نماز چھوڑ کر آپ ﷺ پر دوڑ پڑے یہ اس پر واجب ہے اور ایسا کرنے سے اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

27۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا آپ ﷺ کو مختار بنا دیا ہے۔ آپ ﷺ جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں حرام فرمادیں۔

28۔ آپ ﷺ کے منبر اور قبر انور کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

29۔ صور پھونکنے پر سب سے پہلے آپ ﷺ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائے گئے۔

30۔ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا گیا۔

31۔ آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا گیا۔

32۔ آپ ﷺ کو قیامت کے دن "لواء الحمد" عطا کیا گیا۔

33۔ آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔

34۔ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا کیا گیا۔

35۔ قیامت کے دن ہر شخص کا نسب و تعلق منقطع ہو جاوے گا مگر آپ ﷺ کا نسب و تعلق منقطع نہیں ہوگا۔

36۔ آپ ﷺ کے سوا کسی نبی کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام نہیں اترے۔

37۔ آپ ﷺ کے دربار میں بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال صالحہ برباد کردیے جاتے ہیں۔

38۔ آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام کر دیا گیا ہے۔

39۔ آپ ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی کرنے والے کی سزا قتل ہے۔

40۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزات عطا کیے گئے۔ (فہرست زرقانی علی المواہب جلد 5)

عذاب یافتہ جگہ پر نماز نہ پڑھنے کا بیان

490 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ.

❁❁ ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے "بابل" کے پاس سے گزرے مؤذن ان کے پاس آیا اور انہیں عصر کی نماز کے لئے اطلاع دی (لیکن انہوں نے وہاں نماز ادا نہیں کی) جب وہ وہاں سے آگے گزر گئے تو انہوں نے مؤذن کو حکم دیا' تو اس نے نماز کے لئے اقامت کہی جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو انہوں نے یہ بات بتائی میرے حبیب ﷺ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں قبرستان میں نماز ادا کروں اور آپ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں بابل کی سرزمین پر نماز ادا کروں کیونکہ یہ جگہ لعنت یافتہ ہے۔

شرح

دنیا کے قدیم ترین آثار میں چاہِ بابل بھی شامل ہے۔ اس کنویں کا ذکر قرآن مجید کے علاوہ انجیل میں بھی آیا ہے۔ اب جگہ

بابل شہر ہی نہیں رہا، اس کنویں کے وجود کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

لیکن بابل کہاں ہے؟ بابل کا کنواں کس نوعیت کا تھا؟ ہاروت ماروت (جن کا نام چاہِ بابل کے ساتھ ساتھ ہر موقع پر موجود رہتی صورت رکھتا ہے) ان کے سحر کی کیفیت کیا تھی؟ اور خود سحر کیا ہے؟ چاہِ بابل اور اس کے کوائف سمجھنے کے لیے اس قسم کے متعدد سوالات ذہن میں اُبھرتے ہیں۔

قرآن مجید کا بیان

ان تمام سوالوں کے جواب کے لیے ہم قرآن مجید کی سورۂ بقرہ کی طویل ترین آیت (۱۰۲) کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جس میں ان بیشتر امور کا ذکر موجود ہے:

''اور یہ لوگ اس علم کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کی بادشاہت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ البتہ شیطان کفر کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے، اور وہ اس علم کے پیچھے لگ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت ماروت پر اتارا گیا تھا۔ اور وہ دونوں کسی کو بھی نہیں بتلاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو بس ایک ذریعہ امتحان ہیں۔ سو تم کفر اختیار مت کر لینا۔ مگر ان دونوں سے وہ (سحر) سیکھتے جس سے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے، وہ اس کے ذریعہ کسی کو بھی اس کے ذریعہ نقصان نہ پہنچا سکتے تھے، مگر ہاں ارادۂ الٰہی سے۔

''اور یہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اور یہ خوب جانتے ہیں کہ جس نے اسے اختیار کیا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بہت ہی بری ہے وہ چیز جس کے عوض انھوں نے اپنے آپ کو فروخت کر ڈالا ہے۔ کاش وہ جانتے۔''

بائبل کے حوالے

بائبل کے مندرجہ ذیل مقامات میں ان امور کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں:

۱۔ کتاب ۱، سلاطین ۱۱، ۱۲!

۲۔ کتاب ۲، سلاطین باب ۱۷، آیت ۱۷، ۱۹!

۳۔ کتاب مکاشفہ باب ۱۰ آیت ۴، ۵۔ باب ۱۸ آیات ۲۳، ۲۴، ۳۰۔

بائبل کے تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم صرف حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔ البتہ ان کی روایات کا خلاصہ ''نقل کفر، کفر نہ باشد'' کے بمصداق پیش ہے۔ اس کی صحت کی ذمے داری لینا ہمارے بس سے باہر ہے اور شاید اس کے لیے خود یہود و نصاریٰ کے علما بھی تیار نہ ہوں۔ اسرائیلی روایات کا خلاصہ یہ ہے:

ہاروت ماروت دو فرشتے تھے۔ انھوں نے اللہ کے سامنے انسانوں کے گناہوں کا مذاق اڑایا کہ تیری مخلوق ہر قسم کے انعام کے باوجود گناہ کرتی ہے۔ اللہ کو ان کا طنز پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تم دنیا کے ماحول میں ہوتے تو یہی کرتے۔ فرشتوں نے اپنی عصمت کا دعویٰ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین پر بھیج دیا۔ یہیں ایک حسین عورت تھی، جس کا نام زہرہ تھا۔ فرشتے اس پر عاشق ہو گئے۔ اس عورت نے کہا: وصل کی شرط یہ ہے کہ تم شراب پیو، قتل کرو اور بتوں کو سجدہ کرو۔ ان پر عشق کا بھوت ایسا سوار ہوا کہ انھوں نے شراب پی، قتل کیا اور بت پرستی سے بھی گریز نہ کیا۔

زہرہ نے پھر ہاروت ماروت سے آسمان پر جانے کا راز دریافت کیا' تو انھوں نے زہرہ کو ''اسم اعظم'' سکھا دیا۔ وہ اس کی مدد سے آسمان پر چلی گئی اور فرشتے راز الٰہی افشا کرنے کے جرم میں چاہ بابل میں قید کردیے گئے۔ اس جرم میں وہ قیامت تک کنویں کے اندر لٹکے رہیں گے۔ ساری دنیا کا دھواں ان کی ناک کے ایک نتھنے سے داخل ہو کر دوسرے سے گزرتا رہے گا۔

امام ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر میں درج بالا واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ دراصل کعب احبار کا بیان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہیں ہے۔ اور کعب احبار نے صرف اسرائیلی قصوں سے نقل کر دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ا، ص ۱۴۱)

امام فخر الدین رازی نے ان قصوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ یہ سب کچھ فاسد اور مردود ہے۔ عرب عالم دین شہاب عراقی نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو شخص ان قصوں کو مانے وہ اللہ کا منکر ہے۔ وجہ یہی کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور قصے میں انھیں گنہگار بلکہ شیطان خصلت پیش کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض کی رائے بھی یہی ہے۔

ہاروت ماروت کون تھے؟

چاہ بابل کے سلسلے میں سب سے اہم بحث ہاروت ماروت کے بارے میں ہے کہ وہ کون تھے؟ ان کے بارے میں یہود کے ہاں عجیب وغریب روایات مشہور ہیں۔

آرمینیا کی مذہبی کتابوں میں ہاروت ماروت کو دیوتا بیان کیا گیا ہے۔ ان کا وطن جودی پہاڑی بتلایا گیا جسے عبرانی زبان میں اخری طاغ کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل خط میخی میں لکھے ہوئے کچھ کتبات دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کتبوں میں اس زمانے کے خیالات اور مشہور واقعات کی تفصیل موجود ہے لیکن ان میں ہاروت ماروت کا نام فلکمشن لکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ہاروت کا ہی بگڑا ہوا تلفظ ہو۔ (تلمود مدارش یدکوت باب ۴۴)

قرآن مجید میں انھیں ''ملکین'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت (سورۃ البقرۃ: ۱۰۲:۲) ''ملکین'' کا واحد ''ملک'' ہے جس کے معنی ہیں فرشتہ۔ بہت سے مفسرین نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہاروت ماروت اصلاً فرشتے نہ تھے۔ انھیں محض مجازی طور پر مَلِک کہا گیا۔ وہ انسان اور اپنے زمانے کے بااقتدار بادشاہ تھے۔ (تفسیر بیضاوی) چناں چہ آج کل بھی ہمارے ہاں ''مَلِک'' کے نام سے ایک گوت (خاندان) موجود ہے۔ تمام ککے زئی اور بہت سے راجپوت بھی اپنے آپ کو ملک کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نام کے ساتھ ملک لگ جانے سے وہ فرشتے نہیں بن جاتے۔

شہر بابل

یہ شہر دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس پورے علاقے کو بھی بابل ہی کہتے تھے۔ اپنے زمانے میں یہ علاقہ تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ بابل ونینوا کی تہذیب عالمی تاریخ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھی۔ ان لوگوں کا رہن سہن دوسروں کے لیے نمونہ تھا۔ بخت نصر کا عہد اس تہذیب کے انتہائی عروج اور ترقی کا دور تھا۔ اس کے بعد یہاں کی تہذیب کو زوال آنا شروع ہوگیا۔

جدید جغرافیہ میں بابل دنیا کے نقشے پر عراق عرب میں واقع ہے' لیکن صرف کھنڈروں کی صورت۔ کبھی یہ شہر میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ بابل کے گرد ۵۵ میل لمبی فصیل تعمیر کی گئی تھی۔ انھوں نے اسے ''ہفت عجائبات عالم'' میں شمار کیا

ہے۔ کالڈیا اور کلدانیہ اس کے پرانے نام تھے۔ انجیل مقدس میں اس شہر کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(کتاب دانیال ۲:۲، کتاب مکاشفہ ۱۰:۵، ۱۷، ۳، ۱۸: ۲۲، ۲۳، ۲۴)

شہر بابل موجودہ بغداد سے قریباً ساٹھ میل دور جنوب کی سمت دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس کے کھنڈروں کے قریب ہی آج ہلہ (حلہ) کا شہر آباد ہے۔ ان کھنڈروں میں نہروں کے آثار، پانی کے نلکوں کے نشان، شاہی محلات کی بنیادیں اور مضبوط قلعوں کے نشانات اب بھی موجود اور اپنی تہذیب و تمدن کے کمال کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

شہر بابل کی مشہور عمارات میں مندرجہ ذیل خاص اہمیت کی حامل تھیں:

قصر سمیر امیس، بخت نصر کا محل، برج نمرود، معلق باغ جو کئی طبقات پر مشتمل تھا، ایک عالی شان رصدگاہ، بلعوس کا مقبرہ شہر کی طویل و عریض سہ طرفہ حیرت

انگیز فصیل اور برج بابل وغیرہ۔

برج بابل کے متعلق مورخین لکھتے ہیں کہ اس برج میں سات رنگ کے طبقے تھے۔ ان کا تعلق سات اجرام سماوی سے تھا: پہلا طبقہ سیاہ رنگ کا تھا: یہ زحل سے منسوب تھا۔ دوسرا طبقہ سفید رنگ کا تھا: یہ زہرہ سے نسبت رکھتا۔ تیسرا طبقہ نارنجی رنگ کا تھا: اس کی نسبت مشتری سے تھی۔ چوتھا طبقہ نیلے رنگ کا تھا: یہ عطارد سے میلان رکھتا۔ پانچواں طبقہ قرمزی رنگ کا تھا: اس کا مریخ سے میل تھا۔ چھٹا طبقہ نقرئی تھا: اس کا تعلق چاند سے تھا۔ ساتواں طبقہ طلائی تھا: اس کی نسبت سورج سے تھی۔

بابل کے لوگ معبودانِ باطل کے پرستار تھے۔ ان کے خیال میں یہ معبود آسمان کی فضاؤں میں رہتے تھے۔ یہ لوگ اپنی قسمت ان سے وابستہ سمجھتے۔ اسی لیے وہ نجوم شناسی اور علم افلاک میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے بت کدوں میں ستاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

بابل کے کھنڈر اور چاہِ بابل

جنگ عظیم دوم کے دوران ہمارے عزیز محترم چودھری علی احمد سرور عراق گئے۔ انھوں نے بابل کے کھنڈر اور چاہ بابل کا بغور مشاہدہ کیا۔ ہم اس عنوان کے تحت انہی کے غیر مطبوعہ سفرنامہ کے اقتباسات شکریہ کے ساتھ نقل کر رہے ہیں:

''آج یہ سب کھنڈر کے ڈھیر' لیکن چشم بینا کے لیے سرمۂ بصیرت ہیں۔ ان پُر ہول ڈھیروں میں عجیب ہیبت پنہاں ہے اور ساتھ ہی ایک اندوہناک اور نہایت حسرت آمیز درسِ عبرت بھی۔

بابل بغداد سے شہر حلہ کو جانے والی سڑک پر چون (۵۴) میل دور واقع ہے۔ اس سڑک کو ایک چھوٹی سی نہر کاٹتی ہے۔ یہیں سے بابل کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شہر کی فصیل تھی۔ آدھ میل آگے چلیں، تو ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے اور اس کے متصل ایک ریسٹ ہاؤس بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں عمارتیں حکومت عراق کے محکمۂ آثار قدیمہ نے تعمیر کرائی ہیں۔

عجائب گھر میں بابل کے کچھ عجائبات، تصویر کشی اور نقاشی کے نادر نمونے اور قدیم شہر کا مٹی سے بنا ہوا ماڈل رکھا ہے۔ عجائب گھر کی پشت پر ایک ٹیلہ ہے جس پر نشان راہ کی تختیاں نصب ہیں۔ کچھ آگے شاہ بنوکد نصر (بخت نصر) کے جلوس کا راستہ ہے۔ مشرق کی سمت ''نین ماخ'' کا ایک چھوٹا سا معبد ہے۔ گزرگاہِ جلوس کے مغرب میں ایک عمارت ہے جو جنوبی محل کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری عمارت معلق باغ (Hanging Garden) کی ہے جسے "محل اعظم" بھی کہتے ہیں۔اس سے تھوڑی دور آگے ایک تہ خانہ ہے۔کہتے ہیں یہاں نمرود نے حضرت شعیب علیہ السلام کو شیر کے آگے ڈالا تھا۔اس تہ خانہ کی دیواروں پر تصاویر بنی ہیں جو اس دور کے ماہرین فن کی فنکاری کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔جو اینٹیں یہاں استعمال ہوئیں وہ اپنی ساخت اور مضبوطی کے اعتبار سے دور حاضر سے بہت بہتر ہیں۔چند قدم آگے چل کر ایک کنواں آتا ہے جو اوپر سے مربع شکل کا ہے۔اسی کنویں کو "چاہ بابل" کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

چاہ بابل کے قریب پتھر کا ایک بڑا مجسمہ ہے اور ساتھ ہی چند معبد ہیں، جن کو "نی نورتا" اور "گلا" کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔"برج بابل" بھی اس کے قریب ہی واقع ہے۔یہی وہ مقام ہے جہاں سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپسی پر داعئ اجل کو لبیک کہا۔

کھنڈروں سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک مسجد کا گنبد نظر آتا ہے۔کہتے ہیں کہ یہ مسجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعمیر کرائی تھی۔اس کے گنبد اور در و دیوار پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں۔انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کاریگر ابھی چند دن پہلے کام سے اٹھ کر گئے ہیں۔

بابل کے حکمران

بابل کے بانی کا نام نمرود بیان کیا گیا ہے۔اس کا زمانہ قریباً چار ہزار سال قبل مسیح پہلے آیا۔اس کے باپ کا نام کوش اور دادا کا نام حام تھا۔حضرت مسیح سے کوئی پونے چار ہزار سال قبل بنو عاد کے سامی قبیلے نے بابل پر قبضہ کر لیا۔دو یا ڈھائی سو سال ان کی حکومت رہی۔

سامیوں کے بعد اس پر یلامی خاندان کا قبضہ ہو گیا۔وہ نمرود اسی خاندان کا ایک حکمران تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔نمرود اس کا خاندانی لقب تھا، اس کا اصل نام ذوالامر بیان کیا گیا ہے۔نمرود کا زمانہ ۲۳۰۰ سال قبل مسیح میں آیا۔اسی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم دیا تھا۔

اس خاندان کے بعد بابل کے بادشاہوں میں بنوکدنصر بہت مشہور ہوا۔اسے بخت نصر بھی کہتے ہیں۔اس نے بہت سے علاقے بزور شمشیر فتح کیے۔اسی کے ہاتھوں فلسطین میں یہودیوں پر تباہی آئی اور بیت المقدس کا شہر اجڑا۔اس نے کتاب مقدس کا ایک ایک نسخہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا ڈالا۔اس خاندان کا آخری تاجدار نبل شغر تھا۔

حضرت مسیح سے ۵۳۸ (اور بعض روایات کے مطابق ۵۳۹) سال قبل فارس کے بادشاہ نے بابل پر حملہ کر دیا اور اس طرح یہ ملک ایران کا باج گزار بن گیا۔

بابل کا جادو

حضرت سلیمان علیہ السلام جب وفات پا گئے تو بنی اسرائیل بالعموم سحر و طلسم میں مصروف رہنے لگے۔انھوں نے حقیقت چھوڑ کر جادوگری، شعبدہ بازی، طلسم بندی کو اختیار کر لیا۔بابل کے باشندے اس سلسلے میں سب سے آگے بڑھ گئے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس کے فاضل محققین کا بیان ہے کہ اس شہر کے باشندے بہت بڑے جادوگر تھے۔ان

کی مذہبی اور دینیات کی کتابوں میں بھی جگہ جگہ جادو منتر ہی نظر آتے ہیں۔ گویا یہ لوگ سحر اور طلسم کو مذہب کا درجہ دے چکے تھے

(ملاحظہ ہو کتاب سندباد جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

مختصر یہ کہ بابل جادو منتر اور سفلی عملیات میں دور دور تک مشہور تھا۔ کالڈیا اس شہر کا پرانا نام تھا۔ اسی لیے انگریزی میں آج بھی جادوگر کو" کا بابل از تاریخ مسعودی:

ملوک بابل اور ملوک نبط یعنی کلدانیوں کے حالات و کوائف کا باب:

ملوک بابل و نبط درحقیقت ایک ہی ہیں جنہیں تواریخ عالم میں کلدانی لکھا گیا ہے۔ صاحب "کتابیہ" نے ملوک عالم کے بارے میں بیانات قلمبند کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سب سے پہلے سطح ارضی پر آبادکاری کا سلسلہ ملوک بابل ہی نے شروع کیا تھا اور فارس کے قدیم بادشاہوں نے حکومت انہیں سے حاصل کی تھی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے۔

نمرود الجبار:

بابل میں کلدانیوں کا سب سے پہلا بادشاہ نمرود الجبار تھا، جس نے وہاں قریباً ساٹھ سال حکومت کی۔ اس نے عراق میں فرات سے نہریں نکالیں، کہا جاتا ہے کہ ایک نہر جو فرات سے نکل کر کوفے کی طرف آئی، وہ نہر کوثی تھی، جو قصر ہبیرہ اور بغداد کے درمیان بہتی تھی۔ اس کا ذکر چونکہ بھی نے کیا ہے، اس لیے وہ تاریخ میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں عراق کی دوسری نہروں کا ذکر ہم آگے چل کر فارس کے دور اول اور دور ثانی کے بادشاہوں اور طوائف کا ذکر کے ساتھ کریں گے جو ملوک عالم کی نسبت سے وہیں مناسب ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اپنی پچھلی کتابوں میں اسی ترتیب سے کیا ہے۔ اور اس طرح کی مزید وضاحت بھی ہو جائے گی۔

بابل کے باقی بادشاہ:

نمرود الجبار کے بعد دوسرا بادشاہ "بولوس" ہوا۔ جس نے قریباً ستر سال کی عمر تک حکومت کی۔ وہ بھی بہت تندمزاج اور سخت گیر تھا۔ اس کے زمانے میں بھی متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد "فیونوس" بادشاہ ہوا جس کے زمانے میں دوسرے اہل ارض نے اس کے خاندان سے بغاوت کردی۔ اس کے دور حکومت میں بابلی خاندان کی حکومت کے سو سال پورے ہوئے۔ اس کے بعد "سوسوس" بادشاہ ہوا جس نے نوے سال کی عمر تک حکومت کی۔ اس کے بعد جو بادشاہ ہوا اس کا نام "کورش" تھا۔ اس نے پچاس سال حکومت کی۔ اس کے بعد "بوسمیس" نے ستر سال حکومت کی۔ اس کے بعد "انیوس" نے تیس سال حکومت کی۔ "انیوس" کے بعد "افلاوس"، "الحلوس"، "امرونوس"، "کلوس"، "سیفروس"، "ماروس"، "وسطالیم"، "اسوطوس"، "تباولیوس"، "العداس"، "ماطیروس"، "ساوساس"، "فاربنوس"، سوسا در یتوس"، "مسروس"، "طاطالیوس"، "طاطاوس" اور "افروس" نے علی الترتیب بیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، پچاس سال، تیس سال، ساٹھ سال، بیس سال، پچاس سال، چالیس سال، تیس سال اور قریباً چالیس سال حکومت کی۔

"فاربنوس" کا دور حکومت بعض مورخین کے مطابق پینتالیس سال رہا۔ اس کے زمانے میں دارا کے بعد ملوک فارس میں سے ایک نے بابل پر حملہ کیا تھا۔ ویسے لڑائیاں ہونے کو قریب قریب سب کے زمانے میں ہوتی رہیں۔

"افروس" کے بعد "لاوسیس" کا دورِ حکومت پچاس سال (بعض کے نزدیک پینتالیس سال) "افریقریس" کا تیس سال، "منطوروس" کا بیس سال، "قولاقسما" کا ساٹھ سال، "بنطلس" کا پینتیس سال (بعض کے نزدیک پچاس سال) رہا۔ قدیم تواریخ کے مطابق "بنطلس" کے بعد "مرجد" کا دورِ حکومت تیس سال رہا، "مرودوح" کا چالیس سال، "سنجاریب (جس نے بیت المقدس بنایا تھا) کا تیس سال، "بنشوہ منوشا" کا تیس سال، "بختنصر الجبار کا پینتالیس سال، "فرمودوج" کا صرف ایک سال، "بنطنصر" کا قریبا ساٹھ سال، "فسوس" کا قریبا آٹھ سال (بعض کے نزدیک دس سال)، "بمعوسا" کا ایک سال (بعض کے نزدیک اس سے بھی کم)، "داونوس" کا اکتیس سال (بعض کے نزدیک اس سے کچھ زیادہ)، "کسرجوس" کا بیس سال رہا۔ "کسرجوس" کے بعد "مرطاسیہ" بادشاہ ہوا۔ لیکن اسے 9 مہینے بعد قتل کر دیا گیا۔ "مرطاسیہ" کے بعد "شخت" نے اکتالیس سال، "احترست" نے تین سال (بعض کے نزدیک دوسال دو مہینے)، "شعریاس" نے ایک سال (بعض کے نزدیک صرف 9 مہینے)، "داریوس" نے بیس سال (بعض کے نزدیک انیس سال)، "اطحست" نے انتیس سال اور "دار السیع" نے پندرہ سال (بعض کے نزدیک دس سال) حکومت کی۔

ملوکِ بابل کے اعمال:

ملوک بابل کے نام اور ان کے ادوار حکومت کی مدتیں وغیرہ تو سب وہی ہیں جو قدیم تواریخ کے مطابق ہم نے ترتیب وار سطور بالا میں پیش کی ہیں۔ اب ان کے کچھ قابل قدر کارنامے بھی سن لیں؛

انہوں نے بنی نوع انسان کے لیئے آبادکاری کی بنیاد رکھی، شہر بسائے، سمندروں کی تشخیص کی، ارضی آثار و کوائف کا پتا لگایا، لوہا، سیسہ اور تانبہ وغیرہ نکالنے کے لئے کانیں کھدوائیں، تلواریں اور ان کی طبعی تراش خراش ایجاد کیں، لڑائی کے محاذوں اور جنگی فنون کا تعین کیا۔ لڑائی کے قوانین اور عساکر کے قلب، میمنہ، میسرہ اور ان کے بازوؤں کی ترتیب کا تعین کیا، لڑائی کے پینتروں کا انسانی جسم کے مطابق تعین کیا جو ان سے قبل کسی کو اس ترتیب سے معلوم نہ تھے، لشکروں کی صفوں کو بالکل اسی طرح مرتب کیا جس طرح ہاتھی، چیونٹیاں اور دوسرے جانور لڑائی کے مواقع پر فطری طور پر مرتب کر لیتے ہیں۔ لڑائی میں حملے کے طریقے بالکل اسی وضع پر نکالے جیسے شیر، چیتے، تیندوے اور بھیڑیئے اپنے جسم کی ساخت اور توڑ موڑ کے مطابق رکھتے ہیں۔ فوجوں کے علم اس طرح بنوائے کہ افواج کا ہر حصہ دوسرے حصے سے ممتاز رہے اور فوراً پہچانا جائے۔ زمین کے مختلف طبقات کی شناخت بالکل اسی طرح کی جیسے بچھو اور زمین کے اندر رہنے والے کیڑے مکوڑے اور دوسری مخلوق اپنے سوراخوں کے لیے کرتی ہے۔ مختلف رنگ بھی انہیں کی ایجاد ہیں۔ اُنہوں نے رنگوں کی تعداد چھ بتائی، یعنی سیاہ، سفید، صفرادی، سرخ، سبز اور آسمانی۔

رنگ؛

بعض اقوام نے قوس وقزح کے رنگوں اور ان رنگوں کو ملا کر جو ایک دوسرے کے امتزاج سے بنتے ہیں ان کی مجموعی تعداد بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ نور بصارت اور بیرونی رنگوں میں کیا نسبت اور تعلق ہے، مثلاً کونسا رنگ نور بصارت سے میل کھاتا ہے اور کونسا نہیں، نیز یہ نگاہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کس رنگ پر جمتی ہے اور کس رنگ سے اس میں خیرگی پیدا ہوتی ہے جیسے سیاہ رنگ پر نگاہ ٹھہرتی ہے اور سرخ پر نہیں جمتی۔ کلدانیوں نے لشکر کے جھنڈوں کے لیے رنگ کا تعین کیا۔ اور محافل نشاط وسرود اور بچوں کے لباس میں ان رنگوں کے استعمال کی ممانعت کی۔ انہوں نے رنگوں کے استعمال کو الوانِ فلکیات پر منحصر کیا۔ ملوک عالم کے اخبار و سیر،

ان کے فطری عادات وخصائل اور ان کے باہمی اختلافات کا مفصل بیان ہم اپنی دو پچھلی کتابوں "اخبار الزماں" اور "کتاب الاوسط" میں درج کر چکے ہیں۔

بعض مورخین کے مطابق بابلی اور نبطی اقوام درحقیقت ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ کچھ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ جو فارس کی طرف بلخ وغیرہ میں جا کر بس گئے تھے دراصل نبطی ہی تھے۔ نبطی قوم کے انساب کے بارے میں آگے چل کر ملوک عالم کے سلسلے میں مزید اندرجات کریں گے۔ (تاریخ مسعودی جلد ۱)

تاریخ ابن خلدون میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

شہر بابل کی تعمیر

تاریخ ابن خلدون جلد اول میں لکھا ہے کہ: "علامہ ابن سعید کتاب البدر میں نقل کرتا ہے کہ جس نے اولاد حام ابن نوح سے پہلے بادشاہت کی اور حکومت وسلطنت کی بنا ڈالی وہ کنعان بن کوش ابن حام بن نوح تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کنعان کس وجہ سے کس زمانہ میں اپنی جائے ولادت شام سے زمین کے اس حصہ کی طرف چلا آیا۔ جس کو اب سرزمین بابل کہتے ہیں اور ایک شہر اٹھارہ کوس مربع میں بابل نامی آباد کیا۔ اس کے بعد نمرود نامی اس کا لڑکا تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ ہوا اس نے اکثر معمورات عالم پر قبضہ کرلیا۔ اس کی عمر نسبتاً دوسروں سے زیادہ ہوئی۔ بنی حام میں سے یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے دین صابیہ اختیار کرلیا تھا اسی کی دیکھا دیکھی تھوڑے دن بعد اولاد سام بھی اس مذہب کی طرف مائل ہوگئی تھی۔ عابر ابن شالخ جو شالخ بن ارفشند کا جانشین تھا، یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا لیکن نمرود اس پر غالب آیا اور اسے کوثا سے نکال دیا۔"

دوسری جگہ ابن خلدون باب اول، ملوک بابل، موصل ونینوئی میں لکھتے ہیں:

کنعان بن کوش بن حام

اس سے پہلے یہ امر ظاہر کردیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کنعان بن کوش بن حام تخت حکمرانی پر رونق افروز ہوا۔ اسکے بعد اس کا لڑکا نمرود بادشاہ بنا اور یہ صابیہ مذہب کا مقلد تھا، اور بنی سام خالص موحد تھے اور اس توحید کے پابند تھے جو ان سے پہلے کلدانیوں میں رائج تھی۔ ابن سعید کہتا ہے کہ کلدانیوں کے معنی "موحدین" کے ہیں۔ توریت میں نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے اور کنعان بن کوش کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ بلبلہ

ابن سعید کہتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارفشند حملہ کر کے اطراف بلاد پر قابض ہوگیا اور کوثا سے جزیرہ موصل کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے ایک شہر مجدل نامی آباد کیا اور مرتے دم تک یہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا فالغ اس کا وارث وقائم مقام ہوا اور نمرود اور اسکی قوم پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بلبلہ آیا۔ بلبلہ ایک مشہور واقعہ ہے اس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے لیکن ہم اس کے معنی نہیں سمجھ سکتے اور یہ کہنا کہ تمام بنی آدم کی ایک زبان تھی، وہ سب کے سب شب کو سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو انکی زبانیں مختلف ہوگئیں۔ بالکل خلاف قیاس اور عادتاً بعید ہے مگر یہ کہ اسے ہم خوارق انبیاء میں شمار کریں تو اس وقت یہ معجزہ میں

داخل ہو جائے گا حالانکہ اس کی روایت کسی نے نہیں کی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے خرق عادت اور اختلاف السنہ (زبانوں) کو تقدیر الٰہی کا ایک نمونہ اور اسکی کبریائی کا کرشمہ تصور کر لیں اور اس کے علاوہ بلبلہ کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

موصل بن جرموق کا بابل پر قبضہ

ابن سعید کا بیان ہے کہ سوریان بن نبط نے قانع کو بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔لیکن اس نے عہد توڑ دیا اور اس سے لڑا اور جب قانع مر گیا اور اس کا لڑکا ملکان حکمران ہوا تو سوریان نے جزیرہ لے لیا اور بنی عابر (ملکان) کو جزیرہ سے نکال باہر کر کے جزیرہ کی حکومت اپنے ہمشیرزادہ موصل بن جرموق کو دے دی۔ ملکان اپنے اہل وعیال کے ساتھ پہاڑ پر چلا گیا اور وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی۔بعض کا خیال ہے کہ خضر اسی کی نسل سے ہیں۔اس واقعہ کے بعد موصل اپنے ماموں سوریان بن نبط سے باغی ہو کر بابل کا مستقل حاکم بن بیٹھا اسی کے زمانہ سے ایک حکومت جرامقہ کے نام سے قائم ہوگئی اور ملوک جرامقہ ملوک نبط سے علیحدہ ہو گئے۔

ابن خلدون آگے تحریر کرتے ہیں کہ:

نمرود: ملوک بابل نبط ہیں اور وہ نبط اشوذ بن سام کی اولاد میں سے ہیں۔ مسعودی ان کو نبط بن ماش بن ارم کی طرف منسوب کرتا ہے۔یہ بابل میں رہتے تھے ان میں سب سے پہلے شوریان بن نبط نے بادشاہت کی۔ مسعودی کہتا ہے کہ اسے قانع نے بابل کی حکومت پر مامور کیا۔قانع کے انتقال کے بعد اس نے بدعت صابیہ ظاہر کی اور اسی مذہب کا پابند ہوا اس کے بعد اس کا لڑکا کنعان ملقب بن نمرود تھا اور جس نے آذر (پدر سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کو طلب کر کے بیت الاصنام (بت خانہ) کا داروغہ مقرر کیا تھا کیونکہ ارغو بن قانع اپنے باپ کے انتقال کے بعد کوثی چلا آیا اور نمارده کے ساتھ مذہب صابیہ اختیار کر لیا یہی مذہب اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل آزاد بن ناحور تک برابر چلا آیا۔ حاجر بن کوش نے ہاجر کو بیت الاصنام کا داروغہ مقرر کیا اور ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

مزید لکھتے ہیں:

بخت نصر کا بیت المقدس پر حملہ

الغرض بابل میں نمارده (نمرودوں) کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور بخت نصر انہیں میں سے تھا جیسا کہ بعضوں نے لکھا ہے بعضے کہتے ہیں کہ جرامقہ (اہل نینویٰ) نے بابل پر فوج کشی کی۔ چنانچہ سنجاریف اس پر قابض ہوا اور اس نے اپنے امراء میں سے بخت نصر کو اس کا گورنر مقرر فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اہل بیت المقدس نے عہد توڑ دیا۔تب بخت نصر نے بنی اسرائیل سے بیت المقدس میں معرکہ آرائی کی اور محاصرہ وقتل اور قید کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور ان کی مسجد کو ویران کر دیا۔

ایرانیوں کا بابل پر تسلط:

پھر جب بخت نصر مر گیا تو اس کا لڑکا نشبت نصر بادشاہ ہوا۔اس کے بعد منغیر حاکم ہوا۔اس سے اور ارتاق مرزبان کسریٰ سے لڑائی ہوئی، ارتاق نے اسے مار ڈالا اور بابل اور اطراف بابل کا حاکم بن بیٹھا اس کے بعد نبط اور جرامقہ دولت فارس کی رعیت

میں شمار کئے جانے لگے اور نمرودوں کی بابل سے حکومت ختم ہوگئی۔(ھذا ذکرہ ابن سعید دھلکہ من داھر مؤرخ دولۃ فرس) ایسا ہی ابن سعید نے ذکر کیا ہے اور اس کو نقل کیا ہے داہر مؤرخ دولت فارس سے۔"

ابن خلدون کی ہی تاریخ میں مزید لکھا ہے کہ:

"سریانیین: ابن سعید نے سریانیین اور نبط کو ایک گروہ اور ایک ہی حکومت قرار دیا ہے۔ لیکن مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ دو دو حکومتیں تھیں۔ سریانیین کی نسبت وہ کہتا ہے کہ طوفان کے بعد دنیا میں سب سے پہلے سریانیین نے بادشاہت کی ایک صدی یا کسی قدر اور زیادہ زمانہ میں ان کے نو بادشاہوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کئے ہیں جنہیں ہم عدم اعتماد اور عدم صحت کے باعث تحریر نہیں کرنا چاہتے ہاں شوشان کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا اور یہی تاج کا موجد ہوا تھا اور چوتھے بادشاہ نے قلعے بنوائے، شہر آباد کئے اس کے زمانہ میں ہند کا بادشاہ ربیل تھا اور اس نے اکثر ملوک مغرب کی سلطنتیں چھین لیں اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آٹھویں کا نام ماروت بتلاتا ہے اور اپنے آخر کلام میں ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ موصل اور بابل کے حاکم تھے ملوک یمن ان سے اکثر مغلوب اور کبھی غالب رہتے تھے نویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج تھا اس کی طبیعت میں تلون حد سے زیادہ پایا جاتا تھا اور اس کے بھائی نے سلطنت تقسیم کر لی تھی۔" غرض کہ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خمر (شراب) کھینچی وہ فلاں شخص تھا، جس نے شطرنج کا کھیل ایجاد کیا وہ فلاں تھا، جو سب سے پہلے بادشاہ ہوا وہ فلاں تھا (وغیر ذلک) حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب خلاف قیاس باتیں اور صحت سے منزلوں دور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ سریانیین اقدم الخلیقہ (خلقت میں سب سے مقدم) ہیں اسی وجہ سے تمام پرانی چیزیں مثلاً لغت، سحر، خط وغیرہ ان کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

نبط:

نبط کی نسبت مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل سے تھا وہ لکھتا ہے کہ ان کا پہلا بادشاہ نمرود جبار تھا اور یہ ماش بن ارم بن سام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس نے بابل میں محل بنوایا تھا اور کوفہ کی نہر کھدوائی تھی اور دوسرے مقام پر اسی نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دونوں نمرود ایک تھے یا کہ دو پھر نمرود کے بعد چودہ سو برس کے اندر چھیالیس بادشاہوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کرتا ہے جن کو ہم عدم صحت کی وجہ سے نقل نہیں کرنا چاہتے لیکن "الموئی" میں نو صدی کے اندر بیس بادشاہوں کے نام تحریر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ نویں صدی میں ملوک بابل، اہل فارس سے لڑے اور چودہویں صدی میں بیان کرتا ہے کہ اس صدی میں سنجاریف بادشاہ تھا۔ یہی بنی اسرائیل سے لڑا تھا اور انہیں بیت المقدس میں گھیر رکھا تھا اور اس نے ان سے جزیہ لیا تھا اور اس کا سب سے پچھلا بادشاہ داریوش تھا جو دارا کے لقب سے مشہور تھا جسے سکندر نے قتل کیا جبکہ اس نے بابل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اس نے اپنے اس سلسلہ کلام اور ملوک بابل کے بیان میں خلیل علیہ السلام کے نمرود کا کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ ان نماردہ (نمرودوں) کو سکونت بابل بتلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نمرود کے متعلق طبری کا بیان:

طبری کہتا ہے کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام، ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا پہلے یہ لوگ عاد ارم سے مشہور تھے جب وہ

گروہ ہلاک ہوگیا تو ثمود ارم کہے جانے لگے، جب یہ بھی ہلاک ہوگئے تو نمرود ارم کے نام سے مشہور ہوئے اور جب یہ بھی ہلاک ہوگئے تو تمام اولادِ ارم کو ارمان کہنے لگے۔ یہ سب نبط ہیں اور یہ موحد تھے اور بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بادشاہ ہوا اور اُس نے ان کو بت پرستی سکھلائی۔ انتھیٰ کلام الطبری۔

بابل؛ ہروشیوش مؤرخ روم کہتا ہے کہ جس نے اہل بابل کو بت پرستی کی طرف مائل کیا وہ نمرود الجسیم تھا اور بابل مربعۃ الشکل آباد کیا گیا تھا اس کی شہر پناہ اسی میل کی تھی اس کی دیواریں دو سو گز بلند اور پچاس گز چوڑی اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھیں۔ شہر پناہ کے سو دروازے تھے جن میں تانبے کے کواڑ لگے ہوئے تھے اور اس کے اوپر محافظین کے رہنے کے لیے مقامات بنے ہوئے تھے۔ جنگی سپاہیوں کا فصیلوں اور دیواروں پر پہرہ رہتا تھا۔ شہر پناہ کے باہر خندق تھی اور خندق کے باہر ایک عمیق نہر تھی اس شہر پناہ کو ملک بیرش (کسریٰ اول) بادشاہ فارس نے مسمار کیا جب کہ اسے بابل پر قبضہ حاصل ہوا۔ انتھیٰ کلام ہروشیوش۔ ان لوگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود جی نام ہر بادشاہ بابل کا ہے۔ اسی وجہ سے انساب مختلفہ میں کبھی سام کی طرف اور کبھی حام کی طرف منسوب کردیتا ہے۔

نمرود کے متعلق دوسری روایت؛

بعض مورخین یہ گمان کرتے ہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام کا نمرود، نمرود بن کنعان بن سنجاریف بن نمرود الاکبر تھا اور بخت نصر اس کی نسل سے ہیں اور یہ ابن براز اد بن سنجاریف بن نمرود ہے اور شاہانِ کیانی (فارس والے) بابل پر چڑھ آئے تھے اور اسکو مغلوب کرلیا تھا۔ لیکن پھر اسے بحال رکھا اور کسی قدر خراج مقرر کرلیا تھا اور بنی ساسان میں سے کسریٰ اول نے شہر بابل کو ویران کیا ہے اور اسرائیلین اپنے انبیاء دانیال اور ارمیا کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ بخت نصر کاسد بن حاور کی نسل سے ہیں اور یہ ابراہیم الخلیل علیہ السلام کا بھائی ہے۔ بنو کاسد ملوک بابل میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں کیدانیین بھی کہتے ہیں انہیں میں سے بخت نصر بھی تھا جو اکثر معموراتِ عالم پر قابض ہوگیا تھا اور بنی اسرائیل کو مغلوب کردیا تھا اور ان کی حکومت چھین لی تھی اور بیت المقدس کو ویران کردیا تھا۔ اس کی حکومت مصر سے متجاوز ہوگئی تھی، پینتالیس برس تک یہ سلطنت کرتا رہا۔ اس کے بعد اسکا بیٹا اویل مردو بن بخت نصر تئیس برس تک حکومت کی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد بلیتصر بن اویل مردو تین برس تک حکمران رہا۔ اسی کے اخیر زمانہ میں دارا (شاہ فارس) اور اس کے داماد کورش نے بابل پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ بعض اسرائیلین کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر اور ملوک بابل کسدیم کی اولاد سے ہیں اور کسدیم عیلام بن سام (برادر اشوز) کی نسل سے ہیں اور اشوز سے ملوک موصل ہیں۔ انتھیٰ الکلام فی ملوک الموصل وملوک البابل، وهذا غاية ما ادى اليه البحث من اخبارهم وانسابهم)۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"ملوک بابل وموصل ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اسکی روحانیت کا بذریعہ طلسم اور سحر اتارتے تھے اسی طریقہ کا نام صابیہ ہے، طلسمات اور سحر میں ان کو بڑا دخل تھا۔ ستاروں کی حرکت اور آثار کے خوب ماہر تھے کبھی اس دعویٰ پر آیت (وما أنزل على الملكين۔ البقرہ ایک سو دو) بکسر اللام کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ ہاروت و ماروت ملوک سریانیین میں سے تھے اور یہی اول موک بابل ہیں اور بقرات مشہور یہ دونوں (ہاروت و ماروت) فرشتہ تھے اس صورت میں اس فتنہ کی بابل کے ساتھ تخصیص یہ ظاہر

کرتی ہے کہ اہل بابل سحر وطلسمات میں اور باشندگان عالم کی بہ نسبت زیادہ ملکہ رکھتے تھے اور ان دلائل کے علاوہ جو ان کی نجومیت اور ساحریت پر پیش کیئے جاسکتے ہیں یہ ہیں کہ ہم نے یہ علوم (نجوم وسحر) اہل مصر سے حاصل کئے ہیں اور اہل مصر ان کے ہمسایہ تھے ملوک مصر کو بھی اس فن کی طرف خاص توجہ تھی۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جادوگر جمع کئے گئے تھے۔ صعید مصر میں اب تک جادو کے آثار اس دعویٰ کی شہادت دے رہے ہیں۔ (واللہ اعلم)"۔

البدایہ والنہایہ کی جلد دوئم کے باب بیت المقدس کی تباہی کے بیان میں ابن کثیر نے بھی تقریباً انہیں سب واقعات کا ذکر لکھا ہے جس کو تکرار تحریر کے سبب نہیں لکھا جارہا یہاں پر۔ لیکن اس میں سے کچھ معلومات کے غرض سے جو چیز مختلف ہے وہ یہاں لکھی جارہی ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"بہر کیف اب بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی تباہی کو اکیسویں سال سے زیادہ گزر چکے تھے اور اس دوران میں بابل کا وہ پہلا بادشاہ جس کے ساتھ رہ کر بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا مر چکا تھا اور بادشاہت اس کے بیٹے لہراسپ کے حصے میں آئی تھی۔ پھر اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بشتاسب بابل کا بادشاہ ہوگیا تھا اور اس نے بابل پر اسویں سال حکومت کی تھی جب کہ اس سے قبل لہراسپ کے زمانہ میں بخت نصر بھی فوت ہو چکا تھا۔ تاہم بشتاسب نے بابل سے شام میں جاکر دمشق کی ویرانی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کے کھنڈرات میں درندوں نے بسیرا کرلیا ہے بلکہ اس تمام عرصے میں سرزمین فلسطین کی بھی یہی حالت ہو چکی تھی اور وہاں کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا تھا۔

یہ دیکھ کر بشتاسب نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جنہیں بخت نصر بیت المقدس سے گرفتار کرکے اور غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا تھا آزاد کرکے یہ اجازت دے دی تھی کہ ان میں سے جو چاہے وہاں سے اپنی آبائی سرزمین فلسطین واپس جاسکتا ہے چنانچہ وہ لوگ فلسطین واپس آگئے تھے اور انہوں نے وہاں جگہ جگہ کئی شہر بھی آباد کرلیئے تھے بلکہ جہاں تک ہوسکا تھا بیت المقدس کی بھی از سرِ نو تعمیر کرلی تھی اور اس دوران میں آل داؤد ہی کا ایک شخص ان کا حکمران رہا تھا۔ جب ارمیا علیہ السلام اپنی ستر سالہ نیند سے بیدار ہوئے تو وہ یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے اور پکار اٹھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تاریخ طبری جلد اول کے باب بادشاہ جمشید، نوح اور انکی اولاد، میں طبری نے لکھا ہے کہ "ابو جعفر سے مروی ہے کہ بخت نصر اور جم کے درمیان کافی زمانہ کا وقفہ ہے مگر ضحاک بھی بخت نصر کو ہی کہا جاتا ہے لہٰذا بخت نصر سے مراد ضحاک ہی ہے۔ نیز ضحاک کے باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: "ضحاک (بخت نصر) نے سرزمین بابل میں ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام حوب رکھا تھا وہاں اس نے قبطیوں کو مصاحب اور روزہ دار بنا کر رکھا تھا جبکہ باقی قبائل کے لوگوں پر وہ ظلم وتشدد کرتا تھا اور ان کے بچوں کو ذبح کردیا تھا۔"

اسی طرح طبری کی تاریخ میں بیوراسپ یعنی اژدہاق کے تذکرے کے باب میں تحریر ہے کہ: "سوق ثمانین میں آبادی کا اضافہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے بیٹوں کے لیئے اُتی کا بازار تنگ پڑ گیا تو وہ بابل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے تعمیر کیا۔ یہ فرات اور سرات کے درمیان واقع ہے اس کی لمبائی اور چوڑائی بارہ بارہ فرسخ تھی اور اس کا دروازہ مقام دوران میں تھا۔ اگر آپ کوفہ کے پل کو عبور کریں تو یہ بائیں جانب ہے پس اس کی تعداد یہاں بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ تمام مسلمان تھے۔"

مصادر:

طبقات ابن سعد، تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری۔

لذین" کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شہر کا باشندہ ہونا ہی جاذبِ گریہ ہونے کی علامت تھی۔

491 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ اَزْهَرَ، وَابْنُ لَهِيعَةَ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، بِمَعْنَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ مَكَانَ فَلَمَّا بَرَزَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں ایک لفظ مختلف ہے۔

492 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَقَالَ مُوسَى فِي حَدِيثِهِ فِيمَا يَحْسَبُ عَمْرٌو - اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ

⊛⊛ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمام روئے زمین نماز ادا کرنے کی جگہ ہے۔ صرف حمام اور قبرستان کا (حکم مختلف ہے)"۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْاِبِلِ

باب: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کی ممانعت

493 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْاِبِلِ؟ فَقَالَ: لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْاِبِلِ فَاِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: صَلُّوا فِيهَا فَاِنَّهَا بَرَكَةٌ

⊛⊛ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین میں سے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم وہاں نماز ادا کرلو کیونکہ یہ برکت والی (جگہ) ہے۔

شرح

شیطنت سے مراد شرارت ہے۔ اگر بکریوں کے باڑے اور اونٹ کے باڑے کے علاوہ نماز کے لئے کوئی جگہ نہ ہو،

ہوتو بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ اونٹ کینہ رکھتا ہے اور اس سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اونٹ شیطان سے پیدا ہوا۔ ورنہ وہ حلال نہ ہوتا اور نبی اکرم ﷺ اس کے اوپر نماز ادا نہ کرتے۔ لیکن شافعی کی روایت میں ہے کہ جب تم اونٹوں کے باڑہ میں ہو اور صلاۃ کا وقت آجائے تو وہاں سے نکل جاؤ کیوں کہ اونٹ جن ہیں۔ اور جنوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اونٹوں میں شرارت کا مادہ زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے وہاں صلاۃ پڑھنا منع ہے۔ اکثر علماء کا ماننا ہے کہ اگر جگہ پاک ہو تو اونٹوں کے باڑے میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

سات مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱) جہاں ناپاک چیزیں ڈالی جاتی ہوں۔ (یعنی کوڑی)۔ (۲) جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہوں (۳) راستے کے درمیان۔ (۴) مقبرے میں۔ (۵) حمام کے اندر۔ (۶) اونٹوں کے بندھنے کی جگہ پر۔ (۷) اور خانہ کعبہ (کعبۃ اللہ کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے البتہ ضرورت کے لئے چھت پر چڑھنا جائز ہے ۱۲) کی چھت پر۔"

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 699)

بعض علماء سلف تو حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہی فرماتے ہیں کہ مقبرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک مقبرہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا متفقہ طور پر علماء کے نزدیک حرام ہے مزبلہ اور مجزرہ (یعنی کوڑی اور مذبح) میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ ان دونوں جگہوں میں نجاست و گندگی پھیلی رہتی ہے۔ چنانچہ ان مقامات میں اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جو صاف ہو مگر اس کے قریب ہی نجاست بھی پڑی ہو یا نجاست ہی پر مصلی بچھا کر نماز پڑھی جائے۔ یہ مکروہ ہے اس سے دین کی حقارت و بے وقعتی ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی رفعت شان اس بات کی متقاضی ہے کہ اسے بالکل پاک وصاف جگہ ادا کیا جائے نہ کہ ایسی جگہ جہاں گندگی و نجاست پھیلی ہوئی ہو۔

راستہ کے درمیان نماز پڑھنا اس لئے ممنوع ہے کہ وہاں لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے دھیان بٹتا ہے اور یکسوئی حاصل نہیں ہوتی نیز اس سے لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ عام گزرگاہ ہونے کی وجہ سے اگر لوگ مجبوری کی بناء پر نمازی کے آگے سے گزریں گے تو ان کے گزرنے سے نمازی گناہگار ہوگا اور اگر لوگ بے ضرورت ہی گزریں گے۔ تو وہ گناہگار ہوں گے۔ حمام میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ستر کھلنے اور شیطان کے رہنے کی جگہ ہے کعبہ کی چھت پر بھی نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے کعبۃ اللہ کے بے ادبی ہوتی ہے۔

اب علماء کے ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ ان ساتوں جگہوں پر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا گیا ہے تو آیا یہ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک تو ان ساتوں جگہ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہیں۔

بَابُ مَتٰی يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ

باب: بچے کو کس وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا

494 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰی يَعْنِي ابْنَ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ اِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَاِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا

⚙⚙ عبدالملک بن ربیع اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب بچہ سات سال کا ہو جائے' تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے' تو (نماز نہ پڑھنے پر) اس کی پٹائی کرو''۔

495 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارٍ اَبِي حَمْزَةَ- قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ اَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.

⚙⚙ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں' اور (نماز نہ پڑھنے پر) ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہو جائیں' اور (دس سال کا ہونے پر) ان کے بستر الگ کر دو''۔

496 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ، بِاِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ: وَاِذَا زَوَّجَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ اَوْ اَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرْ اِلٰی مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهِمَ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ، وَرَوٰی عَنْهُ اَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا اَبُو حَمْزَةَ سَوَّارٌ الصَّيْرَفِيُّ

⚙⚙ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

''جب کوئی شخص اپنی (کنیز کی) اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ شادی کروا دے تو پھر وہ (اس کنیز کی) ناف سے لے کر

494- حديث صحيح. عبد الملك بن الربيع بن سبرة روى عنه جمع ووثقه العجلي، والامام الذهبي في "الكاشف"، وقال في الميزان: صدوق ان شاء الله وقال: ضعفه يحيى بن معين فقط. وقال ابن القطان في "الوهم والايهام" /1384: وعسى ان يكون الحديث حسناً واخرجه الترمذي (409) من طريق عبد الملك بن الربيع، بهذا الاسناد. وقال: حديث حسن صحيح، وصححه ابن خزيمة (1002) والحاكم 1/ 258، وابن الملقن في "البدر المنير" 3/ 238، وهو في "مسند احمد" (15339)، و"شرح مشكل الآثار" (2565) و (2566)

گھٹنوں تک کے درمیانی حصے کو نہ دیکھے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) وکیع نامی راوی کو اس کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ ابوداؤد طیالسی نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابوحمزہ سوار صرفی نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

497- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: مَتَى يُصَلِّي الصَّبِيُّ، فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ، فَمُرُوهُ بِالصَّلَاةِ

❁❁ ہشام بن سعد بیان کرتے ہیں: ہم معاذ بن عبداللہ جہنی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا: بچہ کب نماز پڑھنا شروع کرے گا' تو اس نے بتایا ہم میں سے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ اپنے دائیں اور بائیں کو پہچاننے لگے تو تم اسے نماز کا حکم دو۔

بچوں کو نماز اور دینی ماحول فراہم کرنے کا بیان

امام شافعی کا بیان ہے: "باپوں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو ادب سکھلائیں۔ طہارت اور نماز کی تعلیم دیں اور باشعور ہونے کے بعد (کوتاہی کی صورت میں) ان کی پٹائی کریں۔" (شرح السنۃ: ۲۰۷/۲)

بچوں کو کس طرح نماز کا پابند بنایا جائے۔ اس حوالے سے ہم تین طرح کی تقسیم کرسکتے ہیں۔

1 سات سال کی عمر سے قبل کا دورانیہ۔

2 سات اور دس سال کا درمیانی عرصہ۔

3 دس سال سے سن بلوغت تک کا مرحلہ۔

قبل اس کے کہ ان مراحل کی وضاحت کی جائے، ہم بچوں کی تربیت کے حوالے سے چند ضروری باتیں والدین کے گوش گزار کرتے ہیں۔

نصیحت میں اگر حکمت نہ ہو تو فضیحت بن جاتی ہے۔ آدمی اگر ایک کام خود کرے اور دوسرے کو اس سے منع کرے یا اس انداز سے نصیحت کرے جس سے حقارت ونفرت کا احساس پیدا ہو یا اٹھتے بیٹھتے اس کی رٹ لگائے رکھے تو پھر سننے والے کے دل میں ضد اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس نصیحت کو درست جانتے ہوئے بھی اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ بزرگوں کے مخلص اور بہی خواہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ان کی خیر خواہی کو نادان کی دوستی بہر حال نہیں ہونا چاہیے۔

بچوں کو نماز کا پابند بنانے کے لئے شوہر اور بیوی کی باہمی ذہنی ہم آہنگی انتہائی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس حوالے سے دونوں کی رائے آپس میں مختلط ہو۔ ایک بچے کو نماز کا حکم دے رہا ہو جب کہ دوسرے کا خیال ہو کہ جب بڑا ہو گا تب دیکھا جائے گا۔ اس سے بچہ تذبذب کا شکار ہو کر کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا حالانکہ یہ عمر ایسی ہوتی ہے جس میں وہ دوسروں کی تقلید اور راحت پسند

کرتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ گھر میں تمام اہل خانہ بچے کو نماز کی ترغیب دلائیں۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچے کو بتائیں کہ مسلمان کی زندگی میں نماز خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اور بچے کی عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے مناسب اُسلوب میں وعظ وتذکیر کی جائے۔

بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ مومن نماز اس لئے ادا کرتا ہے تاکہ رضائے الٰہی کے حصول میں کامیاب ہوجائے، نماز پڑھنے والے کو روز قیامت جنت میں داخلہ ملے گا، نماز اہل ایمان کا شعار اور ارکان اسلام میں سے ہے۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پابندی کو لازم پکڑیں۔

والدین اپنے بچوں کے ساتھ گھل مل کر رہیں، ان کو مناسب وقت دیں، ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہوں اور ان کی باتوں کو توجہ سے سنیں۔ اس سے بچوں کے لئے انہیں سمجھنا آسان ہوگا اور والدین کے لئے بھی ان سے اپنی بات منوانا چنداں مشکل نہ رہے گا۔

کوشش کی جائے کہ بچوں کی صحبت نیک بچوں کے ساتھ ہو، کیونکہ لاشعوری طور پر انسان کے اندر اپنے دوستوں کے خیالات ونظریات تشکیل پاتے ہیں۔

حدیث میں ہے: »اَلرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ« (سنن ابی داود: ۴۸۳۳) "انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔"

بچوں کو کسی کام کی ترغیب دلانے کے لئے محبت وشفقت کا مظاہرہ کیا جائے اور اگر بچے کوئی اچھا کام کریں تو اس پر ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرنے میں بخل سے کام نہ لیا جائے اور وقتاً فوقتاً کسی فعل حسن پر ان کو انعامات سے نوازا جائے۔

والدین کو چاہئے کہ بچوں کے لئے کثرت کے ساتھ دعائیں کریں، کیونکہ ان کی دعائیں بچوں کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی اپنے بچوں کے لئے مانگی گئی دعاؤں کو رد نہیں فرماتے۔

فرمان نبوی ﷺ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ (سنن ابن ماجہ: ۳۸۶۲)

"اللہ تعالیٰ تین طرح کی دعا ضرور قبول کرتے ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والدین کی اپنے بچوں کے لئے کی گئی دعا۔"

لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے صراط مستقیم اور حفظ وامان کی دعائیں کریں۔

فرمان الٰہی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا۔ (الفرقان: ۷۴)

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔"

والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے بددعا نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ ان کی بددعا بچوں کے لئے مستقل تباہی وبربادی کا سبب بن جائے۔

پیدائش سے سات سال تک کا دورانیہ

پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک کے دوران بچہ اپنے والدین اور دیگر اہل خانہ کی تقلید کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا والدین بچے کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرنے کے بجائے اس کے سامنے سنتیں اور نفل نوافل ادا کرتے رہیں تا کہ وہ بھی اس طرح کے اعمال سرانجام دینے کی طرف مائل ہو۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

اِجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا ﴿صحیح البخاری: ۴۳۲﴾

"گھروں میں نمازیں ادا کرو اور اسے قبرستان نہ بناؤ۔"

مزید فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ ﴿صحیح البخاری: ۷۳۱﴾

آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے الا کہ فرض نماز ہو۔"

بچوں کی تربیت کو مثبت رخ دینے میں یہ ایک اہم سیڑھی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین خشوع و خضوع کے ساتھ بار بار اپنی پیشانی کو جھکا رہے ہیں اور عبادت میں اس قدر مگن ہیں کہ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکے ہیں تو وہ خود بخود ایسے اعمال کی طرف راغب ہونے لگتا ہے اور پھر جب وہ سن تمیز کو پہنچتا ہے تو اس کے لئے نماز ادا کرنا چنداں مشکل نہیں رہ جاتا۔

سن تمیز تک پہنچنے سے پہلے بچے پر وضو کرنے یا مکمل جسم ڈھانپنے کے حوالے سے سختی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، اسی طرح اپنے ساتھ رکوع و سجود نہ کرنے کی صورت میں اسے زجر و توبیخ کا نشانہ نہ بنائیں، کیونکہ ابھی تک وہ غیر مکلف ہے اور اس پر بے جا سختی اسے نماز سے متنفر کرنے کا سبب بنے گی۔

جب بچہ کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے سورۃ الفاتحہ اور اس طرح کی دیگر چھوٹی اور آسان سورتیں یاد کروائیں۔ ساتھ ساتھ رکوع و سجود اور تشہد کی دعائیں بھی سکھانا شروع کر دیں اور ناظرہ قرآن اور دیگر ذکر و اذکار یاد کروانے کے لئے مسجد میں بھیجیں۔

جب بچہ سات سال کی عمر کے قریب پہنچے تو پیار و شفقت کے ساتھ اسے نماز کی تلقین کرنا شروع کی جائے اور اس میں نماز کا شوق بیدار کرنے کے لئے ایسی تصاویر کے ذریعے اس کی راہنمائی کی جائے جن میں وضو اور نماز ادا کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

سات سے دس سال کا درمیانی عرصہ

جب بچہ سات سال کا ہو جاتا ہے تو اس میں اس قدر استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ وضو اور نماز جیسے فرائض سرانجام دے سکے۔ لہٰذا اسے ظاہری و باطنی طہارت کا طریقہ سکھایا جائے، پانی کے ساتھ استنجا کرنے کا حکم دیا جائے اور وضو کا مکمل طریقہ اسے ذہن نشین کرانے کے لئے کئی بار اس کے سامنے وضو کیا جائے اور پھر اسی طرح دہرانے کا حکم دیا جائے۔ غلطی کی صورت میں سختی اور سرزنش نہ کریں بلکہ پیار کے ساتھ اس کی اصلاح کریں اور اگر وہ صحیح وضو کرے تو اسے شاباش دیں اور تعریف کریں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے نقل کیا ہے کہ بچے کے ولی پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اس کو طہارت اور نماز کے مسائل کی تعلیم دے اور نماز ادا کرنے کا حکم دے اور دس سال کی عمر میں (نماز سے کوتاہی پر) اس کی پٹائی کرے۔" (المغنی: ۲/ ۳۵۰)

بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

باب: اذان کا آغاز

اذان کا لغوی اصطلاحی مفہوم

لغت میں اذان کے معنی "خبر دینا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں "چند مخصوص الفاظ کے ساتھ اوقات مخصوصہ میں نماز کا وقت آنے کی خبر دینے" کو اذان کہتے ہیں۔ اس تعریف سے وہ اذان خارج ہے جو نماز کے علاوہ دیگر امور کے لیے ہے مسنون کی گئی ہے جیسا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان کے کلمات اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جاتے ہیں اور اسی طرح اس آدمی کے کان میں اذان کہنا مستحب ہے جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اسے مرگی وغیرہ کا مرض ہو یا وہ غصے کی حالت میں ہو، یا جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور ہو۔

حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب: میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں لہٰذا تم اپنے اہل بیت میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے جس سے تمہارا غم ختم ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں نے آپ ﷺ ارشاد کے مطابق عمل کیا تو آپ ﷺ کی بات صحیح ثابت ہوئی نیز اس روایت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نقل کرنے والے ہر راوی نے کہا ہے کہ ہم نے اس طریقے کو آزمایا تو مجرب ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کی عادتیں خراب ہوگئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے کان میں اذان کہو۔

اذان کی مشروعیت کا بیان

اذان کی مشروعیت کے سلسلے میں مشہور اور صحیح یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت کی ابتداء عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے جس کی تفصیل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اذان کا خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا تھا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام کو خواب میں اذان کے کلمات کی تعلیم دی گئی تھی بلکہ کچھ حضرات نے تو کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے چودہ صحابہ کرام ہیں۔

بعض علماء محققین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت خود رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کے نتیجے میں ہوئی ہے جس کی طرف شب معراج میں ایک فرشتے نے رہنمائی کی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ شب معراج میں جب عرش پر پہنچے اور سدرۃ المنتہیٰ تک جو کبریائی حق جل مجدہ کا محل خاص ہے پہنچے تو وہاں سے ایک فرشتہ نکلا آپ ﷺ نے حضرت

جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمام مخلوق سے زیادہ قریب ترین درگاہ عزت سے میں ہوں لیکن میں نے پیدائش سے لے کر آج تک اس وقت کے علاوہ اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا ہے چنانچہ اس فرشتہ نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" یعنی اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی کہ میرے بندہ نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر (یعنی میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں) اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے باقی کلمات ذکر کیے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اذان کے کلمات صحابہ کرام کے خواب سے بھی بہت پہلے شب معراج میں سن چکے تھے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں محقق فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے کلمات شب معراج میں سن تو لیے تھے لیکن ان کلمات کو نماز کے لیے اذان میں ادا کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ مکہ میں بغیر اذان کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے اور یہاں صحابہ کرام سے مشورہ کیا چنانچہ بعض صحابہ کرام نے خواب میں ان کلمات کو سنا اس کے بعد وحی بھی آ گئی کہ جو کلمات آسمان پر سنے گئے تھے اب وہ زمین پر اذان کے لیے مسنون کر دیے جائیں۔

اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع عام ہے۔ رب فرماتا ہے: "وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" اور فرماتا ہے: "فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ"۔ شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے۔ سب سے پہلی اذان ہے جبریل امین نے معراج کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد ۱ ہجری میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے رہا ہے۔ (درمختار، کتاب صلوۃ، بیروت)

498 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَحَدِيثُ عَبَّادٍ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ زِيَادٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ - يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ: شَبُّورُ الْيَهُودِ - فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ، فَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ، قَالَ: فَغَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ، إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي؟، فَقَالَ: سَبَقَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بِلَالُ، قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَافْعَلْهُ قَالَ: فَأَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ أَبُو بِشْرٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو عُمَيْرٍ، أَنَّ الْأَنْصَارَ تَزْعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ، لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا لَجَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا

ابوعمیر بن انس اپنے انصاری چچاؤں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز کے حوالے سے پریشان تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے؟ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: نماز کا وقت ہونے پر جھنڈا لہرا دیا جائے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں اطلاع دے دیں گے لیکن آپ ﷺ کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے باجے کا ذکر کیا گیا زیاد نامی راوی کہتے ہیں: یعنی جس طرح یہودی باجا بجاتے ہیں' تو نبی اکرم ﷺ کو یہ بھی پسند نہیں آیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ یہودیوں کا طریقہ ہے' پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ناقوس کا ذکر کیا گیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے' پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس چلے گئے وہ نبی اکرم ﷺ کی پریشانی کی وجہ سے پریشان تھے۔ انہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا راوی کہتے ہیں: اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں سونے اور جاگنے کے درمیان کی کیفیت میں تھا۔ اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان کا طریقہ دکھایا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ خواب اس سے پہلے دیکھ چکے تھے' لیکن انہوں نے بیس دنوں تک اسے بیان نہیں کیا' پھر جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ انہوں نے عرض کی: عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت لے گیا' تو مجھے شرم آگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور اس بات کا جائزہ لو کہ عبداللہ بن زید تمہیں جو ہدایت کرتا ہے تم ویسا ہی کرو۔ راوی کہتے ہیں: تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

ابوبشر نامی راوی کہتے ہیں: ابوعمیر نے مجھے یہ بات بتائی کہ انصار اس بات کے قائل تھے کہ اگر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان دنوں بیمار نہ ہوتے تو نبی اکرم ﷺ انہیں ہی مؤذن مقرر کرتے۔

بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ

باب: اذان کیسے دی جائے گی؟

499 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: تَقُولُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا

499- اسناده حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث فانتفت شبهة تدليسه، وباقي رجاله ثقات. يعقوب: هو ابن ابراهيم بن سعد الزهري. واخرجه الترمذي (187)، وابن ماجه (706) من طريقين عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد. ورواية ابن ماجه ليس فيها ذكر الاقامة، ورواية الترمذي مختصرة بآخره. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (16478)، و"صحيح ابن حبان" (1679).

إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ. قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّي غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ، قَالَ: وَتَقُوْلُ: إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ، أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ: إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ، فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ، فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ، فَجَعَلْتُ أُلْقِيهِ عَلَيْهِ، وَيُؤَذِّنُ بِهِ، قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ، وَيَقُوْلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأَى، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: هٰكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَقَالَ مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَمْ يُثَنِّيَا

محمد بن عبداللہ بن زید بیان کرتے ہیں: میرے والد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس کے بارے میں حکم دیا کہ اسے بنایا جائے تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے اکٹھا کرنے کے لئے اسے بجایا جائے تو میں سویا ہوا تھا اس دوران میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آیا اس نے اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھایا ہوا تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس کو فروخت کرو گے؟ اس نے دریافت کیا: تم اس کا کیا کرو گے میں نے جواب دیا: ہم لوگ اس کے ذریعے نماز کی طرف بلائیں گے۔ اس شخص نے کہا: کیا میں تمہاری رہنمائی اس سے زیادہ بہتر چیز کی طرف نہ کروں۔ میں نے اس سے کہا: جی ہاں اس نے کہا: پھر آپ لوگ یہ کہیں:

اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ مجھ سے ذرا پیچھے ہوا اور پھر بولا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اقامت کہیں' تو یہ پڑھیں:

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃُ، اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(راوی بیان کرتے ہیں:) جب صبح ہوئی تو میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا جو میں نے خواب دیکھا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو یہ خواب سچا ثابت ہوگا۔ تم بلال کے ساتھ

کھڑے ہو جاؤ اور اسے وہ کلمات بتاؤ جو تم نے اذان دیتے ہوئے دیکھے ہیں کیونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) تو میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور میں نے انہیں وہ کلمات بتانا شروع کئے اور وہ ان کلمات کے ذریعے اذان دینے لگے۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سنے تو وہ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے۔ انہوں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے یارسول اللہ! اسی طرح کا خواب میں نے بھی دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری نے سعید بن مسیب کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں یہ کہا ہے کہ ابن اسحاق نے زہری کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، معمر اور یونس نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

اللہ اکبر اللہ اکبر انہوں نے ان کلمات کو دہرایا نہیں ہے۔

اذان واقامت کہنے کا مسنون طریقہ

اذان دینے والا آدمی دونوں حدثوں سے پاک ہو کر مسجد سے علیحدہ کسی اونچی جگہ قبلہ رخ کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی دونوں انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے اذان دے، لیکن اس قدر نہیں کہ جس سے اس کو تکلیف ہو پہلی آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے پھر دوسری آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے یعنی دو آوازوں میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہے پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ دائیں طرف منہ پھیرے، پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ بائیں طرف منہ پھیرے، دائیں یا بائیں جانب منہ پھیرنے میں سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں، اَللّٰہُ اَکْبَر دو مرتبہ ایک آواز میں کہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہے، فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہے اور اس میں منہ نہ پھیرے اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔

۱. اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر، اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے ۲. اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے ۳. اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی ۴. اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ زائد ہے اور فجر کی اذان میں جو الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا ہے وہ اقامت میں نہیں کہا جاتا ۵. اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے ۶. اقامت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے اذان واقامت کے شرائط صحت و کمال ۱. اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوا اور الفاظ سے اذان یا اقامت صحیح نہ ہوگی، دوبارہ مسنون الفاظ سے کہی جائے ۲. فرض ادا نماز کی اذان کے لئے اس نماز کا وقت ہونا، وقت سے پہلے اذان دی تو درست نہیں ہے وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے ۳. موذن کا مسلمان ہونا، کافر کی

اذان صحیح نہ ہوئی اس لئے دوبارہ کہی جائے ۴۔ موذن کا مرد ہونا عورت کی اذان درست نہیں دوبارہ کہی جائے ۵۔ موذن کا صاحب عقل ہونا، اگر نا سمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو دوبارہ کہی جائے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب صلوٰۃ)

500 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ؟ قَالَ: فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي، وَقَالَ: تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

محمد بن عبدالملک اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے اذان کا طریقہ سکھا دیں۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے میرے سر کے آگے والے حصے پر ہاتھ پھیرا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہ کہو:

اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر،

تم ان کلمات کو بلند آواز میں کہو پھر تم یہ کہو:

اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ،

تم ان کلمات کو پست آواز میں کہو پھر تم شہادت کے کلمات بلند آواز میں کہو۔

اگر تم صبح کی نماز (کے لئے اذان دے رہے ہو) تو تم یہ کہو:

الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ خیر من النوم

''نماز نیند سے بہتر ہے نماز نیند سے بہتر ہے''۔

اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ

501 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ السَّائِبِ، أَخْبَرَنِي أَبِي، وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ، وَفِيهِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأُولَى مِنَ الصُّبْحِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَبْيَنُ، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَإِذَا أَقَمْتَ فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. أَسَمِعْتَ؟ قَالَ: فَكَانَ أَبُو مَحْذُورَةَ. لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کے الفاظ صبح کی پہلی اذان میں کہے جائیں گے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسدد کی نقل کردہ روایت زیادہ واضح ہے جس میں ان کے یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ سکھائے:

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام عبدالرزاق کہتے ہیں: جب تم اقامت کہو گے تو ان کلمات کو دو مرتبہ کہو گے:

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ

کیا تم نے سن لیا ہے؟

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اپنی پیشانی کے بال کاٹتے نہیں تھے اور وہ مانگ بھی نہیں نکالتے تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا۔

502 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا عَفَّانُ. وَسَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ. وَحَجَّاجٌ. وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ. قَالُوا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ. حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ. حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ. أَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ. حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً. وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: الْأَذَانُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَالْإِقَامَةُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ

عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. كَذَا فِي كِتَابِهِ فِي حَدِيْثِ اَبِي مَحْذُوْرَةَ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات تعلیم دیئے تھے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

اور اقامت کے کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(راوی بیان کرتے ہیں: میرے استاد) کی تحریر میں حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اسی طرح ہے۔

503 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِي مَحْذُوْرَةَ يَعْنِي عَبْدَ الْعَزِيْزِ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ، عَنْ اَبِي مَحْذُوْرَةَ، قَالَ: اَلْقَى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّاْذِيْنَ هُوَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: قُلْ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ - مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ - قَالَ: ثُمَّ ارْجِعْ، فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مجھے اذان کے کلمات سکھائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

یہ کلمات دو دو مرتبہ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم دوبارہ پڑھو اور ان کلمات کو بلند آواز میں پڑھو:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ،

504 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، يَذْكُرُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا مَحْذُوْرَةَ، يَقُوْلُ: اَلْقٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَذَانَ، حَرْفًا حَرْفًا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: وَكَانَ يَقُوْلُ فِي الْفَجْرِ: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے کلمات ایک ایک حرف کر کے مجھے سکھائے تھے۔ (جو یہ ہیں:)

اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

راوی بیان کرتے ہیں: فجر کی نماز میں یہ کہتے تھے: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ.

505 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْاِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْجُمَحِيَّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، اَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيْزٍ الْجُمَحِيِّ، عَنْ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْاَذَانَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ اَذَانِ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَعْنَاهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ، قَالَ: سَاَلْتُ ابْنَ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، قُلْتُ: حَدِّثْنِيْ عَنْ اَذَانِ اَبِيْكَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ، فَقَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، قَطُّ. وَكَذٰلِكَ حَدِيْثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ اَبِيْ مَحْذُوْرَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ، اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: ثُمَّ تَرْجِعُ فَتَرْفَعُ صَوْتَكَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اذان کے کلمات تعلیم دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا (تم ان کلمات میں اذان دو:)

504- حديث صحيح بطرقه، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابراهيم بن اسماعيل بن عبد الملك، فقد تفرد بالرواية عنه عبد الله بن محمد النفيلي، ولم يوثقه احد. واخرج النسائي في "الكبرى" (1623) و (1624)

اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پھر انہوں نے ابن جریج کی عبدالعزیز بن عبدالملک سے نقل کردہ روایت کی مانند اذان کے کلمات ذکر کئے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مالک بن دینار کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: میں نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے سے دریافت کیا: میں نے کہا: آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنے والد کے اذان کے نقل کردہ کلمات کے بارے میں مجھے بتائیں، تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ انہوں نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر، صرف یہ کلمات ہیں۔

جعفر بن سلیمان نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کے حوالے سے ان کے چچا کے حوالے سے ان کے دادا سے جو الفاظ نقل کئے ہیں: ان میں یہ الفاظ ہیں:

''تم پھر ان کلمات کو دوبارہ پڑھو اور اپنی آواز کو بلند کرو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر''۔

کلمات اذان میں مذاہب ائمہ کا بیان

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں پندرہ کلمات ہیں اور ان میں ترجیع نہیں ہے۔ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک اذان میں ترجیع ہے یعنی دو مرتبہ شہادتین کو پست آواز سے کہا جائے اور دو مرتبہ شہادتین کو بلند آواز سے کہا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

(المغنی ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ دارالفکر، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۷۶ مطبوعہ دارالفکر)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمہما اللہ کا استدلال اس سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرشتے سے اذان کے جو کلمات سنے تھے ان میں ترجیع نہیں تھی۔ انہوں نے یہی کلمات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتائے اور انہوں نے ان ہی کلمات کے ساتھ اذان دی۔

امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تاکہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کیا جائے، میں اسی سوچ بچار میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی ناقوس اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے! کیا تم ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا ہم لوگوں کو نماز کے لیے جمع کریں گے۔ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟

اس نے کہا تم کہا کرو"۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ"۔ اس کے بعد فرشتے نے اقامت کے کلمات بتلائے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ان شاء اللہ برحق خواب ہے تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو اور خواب میں جو کلمات سنے ہیں وہ ان کو بتاؤ تاکہ وہ اذان دیں کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند ہے پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو بتاؤں تاکہ وہ اذان دیں

کیونکہ انکی آواز تم سے بلند ہے۔ پس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میں ان کو اذان کے کلمات بتاتا گیا اور وہ اذان دیتے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اذان سنی تو وہ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے آئے اور کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح خواب دیکھا تھا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" فللہ الحمد (سنن ابوداؤد ج ۱' رقم الحدیث: ۴۹۹' سنن دارمی ج ۱' رقم الحدیث: ۱۱۸۷' سنن ابن ماجہ ج ۱' رقم الحدیث: ۷۰۶' مصنف عبدالرزاق ج ۱' رقم الحدیث: ۱۷۷۴' مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱' ص ۲۳۱' مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ج ۱۲' رقم الحدیث: ۱۶۴۲۹' طبع دارالحدیث قاہرہ' مسند احمد ج ۴' ص ۴۳' طبع قدیم' صحیح ابن خزیمہ ج ۱' رقم الحدیث: ۳۷۱' سنن کبری للبیہقی ج ۱' ص ۳۹۱۔۳۹۰' السیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲' ص ۱۲۳' ۱۲۲' طبع دار احیاء التراث العربی' سنن دار قطنی ج ۱' رقم الحدیث: ۹۲۴' مطبوعہ دارالکتب العلمیہ' صحیح ابن حبان ج ۴' رقم الحدیث: ۱۶۷۹' مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت' ۱۴۱۴ھ)

حضرت ابومحذورہ کی روایت کا محمل

حضرت ابومحذورہ کی روایت میں جو ترجیع کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابومحذورہ اسلام لانے سے پہلے اپنے لڑکپن میں لڑکوں کے ساتھ مسلمانوں کی اذان کی نقل اتار رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپسی پر انہیں دیکھ لیا۔ آپ نے ان کو بلایا اور ان سے فرمایا اذان پڑھو۔ انہوں نے اذان پڑھی۔ اور اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اشھد ان محمدا رسول اللہ کو آہستہ آہستہ پڑھا۔ آپ نے ان شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا' تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہوگئے تو شہادتین کو دوبارہ زور سے پڑھنے کا حکم دیا' تو انہوں نے دوبارہ زور سے پڑھا اور آپ کے اذان دلوانے کی برکت سے یہ مسلمان ہوگئے تو شہادتین کو پہلے دوبار آہستہ اور پھر دوبار زور سے پڑھنے کا یہ خاص واقعہ ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اذان دینے کی عام ہدایت نہیں دی۔ اس کا بیان اس حدیث میں ہے:

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بعض ساتھیوں کے ساتھ حنین کے راستہ میں تھے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آرہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کے لیے اذان دی' ہم نے اذان کی آواز سنی' ہم راستہ سے ایک طرف ہٹ گئے اور ہم نے اذان کا مذاق اڑانے کے لیے بلند آواز سے اذان کی نقل اتارنی شروع کردی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی آواز میں سن رہا ہوں' تم میں سے کوئی شخص اس کو پہچانتا ہے؟ پھر ہم کو بلایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کردیا گیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آواز تم میں سے کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ نے باقی لڑکوں کو بھیج دیا اور مجھے روک لیا۔ اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں تھی۔ آپ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا اور خود مجھے اذان کے کلمات بتائے۔ اور فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا دوبارہ پڑھو اور اپنی آواز بلند کرو۔ آپ نے فرمایا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ' اشھد ان محمدا رسول اللہ' حی علی الصلوۃ' حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح' حی علی الفلاح' اللہ اکبر اللہ اکبر' لا الہ الا اللہ۔ جب آپ مجھ سے اذان پڑھوانے سے فارغ ہوگئے تو آپ نے مجھے بلایا اور مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی' اور آپ نے دعا کی' اے اللہ! اس میں برکت دے اور اس پر برکت دے۔ میں نے

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اذان دینے کا حکم دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں حکم دیدیا۔ میرے دل میں جتنی آپ کی ناپسندیدگی تھی، وہ سب آپ کی محبت سے بدل گئی۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل عتاب بن اسید کے پاس گیا۔ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں اذان دینے لگا۔ (صحیح ابن حبان ج۴، رقم الحدیث: ۱۶۸۰، سنن ابوداؤد ج۱، رقم الحدیث: ۵۰۳، سنن نسائی ج۱، رقم الحدیث: ۶۳۰، سنن ابن ماجہ ج۱، رقم الحدیث: ۷۰۸، مصنف عبدالرزاق ج۱، رقم الحدیث: ۱۷۷۹، مسند احمد ج۳ ص ۴۰۹، طبع قدیم، سنن کبری للبیہقی ج۱ ص ۳۹۳، سنن دارقطنی ج۱، رقم الحدیث: ۸۹۰، مسند الشافعی ص ۳۰۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۰ھ)

کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اقامت میں اللہ اکبر اللہ اکبر دو دفعہ اور باقی کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھے جاتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اللہ اکبر اللہ اکبر چار چار دفعہ اور باقی کلمات دو دو مرتبہ اور آخر میں لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ (المغنی ج۱ ص ۲۴۹، بدایۃ المجتہد ج۱ ص ۸۰)

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو مرتبہ پڑھیں اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی ج۱، رقم الحدیث: ۱۹۳، صحیح البخاری ج۱، رقم الحدیث: ۶۰۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: (۳۷۸) ۸۱۵، سنن ابوداؤد ج۱، رقم الحدیث: ۵۰۸، سنن نسائی ج۲، رقم الحدیث: ۶۲۶، سنن ابن ماجہ ج۱، رقم الحدیث: ۷۲۹)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت میں دو دو کلمے تھے۔ (سنن ترمذی ج۱، رقم الحدیث: ۱۹۴، سنن دارقطنی ج۱، رقم الحدیث: ۹۲۵، سنن کبری للبیہقی ج۱ ص ۴۲۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں)

نیز! حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے سترہ کلمات کی تعلیم دی، انہوں نے اقامت کے کلمات اس طرح بیان کیے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔ (صحیح ابن حبان ج۴، رقم الحدیث: ۱۶۸۱، سنن ابوداؤد ج۱، رقم الحدیث: ۵۰۲، سنن ترمذی ج۱، رقم الحدیث: ۱۹۲، مسند احمد ج۳ ص ۴۰۹، ج۶ ص ۴۰۱، طبع قدیم، سنن نسائی ج۲، رقم الحدیث: ۶۲۹، صحیح ابن خزیمہ ج۱، رقم الحدیث: ۳۷۷، سنن دارمی ج۱، رقم الحدیث: ۱۱۹۷-۱۱۹۶، سنن کبری للبیہقی ج۱ ص ۳۹۴)

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے موقف کی واضح دلیل ہے۔

اذان کا جواب

امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی المتوفی ۳۵۴ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تم میں سے کوئی "اللہ اکبر" پھر وہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" پھر وہ کہے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" تو یہ کہے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" پھر وہ کہے "حی علی الصلوٰۃ" پھر وہ کہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "حی علی الفلاح" تو یہ کہے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پھر وہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر تو یہ کہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" پھر وہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ کہے "لا الہ الا اللہ" تو یہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (صحیح ابن حبان ج ۴ رقم الحدیث: ۱۶۸۵، صحیح مسلم اذان ۱۲ (۳۸۵) ۸۶۷، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۲۷، سنن نسائی ج ۲ رقم الحدیث: ۶۷۳، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۳۷۸، سنن ترمذی ج ۵ رقم الحدیث: ۳۶۳، سنن کبری للبیہقی ج ۱ ص ۴۰۹-۴۰۸)

اذان واقامت کے سنن و مستحبات و مکروہات کا بیان

۱. اذان واقامت دونوں کو جہر سے کہے مگر اقامت اذان سے پست کہے، اگر صرف اپنی نماز کے لئے اذان کہے تو آواز کے پست یا بلند کرنے میں اختیار ہے لیکن زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے۔ مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دے مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے لیکن ضرورتاً ایک کونہ پر جائز ہے۔ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا یہی معمول ہے۔ مؤذن کو طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ اقامت زمین پر یعنی عام سطح پر اور مسجد میں کہی جائے بلند جگہ پر بھی جائز ہے، اس کے لئے آواز کو زیادہ بلند نہ کرے بلکہ اتنی بلند ہو کہ مسجد کے نمازیوں کو جماعت کھڑی ہونے کا علم ہو جائے۔ اذان کا دائیں یا بائیں جانب ہونا ضروری نہیں کسی جانب سے بھی کہے لیکن دائیں یا بائیں جس طرف آبادی زیادہ ہو اسی طرف اذان دینا مناسب ہے، اقامت بھی دائیں یا بائیں جس طرف کہے بلا کراہت درست ہے، جب انفرادی (اکیلا نمازی) اپنے لئے اذان دے یا جماعت کے لوگ موجود ہوں تو اذان کا بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں

۲. اگر اذان دینے کا مینار وسیع ہو اور ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان کہنے میں لوگوں کو پوری طرح علم نہ ہو سکے تو بہتر ہے کہ حیعلتین کے وقت داہنی اور بائیں طرف اس طرح چلے کہ منہ اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے اور داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ دو مرتبہ کہے اور بائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح دو مرتبہ کہے، اس صورت کے علاوہ اذان میں چلنا مکروہ ہے۔

۳. اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی یعنی رکے بغیر کہے یہ مستحب طریقہ ہے، اگر اذان کو بغیر رکے کہے یا اقامت کو اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر کہے تو جائز لیکن مکروہ ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایسی اقامت کا اعادہ مستحب نہیں، رک رک کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو کلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا جواب دے سکے، بغیر رکے کا مطلب ملانا اور جلدی کرنا ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر دو دفعہ کہنے کے بعد رکے ہر دفعہ کے اَللّٰہُ اَکْبَر کہنے پر نہ رکے یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر ایک ساتھ کہے پھر کچھ دیر ٹھہرے پھر اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر ایک ساتھ کہے اور ٹھہرے کیونکہ سنت کے لحاظ سے اَللّٰہُ اَکْبَر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہے پھر ہر کلمہ کے اوپر توقف کرتا رہے اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرتا رہے یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے۔

لیکن اذان میں اصطلاحی وقف کرے یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے کیونکہ اس میں رک رک کر

کہنا نہیں ہے، اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اَللّٰہُ اَکْبَر یعنی دوسرے چوتھے اور چھٹے اَللّٰہُ اَکْبَر کی رے کو جزم کرنے اور حرکت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) پڑھنا غلطی ہے اور ہر پہلے اَللّٰہُ اَکْبَر یعنی پہلے تیسرے اور پانچویں کی رے اور اقامت کے اندر ہر اَللّٰہُ اَکْبَر کی "ر" کو بھی سکون یعنی جزم کرے اور اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ "ر" کی زبر سے وصل کرنا سنت ہے، ضمہ (پیش) سے وصل کرنا خلاف سنت ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر کے لفظ اللّٰہ کے الف (ہمزہ) کو مد کرنا غلط ہے۔ جبکہ معنی جانتے ہوئے قصداً کہے اور بلا قصد کہنا کفر تو نہیں لیکن بڑی غلطی ہے۔ اور اکبر کے ب کو مد کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

۴. اذان اور اقامت کے کلمات میں سنت طریقہ کے مطابق ترتیب کرے خلاف ترتیب ہو جائے یا کوئی کلمہ بھول جائے تو اس جگہ کی ترتیب صحیح کر کے یا بھولے ہوئے کلمہ کو کہہ کر اس سے آگے کا اعادہ کرے، اگر اس کی ترتیب کو صحیح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔

۵. اذان و اقامت میں قبلہ کی طرف منہ کرے جبکہ سوار نہ ہو، اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور اعادہ مستحب ہے، سوار کے لئے سفر میں اپنے لئے اذان و اقامت سواری پر درست ہے لیکن اقامت کے لئے اترنا چاہئے اگر نہ اترا تو بھی جائز ہے کہ سواری پر استقبال قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر اذان نہ کہے، حضر میں سواری پر اذان مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کیا جائے امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

۶. اذان میں جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہے تو اپنی منہ کو دائیں طرف پھیر لے اور جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو بائیں طرف پھیر لے سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے۔ اکیلا نمازی اپنے لئے اذان کہے تب بھی یہی حکم ہے، نماز کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اذان کہے مثلاً بچہ پیدا ہونے پر اس بچہ کے کان میں اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں موقعوں پر منہ کو پھیرے۔ اقامت میں منہ نہ پھیرے، بعض کے نزدیک اقامت میں بھی پھیرنا چاہئے۔

۷. تلحین یعنی ایسی راگنی جس سے کلمات میں تغیر آجائے مکروہ ہے لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان دینا یا قرآن پڑھنا جس میں تغیر کلمات نہ ہو بہتر اور احسن ہے اور ہر خوش آوازی سے تغیر کلمات ہونا لازمی نہیں ہے۔

۸. صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دو دفعہ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا مستحب ہے ۹. اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھوں کے پاس والی انگلیاں) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے تب بھی بہتر ہے، اقامت میں ایسا نہ کرے بلکہ دونوں ہاتھ عام حالت کی طرح لٹکے رہیں۔

۱۰. تثویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ موذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثلاً اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ کہنا، یا قَامَتْ قَامَتْ کہنا، یا اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کا کوئی کلمہ تثویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔

۱۰. تثویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ موذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثـ

الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یاقامت قامت کہنا، یا الصلوٰۃ رحمکم اللہ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان واقامت کا کوئی کلمہ تثویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں ۱۱۔ اذان اور اقامت کے درمیان ایسی دو چار رکعات کی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جن کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھ سکے یعنی اتنی دیر ٹھہر کر تکبیر واقامت کہی جائے کہ جو لوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں یا پیشاب پاخانہ کررہے ہوں تو فارغ ہو کر نماز میں شریک ہوسکیں اور مستحب وقت کا خیال رکھتے ہوئے ہمیشہ آنے والی نمازیوں کا انتظار کرے، اذان واقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ مغرب کی اذان اور اقامت میں بھی فصل ضروری ہے اور اس کی مقدار امام ابوحنیفہ کے نزدیک جتنی دیر میں تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چپکے کھڑے رہنا مستحب ہے، پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور کھڑا رہنا جائز ہے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کی درمیان دعا مانگنا مستحب ہے ۱۳۔ اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقفے کے بعد جماعت مستحب وقت میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ اذان مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت درمیانی وقت میں کہے ۱۴۔ کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے اور بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ منفرد اپنے واسطے بیٹھ کر اذان کہے تو مضائقہ نہیں اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۱۵۔ اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے "میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں" ۱۶۔ اذان واقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب دینا، یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد، اگر کلام کیا اور زیادہ کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور تھوڑا کلام کیا تو اعادہ نہ کرے، اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے ۱۷۔ موذن کو حالت اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اس حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کرے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب صلوٰۃ)

506 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ أَعْجَبَنِي أَنْ تَكُونَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِينَ - أَوْ قَالَ - الْمُؤْمِنِينَ، وَاحِدَةً، حَتَّى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبُثَّ رِجَالًا فِي الدُّورِ يُنَادُونَ النَّاسَ بِحِينِ الصَّلَاةِ، وَحَتَّى هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَى الْآطَامِ يُنَادُونَ الْمُسْلِمِينَ بِحِينِ الصَّلَاةِ حَتَّى نَقَسُوا أَوْ كَادُوا أَنْ يَنْقُسُوا، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنَ اهْتِمَامِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا كَأَنَّ عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: أَنْ تَقُولُوا - لَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ يَقْظَانَ غَيْرَ نَائِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى - لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا. - وَلَمْ يَقُلْ عَمْرٌو: لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ خَيْرًا - فَمُرْ بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى، وَلَكِنِّي لَمَّا سُبِقْتُ اسْتَحْيَيْتُ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ يَسْأَلُ فَيُخْبَرُ بِمَا سُبِقَ مِنْ صَلَاتِهِ وَإِنَّهُمْ قَامُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِهَا حُصَيْنٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى حَتَّى جَاءَ مُعَاذٌ. قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، فَقَالَ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَى قَوْلِهِ كَذَلِكَ فَافْعَلُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، قَالَ: فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَأَشَارُوا إِلَيْهِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَهَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ مُعَاذٌ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً، كَذَلِكَ فَافْعَلُوا قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، ثُمَّ أُنْزِلَ رَمَضَانُ، وَكَانُوا قَوْمًا لَمْ يَتَعَوَّدُوا الصِّيَامَ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَلَيْهِمْ شَدِيدًا فَكَانَ مَنْ لَمْ يَصُمْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) (البقرة: ۱۸۵) فَكَانَتِ الرُّخْصَةُ لِلْمَرِيضِ، وَالْمُسَافِرِ فَأُمِرُوا بِالصِّيَامِ قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَفْطَرَ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يَأْكُلَ لَمْ يَأْكُلْ حَتَّى يُصْبِحَ، قَالَ: فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَرَادَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ نِمْتُ فَظَنَّ أَنَّهَا تَعْتَلُّ فَأَتَاهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوا: حَتَّى نُسَخِّنَ لَكَ شَيْئًا، فَنَامَ فَلَمَّا أَصْبَحُوا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ) (البقرة: ۱۸۷)

❁❁ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ابی لیلیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نماز کو تین صورتوں میں (تبدیل) کیا گیا۔

وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ مسلمانوں کی نماز (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اہل ایمان کی نماز ایک ہی مرتبہ ہو۔ یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو مختلف محلوں میں پھیلا دوں جو نماز کے وقت لوگوں میں اعلان کریں یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو حکم دوں وہ ٹیلوں کے اوپر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کے وقت بلائیں یہاں تک کہ "ناقوس بجائیں" یا ناقوس بجانے کے قریب ہوں"۔

راوی بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب آئے انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں واپس گیا' تو میں نے آپ ﷺ کے اہتمام کو دیکھ لیا ہوا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سیاہ کپڑے اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ مسجد میں کھڑا ہوا اس نے اذان دی پھر وہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ اس نے اس کی مانند کلمات کہے البتہ اس نے یہ کلمات کہے "نماز کھڑی ہوگئی ہے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ باتیں بنائیں گے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) تو میں یہ کہہ سکتا

ہوں میں اس وقت بیداری کے عالم میں تھا سویا ہوا نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے'' تاہم دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے'' تم بلال سے کہو کہ وہ اذان دے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے' جو اس نے دیکھا ہے' لیکن جب یہ مجھ سے آگے نکل گیا' تو پھر مجھے شرم آگئی۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے: پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی آدمی (اندازے کے تحت) مسجد میں آجاتا تھا (اس وقت جماعت ہو رہی ہوتی تھی) تو وہ دریافت کر لیتا تھا تو اسے بتا دیا جاتا تھا کہ کتنی نماز گزر چکی ہے صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قیام کی حالت میں' یا رکوع کی حالت میں' یا قعدہ کے دوران یا نماز ادا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔

یہاں ایک راوی نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت حصین سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں کسی حالت میں یہ نہیں کروں گا۔ یہ الفاظ یہاں تک ہیں: تم لوگ اسی طرح کرلو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پھر میں واپس عمرو بن مرزوق کی نقل کردہ حدیث کی طرف آتا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے یہ الفاظ حصین نامی راوی سے سنے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی اکرم ﷺ کو (قیام یا رکوع یا سجدہ) یا جس بھی حالت میں پاؤں گا میں بھی اسی حالت میں آجاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے' تو تم لوگ بھی اسی طرح کیا کرو۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے' تو آپ نے لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہیں تھے۔ روزہ رکھنا ان کے لئے دشواری کا باعث تھا تو جو شخص روزہ نہیں رکھتا تھا وہ مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی:

''تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس مہینے روزہ رکھے''۔

تو رخصت صرف بیمار اور مسافر کے لئے رہ گئی اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ پہلے' جب کوئی شخص افطاری کے وقت کچھ کھانے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر اگلے دن صبح صادق تک کچھ نہیں کھا سکتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے انہوں نے اپنی اہلیہ (سے قربت) کا ارادہ کیا' تو اس خاتون نے کہا: میں (افطاری کے بعد) سو گئی تھی (اس لئے وظیفہ زوجیت ادا کرنا اب جائز نہیں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ شاید یہ عورت بہانہ بنا رہی ہے انہوں نے اس عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔

اسی طرح انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے گھر آئے۔ انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا' تو گھر والوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا گرم کرکے دیتے ہیں۔ (پھر کھانا آنے سے پہلے ہی) وہ سو گئے تو اگلے دن صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم ہے۔

''تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال قرار دیا گیا ہے''۔

تبدیلی قبلہ کا بیان

507 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ - وَسَاقَ نَصْرٌ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَاقْتَصَّ ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْ - قَالَ: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا. فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ: (قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) (البقرة: ۱۴۴) فَوَجَّهَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْكَعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - وَسَمَّى نَصْرٌ صَاحِبَ الرُّؤْيَا، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ فِيهِ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ أَمْهَلَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقِّنْهَا بِلَالًا فَأَذَّنَ بِهَا بِلَالٌ وَقَالَ فِي الصَّوْمِ: قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: ۱۸۳) إِلَى قَوْلِهِ (طَعَامُ مِسْكِينٍ) (البقرة: ۱۸۴) فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُفْطِرَ، وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا أَجْزَأَهُ ذَلِكَ، وَهَذَا حَوْلٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) (البقرة: ۱۸۵) إِلَى (أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: ۱۸۴) فَثَبَتَ الصِّيَامُ عَلَى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ أَنْ يَقْضِيَ، وَثَبَتَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ اللَّذَيْنِ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصَّوْمَ، وَجَاءَ صِرْمَةُ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❀❀ ابن ابولیلیٰ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نماز کو تین صورتوں میں تبدیل کیا گیا اور روزے کو بھی تین حالتوں میں تبدیل کیا گیا۔ اس کے بعد نصر نامی راوی نے طویل حدیث بیان کی ہے۔ ابن مثنیٰ نامی راوی نے اس میں سے

صرف نماز کا واقعہ بیان کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی وہ بیان کرتے ہیں: تیسری صورت حال یہ ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ (بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے) نماز ادا کرتے رہے۔ ایسا تیرہ ماہ تک ہوتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

''ہم آسمان میں تمہارے چہرے کا اوپر کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں ہم عنقریب تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تم راضی ہو' تو تم اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیرو''۔

تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف کروا دیا۔

اس کے بعد راوی کی روایت مکمل ہو گئی۔ نصر نامی راوی نے خواب دیکھنے والے صحابی کا نام ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں: پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آئے جو انصار سے تعلق رکھنے والے ایک فرد تھے۔ اس راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: انہوں نے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور یہ کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پھر وہ تھوڑی دیر کے لیے رُک گیا' پھر وہ کھڑا ہوا اس نے اس کی مانند کلمات کہے' البتہ اس نے حی علی الفلاح کے بعد یہ الفاظ مزید کہے:

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات بلال کو سکھا دو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ذریعے اذان دی۔

روزے کے بارے میں راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ پہلے ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے اور عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''تم پر روزے رکھنا لازم قرار دیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لازم کیا گیا تھا تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو یہ گنتی کے متعین دن ہیں تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو' تو وہ (اتنے ہی) دنوں کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر دے اور جو لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے ان پر فدیہ دینا لازم ہے' جو مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا''۔

تو پہلے جو شخص چاہتا تھا وہ روزہ رکھ لیتا تھا' اور جو شخص روزہ نہ رکھنا چاہتا تھا وہ روزانہ مسکین کو کھلانا کھلا دیتا تھا تو اس کے لیے یہ بات جائز تھی' تو یہ ایک صورت حال ہوئی' پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا:

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والا ہے اور تم میں سے جو شخص (رمضان کے) مہینے کو پائے وہ اس میں روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہے یا سفر پر ہو' تو وہ گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر لے''۔

تو روزے کا حکم اس شخص پر لازم ہو گیا جو رمضان کے مہینے کو پاتا ہے اور مسافر پر یہ بات لازم ہوئی کہ وہ اس کی قضا کرے گا

البتہ عمر رسیدہ بوڑھے کے لئے اور بوڑھی عورتوں کے لئے کھانا کھلانے (کفارہ دینے) کا حکم برقرار رہا یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ایک مرتبہ حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے وہ سارا دن کام کرتے رہے تھے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں' سو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (البقرہ:۱۴۴) (جامع البیان ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا' اور نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ کو پھیرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیر دو۔ (البقرہ:۱۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں' اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔

(در مختار علی هامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد (حرام) والوں کے لیے بیت اللہ قبلہ ہے' اور اہل حرم کے لیے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لیے مسجد حرام قبلہ ہے' اور جو شخص مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ کی طرف کرنا چاہیے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں نظر سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہیے نیز قیام کا حکم سارے جسم کے لیے ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے' اس کے قیام کا حکم بہ طریق اولیٰ ہوگا اور چہرہ کا قیام اس وقت ہوگا جب چہرہ کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو اور یہی امام مالک کا مذہب ہے' اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر ہو رکوع میں قدموں کی جگہ اور سجدہ میں ناک کی طرف نظر ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۰-۱۵۹ ملخصاً مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قیام میں نظر موضع سجود کی طرف ہونی چاہیے اور رکوع میں قدموں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نرم گوشے کی طرف اور بیٹھتے وقت گود میں اور اسلام کے وقت کندھوں کی طرف' اس کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کعبہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس کی نظر بھی ان ہی مواضع کی طرف ہو' کیونکہ اس سے مقصود خشوع ہے' جب وہ قصداً ان مواضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر بٹنے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے' جب وہ قصداً ان مواضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر بٹنے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے اور ان مواضع کی طرف دیکھنے سے خشوع حاصل نہ ہو تو ان سے عدول کر سکتا ہے۔

(ردالمحتار ج۱ ص۲۶۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

خشوع کا معنی ہے: عجز اور انکسار کرنا اور آنکھیں نیچی کرنا' اور اللہ تعالیٰ نے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی مدح فرمائی ہے:

(آیت) "قد افلح المؤمنون۔ الذین ھم فی صلاتھم خشعون"۔ (المؤمنون:۲۔۱)

ترجمہ: بے شک ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

اس لیے نماز کی حالت قیام میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا' خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہ کعبہ کی طرف چہرہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (البقرۃ:۱۴۴)

اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم

یعنی یہود اور نصاریٰ کو یہ علم ہے کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے' اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کیسے یہ علم ہوگا حالانکہ یہ حکم ان کے دین میں تھا نہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا' اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے یہ علم تھا کہ سیدنا محمد ﷺ برحق نبی ہیں' آپ اللہ کی وحی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے اور آپ کی کہی ہوئی ہر بات حق اور صواب ہے' دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنے دین سے یہ معلوم تھا کہ احکام منسوخ ہوتے رہتے ہیں اس لیے ان کو علم تھا کہ یہ حکم بھی منسوخ ہو سکتا ہے اس لیے تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی' تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے علم تھا کہ کعبہ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ تھا اور یہی اللہ کا سب سے پہلا گھر ہے اور نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے' چوتھا جواب یہ ہے کہ معجزات اور دیگر دلائل سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ثابت ہو چکی تھی'

اس لیے ان کو لامحالہ تھا کہ جس جانب کو آپ نے قبلہ قرار دیا ہے وہی قبلہ ہے' پانچواں جواب یہ ہے کہ ان کی کتاب میں تحویل قبلہ کا حکم بھی لکھا ہوا تھا۔

استقبال قبلہ و تحری کرنے کا فقہی مذاہب اربعہ

ابن مردویہ میں بروایت عمارہ بن اوس مروی ہے کہ رکوع کی حالت میں ہمیں اطلاع ہوئی اور ہم سب مرد عورتیں بچے اسی حالت میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تم جہاں بھی ہو شرق مغرب شمال یا جنوب میں ہر صورت نماز کے وقت منہ کعبہ

أَنَسٍ. مِثْلَ حَدِيثِ وُهَيْبٍ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ. فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ. فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ''البتہ اقامت کا حکم مختلف ہے''۔

510 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي الْمُثَنَّى. عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ. مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً. مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ. يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا. ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ أَسْمَعْ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نماز کے کلمات دو دو مرتبہ اور اقامت کے کلمات ایک' ایک مرتبہ ہوتے تھے البتہ قد قامت الصلوٰۃ' قد قامت الصلوٰۃ (دو مرتبہ کہا جاتا تھا) جب ہم اقامت سنتے تھے' تو ہم وضو کر کے نماز کے لئے نکلتے تھے۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے ابوجعفر نامی راوی سے اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

511 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ. حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ. مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُثَنَّى مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ شعبہ کہتے ہیں: مسجد عریان کے مؤذن ابوجعفر نے یہ حدیث بیان کی میں نے مسجد اکبر کے مؤذن ابومثنیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

اذان واقامت کے کلمات کے جفت ہونے میں مذاہب اربعہ

اذان کے کلمات (شروع میں اللہ اکبر کے علاوہ) تو جفت ہیں اور اقامت کے کلمات طاق ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام و تابعین عظام میں سے اکثر اہل علم اور امام زہری، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام اسحاق اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک اذان وتکبیر دونوں کے کلمات جفت ہیں۔

ائمہ احناف کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ کہی جاتی تھی امام ابوعیسیٰ کہتے ہیں حدیث عبداللہ بن زید کو روایت کیا ہے وکیع نے اعمش سے انہوں نے عمرو بن مرہ سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ عبداللہ بن زید نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا شعبہ عمرو بن مرہ سے اور وہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید نے اذان کو خواب میں دیکھا یہ اصح ہے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو عبداللہ بن زید سے سماع نہیں بعض اہل علم کا قول ہے کہ اذان اور

اقامت دونوں دو دو مرتبہ ہیں اور سفیان ثوری ابن مبارک اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 18)

اللہ اکبر کو ابتدائے اذان میں چار مرتبہ کہنے پر مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ کلمہ اذان میں پہلی بار چار مرتبہ کہا جاتا ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخَرُ

باب: ایک آدمی کا اذان دینا اور دوسرے کا اقامت کہنا

512 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ أَشْيَاءَ. لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا. قَالَ: فَأُرِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ. فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُهُ، قَالَ: فَأَقِمْ أَنْتَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے بارے میں مختلف صورتوں کا جائزہ لیا لیکن آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا' تو پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا: یہ طریقہ بلال کو بتا دو۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ خواب دیکھا تھا' اور میں ہی اذان دینا چاہتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اقامت کہہ دو۔

513 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو. وَشَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ. قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَأَقَامَ جَدِّي

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' جس میں الفاظ ہیں (راوی کہتے ہیں:) میرے دادا (یعنی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے) اقامت کہی۔

514 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ يَعْنِي الْأَفْرِيقِيَّ. أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ. أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ. قَالَ: لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَّنْتُ. فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أُقِيمُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْفَجْرِ. فَيَقُولُ: لَا حَتَّى إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبَرَزَ. ثُمَّ

انصَرَفَ إِلَيَّ وَقَدْ تَلَاحَقَ أَصْحَابُهُ - يَعْنِي فَتَوَضَّأَ - فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَ. فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ هُوَ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ. قَالَ: فَأَقَمْتُ

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صبح کی پہلی اذان کا وقت ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا میں نے اذان دی۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اقامت بھی کہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مشرق کی سمت میں صبح صادق ہونے کا جائزہ لیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی نہیں یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سواری سے) نیچے اُترے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کی۔ پھر آپ میری طرف واپس تشریف لائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے۔ آپ نے وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: صداء قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص نے اذان دی ہے' جو شخص اذان دیتا ہے وہی اقامت کہتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: تو میں نے اقامت کہی۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَذَانِ

باب: بلند آواز میں اذان دینا

515 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اتنی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور ہر خشک و تر اس کے حق میں گواہی دیتی ہے اور جماعت میں شریک ہونے والے شخص کو پچیس (نمازوں) کا ثواب ملتا ہے اور دو (نمازوں کے درمیان اُس کے کیے گئے' گناہوں) کو معاف کر دیا جاتا ہے''۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤذن کی انتہائی آواز کو جو بھی سنتا ہے خواہ انسان ہو یا جن اور یا جو بھی چیز وہ سب قیامت کے دن مؤذن (کے ایمان) کی گواہی دیں گے۔

(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 621)

مدی کے معنی" انتہا یعنی اخیر" ہیں۔ آواز کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بھنک میں آجائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آواز دینے والا کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں اگرچہ یہی معنی کافی تھا کہ" مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے الخ" لیکن مدی بمعنی انتہاء کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ مقصود تھا کہ جن کے کان میں اذان کی محض بھنک پڑ جائے گی جب وہ مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے تو وہ لوگ تو بطریق اولیٰ گواہ ہوں گے جو مؤذن کے قریب ہوں گے اور اذان کو قریب سے سنیں گے۔

علماء لکھتے ہیں کہ درحقیقت اس حدیث سے مؤذن کو ترغیب دلانی مقصود ہے کہ اذان نہایت بلند آواز سے کہا کریں تا کہ ان

کے ایمان کی گواہی دینے والے زیادہ سے زیادہ ہوں۔

516 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، وَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ أَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے' تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے۔ (وہ اتنی دور چلا جاتا ہے) کہ اذان کی آواز نہ سن سکے جب اذان ختم ہوتی ہے' تو وہ پھر آجاتا ہے' جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے' تو وہ پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے' یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہوتی ہے' تو وہ پھر آتا ہے اور آدمی کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنا شروع کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے: تم فلاں چیز کو یاد کرو فلاں چیز کو یاد کرو' ان چیزوں کے بارے میں کہتا ہے' جو آدمی کو ویسے یاد نہیں آتیں یہاں تک کہ آدمی کی یہ صورت ہو جاتی ہے اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں۔

شرح

بعض فرماتے ہیں کہ شیطان کا گوز مارنا حقیقۃً ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی جسم رکھتا ہے اس لئے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے چنانچہ جس طرح گدھے پر جب وزن رکھ دیا جاتا ہے تو وہ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے گوز مارتا ہے اسی طرح شیطان پر بھی اذان بہت بھاری ہوتی ہے اور وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب اذان شروع ہوتی ہے تو شیطان ایک آواز نکالتا ہے جو کان میں بھر جاتی ہے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اذان نہ سن سکے۔ اس آواز کو اس کی برائی و خرابی بیان کرنے کے لئے یہاں گوز مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان اور اس کے دل کے درمیان خطرات پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نمازی اور اس کے دل کے درمیان وساوس و خطرات حائل کر دیتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کی باتوں کی طرف لگا دیتا ہے تاکہ نماز میں حضوری قلب کی دولت میسر نہ آسکے۔ اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شیطان قرأت قرآن اور عظمت سے تو بھاگتا نہیں مگر اذان سے بھاگتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کے کلمات میں ایسی ہیبت اور عظمت رکھ دی ہے جو شیطان کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بلند آواز سے اذان دینے کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد سعد نے اور انہوں

516- اسناده صحيح، القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والاعرج: هو عبد الرحمن بن هرمز. وهو في "موطا مالك" 1/69-70، ومن طريق مالك اخرجه البخاري (608)، والنسائي في "الكبرى" (1646). واخرجه البخاري (1222)، ومسلم (389) (19) وبإثر الحديث (569) / (84) من طرق عن الاعرج به. وهو في "مسند احمد" (9931)، و"صحيح ابن حبان" (1754). واخرجه بنحوه مسلم (389) (16) و(17) و(18) من طريق ابي صالح السمان، و(20) من طريق همام بن منبه، كلاهما عن ابي هريرة. وستاتي القطعة الثانية منه من طريق ابي سلمة عن ابي هريرة بالارقام (1030) و(1031) و(1032)

نے اپنے والد عمار سے اور انہوں نے سعد کے دادا سے جن کا نام بھی سعد تھا سنا کہ سرور کائنات ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ (اذان کہتے وقت) اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لیا کریں کیونکہ اس سے آواز زیادہ بلند ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 617)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسجد قبا میں مؤذن تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ اس مسجد میں اذان کہتے رہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اذان کہنا چھوڑ کر شام چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد قبا سے بلا کر مسجد نبوی میں اذان کہنے کی خدمت پر مامور فرمایا اور یہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اس باسعادت خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی مقبول ہیں اور ان کے بیٹے یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام بھی سعد ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن مسطور ہیں اس طرح عمار کے والد حضرت سعد ان کے لڑکے سعد کے دادا ہوئے۔

یہ حدیث حضرت عبدالرحمن نے اپنے دادا حضرت سعد سے نقل کی ہے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عمار سے نقل کی ہے جو تابعی ہیں اور انہوں نے اپنے والد مکرم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جو صحابیت کی سعادت سے مشرف ہیں۔ ابیہ اور جدہ دونوں کی ضمیریں لفظ ابی کی طرف راجع ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ آواز زیادہ سے زیادہ بلند ہو سکے اور اس میں شاید یہ حکمت ہے کہ کانوں میں انگلیاں رکھ لینے سے بلند آواز ہی مؤذن کے کان میں آئے گی اس لئے وہ اس کی کوشش کرے گا کہ جہاں تک ہو سکے۔ پورے زور سے چلا کر اذان کہے۔

بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ

باب: مؤذن پر وقت کی پابندی لازم ہے

517 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے اے اللہ! ائمہ کی رہنمائی کر اور اذان دینے والوں کی مغفرت کر دے"۔

518 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: نُبِّئْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ضامن" کا مطلب یہ ہے کہ امام دوسروں کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے بایں طور پر کہ وہ مقتدیوں کے امور نماز مثلاً قرأت کا اور

اگر مقتدی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو قیام وغیرہ کا متکفل ہوتا ہے اسی طرح وہ سب کی نمازوں کے افعال وارکان نیز رکعتوں کی تعداد پر نگاہ رکھتا ہے۔ مؤذنوں کے امانت دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے سلسلے میں اذان کی آوازوں پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ

باب: مینارے پر اذان دینا

519 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ

⊛⊛ عروہ بن زبیر بنو نجار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: مسجد کے اردگرد گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر فجر کے لئے اذان دیتے تھے۔ وہ صبح صادق کے قریب ادھر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور صبح صادق کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ صبح صادق ہو گئی ہے' تو پھر یہ دعا مانگتے تھے۔

''اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کے خلاف تجھ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں''۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: پھر وہ اذان دیتے تھے۔ وہ خاتون کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق انہوں نے کبھی بھی رات میں یہ کلمات کہنے ترک نہیں کئے۔

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو خوش نصیب عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اذان سے پہلے یا بعد میں پڑھتے ہیں۔ ان کو بدعتی نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اے ایمان والو تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔

اس آیت میں درود و سلام حکم علی الاطلاق وارد ہوا اور اسے مطلق حکم پر رکھنا چاہئے۔ ہمارے دور کے ایک دیوبندی عالم نے ہم سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے مسلسل پڑھ کر مقید کرتے ہو حالانکہ مطلق پر جب عمل کرنا ممکن

519- حديث حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث كما في "السيرة النبوية" لابن هشام /156.2 واخرجه البيهقي /4251 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. وفي باب الاذان على المنارة عن ابي برزة الاسلمي عند ابي الشيخ في "الاذان" - كما في "نصب الراية" /2931

ہوتو اسے خبر واحد یا قیاس کے ذریعے بھی مقید نہیں کیا جاسکتا۔ ہم نے کہا اگر ایک شخص ہر جمعہ کے روز تسلسل سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تم جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وصال کے بعد بھی۔ فرمایا ہاں۔ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ جبکہ صاحب مشکوٰۃ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 76 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کئی احادیث مبارکہ میں بہت سے اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ شب و روز صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ثبوت بھی موجود ہے اور امام سخاوی علیہ الرحمہ نے القول البدیع میں 75 مقامات شمار کئے ہیں جن میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیے تو کیا امام سخاوی نے ایک مطلق حکم کو 75 قیود کے ساتھ مقید کردیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں اور نہ ہی احادیث میں مقید کیا ہے بلکہ یہاں پر خاص اوقات میں فضیلت کا بیان کیا گیا لہٰذا اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام کو پڑھنے کے احکام کو فضیلت کی طرف منسوب کریں گے نہ کہ مطلق پر مقید کا الزام لگائیں گے اور یاد رہے کہ کسی بھی مباح کام کے بار بار کرنے سے اس کے مقید ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تو پھر اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پر مقید ہونے کا حکم لگانا بھی جائز ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نفلی نماز پڑھنا مباح ہے اگر کوئی شخص اس وقت میں ہمیشگی کے ساتھ نفل پڑھے تو کیا اس پر مقید کا الزام لگاتے ہوئے اسے نماز سے منع کرو گے۔ ماشاء اللہ

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا ثبوت

صلوٰۃ وسلام کا مطلب: یاد رہے یہاں پر ہم تفصیل میں جائے بغیر یہ بیان کررہے ہیں کہ یہ بات تمام فقہائے اسلام اور جمہور علمائے اسلام کے نزدیک متفق ہے کہ سید عالم ﷺ کے لئے صلوٰۃ وسلام کا مطلب دعا ہے۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب ہم صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل جان عالم ﷺ پر نزول رحمت فرمائے۔ (جلاء الافہام ص 87، دار الکتب العربی)

تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کیا سید عالم ﷺ کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کا ثبوت ہم فراہم کررہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر حکم نص سے ثابت ہے تاہم تسلی کے لئے ہم اس کا جزئیہ بھی بیان کرتے ہیں۔

حضرت: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرا گھر اونچے گھروں میں سے تھا اور مسجد کے گردونواح میں سے تھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے لئے سحری کے وقت آتے اور میرے مکان پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے تھے اور جب وہ دیکھ لیتے تو یہ کہتے اے اللہ عزوجل میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں اس بات کی کہ قریش سرور دو عالم ﷺ کے دین پر قائم رہیں۔ انہوں نے کہا پھر وہ اذان دیتے (بنی نجار کی اس عورت نے کہا) خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ کسی بھی رات میں آپ نے یہ کلمات پڑھنے ترک کیے ہوں (ہر رات اذان سے پہلے پڑھتے تھے) (سنن ابوداؤد، جلد 1، ص 77، مطبوعہ دار الحدیث ملتان)

انتہا و اذان سے پہلے دعا بروایت ثابت ہے اور صلوٰۃ و سلام دعا ہے لہٰذا اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام ثابت ہوا کیونکہ وہ دعا ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے۔

نوٹ: جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی نہ صرف قبول بلکہ قابل عمل ہوتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے جب اور عموم کی تصریح کے ساتھ ہو تو تمام ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 9 ص 243 رضا فاؤنڈیشن)

اس قاعدے کے مطابق کہ جب امر کا صیغہ عموم کی تصریح کے ساتھ ہو اور یہاں صلوٰۃ و سلام میں جو امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا عموم کسی سے مخفی نہیں اور جب عموم ہے تو اس میں تمام اوقات داخل ہیں لہٰذا نماز و اذان سے قبل و بعد کا وقت لامحالہ (ضروری طور پر) داخل حکم امر ہوگا یعنی جو شخص ان اوقات میں صلوٰۃ و سلام پڑھے گا تو یہ قرآن کے اس حکم پر عمل ہوگا۔

(قواعد فقہیہ مع فوائد رضویہ ص 298 تا 301 طبع شبیر برادرز)

یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما

اے ایمان والو تم بھی اس غیب بتانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب درود و سلام بھیجو۔ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان جاء الحق میں ارقام کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کرو یا فلاں وقت میں درود و سلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھا تاکہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے۔ (جاء الحق: ص 761 مطبوعہ مکتبہ غوثیہ)

اسی لئے حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

انہ تعالیٰ لم یوقت ذلک یشمل سائر الاوقات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ (درود و سلام کا حکم) کا وقت معین نہیں کیا تاکہ تمام اوقات شامل رہیں۔

(شرح الشفاء للقاری، جلد 3 ص 447)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے: فی صلوتکم و مساجدکم و فی کل موطن

یعنی اپنی نمازوں اور مساجد اور ہر مقام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھو۔ (جلاء الافہام ص 252)

ذکریا کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکتا ہو، پڑھنا مستحب ہے۔

(تبلیغی نصاب فضائل درود شریف ص 67)

لہٰذا مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الٰہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔ لہٰذا روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔

غیر مقلدوں کے امام ابن قیم لکھتے ہیں۔ الموطن السادس من مواطن الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد اجابۃ المؤذن وعند الاقامۃ

ترجمہ: یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے کے مواقع میں چھٹا موقع ہے مؤذن کی اذان سننے کے بعد اور اقامت سے پہلے (جلاء الافہام ص 308)

امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔ ومن مواطن الصلوٰۃ علیہ عند ذکرہ وسماع اسمہ وکتابہ اوعند الاذان

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کا نام مبارک سننے کے وقت یا آپ ﷺ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا اذان کے وقت۔ (شفاء شریف فصل فی المواطن ج جلد 2، ص 43، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

عند الاذان ای الاعلام الشامل للاقامۃ

ترجمہ: اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی واقامت دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الشفاء، جلد 2، ص 114)

عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں: یستفاد منہ بظاہرہ استحبابہ عند شروع الاقامۃ کما ھو معارف فی بعض البلاد

(الاسعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ، باب الاذان ج 2، ص 41، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) امام سید ابی بکر المشہور بالسید البکری رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ای الصلوٰۃ والسلام علی النبی ﷺ قبل الاذان والاقامۃ

ترجمہ: اذان واقامت سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنا مسنون ومستحب ہے۔

(اعانۃ الطالبین علی فتح المعین جلد 1، ص 232، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی)

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں علامہ شیخ احمد طحطاوی فرماتے ہیں: وفی الدرۃ المنیفۃ: اول من احدث اذان اثنین معابنو امیۃ واول لازیدت الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد الاذان علی المنارۃ فی زمن حاجی بن الاشراف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاون، باامر المستحب نجم الدین الطنبدی وذلک فی شعبان سنۃ احدی وتسعین وکذافی الاوئل للسیوطی (حاشیۃ الطحطاوی جلد 1، ص 271، مطبوعہ قاسم پبلی کیشنز کراچی)

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے ۔۔۔ تعظیم بھی کرتا ہے مجدی تو مرے دل سے

(حدائق بخشش)

اب ہم فتاوٰی امجدیہ سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جس سے اظہر من الشمس وابین من الامس، روز روشن سے زیادہ وگزشتہ کل سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔

اذان واقامت سے پہلے اور بعد میں درود وعا وسلام پڑھنا جائز ومستحسن ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اذان کے بعد جو دعا احادیث میں وارد ہے۔ اس کا پڑھنا اتباع سنت وموجب برکات ہے۔ اس کے پڑھنے کے لئے احادیث میں شفاعت کا وعدہ فرمایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام پر درود وسلام پڑھنا موجب ثواب وبرکات اور درود کے ثواب جو احادیث میں وارد ہیں، اس کا مستحق ہے۔ احادیث میں درود پڑھنے کی فضیلت موجود ہے اور اذان کے بعد درود کی ممانعت نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ اس کو (درود وسلام اذان واقامت سے پہلے یا بعد میں پڑھنے کو) ناجائز وبدعت قبیحہ کہنے والے ایمان وانصاف سے بولیں کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کس حدیث میں منع کیا۔ کس صحابی نے منع کیا یا تابعین وتبع تابعین یا ائمہ

مجتہدین میں سے کس نے ناجائز کہا۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو یہ حکم احداث فی الدین و بدعت قبیحہ ہے یا نسخ شرعی... تمام احادیث جو مجوزین کے حق میں ذکر کی گئیں۔ سب مانعین کے حق میں ہیں۔ بالجملہ صلوٰۃ وسلام (اذان و اقامت سے پہلے یا بعد میں) پڑھنا جائز ہے کسی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں۔

اب مجدیوں نے موقوف کر دیا ہے ورنہ صدیوں سے حرمین طیبین مکہ و مدینہ و دیگر بلاد اسلامیہ میں رائج و معمول بہ رہا اور علماء و مشائخ بنظر استحسان دیکھتے رہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مارآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن تو بنا بر یہ جائز و مستحسن ہے۔

در مختار و ہدایہ، فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں اس کے جواز بلکہ استحسان کی تصریح ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنۃ سبع مائۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا للمغرب ثم فیہا مرتین وہو بدعۃ حسنۃ

علماء جب اسے اس ہیئت خاصہ کے ساتھ بدعت حسنہ کہتے ہیں تو اسے بدعت سیئہ قرار دے کر منع کرنا سخت غلطی ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، جلد 1، ص 65,66,67 مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اذان کے بعد یا اذان سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا جائز و مستحب امر مستحسن ہے کما حررناہ فی اوائلہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش)

امام ابن حجر متوفی 974ھ اپنی مایہ ناز تصنیف الدر المنضود فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود میں ارقام کرتے ہیں کہ نماز جمعہ اور نماز فجر و مغرب کے سوا باقی سب نمازوں سے پہلے اور اذان کے بعد مساجد کی میناروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی جو عادت اہل اسلام میں رائج ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ نماز جمعہ اور نماز فجر میں اذان سے پہلے پڑھا جاتا تھا اور نماز مغرب کا وقت تنگ ہونے کی وجہ سے اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ اس عمل کی ابتداء مصر اور قاہرہ میں 791ھ سے ہوئی ہے کہ بعض معتقدین نے خواب میں اس کو دیکھا تھا۔ ان مورخین کا یہ بیان اس طریقہ کے اس سے قبل جاری ہونے کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سلطان صلاح الدین بن ایوب کی وفات کے بعد مذکورہ تاریخ تک اس کو ترک کر دیا گیا ہو اور اس تاریخ کے بعد دوبارہ اس پر عمل کیا گیا ہو یا سلطان صلاح الدین نے صرف جمعۃ المبارک کی رات اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو اور مذکورہ تاریخ کے بعد باقی ایام میں بھی اس کو معمول بنا دیا گیا ہو۔ مزید لکھتے ہیں کہ بعض متاخرین نے اس عمل کو درست قرار دیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ حضرت امام احمد بن محمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے قریب ہے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اس کی اصل مستحب ہے اور کیفیت بدعت (حسنہ) ہے

(الدر المنضود فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود ص 325)

نیز اسی میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔ اس کا کوئی دین نہیں۔

اس حدیث کو المروزی نے تخریج کیا۔ اس کی سند میں ایک راوی کا نام ذکر نہیں (الدر السنن ص308)

اندازہ لگایئے کہ درود پاک نہ پڑھنے والے پر اس وعید شدید ارشاد فرمائی گئی۔ ان بدبختوں کا انجام کیا ہوگا جو اپنے دقیانوسی خیالات فاسدہ جاہلانہ اعتراضات کے تیر برسا کر اذان سے پہلے اور بعد میں درود سلام پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخرت میں ان کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھنے اور حق توفیق عطا فرمائے۔

خدام الدین ستمبر 1963ء میں لکھا ہے کہ اس درود سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے جواز میں شک نہیں۔ (مولانا محمد صدیق ملتانی) (تقاریری نکات ص463، غیر مطبوعہ گوجرانوالہ بک شاپ لاہور)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ رحمت کونین نانائے حسنین ﷺ کے ساتھ مکہ کرمہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ سامنے آتا ہے۔ اس سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز آتی ہے اور میں خود اس آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ (سنن الترمذی الحدیث 3464، ج 5 ص 359)

اہلسنت کی پہچان سنیوں کے دلوں کی جان اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اپنے نعتیہ کلام حدائق بخشش میں فرماتے ہیں۔

ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں	چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں	ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں، بے دینوں کے دل	یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کہنا اللھم لک صمت وبک امنت وعلیک توکلت وعلی رزقک افطرت یہ دونوں بدعت ہیں۔

اور خطبہ کی اذان داخل مسجد کہنا یہ بھی بدعت ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ابو داؤد جلد اول ص 162 میں ہے عن السائب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر یعنی حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں اذان و اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کی مخالفت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان بدعتوں کی بھی مخالفت کریں مگر وہ لوگ ان بدعتوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ جس سے انبیاء کرام و بزرگان دین کی عظمت ظاہر ہو، صرف اسی کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کیا تیں نہ سئیں کہ عظمت نبی کا دشمن ابلیس جنت سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ عظمت نبی کی مخالفت کر کے جنگ میں جانے کا خواب دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

(فتاویٰ فیض الرسول جلد 1 ص 181، غیر مطبوعہ شبیر برادرز)

شامی مصری جلد اول ص 381 تا 382 میں ہے۔

قولہ (مستحبۃ فی کل اوقات الامکان) ای حیث لا مانع ونص العلماء علی استحبابھا فی مواضع یوم الجمعۃ ولیلتھا وعند الاقامۃ واول الدعا واوسطہ وآخرہ وعند ذکر

ان کا کہنا (درود مستحب ہے ہر غیر مکروہ وقت میں) یعنی جہاں کوئی شرعی مانع نہ ہو۔ علماء نے فرمایا ہے کئی مواقع پر درود شریف مستحب ہے۔ خطبہ کے وقت جمعہ کے دن میں اور رات میں اقامت کے وقت۔ دعا کے شروع میں اس کے درمیان میں اور اس کے اخیر میں بھی نیز اللہ کے ذکر کے وقت۔

درمختار مصری ص 228 میں ہے۔

وستحبۃ فی کل اوقات الامکان

ہر جائز اوقات میں درود شریف مستحب ہے۔

حنفیہ کا اصول فتاویٰ میں لکھا ہے۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی 1088ھ نے الدر المختار میں لکھا

الاصل فی الاشیاء الاباحۃ یعنی چیزوں میں اصل اباحت جائز ہوتا ہے۔ (حاشیہ شامی جلد 1 ص 77 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کر امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزو اقامت نہ معلوم ہو (فتاویٰ رضویہ جلد 5، ص 386، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی فتاویٰ رضویہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول کے بارے میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل ظاہر و باہر التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کی سوا صحاح کی حدیث میں یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ہذہ (جامع ترمذی میں اسی طرح ہے) اے محمد ﷺ میں اپنی اصل حاجت میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ موجود جس میں بعد وفات اقدس حضور سید عالم ﷺ کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے

(فتاویٰ رضویہ جلد 23، ص 680، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل یا بعد میں درود شریف بالخصوص الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا بھی جائز ہے۔

فتاویٰ فیض رسول میں ہے۔ اگر مخالفین اس لئے مخالفت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں اور صحابہ کرام کے عہد میں اذان و اقامت سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا جاتا تھا تو مخالفین سے کہئے کہ مسلمان بچوں کو جو ایمان مجمل اور ایمان مفصل یاد کرایا جاتا ہے، ایمان کی یہ دو قسمیں ہیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔ کلموں کی تعداد ان کی ترتیب اور ان کے سب نام بدعت ہیں۔ قرآن شریف کا تیس 30 پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا اس پر اعراب زبر زیر وغیرہ لگانا اور آیتوں کا نمبر وغیرہ لگانا سب بدعت ہے۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا حدیث کی قسمیں بنانا پھر ان کے احکام مقرر کرنا سب بدعت ہیں۔ اصول حدیث، اصول فقہ کے سارے قاعدے قانون سب بدعت ہیں۔ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے، روزہ کی نیت اسی طرح زبان سے کہنا نویت ان اصوم غدا للہ تعالیٰ اور افطار کے وقت ان الفاظ کو زبان سے

جب اذان انتہا بابرکت کام ہے تو ہر بابرکت کام سے پہلے جس طرح بسم اللہ شریف پڑھنی چاہئے (کل امر ذی بال لعمبہ بر اللہ فہو اقطع) اسی طرح ہر بابرکت کام سے پہلے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ پر درود و سلام پڑھنا چاہئے جن کے صدقے ہمیں یہ عظیم الشان نعمت ملی جیسا کہ جامع صغیر میں حدیث بھی ہے۔

القول البدیع فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفیع میں علامہ سخاوی علیہ الرحمہ (جو کہ ابن کثیر کے وہ ابن قیم کے وہ ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں اور ابن تیمیہ ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ہیں مخالفین کے) فرماتے ہیں۔ اذان سے پہلے سلام پڑھنا جائز ہے۔ ولیم بحسن بہ حسن نیت پر ثواب بھی ملے گا۔ یہی درود و سلام جو اذان سے پہلے صدیوں سے پڑھا جا رہا ہے اور افتحیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ نے اس کو چودہ سو اولیاء کا وظیفہ قرار دیا اور فرمایا جو اس کو پڑھے گا، چودہ سو اولیاء کا فیض پائے گا۔

شکر النعمہ میں سید السنبہاء مولوی اشرفعلی تھانوی کا واقعہ ہے کہ کانپور میں وعظ کے دوران ایک شخص نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا۔ اشرف علی کو میرا سلام دینا۔ اس شخص نے بیدار ہونے کے بعد مجلس وعظ میں یہی معروض کیا تو تھانوی صاحب کہنے لگے۔ آج تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ کثرت سے سلام عرض کرو۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ۔

ضیاء القلوب میں ہے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی زیارت کے لئے یہی درود شریف بتایا ہے۔

الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی (ٹانڈوی) نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء تو کثرت سے یہ درود شریف (الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ) پڑھتے ہیں جبکہ وہابڑے (یعنی وہابی کا معنی بے نمک حرام) منع کرتے ہیں۔ تبلیغی نصاب میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک دور ہو یا قریب یہی درود شریف پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی (اور اللہ تعالیٰ نے صلوا علیہ وسلموا تسلیما) میں صلوٰۃ و سلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا ہے)

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجیم الحنفی المتوفی 1005ھ لکھتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911 نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ ربیع الاخر 781ھ پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد سید عالم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا پھر اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا۔ پھر میں نے علامہ عبدالرحمن سخاوی متوفی 906ھ کی القول البدیع میں یہ پڑھا کہ شعبان 791ھ میں قاہرہ اور مصر کے موذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ یہ پڑھیں۔

الصلوٰۃ و السلام علیک یارسول اللہ اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں اس کی ترغیب دی گئی۔ خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے (کما فی صحیح مسلم) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(للتفصیل بدعۃ الحسنۃ انظر فی اشعۃ اللمعات ج1 ص25 مطبوعہ کوئٹہ)

اور اس کے فاعل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا (القول البدیع ص280 ملخصاً مکتبہ المؤید الطائف)

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کئی اقوال ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

(در مختار، ص 177، [illegible])

علامہ شامی قدس سرہ السامی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ اذان کے بعد سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ (اچھی بدعت ہے)(ردالمحتار جلد 2 ص 52 دار احیاء التراث العربی بیروت 1419ھ)

ابریز میں ہے اذان کی فضیلت میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ اذان کی آواز سن کر شیطان گوز مارتا ہوا چھتیس میل دور بھاگ جاتا ہے۔ اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ اذان ایک نور ہے اور نور میں ٹھنڈک ہے جبکہ شیطان نار سے بنا ہے جس میں تپش ہے جو کہ ٹھنڈک سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے شیطان مقام اذان سے بھاگ جاتا ہے۔ ([illegible])

نیز اذان کی یہ بھی فضیلت ہے کہ جہاں جہاں تک اذان کی آواز جاتی ہے قیامت کے دن ہر شے موذن کی اذان کی گواہی دے گی اور موذن کی گردن قیامت کے دن سب سے بلند ہوگی یعنی اس کی شان وعظمت بہت اونچی ہوگی۔

کتاب کنز العباد وصلوٰۃ مسعودی وکتاب السعادۃ وجامع الرموز شرح مختصر الوقایہ وردالمحتار اور فتاویٰ صوفیہ میں تصریح ہے کہ جب موذن پہلی مرتبہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والا کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ کہے تو قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ اس عبارت پر حضرت علامہ مولانا غلام دستگیر ہاشمی قصوری (متوفی 1315ھ) تبصرہ کرتے ہوئے ارقام کرتے ہیں۔

اب غور کرو کہ بہ حکم کتب معتبرہ فقہ درود کی ساتھ اور بغیر درود کے بھی اذان کے وقت یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

([illegible] 27 [illegible])

شرح شفاء فی حقوق المصطفیٰ میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا تو ان کو کسی نے کہا کہ محبوب (یعنی جس کی آپ کو سب سے زیادہ محبت ہو) کو یاد کرو تب آپ نے اونچی آواز سے پکارا یا محمداہ

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں گویا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قصد استغاثت میں اپنی محبت کے اظہار کا قصد کیا۔

دیکھئے شرح الشفاء ملا علی قاری، اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جو اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین کے دور میں نہ تھا۔ ابھی بھی ایسے بہت سے امور پائے جاتے ہیں جو قرون ثلثہ میں نہ تھے تو ان کا کیا کیا جائے جیسے کسی صحابی کے دور میں موٹر سائیکل، کار، بس، جہاز وغیرہ وہ تھے تو مخالفین کو چاہیے کہ ان چیزوں کو ترک کرے۔ اس لئے کہ یہ قرون ثلثہ میں نہ تھی اور گھوڑوں اونٹوں پر سفر کیا جائے۔ لاؤڈ اسپیکر پر اذان ونماز پڑھنا پڑھانا کا فرش وغیرہ کرنا یہ سب معاملات ترک کر دیئے جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھے، بریانی قورمہ، کولڈ رنگ بوتلیں اور دیگر اشیاء بھی ترک کر دی جائیں کہ قرون ثلثہ میں نہ تھی۔

اور قرون ثلثہ میں آپ جیسے ناواقف بھی نہ تھے تو آپ کا کیا کیا جائے اور قرون ثلثہ میں بجلی، گیس، موبائل، ٹیلی فون، بلند وبالا عمارتیں بھی نہ تھیں۔ ان کو بھی ترک کر دیا جائے اور اگر ان تمام تر اشیاء کا استعمال ترک نہیں کر سکتے تو پھر یہ پاگلوں جیسا اعتراض کیوں؟

قل ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین

حرمت ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جائز بتانے والے کو کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ خود حدیث پاک میں بھی یہ اصول مقرر فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف ص 367 میں ابن ماجہ و ترمذی سے نقل کیا۔

الحلال ما حل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ

حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جن کاموں سے سکوت فرمایا۔ یہ ان کاموں سے ہیں جن پر موٴاخذہ نہیں ہے یعنی مباح ہیں۔ لہٰذا جو لوگ صلوٰۃ وسلام کو ناجائز کہتے ہیں انہیں قرآن و حدیث اور فقہ سے دلیل لانا چاہئے۔ ہم سے دلیل مطالبہ غلط ہے۔

قل ہاتو برہانکم ان کنتم صادقین

درمختار میں موجود ہے۔ ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل

یعنی اذان واقامت کے درمیان ہر نماز کے لئے تثویب ہے۔ (درمختار علی حاشیۃ الشامی جلد 1، ص 86، ومکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

بدر سیمائے عالم علامہ شہاب الدین احمد خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المنقول انھم کانو یقولون فی تحیۃ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے الفاظ سے سلام وتحیت پیش کرتے تھے۔ (نسیم الریاض جلد 3، ص 454، دارالفکر بیروت)

یارسول اللہ کہنے کے بارے میں دلائل وبراہین

سنیت کی جان سنیوں کی پہچان امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا فتاویٰ رضویہ جلد 30 ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں امام اہلسنت نے یارسول اللہ پکارنے کو جائز ومستحسن قرار دیا۔ موتو ابغیظکم

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل   یارسول اللہ کی کثرت کیجئے   (امام اہلسنت)

اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام دعا (وہ دعا جو احادیث میں وارد ہوئیں) کے بیشمار فضائل وبرکات ہیں۔ مخالفین یہ کہہ کر عوام اہلسنت پر افتراء باندھتے ہیں کہ تم اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہو۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں کسی صحابی نے پڑھا (وغیرہ وغیرہ) ان تمام بے بنیاد سوالات کے جوابات ہم دے چکے ہیں۔ یاد رکھئے کسی معاملے میں عدم جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیل جواز ہے۔ یقیناً ہر وہ نئی چیز جس کو شریعت مطہرہ نے منع نہیں کیا، وہ بدعت حسنہ اور مباح یعنی اچھی بدعت اور جائز ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کو کسی بھی حدیث میں منع نہیں کیا گیا لہٰذا منع نہ ہونا خود بخود اجازت بن گیا۔ جیسا کہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے۔

الاصل فی الاشیاء الابحۃ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح وجائز ہے۔ یہ اصل میں امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے

(الاشباہ والنظائر الفن الاول، القواعد الکلیۃ النوع الاول القاعدۃ الثالثۃ، ص 56,51، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1419ھ)

متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے

هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (البقرۃ 29)

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے، پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو۔ صاحب ہدایہ کا بھی یہی مسلک ہے

(الھدایۃ کتاب الطلاق باب العدۃ ج 1، ص 278، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث شریف میں ہے: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ

حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب اکل الجبن والسمن الحدیث 3367، ج 4، ص 56، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت 1420ھ)

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وفعل اور صحابہ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز و مباح ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجر وثواب ہے اور مستحسن کہ الاعمال بالنیات حدیث صحیح ہے۔ بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیمات اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے، سب مستحسن ہیں۔

(بہار شریعت، جلد 3، ص 1071، قاعدہ نمبر 10، القواعد الفقہیہ مکتبۃ المدینہ)

اصول الشاشی میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں مومنوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اپنی رحمت واسع سے اس حکم کو مطلق رکھا یعنی اس زمان ومکان وصیغہ وہیئت کی کوئی قید نہیں لگائی لہٰذا مومنین درود وسلام جب چاہیں، جس وقت چاہیں اور جس ہیئت وصیغہ کے ساتھ چاہیں پڑھ کر حکم خداوندی پر عمل کی سعادت پاسکتے ہیں (ملخصاً الحسامی)

ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث 3600، جلد 2، ص 16، مطبوعہ دار الفکر بیروت 1414ھ)

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہل علم واہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔

(کشف الخفاء حرف الصحیح الحدیث 2212، جلد 2، ص 168، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1422ھ)

یہ حدیث اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں جنہیں مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک میں یا اس کے بعد اچھا سمجھ کر کرتے آئے ہیں جیسے اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام، میلاد و قیام، ایصال ثواب، اعراس بزرگان دین، وغیرہ کوان بدامور کو اہل ایمان فدایان خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم اچھا سمجھ کر بجالاتے اور ثواب پاتے ہیں۔

(عامہ کتب اصول الفقہ)(تخلیص اصول الثاشی ص 124، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

ان تمام تر اصول وقواعد سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اذان سے قبل اور اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام جائز وامر مستحسن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور حق سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین

اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جنہوں نے شرک وبدعت کو اپنا تکیہ کلام بنایا ہوا اور شرک و بدعت کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں حالانکہ ان بے وقوفوں، عقل کے اندھوں، دل کے گندھوں سر سے گنجوں کو صحیح طرح شرک وبدعت کی تعریف بھی معلوم نہیں ہوتی اور صحیح العقیدہ سنی اسلامی بھائیوں پر شرک وبدعت کے تیر برساتے ہیں اور اصول الاصول فخر الرسول بی بی آمنہ کے مہکتے پھول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے یارسول پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔

سلطان العارفین قدوۃ السالکین سیدنا سلطان باہو رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا بلکہ موت جانتا ہے، اس کے منہ میں خاک اور وہ دونوں جہاں میں سیاہ رو (یعنی سیاہ چہرے والا) ہے اور ضرور بالضرور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔ (عقل بیدار ص 289، ملتقطاً مطبع پروگریسو بکس لاہور)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے (حدائق بخشش)

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت فرمایا، وہ جائز ومباح ہے۔ اگر کوئی شخص اسے ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے۔ کیونکہ سکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح وجائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ دوسری آیت جس میں یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (المائدہ، 101)

اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے۔

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے سخت ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہوگیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ وہ آیت

مذکورہ (ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا) کی رو سے جائز ومباح ہیں (تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا (البقرہ 29) اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو لہٰذا جوان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن وحدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت وتہدید کی گئی ہے۔ لہٰذا میت کو ایصال ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوالاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ، درود وانعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز وبدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اقل درجہ میں قواعد فقہیہ سیان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہئے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ پر افتراء والعیاذ باللہ وتعالیٰ

ان اللہ وملائکۃ یصلون علی النبی یاایھا الذین امنواصلوا علیہ وسلموا تسلیما

صیغہ مضارع (یصلون کے راز)

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں صیغہ مضارع (یصلون) لایا گیا جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

دیکھو القول البدیع

اس آیت بینہ میں درود وسلام کا مطلق حکم ہوا کسی وقت، کسی مقام کی کوئی قید نہیں۔

صلوا وسلموا۔ دوامر کے صیغے بیان فرمائے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے محبوب ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا کہ اے ایمان والو میرے نبی پر درود وسلام بھیجو اور خوب بھیجو لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی کوئی شرط وقید لگائی کہ صرف فلاں درود پڑھو اور فلاں درود نہ پڑھو اور فلاں وقت میں پڑھو، فلاں جگہ پڑھو اور فلاں جگہ نہ پڑھو۔ صبح پڑھو اور شام نہ پڑھو، فلاں دن پڑھو اور فلاں دن نہ پڑھو۔ اذان سے پہلے اور بعد میں نہ پڑھو، ایسا کسی آیت میں ارشاد نہیں فرمایا تو پھر اذان سے پہلے یا اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنے والوں پر اعتراض کیسا؟

اب ہم الصلوٰۃ والسلام یارسول پڑھنے کے مطلق چند اقوال ذکر کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مفسر قرآن حضرت اسماعیل حقی بروی نے اپنی تفسیر روح البیان میں 40 صیغوں کے ساتھ یہ درود لکھا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یاحبیب اللہ

(تفسیر روح البیان، جلد 7، ص 235)

نور الایضاح ومراقی الفلاح مع طحطاوی

السلام علیک یاسیدی یارسول اللہ السلام علیک یانبی اللہ السلام علیک یاحبیب اللہ

طحطاوی مع المراقی ص 430 جلد 2، مطبوعہ قاسم پبلی کیشنز

فتح القدیر میں ہے: السلام علیک یارسول اللہ یاخیر خلق اللہ (فتح القدیر جلد 3 ص 95)

امام اہلسنت قاطع نجدیت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا	دل تھا ساجد نجد یا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے	یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
یاعبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے	اپنا بندہ کرلیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب	تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی	یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں	ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض	ہم ہیں عبد مصطفی پھر تجھ کو کیا

(حدائق بخشش 312)

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(حدائق بخشش 200)

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوۃ والسلام

بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ

باب: اذان کے دوران موذن کا گھوم جانا

520 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ فَكُنْتُ أَتَتَبَّعُ فَمَهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ بُرُودٌ يَمَانِيَةٌ قِطْرِيٌّ - وَقَالَ مُوسَى - قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالًا خَرَجَ إِلَى الْأَبْطَحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، لَوَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَلَمْ يَسْتَدِرْ ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَسَاقَ حَدِيثَهُ

❁❁ عون بن ابوجحیفہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چمڑے سے بنے ہوئے سرخ خیمے میں موجود تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ انہوں نے اذان دی انہوں نے اذان کے دوران اپنا منہ اس طرف اور اس طرف (دائیں اور بائیں طرف) پھیرا۔ راوی کہتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے سرخ حلہ زیب تن کیا ہوا تھا جو یمن کی بنی ہوئی قطری چادروں کا تھا۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ میدان کی طرف تشریف لائے۔ انہوں نے اذان دی۔ جب وہ حی الفلاح حی الفلاح پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں طرف اور بائیں طرف موڑا لیکن پورا نہیں

گھومے۔ پھر وہ اندر تشریف لے گئے انہوں نے نیزہ نکالا (اور پھر اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

باب: اذان اور اقامت کے درمیان دعا مانگنا

521 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي إِيَاسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُرَدُّ الدُّعَاءُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اذان اور اقامت کے دوران کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی''۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ

باب: جب آدمی مؤذن کو سنے' تو کیا پڑھے گا؟

522 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم اذان سنو تو اسی کی مانند کہو جو مؤذن کہتا ہے''۔

اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، وَحَيْوَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ تَعَالَى، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

521- حديث صحيح، وهذا اسناد ضعيف لضعف زيد العمي: وهو ابن الحواري. سفيان: هو الثوري، وابو اياس: هو معاوية بن قرة. واخرجه الترمذي (210) و (3911) و (3912)، والنسائي في "الكبرى" (9813) و (9814) من طرق عن سفيان، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه النسائي (9815) من طريق عبد الرحمن بن مهدي، عن سفيان، به موقوفاً. واخرجه ايضاً (9816) من طريق قتادة، عن انس موقوفاً. واسناده صحيح

''جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے' پھر تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے' پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگو۔ بے شک یہ جنت میں ایک مقام ہے' جس تک اللہ کے بندوں میں سے کوئی ایک بندہ ہی پہنچے گا' اور مجھے یہ اُمید ہے کہ وہ بندہ ''میں'' ہوں گا' جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی''۔

شرح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس آدمی نے اذان سن کر (یعنی اذان ختم ہونے اور اس کا جواب دینے کے بعد) یہ دعا پڑھی تو قیامت کے روز مجھ پر اس کی شفاعت لازم ہوگی۔" دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ "اے اللہ! مالک اس کامل دعا (اذان) کے اور پروردگار اس نماز قائمہ کے ہمارے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ (جنت کا سب سے خاص واعلیٰ درجہ) اور بزرگی عنایت فرما اور پہنچا ان کو مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 624)

اس دعاء میں اذان کو "دعا" سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان لوگوں کو نماز اور اللہ کے ذکر کی طرف بلاتی ہے۔ نماز کو قائمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ نماز ہمیشہ قیامت تک قائم و برقرار رہے گی۔ اس دعاء میں والفضیلة کے بعد والدرجة الرفیعة کے الفاظ بھی پڑھے جاتے ہیں مگر یہ کسی روایت میں مذکور نہیں ہیں۔" مقام محمود" شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے اور یہ وہ مقام ہوگا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز عاصیوں کے لئے شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ میدان حشر میں جب ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا اللہ کی مخلوق حساب و کتاب کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگی اور تمام لوگ وہاں کی سختیوں کی بناء پر حیران و سرگرداں ہوں گے تو یکے بعد دیگرے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے مگر وہ سب ہیبت و دہشت کی بناء پر شفاعت کی جرات نہ کر سکیں گے اور کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ کیونکہ ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، وہی اللہ کی مخلوق کی شفاعت کے حقدار ہیں۔ چنانچہ تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ اس وقت ہر آدمی کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے گویا شان محمدیت صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ اور تمام مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظمت و برتری کو رشک کی نگاہوں سے دیکھے گی۔ وعدتہ (جس کا تو نے وعدہ کیا ہے) اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت (عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) (17۔الاسراء:79)

امید ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پروردگار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔" خداوند کریم عنقریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود پر کھڑا کرنے والا ہے۔ اور یہ وہ عزت و کرامت ہے جو بنی آدم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں اس لئے کہ سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ہے۔ ولا بسوز کہ سوزے تو کار ہا بکند دعائے نیم شبی

دفع صد بلا بکند بیہقی کی روایت میں اس دعاء میں وَعَدتَہ کے بعد انک لا تخلف المیعاد (یعنی بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا) بھی مذکور ہے۔

مقام محمود کی تحقیق کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

مقام محمود کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا فرمانا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا فرمانا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کا اذن عطا فرمانا (۴) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھانا (یہ قول مخدوش ہے)۔ (الجامع الاحکام القرآن جز ۱۰، ص ۲۸۰۔۲۷۶)

شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث کا بیان

شفاعت کبریٰ سے مراد وہ شفاعت ہے جو سب سے پہلی شفاعت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ محشر والوں کا حساب شروع کرے، اس دن اللہ تعالیٰ اس قدر جلال میں ہوگا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی جرات نہیں کرے گا، سب خوف زدہ ہوں گے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اذن شفاعت دے گا یہی مقام محمود ہے کہ جو کام کوئی نہ کر سکے گا آپ قیامت کے دن وہ کام کریں گے اور تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے، ہر گروہ اپنے نبی کی پیروی کرے گا، وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت کیجیے، حتیٰ کہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی، یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۷۱۸، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۳۷، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۵ ص ۴۸۴)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۹۶۹۹، طبع دارالفکر، جامع البیان، رقم الحدیث: ۱۶۰۰۰)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج قریب آ جائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا، وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے، پھر حضرت موسیٰ سے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے، پھر آپ جا کر جنت کے دروازے کے حلقے کو پکڑ لیں گے پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۴۷۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۴۰، سنن النسائی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس

جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ ہمارے لیے اپنے رب سے شفاعت کیجیے، وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں، لیکن تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ خلیل الرحمن ہیں پھر لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ اللہ کی پسندیدہ روح اور اس کا کلمہ ہیں، پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں اس کے لیے نہیں ہوں لیکن تم پر لازم ہے کہ تم (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر وہ میرے پاس آئیں گے پس میں کہوں گا میں اس کے لیے ہوں، پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو میرے لیے اجازت دی جائے گی اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ایسے کلمات ڈالے جائیں گے جو اس وقت مجھے مستحضر نہیں ہیں اور میں ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، آپ کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا اور آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، آپ سے کہا جائے گا آپ جایئے اور دوزخ سے ان کو نکال لیجیے جن کے دل میں ایک جو کے برابر بھی ایمان ہو، پس میں جاؤں گا اور اسی طرح کروں گا، پھر میں واپس آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، اور پھر اللہ کے حضور سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، پھر کہا جائے گا آپ جایئے اور جس کے دل میں ایک جو یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجیے۔ پھر میں سہ بارہ آ کر ان ہی کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اس کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا، آپ شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس اللہ فرمائے گا آپ جایئے جس کے دل میں ادنیٰ، ادنیٰ، ادنیٰ رائی کے درجہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لیجیے۔ پس میں جاؤں گا اور ایسا کروں گا، پھر میں چوتھی بار جاؤں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر اللہ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پس کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، اور کہیے سنا جائے گا اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے اس شخص کے لیے اجازت دیجیے جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو، پس وہ فرمائے گا میری عزت اور میرے جلال اور میری کبریائی اور میری عظمت کی قسم! جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ میں اس شخص کو دوزخ سے نکال لوں گا۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷۵۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۹۳، السنن الکبریٰ رقم الحدیث: ۱۱۲۴۳، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۴۳۱۲)

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی اقسام

نقاش نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین قسم کی شفاعت کریں گے: ایک شفاعت کبریٰ ہے، دوسری دخول جنت کے لیے شفاعت کریں گے اور تیسری گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے شفاعت کریں گے، اور ابن عطیہ نے کہا مشہور صرف دو قسمیں ہیں شفاعت عامہ اور گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت اور یہ شفاعت دیگر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ علماء بھی کریں گے۔

قاضی عیاض نے کہا قیامت کے دن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پانچ قسم کی ہوگی۔ (۱) شفاعت عامہ (۲) ایک گروہ کو

[illegible]

(الجامع لاحکام القرآن [illegible])

[illegible]

قیامت کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا

حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور (یہ) فخر نہیں، اور میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور (یہ) فخر نہیں۔ الحدیث

(سنن الترمذی رقم الحدیث: [illegible]، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: [illegible]، [illegible] رقم الحدیث: [illegible]، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: [illegible]، [illegible] ج ۲ ص ۴۰۹، [illegible] ج ۲ ص ۲۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ [illegible] ج ۱۱ ص [illegible]، مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے مسلمانوں کو نکالا جانا:

یہ مقام محمود کا تیسرا معنی ہے، اور اس کے متعلق ہم شفاعت کبریٰ کے زیر عنوان احادیث ذکر کر چکے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: مجاہد نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا، اس کو امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے روایت کیا ہے۔ (جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۸۳) اس کی تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ تمام چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہ قائم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کیا، اور اسے ان کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ اپنی قدرت کا اظہار کرنا چاہتا تھا، اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو، اس کی توحید کو، اس کی قدرت اور اس کے کمال کو اور اس کے تمام افعال محکمہ کو پہچانا جائے، اور اس نے اپنے لیے عرش کو پیدا کیا اور اس پر مستوی ہوا، بغیر اس کے کہ عرش اس کا مکان ہو یا وہ عرش کو مس کر رہا ہو، وہ عرش پر اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہوا اور تمام مخلوق میں کوئی چیز اس کے مماثل نہیں ہے، اور اس تقدیر پر برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر بٹھائے یا عرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتا ہے، یا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بٹھانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عبدیت کی صفت سے نکل گئے، اور ربوبیت کی صفت میں داخل ہو گئے بلکہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام مخلوق پر شرف، عزت اور وجاہت کو ظاہر کرنا ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۸۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

یہ ... مجوزہ قول ہے اس سے متعلق کوئی صحیح حسن یا ضعیف حدیث رسول ... [illegible]
تائید میں صحابہ اور تابعین سے کوئی اثر یا قول مروی ہے۔ امام ابن جریر اور امام قرطبی نے ... [illegible]
کوئی حدیث یا صحابہ اور تابعین کا کوئی قول نہیں ہے اور نہ یہ معنی ہے لیکن صرف اتنی سی بات ہے یہ قول ثابت نہیں ... [illegible]
اس کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر نہ ہو۔ (تفسیر تبیان القرآن ...)

مقام محمود کے بارے میں چار مختلف قول ہیں

امام قرطبی لکھتے ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے ... کہ یہ قیامت کے دن لوگوں کی شفاعت کا مقام ... [illegible]
یمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے ... [illegible]
قیامت کے دن گروہ گروہ ہو جائیں گے اور ہر امت اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع ... [illegible]
شفاعت کر، یہاں تک کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شفاعت انتہا کو پہنچ جائے گی، پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود ... [illegible]
فرمائے گا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضور نبی رحمت ... [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا لوگ آپس میں بعض سے اضطراب کا اظہار کریں گے ... وہ حضرت آدم علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے ... حضرت ...
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے: میں یہ نہیں ...
لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، ... وہ حضرت ...
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ بھی فرمائیں گے: میں نہیں کر سکتا، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ والسلام ... [illegible]
کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی کہیں گے: نہیں میں شفاعت نہیں
کر سکتا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے: میں اس کے لئے تیار نہیں البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ
چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں اس لئے تیار ہوں"۔ آگے حدیث ذکر کی۔ اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ: عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما
محمودا کے بارے فرمایا جب اس کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ (مقام) شفاعت ہے"۔ امام ترمذی نے کہا
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقام محمود ہی اس شفاعت کا امر ہے جیسے انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے ذمہ لگائیں گے یہاں
تک کہ یہ امر ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انتہا کو پہنچ جائے گا۔ پس آپ اہل موقف کی یہ شفاعت کریں گے کہ
ان کا حساب جلدی میں ہو جائے اور وہ اپنے موقف (ٹھہرنے کا محل، میدان حشر) کے ہول اور خوف سے راحت اور سکون پائیں۔
اور یہ شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں
"۔ نقاش نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جنت کی طرف سبقت لے جانے کی شفاعت،

اور اہل کبائر کی شفاعت۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: مشہور یہ ہے کہ یہ صرف دو شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جہنم سے گنہگاروں کو نکالنے کی شفاعت اور یہ دوسری شفاعت وہ ہے جسے انبیاء علیہم السلام دور نہیں بنائیں گے اور نہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالیں گے بلکہ وہ شفاعت کریں گے اور علماء بھی شفاعت کریں گے۔ اور قاضی ابوالفضل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: قیامت کے دن ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتیں پانچ ہیں! شفاعت عامہ، دوسری بغیر حساب کے قوم کو جنت میں داخل کرنے کے بارے، تیسری آپ کی امت کے موحدین کی ایک جماعت جنہوں نے اپنے گناہوں کے سبب جہنم واجب کر لی ہوگی پس ان کے بارے میں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے بارے چاہے گا کہ وہ شفاعت کریں اور وہ جنت داخل ہو جائیں گے۔ اور یہی وہ شفاعت ہے جس کا مبتدع خوارج اور معتزلہ نے انکار کیا ہے، اور انہوں نے اس کا انکار اپنے فاسد اصولوں کی بنا پر کیا پر کیا، اور وہ استحقاق عقلی پر کسی کو تحسین اور تقبیح قرار دینے کا دارومدار ہے اور چوتھی ان گنہگاروں کے بارے میں ہے جو جہنم میں داخل ہوں گے اور انہیں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور ان کے مومن بھائیوں کی شفاعت سے باہر نکالا جائے گا۔ اور پانچویں شفاعت جنت میں اہل جنت کے درجات میں زیادتی اور ان کی بلندی کے بارے ہوگی۔ اور یہ شفاعت ہے جس کا معتزلہ انکار نہیں کرتے اور نہ وہ حشر اول کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: سلف صالحین کا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی التجا کرنا اور ان کا اس میں رغبت رکھنا خبر مشہور اور مستفیض سے ثابت اور معلوم ہے، لہٰذا اس بنا پر اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرا یہ دعا کرنا مکروہ ہے کہ وہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائے، کیونکہ یہ تو فقط گنہگاروں کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حساب میں تخفیف اور درجات اور مراتب میں زیادتی اور بلندی کے لئے بھی ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پھر ہر عقلمند کوتاہیوں کا اعتراف کرتا ہے اور وہ معافی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے سبب سرکش اور حدود سے تجاوز کرنے والا نہیں ہوتا اور وہ اس سے ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں وہ ہلاک ہونے والوں میں سے نہ ہو جائے، اور مذکورہ قول کرنے والے کے قول سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی دعا بھی نہ مانگے کیونکہ یہ بھی گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور یہ سب اس کے خلاف ہے جو کچھ سلف و خلف کی دعا سے معلوم ہوا ہے۔

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کسی نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی: اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلواۃ القائمۃ آت محمدان۔۔۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔ الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودان الذی وعدتہ قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی"۔

دوسرا قول یہ ہے۔۔۔ کہ مقام محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کرنا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس قول اور پہلے قول کے درمیان کوئی منافرت نہیں ہے، کیونکہ لواء الحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہوگا اور آپ شفاعت کریں گے۔ ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن اولاد کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر سے نہیں کہہ رہا اور

میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور اس پر مجھے فخر نہیں اور اس دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سوا کوئی نبی نہ ہوگا مگر وہ میرے
جھنڈے کے نیچے ہوگا"۔ الحدیث۔

تیسرا قول یہ ہے۔۔۔ اسے علامہ طبری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک جماعت سے بیان کیا ہے، اس میں سے حضرت مجاہد بھی
ہیں، اس جماعت نے یہ کہا ہے کہ مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا، اس
بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ اور علامہ طبری نے اس کے جواز کو ایک قول کی زیادتی سے تقویت دی
ہے۔ اور وہ نہیں نکل سکتا مگر معنی میں حیلہ اور انتہائی نرمی برتنے کے ساتھ، اور اس میں حقیقت سے بہت بعد اور دوری ہے۔ اس کے
کے باوجود روایت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے معنی میں تاویل ہوگی۔ اور نقاش نے ابوداؤد سجستانی سے ذکر کیا ہے کہ انہوں
نے کہا: جس نے اس حدیث کا انکار کیا تو وہ ہمارے نزدیک متہم ہوگا۔

اہل علم اس کے بارے مسلسل بیان کرتے رہے ہیں، جس نے اس کی تاویل کی بنا پر اس کے جواز کا انکار کیا ہے۔ انہوں
نے کہا ہے: حضرت مجاہد اگرچہ ائمہ میں سے ایک ہیں آپ قرآن کریم کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ آپ کے دو قول ہیں جو اہل علم کے
نزدیک چھوڑ دیئے گئے ہیں: ان میں سے ایک یہی ہے۔ اور دوسرا اس قول باری تعالیٰ کی تاویل میں ہے: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی
ربہا ناظرۃ۔ (القیامۃ) فرمایا: وہ ثواب کا انتظار کرے گا، یہ نظر (یعنی رب کریم کو دیکھنے) سے نہیں ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابن شہاب نے حدیث التنزیل کے باب میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور حضرت مجاہد سے بھی اس آیت
میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ اور یہ تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام
اشیاء اور عرش کو پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات کے ساتھ قائم اور موجود تھا، پھر اس نے بغیر حاجت اشیاء کو تخلیق فرمایا مگر اسے ان کی
حاجت اور ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کے لئے ایسا کیا، اور اس لئے تاکہ اس کا وجود، اس کی توحید،
کمال قدرت اور تمام افعال محکمہ کے بارے اس کا علم معلوم ہوجائے، اور اس نے اپنے لئے عرش تخلیق فرمایا اور اپنی قدرت اور مشیئت
کے مطابق اس پر قرار پذیر ہوا بغیر اس کے کہ اللہ کریم نے اس کو مس کیا ہو، یا عرش اس کے مکان بنا ہو، کہا گیا ہے: وہ اب بھی اسی
صفت پر ہے جس پر وہ زمان و مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا، پس اس بناء پر جواز میں یہ قول کرنا برابر ہے کہ حضرت محمد ﷺ کو
عرش یا زمین پر بیٹھایا گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر قرار پذیر ہونا انتقال، زوال، احوال کا تبدیل ہونا مثلاً اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور وہ
حالت جو عرش کو مشغول کردے، کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے عرش پر بلا کیف متمکن ہوا جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں
خبر دی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد ﷺ کو عرش پر بٹھانا نہ تو آپ کے لئے صفت ربوبیت کو ثابت کرتا ہے اور نہ آپ کو صفت
عبودیت سے نکالنے کا سبب ہے، بلکہ یہ تو آپ کے مقام و محل کو بلند کرتا اور آپ کو اپنی مخلوق پر شرف و عزت عطا کرتا ہے۔ اور رہا
اخبار میں آپ کا قول معہ تو یہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: ان الذین عند ربک (الاعراف:126) (بے شک جو مقرب
ہیں تیرے رب کے) اور رب ابن عندک بیتا فی الجنۃ (التحریم:11) (اے میرے رب! بنادے میرے لئے ایک گھر جنت
میں۔) اور وان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت:69) (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر وقت) محسنین کے ساتھ ہے) اور اسی طرح کے دیگر
ارشادات۔ یہ تمام بلند رتبہ، اور درجہ کی طرف عائد ہیں نہ کہ مکان کی طرف۔

روز محشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہونگے۔ ساری مخلوق خدا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہوگی۔ آپ جواب دیںگے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کرسکتا۔ ہاں تمہیں ایک کریم کا آستان بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا۔ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفی ﷺ کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو۔ چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریا ﷺ میں حاضر ہونگے اور اپنی داستان غم پیش کرینگے۔ حضور سن کر فرمائیں گے انا لہا۔ انا لہا۔ ہاں میں تمہاری دستگیری کے لیے تیار ہوں۔ حضور ﷺ عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سبوح وقدوس رب کی حمد وثناء کرینگے۔ ادھر سے آواز آئے گی یا محمد ارفع رأسک قل تسمع تعط اشفع تشفع اے سراپا خوبی وزیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائینگے۔ اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابو الفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ پر نور سرور عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائینگے۔ ۱۔ شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر، اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

۲۔ بعض خوش نصیبوں کے لیے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

۳۔ وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے۔ حضور کی شفاعت سے بخش دیے جائیں گے۔

۴۔ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵۔ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے جس کا دامن کرم سب کو ڈھانپے ہوگا۔ جس کی محبوبیت کا ڈنکہ ہر جگہ بج رہا ہوگا۔ جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کون سا دل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کون سی زبان ہوگی جو اس کی تعریف وتوصیف میں زمزمہ سنج نہ ہوگی۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اے مکہ کے باشندو! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو۔ جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو۔ طرح طرح کے شکوک وشبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تب اٹھے گا جب داور محشر عزت وجلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جوابدہی کے لیے طلب فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا: انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر ومامن نبی یومئذ آدم ومن سواہ الا تحت لوائی۔ (ترمذی شریف)

یعنی قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہونگا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے

جمع ہو نگے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ فخر ومباہات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے ستائیس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ پس بڑا بدبخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ قال السیوطی هذا حدیث متواتر فتعس من انکر الشفاعة۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: انه سیکون فی هذه الامة قوم یکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالشفاعة آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شدومد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شان مصطفی کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کر دیا جائے گا۔ (تفسیر ضیاء القرآن، اسراء، لاہور)

اذان کا جواب دینے کا بیان

524 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُيَيٍّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي الْحُبُلِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اذان دینے والے لوگ ہم سے فضیلت لے جائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی وہی کہو جو وہ کہتے ہیں: اور جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو تم دعا مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔

شرح

اس میں اختیار ہے کہ ان کلمات کو یا تو اس وقت پڑھا جائے جب مؤذن اشهد ان لا اله الا الله کہے یا اذان ختم ہو جانے کے بعد پڑھے۔ مناسب تو یہی ہے کہ اذان ختم ہونے کے بعد یہ کلمات پڑھے جائیں تا کہ اذان کے دوسرے کلمات کے جواب ترک نہ ہوں۔ اور ظاہر تو یہ ہے کہ مذکورہ ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ اذان کے کلمات کا جواب دے کر بعد میں ان کلمات کو پڑھا گا۔

525 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ

❁❁ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

525- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد. واخرجه مسلم (386)، والترمذي (208)، والنسائي في "الكبرى" (1655)، وابن ماجه (721) من طريق الليث بن سعد بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1565)، و"صحيح ابن حبان" (1693)

''جو شخص مؤذن کی (اذان) سننے کے وقت یہ کہے۔

''میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے' وہ وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے' حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہوں۔ (یعنی ان پر ایمان رکھتا ہوں)''

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

526 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ، قَالَ: وَأَنَا، وَأَنَا

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب مؤذن (کی اذان) سنتے تھے تو کلمہ شہادت پڑھتے تھے اور یہ کہتے تھے: میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

اذان پڑھنے والے کے لیے جنت کی بشارت کا بیان

527 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسَافٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: أَحَدُكُمْ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

⊛⊛ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور آدمی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے' جب مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے' تو آدمی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے۔ جب وہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہے' تو آدمی اشہد ان محمدًا رسول اللہ کہے۔ پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے' تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے' تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھے تو آدمی اللہ اکبر اللہ اکبر کہے' جب وہ لا الہ الا اللہ کہے' تو آدمی لا الہ الا اللہ صدق دل سے کہے' تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔

شرح

اس مقام پر اللہ اکبر اختصار کی وجہ سے دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سمجھانے کے لئے دو ہی مرتبہ کہنا کافی تھا اس لئے شارحین

یعنی اشهدان لا اله الا الله اور اشهدان محمد الرسول الله کو بھی صرف ایک ایک مرتبہ ہی ذکر کیا گیا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے معنی یہ ہیں، برائی سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہتا ہے تو وہ لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ لہٰذا اس کے جواب میں یہ کلمہ کہنے والا گویا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک امر عظیم اور زبردست فرض کی ادائیگی کا معاملہ ہے میں ایک عاجز و کمزور بندہ ہوں۔ میری قوت وطاقت کی کیا مجال کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کی متحمل ہوسکوں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت ہی ہوتی ہے جو ہم اس امر عظیم کو پورا کرتے ہیں اور چونکہ نماز کے لئے آنے کی طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہوتی لہٰذا اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا ہے تو ہم نماز کے لئے آتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے کلمات کو اسی طرح دہرانا یعنی اس کا جواب دینا مستحب ہے البتہ حیعلتین یعنی حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھنا چاہئے۔ بعض مقامات پر کچھ حضرات حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن فرماتے ہیں یہ غلط اور مسنون طریقے کے خلاف ہے۔ اذان کا جواب ہر سننے والے کو دینا چاہئے خواہ باوضو ہو یا بے وضو اور خواہ جنبی ہو یا حائض، بشرطیکہ جواب دینے میں کوئی چیز مانع نہ ہو مثلاً کوئی بیت الخلاء میں ہو یا جماع کرتا ہو، یا نماز پڑھ رہا ہو یا ایسے ہی کوئی دوسرا مانع ہو تو وہ اس وقت جواب نہ دے لیکن اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان امور سے فراغت کے بعد اذان کے کلمات جواب میں کہے۔"

صدق دل سے کہے" کا تعلق یا تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ سے ہے کہ یہ کلمہ صدق دل سے کہا جائے یا پھر اس کا تعلق پوری اذان کے کلمات سے ہے کہ جواب میں تمام کلمات پورے خلوص اور صدق دل کے ساتھ کہے جائیں اور ظاہری طور پر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پوری اذان سے ہے۔ جنت میں تو تمام مسلمان ہی داخل ہوں گے چاہے وہ کسی عذاب کے بغیر داخل ہوں یا عذاب کے بعد داخل ہوں۔ لہٰذا یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایسا آدمی جو اذان کا جواب صدق دل سے دیتا ہے یعنی زبان سے تو ان کلمات کو ادا کرتا ہے اور دل میں ان کلمات کی صداقت کا پورا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ نجات پائے ہوئے لوگوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ

باب: اقامت سن کر کیا کہا جائے؟

528 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا وَقَالَ: فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي الْأَذَانِ

⊛⊛ شہر بن حوشب حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یا ایک اور صحابی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کی جب انہوں نے قد قامت الصلاۃ کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اقامها الله

وَ اَدَامَهَا (اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے)

باقی اقامت میں اسی کی مانند الفاظ ہیں جو اذان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت میں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْاَذَانِ

باب: اذان کے وقت دعا کے بارے میں روایات

529- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ اَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: حِيْنَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَهُ، اِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ پڑھتا ہے:

اے اللہ! اے اس مکمل دعوت اور اس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کر دے جس کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدہ: ۳۵)

آیات سابقہ سے مناسبت:

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی اور عناد اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیدہ دیری کو بیان فرمایا تھا' اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بُعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادات کا بجالانا ہے' یہود نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یہود کے برعکس ہونا چاہیے' تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر کے اور اس کی اطاعت اور عبادات کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہیں اپنے اکابر اور اسلاف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے' اور عبادات کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے' اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ قبولیت توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اسکے راستہ کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔

(المفردات ص ۵۲۴-۵۲۵ مطبوعہ ایران ۱۳۴۲ھ)

علامہ ابن محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۴۱، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵-۷۲۴ مطبوعہ ایران ۱۴۰۵ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

امام محمد بن جزری متوفی ۸۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارے میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔ (حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی اولادہ مصر ۱۳۵۰ھ)

شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی اس سے شفاعت کرسکتا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۵۰ مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ)

امام ابو حاتم محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چھ (قسم کے) آدمیوں پر میں نے لعنت کی ہے اور ان پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جائے گی۔ (الحدیث) (صحیح ابن حبان ج ۱۳ رقم الحدیث: ۵۷۴۹) حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور میرے علم میں اس کی کوئی علت نہیں ہے اور ذہبی نے اس کو برقرار رکھا۔ (المستدرک ج ۱ ص ۳۶، ج ۲ ص ۵۲۵، ج ۴ ص ۹۰، الجامع الصغیر ج ۱ رقم الحدیث: ۴۶۷۰، ۱۲۸۸۶، ۱۲۹۲۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۶۶۸، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا۔ مجمع الزوائد ج ۷ ص ۲۰۵، المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۴۳ موارد الظمآن رقم الحدیث: ۵۲)

اس صحیح حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہے: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام کی وجاہت ان کی حرمت اور اس کے حق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی بارگاہ میں یہ عزت عطا فرمائی ہے کہ وہ ان کے سوال اور ان کی دعا کو مسترد نہیں فرماتا ہر چند کہ وہ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کی دعا کو مسترد فرمادے لیکن ایسا کرنا ان کی دی ہوئی عزت اور وجاہت کے خلاف ہے۔ ان کا اللہ پر حق ہے اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ جیسے اجیر کا آجر پر حق ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے

ان کی دعا کو قبول کرنے کا جو وعدہ فرمالیا ہے اس وعدہ کی جہت سے ان کا حق ہے فی ذاتہٖ کوئی استحقاق نہیں ہے یا حق بمعنی وجاہت اور حرمت ہے استحقاق کے معنی میں ہے۔

اس پر ایک دلیل مذکور الصدر حدیث ہے اور دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب بندہ فرائض ادا کر کے نوافل کو ہمیشہ پڑھتا ہے تو اللہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور جب وہ اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو اللہ اس کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے اور فرماتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اس کو اپنی پناہ میں لوں گا۔ (الحدیث) (صحیح بخاری ج ۷ رقم الحدیث: ۶۵۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۱۰۴ مسند احمد بتحقیق احمد شاکر رقم الحدیث: ۲۶۰۷۱ مسند ابو یعلیٰ ۷۰۸۷ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: رقم الحدیث: ۳۴۷ مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۶۹ المطالب العالیہ ج ۱ ص ۱۳۹) اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر ولی اور نبی سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی دعا ضرور قبول فرمائے گا اور ان کی دعا رد نہیں فرمائے گا اور ان کا اللہ پر یہی حق ہے اور یہی ان کی اللہ کی بارگاہ میں وجاہت اور حرمت ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا یا ان سے دعا کرنے کی درخواست کرنا صحیح ہے اور اب ہم اس سلسلہ میں احادیث پیش کریں گے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے اور یہ عرض کرتے اے اللہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برساتا تھا (اب) ہم اپنے نبی کے عم (محترم) کو تیری طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں تو تو ہم پر بارش نازل فرما۔ حضرت انس نے کہا پھر لوگوں پر بارش ہوتی۔ (صحیح البخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۱۰۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ المعجم الکبیر ج ۱ رقم الحدیث: ۸۴ کتاب الدعا للطبرانی رقم الحدیث: ۹۶۵ شرح السنہ للبغوی ج ۲ رقم الحدیث: ۱۱۶۰)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے "اے اللہ! میں تیرے نبی (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو اے اللہ میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما۔ (امام ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحاق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے)

علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے لکھا ہے اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مسند احمد تحقیق احمد شاکر ج ۱۳ رقم الحدیث: ۱۷۱۱۰، ۱۷۱۱۱ طبع قاہرہ) سنن ترمذی ج ۵ رقم الحدیث: ۳۵۸۹، سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۳۸۵، سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ رقم الحدیث: ۱۰۴۹۶، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی رقم الحدیث: ۶۶۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۶۲۲، المستدرک ج ۱ ص ۵۱۹، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۶، امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ المعجم الصغیر ج ۱ رقم الحدیث: ۵۰۸، المعجم الکبیر ج ۹ رقم الحدیث: ۸۳۱۱، حافظ منذری نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۴۷۶-۴۷۴، حافظ الہیثمی نے بھی لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۹، مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۴)

شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نووی اور امام محمد جزری وغیرہم نے امام ترمذی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں، لیکن ہمیں جو ترمذی کے پاکستانی اور بیروت کے نسخے دستیاب ہیں ان میں یا محمد کے الفاظ نہیں ہیں۔ سنن ترمذی کے علاوہ ہم نے باقی جن کتب حدیث کے حوالے دیئے ہیں ان سب میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں سو میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم میں سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا۔ (سو جو شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

سنن ابن ماجہ ج ۱ رقم الحدیث: ۷۷۸، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث: ۸۵، الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۴۵۶، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۴۵۸، علامہ احمد شاکر نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ مسند احمد ج ۱۰ رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹)

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان میں سب سے زیادہ قریب اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ تھے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۳۹۰، دارالفکر بیروت، طبع قدیم، علامہ احمد شاکر متوفی ۱۳۷۷ھ نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مسند احمد ج ۱۶ رقم الحدیث: ۲۳۲۰۱، طبع قاہرہ)

وسیلہ بہ معنی درجہ جنت

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: وسیلہ کا ایک معنی جنت کے درجات میں سے ایک (مخصوص) درجہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵)

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم مؤذن (کی اذان) کو سنو تو اس کے کلمات کی مثل کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جس شخص نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا اللہ

اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے حق میں میری شفاعت جائز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: (٣٨٤) ٨٢٦، سنن ابوداؤد ج ١ رقم الحدیث: ٥٢٣، سنن ترمذی رقم الحدیث: ٣٦١٤، صحیح بخاری ج ١ رقم الحدیث: ٦١٤، سنن نسائی رقم الحدیث: ٦٧٧، عمل الیوم واللیلہ للنسائی رقم الحدیث: ٤٥، عمل الیوم واللیلہ لابن السنی رقم الحدیث: ٩٤، مسند احمد تحقیق احمد شاکر ج ٦ رقم الحدیث: ٦٥٦٨، ج ١٠ رقم الحدیث: ١٠٩٦٢، ج ١٠ رقم الحدیث: ١١٤٤٢، ١١٦٨١، ١١٧٩٩، سنن کبریٰ للبیہقی ج ١ ص ٤١٠، ٤٠٩، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ١٦٨٨، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد)

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق کا بیان

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اذان سنتے تو دعا کرتے "اے اللہ اس دعوت کاملہ اور (اس کے نتیجہ میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل) کر دے"۔ (المعجم الاوسط ج ٤ رقم الحدیث: ٣٦٧٥، مکتبۃ المعارف الریاض ١٤٠٥ھ)

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدقہ بن عبداللہ السمین ہے۔ امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابوحاتم اور احمد بن صالح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ١ ص ٣٣٣، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ٧٤٣ھ لکھتے ہیں: صدقہ بن عبداللہ السمین کی روایات سے امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ ہر چند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے لیکن سعید بن عبدالعزیز اور امام اوزاعی نے اس کو ثقہ کہا۔ عبدالرحمن بن ابراہیم نے کہا: صدقہ ہمارے شیوخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صالح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدریہ کی طرف مائل تھا لیکن روایت میں صادق تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ١٦٦ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ تہذیب

الکمال ج ٩ ص ٨١-٧٨ ملخصاً، میزان الاعتدال ج ٢ ص ٤٢٦-٤٢٥، تہذیب التہذیب ج ٤ ص ٢٨١)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ٣٦٠ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ" اے اللہ! آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے، سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المعجم الکبیر ج ١٢ رقم الحدیث: ١٢٥٥٤، الجامع الکبیر ج ٧ رقم الحدیث: ٢٢١١٨، عمدۃ القاری ج ٥ ص ١٢٤)

حافظ الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان ہے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ١ ص ٣٣٢، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ١٤٠٢ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں سے اسحق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی صرف ایک حدیث متابعۃ درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ اسحق بن عبداللہ بن کیسان ۱۴۴ھ میں فوت ہوا تھا۔

(تہذیب الکمال ج ۱ ص ۶۲۔۵۷ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۴۶ کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۲۲۸)

ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں ''انک لاتخلف المیعاد'' کا ذکر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی ''اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کاملہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا' اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

اس دعا میں الوسیلۃ اور الفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں: ایوب اور جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت کہا: ''اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں وہ مقام عطا فرما' جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما'' تو اس کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف ج ۱ ص ۴۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ)

وسیلہ بمعنی مرشد کامل

ایمان' اعمال صالح' فرائض کی ادائیگی' اتباع سنت' اور محرمات اور مکروہات سے بچنا' یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنا کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے' جو اس کی مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے' اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے' اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کے ذریعہ میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اور اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے' اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

(صراط مستقیم (فارسی) ص ۵۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

تمام انبیاء و رسل میں سے فقط حضور ﷺ کا قیامت کے دن شفاعتِ عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التيمم، باب قول الله: فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا، 1 / 128، الرقم: 328، وأيضاً في كتاب: الصلاة، باب قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا، 1 / 168، الرقم: 427، ومسلم في الصحيح، كتاب: المساجد ومواضع الصلاة، 1 / 370، الرقم: 521، والنسائي في السنن، كتاب: الغسل والتيمم، باب: التيمم بالصعيد، 1 / 210-211، الرقم: 432، وابن حبان في الصحيح، 14 / 308، الرقم: 6398، والدارمي في السنن، 1 / 374، الرقم: 1389، وابن أبي شيبة في المصنف، 6 / 303، الرقم: 31642، وأبو عوانة في المسند، 1 / 330، الرقم: 1173، وعبد بن حميد في المسند، 1 / 349، الرقم: 1154، والبيهقي في السنن الكبرى، 2 / 329، 6 / 291، وأيضاً في شعب الإيمان، 2 / 177، الرقم: 1479.

’’حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی لہٰذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔‘‘

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التوحيد، باب: كلام الرب عز وجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، 6 / 2727، الرقم: 7072، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 182-184، الرقم: 193، والنسائي في السنن الكبرى، 6 / 330، الرقم: 11131، وأبو يعلى في المسند، 7 / 311، الرقم: 4350، وابن منده في الإيمان، 2 / 841، الرقم: 873.

’’معبد بن ہلال عنزی سے روایت ہے کہ ہم اہلِ بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بُنانی کو لے گئے تاکہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابو حمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیثِ شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

’’انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

''پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف وتوصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد وثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

''جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہئے جو کہ ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہئے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجئے اس پر آپ ہنسے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

''(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا:

اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لا إلٰہ إلا اللہ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال اور عظمت وکبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لا إلٰہ إلا اللہ کہا ہے۔''

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

3: أخرجہ البخاري في الصحیح، کتاب: التوحید، باب قول اللہ: لما خلقت بیدي، 6/2695۔2696، الرقم: 6975، وأیضا في کتاب: التفسیر، باب قول اللہ: وعلم آدم الأسماء کلہا، 4/1624، الرقم: 4206، وأیضا في کتاب: الرقاق، باب: صفۃ الجنۃ والنار، 5/2401، الرقم: 6197، ومسلم في الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: أدنی أہل الجنۃ منزلۃ فیہا، 1/180، الرقم: 193، وابن ماجہ في السنن، کتاب: الزہد، باب: ذکر الشفاعۃ، 2/1442، الرقم: 4312، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/116، الرقم: 12174، إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تا کہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہٰذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تا کہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا۔ چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے خلیل ہیں۔ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الٰہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

''چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اِذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلماتِ تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوٹوں

گا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا ہو گا اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر بھی خیر ہو گی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہو گا اور اس کے دل میں گیہوں کے برابر بھی خیر ہو گی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کیا ہو گا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہو گی۔"

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب: ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا، 4 / 1745، 1747، الرقم: 4435، وأيضًا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله: ولقد أرسلنا نوحا إلى قومه، 3 / 1215۔1216، الرقم: 3162، وأيضًا في كتاب: الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا، 3 / 1226، الرقم: 3182، ومسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1 / 184، الرقم: 194، والترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4 / 622، الرقم: 2434، وقال: هذا حديث حسن صحيح، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 435، الرقم: 9623، إسناده صحيح على شرط الشيخين.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تناول فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہو گا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہو گی جس کی انہیں نہ طاقت ہو گی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟

"بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہٰذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہٰذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر

دیجئے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میرا رب آج اتنا غضب
ناک ہے، اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب العزت نے مجھے درخت سے
روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور کے پاس جاؤ، نوح علیہ
السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! آپ (آدم علیہ السلام
کے بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شکر گزار بندہ کا خطاب دیا ہے،
آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت
نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی
اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی فکر ہے، مجھے اپنی فکر ہے،
مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

''سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی اور اہل
زمین میں اللہ کے خلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے
ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ اس
کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے،
میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ فضیلت بخشی، آپ
اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے ایک
شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے،
میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور اللہ کی طرف سے روح
ہیں، آپ نے بچپن میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (لہٰذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے کہ
ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا
غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے:) مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے
اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

''سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!
آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گناہوں سے معصوم بنایا ہے، آپ
اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا اور عرش تلے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب وکتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حمیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔"

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجہ مسلم فی الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: أدنی أہل الجنۃ منزلۃ فیہا، 1/187، الرقم: 195، وأبو یعلی فی المسند، 11/81، الرقم: 6216، والحاکم فی المستدرک، 4، 631، الرقم: 8749، والبزار فی المسند، 7، 260، الرقم: 2840، وابن مندہ فی الإیمان، 2/753، الرقم: 883، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/231، الرقم: 5493.

"حضرات ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوایئے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقامِ شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

"پس وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کونسی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ پل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے

اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔''

اسے امام مسلم، ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

6: أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/242، الرقم:185، والحميدي في المسند، 2/421، الرقم:945.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔''

اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/301، الرقم:2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/303، الرقم:31643، وعبد بن حميد في المسند، 1/215، الرقم:643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/73، الرقم:11085، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رُواۃ صحیح حدیث کے رجال ہیں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

8: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/416، الرقم:19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/304، الرقم:31645، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو

ذخیرہ کر دیا ہے پھر میں اس کو اپنی امت کے ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: امام احمد کے رجال حدیث صحیح کے رجال ہیں۔

9: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5 / 161، الرقم: 21435، حديث صحيح، وهذا إسناد رجاله ثقات رجال الشيخين، والدارمي في السنن، 2 / 295، الرقم: 2467 بالفاظ صلى الله عليه وآله وسلم: ''ونصرت بالرعب مسيرة شهر ... '' والبزار في المسند، 9 / 461، الرقم: 4077، والطيالسي في المسند، 1 / 64، الرقم: 472، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8 / 259، وقال: رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح، وأيضا في 10 / 371، وقال: رواه البزار بإسنادين حسنين.

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے ہر سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور وہ میری امت کے ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو اللہ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔ حجاج (راوی) کہتے ہیں: جو اس حال میں مرا ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔''

اسے امام احمد، دارمی، بزار اور طیالسی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے رجال صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2 / 222، الرقم: 7068، صحيح، إسناده حسن، والبيهقي في السنن الكبرى، 1 / 222، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 233، الرقم: 5497، وقال: رواه أحمد بإسناد صحيح، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 367، وقال: رواه أحمد، ورجاله ثقات، واللالكائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة، 4 / 487، الرقم: 1451، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2 / 256.

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا (عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سال ایک رات نماز پڑھتے ہوئے قیام فرمایا تو آپ کے صحابہ میں سے بعض اشخاص آپ کی حفاظت کرتے ہوئے آپ کے پیچھے جمع ہو گئے یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کی طرف پلٹ کر ان سے فرمایا: اس رات مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام علامۃ الناس کی طرف بھیجا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور رعب سے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی اگرچہ میرے اور ان کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تک کا فاصلہ ہو اس کو خوف سے بھر دیا جاتا ہے، اور میرے لئے اموالِ غنیمت حلال کر دیئے گئے کہ میں انھیں کھاتا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے اس کے کھانے کو بھاری سمجھتے تھے اور وہ اسے جلا دیتے تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مساجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جہاں کہیں بھی نماز مجھے پائے میں مسح کر کے نماز پڑھ لوں جبکہ مجھ سے پہلے لوگ اس کی تعظیم کیا کرتے تھے وہ صرف کلیساؤں اور گرجا گھروں (عبادت گاہوں) میں عبادت کرتے تھے، اور پانچویں خصوصیت مجھ سے کہا گیا: سوال کیجیے؟ کیونکہ ہر نبی نے سوال کیا ہے تو میں نے اپنے سوال کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دیا ہے، پس وہ تمہارے لیے ہے اور اس شخص کے لیے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اسے امام احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(11: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14/ 309، الرقم: 6399، والبيهقي في موارد الظمآن، 1/ 523، الرقم: 2125.

''حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے چھ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطا یہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا فرمایا۔ نبی کو اس کی بستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور میرا دشمن ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (یعنی تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچواں سوال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔''

اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أحمد في المسند، 1/ 5،4، الرقم: 15، وابن حبان في الصحيح، 14/ 393، 395، الرقم: 6476، وأبو يعلى في المسند، 1/ 44، 45، الرقم: 52، والبزار في المسند، 1/ 149، 151، الرقم: 76، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 375، وقال: رجاله ثقات.

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نماز فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے کوئی گفتگو نہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل کبھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اسی طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہے ○) [آل عمران، 3:33] پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا، آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم

موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادرزاد اندھوں اور برص زدہ مریضوں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولاد آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

''راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبرئیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدار جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر انور اٹھائیں گے تو یکایک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، کہیے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فرد بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولاد آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روز قیامت (بعد ازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور ایلہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی......'' الی آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابن حبان، ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/ 215، 216، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 372.)

''ابو نضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواء حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کرتا، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تا کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ

میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی لغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جو نبیوں کے سردار ہیں۔

''پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض غرق ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضمحل ہے ۝) [القرآن، الصافات، 89:37] دوسری بات (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہو گا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں ۝) [القرآن، الانبیاء، 89:21] اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

''لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہٰذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنالیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آ کر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہو گا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے، ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی:

امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آجاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد وثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے سجدہ سے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت تو وہ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعدادوں کے علاوہ ہوگی۔''

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی ان کے رجال صحیح ہیں۔

14: أخرجه أ ـــن حنبل في المسند، 3 / 144، الرقم: 12469، والدارمي في السنن، 1 / 41، الرقم: 52، وابن منده في الإيمان، 2 / 846، الرقم: 877، هذا حديث صحيح، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 6 / 323، الرقم: 2345، والمروزي في تعظيم قدر الصلاة، 1 / 276، الرقم: 268.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔

''میں جنت کے دروازے کے پاس آکر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد ﷺ ہوں۔ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر

ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آ کر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں آدھے جَو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کر دوں گا۔

''پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سر اٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جایئے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

''اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل نار کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہرِ حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ ''عُتَقَاءُ اللہ'' (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہلِ جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ''عُتَقَاءُ الجَبَّار'' (اللہ تعالیٰ جبّار کے آزاد کردہ) ہیں۔'' اسے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اِسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه الدارمي في السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبراني في المعجم الكبير، 17/320، الرقم: 887.

''حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اوّلین وآخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: کھڑے ہو جایئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے میں نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور کھڑا ہونے کی توفیق عطا فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شفاعت عطا فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک سراپا نور بنا دے گا۔ اس پر کافر کہیں گے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پا لیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر کیونکہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہوگا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی کبھی نہ سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لئے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکا ہوگا بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) [القرآن، ابراہیم، 14: 22]۔" اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

16: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 6: 308، الرقم: 31675، والدارمي في السنن، 2: 354، الرقم: 813.

"حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج کو دس سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو کمانوں جتنا فاصلہ ہوگا۔ لوگ پسینے میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہوگا پھر سورج بلند ہوگا تو انسان اس کی حدت سے ہانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہٰذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں، تو کام کہاں

ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ کے پاس جاؤ جس کے ذریعہ اللہ نے بابِ نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امن میں ہیں۔

''پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے بابِ نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! راوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجود کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد و ثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلائق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دو بار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جَو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔'' اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

17: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12/413، الرقم: 13522، والهيثمي في مجمع الزوائد، 1/261.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مالِ غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 7/154، الرقم: 6674، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/259، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/332.

''حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ

سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

19: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 8/211، الرقم: 7435.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، مجھے مال غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

20: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 7/269، الرقم: 7471.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدد فرمائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

21: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 5/202، الرقم: 5082، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/375.

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سر انجام دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا۔ ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو ڈھانپ کر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کر دی تو آپ چادر مبارک گھسیٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (راوی فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے گھسیٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہٰذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ

مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد و فرمان کے بارے میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے)! لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھاڑی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور کوئی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا رشتہ نفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

22: أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 1/ 80، الرقم: 103، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 236، الرقم: 5504، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 376.

''حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت پر گامزن رہنے اور اطاعت کی مخالفت کے سبب اہلِ قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا... (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سر اٹھائیے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

23: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 8/ 97، الرقم: 7483، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 377.

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدتر لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔'' اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

24: أخرجه ابن راهويه في المسند، 1/ 94، الرقم: 10، وابن حيان في العظمة، 3/ 835، الرقم: 386، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 2/ 148-149.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صور میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہلِ جنت کو جنت کی طرف اور اہلِ جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ

انکار کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اور ان پر تورات اتاری ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس لازمی جاؤ۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تمہاری رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا تو وہ میرے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اذن نہیں دیا گیا۔ بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتی جہنم میں گر گئے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو، پس ان کو نکال لیا جائے گا حتیٰ کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ پس جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں ہو۔'' اسے امام ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

25: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، 2/433، الرقم: 4054، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/258.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال

دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن و انس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انبیاء قربانی کے رکھ دیتے تھے تو آگ آ کر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ہر نبی نے جو طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے موخر کر دیا ہے۔'' اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

26: أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، 14 / 298.

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب تعالیٰ نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے روزِ قیامت میری امت کے گناہگاروں کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔'' اسے امام ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے۔

27: أخرجه اللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 1 / 444، الرقم: 1449، وأخرج ابن إسحاق في السيرة النبوية، 3 / 287، الرقم: 475، وابن هشام في السيرة النبوية، 3 / 231، والطبري في جامع البيان، 10 / 47.

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔۔۔ فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کرنے والی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی۔۔۔، تو ابو عمرو سے کہا گیا کہ کیا آپ کو شک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مالِ فئی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔'' اسے امام لالکائی نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن مقام محمود پر فائز فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب قوله: عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا، 4 / 1748، الرقم: 4441، والنسائي في السنن الكبرى، 6 / 381، الرقم: 11295، وابن منده في الإيمان، 2 / 871، الرقم: 927، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10 / 309، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3 / 56.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبی کے پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے حتیٰ کہ طلبِ شفاعت کا سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا۔''

اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: من سأل الناس تكثرا، 2 / 536، الرقم: 1405، وابن منده في الإيمان، 2 / 854، الرقم: 884، والبيهقي في شعب الإيمان، 3 / 269، الرقم: 3509، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 2 / 377، الرقم: 3677، والطبري في جامع البيان في تفسير

القرآن، 15/146، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3:56.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (مخلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبد اللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیث نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے تا کہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتی کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں گے۔''

اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: أدنی أھل الجنة منزلة فیھا، 1/179، الرقم: 191، وأبو عوانة فی المسند، 1/154، الرقم: 448، وابن منده فی الإیمان، 2/829، الرقم: 858، والبیھقی فی شعب الإیمان، 1/289، الرقم: 315، وأیضاً فی الاعتقاد، 1/195.

''یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزر مدینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنمیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنمیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا) [آل عمران، 3:192] اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) [السجدة، 32:20] آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابو نعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کر کے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔''

اسے امام مسلم، ابو عوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: من سورة بني اسرائيل، 5/ 303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 444، الرقم: 9735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 319، الرقم: 31745، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 784، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/ 681، الرقم: 299، والصيداوي في معجم الشيوخ، 2/ 664، الرقم: 293، والطبري في جامع البيان في تفسير القرآن، 15/ 145، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 59، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/ 309، والعسقلاني في فتح الباري، 11/ 426.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo) [بنی اسرائیل، 17: 79] کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مقامِ شفاعت ہے۔''

اسے امام ترمذی، احمد، ابنِ ابی شیبہ اور ابنِ ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

5: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: تفسير القرآن، باب: ومن سورة بني اسرائيل، 5/ 308، الرقم: 3148.

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترنا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلافِ واقعہ بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دینِ الٰہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنا لیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابنِ جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثنا کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سر اٹھایئے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمایئے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقامِ محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 178، الرقم: 12824، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 235، الرقم: 5503، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 373.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں [illegible] کے اسے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف [illegible] وسلم یہ انبیاء آپ کے پاس التجا لے کر آئے ہیں یا آپ کے پاس اکٹھے ہیں (راوی کو شک ہے) اور اللہ تعالیٰ سے [illegible] کہ وہ تمام گروہوں کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کر دے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ [illegible] ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا پھلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت وارد ہو[illegible] وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوٹوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور [illegible] وآلہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ [illegible] حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہوا نہ کسی نبی مرسل کو، پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا [illegible] وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سر اٹھایئے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور [illegible] اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک [illegible] جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔''

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

11: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 244، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في السنة، 2 / 374، الرقم: 804.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہیے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہم سب کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں

گے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں O) [القرآن، الصافات، 89:37] اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) [القرآن، الانبیاء، 63:21] اور جب وہ مع اہلیہ ظالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں سے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر فائز نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنادی گئی ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہوجاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد وثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہٰذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہوجاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سر اٹھایئے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی سجدہ ریز ہوجاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اٹھایئے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سر اٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

''پھر حضرت قتادہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا O) [بنی اسرائیل، 17: 79] فرمایا: یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔''

اسے امام احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه الحاكم في المستدرك، 2/395، الرقم: 3384، والنسائي في السنن الكبرى، 6/381، الرقم: 11295، وابن أبي شيبة في المصنف، 7/139،

الرقم:34800، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 2/36، الرقم:1082، والطیالسی فی المسند، 1/55، الرقم:414، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/377، وقال: رجاله رجال الصحیح.

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گاo)[القرآن، بنی اسرائیل، 17:79]۔ کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذنِ الٰہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تُو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے بیت اللہ کے رب۔ یہی مقام محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گاo)[بنی اسرائیل، 17:79]۔''

اسے امام حاکم، نسائی، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

13: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 4:614، الرقم:3701، والحارث فی المسند، 2/1008، الرقم:1131، وابن المبارک فی الزہد، 1/111، الرقم: 375، وأبو نعیم الأصبہانی فی حلیۃ الأولیاء، 3/145۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سطحِ زمین کو عظمتِ رحمن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لئے فقط اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہوگی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبرئیل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبرئیل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذنِ شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے۔ یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقامِ محمود ہوگا۔''

اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(14: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 6/247، الرقم:6117، وابن أبی شیبۃ فی المصنف، 6/308، الرقم:31675، وابن أبی عاصم فی السنۃ، 2/383، الرقم:813، والمنذری فی الترغیب والترہیب، 4/235، الرقم:5502، والہیثمی فی مجمع الزوائد، 10/372.)

’’حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہوگا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے گروہوں سے قریب ہو جائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملۂ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہٰذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھایئے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقام محمود ہے۔‘‘

اسے امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے۔

’’حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابو زعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوتھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجا نہ کرے گا۔ یہی مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا٥) [القرآن، بنی اسرائیل، 17: 79]۔‘‘ اسے امام طیالسی نے روایت کیا ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام اور محبت کے باعث شفاعت کے لئے عرش الٰہی پر بٹھائے جانے یا رب العالمین کے دائیں طرف قیام فرما ہونے کا بیان)

1: أخرجه الترمذي في السنن، أبواب المناقب، باب: في فضل النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5/585، الرقم: 3611.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین شق ہوگی پس مجھے جنت کے لباس میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد میں عرش کے دائیں جانب اعلیٰ مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا مخلوق میں سے کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا۔‘‘

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

2: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3 / 456، الرقم: 15783، إسناده صحيح على شرط مسلم، وابن حبان في الصحيح، 14 / 399، الرقم: 6479، والحاكم في المستدرك، 2/395، الرقم: 3383، والطبراني في المعجم الأوسط، 8/336، الرقم: 8797، وفي المعجم الكبير، 19 / 72، الرقم: 142، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 364، الرقم: 785، والهيثمي في مجمع الزوائد، 7/51.

’’حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت روز قیامت ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، پس میرا پروردگار مجھے سبز رنگ کا لباس فاخرہ پہنائے گا (امام طبرانی کی ’’المعجم الکبیر‘‘ میں سرخ

لباس کا ذکر ہے) پھر مجھے اذن دیا جائے گا تو میں اللہ رب العزت کی منشاء کے مطابق حمد وثنا کروں گا بس یہی مقامِ محمود ہے۔"

اسے امام احمد، ابنِ حبان، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے، اور امام ہیثمی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

3: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 2/365، الرقم: 786، والخلال في السنة، 1/211-212، الرقم: 237-238، وابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/148، والآجري في كتاب الشريعة، 6/1609، الرقم: 1097، والذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/93، الرقم: 223، والعسقلاني في فتح الباري، 11/427، وبدر الدين العيني في عمدة القاري، 23/123، وأحمد بن إبراهيم في توضيح المقاصد وتصحيح القواعد، 1/233.

"حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عظیم شان وشوکت کے ساتھ) لایا جائے گا تو انہیں اللہ عزوجل کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔"

اس روایت کو امام ابنِ ابی عاصم، خلال، ابنِ جریر طبری اور آجری نے بیان کیا ہے۔

4: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12/61، الرقم: 12474، والسيوطي في الدر المنثور في التفسير بالمأثور، 5/328.

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان بٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقامِ محمود ہوگا۔"

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه الخلال في السنة، 1/252، الرقم: 295، وابن الجوزي في زاد المسير، 5/76، والذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/131، الرقم: 359.

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔"

اس حدیث کو امام خلال اور ابن جوزی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه الديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 3/58، الرقم: 4159، والسيوطي في الدر المنثور في التفسير بالمأثور، 5/328، والشوكاني في فتح القدير، 3/255.

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت مجھے اپنے ساتھ پلنگ (خصوصی نشست) پر بٹھائے گا۔" اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 6/305، الرقم: 31652، والخلال في السنة، 1/213، 214، الرقم: 241، 244، 246، وابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/145، والآجري في كتاب الشريعة، 6/1614، 1615، الرقم: 1101-1105، والسمعاني في التفسير، 3/269، والبغوي في التفسير، 3/132، وابن الجوزي في زاد المسير، 5/76، وفخر الدين الرازي في التفسير الكبير، 21/27، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/311، والعسقلاني في فتح

الباری، 11/ 426، وبدر الدین العینی فی عمدۃ القاری، 23/ 123، والقسطلانی فی المواهب اللدنیۃ، 3/ 450،448، والسیوطی فی الدر المنثور، 5/ 328، والشوکانی فی فتح القدیر، 3/ 252، وجمال الدین القاسمی فی محاسن التأویل، 6/ 491-495.

''حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔''

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

ان روایات کو امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر طبری، آجری، سمعانی، بغوی، ابن جوزی اور دیگر ائمہ نے بیان کیا ہے۔

8: أخرجہ ابن الجوزی فی زاد المسیر، 5/ 76، والخازن فی تفسیرہ، 3/ 177، والقسطلانی فی المواهب اللدنیۃ، 3/ 448-450.

''حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آیت مبارکہ پڑھی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) تو فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔'' اس روایت کو امام ابن جوزی اور خازن نے بیان کیا ہے۔

9: أخرجہ السمعانی فی التفسیر، 3/ 269، والبغوی فی تفسیرہ، 3/ 132، والخازن فی تفسیرہ، 3/ 177.

''حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔'' اسے امام سمعانی، بغوی اور خازن نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجہ الذہبی فی العلو للعلی الغفار، 1/ 93، الرقم: 222.

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تلاوت کرتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل مجھے عرش پر بٹھائے گا۔''

11: أخرجہ السیوطی فی الدر المنثور، 5/ 326.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو خصوصی نشست پر فائز فرمائے گا۔''

12: أخرجہ الخلال فی السنۃ، 1/ 219، الرقم: 252.

''امام ابو جعفر محمد بن مصعب کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر اس لئے بٹھائے گا تا کہ ساری مخلوق اللہ

کے نزدیک آپ کے مقام و مرتبہ کو دیکھے پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج اور اپنے باغات کی طرف تشریف لے جائیں گے۔"

13: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 211۔212، الرقم: 237۔238، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 365، الرقم: 786، والآجري في كتاب الشريعة، 6/ 1609، الرقم: 1097، والذهبي في العلو للعلي الغفار، 1/ 93، الرقم: 223.

سلم بن جعفر البکر اوی کہتے ہیں: میں نے ابو مسعود الجریری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے (اپنی کرسی پر) بٹھائے گا پھر تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: تیری خرابی ہو، میں نے آج تک کوئی بھی ایسی حدیث نہیں سنی جو اس حدیث سے بڑھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہو جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔"

"امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن احمد بن واصل نے کہا: جس شخص نے امام مجاہد کی بیان کردہ حدیث کو جھٹلایا وہ (باطل فرقہ جہمیہ کا معتقد) جہمی ہے۔"

"امام ابو داود سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن نے فرمایا: جو شخص اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: لوگ فرقہ جہمیہ کے غیظ و غضب کے باعث اس حدیث کو بیان کرتے آ رہے ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ جہمیہ عرش پر کسی بھی چیز کے ہونے کا انکار کرتے ہیں۔"

16: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 215، الرقم: 246.

"امام ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن ابی طالب نے فرمایا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کو جھٹلایا اور جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ رب العزت کا انکار کیا۔"

17: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

"امام ابو بکر بن حماد المقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کے پاس ان احادیث کا تذکرہ کیا گیا اور وہ خاموش رہا (اس کا چہرہ خوشی کے باعث نہ کھلا) تو وہ اسلام پر تہمت لگانے والا ہے، پس جس نے ان احادیث کو طعن کا نشانہ بنایا تو اس کی بدبختی کا عالم کیا ہوگا۔"

18: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

"امام ابو جعفر الدقیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ ہمارے نزدیک جہمی ہے، اور اس کو جھٹلانے والے کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔"

19: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

"امام عباس الدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تہمت زدہ شخص ہی اس حدیث کو جھٹلاتا ہے۔"

20: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

''امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بن راہویہ نے فرمایا: اس حدیث پر ایمان رکھنا اور اسے تسلیم کرنا ہی حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ جہمی ہے۔''

21: أخرجه الخلال في السنة، 1 / 217، الرقم: 250.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرنے والے سے امام عبدالوہاب الوراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: درحقیقت وہ اسلام پر تہمت باندھنے والا ہے۔''

22: أخرجه الخلال في السنة، 1 / 217، 218، الرقم: 250.

''امام ابراہیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء اس حدیث کو ایک سو ساٹھ (160) سال سے بیان کرتے آرہے ہیں، اور اس کو سوائے اہل بدعت کے کوئی نہیں جھٹلاتا۔''

23: أخرجه الخلال في السنة، 1 / 218، الرقم: 250.

''امام حمدان رحمۃ اللہ علیہ بن علی نے فرمایا: میں نے پچاس سال سے اس حدیث کو لکھ رکھا ہے، اور میں نے اہل بدعت کے علاوہ کسی کو اسے جھٹلاتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

24: أخرجه الخلال في السنة، 1 / 218، الرقم: 250.

''امام ہارون رحمۃ اللہ علیہ بن معروف فرماتے ہیں: اس حدیث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زنادقہ کی آنکھوں کو تپش دے رہا ہے۔''

25: أخرجه الخلال في السنة، 1 / 218، الرقم: 250.

''امام محمد بن اسماعیل السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص نے یہ وہم و گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام حاصل نہیں ہوگا جو امام مجاہد نے کہا ہے، وہ اللہ رب العزت کا منکر ہے۔''

68 / 26. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ تَلَقَّتْهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُوْلِ.

26: أخرجه الذهبي في العلو للعلي الغفار، 1 / 170، الرقم: 461، وأحمد بن إبراهيم في توضيح المقاصد وتصحيح القواعد، 1 / 233.

''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

27: بيّنه الآجري في كتاب الشريعة، 6 / 1612۔1613.

''امام محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فضیلتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حدیثِ مجاہد اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کہ اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا، ان احادیث کو اکابر اہلِ علم و نقل نے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناء پر احسن طریقہ سے سیکھا ہے اور قبول کیا ہے اور انہوں نے ان کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے حدیثِ مجاہد کا رد کرنے والے شخص کی شدید مخالفت کی ہے اور کہا ہے: جس شخص نے حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ برا شخص ہے۔''

28: أخرجه ابن تيمية في مجموع الفتاوى، 4 / 374.

''جب یہ بات واضح ہو گئی تو معروف علماء اور اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کا رب اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔

''اِس بات کو محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تفسیر کے ذیل میں نقل کیا ہے اور اسے کئی دیگر مرفوع اور غیر مرفوع طرق سے بھی روایت کیا ہے۔''

29: أخرجه العسقلاني في فتح الباري بشرح صحيح البخاري، 11/ 427,426.

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ مجاہد کہ ''اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا'' کے متعلق فرمایا: اس قول کی صحت کا عقلی اور نقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) میں 'مقامِ محمود' کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد خلاصۃً فرمایا:

''ان تمام اقوال کو شفاعتِ عامہ پر منطبق کیا جاسکتا ہے، بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوائے حمد کا عطا کیا جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنا اور اپنے رب کی بارگاہ میں کلام کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر تشریف فرما ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب قیام فرما ہونا، یہ تمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ محمود کی صفات ہیں۔ جن پر فائز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔''

30: أخرجه القسطلاني في المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 3/ 448.

''امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرش پر بٹھایا جانا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر بٹھایا جانا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا جب کہ حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔''

ان روایات کی تائید میں ائمہ تفسیر کی آراء

1: أخرجه ابن جرير الطبري في جامع البيان، 15/ 147.

''امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کی صحت کا نقلی اور عقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمھم اللہ تعالیٰ کی کوئی روایت یا قول اس چیز (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے کا) ناممکن ہونا بیان نہیں کرتا۔''

2: أخرجه السمعاني في تفسيره، 3/ 269.

''امام ابو ظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ کسی اور نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے خصوصی کرسی پر بٹھائے گا، اور بعض ائمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش کے دائیں جانب کھڑا فرمائے گا۔''

3: أخرجه البغوي في تفسيره، 3/132.

''امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مجاہد التابعی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے متعلق بیان کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔''

4: أخرجه ابن عطية الأندلسي في المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، 3/479.

''قاضی ابو محمد ابنِ عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ محمود کے بارے میں فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں: ''مقامِ محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔'' اس بارے میں اس گروہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ نیز طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔''

5: أخرجه ابن الجوزي في زاد المسير، 5/76.

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مقامِ محمود کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ یہی الفاظ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیے ہیں۔''

6: أخرجه القرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/311، 312.

''امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامِ محمود کے بارے میں ''تیسرا قول'' درج کرتے ہوئے فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ''مقامِ محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی مخصوص کرسی پر بٹھائے گا۔'' اس بارے میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔ طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نقاش نے امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جو اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔'' اہلِ علم آج تک اس کو روایت کرتے آرہے ہیں۔ جس نے اس کا تاویل کی بنا پر انکار کیا تو ان کے بارے میں ابو عمر اور مجاہد فرماتے ہیں: اگر کوئی امام قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل کرے تو اہلِ علم کے ہاں دو آیات کے بارے میں قول متروک ہیں: ایک تو اس آیت مقامِ محمود کے بارے میں دوسرا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔ (وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝) [القيامة، 75:22، 23]۔ کی تاویل میں کہتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا انتظار کریں گے نہ کہ اُس کی نظر کا۔

میں کہتا ہوں: یہ تمام تاویلات ابنِ شہاب سے حدیثِ تنزیل کی بحث میں ذکر کی گئی ہیں اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے آیت کے تحت یہ قول ذکر کیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔" یہ تاویل ناممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عرش اور دیگر تمام اشیاء کی تخلیق سے بھی پہلے بذاتِ خود قائم تھا۔ پھر اُس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا لیکن اس میں اس کی ذاتی کوئی حاجت شامل نہ تھی بلکہ یہ اپنی قدرت وحکمت کے اظہار کے لیے کیا تاکہ اس کے وجود، توحید اور کمالِ قدرت وعلم کو اس کے تمام حکمت افعال کے باعث پہچانا جا سکے۔ پھر اُس نے اپنے لیے عرش تخلیق کیا اور اُس پر متمکن ہوا جیسا اس نے چاہا بغیر اس کے کہ وہ عرش اُس کے ساتھ ہی خاص ہو جائے یا اُس کی جائے قرار بن جائے۔ کہا گیا ہے کہ وہ آج بھی اپنی انہی صفات کے ساتھ قائم ہے جن کے ساتھ وہ زمان ومکان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ پس اس بناء پر یہ بات برابر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے یا فرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء فرمانا وہ اس پر قیام وقعود، اس پر آنے جانے اور اُس سے نیچے اُترنے اور دیگر تمام معاملات جو عرش سے متصل ہیں ان سے عبارت نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت تو بغیر کسی کیفیت کے عرش پر حالتِ استواء میں ہے جیسا کہ اُس نے اپنے بارے میں خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صفتِ ربوبیت ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفتِ عبدیت سے نکالنے کے لیے ہے، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتکریم کو دیگر مخلوق سے بلند تر کرنے کے لیے ہے۔ رہا حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا "معہ" فرمانا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کے بمعنی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ. الأعراف، 7:206

"بے شک جو (ملائکہ مقربین) تمہارے رب کے حضور میں ہیں۔"

رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ. التحريم، 66:11

"اے میرے رب! تو میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے۔"

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۝ العنكبوت، 29:69

"اور بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔"

"اس طرح کی دیگر تمام آیات رتبہ، قدر ومنزلت کی بلندی اور اعلیٰ درجات کی طرف اشارہ کرتی ہیں نہ کہ کسی مخصوص مقام کی طرف۔" 7: أخرجه الخازن في تفسيره، 3/177.

"امام خازن بیان کرتے ہیں: حضرت ابو وائل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا ہے جب کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ کے دوست ہیں اور تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت مجاہد التابعی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

''اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔''

8/80، ذکر القاضی محمد ثناء اللہ الپانی پتی فی تفسیرہ بلفظ ما ذکرہ البغوی والخازن.

8: أخرجه القاضي ثناء الله في التفسير المظهري، 4/272.

''قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں تفسیر بغوی اور خازن کی عبارت درج کی ہے۔''

9: أخرجه الشوكاني في فتح القدير، 3/252.

علامہ شوکانی مقام محمود کے بارے میں تیسرا قول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مقامِ محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا'' اس قول کو ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے ایک گروہ سے روایت کیا ہے، جن میں حضرت مجاہد التابعی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ اس باب میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ نقاش نے حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جس نے اس حدیث کا انکار کیا وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔'' اہل علم کثرت سے اس حدیث کو روایت کرتے آئے ہیں۔''

10/82، قال الألوسي: عن مجاهد أنه قال: المقام المحمود أن يجلسه معه على عرشه.

10: أخرجه الألوسي في روح المعاني، 15/142.

''امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مقامِ محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔''

''علامہ جمال الدین قاسمی نے اپنی تفسیر محاسن التاویل میں اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا)۔ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ہم ان کی تفسیر سے اس بحث کو من وعن درج کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا:

''ابن جریر نے کہا ہے: بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس مقامِ محمود کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اس پر فائز فرمائے گا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کو حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ واحدی نے اس کے کہنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے، اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس روایت کو درج کیا ہے اس کی عبارت کو امام رازی نے نقل کیا ہے۔ (واحدی کہتے ہیں) یہ قول گھٹیا، متروک اور قبیح ہے، نص کتاب اس تفسیر کے فساد کا اعلان کرتی ہے اور یہ کئی وجوہات کی وجہ سے ہیں:

پہلا اعتراض: بعث (کھڑا ہونا) یہ اجلاس (بٹھانے) کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں: بعثت النازل والقاعد فانبعث ''میں نے آنے والے اور بیٹھنے والے کو کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہو گیا''۔ اسی طرح کہتے ہیں: بعث اللہ المیت ''اللہ نے میت کو قبر سے کھڑا کیا''۔ لہٰذا بعث کی اجلاس کے ساتھ تفسیر کرنا یہ ضد کی ضد کے ساتھ تفسیر ہے، جو فاسد ہے۔

دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے مقاماً محموداً فرمایا ہے نہ کہ مقعداً (اگر بٹھانا مقصود تھا تو مقعداً محموداً فرمایا جاتا)۔ مقام کھڑے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں نہ کہ بیٹھنے کی جگہ کو۔

تیسرا اعتراض: اگر اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے ہوں تو اللہ تعالیٰ

محدود اور متناہی ہو جائے گا اور جو ایسا ہوگا وہ حادث ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ حادث نہیں قدیم ہے)۔

چوتھا اعتراض: کہا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر تشریف فرما ہونے میں کثرتِ اعزاز نہیں ہے کیونکہ یہی جاہل بیوقوف "تمام اہلِ جنت" کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور اس کے ہمراہ بیٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے دنیا میں گزرے ہوئے احوال پوچھے گا۔ جب ان کے نزدیک یہ حال تمام مسلمانوں کو حاصل ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی تخصیص کرنا اس میں کوئی زیادہ شرف اور رتبہ نہیں۔

پانچواں اعتراض: جب یہ کہا جائے کہ بادشاہ نے فلاں شخص کو مبعوث (تقرر) کیا ہے تو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اسے کسی قوم کے مسائل حل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ قول گھٹیا اور ساقط الاعتبار ہے۔ اس کی طرف وہی انسان مائل ہوسکتا ہے جو کم عقل اور بے دین ہو۔ واحدی کے اعتراضات ختم ہوئے۔"

"کاش واحدی کو پتہ ہوتا کہ ابن جریر نے کیا لکھا ہے تا کہ اس قسم کے خطرناک تبصرہ سے باز آتا اور بزرگانِ سلف کے علمی مرتبہ اور مقام کو ملحوظ رکھ کر ادب کا راستہ اختیار کرتا۔ یہاں امام ابنِ جریر نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ مذکور نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

"دونوں باتوں میں صحیح تر وہی بات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح خبر وارد ہوئی ہے کہ اس سے مراد مقامِ شفاعت ہے۔ پھر فرمایا: مقامِ محمود کا معنی متعین کرنے میں یہ قول اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ کے صحابہ سے اور تابعین سے روایتیں نقل کردی ہیں، پھر بھی جو مجاہد نے کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا"۔ یہ بھی کوئی غلط بات نہیں، نہ خبر کی رو سے نہ نظر کی رو سے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی و تابعی سے اس کا محال اور ناممکن ہونا مروی نہیں ہے۔ جہت فکر و نظر سے دیکھا جائے تو تمام اہلِ اسلام نے اس کی توجیح اور تفسیر میں تین وجوہات کی بناء پر اختلاف کیا ہے:

"ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اللہ رب العزت اپنی مخلوق سے جدا اور ممتاز ہے جیسے اشیاء کو تخلیق کرنے سے پہلے تھا۔ پھر اس نے اشیاء پیدا کیں اور وہ اُن سے مس نہیں کرتا، یہ صورت ہمیشہ سے ہے۔ جب وہ اشیاء کو پیدا کرکے انہیں چھوتا نہیں تو لازم ہے کہ وہ ان سے الگ تھلگ ہو کیونکہ جو اشیاء کو بناتا ہے یا تو ان سے مس کرے گا یا الگ تھلگ ہوگا۔ ان علماء نے کہا: پس وہ جس طرح تھا اسی طرح ہے حالانکہ اللہ رب العزت تمام چیزوں کا بنانے والا ہے، ان علماء کے قول کے مطابق یہ کہنا صحیح نہیں کہ یوں کہا جائے: اللہ تعالیٰ اشیاء کو مس کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہو۔ لہٰذا ان لوگوں کے مذہب کے مطابق برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ اس کا عرش سے الگ ہونا اور زمین سے الگ ہونا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے چنانچہ وہ ان دونوں سے الگ تھلگ ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی مس نہیں کرتا۔"

"علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کے مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی کوئی شے نہ تو اللہ کو مس کرتی تھی اور نہ

جدا تھی، پھر اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت سے انہیں قائم کیا اور اللہ کی شان ویسی ہی ہے جیسے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے تھی کہ نہ کوئی چیز اسے مس کرتی ہے اور نہ کوئی شے اس سے جدا ہے۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق بھی برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ وہ نہ اس (عرش) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے جس طرح کہ وہ نہ اس (زمین) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے۔"

"تیسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس حال میں تھا کہ نہ کوئی شے اسے مس کرتی تھی اور نہ اس سے جدا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی ذات کے لئے عرش بنا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا تو وہ اس سے مس ہو گیا جیسے اشیاء کو پیدا کرنے سے قبل نہ وہ کسی چیز کو رزق دیتا تھا اور نہ کسی چیز کو اس رزق سے محروم کرتا تھا پھر اس نے اشیاء کو پیدا کر کے کسی کو رزق دیا اور کسی کو اس رزق سے محروم کر دیا، کسی کو عطا فرما دیا اور کسی سے اپنی عطا کو روک لیا (یعنی جیسے جو چاہا دیا اور جیسے جو چاہا نہ دیا)۔ اِن لوگوں کا کہنا ہے: یہی حال اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے تھا کہ نہ کوئی چیز اُس کو مس (Touch) کرتی تھی اور نہ کوئی اس سے الگ تھی (کیونکہ تھا ہی کچھ نہیں)، پھر اس نے اشیاء کو پیدا کیا اور عرش پر بیٹھ کر اس کو مس کیا اس کے علاوہ باقی مخلوق پر نہ بیٹھا (نہ کسی کو مس کیا)۔ لہٰذا وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے مس کرے اور جس سے چاہے الگ رہے۔ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق بھی برابر ہے کہ "اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا نور کے منبر پر بٹھائے۔" ان کا کہنا ہے کہ رب کا اپنے عرش پر بیٹھنے سے تمام عرش استعمال نہیں ہوتا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر بٹھانے سے نہ ان کے لئے صفتِ ربوبیت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے رب کی عبودیت سے خارج ہوتے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے سے نہ تو وہ رب ہوں گے اور نہ بندگی سے نکلیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی جگہ خالق رہے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ مخلوق ہوں گے)۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق سے (ارفع مرتبہ ہونے کی وجہ سے ان سے) الگ تھلگ ہونا ان کے لئے صفتِ ربوبیت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ وہ صفت عبودیت سے باہر ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بدرجہ اولیٰ آپ سے (الوہیت میں) جدا ہے جس طرح کے اللہ موصوف ہے۔ اس قائل کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے الگ تھلگ ہیں۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ جب دونوں معنی الگ الگ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ ثابت نہ ہوگا کہ صفتِ عبودیت سے باہر نکل کر ربوبیت میں داخل ہو جائیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرشِ رحمن پر بیٹھنے سے بھی یہ خرابی پیدا نہیں ہوگی۔"

"اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ کسی مسلمان کی نظر میں مجاہد کا قول محال نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا بلکہ اس بات کا انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ مجھ سے عباس بن عبد العظیم نے حدیث بیان کی، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے جریری سے، انہوں نے سیف السدوسی سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن رب تعالیٰ کے حضور اللہ تعالیٰ کی کرسی پر بیٹھیں گے۔" (1) تفسیر ابن جریر، 15/147-148۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کے ساتھ بٹھائے جانے کا انکار کیا جاتا ہے۔ سوال ہے کہ کیا تمہارے نزدیک یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے اور ساتھ نہ بٹھائے؟ اگر اس نے یہ جائز قرار دیا تو گویا اس نے اقرار کر لیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہے اللہ کے ساتھ ہوں یا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عرش پر) بٹھائے۔ (دونوں باتیں برابر ہیں) اللہ عرش سے الگ ہے یا نہ مس کرتا ہے نہ الگ ہے، قائل کون سا قول کہے گا؟ وہ انکار کرنے کے باوجود اس کے بعض میں داخل ہو جائے گا۔ اگر ہمارے بیان کردہ جماعتوں کے اقوال کو رد کرتے ہوئے کہے کہ اللہ سے ایسا جائز نہیں ہے مطلقاً انکار کرے تو اس کا مذہب سب سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ ان تین اقوال کے علاوہ اور کوئی قول نہیں ہے، اور مجاہد کے قول میں کوئی استحالہ نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی بات ختم ہوئی۔"

"(علامہ جمال الدین قاسمی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں: آپ کا حق ہے کہ واحدی کے پانچ سوالوں کے جوابات دیں جنہوں نے حضرت مجاہد کے قول کو غلط قرار دیا ہے۔

پہلا جواب: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظِ "بعث" کی صرف "بٹھانے" کی تفسیر نہیں کی بلکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام محمود پر فائز ہونے کی تفسیر کی ہے۔ (بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی بات ہی نہیں کی۔)

دوسرا جواب: مقام کا معنی اور مفہوم مرتبہ، قدرت اور بلندی لغت میں مشہور ہیں۔

تیسرا جواب: یہ اعتراض ہم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جیسے اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں اسی طرح قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی جو بھی صفات بیان کی گئی ہیں ان صفات میں وہ مخلوق کے مماثل نہیں ہے اور خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا جائز نہیں۔

چوتھا جواب: یہ اعتراض ضد بازی اور تعصب ہے۔ ہر ایک کے مشاہدے میں یہ بات ہے کہ بادشاہ اگر ایک جماعت کو اپنے پاس بلائے اور ان میں سے افسر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے تو یہ بات قرین قیاس ہے کیونکہ بلند مقام پر فائز ہونے والا شخص اس مقام و مرتبہ کا مالک ہے کہ جس بناء پر اُسے ہر ایک پر فوقیت حاصل ہوگی۔

پانچواں جواب: اس آیت میں جس جہاں کی بات ہو رہی ہے وہ ہماری اس دنیا سے مختلف ہے۔ آخرت میں مہمات کو حل کرنے کیلئے کسی کو مقرر نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور یہ اس تفسیر پر صادق آتا ہے جو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور جس پر اکثر کی رائے ہے۔ پس تو غور کر اور انصاف کر۔"

"حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'العلو للہ العظیم' میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں یہ اشعار درج کیے ہیں:

(ہم حدیثِ شفاعت کو احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانے کی روایت تو ہم اس کا بھی انکار نہیں کرتے۔ حدیث کو اس کے اصل معنی پر قائم رکھو اور اس میں ایسی چیزیں داخل نہ کرو کہ اس کا اصل معنی فاسد ہو جائے۔)"

"اس کے بعد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں شیخ بغداد عبادت گزار محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مصعب کے حالات

زندگی بیان کیے اور اُن سے مقامِ محمود کی یہ تفسیر بیان کی ہے: ''مروذی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ الخفاف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مصعب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا: انہوں نے اس آیت (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تلاوت کی اور فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بغداد محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مصعب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اُن سے احادیث نقل کی ہیں (یعنی وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں)۔'' وہ شخص کتنا بلند رتبہ ہوگا!''

''امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے کا مسئلہ کسی قرآن کی نص سے ثابت نہیں بلکہ اس باب میں کمزور حدیث ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت مبارکہ کی تفسیر کی ہے جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے بعض اہلِ کلام نے اس کا انکار کیا ہے۔ امام مروذی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تحقیق کی اور اس پر ایک کتاب مرتب کی جس میں حضرت مجاہد کے اس قول۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے۔ کو لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب، ابویحییٰ القتات اور جابر بن زید کے طرق سے جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ جن ائمہ نے اُس زمانے میں فتویٰ دیا کہ قولِ مجاہد کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کی مخالفت نہیں کی جائے گی، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن، ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء شامل ہیں۔''

''امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: جس شخص نے اس حدیث کا انکار کیا میں اُس کا منکر ہوں اور وہ شخص میرے نزدیک تہمت زدہ اور ناپسندیدہ ہے۔ میں نے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت سے سنا ہے اور میں نے کسی محدث کو اس کا منکر نہیں پایا۔ ہمارے ہاں اس کا انکار صرف جہمیہ (باطل فرقہ کے پیروکار) کرتے ہیں۔''

''ہمیں ہارون بن معروف نے حدیث بیان کی، ان سے محمد بن فضیل نے بیان کی انہوں نے حضرت لیث سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔ (عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ میں نے یہ حدیث اپنے والدِ گرامی (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل) سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میری قسمت میں نہ تھا کہ میں یہ حدیث ابن فضیل سے سن سکوں۔ امام مروذی، ابراہیم بن عرفہ کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمیر سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔''

''امام مروذی بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد سجستانی نے فرمایا: ہمیں ابن ابی صفوان الثقفی نے حدیث بیان کی، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سلم بن جعفر نے حدیث بیان کی، اور یہ ثقہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیف السدوسی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: ''روزِ قیامت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لایا جائے گا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے

سامنے اللہ تعالیٰ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔'' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور اسی طرح نقاش نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، اسی طرح شیخ الشافعیہ ابن سریج نے اس قول کے منکر کا رد کیا ہے۔''

''اس قول کی تائید میں امام ابوبکر الخلال رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'السنۃ' میں (ایک خواب) بیان کرتے ہیں: مجھے حسن بن صالح العطار نے، انہوں نے محمد بن علی السراج سے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) فلاں ترمذ کا رہنے والا شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر نہیں بٹھائے گا جب کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بٹھائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال بھرے چہرے کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! ہاں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے عرش پر بٹھائے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔''

''قاضی ابویعلی الفراء رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ محدث وفقیہ ابوبکر احمد بن سلیمان النجاد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر کوئی شخص اس بات پر حلف اٹھائے: ''اگر یہ بات غلط ہو کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا تو میری بیوی کو تین طلاقیں'' اور وہ مجھ سے فتویٰ لینے آئے تو میں اس سے کہوں گا: تُو نے حق اور سچ بات کہی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے قیامت کے دن شفاعت اختیار فرمانے کا بیان

1: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: صفة القيامة، باب: ما جاء في الشفاعة، 4/ 627، الرقم: 2441.

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آنے والا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری آدھی امت کو بغیر حساب جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا نہیں مرے گا۔''

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه ابن ماجه في السنن، كتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/ 1441، الرقم: 4311، والكناني في مصباح الزجاجة، 4/ 260، الرقم: 1549.

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت کا حق اختیار کروں یا میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہ گاروں، خطاکاروں اور گناہوں سے آلودہ لوگوں کے لیے ہے۔''

اسے امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/ 75، الرقم: 5452، وابن أبي عاصم في السنة، 2/ 368، الرقم: 791، والبيهقي في الاعتقاد، 1/ 202، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/ 242، الرقم: 5518، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10: 378.

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت اختیار کروں یا میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے

شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہوں سے آلودہ لوگوں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔''

اسے امام احمد بن حنبل، ابن ابی عاصم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری نے کہا ہے: اس کی اسناد ٹھیک ہے۔

4: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/ 415، الرقم: 19724، والروياني في المسند، 1/ 330، الرقم: 501، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 368.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی غزوہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے، پس میں رات کے ایک حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا آپ کی آرام گاہ کی طرف گیا تو میں نے آپ کو وہاں نہ پایا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا میدان کی طرف نکل گیا تو ایک اور صحابی کو دیکھا کہ وہ بھی میری طرح آپ کی تلاش میں ہے۔ فرماتے ہیں: ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے دیکھ کر ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دار الحرب میں ہیں اور ہمیں آپ کی فکر ہے لہٰذا اگر آپ کو کوئی حاجت پیش آئی تو کیوں نہ آپ نے کسی غلام کو فرمایا کہ وہ آپ کے ساتھ جاتا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ہوا کی سرسراہٹ یا شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنی اس اثناء میں میرے رب کی طرف سے آنے والا (جبرائیل وحی لے کر) آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے میری تہائی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار فرمالیا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسیع ہے۔ پھر اس نے مجھے (دوبارہ) میری آدھی امت جنت میں داخل فرمانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے اپنی شفاعت کو اختیار کر لیا اور میں جانتا ہوں کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسعت کی حامل ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت کا اہل بنائے۔ آپ نے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی پھر انہوں نے (دیگر) صحابہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ آپ کے پاس آنا شروع ہو گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے نوازے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ جب آپ کے پاس لوگوں کا کثیر جمگھٹ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً وہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی گواہی دیتا ہو۔''

اسے امام احمد اور رویانی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/ 404، الرقم: 19618.

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ایک رات میں بیدار ہوا تو آپ کو اپنی آرام گاہ میں نہ دیکھ کر میرے دل میں کسی ناگہانی واقعہ کے پیش آنے کا خیال آیا۔ پس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ بھی میری طرح اسی ٹکن میں ہے۔ اسی اثناء میں ہم نے ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی تو اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت سے تشریف لا کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں تھا؟ اور کس حال میں تھا؟ میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک پیغام لیکر

آنے والا آیا کہ اس نے مجھے میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اور ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اِسناد حسن ہے۔

6: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/232، الرقم: 22025، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/368.

”حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سفر کے دوران) جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو مہاجرین آپ کے اردگرد (کیمپ) ڈال لیتے۔ فرماتے ہیں: (اسی طرح کسی سفر کے دوران) ہم ایک جگہ پر اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اور ہم آپ کے اردگرد تھے۔ فرماتے ہیں: میں اور معاذ رات کو نیند سے بیدار ہوئے تو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) دیکھا۔ (آپ کو اپنی جگہ پر نہ پا کر) ہم آپ کی تلاش میں نکل پڑے تو ہم نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ جیسی آواز سنی، اس اثناء میں آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھ کر ہم ڈر گئے کہ شاید آپ کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا ہے لہٰذا ہم آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک آنے والا حالتِ نیند میں میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدھی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے یا شفاعت کرنے کا اختیار دیا؟ پس میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اسلام کے صدقے اور آپ کے ساتھ صحابیت کا شرف پانے کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ ہمیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ فرماتے ہیں: لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی آپ سے ہمارے کہنے کی طرح عرض کیا اور لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی شفاعت ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اِسناد حسن ہے۔

7: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6/28، 29، الرقم: 24002، وابن حبان في الصحيح، 14/388، الرقم: 6470، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/320، الرقم: 31751، والطبراني في المعجم الكبير، 18/73، الرقم: 134، والطيالسي في المسند، 1/134، الرقم: 998، والروياني في المسند، 1/391، الرقم: 597، وابن أبي عاصم في السنة، 2/389، الرقم: 818.

”حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دورانِ سفر) ایک رات ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے تو ہم میں سے ہر شخص اپنی سواری پر سو گیا۔ فرماتے ہیں: میں بعض اونٹوں کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر موجود نہیں ہیں۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑا تو اس دوران دیکھا کہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن قیس بھی جاگ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ وادی کے اوپر سے ہم نے بادل کے گڑگڑانے جیسی آواز سنی ہے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والا رات کو میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدھی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت سے نوازیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میری شفاعت کے حق دار ہو۔ فرماتے ہیں: ہم جلدی سے (دوسرے) لوگوں کی طرف آئے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پا کر پریشان تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے بھی) فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والے نے رات کو میرے پاس آ کر مجھے اپنی آدھی امت کے (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت کے حقدار بنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا۔"

اسے امام احمد، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ' میں کہا ہے: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اس کا ہر راوی شیخین کی شرط پر ثقہ ہے۔

8: أخرجه الحاكم في المستدرك، 1/135،60، الرقم: 221،36، والطبراني في المعجم الكبير، 18/68، الرقم: 126، وابن منده في الإيمان، 2/873، الرقم: 932.

"حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (دورانِ سفر) ایک منزل پر (آرام کے لیے اترے) تو رات کے کسی حصے میں مجھے جاگ آ گئی۔ میں نے کسی چیز کو اپنے کجاوہ کے پچھلے حصہ سے بڑھ کر طویل نہ دیکھا، ہر انسان اور اس کا اونٹ زمین کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ تک پہنچا تو آپ وہاں موجود نہ تھے، میں نے اپنا ہاتھ بستر مبارک پر رکھا تو وہ ٹھنڈا تھا۔ پس میں آپ کی تلاش میں لوگوں کے درمیان سے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوا گزرنے لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی لے گیا ہے یہاں تک کہ پورے لشکر سے باہر نکل گیا۔ اسی دوران میں نے ایک سایہ دیکھا تو میں نے آگے بڑھتے ہوئے اسے پتھر مارا۔ میں سایہ کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ ہم نے اپنے آگے بادل کی گڑگڑاہٹ یا ہوا میں بارش کے برسنے جیسی آواز سنی تو ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا: لوگو! تم یہیں رکے رہو یہاں تک کہ صبح ہو جائے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں۔ فرماتے ہیں: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کہیں سے تشریف لاتے ہوئے) پکارا: کیا (یہاں) معاذ بن جبل، ابو عبیدہ اور عوف بن مالک ہیں؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ہماری طرف تشریف لائے تو ہم (واپس لشکر کی طرف) چلنا شروع ہو گئے نہ ہم نے آپ سے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے ہمیں کچھ فرمایا یہاں تک کہ آپ اپنے بچھونے پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو مجھے کیا اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس نے مجھے آدھی امت کے بغیر حساب جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ سو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں اس سے نوازے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہر مسلمان کے لیے ہے۔''

اسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا۔ حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

9: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 18/ 58، الرقم: 107، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 369.

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران منزل پر اترے، یہاں تک کہ رات کو میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی جس کے باعث میں سو نہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت لشکر میں تمام جانور سو رہے تھے کہ (اپنی خوابگاہ) کجاوہ کی پچھلی جانب سے میرے دل میں کچھ خیال ابھرا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں ضرور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور صبح تک آپ کی حفاظت کا فریضہ انجام دوں گا۔ پس میں لوگوں کے کجاووں سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے کجاوے میں موجود نہ تھے، لہٰذا میں کجاووں کو عبور کرتا ہوا لشکر سے باہر نکل گیا تو ایک سایہ دیکھا۔ میں نے اس سایہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: کس چیز نے آپ کو (لشکر سے) باہر نکالا ہے؟ میں نے کہا: جس نے آپ دونوں کو نکالا ہے۔ ہم سے قریب ہی ایک باغ تھا تو ہم اس کی طرف چل پڑے کہ اچانک ہم نے اس میں سے مکھی کی بھنبھناہٹ یا ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی۔ پس (اس میں سے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا یہاں ابو عبیدہ بن جراح ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور معاذ بن جبل ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عوف بن مالک ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لے آئے۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے تو نہ ہم نے آپ سے کسی چیز کے بارے عرض کیا اور نہ ہی آپ نے ہم سے کچھ پوچھا یہاں تک کہ آپ اپنے کجاوہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے بارے میں ابھی مجھے میرے رب نے اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ (ضرور بتلائیے)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے بغیر حساب کتاب اور عذاب کے میری تہائی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے۔ ہم سب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا حق دار بنا لیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک میری شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہے۔''

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط، 4/ 102، الرقم: 1395، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 370.

''ابو کعب صاحب حریر سے روایت ہے کہ میں نے نضر بن انس سے سوال کیا کہ آپ مجھے ایسی حدیثِ مبارکہ بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں آپ کو ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو ہم کو مدینہ کی طرف سے لکھی گئی

ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس حدیث کو یاد کرلو کیونکہ یہ احادیث کا خزانہ ہے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تو سارا دن (سفر میں) رہے پس جب رات ہوئی تو آپ نے (ایک جگہ) پڑاؤ ڈالا اور لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ام انس کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، فلاں اور فلاں چار افراد آرام فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) کو سر کے نیچے تکیہ بنا کر رکھ لیا، پھر آپ اور آپ کے پہلو میں موجود چاروں افراد سو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے پر انہوں نے اپنے سروں کو اٹھا کر دیکھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سواری کے پاس نہ پا کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ ہم آپ کو نہ دیکھ کر تو بے چین ہو گئے تھے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا جیسا کہ تم نے دیکھا تو اپنی نیند میں بادل کی گڑگڑاہٹ جیسی آواز سننے پر بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ (پھر میں اسی بے قراری) میں (باہر) چل پڑا تو جبرئیل سے میرا سامنا ہوا۔ اس نے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے خاص گھڑی میں مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو اختیار دوں۔ آپ اختیار فرمایئے چاہے آپ کی آدھی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہو جائے اور چاہے قیامت کے دن آپ شفاعت کریں؟ پس میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا ہے۔ اس پر چاروں افراد کے گروہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا مستحق بنا لیجئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مستحق ہو۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاروں آگے بڑھے یہاں تک کہ دس افراد آپ سے آ ملے تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے رحمت والے نبی کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی ایسا ہی بیان کیا جیسے لوگوں کو بتایا تھا تو انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر قربان کرے، آپ قیامت کے دن ہمیں بھی اپنی شفاعت کا مستحق ٹھہرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی اس کے حقدار ہو۔ پس ان سب نے لوگوں کے ایک بڑے گروہ کی طرف آ کر لوگوں میں ندا دی: یہ ہمارے نبی رحمت والے نبی ہیں۔ آپ نے انہیں بھی جو قوم کو بیان فرمایا تھا بتایا تو انہوں نے بیک وقت پکارا: اللہ تعالیٰ ہم کو آپ پر فدا کریں آپ ہمیں بھی قیامت کے دن اپنی شفاعت سے نوازیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور ہر سننے والے کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہو گی جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔“

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 2/397، الرقم: 829.

”حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبرئیل نے مجھے آ کر بتایا کہ میرے رب نے مجھے دو خصلتوں میں اختیار دیا: چاہے میری آدھی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے یا شفاعت کا حق اختیار کروں؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔“ اسے امام ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت قیامت تک کے لیے مؤخر فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: الدعوات، باب: لکل نبي دعوة مستجابة، 5 / 2323، الرقم: 5945، وأيضاً في کتاب: التوحيد، باب: في المشيئة والإرادة، 6 / 2718، الرقم: 7036، ومسلم في الصحيح، 1 / 188، کتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، الرقم: 198، ومالک في الموطأ، 1 / 212، الرقم: 494، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 381، الرقم: 8959، إسناده صحيح رجاله ثقات رجال الصحيح غير علي بن بکر بن محمد، وهو ثقة، وأيضاً في، 2 / 486، الرقم: 10311، وابن حبان في الصحيح، 14 / 374، الرقم: 6461، وأبو عوانة في المسند، 1 / 86، الرقم: 256، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 133، الرقم: 1041.1042، والبيهقي في شعب الإيمان، 2 / 163، الرقم: 1444، وابن منده في الإيمان، 2 / 862، الرقم: 902.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ اپنی اس خاص دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر کے رکھوں۔''

اسے امام بخاری، مسلم، مالک، احمد بن حنبل، ابن حبان اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، کتاب: الدعوات، باب: لکل نبي دعوة مستجابة، 5 / 2323، الرقم: 5946، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 132، الرقم: 1038، وأبو نعيم الأصبهاني في حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، 7 / 259.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے کیا تو قبول کر لی گئی، پس میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دی ہے۔''

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، کتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 189، الرقم: 199، والترمذي في السنن، کتاب: الدعوات، باب: فضل لا حول ولا قوة إلا بالله، 5 / 580، الرقم: 3602، وابن ماجه في السنن، کتاب: الزهد، باب: ذکر الشفاعة، 2 / 1440، الرقم: 4307، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 426، الرقم: 9504، والبيهقي في السنن الکبری، 10 / 190.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے پس ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ وہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچنے والی ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔''

اسے امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

4: أخرجه مسلم في الصحيح، کتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1 / 190، الرقم: 200، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 218، الرقم: 13281، وابن حبان في الصحيح، 14 / 76، الرقم: 6196، وأبو يعلى في المسند، 5 / 229.340، الرقم: 2842.2970، وابن منده في الإيمان، 2 / 866، الرقم: 915، والقضاعي في مسند الشهاب، 2 / 134، الرقم: 1043.1044.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے مقبول

دعا تھی جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا۔ بے شک میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی إسناد صحیح ہے۔

5: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1/ 190، الرقم: 201، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/ 384، الرقم: 15116، وابن حبان في الصحيح، 14/ 373، الرقم: 6460، وأبو يعلى في المسند، 4/ 168، الرقم: 2237، والطبراني في المعجم الأوسط، 3/ 243، الرقم: 3043.

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا تھی جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا جبکہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، احمد، ابن حبان، ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1/ 189، الرقم: 198، وابن راهويه في المسند، 1/ 233، الرقم: 191، وابن منده في الإيمان، 2/ 864، الرقم: 911، وأبو نعيم الأصبهاني في المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، 1/ 273، الرقم: 494.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص قبول کی جانے والی دعا کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے پس اسے قبول کر کے وہی عطا کر دیا جاتا ہے، جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، ابن راہویہ اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی إسناد حسن ہے۔

7: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1/ 190، الرقم: 199، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 313، الرقم: 8132، وأبو نعيم في المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، 1/ 273، الرقم: 495.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا تو اسے قبول کر لیا گیا جبکہ میں چاہتا ہوں ان شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دوں۔“

اسے امام مسلم اور احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب: اختباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة لأمته، 1/ 189، الرقم: 198، وابن منده في الإيمان، 2/ 860، الرقم: 897، والبيهقي في السنن الكبرى، 10/ 190، وأيضًا في شعب الإيمان، 5/ 477، الرقم: 7328، والقضاعي في مسند الشهاب، 2/ 133، الرقم: 1040، والأصبهاني في المسند المستخرج على صحيح مسلم، 1/ 272، الرقم: 492.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے کہا کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق ہوتا ہے جسے وہ کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ان شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت

کے لیے موخر کر کے رکھوں۔ حضرت کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا: کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!''

اسے امام مسلم، ابنِ مندہ، بیہقی اور قضاعی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد حسن ہے۔

9: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/ 430، الرقم: 9553، وابن راهويه في المسند، 1/ 139، الرقم: 68، وابن الجعد في المسند، 1/ 177، الرقم: 1137، وابن منده في الإيمان، 2/ 863، الرقم: 909.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا تھی جسے اس نے کیا۔ یقیناً میں چاہتا ہوں اِن شاء اللہ کہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے ذخیرہ کر لوں۔''

اسے امام احمد، ابنِ راہویہ اور ابنِ جعد نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/ 281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/ 215، 216، الرقم: 2328، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 372، والعجلوني في كشف الخفاء، 1/ 16، الرقم: 11، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 3/ 487، الرقم: 843.

''ابو نضرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا ضرور تھی جسے اس نے پورا ہونے کا دنیا میں اصرار کیا۔ بے شک میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 2/ 275، الرقم: 7714، وابن منده في الإيمان، 2/ 861، الرقم: 900، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 4/ 16.

''قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کعب (الاحبار تابعی) ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کعب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرویات بیان کرنے لگے جبکہ کعب، ابو ہریرہ کو کتبِ سابقہ سے مرویات بیان کرنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق تھا، اور بے شک میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد صحیح ہے۔

12: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/ 20، الرقم: 11148، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/ 310، الرقم: 31683، وعبد بن حميد في المسند، 1/ 283، الرقم: 903، وأبو يعلى في المسند، 2/ 293، الرقم: 1014، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/ 371.

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص عطیہ (دعائے مستجاب کی شکل میں) دیا گیا اور ہر ایک نے اس کے حصول میں جلدی کی۔ بے شک میں نے اپنے اس عطیے کو قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے موخر کر دیا ہے۔''

اسے امام احمد، ابنِ ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اِسناد حسن ہے۔

13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/325-326، الرقم: 22771، والطبراني في مسند الشاميين، 2/156، الرقم: 1101، وابن أبي عاصم في السنة، 2/391، الرقم: 822، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/367.

''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات صحابہ نے (سفر میں قیام کے دوران) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنے درمیان) نہ پایا، ان کا معمول تھا کہ وہ جب کسی مقام پر پڑاؤ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے درمیان کر لیتے تھے لہٰذا وہ اس صورتحال سے گھبرا گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے علاوہ دوسرے اصحاب کو چن لیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی خیال میں گم تھے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر کہی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس بات سے ڈر گئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہمارے علاوہ دیگر اصحاب کو چن لیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے صحابہ ہو۔ (ہوا یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے جگا کر فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے ہر بھیجے ہوئے نبی اور رسول نے مجھ سے خاص سوال کیا اور میں نے اس کا مانگا ہوا عطا کر دیا، لہٰذا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ بھی مجھ سے کوئی سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے عرض کیا: میرا سوال قیامت کے دن امت کی شفاعت کا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شفاعت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں (قیامت کے روز) عرض کروں گا: اے میرے رب! میری شفاعت (کا سوال) جو میں نے تیرے ہاں ذخیرہ کیا ہوا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: ہاں! (مجھے یاد ہے) پس میرا رب تبارک وتعالیٰ میری بقیہ (گناہ گار) امت کو جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دے گا۔''

اسے امام احمد، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

14: أخرجه الحاكم في المستدرك، 1/138، الرقم: 226، وقال: وقد احتج مسلم بعلي بن هاشم وعبد الرحمن بن أبي عقيل الثقفي صحابي قد احتج به الحتا في مسانيدهم، وأما عبد الجبار بن العباس فإنه من يجمع حديثه ويعد مسانيده في الكوفيين، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/318، الرقم: 31740، وابن أبي عاصم في السنة، 2/393، الرقم: 824، وأيضا في الآحاد والمثاني، 3/239، الرقم: 1600، والحارث في المسند، 2/1010، الرقم: 1134، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4/234، الرقم: 5499، وقال: رواه الطبراني والبزار بإسناد جيد، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/371، وقال: رواه الطبراني والبزار ورجالهما ثقات.

''حضرت عبد الرحمن بن ابی عقیل ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں وفدِ ثقیف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو ہم مدینہ کے راستہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر مبغوض نہیں تھا جن کے پاس ہم داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے گھر میں داخل ہو کر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) سلام کیا اور بیعت کی، تو جس وقت ہم ان کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر محبوب نہیں تھا جن کے پاس سے ہم باہر نکلے۔ (بعد میں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے رب سے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی بادشاہت کا سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: تمہارے صاحب (نبی) کا مقام اللہ کے ہاں سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت سے بھی افضل ہے۔ اللہ نے ہر نبی کو ایک خاص دعا کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ان

میں سے کسی نے اس کے ذریعے دنیا مانگی جو اسے دیدی گئی اور ان میں سے کسی نے اپنی امت کے خلاف اس کے ساتھ دعا کی تو انہیں اس کے سبب ہلاک کر دیا گیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص دعا عطا کی تو میں نے اس کو اپنے رب کے ہاں قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔''

اسے امام حاکم، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6 / 427، الرقم: 27410، والحاکم في المستدرک، 1: 138، الرقم: 227، والهيثمي في مجمع الزوائد، 7 / 224، وإسماعيل الأصبهاني في دلائل النبوة، 1 / 224، الرقم: 312، وابن عبد البر في التمهيد، 19 / 68، الرقم: 173.

''حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی، ان کا ایک دوسرے کو قتل کرنا اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علمِ الٰہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پچھلی امتوں کے متعلق عذاب کے حتمی فیصلے علمِ الٰہی میں ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجاء کی کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول فرمالی)۔''

اسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم اور ہیثمی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

16: أخرجه أبو يعلى في المسند، 12 / 382، 435، الرقم: 7002، وابن المبارک في الزهد، 1 / 564، الرقم: 1622، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 1 / 399، الرقم: 1614، والهيثمي في مجمع الزوائد، 10 / 371.

''ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی لہٰذا میں نے قیامت کے دن ان کے لیے شفاعت کو اختیار کیا۔''

اسے امام ابو یعلی، ابن مبارک اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

17: أخرجه الطبراني في المعجم الکبير، 23 / 222، الرقم: 410.

''حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور اپنا خون بہائے گی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول کر لی)۔''

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 1 / 96، الرقم: 215، وأيضاً في 2 / 372، الرقم: 800، وأيضاً في الآحاد والمثاني، 5 / 421، الرقم: 3077، والمنذري في الترغيب والترهيب، 4 / 233، الرقم: 5497.

''حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی، جس نے مجھے غمگین کر دیا اور مجھ پر گراں گزرا، اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علمِ الٰہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق حتمی فیصلے علمِ الٰہی میں ہو چکے تھے۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ وہ مجھے ان کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجاء قبول فرمالی)۔''

اسے امام ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ البانی نے کہا ہے: اس حدیث کی اِسناد شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہونے کا بیان

1: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: تفضيل نبينا على جميع الخلائق، 4/1782، الرقم: 2278، والبيهقي في شعب الإيمان، 2/179، الرقم: 1486، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/59، وابن الجوزي في صفة الصفوة، 1/184.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔''

اس حدیث کو امام مسلم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس يشفع في الجنة، 1/188، الرقم: 196، وأبو يعلى في المسند، 7/51، الرقم: 3967، وابن منده في الإيمان، 2/856، الرقم: 889، إسناده صحيح، وابن الجوزي في صفة الصفوة، 1/183.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں شفاعت کرے گا اور تمام نبیوں سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔''

اسے امام مسلم، ابو یعلی اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الإيمان، باب في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس يشفع في الجنة، 1/188، الرقم: 196، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/140، الرقم: 12419، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/304، الرقم: 31651، وأبو يعلى في المسند، 7/51، الرقم: 3968، وابن منده في الإيمان، 2/855، الرقم: 886، والبيهقي في شعب الإيمان، 1/284.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں شفاعت کروں گا، انبیائے کرام میں سے کسی بھی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری تصدیق کی گئی ہے۔ انبیاء میں بعض نبی ایسے بھی ہیں کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ اور کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی۔''

اسے امام مسلم، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اِسناد حسن ہے۔

4: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم، 5/587، الرقم: 3616، والدارمي في السنن، 1/39، الرقم: 47، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 1/561.

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا) ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنا خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام (کلیم اللہ) ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی

روح ہے، کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، سلام کرکے فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا۔ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، اور واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا، وہ بھی یقیناً اسی طرح ہیں۔ مگر سنو! اچھی طرح آگاہ ہو جاؤ کہ (میری شان یہ ہے) میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے میں ہی جنت کا کنڈا کھٹکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اسے میری لئے کھول دے گا پس وہ مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر و غریب مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں، میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و معزز ہوں لیکن کوئی فخر نہیں کرتا۔"

اسے امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أبو داود في السنن، کتاب: السنة، باب: في التخيير بين الأنبياء عليهم السلام، 4 / 218، الرقم: 4673، وأحمد بن حنبل في المسند، 2 / 540، الرقم: 10985، وابن أبي شيبة في المصنف، 7 / 257، الرقم: 35849، وابن أبي عاصم في السنة، 1 / 369، الرقم: 792، والبيهقي في السنن الکبری، 9 / 4، واللالکائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة، 4 / 788، الرقم: 1453.

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔"

اسے امام ابوداود، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ابی عاصم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ' میں کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اشخاص ثقہ ہیں۔

6: أخرجه ابن ماجه في السنن، کتاب: الزهد، باب: ذکر الشفاعة، 2 / 1440، الرقم: 4308، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 2، الرقم: 10987، واللالکائي في شرح أصول إعتقاد أهل السنة، 4 / 788، الرقم: 1455.

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی اور کوئی فخر نہیں، اور قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔"

اسے امام ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14 / 392، الرقم: 6475.

"حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے

اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چنا، کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنی ہاشم کو چنا، مجھے بنی ہاشم سے چنا، پس میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجه ابن حبان في الصحيح، 14/398، الرقم: 6478، وأبو يعلى في المسند، 13/480، الرقم: 7493، وابن أبي عاصم في السنة، 2/369، الرقم: 793، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 9/455، الرقم: 428، والهيثمي في موارد الظمآن، 1/523، الرقم: 2127، وفي مجمع الزوائد، 8/254، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4/789، الرقم: 1456.

''حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ ہوں گے۔''

اسے امام ابن حبان، ابو یعلی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے 'ظلال الجنۃ' میں کہا ہے: اس کی اِسناد صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

9: أخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، 7/258، الرقم: 35859.

''حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔''

اسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الدارمي في السنن، 1/39، الرقم: 48، وأبو يعلى في المعجم، 1/147، الرقم: 160، والخلال في السنة، 1/208، الرقم: 235، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 4/8.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی اپنی قبر سے باہر نکلوں گا، جب سب لوگ بارگاہِ ایزدی میں اکٹھے ہوں گے تو میں ان کا پیشوا ہوں گا، جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا، اور جب سب (حساب و کتاب سے) رکے ہوئے ہوں گے تو میں ہی ان کی شفاعت کروں گا، اور جب سب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ہی ان کو نجات کی خوش خبری دوں گا۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی، میں اپنے رب کے نزدیک سب اولادِ آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معزز ہوں، اس روز ہزار خدام میرے اردگرد گھوم رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا کہ وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔''

اسے امام دارمی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه الدارمي في السنن، 1/40، الرقم: 49، والطبراني في المعجم الأوسط، 1/61، الرقم: 170، وابن أبي عاصم في السنة، 2/370، الرقم: 794، واللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4/788، الرقم: 1455، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/254.

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا، میں تمام انبیاء سے آخری ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی مگر کوئی فخر نہیں۔''

اسے امام دارمی، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أبو عوانة في المسند، 1/102، الرقم: 326، وابن منده في الإيمان، 2/857، الرقم: 890، والديلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 1/ الرقم: 121، والبيهقي في الاعتقاد، 1/191، والخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 12/400.

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم انبیاء کرام کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور میرے تمام نبیوں سے زیادہ پیروکار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیائے کرام میں سے کسی کو اس حال میں بھی لائے گا کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی ہوگی۔''

اسے امام ابوعوانہ، ابن مندہ اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

13: أخرجه إسماعيل الأصبهاني في دلائل النبوة، 1/65، الرقم: 25، والسيوطي في الخصائص الكبرى، 2/388.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے اور میری امت سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے تمام انبیاء ہوں گے، قیامت کے دن میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوں گی اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن مجھ ہی سے شفاعت کا آغاز کیا جائے گا اور کوئی فخر نہیں، اور میں ہی سب سے پہلا ہوں جو قیامت کے دن مخلوق کو جنت کی طرف لے کر جائے گا اور کوئی فخر نہیں اور میں اُن کا پیشوا ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے ہوگی۔'' اسے امام اسماعیل اصبہانی نے روایت کیا ہے۔

(حسن المصادر في اثبات الشفاعة، منہاج القرآن، لاہور)

بَابُ مَا يَقُوْلُ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی اذان کے وقت آدمی کیا پڑھے گا؟

530 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ اِهَابٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ، عَنْ اَبِيْ كَثِيْرٍ مَوْلَى اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْلَ عِنْدَ اَذَانِ الْمَغْرِبِ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ

لَيْلِكَ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ، وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ. فَاغْفِرْ لِي

❁❁ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کلمات تعلیم کیے تھے کہ میں مغرب کی اذان کے وقت انہیں پڑھا کروں۔ وہ یہ ہیں۔

"اے اللہ! یہ تیری رات آرہی ہے اور تیرا دن رخصت ہو رہا ہے اور تجھے پکارنے والوں کی آوازیں آرہی ہیں تو میری مغفرت کردے"۔

بَابُ اَخْذِ الْاَجْرِ عَلَى التَّاذِيْنِ

باب: اذان دینے کا معاوضہ وصول کرنا

531 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: - وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ - يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، قَالَ: أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا

❁❁ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر کر دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے امام ہو ان میں سب سے زیادہ ضعیف شخص کی پیروی کرنا اور ایسے شخص کو مؤذن بنانا جو اپنی اذان کا معاوضہ وصول نہ کرے۔

شرح

قرآن وحدیث نے ملازمت اور نوکری کے لئے اجارہ کی اصطلاح استعمال کی ہے جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں کتاب البیوع کے ذیل میں مل جائے گی۔ اجارہ اُجر یاجر کا مصدر ہے جس کا معنی مزدوری، کرایہ داری اور ٹھیکہ کے ہیں اصطلاح میں کسی چیز کے مباح نفع کا معلوم مدت اور معلوم معاوضہ کے ساتھ مالک بنانے کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ (قالت احداھما یاابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین۔ قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج) (القصص: ۲۷،۲۶) ان میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے ابوجان ان کو اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے آپ ملازم رکھ سکتے ہیں وہ طاقتور اور امین ہے۔ بزرگ نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کی نکاح آپ سے کردوں اس بنیاد پر کہ آپ میری نوکری کریں گے آٹھ سال۔

(تفسیر القرآن العظیم اور قصص الانبیاء لابن کثیر الدمشقی)

یہاں "تاجرنی" نوکری اور ملازمت کے معنی میں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جس بھی نبی کو بھیجا اس نے چند قیراط پر بکریاں چرائیں۔ تو صحابہ نے کہا اور آپ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم کنت ارعاھا علی قراریط لاھل مکۃ ہاں میں نے بھی چند قیراط کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (بخاری، کتاب الاجارہ باب رعی الغنم علی قراریط)

اُجرت پہلے سے طے ہونی چاہیے

مسند احمد میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھنے سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک اس کی اجرت نہ واضح کر دی جائے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ مسئلہ درج ذیل صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے یہود کو نصف پیداوار کے عوض خیبر کی زمینوں پر کام اور کھیتی کرنے کو کہا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاجارہ باب اذا استاجر اجیرا فبات احد هما رقم الحدیث ۵۸۲۲)

پوری مزدوری دی جائے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: قال اللہ عزوجل: ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ۔۔۔الحدیث

حدیث قدسی میں اللہ عزوجل نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگوں کا فریق میں بنوں گا (اور جس کا فریق اللہ بنے گا اسے ہارنا ہوگا)۔ ایک وہ جس نے میرے حوالے دے دیا پھر بدعہدی کی ایک وہ جو کسی آزاد کو بیچ دے اور اس کی قیمت کھالے ایک وہ جو کسی کو نوکر رکھے تو پورا پورا کام لے لیکن اس کی اجرت نہ دے۔ (صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب اثم من منع اجر الاجیر رقم الحدیث ۲۲۷۰)

قرآن کی تعلیم پر اجرت

آج بھی افضل اور بہتر یہ ہے کہ اقتصادی لحاظ سے مضبوط اور خود کفیل لوگ قرآن کی تعلیم مفت میں دیں لیکن اگر خوشحال لوگ اس کام کے لیے وقت نہیں دے سکتے بلکہ ایسے لوگ اس میں وقت صرف کرتے ہیں جو خوشحال بھی نہیں ہوتے اور ان کا پورا وقت تعلیمی اور تبلیغی خدمات میں صرف ہو جاتا ہے کسب معاش کے لئے وقت نہیں بچتا، تو راجح یہ ہے کہ ایسے لوگ قرآن کی تعلیم صلوٰۃ کی امامت، اذان اور تدریس حدیث پر اجرت لے سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود قرآن کی تعلیم پر وظائف مقرر کر رکھے تھے تو گورنر نے لکھا کہ ایسے لوگ بھی قرآن سیکھنے آتے ہیں جن کا مقصد وظیفہ ہی ہوتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر بھی وظیفے جاری رکھو (کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام باب لافرض علی تعلیم القرآن ولا علم وعلی ساعۃ الآیات ص ۳۴۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کے کبار شیوخ میں سے ابو نعیم فضل بن دکین ہیں جن کی وفات ۲۱۸ھ میں ہوئی ان سے صحیح بخاری میں بھی حدیثیں مروی ہیں۔ یہ بزرگ حدیثیں سنانے پر اُجرت لیا کرتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ میں ہے: بشر بن واحد نے کہا: میں نے ابو نعیم فضل بن دکین کو خواب میں دیکھا تو کہا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا یعنی اجرت لے کر حدیث سنانے پر، فرمایا فیصلہ کرنے والے نے میرے معاملے کو دیکھا تو مجھے اہل وعیال والا پایا پھر مجھے بخش دیا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: محتاج ہونے کی وجہ سے وہ حدیث سنانے پر تھوڑی اجرت لیتے تھے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے ابو نعیم کو فرماتے سنا کہ لوگ مجھے اجرت لینے پر ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرے گھر میں تیرہ پریوار ہیں اور گھر میں ایک روٹی بھی نہیں (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۰، ص ۱۵۲)

صحیح بخاری میں کتاب الاجارہ میں باب ما یعطی فی الرقیۃ علی احیاء العرب بفاتحۃ الکتاب رقم الحدیث ۲۲۷۶ اور کتاب الطب میں باب الشروط فی الرقیۃ بفاتحۃ الکتاب کے تحت ابوسعید خدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سفر میں تھی اور عرب کے ایک قبیلے پر اترے جنہوں نے مطالبے کے باوجود مہمان نوازی نہیں کی۔ اچانک اس قبیلے کا سردار ڈس لیا گیا جو کسی تدبیر سے چنگا نہیں ہو رہا تھا تو وہ لوگ صحابہ کی اس جماعت کے پاس آئے اور دم کرنے کا مطالبہ کیا ایک صحابی نے کہا پہلے اجرت طے کرلو کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ صحابی رسول اٹھے اور الحمد للہ رب العالمین پڑھنے اور تھک تھکانے لگے اچانک وہ سردار ٹھیک ہو گیا اور اٹھ کر چلنے لگا پھر اس نے وعدہ وفا کرتے ہوئے بکریوں کا ایک ریوڑ دیا تو صحابہ نے کہا اسے آپس میں بانٹ لیتے ہیں دم کرنے والے صحابی نے کہا: نہیں۔ جب تک اللہ کے رسول سے معلوم نے کرلیں جب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے، قصہ بتایا تو آپ نے کہا تجھے کس نے بتادیا کہ اس سورہ سے دم کیا جاتا ہے اس کو بانٹ لو اور میرا بھی ایک حصہ لگادو۔

ابن عباس کی روایت میں ہے (ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) اجرت لیے جانے کی سب سے زیادہ حقدار شئے اللہ کی کتاب ہے۔ اجرت نہ لینے پر دلالت کرنے والی جو حدیثیں ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں ثابت احادیث جو بھی ہیں ان میں احتمال ہے کہ ممانعت کا حکم بعض اشخاص کے ساتھ خاص ہو اسی طرح ائمہ اور فقہاء کے اختلاف کا ذکر یہاں کرنا تطویل کا باعث ہوگا کہ اس کا مقام فقہ وحدیث کی کتابیں ہیں۔ میں نے مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں صرف نتیجہ ذکر کیا ہے۔ اور یہاں اجارہ کی بحث اس لیے کی ہے کہ بہت سارے لوگ آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ امامت، تدریس حدیث، صلاۃ واذان کے لئے ائمہ ومدرسین کو تنخواہ نہیں لینی چاہیے۔ جبکہ بعض لوگ اس کو اجرت نہیں بلکہ "ہدیہ" کہنا پسند کرتے ہیں جس کی ادائیگی آدمی کی خوشی پر منحصر ہے پھر کم یا زیادہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

ایک اعتراض

ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہ اعتراض کریں کہ اگر ائمہ اور مدرسین کو خاطر خواہ معاوضہ نہیں ملتا تو وہ اس لائن کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سارے ائمہ اور مدرسین اس لائن کو چھوڑ چکے ہیں اور چھوڑ رہے ہیں۔ سوال ائمہ ومدرسین کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اگر اقتصادی مسائل کی وجہ سے دینی تعلیم سے بے رغبتی کا سلسلہ جاری رہا تو تعلیم اور دعوت وتبلیغ نیز پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کرنے والا کون بچے گا۔ پھر اگر یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا تو خوف ہے کہ ملت اسلامیہ ہند فکری ارتداد میں نہ مبتلا ہو جائے۔

تصویر کا دوسرا رخ

ناانصافی ہوگی اگر اس بات کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کا خوشحال طبقہ پاکستان ہجرت کر گیا اور اوقاف کی جائیداد حکومت ہند کی بد انتظامی کے سبب کوڑیوں کے مول بِک گئی اور من حیث القوم مسلمانوں کی معاشی حالت خستہ تر ہو گئی۔ یہی سب مدارس ومساجد کے سوتے اور سرچشمے ہیں اگر یہ خوشحال نہیں رہے تو مدارس ومساجد میں کام کرنے والے بھی خوشحال نہیں رہ سکتے۔ مزید یہ کہ خلیجی ممالک سے چندہ کی شکل میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ مخصوص عالمی صورتحال کے سبب بتدریج کم ہو رہی ہے

اور ایسے بھی مدارس و مساجد ہیں جن کا خرچ سنبھالنا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے ایسے میں ہم با ادب ہو کر ان ہی متولیان کو نصیحت کرتے ہیں جو خاطر خواہ آمدنی کے باوجود تنخواہ و سہولیات دینے میں بخیلی کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ (آمین)

روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی میں مورخہ ۱۵/ اپریل ۲۰۱۲ء کو ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آئی ایس۔ پی سی ایس افسران کا جائزہ پیش کیا گیا۔ اس میں بتایا گیا کہ غربت و افلاس کے سبب اعلیٰ تعلیم کا خرچ اور ڈونیشن نہ برداشت کر پانے کی وجہ سے مسلم آئی ایس افسران کا تناسب کافی گھٹ رہا ہے۔ مزید لکھا کہ اس کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر جاری تعصب و تفریق اور اعلیٰ تعلیم کے تئیں مسلمانوں میں گرمجوشی کی کمی بھی ذمہ دار ہے۔ ایسے عالم میں مدارس کا چلانا اور مساجد کا نظم کرنا ممکن ہے کہیں نفع کا سودا ہو مگر اکثر مقامات پر جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں صحیح صورتحال کو سمجھنے اور تمام ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کی توفیق دے۔ آمین۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور جواز کے قائل ہیں۔ حنفیہ منع کرتے ہیں۔ مگر متاخرین حنفیہ نے تعلیم کی اجرت کو جائز قرار دای ہے۔ بعض حنفیہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ قرون اولیٰ میں علماء کو روزینہ ملتا تھا۔ اس واسطے ان کو اجرت لینا عوام سے درست نہیں تھا۔ اب چونکہ علماء کو بیت المال سے کچھ نہیں ملتا۔ اس واسطے اب لے سکتے ہیں۔ (جلد نمبر 20 ص 44 الاعتصام)

امامت اور اذان پر ماہانہ تنخواہ لینا شرط کر کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے۔

لَا یجوز الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الاحاجة وتعلیم القران والفقه والاصل ان کل طاعة یختص بها المسلم لایجوز الاستیجار علیه عندنا (ہدایہ)

قال ابن المنذر ثبت ان رسول الله قال لعثمان بن ابی العاص واتخذوا مؤذناً لا یاخذ علی اذانه اجراً واخرج ابن حبان عن یحیی الهکالی قال سمعت رجلا قال لا بن عمر انی لا حبك فی الله قال له ابن عمر انی لا بغضك فی الله فقال سبحان الله احبك فی الله وتبغضنی فی الله قال نعم انك تسئل عل ذالك اجراً وروی عن ابن مسعود انه قال اربع لا یوخذ علیهن اجر الاذان وقرأة القران والقضاء.

(نیل الاوطار صفحہ ۵۷ ج ۲)

اور متاخرین حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک امامت اور اذان پر تنخواہ لینی جائز ہے۔

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقرا والامامة والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذالم یذکر مدة (درمختار)

علماء اور ائمہ کی تنخواہوں کا فقہی مسئلہ

علماء کرام اپنی زندگی کے پندرہ بیس سال علوم شریعت کے حصول کے لئے صرف کرنے کے بعد جب معاشرے کے لئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو ٹرسٹیان مساجد اور ذمہ داران مدارس کی سختیوں، بندشوں اصولوں اور ضابطوں کے کڑ جال میں پھنس کر اپنی خود اعتمادی کھونا شروع کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ محدود مشاہروں کی بناء پر مسلسل تنگ دستی کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ جب کہ حقیقتاً

ان ک

واقتصادی ومعاشی طور پر خود کفیل ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ یہ امت مسلمہ کے ہادی ومرشد ہیں۔ انسانوں کی دینی واخروی رشد وہدایت انہیں کی مرہونِ منت ہوتی ہے لیکن امت مسلمہ نے ان کی معاشی تنگ دستی کو ختم کرنے کے لئے کوئی خصوصی پیش رفت نہیں کی۔ ہمارے پاس اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سب کچھ موجود ہے لیکن علماء کرام کے مشاہروں اور اجرت کی بات جب زیر بحث آتی ہے تو بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ علماء کرام وارثین انبیاء ہیں۔ ہمیں کفر والحاد اور شرک وبدعات کی ظلمتوں سے نکال کر توحید کے اجالوں کی راہ پر گامزن کرنے میں ان کی ہی رہنمائی کا دخل ہوتا ہے۔ لہٰذا امت مسلمہ کو عمومی طور پر اور منتظمان مساجد وذمہ داران مدارس کو خصوصی طور پر ان نفوس قدسیہ کی تنخواہوں کے اضافے پر غور وفکر کرنا چاہیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے کے افراد کے حقوق وفرائض کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالأَمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (صحیح البخاری: ۲۵۵۴)

تم میں سے ہر کوئی مختار ونگراں ہے تو جو چیز جس کے دائرہ اختیار میں ہے اس کے متعلق وہ ذمہ دار اور مسئول ہے۔ بادشاہ نگراں ہے اور اس سے باز پرس ہوگی۔ اور ہر شخص جو اپنے گھر والوں پر نگراں ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک مسئول (ذمہ دار) ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اس سے بھی باز پرس ہوگی۔ غلام اور مزدور اپنے مالک کے مال کے نگراں ہیں ان سے بھی باز پرس ہوگی۔ یاد رکھو تم میں سے ہر کوئی نگراں اور محافظ ہے اور ہر ایک سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

اس حدیث کے تناظر میں ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اولین فرصت میں فعال ومتحرک ہو کر علماء کرام کے حقوق کا پاس ولحاظ کریں اور ان کو ذمہ داری کے ساتھ اتنی تنخواہ فراہم کریں کہ وہ بھی ہماری اور آپ کی طرح خوشحال زندگی گزار سکیں ورنہ پھر آخرت میں اللہ کے عذاب کے لئے تیار رہیں جب ہم سے ہماری ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت کا محاکمہ

قرآن وسنت نیز مواقف صحابہ وتابعین کی روشنی میں دینی خدمات پر اجرت لینے میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ اس میں کچھ اختلاف ہے۔

ہم علامہ شوکانی کی مشہور زمانہ کتاب الدرر البہیہ کے اردو ترجمہ یعنی فقہ الحدیث جلد دوم سے کتاب الاجارہ کے حوالے سے اس بحث کی تلخیص کرتے ہیں جس میں اس قسم کی اجرت (مشاہرے) کے جواز وعدم جواز کا موازنہ کرتے ہوئے دلائل جواز کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ شوکانی قرآن کی تعلیم پر اجرت کے دلائل جواز وعدم وجواز کو زیر بحث لاتے ہوئے باب باندھتے ہیں: وتجوز الاستیجار علی تلاوۃ القرآن لاعلی تعلیم: قرآن کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے اس کی تعلیم پر جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ دوران سفر عرب قبائل کے کسی قبیلے میں قیام پذیر ہوا ضیافت طلب کرنے پر اہل قبیلہ نے

انکار کردیا اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے سردار کو کسی سانپ نے ڈس لیا اور بار ہا علاج کے باوجود وہ صحت یاب نہ ہوا تو وہ صحابہ کے پاس دم کرانے کی غرض سے حاضر ہوئے ضیافت کے انکار کی وجہ سے صحابہ نے بغیر معاوضے کے دم کرنے سے انکار کردیا۔ پھر بکری کے عوض ایک صحابی نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور سردار اچھا ہوگیا۔ معاوضہ ملنے پر جب بعض افراد نے تقسیم کا مشورہ دیا تو دم کرنے والے صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھ لینا ضروری سمجھا۔ چنانچہ واپسی پر جب صحابہ نے آپ ﷺ کو قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ کس نے بتایا کہ یہ (فاتحہ) دم ہے۔ پھر فرمایا اقسموا واضربوا لی معکم سھما۔ اسے تقسیم کر کے میرا حصہ بھی نکالو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب معاوضہ پر دم کرنا صحابہ نے ناپسند کیا اور واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ پر اجرت لینے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ یعنی اجرت کی مستحق اشیاء میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔

(بخاری: ۵۷۳۷،۲۲۷۶، مسلم: ۲۲۰۱)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف

قرآن کی تعلیم پر اجرت سے منع کرنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی۔ میں نے اس کا ذکر جب نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان اخذتھا اخذت قوسا من النار یعنی اگر تو نے اسے لیا تو تو نے آگ کی کمان پکڑی۔ تو میں نے اس کو واپس کر دیا۔ (صحیح الصحیحہ: ۲۵۶، ارواء الغلیل: ۱۴۹۳، ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۲۔ اسماعیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب عبدالملک بن مروان نے مجھے کہا کہ اے اسماعیل میرے بچے کو تعلیم دیجئے میں آپ کو اس کا معاوضہ (اجرت) بھی دونگا تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من اخذ علی تعلیم القرآن قوسا قلدہ اللہ قوسا من النار یوم القیامۃ۔ یعنی جس نے تعلیم قرآن کے عوض کوئی کمان بھی لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ کی کمان کا قلادہ (پٹہ) پہنائیں گے۔ عبدالملک نے اسماعیل سے کہا کہ میں آپ کو قرآن کے بدلے میں نہیں بلکہ نحو (عربی گرامر) کے بدلے میں (معاوضہ) دوں گا۔ (صحیح الصحیحہ: ۲۵۶، بیہقی: ۶/۱۲۶، تاریخ دمشق: ۲/۳۲۸)

۳۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قرأ القرآن فلیسئل اللہ بہ فانہ سیجیئ اقوام یقرؤن القرآن یسئلون الناس۔ یعنی جو قرآن پڑھے وہ بدلہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ عنقریب ایسی قومیں آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور لوگوں سے سوال کریں گی۔ (الصحیحہ: ۲۵۸، ترمذی: ۴/۵۵، احمد: ۴/۴۳۲)

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعلمو القرآن و سئلو اللہ الجنۃ قبل ان یتعلمہ قوم یسئلون بہ الدنیا یعنی قرآن سیکھو اور اللہ سے جنت کا سوال کرو قبل اس کے کہ کوئی قوم اسے سیکھے اور اس کے ذریعہ دنیا کا سوال کرے۔ قرآن کو تین طرح کے لوگ پڑھتے ہیں ایسا شخص جو اس کے ذریعہ فخر و تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اس کے ذریعہ معاش چاہتا ہے اور تیسرا وہ جو خالص اللہ کے لئے پڑھتا ہے۔ (الصحیحہ: ۲۵۸)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم دیہاتی اور عجمی سب قرآن پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ آئے اور فرمایا

: پڑھو سب ! اچھا ہے ! عنقریب ایسی قومیں آئیں گی جو اسے اس طرح کھڑا کریں گی جیسے تیر کھڑا کیا جاتا ہے وہ تاخیر والی چیز کے بجائے (آخرت) عجلت والی (دنیا) طلب کریں گی۔ (الصحیحہ: ۲۵۹، ابوداؤد: ۱؍۱۳۲)

۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھو اور اس کا بدلا مت کھاؤ اور نہ اس کے بدلے زیادہ (مال) طلب کرو اور نہ اس سے بے رغبتی اختیار کرو اور نہ اس میں خیانت کرو۔

(الصحیحہ: ۲۶۰، شرح معانی الآثار: ۲؍۱۰، احمد: ۳؍۴۲۸، طبرانی اوسط ۱؍۱۳۲، ابن عساکر: ۹؍۴۸۶)

(علمائے احناف کا نظریہ) ۱۔ اجرت لینے اور دینے والے دونوں گناہ گار ہیں۔ (ردالمحتار: ۵؍۳۵)

۲۔ اذان، حج، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں۔ (الھدایہ: ۳؍۳۰۳)

ان کی دلیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کی تبلیغ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی طرح واجب ہے اور واجب عمل کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے انسانوں سے نہیں پھر بھی دم پر اجرت کا جواز (جائز ہوں) نص کی وجہ سے بہر حال موجود ہے۔

(الروضۃ الندیہ: ۲؍۲۷۹، نیل الاوطار: ۵؍۳۲۴)

(علامہ شوکانی کا خیال) کتاب اللہ کی اجرت کے عموم سے تعلیم قرآن کو مستثنیٰ رکھنا ہی زیادہ ظاہر و مناسب ہے۔

(نیل الاوطار: ۵؍۳۲۶)

تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اجرت کی مستحق چیزوں میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے۔ (بخاری: ۷؍۵۷۳)

۲۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تعلیم قرآن کو حق مہر کا عوض (بدلہ) قرار دیتے ہوئے فرمایا: ملکتکھا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھے قرآن کے عوض اس (عورت) کا مالک بنا دیا۔

(بخاری: ۵۱۳۲، نسائی: ۷؍۳۲۸، ترمذی: ۲؍۱۰۳، ابوداؤد: ۲؍۱۰۹)

۳۔ جمہور علماء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے نبی ﷺ نے ان کا خلوص دیکھتے ہوئے عوض (یعنی کمان) لینا ناپسند کیا ہو۔ (نیل الاوطار: ۵؍۳۲۴)

۴۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے ضعف (کمزوری) کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی دو سندیں ہیں (۱) بیہقی کے طریق سے (۲) ابن ماجہ کے طریق سے۔

بیہقی کی سند تین علتوں کی بنا پر ضعیف ہے۔ یعنی انقطاع، جہالت اور اضطراب اور ابن ماجہ کی سند میں ثور بن یزید اور عبد الرحمٰن کے درمیان ایک راوی خالد بن معدان ساقط ہے اور آخر میں فرماتے ہیں کہ مختصر یہ کہ اس سند کے ساتھ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کے لئے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے شواہد موجود ہیں جو اسے درجہ صحت تک پہنچاتے ہیں۔ (ارواء الغلیل: ۱۴۹۳)

مالک نے اس حدیث سے استدلال کیا جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو حق مہر کا عوض بنایا اور فرمایا کہ وبذالک جاز اخذ الاجرۃ علی تعلیم القرآن یعنی اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز نکلتا ہے۔ (کمافی فتح الباری:

۱۲۱/۹) ابن حزم تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث کو صحیح نہیں بتاتے۔ (المحلی: ۱۵/۹) قرطبی حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخالفین کا نماز، روزہ پر قیاس نص کے خلاف ہونے کی وجہ سے فاسد ہے پھر ان دونوں (نماز اور تعلیم قرآن) میں یہ فرق بھی ہے کہ نماز روزہ فاعل (کرنے والے) کے ساتھ مختص عبادات ہیں جبکہ تعلیم قرآن معلم کے علاوہ دوسرے کی طرف متعدی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱)

شعبی کے خیال میں معلم کو شرط (یعنی طلب کرنے) کے علاوہ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہئے۔ (بخاری کتاب الاجارۃ) حکم بن عتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو معلم کی اجرت پر کراہت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (بخاری: کتاب الاجارہ) حسن رحمہ اللہ نے معلم کو (بطور اجرت) دس درہم دیئے۔ (بخاری) عطاء جواز کے قائل ہیں۔ (المحلی: ۱۵/۹) ابو قلابہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ (المحلی: ۱۵/۹) ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے جواز ثابت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت قرآن تعلیم کے لئے ہو یا طب کے لئے اس میں کوئی فرق نہیں۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) عبدالمنعم ابراہیم رحمہ اللہ نے جواز کا قول ہی برحق قرار دیا ہے۔ (تفقوا ثر: ۱۱۱۳/۳)

حدیث: ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ میں کتاب اللہ کی اجرت بالکل عام ہے جو تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ۔۔۔ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، سبب کی خصوصیت کا نہیں۔

(الفوائد المقرابۃ الاصولیۃ: ۲۴۰/۱، المستصفی: ۲۳۶/۱، الابہاج: ۱۸۴/۲)

راجح مسلک: تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ممانعت کی احادیث میں "خاص واقعات وشخصیات سے متعلق ہونے کے سبب تاویل کا احتمال ہے اور ان میں مطلق منع کی وضاحت بھی نہیں۔ (فتح الباری: ۵۴۰/۴)

۲۔ ممانعت کی روایات میں سے اکثر ضعیف ہیں اور اگر کسی میں کچھ صحت ہے تو بھی وہ درجہ میں جواز ثابت کرنے والی احادیث سے بہت کم تر ہیں۔

۳۔ صحیح احادیث کے معانی کو قرآن کی ان آیات کے مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ (۱) ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ (البقرہ: ۴۱) ترجمہ: میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو۔ (۲) ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلا (البقرۃ: ۱۷۴) ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔

۴۔ عقل بھی اس خیال کو رد کرتی ہے کہ ہم دنیاوی ملازم کو تو اجرت دیں لیکن دین کے خادم کو کچھ نہ دیں۔

۵۔ اگر بالفرض ہم مانعین (دینی اجرت کا انکار کرنے والے) کے دلائل اور ان کے معانی ومفاہیم کو تسلیم کرلیں اور معلم قرآن کو اجرت نہ دیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ وہ کہاں سے کھائے پئے گا؟ اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلائے گا؟ یقیناً نتیجہ دو صورتوں میں سامنے آئے گا (۱) یا تو وہ تعلیم کے کام کو چھوڑ کر کاروبار شروع کردے گا (۲) یا پھر ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں اسے معقول اجرت ملے۔

۶۔ اس مسئلے میں حتمی فیصلہ کرنے کے لئے یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ معلم کسی اسلامی ملک میں قیام پذیر ہے یا غیر اسلامی ملک میں اور یہ بھی کہ اس کا تعلیم کے علاوہ اپنا کاروبار ہے یا نہیں۔

۷۔ اگر وہ کسی غیر اسلامی ریاست میں ہے اس کا ذاتی کاروبار مضبوط ہے، لوگ اس سے تعلیم سیکھنے کے مشتاق و خواہشمند ہیں اور مقابل میں مخالفت و مزاحمت کی فضا بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ بغیر اجرت کے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو حسب توفیق جاری رکھے اور عوامی تعاون کو فریضۂ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنائے اگرچہ اجرت کا جواز موجود ہے۔

۸۔ اگر ریاست اسلامیہ اور قوانین اسلام کا نفاذ ہے تو حکمران طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین و مدرسین کے لئے حسب ضرورت تنخواہ مقرر کردیں جیسا کہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے۔

۹۔ اگر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام رائج ہے اور معلم کی کیفیت بھی سابق الذکر (جس کا ذکر گزرا) کے مثل ہے تو مستحب یہی ہے کہ وہ سوال والتجا سے اپنا دامن داغدار نہ کرے لیکن اگر وہ مشاہرہ طلب کرتا ہے تو اس کا جواز بہرحال موجود ہے۔

۱۰۔ اور اگر معلم اخراجات کے حوالہ سے مجبور و محبوس ہے تو اتنی اجرت مقرر کر کے بروقت اسے ادا کرنا جس سے اس کا گھریلو خرچ بآسانی چل سکے امت مسلمہ کے افراد کا اولین فریضہ ہے۔ (شوکانی)

تعلیم قرآن مجید پر اجرت لینے کی تحقیق کا بیان

''شراء'' کا لفظ اضداد سے ہے اور یہ خریدنے اور فروخت کرنے دونوں معنوں میں آتا ہے اور یہاں اس سے مراد ''استبدال'' ہے کیونکہ یہودی علماء دنیاوی فوائد کی وجہ سے قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تھے اور انہوں نے دنیاوی فوائد کے بدلہ میں قرآن پر ایمان لانے کو اختیار کرلیا تھا اور ان کے یہ دنیاوی فوائد اگرچہ ان کے نزدیک بہت زیادہ تھے لیکن قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان کو جو اخروی فوائد حاصل ہوتے ان کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل اور حقیر تھے' یہ علماء اپنی قوم کے رئیس تھے اور ان کی قوم ان کو تحفے اور ہدیے پیش کرتی تھی اور ان کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ قرآن مجید پر ایمان لائے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی تو ان کو وہ نذرانے نہیں ملیں گے' اس لیے انہوں نے ان ہدیوں اور نذرانوں کو آخرت پر ترجیح دی' ایک قول یہ ہے کہ وہ رشوت لے کر حق چھپاتے تھے۔

امام ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو وہ قلیل تھی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلہ میں اللہ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"صحیح بخاری" میں ہے کہ جس چیز پر تمہیں سب سے زیادہ اجرت لینے کا حق ہے وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس حدیث میں قرآن مجید پر اجرت لینے کی صاف تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے' اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب بنو اسرائیل ہیں اور یہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے اور یہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج۱ ص۳۳۶۔۳۳۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

جب خصوصیت مورد اور عام الفاظ میں تعارض ہو تو اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات قرائن کی وجہ سے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہاں دلیل کی وجہ سے خصوصیت مورد متعین ہے' علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے۔

ہمارے نزدیک تعلیم قرآن' حج' امامت' اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اجر کی سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۳۰۴' ج۲ ص۸۵۴' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے باب میں نص صریح ہے' بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ہے' اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے جواز لازم نہیں آتا' لیکن یہ تاویل اس لیے صحیح ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہیں اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے' اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ سنداً ضعیف ہیں جو اس حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(فتح الباری ج۴ ص۴۵۴۔۴۵۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' ۱۴۰۱ھ)

اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھاتے تھے' وعظ و نصیحت کرتے تھے' مقدمات کے فیصلے کرتے تھے' مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاد کا انتظام کرتے اور ان تمام خدمات کے عوض ان کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا' اور اخیار امت کا یہ تعامل اس مسئلہ پر واضح دلیل ہے کہ تعلیم قرآن' امامت' خطابت اور دیگر عبادات پر اجرت لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ خلفاء راشدین کی سنت ہے' امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کسب (تجارت) میرے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں تھا اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں' اب ابوبکر کے اہل و عیال بیت المال کے مال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے کسب کرے گا۔

(صحیح بخاری ج۱ ص۲۷۸' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ اپنے

معمول کے مطابق سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے' راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے ولی مقرر ہو چکے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں تجارت نہ کروں تو پھر اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں' پھر انہوں نے ہر روز کے لیے نصف بکری مقرر کر دی۔

میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو مسلمانوں نے آپ کا دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اہل وعیال کا خرچ زیادہ ہے' مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے' پھر مسلمانوں نے پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ (عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ بدرالدین عینی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

''صحیح بخاری'' کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عامل کے اوپر کوئی اور عامل نہ ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لے سکتا ہے اور ہر وہ شخص جس کو مسلمانوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ اس کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کے لیے رقم کی احتیاج ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جائے گا تو وہ بلاعوض مسلمانوں کے کسی کام پر تیار نہیں ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور مصالح ضائع ہو جائیں اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کو وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ قضاء کا وظیفہ لیا کرتے تھے' امام بخاری نے رزق الحکام کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے' پھر اگر قاضی ضرورت مند ہو تو بیت المال سے اس کی کفالت واجب ہے اور اس کے پاس اتنی دولت ہو کہ وہ وظیفہ سے مستغنی ہو تو پھر اس کا بیت المال سے وظیفہ نہ لینا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی اس کا وظیفہ لینا زیادہ صحیح ہے تاکہ وہ قضاء کے معاملہ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں سستی نہ کرے' کیونکہ جب وہ اپنے کام کا کوئی وظیفہ نہیں لے گا تو قضاء کی ذمہ داریوں کو توجہ اور باقاعدگی سے پورا نہیں کرے گا۔

(عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۹' مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ عینی نے قاضی کو وظیفہ دینے کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ تمام وجوہات تعلیم قرآن' امامت اور اذان وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی ''تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے آیت سے قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم کی اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے اور اس مسئلہ میں بعض احادیث بھی مروی ہیں جو صحیح نہیں ہیں حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ کرام۔ نے عرض کیا: کیا ہم تعلیم قرآن پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے' اور اس کے جواز کے سلسلہ میں علماء کے بکثرت اقوال منقول ہیں اگرچہ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی کہا ہے اور اس آیت میں اس کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۳ ص ۶۰۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ عالم دین پر دینی علوم کی تعلیم دینا اور فرائض کی جماعت کرانا فرض ہے اور فرض کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (اس

کے وعدہ کی بناء پر جو اس نے محض اپنے فضل سے کیا ہے) بندوں کے ذمہ نہیں ہے' تو میں کہوں گا کہ یہ صحیح اور برحق ہے لیکن عالم دین پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ مثلاً جامعہ نعیمیہ میں جا کر تعلیم دے اور وہاں نماز پڑھائے' اور اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ آٹھ سے بارہ بجے تک چار گھنٹے پڑھائے' اسی طرح اس پر مثلاً ظہر کی نماز پڑھانا ضروری ہے' یہ کب ضروری ہے کہ وہ ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز پڑھائے' نیز یہ کب ضروری ہے کہ مدرسہ کے معین کردہ نصاب کے عین مطابق پڑھائے' پھر اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ فلاں فلاں طالب علم کو پڑھائے اور فلاں فلاں لوگوں کو نماز پڑھائے؟

اس لیے جب کوئی ادارہ کسی عالم دین کو مخصوص مدرسہ کے مخصوص نصاب کے مطابق مخصوص طلبہ کو تعلیم دینے کا پابند کرے گا یا مخصوص مسجد کے مخصوص اوقات میں مخصوص لوگوں کو نماز پڑھانے یا اذان دینے کا پابند کرے گا تو وہ معاوضہ ان خصوصیات اور تقییدات کے مقابلہ میں ہوگا' نفس عبادات کا معاوضہ نہیں ہوگا اور نہ کسی عالم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ ان عبادات کا معاوضہ لے رہا ہے عالم کو جس جگہ جس وقت اور جن لوگوں کا پابند کیا جاتا ہے وہ اسی جگہ' اس وقت اور ان لوگوں کی پابندی کرنے کا معاوضہ لیتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دینی فرائض کو ادا کرنے میں عالم دین جو وقت صرف کرتا ہے' وہ معاوضہ اس وقت کا ہوتا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہوتا' یا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اس کو جو توانائی خرچ ہوتی ہے یہ معاوضہ اس توانائی کا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہے یا جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا تو وہ میری ضروریات کا کفیل ہوتا' اب مسلمانوں کے ان امور کی انجام دہی کی وجہ سے وہ اس کار معاش کو اختیار نہیں کر سکا' لہٰذا اس کے بدلہ میں اس کی ضروریات کا خرچ قوم یا کسی قومی ادارہ پر واجب ہوگا۔

امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اور ایک قول میں امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبادات پر معاوضہ لینے کو جائز کہا ہے۔

ہر چند کہ متقدمین فقہاء احناف نے اسلامی فرائض کی بجا آوری پر اجرت لینے سے منع کیا تھا' لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت علماء کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے جاتے تھے لیکن اب امراء اور سلاطین نے علماء کی کفالت ترک کر دی ہے تو اب علماء کا اپنے فرائض منصبی پر اجرت لینا جائز ہے اور متاخرین فقہاء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے' علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام خیر اخزمی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام' مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے' اسی طرح ''روضہ'' اور ''ذخیرہ'' میں ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۶۰۰' مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت دینے کو مستحسن قرار دیا ہے' کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں پر سستی غالب ہو گئی ہے' اور اجرت نہ دینے میں حفظ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے' فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ہدایہ آخرین ص ۳۰۲' مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان)

علامہ بابرتی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت دینا جائز ہے اور فقہاء نے اس کے لیے مدت اور اجرت کے مقرر کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور اگر مدت مقرر نہ کی گئی ہو تو اجرت مثل دینے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ متقدمین نے تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے معلمین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر تھے اس لیے معلمین اپنی ضروریات اور معاش میں مستغنی تھے نیز اس زمانہ میں محض ثواب کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا بھی رجحان تھا اور اب یہ بات باقی نہیں رہی امام ابوعبداللہ الخیزاخزی نے کہا کہ اس زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے بھی اجرت لینا جائز ہے۔ (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ علاؤالدین الحصکفی لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے فقہ پڑھانے امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت طے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلی دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول)

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

علامہ ابن الشحنہ نے کہا ہے کہ فقہاء مدارس سے جو وظیفہ لیتے ہیں وہ اجرت نہیں ہے کیونکہ اس میں اجارہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور نہ یہ صدقہ ہے کیونکہ غنی بھی یہ وظیفہ لیتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء درس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیتے ہیں اس لیے یہ ان کی اعانت ہے حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام یا مشغولیت کی وجہ سے درس میں نہ آسکیں پھر بھی ان کا وظیفہ لینا جائز ہے۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۹ مطبوعہ مطبعہ مصر ۱۳۱۱ھ)

اب ایک نقطہ بحث طلب رہ گیا ہے کہ اگر علماء ان عبادات پر اجرت لیں تو کیا ان کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں میرا یہ گمان ہے کہ اگر علماء اس معاوضہ کو اپنی عبادات کا معاوضہ سمجھ کر لیتے ہیں تو پھر وہ اجر اخروی کے مستحق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادات تو محض للہ فی اللہ ہیں وہ محض پابندی اوقات کا معاوضہ لیتے ہیں تو پھر ان کو اجر اخروی کی امید رکھنی چاہیے۔

(تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ

باب: وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا

532 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ

532- رجاله ثقات الا ان حماداً - وهو ابن سلمة- اخطا في رفعه كما قال علي ابن المديني واحمد والذهلي والبخاري وابو حاتم والترمذي والدارقطني، وهو ظاهر صنيع المصنف هنا، والصحيح ان هذه القصة وقعت لمؤذن عمر كما سياتي بعده. واخرجه عبد بن حميد (782)، والطحاوي/1391، والدارقطني (954)، والبيهقي/3831 من طرق عن حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وانظر تمام تخريجه والكلام عليه في تعليقنا على "جامع الترمذي" باثر الحديث (201). وانظر "العلل" لابن ابي حاتم/1141، و"نصب الراية"/2841-287، و"فتح الباري" 103.2/

نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، قَدْ نَامَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ. زَادَ مُوسَى: فَرَجَعَ فَنَادَى: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ واپس جا کر یہ اعلان کریں۔ خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔

موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں' تو وہ واپس گئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث ایوب کے حوالے سے حماد بن سلمہ نے نقل کی ہے۔

533 - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ، يُقَالُ لَهُ: مَسْرُوحٌ أَوْ غَيْرُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ، يُقَالُ: لَهُ مَسْعُودٌ وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ ذَاكَ

نافع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن تھے اور ان کا نام مسروح تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ انہوں نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کی (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یہ روایت عبیداللہ بن عمر کے حوالے سے نافع سے یا اس کے علاوہ کسی اور سے نقل کی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موذن کا نام مسروح یا شاید کچھ اور تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دراوردی نے عبیداللہ کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک موذن تھا۔ جس کا نام مسعود تھا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے) اور یہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔

534 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ شَدَّادٍ مَوْلَى عِيَاضِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ هَكَذَا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شَدَّادٌ مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم اس وقت تک اذان نہ دو جب تک صبح صادق تمہارے سامنے اس طرح نمایاں نہ ہو جائے''۔
نبی اکرم ﷺ نے چوڑائی کی سمت میں اپنے ہاتھ پھیلا کر یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شداد مولیٰ عیاض نامی راوی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

بَابُ الْاَذَانِ لِلْاَعْمٰى

باب: نابینا شخص کا اذان دینا

535 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ ابْنَ اُمِّ مَكْتُومٍ، كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْمٰى

٭٭ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابن اُمِّ مکتوم نبی اکرم ﷺ کے موذن تھے اور وہ نابینا تھے۔

بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْاَذَانِ

باب: اذان کے بعد مسجد سے باہر چلے جانا

536 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ، عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ. فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٭٭ ابوشعثاء بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے' جب موذن نے عصر کی اذان دے دی تو ایک شخص مسجد سے باہر چلا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔

بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْاِمَامَ

باب: مؤذن کا امام کا انتظار کرنا

537 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ اِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يُمْهِلُ فَاِذَا رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ اَقَامَ الصَّلَاةَ

٭٭ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے دیتے تھے۔ پھر کچھ دیر ٹھہرتے تھے۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے کہ وہ تشریف لے آئے ہیں تو نماز کے لئے اقامت کہہ دیتے تھے۔

بَابٌ فِي التَّثْوِيبِ

باب: تثویب کے بارے میں روایات

538 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْقَتَّاتُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوِ الْعَصْرِ، قَالَ: اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ

مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ایک شخص نے ظہر یا عصر کے لئے تثویب کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ کیونکہ یہ بدعت ہے۔

تثویب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آواز کے لوٹانے کے ہوتے ہیں۔تثویب کا اصطلاحی مفہوم نماز کے لیے دوبارہ آواز دینا۔عہد نبوی وعہد صحابہ میں الصلاۃ خیر من النوم، الصلاۃ الصلاۃ اور الصلاۃ حاضرۃ جیسے الفاظ اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔

اطلاقات تثویب

فقہاء کے نزدیک تثویب کا اطلاق تین مواقع پر ہوتا ہے: فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ۔اسے تثویب قدیم یا تثویب اول کہتے ہیں۔ یہ تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے۔ نیز بعض احناف وشوافع کے نزدیک عشاء کے وقت بھی جائز ہے۔ تاہم فجر کے علاوہ تمام نمازوں میں یہ تثویب مکروہ ہے۔اور یہی اکثر فقہاء کا مسلک اور معمول ہے۔

اذان واقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے اور بلانے کے لیے معروف الفاظ سے پکارنا۔اسے تثویب محدث کہتے ہیں۔اسے کوفہ کے فقہائے احناف نے اختیار کیا تھا۔متقدمین احناف کے نزدیک اس کا استعمال صرف فجر کی نماز میں مستحسن ہے۔البتہ متاخرین احناف نے تمام نمازوں میں مستحسن قرار دیا ہے۔

بعض ذمہ دار افراد (اولی الامر) کے نماز کی اطلاع دینا۔لیکن اسے امام محمد بن حسن شیبانی اور بعض مالکیہ نے ناپسند کیا ہے۔

حوالہ جات

تاج العروس، الحطاب 432/1 مادہ ثوب۔ ^1،20،2 بدائع الصنائع 148/1 ^ کشاف القناع 215/1، والمغنی 408/1 بدائع الصنائع 148/1، ^ معروف الفاظ سے مراد جس جگہ جو کلمات اس مقصد کے لیے رائج و معروف ہوں۔ ^ المبسوط 128/1، بدائع الصنائع 148/1۔ ^ فتح القدیر 1/

مسئلہ تثویب میں فقہی احکام ودلائل کا بیان

اور فجر کی اذان میں "حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ" کے ساتھ اذان واقامت کے درمیان بہتر ہے کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔اور باقی نمازوں میں تثویب مکروہ ہے۔اور تثویب کا معنی "اعلام کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا" اور یہ لوگوں کے عرف کے مطابق ہے۔اور یہ وہی تثویب ہے جس کو علماء کوفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کے حالات کے مطابق

بدل دیا تھا۔ اور علماء کوفہ نے اس تثویب کو فجر کے ساتھ اسی دلیل کی وجہ سے خاص کیا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور متاخرین فقہاء نے تمام نمازوں میں تثویب کو اچھا سمجھا ہے۔ کیونکہ دینی معاملات میں سستی زیادہ ہو چکی ہے۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان دینے والا ساری نمازوں میں امیر کو کہے "السلام عَلَيْكَ أَيُّهَا الأَمِيرُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، الصَّلَاةُ يَرْحَمُكَ اللهُ" جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو بعید (از قیاس) سمجھا ہے کہ جماعت کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے امراء کو تثویب کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان کی مصروفیت زیادہ ہوتی ہے۔ تاکہ ان سے جماعت فوت نہ ہو اور اسی حکم میں قاضی و مفتی بھی ہیں۔ (ہدایہ کتاب صلوٰۃ، لاہور)

تثویب کے بارے میں فقہی آراء

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ فجر کی نماز کے علاوہ اور کسی نماز میں تثویب نہ کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کے راوی) ابو اسرائیل محدثین کے نزدیک قوی (یعنی قابل اعتبار) نہیں ہیں۔

تثویب وہ اعلام ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس سے پہلے کے اعلام کی غرض ایک ہو۔ مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا مقصود ہو تو اس اعلام سے بھی یہی مقصود ہو۔ تثویب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا، یہ تثویب اس لیے ہے کہ ایک مرتبہ تو حی علی الصلوٰۃ کہہ کر لوگوں کو نماز کے لیے بلایا گیا پھر دوبارہ الصلوٰۃ خیر من النوم سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا۔ یہ تثویب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رائج تھی اور مسنون یہی ہے پھر اس کے بعد کوفہ کے علماء نے اذان و تکبیر کے درمیانی وقفے میں حی علی الفلاح کہنا رائج کیا۔ اس کے بعد ہر فرقہ و طبقہ کے لوگوں نے اپنے اپنے عرف کے مطابق کچھ نہ کچھ طریقہ تثویب کے طور پر رائج کیا مگر یہ تمام تثویبیں فجر کی نماز ہی کے لیے رائج کی گئیں، کیونکہ فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔

پھر آخر میں متاخرین علماء نے تمام نمازوں کے لیے تثویب رائج کی اور اسے بنظر استحسان دیکھا حالانکہ متقدمین کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ احداث ہے اور بدعت ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اس کا انکار بایں طور منقول ہے کہ ایک آدمی تثویب کہتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارہ میں فرمایا کہ "اخرجوا هذا المبتدع من المسجد" یعنی اس بدعتی آدمی کو مسجد سے نکال باہر کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک دن جب کہ وہ مسجد میں موجود تھے موذن کو غیر فجر میں تثویب کرتے ہوئے سنا تو مسجد سے باہر نکل آئے اور دوسروں سے بھی کہا کہ اس آدمی کے سامنے نہ رہو، باہر نکل آؤ کیونکہ یہ بدعتی ہے۔ (ترمذی بتصرف)

فقہ حنفی کی کتب سے مسئلہ تثویب کی اباحت

فقہ میں تثویب اسے کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تثویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آ گئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر۔

(۱) الابصار وقایہ (۲) ونقایہ () وغرر الاحکام (۳) وکنز (۴) وغرر الاذکار (۵) ووافی (۶) وملتقی (۷) واصلاح (۸) ورالایضاح (۱۰) وشروحاتند در مختار (۱۱) ورد المحتار (۱۲) وطحطاوی (۱۳) وعنایہ () ونہایہ وغنیہ (۱۵) شرح منیہ وصغیری (۱۶) وبحر الرائق (۱۷) ونہر الفائق (۱۸) وتبیین الحقائق (۱۹) وبرجندی (۲۰) وقہستانی (۲۱) ودرر (۲۲) وابن ملک (۲۳) وکافی (۲۴) ومجتبی (۲۵) وایضاح (۲۶) وامداد الفتاح (۲۷) ومراقی الفلاح (۲۸) وحاشیہ مراقی للعلامۃ الطحطاوی (۲۹) وفتاوی مثل ظہیریہ (۳۰) وخانیہ (۳۱) وخلاصہ (۳۲) وخزانۃ المفتین (۳۳) وجواہر اخلاطی (۳۴) وعلمگیری (۳۵) وغیرھا مالا مال ھیں، وھو الذی علیہ عامۃ الائمۃ المتاخرین والخلاف خلاف زمان لا برھان (عام ائمہ متاخرین اسی پر ھیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ھے برھانی نھیں۔

مختصر الوقایہ میں ہے: التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔

(مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ يَنْتَظِرُونَهُ قُعُودًا

باب: جب نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو اور امام نہ آئے تو لوگ بیٹھ کر اس کا انتظار کریں گے

539 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ أَيُّوبُ، وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، عَنْ يَحْيَى، وَهِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، وَقَالَا فِيهِ: حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ.

عبداللہ بن ابوقتادہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایوب اور حجاج صواف نے یحییٰ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے اور ہشام دستوائی کہتے ہیں۔ یحییٰ نے مجھے لکھ کر بھیجی تھی جبکہ معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک نے یہ روایت یحییٰ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں ان دونوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تم مجھے دیکھ نہ لو اور تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے۔

540 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ. قَالَ حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: قَدْ خَرَجْتُ. إِلَّا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: قَدْ خَرَجْتُ

❁❁ یہی روایت اسی سند کے ساتھ یحییٰ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں نکل آیا ہوں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ''میں نکل آیا ہوں'' کے الفاظ صرف معمر نے نقل کیے ہیں: معمر سے یہ روایت ابن عیینہ نے نقل کی ہے لیکن انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل نہیں کیے ہیں ''میں نکل آیا ہوں''۔

541 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو: ح وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نماز کی اقامت کہہ دی جاتی تھی' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے لوگ اپنی جگہوں پر کھڑے ہو چکے ہوتے تھے۔

542 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

❁❁ حمید بیان کرتے ہیں: میں نے ثابت بنانی سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد بات چیت کرتا ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت ہوگئی ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور اس نے آپ کو اقامت ہو جانے کے بعد روکے رکھا (یعنی آپ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا)

543 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ السَّدُوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ، عَنْ أَبِيهِ كَهْمَسٍ، قَالَ: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمِنًى وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا، فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ: مَا يُقْعِدُكَ؟ قُلْتُ: ابْنُ بُرَيْدَةَ. قَالَ: هَذَا السُّمُودُ. فَقَالَ لِي الشَّيْخُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ

بْنُ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا نَقُوْمُ فِي الصُّفُوْفِ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ اَنْ يُكَبِّرَ. قَالَ: وَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ يَلُوْنَ الصُّفُوْفَ الْاُوَلَ، وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا

کہمس بیان کرتے ہیں: ہم لوگ منیٰ میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام ابھی نہیں آیا تھا۔ ہم میں سے کچھ لوگ بیٹھ گئے' تو کوفہ سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: تم کیوں بیٹھ گئے ہو؟ میں نے کہا: ابن بریدہ کہتے ہیں: یہ سنہ اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے' تو اس عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: عبدالرحمن بن عوسجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے ہم صف پر کھڑے رہتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آگے کی صفوں کو ملانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی قدم اٹھانا اتنا محبوب نہیں ہے جتنا وہ قدم محبوب ہے' جسے چل کر آدمی اس کے ذریعے صف کو ملاتا ہے''۔

544 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ حَتّٰى نَامَ الْقَوْمُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے (کسی صاحب کے ساتھ) سرگوشی میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نماز کے لئے اس وقت تک کھڑے نہیں ہوئے جب تک کچھ لوگ سو نہیں چکے تھے۔ (یعنی آپ کافی دیر گفتگو کرتے رہے)

545 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُقَامُ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ اِذَا رَآهُمْ قَلِيْلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ، وَاِذَا رَآهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى.

سالم ابونضر بیان کرتے ہیں: مسجد میں نماز کے لئے اقامت ہو جانے کے بعد جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کم محسوس کرتے تھے' تو آپ تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ آپ نماز ادا نہیں کرتے تھے' جب آپ دیکھتے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں' تو پھر نماز ادا کرتے تھے۔

546 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِسْحَاقَ، اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ اَبِي مَسْعُوْدٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، مِثْلَ ذٰلِكَ

ابومسعود زرقی نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟

فقہاء احناف نے اقامت میں کھڑا ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے، تاکہ محل اختلاف متعین ہو جائے۔

1۔ اول یہ کہ امام وقت اقامت جانب محراب سے مسجد میں آئے۔

2۔ دوسرا یہ کہ امام پیچھے یا اطراف مسجد سے آئے۔

3۔ تیسرا یہ کہ امام و مقتدی وقت اقامت مسجد میں موجود ہوں۔

پہلی دو صورتوں میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن تیسری صورت میں ہمارا اختلاف ہے۔

تیسری صورت جس میں امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ "حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا امام اور مقتدی کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق فقہاء احناف صراحتا بیان کرتے ہیں۔

1 .... علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی (المتوفی 557ھ) لکھتے ہیں۔

والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حی الفلاح فان كان الامام معهم فی المسجد يستحب للقوم ان يقوموا فی الصف

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام و مقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جو موذن حی علی الفلاح کہے (بدائع الصنائع 1/200 طبع مصر)

2 .... "تنویر الابصار" میں ہے:

"والقيام لامام ومؤتم حين قيل حی الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب"

ترجمہ: یعنی جب امام محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں گے (تنویر الابصار برحاشیہ شامی 1/354 طبع کوئٹہ)۔

3 .... علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ "فتاویٰ شامی" میں لکھتے ہیں۔

كذا فی (۳) الكنز (۴) ونور الايضاح (۵) والاصلاح (۶) والظهيرية (۷) والبدائع وغيرها والذی فی (۸) الدرر متنا وشرحا عند حيعلة الاولى يعنی حين يقال حی الصلاة اه وعزاه الشيخ اسماعيل فی شرحه الى (۹) عيون المذاهب (۱۰) والفيض (۱۱) والوقاية (۱۲) والنقاية (۱۳) والحاوی (۱۴) والمختار اه قلت واعتمده فی متن (۱۵) الملتقى وحكى الاول بقيل لكن نقل ابن الكمال تصحيح الاول ونص عبارته قال فی (۱۶) الذخيرة يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثة

ترجمہ: یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نور الایضاح، اصلاح، ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور "الدرر" کے متن اور شرح میں ہے کہ "حی الصلوۃ" پر قیام کیا جائے۔ الشیخ اسماعیل نے اپنی شرح "عیون المذاہب" فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور مختار میں نقل کیا: میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب موذن حی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علماء ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ عنہم) کے نزدیک۔ (ردالمحتار شامی ۲/۷۷، کتاب الصلوۃ طبع ریاض)

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں (۱۴) مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہئے۔ اسی طرح:

(۱۷) تبیین الحقائق ۱/۱۰۸ (۱۸) درر شرح غرر ۱/۸۰ (۱۹) عمدۃ القاری شرح بخاری ۸/۲۱۱ (۲۰) شرح مسلم نووی ۱/۲۲۱ (۲۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۲۲) کرمانی شرح بخاری ۵/۳۲ طبع بیروت (۲۳) ارشاد الساری شرح بخاری ۲/۱۳۱ (۲۴) بحر الرائق ۳/۲۰۸ (۲۵) ملتقی الابحر ۱۱/۲۶۹ (۲۶) مجمع الانہر ۱۱/۷۸ (۲۷) محیط البرہانی ۲/۱۷ (۲۸) فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ طبع کوئٹہ میں ہے:

یقول الامام والقوم اذا قال الموذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ ہو الصحیح

ترجمہ: یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں گے جب موذن ''حی علی الفلاح'' کہے اور یہی صحیح ہے۔

مذکورہ بالا کتب میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ ''حنفیہ'' کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے وقت ''حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

اقامت میں امام ومقتدی کا ''حی الصلوٰۃ'' سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں جو فقہ حنفی میں مستند ومتفق علیہ فتاویٰ ہے، نے لکھا:

ویکرہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن قولہ حی الفلاح کذا فی المضمرات

ترجمہ: اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جب موذن اپنے حی الفلاح پر پہنچے (فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ کتاب الصلوٰۃ طبع کوئٹہ)

۲......علامہ سید احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں۔

واذا اخذ الموذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراہۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہا غافلون

ترجمہ: اور جب موذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے، کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی کی مضمرات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۱/۱۸۶ طبع مصر)

لہٰذا لوگوں کو اس غفلت سے نکل کر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کا عمل واقوال

اس مسئلہ میں حدیث وآثار کافی تعداد میں موجود ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہوحتیٰ کہ مجھے (نکلتا ہوا) دیکھو

(۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس ۱/۱۶۴ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم ۲/۱۰۱ رقم ۱۳۹۵ (۳) جامع ترمذی ۱/۶۵۱ رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابوداؤد/۱۴۸ رقم ۵۳۹ (۵) سنن نسائی ۲/۳۱ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان ۵/۵۱ رقم ۱۷۵۵ (۷) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۸) مسند احمد ۵/۳۰۴ رقم ۲۲۶۲۰ (۹) صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۴ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی ۱/۵۰۸ رقم ۶۲۳ (۱۱) مستخرج ابی عوانہ ۲/۹ (رقم ۱۰۴۸) (۱۲) سنن الدارمی ۱/۳۲۳ رقم ۱۲۶۲ (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۶ (۱۴) مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۴ رقم ۹۳۲ (۱۵) معجم ابن العرابی ۲/۳۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط ابن المنذر ۱۱/۱۶۹ رقم ۱۹۲۳

۲......امام بزار اپنی ''مسند'' میں، امام ابوالقاسم الطبرانی اپنی ''معجم'' میں، ''امام بیہقی اپنی'' سنن الکبریٰ'' میں، محدث سیمویہ اپنی کتاب میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ اذا قال بلال قد قامت الصلوٰۃ نہض فکبر

ترجمہ: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے پھر اللہ اکبر کہتے۔

(۱) المسند البزار ۸/۲۹۸ مسند عبداللہ بن ابی اوفی طبع مدینہ منورہ (۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۲/۱۰۶ طبع دار الفکر بیروت (۳) میزان الاعتدال ۱/۴۶۴ (۴) کنز العمال ۷/۵۴ رقم الحدیث ۱۷۹۲۳ طبع حلب (۵) سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۲۲ طبع دکن (۶) سوالات ابن الجنید لابی ذکریا یحییٰ بن معین ۱/۳۴۴ رقم ۷۹۶ (۷) تحفۃ الاحوذی ۲/۱۲۹ (۸) الشمائل الشریفۃ للسیوطی ۱/۸۰ رقم ۲۹۳ (۹) الاوسط لابن المنذر ۲/۱۷۴ رقم ۱۹۲۷

اکابر علماء دیوبند میں مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے خلیفہ ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ''وھو حدیث حسن الاسناد'' (اعلاء السنن ۴/۳۲۶ طبع کراچی)

۳......امام عبدالرزاق اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔

عبدالرزاق عن ابن التیمی عن الصلب عن علقمۃ عن امہ عن ام حبیبۃ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بیتہا فسمع المؤذن فقال کما یقول فلما قال حی علی الصلوٰۃ نہض رسول اللہ ﷺ الی الصلوٰۃ

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے، موذن نے اقامت کہی، جب اس نے (حی الصلوۃ) کہا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

(۱) مصنف عبدالرزاق ۱/۴۸۱ رقم ۱۸۵۱ طبع بیروت (۲) معجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۴۴ رقم ۴۸۵ (۳) جامع الاحادیث ۴۰/۲۳۴ رقم ۴۳۵۴۳ (۴) کنز العمال ۸/۳۶۲ رقم ۲۳۲۷۳)

۴۔امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل

۱ .... امام عبدالرزاق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں:

فاقام المؤذن بالصلوٰۃ فلما قال قد قامت الصلوٰۃ قام حسین

ترجمہ: موذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کھڑے ہو گئے (۱) مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۷ (۲) اخبار مکہ للفاکہی ۲/ ۷۲ رقم ۱۱۷۲)

ب.... امام بیہقی ''سنن الکبریٰ'' میں لکھتے ہیں:

وعن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ کان یفعل ذلک وہو قول عطاء والحسن

ترجمہ: اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہی قول عطاء اور حسن کا ہے (جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے لکھا ہے، یعنی قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے) (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل

۱.... امام بیہقی لکھتے ہیں:

وروینا عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ اذا قیل قد قامت الصلوٰۃ وثب فقام

ترجمہ: ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت ''قد قامت الصلوٰۃ'' کہا جانے لگا تو آپ تیزی سے کھڑے ہو جاتے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۲..... محدث (ابن المنذر) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس انہ کان یقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰۃ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگتا۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/ ۱۳۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت (۲) تحفۃ الاحوذی ۳/ ۱۹۵ (۳) کمال المعلم شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض ۲/ ۳۱۰ (۴) نیل الاوطار ۳/ ۲۳۴ (۵) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک ۱/ ۲۴۳ (۶) عون المعبود وحاشیہ ابن القیم ۲/ ۱۷۳ (۷) اثر اصحاب للالبانی ۱/ ۲۳۱ (۸) الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی ۱/ ۳۳۴ (۹) سبل السلام ۱/ ۱۳۰ (۱۰) بستان الاخبار للابن تیمیہ ۲/ ۱۰۱ تحت حدیث ۱۳۲۹ (۱۱) شرح البلوغ للعبد الرزاق الصنعانی ۱/ ۵۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید

۶۔ امام عبدالرزاق الصنعانی لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عطیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے جونہی موذن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس جب موذن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۶ رقم ۱۹۴۰)

اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول

۷۔ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ بیٹھ کر اقامت سننے اور ''قد قامت الصلوٰۃ'' کے نزدیک کھڑا ہونے کا مسئلہ بیان کر کے لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام سعید بن منصور نے بطریق ابی اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ۲/ ۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت)

صحابہ واکابر تابعین کا مذہب

۸۔ ترجمہ: معاویہ ابن قرۃ کہتے ہیں (صحابہ وتابعین) اسے مکروہ جانتے تھے کہ موذن کے اقامت شروع کرتے ہی آدمی نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱:۵۰۸ رقم ۱۸۵۰ طبع بیروت)

تابعی حضرت ابواسحاق علیہ الرحمہ کا عمل

۹۔ ترجمہ: حضرت معمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ابواسحاق علیہ الرحمہ کے پاس آیا۔ وہ مسجد کے پڑوسی تھے، وہ گھر سے جماعت میں شمولیت کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک اقامت نہ سن لیتے نیز فرمایا کہ میں نے (تابعین میں سے) اور بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو ایسا ہی کرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۵ رقم ۱۹۳۳ طبع بیروت)

مشہور تابعی حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ وعمل

۱۰: ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ جب موذن "قد قامت الصلوۃ" کہنے لگے لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے فرمایا، ہاں درست ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۵ رقم ۱۹۳۶ طبع بیروت)

ب۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد انڈیا)

امام حسن بصری علیہ الرحمہ کے اقوال واعمال

۱۱۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ: امام حسن بصری علیہ الرحمہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے جبکہ موذن قد قامت الصلوۃ نہ کہنے لگے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۶ رقم ۴۱۲۲)

ب۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۳ میں ہے۔

ج۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد انڈیا)

خلیفہ راشد واول، تابعی، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا فرمان

۱۲۔ ترجمہ: ابوعبید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مقام (خناصرہ) میں، میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے سنا جس وقت موذن "قد قامت الصلوۃ" کہتا تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ نماز قائم ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۶ رقم ۴۱۲۱)

ب۔ ترجمہ: یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جب وقت قامت الصلوٰۃ کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۳۹ طبع بیروت)

حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا عمل

۱۳۔ الف۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ موذن جب حی علی الصلوٰۃ کہتا آپ اس وقت کھڑے ہوتے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۵ رقم ۴۱۱۲)

ب۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ نے فرمایا جب موذن (اقامت کہتے ہوئے) حی الفلاح کہے تو نمازی صفوں میں کھڑے ہو جائیں (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۱۹، رقم ۸۹ طبع بیروت)

ج۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب موذن (اقامت میں) حی الفلاح کہے تو اس وقت چاہئے کہ لوگ کھڑے ہو جائیں پھر صفیں درست کریں۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷، رقم ۶۳ طبع بیروت، جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۴۴ طبع فیصل آباد)

تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب

۱۴...... امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کی روایت بالا کے متصلاً بعد، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور یہی (جو امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا ہے) ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اگر امام موذن کے اقامت سے فارغ ہونے کا انتظار کرے گا پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ سب درست ہے۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷، رقم ۶۳، جامع المسانید للخوارزمی ۱/۳۴۴، موطا امام محمد مترجم ص ۸۷ طبع لاہور)

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا اعلان حق

امام ابوعیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ علماء صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قدقامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے (۱)

جامع ترمذی ۱/۲۱۱، تحت رقم ۵۹۲ طبع بیروت (۲) مستخرج الطوسی علی جامع الترمذی ۳/۱۹۲ (۳) مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ ۲۵/۶۶۲ (۴) الفکر المستطاب فی فقہ السنۃ والکتاب ۱/۳۳۰ (۵) الاختیارات الفقہیہ للترمذی ۱/۲۸۹)

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب (فیض الباری شرح بخاری) میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ: کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت پوری ہونے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور کچھ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ درمیان اقامت میں (حی علی الصلوٰۃ) پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ (فیض الباری شرح بخاری باب متی یقوم الناس ۲/۱۹۱ طبع انڈیا)

مفتی عزیز الرحمن مفتی دار العلوم دیوبند کا اعتراف حق

اقامت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہوجائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہوجائیں تو کوئی محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک آداب پر کچھ طعن نہیں ہوسکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے اور در مختار میں بھی یہی لکھا ہے اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے کی طرف سے آوے جس وقت امام پر نظر پڑے، مقتدی کھڑے ہوجائیں۔ بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہا کا اولیٰ و افضل ہے

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ۲/۷۹ مفتی عزیز الرحمن طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی فرید دیوبندی اکوڑہ خٹک کا اعتراف حق

مفتی فرید صاحب سے وقت اقامت حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواب میں لکھتے ہیں (حی الصلوۃ پڑھنے کے وقت قیام کرنا ادب اور افضل ہے الخ)

(فتاویٰ فریدیہ المعروف فتاویٰ دیوبند پاکستان مفتی اعظم مفتی فرید جامع دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۲/۱۸۸ طبع صوابی پاکستان)

مفتی محمد شفیع مفتی دار العلوم دیوبند کا اعتراف حق

مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی اقامت کے بارے میں حی علی الصلوۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جوابا لکھتے ہیں (جس وقت تکبیر پڑھنے والا حی الصلوۃ پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہئے۔ ..الخ

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند المعروف امداد المفتین کامل ۲/۲۹۲ طبع دار الاشاعت کراچی)

احسن نانوتوی دیوبندی کا اعتراف حق

احسن نانوتوی صاحب لکھتے ہیں (اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ۱/۲۴۳ طبع کراچی)

سید امیر علی دیوبندی کا اعتراف حق

سید امیر علی دیوبندی لکھتے ہیں (اگر موذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو موذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہوجاویں یہ وہی صحیح ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری مترجم ترجمہ سید امیر علی ۱/۸۹ طبع دار الاشاعت کراچی)

فقہاء نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو جس وجہ سے مکروہ فرمایا

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو۔

(۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس ۱/ ۱۶۴ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم ۲/ ۱۰۱ رقم ۱۳۶۵ (۳) جامع ترمذی ۱/ ۲۵۱ رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابی داؤد ۱/ ۱۴۸ رقم ۵۳۹ (۵) سنن نسائی ۲/ ۸۱ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان ۵/ ۵۱ رقم ۱۷۵۵ (۷) فتح الباری شرح بخاری ۲/ ۱۲۰ (۸) مسند احمد ۵/ ۳۰۴ رقم ۲۲۶۴۰ (۹) صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۱۳ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی ۱/ ۵۰۸ رقم ۲۲۳ (۱۱) مستخرج ابی عوانہ ۲/ ۹ رقم ۱۰۴۸ (۱۲) سنن الداری ۱/ ۳۳۳ رقم ۱۲۶۲ (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۰۵ رقم ۳۱۱۶ (۱۴) مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۴ رقم ۹۳۲ (۱۵) معجم ابن الاعرابی ۲/ ۳۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط ابن المنذر ۴/ ۱۶۹ رقم ۱۹۲۳)

حجرہ شریف سے مسجد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے صحابہ کرام کے شروع اقامت میں کھڑے ہوجانے کی وجہ سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا کہ صحابہ میرے آنے سے پہلے کھڑے ہوں چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

ترجمہ: قرین تحقیق یہ ہے کہ لوگ (بوقت اقامت) نبی پاک ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور حضور ﷺ سے پہلے ہی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سنبھال لیتے۔ تب آپ ان پر تخفیف کرتے ہوئے انہیں حکم دیتے (جس وقت اقامت شروع ہو تو) وہ فوراً ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، تاوقتیکہ حضور ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی نے (فتح الباری ۲/ ۱۲۰) امام حافظ بدرالدین عینی نے (عمدۃ القاری ۵/ ۱۵۳) امام نووی نے (شرح مسلم ۱/ ۲۲۰) قاضی شوکانی نے (نیل الاوطار ۲/ ۲۳۴) اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے (بذل المجہود ۱/ ۳۰۷) نے حدیث ابی قتادہ کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی ہی والی بات لکھی ہے۔

یہ واقعہ ایک دوبار کا ہے

امام المحدثین قاضی عیاض مالکی، امام بدرالدین عینی، امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے کہا کہ صحابہ کا آغاز اقامت میں کھڑا ہوجانے کا عمل ایک بار یا دوبار ہوا، دیکھئے

(عمدۃ القاری ۵/ ۱۵۳، شرح صحیح مسلم نووی ۱/ ۲۲۰، عون المعبود ۱/ ۲۱۴)

جب نبی ﷺ نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو منع فرمایا جس وجہ سے فقہاء مکروہ فرماتے ہیں تو پھر علماء دیوبند اور غیر مقلدین کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ روایت پیش کرنا صرف ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر آغاز اقامت ہی میں کھڑے ہوجاتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر اقامت بیٹھ کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

ان کی خدمت میں جواباً عرض ہے کہ صحیحین وغیرہا کی احادیث مرفوعہ۔ نیز صحابہ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ سب مقتدین آخر اقامت میں صفیں درست کا اہتمام فرماتے تھے، جب صفیں درست ہوجاتیں، تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے، یہ بات متعدد احادیث میں موجود ہے لہٰذا اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ اقامت بیٹھ کر ہی سنی جائے اور امام و مقتدی (حی علی الصلوٰۃ) پر یکبارگی کھڑے ہونا شروع کردیں اور (قد قامت الصلوٰۃ) پر مکمل کھڑے ہوجائیں۔ اگر صفیں درست نہ ہوں تو

اس وقت صفیں بھی درست کرلی جائیں تاکہ صفیں درست کرنے کی اہم سنت بھی سنت نبوی، سنت خلفاء راشدین صحابہ کرام کے عمل کے مطابق انجام پائے اور جب صفیں درست ہو جائیں تو امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کردے تاکہ سب کام سنت کے مطابق پورے ہو جائیں۔فقہاء نے چونکہ اقامت کھڑے ہو کر سننے کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے پہلے کھڑے ہو کر اقامت سننا منع فرمانا ثابت ہے لہٰذا یہ کم از کم خلاف سنت ضرور ہے لہٰذا مستحب پر عمل کرکے اور اتباع سنت اپنا کر ثواب حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ

باب: جماعت ترک کرنے کی شدید مذمت

547 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ. قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ

❁❁ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس بھی بستی یا دیہات میں تین لوگ رہتے ہوں اور اس بستی میں نماز قائم نہ کی جاتی ہو تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے تم پر جماعت اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ بھیڑیا الگ ہونے والی بکری کو کھالیتا ہے''۔

زائدہ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔سائب کہتے ہیں: یہاں جماعت سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔

تارک جماعت کے گھروں کو آگ لگانے کا بیان

548 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں نماز کے بارے میں حکم دوں۔اس کے لئے اقامت کہی جائے، پھر میں کسی شخص کو یہ ہدایت کروں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے ہمراہ لکڑیوں کے گٹھے ہوں اور ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوئے اور ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا

547- اسناده حسن من اجل السائب بن حبيش، وباقي رجاله ثقات. زائدة: هو ابن قدامة. واخرجه النسائي في "الكبرى" (922) من طريق زائدة بن قدامة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (21710)، و"صحيح ابن حبان" (2101).

دوں"۔

549 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِيَ قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ.

قُلْتُ لِيَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةَ عَنَى أَوْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: صُمَّتَا أُذُنَايَ إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَأْثُرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَيْرَهَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کے گٹھے اکٹھے کریں اور پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور انہیں کوئی علت لاحق نہیں ہوتی اور پھر میں انہیں آگ لگا دوں"۔

راوی کہتے ہیں: میں نے یزید بن اصم سے کہا: اے ابوعوف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد جمعے کی نماز تھی یا کوئی اور نماز تھی؟ انہوں نے فرمایا: میرے کان بہرے ہو جائیں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ روایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے نہ سنا ہو البتہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو جمعے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی اور نماز کا ذکر کیا۔

550 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ بَيِّنُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم پانچ نمازوں کی حفاظت کرو، جب بھی ان کی اذان دی جائے تو یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن ہدیٰ کو مقرر کیا۔ مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ ہم لوگ باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والے شخص کو کھلا منافق سمجھتے تھے اور مجھے اپنے بارے میں یہ بات بھی یاد ہے کہ کسی شخص کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر لایا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا جبکہ تم میں سے ہر ایک شخص نے گھر میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کی ہوئی ہے۔ اگر تم گھروں میں ہی نماز ادا کرتے رہو گے اور مساجد کو ترک کر دو گے تو تم اپنے نبی علیہ السلام کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم اپنے نبی علیہ السلام کی سنت کو ترک کر دو گے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔

سنت ھدیٰ کی تعریف

مولانا عبدالحلیم اللکنوی نور الانوار کے حاشیہ میں اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ھی التی واظب علیھا النبی ﷺ تعبدا وابتغاء مرضات اللہ تعالیٰ مع الترک مرۃ اومرتین بلاعذر اولم یترک اصلا لکنہ لم ینکر علی التارک۔ص 167، حاشیہ 12

سنت ھدیٰ وہ ہے جس پر ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہمیشگی فرمائی ہو اور بغیر عذر کے ایک یا دو دفعہ چھوڑا بھی ہو یا کبھی بھی نہ چھوڑا ہو لیکن کبھی کبھی چھوڑنے والے پر افسوس کا اظہار بھی نہ فرمایا ہو۔ہاں اگر کوئی سنت ھدیٰ کو چھوڑنے کی عادت بنالیتا ہے تو اسے برا بھلا کہا جاسکتا ہے۔

سنت ھدیٰ کا حکم

نور الانوار شرح منار میں اس کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے۔تارکھا یستوجب اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ۔ص 167

کہ اسے چھوڑنے کی عادت بنانے والا مذمت کے لائق ہے۔جیسے جماعت،اذان اور اقامت سنت ھدیٰ ہیں۔اگر کسی شہر کے لوگ اسے چھوڑنے کی عادت بنائیں اور اس پر اصرار کریں تو امام وقت ان سے مسلح جہاد کرسکتا ہے۔

سنت زوائد کی تعریف

سنت زوائد وہ کام ہے جو ہمارے پیارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ عادۃ اور بتقاضائے بشری فرمایا ہو۔

سنت زوائد کا حکم

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نور الانوار میں فرماتے ہیں۔فارکھا لا یستوجب اساءۃ کسیر النبی فی لباسہ وقعودہ وقیامہ ص 167

کہ اسے چھوڑنے والا سزا کا حقدار نہیں ہوتا۔جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک طریقے پر لباس پہننا بیٹھنا اٹھنا یہ سب سنت زوائدہ سے ہے۔سنت زوائد پر عمل کرنیوالا ثواب پائے گا لیکن چھوڑنے والے کیلئے سزا نہیں ہے اب تک یہ واضح ہوگیا کہ لباس بمعہ عمامہ شریف سنن زوائد سے ہے چنانچہ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔فرماتے ہیں۔ربما یلبس ﷺ عمامۃ سوداء وحمراء وکان مقدارھا سبعۃ اذرع او اثنی عشر ذراعا او اقل او اکثر فھذا من سنن الزوائد (نور الانوار ص 167)

551 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ مَغْرَاءَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ

551- ضعيف بهذا السياق، ابو جناب-وهو يحيى بن ابى حية الكلبى-ضعيف ومدلس، وقد اختلف عليه في لفظه كما سياتي في التخريج، وباقي رجاله ثقات غير مغراء العبدى، فقد روى عنه جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، ونقل عن العجلى انه قال: لا باس به. واخرجه الدارقطني (1557)، والبيهقي /753 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه ابن عدي في ترجمة ابي جناب من "الكامل" /26707 ومن طريقه البيهقي /753 عن محمد بن داود بن دينار، عن قتيبة بن سعيد به. واخرجه الحاكم /2451، والبيهقي /1853 من طريق قيس بن

ايف

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟، قَالَ: خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَنْ مَغْرَاءَ أَبُو إِسْحَاقَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص موذن کو سنتا ہے اور پھر اس کی بات ماننے سے اسے کوئی عذر رکاوٹ نہ ہو لوگوں نے عرض کی: عذر سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوف یا بیماری، (پھر آپ نے مزید ارشاد فرمایا:) تو اس شخص نے جو نماز ادا کی ہے وہ قبول نہیں ہوگی''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابواسحاق نے مغراء کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ترک جماعت کے عذرات کا بیان

۱۔عورت ہونا ۲۔نابالغ ہونا ۳۔بیماری جس سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک آنے میں مشقت ہو یا مدت کا مریض ہو جو بغیر مشقت نہ چل سکے ۴۔اپاہج یعنی لنگڑا لولا ہو یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب یا ایک ہی جانب کے کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں۔

۵۔جس کو فالج کا مرض ہو گیا ہو ۶۔بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو ۷۔اندھا ہونا ۸۔بہت بارش ہونا ۹۔مسجد کے راستہ میں کیچڑ ہونا ۱۰۔سخت سردی ہونا ۱۱۔بہت اندھیرا ہونا ۱۲۔رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا ہونا، یہ دن میں عذر نہیں ہے۔

۱۳۔جو شخص کسی بیمار کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو ۱۴۔مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے وغیرہ کا خوف ہو یا ہنڈیا وغیرہ کے یا تندور میں روٹی کے ضائع ہونے کا خوف ہو ۱۵۔قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچے یا قید کر لینے کا خوف ہو جب کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو ۱۶۔کسی دشمن یا ظالم کے مل جانے سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو۔

۱۷۔جب کہ سفر کا ارادہ ہو اور قافلہ نکل جانے اور تنہا سفر کرنے میں خوف ہو یا ریل گاڑی یا جہاز یا موٹر کی روانگی کا وقت قریب ہو ۱۸۔پیشاب یا پاخانہ کی غالب حاجت یا ریح کے غلبہ کے وقت ۱۹۔جب کھانا حاضر ہو اور بھوک سے نفس اس کی طرف زیادہ راغب ہو اور خواہ کوئی وقت ہو یہی حکم پینے کا ہے۔

۲۰۔صحت نماز کی کسی شرط مثلاً طہارت یا ستر عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا ۲۱۔امام کا مقتدی کے مذہب کی رعایت نہ کرنا (ان میں سے جو عذر بالکل مانع ہو جیسے زیادہ بڑھاپا یا فالج وغیرہ تو اگر اس کی نیت تھی کہ عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا، اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اور جو عذر بالکل مانع نہیں جیسے بارش و کیچڑ و سردی و اندھا ہونا وغیرہ تو اس کو ترک سے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے ورنہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا البتہ ترک جماعت کا گناہ اس پر نہیں ہوگا)

552 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ

الْبَصَرِ شَاسِعُ الدَّارِ، وَلِيْ قَائِدٌ لَا يُلَائِمُنِيْ فَهَلْ لِيْ رُخْصَةٌ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ؟ قَالَ: هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: لَا اَجِدُ لَكَ رُخْصَةً

❁❁ ابورزین' حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا انہوں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو نابینا ہے اور میرا گھر بھی دور ہے اور مجھے ہاتھ پکڑ کر لانے والا بھی کوئی نہیں ہے' تو کیا میرے لئے اجازت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز ادا کرلوں؟ نبی نے دریافت کیا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا۔

553 - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ اَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا اَبِيْ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى، عَنِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ الْمَدِيْنَةَ كَثِيْرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَتَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَحَيَّ هَلًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِ حَيَّ هَلًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مدینہ منورہ میں حشرات الارض درندے زیادہ ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنو (تو اس پکار کی طرف) آؤ۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) قاسم جرمی نے سفیان کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے' تاہم ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں: ''تم ضرور آؤ''۔

بَابٌ فِيْ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت

554 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَصِيْرٍ، عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: اَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوْا: لَا. قَالَ: اَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوْا: لَا. قَالَ: اِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ اَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَيْتُمُوْهُمَا، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ، وَاِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ اَزْكٰى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَثُرَ فَهُوَ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

❁❁ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھانے کے بعد دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے

عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دو نمازیں منافقین کے لئے سب سے زیادہ بھاری ہیں اگر تم لوگوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ ان دونوں میں کتنا اجر وثواب ہے؟ تو تم ان دونوں میں ضرور شریک ہو۔ خواہ تم کو گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے اور بے شک پہلی صف کی مثال فرشتوں کی صف کی مانند ہے اور اگر تمہیں اس کی فضیلت کا پتہ چل جائے' تو تم اس کی طرف سبقت کرو۔ آدمی کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے تنہا نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کا دو آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جتنی تعداد زیادہ ہوگی اللہ کے نزدیک یہ اتنی ہی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔

555 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ يَعْنِي عُثْمَانَ بْنَ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ

❁❁ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے' تو یہ نصف رات (نوافل) ادا کرنے کی مانند ہے اور جو شخص عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرتا ہے' تو یہ ساری رات نوافل ادا کرنے کی مانند ہے''۔

شرح

جماعت کی تعریف مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام اور باقی سب مقتدی ہوتے ہیں، جمعہ اور عیدین کے علاوہ جماعت کے لئے کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئے ایک امام دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھدار لڑکا ہی ہو پس وہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ سمجھدار اور خواہ فرشتہ ہو یا جن اور نماز خواہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو جماعت کہلائے گی اور جماعت کا ثواب ملے گا لیکن جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا جمعہ اور عیدین کے لئے امام کے علاوہ کم از کم ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے ہوں جو امامت کے اہل ہوں تو جماعت درست ہوگی ورنہ نہیں۔

جماعت کی بعض حکمتیں اور فائدے

۱۔ ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملنا ۲۔ آپس میں محبت اور اتفاق بڑھنا اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا نیک لوگوں اور کاملوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب اور لطائف کا منور ہونا ۳۔ بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ گناہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا ۴۔ ناواقفوں کو واقفوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسروں کی اچھائی و عمدگی حاصل کرنا پس یہ نماز کی صحت و تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے ۵۔ نماز میں خوب دل لگنا ۶۔ ایک دوسرے کے حال کی اطلاع ہونا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہوسکنا جس سے اخوت و محبت ایمانی میں کمال حاصل ہوتا ہے ۷۔ بے نمازیوں کا پتہ چلنا

555- اسنادہ صحیح. وھو فی "مسند احمد" 491. واخرجہ مسلم (656)، والترمذی (219) من طریقین عن عثمان بن حکیم، بھذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (408)، و"صحیح ابن حبان" (2058) و (2059).

اوران میں تبلیغ اور وعظ ونصیحت کا موقع ملنا ۸۔نزول رحمت وقبولیت کے لئے خاص اثر رکھنا ۹۔جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عبادت اور اسلام کی شان اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور کفر کی پستی کا ذریعہ ہے ۱۰۔جماعت پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا ۱۱۔جماعت کے انتظار کے وقت کا عبادت میں شمار ہونا وغیرہ جماعت کا حکم ۱۔فرض نمازوں میں جماعت سنتِ موکدہ اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض ہے ۲۔نماز تراویح کے لئے جماعت کل اہلِ محلہ پر سنت کفایہ ہے ۳۔رمضان المبارک میں نماز وتر کی جماعت مستحب ہے ۴۔جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے ۵۔نماز خسوف (چاند گہن کی نماز) اور تمام نوافل میں بلاوے اور اہتمام کے ساتھ جماعت مکروہ تحریمی ہے اگر اذان واقامت وبلانے وغیرہ کے اہتمام کے بغیر دو تین آدمی جمع ہو کر مسجد کے کسی گوشہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، چار یا اس سے زیادہ کی جماعت نوافل میں ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ اہتمام ہو یا نہ ہو ۶۔اگر محلہ کی مسجد میں جماعت سے رہ گیا تو اس کو کسی دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا واجب نہیں البتہ مستحب ہے جبکہ اپنی مسجد میں داخل نہ ہوا ہو، اگر اپنی مسجد میں داخل ہو گیا تو وہیں اکیلا پڑھے دوسری جگہ نہ جائے، اگر اپنی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہو رہی ہے تو جب تک اس میں کچھ بھی حصہ مل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اس کو دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ اور نماز سے منہ پھیرنے کے معنی میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت

556 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا.

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوگا (اور وہ دور سے چل کر نماز با جماعت میں شریک ہوگا) اس کو اتنا ہی اجر ملے گا''۔

557 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذٰلِكَ الرَّجُلِ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ. فَقُلْتُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ. فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذٰلِكَ. فَقَالَ: أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِلَى أَهْلِي إِذَا رَجَعْتُ. فَقَالَ: أَعْطَاكَ اللّٰهُ ذٰلِكَ كُلَّهُ. أَنْطَاكَ اللّٰهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا احْتَسَبْتَ كُلَّهُ أَجْمَعَ

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص تھا میرے علم کے مطابق اہل مدینہ میں سے قبلہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا کرنے والوں میں اور کسی کا گھر بھی اس شخص سے زیادہ مسجد سے دور نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز باقاعدگی سے مسجد میں ادا کرتا تھا۔ میں نے کہا: اگر تم ایک گدھا خرید لو اور گرمی اور تاریکی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو (تو یہ مناسب ہوگا) اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ نے اس شخص سے اس بارے میں دریافت کیا' تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا مقصد یہ تھا کہ میرا مسجد کی طرف آنا اور واپس اپنے گھر کی طرف جانا نوٹ کیا جائے' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ سب (اجر وثواب) تمہیں عطا کرے گا' اور تم نے جس ثواب کی اُمید رکھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا"۔

558 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِي اُمَامَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَاَجْرُهُ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ اِلٰى تَسْبِيحِ الضُّحٰى لَا يَنْصِبُهُ اِلَّا اِيَّاهُ فَاَجْرُهُ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلٰى اَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص وضو کر کے اپنے گھر سے فرض نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے' تو اس کا اجر احرام باندھنے والے حاجی کے اجر کی مانند ہے اور جو شخص چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے' جبکہ اس کا مقصد صرف یہی ہو' تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی مانند ہوتا ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز ادا کرنا' یوں کہ ان کے درمیان کوئی لغو حرکت نہ ہو یہ "علیین" میں (نام) نوٹ کئے جانے کا باعث ہے"۔

شرح

اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور وہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھتا ہے تو اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آ جانے تک جاری رہتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آ جاتا اس کو ثواب برابر ملتا رہتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجیے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہمہ وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ حج کی نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے کتاب فی علیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت ومحافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا رہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط وآداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل

اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلیٰ اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

559 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذٰلِكَ بِأَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، وَلَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلّٰى فِيهِ، وَيَقُولُونَ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ أَوْ يُحْدِثْ فِيهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے یا اس کے اپنے بازار میں نماز ادا کرنے پر 25 گنا فضیلت رکھتا ہے وہ یوں کہ جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں آئے۔ وہ صرف نماز کے ارادے سے آئے اور اس کا مقصد صرف نماز کی ادائیگی ہو' تو وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے بدلے میں اس کے ایک درجے کو بلند کیا جائے گا' اور اس کی وجہ سے اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہو جائے جب وہ مسجد میں داخل ہو جائے' تو وہ جب تک نماز کی وجہ سے وہاں رکا رہے گا نماز کی حالت میں شمار ہو گا' اور فرشتے آدمی کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ جہاں اس نے نماز ادا کی تھی۔ فرشتے یہ کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اے اللہ! تو اس پر رحم کر اے اللہ! تو اس کی توبہ کو قبول کر لے۔

(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) ایسا اس وقت تک ہوتا رہتا ہے' جب تک وہ شخص اس جگہ میں اذیت نہیں پہنچاتا' یا وہاں بے وضو نہیں ہو جاتا۔

560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ فِي جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً، فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلٰى

560- اسناده قوی، هلال بن میمون -وهو الجهنی، ویقال: الهلالی- وثقه ابن معین، وقال النسائی: لا باس به، وقال ابو حاتم: لیس بالقوی، وذکره ابن حبان فی "الثقات"، وباقی رجاله ثقات. ابو معاویة: هو محمد بن خازم الضریر. واخرجه ابن ابی شیبة 2/479-480، وعبد بن حمید (976)، وابو یعلی (1011)، وابن حبان (1749) و (2055)، والحاکم 1/208، والبغوی فی "شرح السنة" (788) من طریق ابی معاویة، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالقطعة الاولی منه ابن ماجه (788) من طریق ابی معاویة، به. واخرجه مختصراً کذلک البخاری (646) من طریق عبد اللّٰه بن خباب، عن ابی سعید. وهو فی "مسند احمد" (11521)

صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا 25 نمازوں کے برابر ہے اور جب کوئی شخص ویرانے میں نماز ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع اور سجود کو مکمل کرتا ہے' تو وہ بھی 50 نمازوں تک پہنچ جاتی ہے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالواحد بن زیاد نے اس روایت کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

''آدمی کا بیابان میں نماز ادا کرنا اس کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے دوگنا ہوتا ہے''۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظَّلَامِ

باب: تاریکی میں نماز کے لئے چل کر جانا

561 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْكَحَّالُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن مکمل نور کی خوشخبری دے دو''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے جانے کے آداب

562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبُو ثُمَامَةَ الْحَنَّاطُ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، أَدْرَكَهُ وَهُوَ يُرِيدُ الْمَسْجِدَ أَدْرَكَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، قَالَ: فَوَجَدَنِي وَأَنَا مُشَبِّكٌ بِيَدَيَّ، فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ

ابوثمامہ حناط بیان کرتے ہیں: وہ مسجد کی طرف جا رہے تھے ان کی ملاقات حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے مجھے ایسی حالت میں پایا میں نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے کے اندر داخل کی ہوئی تھیں' تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور یہ بات ارشاد فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:

''جب کوئی شخص وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے اور پھر نکل کر مسجد کی طرف جائے'' تو وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل نہ کرے کیونکہ وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے''۔

شرح

نماز کے آداب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ کچھ کا تعلق اندرونی کیفیات سے ہے اور کچھ ظاہری حالت سے متعلق ہیں۔ کمال عبودیت کا تقاضا ہے کہ بندہ جب اپنے رب کے حضور کھڑا ہو تو کسی بھی ادب میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ نگاہیں پست ہوں اور دل رب ذوالجلال کی ہیبت سے لرزہ براندام ہو۔ یوں سمجھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہوں۔ کم سے کم اتنا یقین دل میں ہونا چاہیے کہ وہ میرے حال سے واقف ہے اور میری کوئی حرکت اور کوئی خیال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ. فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

(صحیح الترغیب والترھیب حدیث نمبر 3350۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث نمبر 1914۔ حسن) غیرہ)

نماز یوں پڑھا کر جیسے (وہ شخص پڑھتا ہے جسے معلوم ہو جائے کہ وہ ابھی دنیا سے) جانے والا ہے۔ بے شک اگر تو اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) نہیں دیکھ رہا وہ تو تجھے دیکھتا ہے''۔

نماز کے آداب

نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ اس میں مسلمان اپنے دل اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اسکے لیے مناسب ہے کے اپنے نفس اور بدن کو تیار کر کے اسکی طرف پیش کرے۔

تا کہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے بالکل فارغ ہو اور صحیح طریقے سے ادا کر سکے۔ اس کے لیے اسے نیچے دی گئی چیزوں سے مزین ہونا ضروری ہے۔

1۔ خلوص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں''

اللہ خالص عمل کے سوا کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ یعنی نہ اس میں ریا ہو اور نہ ہی شہرت مقصود ہو اور نہ شرک کی کسی قسم میں سے کوئی قسم ہو۔

2۔ مکمل وضو کرنا

اسباغ الوضو کامل اور مکمل طریقے سے وضو کرنا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کیا میں تمہاری کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ اللہ اسکے ذریعے گناہوں کو مٹا دے اور اسکے ذریعے درجات کو بلند کر دے''۔ صحابہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں تو رسول اللہ نے فرمایا'' سختی اور مشقت کے باوجود مکمل وضو

کرنا [الکارہ۔ وہ چیز جو انسان پر گراں گزرے جیسے سردی وغیرہ] مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا یعنی مسجد سے دور ہونے کے باوجود مسجد ہی میں نماز پڑھنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور نفس کو اللہ کی عبادت پر راضی کرنا ہے [الرباط۔ نفس کو اللہ کی عبادت پر مجبور کرنا ہے]" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیے ہے]

3۔ نماز کے لیے جلدی کرنا

وہ نماز کے لیے انتظار کی فضیلت کو پانے کے لیے جلدی نکلنا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے فرمایا" جب تم میں سے کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے تو گویا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

4۔ اللہ کا ذکر کرنا

گھر سے نکلتے وقت اللہ کا ذکر کرے اور کہے" باسم اللہ، توکلت علی اللہ، ولاحول ولا قوۃ إلا باللہ" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

"اللهم إني أعوذ بك أن أَضِل أو أُضل، أو أَزِل أو أُزَل، أو أَظلِم أو أُظلَم، أو أجهَل أو يُجهَل عليّ" [اس حدیث کو امام أبو داؤد نے روایت کیا ہے]

اور مسجد کی طرف جاتے ہوئے اللہ کا ذکر کرے اور کہے" اللہم اجعل فی قلبی نورا، وفی لسانی نورا، واجعل فی سمعی نورا، واجعل فی بصری نورا، واجعل من خلفی نورا، ومن أمامی نورا، واجعل من فوقی نورا، ومن تحتی نورا، اللہم أعطنی نورا" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

5۔ سکون اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف چلنا

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ فرماتے ہیں" جب تم اقامت کو سنو تو سکون اور طمانیت کے ساتھ نماز کی طرف چل پڑو اور جلدی نہ کرو اور جتنی نماز پالو، پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسکو پورا کرلو" [یہ حدیث متفق علیہ ہے]

6۔ مسجد میں داخلے کے وقت اللہ کا ذکر کرنا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنے دائیں پاؤں کو پہلے رکھے اور کہے" أعوذ باللہ العظیم، وبوجہہ الکریم، وسلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے] "بسم اللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے] "اللہم افتح لی أبواب رحمتک" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

مسجد سے نکلتے وقت بائیں پاؤں کو پہلے نکالے اور کہے" بسم اللہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، اللہم إنی أسألک من فضلک، اللہم اعصمنی من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

7۔ دو رکعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ فرماتے ہیں" جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسکو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ

لے"[یہ حدیث متفق علیہ ہے]

8۔انگلیوں کو چٹخنے سے یا ساتھ ساتھ ملانے سے پرہیز کرے۔

رسول ﷺ فرماتے ہیں" جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح سے وضو کرے، پھر وہ مسجد کا ارادہ کرتے ہوئے مسجد کی طرف نکلے تو اپنی انگلیوں کو نہ ملائے اور نہ چٹخے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔"[اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

9۔ذکر کے ساتھ مشغول رہنا۔

نماز کے انتظار کے وقت ذکر، دعا اور تلاوت قرآن کے ساتھ اسطرح مشغول رہنا کہ دوسرے نماز پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو۔

10۔نماز میں خشوع وخضوع اختیار کرنا۔

خشوع وخضوع نماز کا گودا اور اسکی روح ہے۔ بغیر خشوع اور خضوع والی نماز ایسے مردہ بدن کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو۔

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں «خشوع کی اصل، دل کی نرمی اور اسکی رقت ہے اور اسکا خضوع، جھکنا اور دل کی گری ہے «جب دل کا خشوع ہوگا تو جسم کے باقی اعضاء بھی اسکے تابع ہونگے کیونکہ وہ دل کے تابع ہیں۔ پس خشوع کا محل دل ہے اور اسکی تعبیر کرنے والی زبان باقی جوارح ہیں۔

11۔اپنی ساری نماز میں نبی ﷺ اکرم کی سنت کو لازم پکڑنا۔

نماز عبادت ہے اس میں اتباع واجب ہے۔ پس ایسا عمل نہ کرے اور نہ ہی جسکو نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا ہو یا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کے قول کی وجہ سے" تم نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو"[اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان

563 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ. عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هُرْمُزَ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ. قَالَ: حَضَرَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ الْمَوْتُ. فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أُحَدِّثُكُمُوهُ إِلَّا احْتِسَابًا. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ. إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ. ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً. وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبَعِّدْ فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ. فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهُ. فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَدْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ. فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَلِكَ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کی موت کا وقت قریب آ گیا' تو اس نے بتایا کہ میں تم لوگوں کو حدیث بیان کرنے لگا ہوں اور میں تمہیں یہ حدیث صرف ثواب کے حصول کے لئے بیان کرنے لگا ہوں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز کے لئے نکل کر جائے' تو جب وہ دایاں قدم اٹھاتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی نوٹ کرتا ہے اور جب وہ بایاں قدم رکھتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب آدمی کی مرضی ہے کہ وہ قریب سے مسجد میں آئے یا دور سے آئے جب کہ وہ مسجد میں آ جاتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے' تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جب وہ مسجد میں آئے اور لوگ کچھ نماز ادا کر چکے ہوں اور کچھ نماز باقی ہو اور وہ شخص اس نماز کو ادا کرلے جو اس کو ملتی ہے اور باقی رہ جانے والی کو بعد میں مکمل کرے' تو یہ اسی طرح ہوگا اگر وہ مسجد میں اس وقت آتا ہے' جب لوگ نماز ادا کر چکے تھے' تو پھر وہ اپنی نماز کو مکمل ادا کرے' تو یہ بھی اس طرح ہوگا (یعنی اس صورت میں بھی اس کی مغفرت ہو جائے گی)''۔

بَابٌ فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَسُبِقَ بِهَا

باب: جو شخص نماز کے لئے نکلے اور نماز ہو چکی ہو

564 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ طَحْلَاءَ، عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر وہ (مسجد کی طرف) جائے اور لوگوں کو پائے کہ وہ نماز ادا کر چکے ہیں' تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان لوگوں کی مانند اجر عطا کرے گا' جو اس نماز میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے (باجماعت وہ نماز ادا کی تھی) اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ

باب: خواتین کا مسجد جانا

565 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ

⚙⚙ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو تاہم جب وہ نکلیں' تو انہوں نے خوشبو نہ لگائی ہوئی ہو''۔

566 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ

⚙⚙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو''۔

567 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ

⚙⚙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو ویسے ان کے گھر ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں''۔

568 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ، فَقَالَ ابْنٌ لَهُ: وَاللَّهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا، وَاللَّهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ، قَالَ: فَسَبَّهُ وَغَضِبَ، وَقَالَ: أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْذَنُوا لَهُنَّ وَتَقُولُ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ؟

⚙⚙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''خواتین کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت دے دو''۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو ان کو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ یہ خرابی کا ذریعہ بنالیں گی اللہ کی قسم! ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے' تو راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے برا بھلا کہا اور اس پر ناراض ہوئے اور بولے: میں یہ بیان کر رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے''تم انہیں اجازت دو'' اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ ہم انہیں اجازت نہیں دیں گے۔

566- اسناده صحيح. حماد: هو ابن زيد فيما نص عليه المزي في "تحفة الاشراف" (7582)، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (900)، ومسلم (442) (136) من طريق عبيد الله بن عمر، عن نافع به. وهو في "مسند احمد" (4655) و (4932)، و"صحيح ابن حبان" (2209). واخرجه بنحوه البخاري (865) و (873) و (875)، ومسلم (442) (134) و (135) و (137)، والنسائي في "الكبرى" (787)، وابن ماجه (16) من طريق سالم، ومسلم (442) (140) من طريق بلال، كلاهما عن ابيهما عبدالله بن عمر. وانظر ما بعده.

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں شدید تاکید

569 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَتْ: لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. قَالَ يَحْيَى: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَمُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم ﷺ اس صورت حال کو پالیتے جو بعد میں خواتین نے اختیار کی تو آپ انہیں مسجد میں جانے سے اسی طرح روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کیا گیا تھا۔

یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عمرہ نامی خاتون سے دریافت کیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

570 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

''عورت کا اپنے گھر کے اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنا بیرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھڑی میں نماز ادا کرنا اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے''۔

571 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰى مَاتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَهٰذَا أَصَحُّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہوگا)''۔

نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسماعیل بن ابراہیم نے یہ روایت ایوب کے حوالے سے نافع سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کے لیے جہاں ممکن ہو مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے، رسول ﷺ فرماتے
ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی
نماز سے بہتر ہے، ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب
ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بیشک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی، کیونکہ خود رحمۃ
للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا، احکام نازل ہو رہے تھے، وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے،
یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، اس کی
شکایت حضرت عائشہؓ سے کی گئی تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھی
ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے، ان وجوہات کی بناء پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتوٰی دیا کہ عورتوں کا مسجد میں
جانا مکروہ ہے، خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لیے جائیں یا جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے
لئے جائیں۔ یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ﷺ ہو، ہندوستان ہو یا پاکستان، سب کے لئے یہی حکم ہے۔

"امام احمد اور طبرانی رحمہا اللہ نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: تو جانتی ہے کہ تیری نماز کوٹھری
میں بہتر ہے، تیری اس نماز سے جو تو حجرے میں پڑھے اور حجرہ کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو گھر کے آنگن میں ادا کی جائے اور تیری
آنگن کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو محلہ کی مسجد میں پڑھے اور محلہ کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے اس نماز سے جو جامع مسجد میں ہے۔"

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب جلد ۷ ص ۱۹۱ میں یہ روایت ذکر کی ہے اور اس کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

"وصلوتك في مسجد قومك خير لك من صلوتك في مسجدي قال فامرت فبني لها مسجدا في
اقصى شيء من بيتها اظلمه فكانت تصلي فيه حتى لقيت الله عزوجل"

یعنی "تیری وہ نماز جو محلہ کی مسجد میں پڑھی جاتی ہے، اس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد میں پڑھی جائے۔"

راوی نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ام حمید ساعدیہؓ نے حکم دیا کہ اس کے لیے گھر کے انتہائی اندرونی
گوشہ میں (جہاں بہت اندھیرا تھا) مسجد بنائی جائے، چنانچہ اسی مسجد میں وہ آخری دم تک نماز پڑھتی رہی، حتیٰ کہ وہ فوت ہو کر اللہ
عزوجل سے ملاقی ہوئی۔ امام شوکانی اس مسئلہ پر بحث کے بعد فرماتے ہیں: صلوتهن على كل حال في بيوتهن افضل
من صلوتهن في المساجد. یعنی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ ہر حال میں عورتوں کی وہ نماز جو گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس
نماز سے افضل ہے جو مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے۔

اب اس وضاحت کے بعد سائل کی صورت مسئولہ کا حکم بھی خوب ظاہر ہو گیا کہ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد جامع،
مسجد محلہ جن میں مردوں کے لیے (بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنے کے کئی درجے فضیلت ہے) عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنا

ان تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ عورت کے لیے ستر اور مردوں سے اخفاء ضروری ہے، وہ جس قدر بھی پایا جائے گا نماز میں فضیلت پائی جائے گی۔

باقی رہا، حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وقتی مسئلہ سو اس میں یہ سمجھنا چاہیے کہ حج وعمرہ میں طواف کرنا ضروری ہے تو لامحالہ بیت اللہ اور حرم میں جانا پڑے گا، تو حج اور عمرہ کرنے والی عورت مسجد میں جانا چاہیے اسی طرح جو عورت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گئی اور اس کا ارادہ روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بھی ہے تو وہاں پہنچنے پر اس کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کا درجہ حاصل کرنا چاہیے، یہ ایک وقتی بات ہے، ہاں جب مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جائے تو اس کی قیام گاہ ان شہروں میں کسی جگہ مقرر ہوگئی، پھر اس کو اپنی پردہ دار قیام گاہ ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، ہاں کسی وقت ان مسجدوں کا ثواب لینے کے لیے جائے تو یہ جائز ہے مگر افضل اپنے گھر اور قیام گاہ ہی میں ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ جماعت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے سے افضل اس نماز کو بتایا جو گھر کے کسی گوشہ میں پڑھی جاتی ہے، جس پر ام حمید رضی اللہ عنہا نے عمل کیا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنی ترک کردی۔

بَابُ السَّعْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے دوڑ کر جانا

572 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحْدَهُ: فَاقْضُوا، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: فَأَتِمُّوا، وَابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

572- حديث صحيح، عنبسة- وهو ابن يونس الايلي، وان كان ضعيفا- قد توبع، وباقي رجاله ثقات. يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو الزهري. واخرجه البخاري (636) و (908) من طريق ابن ابي ذئب، ومسلم (602) (151)، وابن ماجه (775) من طريق ابراهيم بن سعد، كلاهما عن الزهري، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (908) من طريق شعيب بن ابي حمزة، ومسلم (602) (151) من طريق يونس، والترمذي (327) من طريق معمر، ثلاثتهم عن الزهري، عن ابي سلمة، به. واخرجه مسلم (602) (151)، والترمذي (329)، والنسائي في "الكبرى" (936) من طريق سفيان بن عيينة، والترمذي (328) من طريق معمر، كلاهما عن الزهري، عن سعيد، به. ورواية ابن عيينة عند النسائي بلفظ: "فاقضوا"، اما مسلم والترمذي فلم يذكرا لفظ روايته. وهو في "مسند احمد" (7250) و (7252)، و "صحيح ابن حبان" (2145) و (2146). واخرجه مسلم (602) (152) من طريق عبد الرحمن بن يعقوب، و (153) من طريق همام بن منبه، كلاهما عن ابي هريرة. وانظر "شرح السنة" 3202/، و "فتح الباري" 119.2/

وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوْا: فَأَتِمُّوا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے' تو تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف نہ آؤ' بلکہ چلتے ہوئے اس کی طرف آؤ' تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے' جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کرلو اور جو گزر چکی ہو اسے (بعد میں) مکمل کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زبیدی' ابن ابی ذئب' ابراہیم بن سعد' معمر' شعیب بن ابوحمزہ نے زہری کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ ''جو گزر چکی ہو اسے مکمل کرلو''۔

صرف ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ''اسے قضا کرو''

محمد بن عمرو نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے' جبکہ جعفر بن ربیعہ نے اعرج کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: ''اسے مکمل کرو''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے' جبکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے اور ان تمام حضرات نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں: ''اسے مکمل کرو''۔

نماز کی طرف سکون سے آنے کا بیان

573 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ائْتُوا الصَّلَاةَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَصَلُّوا مَا أَدْرَكْتُمْ وَاقْضُوا مَا سَبَقَكُمْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَلْيَقْضِ، وَكَذَا قَالَ أَبُو رَافِعٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبُو ذَرٍّ رَوَى عَنْهُ: فَأَتِمُّوا، وَاقْضُوا وَاخْتُلِفَ فِيهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''نماز کے لئے جب آؤ' تو تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے' جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کرلو اور جو گزر چکی ہو اسے پورا کرلو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن سیرین نے یہ الفاظ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کئے ہیں ''اسے چاہئے کہ وہ اسے پورا کرلے''

ابورافع نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں جبکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں ''تم اسے مکمل کرلو اور تم اسے قضا کرلو'' (یعنی پوری کرلو) ان الفاظ کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

باب: ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت ہونا

574 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ

اَبِی سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْصَرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ وَحْدَہٗ. فَقَالَ: اَلَا رَجُلٌ یَتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّیَ مَعَہٗ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تنہا نماز ادا کرتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی شخص اسے صدقہ دے گا کہ وہ اس کے ساتھ نماز ادا کر لے۔

شرح

اگر اس مسجد میں امام اور مؤذن متعین ہیں اور وہ محلہ کی مسجد ہے تو اس مسجد کی حدود میں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے اور اگر امام و مؤذن متعین نہیں ہیں یعنی راستے کی مسجد ہے تو اس مسجد میں دوسری جماعت کرانا جائز ہے۔

واذا لم یکن للمسجد امام و مؤذن راتب فلا یکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان و اقامۃ بل ھو ذکرہ قاضیخان اما لوکان لہ امام و مؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ۔ فیہ باذان واقامۃ عندنا۔ (کبیری ص ۵۶۸)

ایک مسجد میں جماعت ثانی سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت کرانے کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام اور فقہاء محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل رہا ہے۔ سنن ابوداؤد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا ایسا کوئی آدمی نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد ۱/ ۱۵۷، ترمذی ۱/ ۳۱۷)

ترمذی میں یہ الفاظ مروی ہیں: تم میں سے کون شخص ہے جو اس کے ساتھ اُجرت میں شریک ہو؟ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اُس نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے اور مسند احمد ۳/ ۵، ۴۵، ۸۵۔ سنن دارمی ۱/ ۳۱۸، ۳۱۸ مستدرک حاکم، محلی ابن حزم ۴/ ۲۳۸۔ امام حاکم نے مستدرک حاکم میں اس روایت کو صحیح کہا ہے اور تلخیص میں امام ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں اور علامہ سیوطی نے قوت المغتذی میں لکھا ہے کہ جس آدمی نے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی تھی وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ مسجد میں جائز ہے اور اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں آ جائے جب جماعت ہو چکی ہو تو وہ دوبارہ کسی کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں نماز ادا کرے تو یہ صحیح مشروع اور جائز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ (ایکم یتجر علی ھذا الا رجل یتصدق علی ھذا) اس پر شاہد ہیں۔

574- اسنادہ صحیح. وھیب: ھو ابن خالد، وسلیمان الاسود: ھو ابو محمد الناجی، وابو المتوکل: ھو علی بن داود الناجی. واخرجہ الترمذی (218) من طریق سعید بن ابی عروبۃ، عن سلیمان الناجی، بھذا الاسناد. وقال: حدیث حسن. وھو فی "مسند احمد" (11019) و (11613)، و "صحیح ابن حبان" (2397-2399)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس حدیث کا یہی مفہوم سمجھا اور وہ دوسری جماعت کے قائل و فاعل تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ:

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے جماعت فوت ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان و اقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔ ان کا یہ اثر ابن شیبہ ۱/ ۱۴۸،۱۴۸ ابو یعلیٰ اور بیہقی میں موصولاً مروی ہے اس کی سند صحیح ہے۔

ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانے کے متعلق سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دوسری جماعت کرانا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، اور اصحاب الرائے وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ دوسری جماعت مکروہ ہے۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں امام اور موذن مقرر ہوں وہاں دوسری جماعت کرانا مکروہ ہے۔ اگر جماعت کرالیں تو کفایت کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی (۱/ ۱۳۶، ۱۳۷) جبکہ اصحاب الرائے احناف کا کہنا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

فریق اول کے دلائل درج ذیل ہیں

پہلی دلیل:

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگا کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت ہو چکی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے؟ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز ادا کی۔

بیہقی میں ہے کہ ابو بکر نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ملاحظہ ہو المنتقیٰ لابن جارود (۳۳۰) ابو داؤد، (۵۷۴) ترمذی (۲۲۰) دارمی ۱/ ۲۵۸، مسند احمد ۳/ ۳۳ /۵،۸۵،۶۴،۵ /۴۵ مسند ابی یعلیٰ ۲/ ۱۳۲۱ ابن حبان (۲۳۹۷،۲۳۹۸، ۴۳۸) طبرانی صغیر ۱/ ۲۱۸۲۸، ۲۳۸۳) بیہقی ۳/ ۶۹، المحلی ۴/ ۲۳۸۲۸، حاکم ۱/ ۲۰۹، شرح السنۃ ۳/ ۱۳۳۶، ابن ابی شیبہ ۲/ ۳۲۲۲، ابن خزیمہ (۱۱۳۳۲)، نصب الرایہ ۲/ ۵۷) التدوین فی اخبار قزوین للرافعی ۲/ ۲۵۸)

یہی حدیث انس بن مالک سے سنن دار قطنی ۱/ ۲۷۷ میں مروی ہے جس کے بارے میں علامہ نیوی حنفی نے آثار السنن ۱/ ۲۶۷ لکھا اسنادہ صحیح علامہ زیلعی نے نصب الرایہ میں ۲/ ۵۸ پر لکھا (و مسندہ جیدا) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن، یا امام حاکم و امام ذہبی اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ شرح السنہ میں اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس آدمی نے ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو، اس کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسری مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرلے۔ اسی طرح

مسجد میں دوبارہ جماعت قائم کرنا بھی جائز ہے۔ یہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین عظام رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک مسجد میں جماعت کا اعادہ کران مکروہ نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب محلے کے امام نے نماز پڑھ لی اور دوسری جماعت حاضر ہوگی تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود، عطاء، نخعی، حسن، قتادہ، اور اسحٰق بن راھویہ رحمہ اللہ کا ہے۔ (المغنی ۳/۱۰)

پھر امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے بعد حدیث ابی سعید بھی ذکر کی کی:

دوسری دلیل

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز کی فضیلت اکیلے آدمی کی نماز پر ۲۵ درجے زیادہ ہے۔

(بخاری مع فتح الباری ۲/۹۹، ۳، مسلم ۵۰/۱۵۱۱، مع نووی سوطا ۱/۱۲۹، ۹، نسائی ۱/۱۱/۲۴۱، ۲/۱۰۳، ترمذی (۲۲۱۲۱۶)، ابن ماجہ (۷۸۷۸۷)، دارمی ۱/۲۳۵۳۵۰، ابو عوانہ ۲/۲۲، ابن خزیمہ ۲/۳۶۳، ابن حبان ۳/۱۸۱، ۳۸۲۳۸۲، بیہقی ۳/۶۰۲۰، شرح السنہ ۳/۳۴۳۴۲)

اسی طرح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ۲۷ درجے فضیلت کا ذکر ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری مع فتح الباری ۲/۱۳۱، ۳)

یہ حدیث اپنے عموم کے اعتبار سے پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کو شامل ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی پہلی جماعت فوت ہو جائے تو وہ دوسری جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو مذکورہ فضیلت پائے گا۔

تیسری دلیل:

ابو عثمان الجعد سے مروی ہے کی بنو ثعلبہ کی مسجد میں انس بن مالک ہمارے پاس سے گزرے تو کہا کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہاں اور وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم کیا، اس نے اذان و اقامت کہی، پھر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ (یہ خبر بخاری میں تعلیقا ۲/۱۳۱، ۳ مع فتح الباری اور مسند ابی یعلی (۴۳۴۳۵۵۵۰) ۸۷/۳۱۵، ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۱، بیہقی ۳/۷۰، مجمع الزوائد ۲/۴۳، المطالب العالیہ ۱/۱۱۸ (۴۳۲۲۶) تغلیق التعلیق ۲/۲۷۶، ۶، عبدالرزاق ۲/۲۹۱۲۹۱ طبقات المحدثین لابی الشیخ ۱/۲۰۲، ۳۰۳، ۳ میں موصولا مروی ہے۔)

چوتھی دلیل ابن ابی شیبہ میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے نماز پڑھ لی تھی تو آپ نے علقمہ، مسروق اور اسود کو جماعت کرائی۔ (ابکار المنن ص ۲۵۳، ۲۲ اس کی سند صحیح ہے۔ مرعاۃ شرح مشکوٰۃ ۲/۱۰۴)

مذکورہ بالا احادیث و آثار صریحہ سے معلوم ہوا کہ مسجد میں دوسری جماعت کرا لینا بلا کراہت جائز و درست ہے اور یہ موقف اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا۔

مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل

پہلی دلیل: ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اطراف سے آئے، آپ ﷺ نماز ادا کرانا

چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ تو آپ ﷺ اپنے گھر چلے گئے، آپ ﷺ نے گھر والوں کو جمع کیا، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

(الکامل لابن عدی ۶۶/۲۹۸/۳، مجمع الزوائد ۲/۴۸، طبرانی اوسط (۴۷۳۹، ۴۹۳۹) علامہ البانی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے تمام المنہ ۱۱/۱۵۵۰)

اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو طبرانی نے معجم کبیر و اوسط میں بیان کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اس سے یہ دلیل کی جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی ہے تو نبی ﷺ مسجد کی فضیلت کو ترک نہ کرتے یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت عام مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے۔

اولاً: مولانا عبیداللہ مبارک پوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں اس حدیث سے دوسری جماعت کی مکروہیت پر دلیل پکڑنا محل نظر ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں نماز پڑھائی ہو بلکہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ نے انہیں نماز مسجد میں پڑھائی ہو۔ آپ ﷺ کا گھر کی طرف جانا گھر والوں کو جمع کرنے کیلئے تھا، نہ کہ گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں حدیث اس مسجد میں جس کا موذن وامام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں یہ حدیث اس مسجد میں جس کا موذن وامام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو گھر میں ہی جماعت کرائی تو اس سے مسجد میں دوبارہ جماعت کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انتہائی آخری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس سے نکل کر گھر چلا جائے تو گھر میں اپنے اہل کے ساتھ نماز پڑھے۔

بہر حال اس کیلئے مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث کے بعد میں آنے والے اکیلے آدمی کی اس مسجد میں نماز کی کراہت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر اس حدیث سے مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر دلیل کی جائے تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ اکیلے بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھے۔

(مرقاۃ ۴/۱۰۵ ۵)

ثانیاً: اگرچہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہیں اور یہ تدلیس التسویہ کرتا ہے جو کہ انتہائی بڑی تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسماع مسلسل نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسود عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے تو لوگ انہیں اس حالت میں ملے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ گھر کی طرف چلے گئے، انہوں نے ایک کو دائیں جانب اور دوسری کو بائیں جانب کیا پھر ان کو نماز پڑھائی۔

(عبدالرزاق ۳۸۸۳،۳۸۸۳ ۲/۴۰۹، طبرانی کبیر (۹۳۸۰،۹۳۸۰)

اس روایت کی سند میں حماد بن ابی سلیمان ہیں جو مختلط اور مدلس تھے۔ ملاحظہ ہو طبقات المدلسین ۳۰ اور یہ روایت معنعن ہے اور مدلس کی عن عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ نیز حماد کے اختلاف سے قبل تین راویوں کی روایت حجت ہوتی ہے۔ علامہ

ہیثمی فرماتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان کی وہ روایت قبول کی جائے جو اس سے قدماء یعنی اختلاط سے پہلے والے راویوں کی رویات ہوگی جیسے شعبہ، سفیان ثوری اور ہشام دستوائی اور جو ان کے علاوہ اس سے روایت کریں وہ بعد از اختلاف ہے۔

تقریباً یہی بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو شرح علل ترمذی لابن رجب ص ۲۶۶ ۲۳ وغیرہ اور یہ روایت حماد سے معمر نے بیان کی ہے لہٰذا یہ بھی قابل حجت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شاگردوں کو دائیں بائیں کھڑا کر کے جماعت کروائی اور یہ بات احناف کو مسلم نہیں جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار ص ۶۹۹ مترجم میں ذکر کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اوپر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں دوبارہ جماعت کروانا صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت میں کراہت کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت سے دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ اور یہی جواز والا مذہب اقرب الی الصواب ہے۔ مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ امام معین کے ساتھ نماز ادا ہو چکی ہو اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی اور عذر کی بناء پر اس کی جماعت فوت ہو گئی تو اس کیلئے جائز ومباح ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کرلے۔

بہر صورت یہ یاد رہے کہ بغیر عزر کے جماعت سے پیچھے رہنا اور خواہ مخواہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر دوسری جماعت کا رواج ڈالنا درست نہیں کیونکہ دوسری جانب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ مومنوں کی نماز اکٹھی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مجھے یہ پسند ہے کہ مومنوں کی نماز ایک ہو یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ آدمیوں کو محلوں میں پھیلا دوں اور وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دیں۔

اس کے علاوہ بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تاکید میں کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہوئی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ سوائے عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے کیونکہ اگر ہم گھر سے نماز باجماعت کے ادارے سے نکلتے ہیں اور ہمارے آتے آتے نماز فوت ہو جاتی ہے تو مسجد میں آکر ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر چل پڑا (مسجد کی طرف) اُس نے لوگوں کو پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو نماز باجماعت ادا کرنے اور اس میں حاضر ہونے والے کی طرح اجر دے گا۔ ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔

(سنن ابوداود (۵۶۴)، نسائی ۲۲ /۱۱۱، شرح السنۃ ۳ /۳۴۲، مستدرک ۱ /۲۰۸، امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ مسند احمد ۲ /۳۸۰، تاریخ کبیر للبخاری ق ۲، ج ۸۸ ص ۳۶۲۶)

یہ روایت حسن ہے۔ نیل المقصود (۵۶۴) اور اس کا ابوداود میں ایک شاہد بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (۵۶۳) لہٰذا بغیر عذر شرعی

کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور اگر کسی عذر کی بنا پر جماعت سے رہ گیا تو دو افراد کے ساتھ مل کر دوسری جماعت کرائی تو بلا کراہت جائز ہے۔

بَابٌ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ

باب: جو شخص اپنے گھر میں نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ جماعت کو پالے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرے

575 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَدَعَا بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ: مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟ قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوا، إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ، فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ.

⊛⊛ جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ اس وقت ایک نوجوان شخص تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کرلی تو مسجد کے کونے میں دو آدمی موجود تھے جنہوں نے (نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں) نماز ادا نہیں کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو بلوایا۔ انہیں لایا گیا تو ان کے جسم کانپ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ ان دونوں نے عرض کی: ہم نے اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کرلی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔ جب کوئی شخص اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ امام کو ایسی حالت میں پائے کہ اس نے ابھی نماز ادا نہ کی ہو تو اس شخص کو امام کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے یہ نماز اس شخص کے لئے نفل نماز ہو جائے گی۔

576 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمِنًى بِمَعْنَاهُ

⊛⊛ جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں منیٰ میں فجر کی نماز ادا کی۔

(اس کے بعد سابق حدیث ہے)

577 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نُوحِ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جِئْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى يَزِيدَ جَالِسًا، فَقَالَ: أَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيدُ، قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ؟، قَالَ: إِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَأَنَا أَحْسَبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ، فَقَالَ: إِذَا جِئْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَوَجَدْتَ

النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهٰذِهِ مَكْتُوبَةٌ

❁❁ حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں بیٹھ گیا میں ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رُخ کیا' تو آپ نے حضرت یزید کو (جماعت سے الگ تھلگ) بیٹھے دیکھا تو آپ نے دریافت کیا: اے یزید! کیا تم مسلمان نہیں ہوئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں' یارسول اللہ! میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: پھر تم نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ انہوں نے عرض کی: میں اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہوں۔ میرا یہ خیال تھا کہ آپ لوگ نماز ادا کر چکے ہوں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف آؤ اور لوگوں کو (نماز پڑھتے ہوئے) پاؤ تو ان کے ساتھ نماز ادا کرو اگرچہ تم پہلے نماز ادا کر چکے ہو۔ تو وہ تمہارے لئے نفل نماز ہو گی اور تمہارے لئے فرض ہو گی۔

578 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، فَقَالَ: يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنْزِلِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَلِكَ لَهُ سَهْمُ جَمْعٍ

❁❁ عفیف بن عمرو بیان کرتے ہیں: بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے یہ بات بتائی کہ اس نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا ہم سے کوئی ایک شخص جب اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز قائم ہو چکی ہو' تو کیا مجھے ان کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے؟ اس بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے' تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا' تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اس کے لئے مجموعے کا حصہ ہوگا"۔ (یعنی اسے دونوں نمازوں کا ثواب ملے گا)

بَابُ إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ أَدْرَكَ جَمَاعَةً أَيُعِيدُ

باب: جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکا ہو' پھر اگر وہ (نماز) باجماعت کو پائے' تو کیا وہ (نماز کا) اعادہ کرے گا؟

579 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَعْنِي مَوْلَى مَيْمُونَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي

578- اسنادہ ضعیف لابهام الرجل من بنی اسد، وباقی رجاله ثقات. عمرو: هو ابن الحارث، وبكير: هو ابن عبد الله بن الاشج. واخرجه الطبرانی فی "الكبير" (3998)، والمزی فی ترجمة عفيف بن عمرو من "تهذيب الكمال" /20 183 من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. واخرجه مالك فی "الموطا" /1 133 - ومن طريقه البيهقی /2 300 - عن عفيف ابن عمرو، به موقوفاً. واخرجه الطبرانی فی "الكبير" (3997)، وفی "الاوسط" (8683)

مَعَهُمْ، قَالَ: قَدْ صَلَّيْتُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ

⊛⊛ سلیمان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی بیٹھک میں حاضر ہوا تو وہ لوگ نماز ادا کر رہے تھے میں نے دریافت کیا: کیا آپ ان کے ساتھ نماز ادا نہیں کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نماز ادا کر چکا ہوں۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ایک ہی دن میں ایک نماز دو مرتبہ ادا نہ کرو''۔

⁂⁂⁂

بَابٌ فِي جُمَاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا

باب: امامت اوراس کی فضیلت سے متعلق مجموعہ ابواب

580 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ

❁ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں' میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص لوگوں کی امامت کرے اور وقت پر (نماز ادا کرے) تو اسے اور ان لوگوں کو ثواب ملے گا' جو شخص اس میں کوئی کوتاہی کرے تو اس کا وبال (اس امام) پر ہوگا لوگوں پر نہیں ہوگا''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ

باب: آدمی کا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے جانا

581 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَتْنِي طَلْحَةُ أُمُّ غُرَابٍ، عَنْ عَقِيلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهُمْ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ، أُخْتِ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ الْفَزَارِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ

❁ سیدہ سلامہ بنت حر جو حضرت خرشہ بن حر فزاری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''قیامت (قریب ہونے) کی نشانیوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اہل مسجد ایک دوسرے کو پیچھے کریں گے۔ انہیں کوئی امام نہیں ملے گا جو انہیں نماز پڑھاوے''۔

بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

باب: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

582 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ

ضَمْعَجٍ يُحَدِّثُ، عَنْ اَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً. فَلْيَؤُمَّهُمْ اَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ اِلَّا بِاِذْنِهِ. قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِاِسْمَاعِيْلَ: مَا تَكْرِمَتُهُ؟ قَالَ: فِرَاشُهُ

⊙⊙ حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں کی امامت وہ شخص کرے جو اللہ کی کتاب کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور قرأت میں سب سے مقدم ہو اور اگر وہ لوگ قرأت میں برابر ہوں' تو ان کی امامت وہ شخص کرے جس نے ہجرت پہلے کی ہو اگر وہ ہجرت کے حوالے سے برابر ہوں' تو ان کی امامت وہ شخص کرے جو عمر میں بڑا ہو۔ کسی شخص کے گھر میں' یا اس کے غلبے کی جگہ پر اس کی امامت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کے بیٹھنے کی مخصوص جگہ پر بیٹھا جائے البتہ اگر اس کی اجازت ہو' تو (حکم مختلف ہوگا)

شعبہ کہتے ہیں: میں نے اسماعیل سے دریافت کیا: اس کی عزت افزائی کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے بیان کیا: بیٹھنے کی جگہ۔

استحقاق امامت ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ مستحق امامت وہ شخص ہے جو نماز و طہارت کے احکام کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اگرچہ باقی علوم میں پوری دستگاہ نہ رکھتا ہو بشرطیکہ اتنا قرآن یاد ہو کہ بطور مسنون پڑھے اور صحیح پڑھتا ہو یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو اور مذہب کی کچھ خرابی نہ رکھتا ہو اور فواحش سے بچتا ہو اس کے بعد وہ شخص جو (تجوید) قرأت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اس کے موافق ادا کرتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں میں برابر ہوں تو وہ کہ زیادہ ورع رکھتا ہو یعنی حرام تو حرام شبہات سے بھی بچتا ہو اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ عمر والا یعنی جس کو زیادہ زمانہ اسلام میں گزرا اور اس میں بھی برابر ہوں تو جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں اس میں بھی برابر ہوں تو زیادہ وجاہت والا یعنی تہجد گزار کہ تہجد کی کثرت سے آدمی کا چہرہ زیادہ خوبصورت ہو جاتا ہے پھر زیادہ خوبصورت پھر زیادہ حسب والا پھر وہ کہ باعتبار نسب کے زیادہ شریف ہو پھر زیادہ مالدار پھر زیادہ عزت والا پھر وہ جس کے کپڑے زیادہ ستھرے ہوں غرض چند شخص برابر کے ہوں تو ان میں جو شرعی ترجیح رکھتا ہو زیادہ حق دار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ امامت کرے یا ان میں سے جماعت جس کو منتخب کرے وہ امام ہو اور جماعت میں اختلاف ہو تو جس طرف زیادہ لوگ ہوں وہ امام ہو اور اگر جماعت نے غیر اولیٰ کو امام بنا دیا تو برا کیا مگر گنہگار نہ ہوئے۔ (درمختار)

583 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا اَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فِيْهِ: وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ.

582- اسناده صحیح. ابو الولید الطیالسی: هو هشام بن عبد الملک. واخرجه مسلم (673) (291)، وابن ماجه (980) من طریق محمد بن جعفر، والنسائی فی "الکبری" (860) من طریق یحیی بن سعید القطان، کلاهما عن شعبة بهذا الاسناد. ورواية النسائی مختصرة بقوله: "لایؤم الرجل فی سلطانه، ولا یجلس علی تکرمته الا باذنه" وهو فی "مسند احمد" (17063) و (17099)، و "صحیح ابن حبان" (2127) و (2133). وانظر مابعده، وماسیاتی برقم (584).

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ شُعْبَةَ: أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً.

[illegible] یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ شعبہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"[illegible]"۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یحییٰ القطان نے شعبہ کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: جو قرأت میں مقدم ہو۔

584 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً وَلَمْ يَقُلْ: فَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: وَلَا تَقْعُدْ عَلَى تَكْرِمَةِ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"اگر وہ قرأت میں برابر ہوں، تو جو شخص سنت کا زیادہ عالم ہو (وہ امامت کرے) اگر وہ سنت کے حوالے سے برابر ہوں، تو جو شخص ہجرت میں مقدم ہو (وہ امامت کرے)"۔

اس راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے: جو قرأت میں مقدم ہو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حجاج بن ارطاۃ نے اسماعیل کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے:

"تم کسی شخص کی خاص مسند پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھو"۔

امامِ مسجد کو کپڑے سلوا کر دینے کا بیان

585 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرٍ يَمُرُّ بِنَا النَّاسُ إِذَا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانُوا إِذَا رَجَعُوا مَرُّوا بِنَا، فَأَخْبَرُونَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا وَكُنْتُ غُلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُ مِنْ ذَلِكَ قُرْآنًا كَثِيرًا فَانْطَلَقَ أَبِي وَافِدًا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلَاةَ، فَقَالَ: يَؤُمُّكُمْ أَقْرَؤُكُمْ وَكُنْتُ أَقْرَأَهُمْ لِمَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَقَدَّمُونِي فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَعَلَيَّ بُرْدَةٌ لِي صَغِيرَةٌ صَفْرَاءُ، فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّي، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ: وَارُوا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ، فَاشْتَرَوْا لِي قَمِيصًا عُمَانِيًّا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحِي بِهِ، فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ.

584- اسناده صحيح. الاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مسلم (673) (290)، والترمذي (232) و (2977)، والنسائي في "الكبرى" (857) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. ورواية الترمذي في الموضع الثاني مختصرة. وانظر ما سلف برقم (582).

⊛⊛ عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک عام گزرگاہ کے قریب رہا کرتے تھے۔ لوگ ہمارے پاس سے گزرتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جب وہ واپس جاتے تھے تو ہمارے ہاں سے گزرتے تھے تو ہمیں بتاتے تھے کہ اللہ کے رسول نے یہ، یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ میں ایک ذہین لڑکا تھا۔ میں نے اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ یاد کرلیا میرے والد اپنی قوم کے کچھ افراد کے ہمراہ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز کا طریقہ تعلیم دی اور یہ ارشاد فرمایا: تمہاری امامت وہ شخص کرے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں اپنے لوگوں میں قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا تھا کیونکہ میں نے سب سے زیادہ چیزیں یاد کی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے مجھے آگے کردیا میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔ میرے جسم پر زرد رنگ کی ایک چھوٹی سی چادر ہوتی تھی جب میں سجدے میں جاتا تھا تو میرا جسم بے پردہ ہوجاتا تھا تو ایک خاتون نے کہا: اپنے قاری صاحب کی شرمگاہ کو ڈھانپ دو تو لوگوں نے میرے لئے ایک عمانی قمیص خریدی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے اور کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس بات پہ ہوئی میں جس وقت ان لوگوں کی امامت کرتا تھا۔ اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔

586 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ فِي بُرْدَةٍ مُوَصَّلَةٍ فِيهَا فَتْقٌ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتْ اسْتِي

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''میں ایک ایسی چادر اوڑھ کران کی امامت کرتا تھا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور اس میں ایک سوراخ بھی تھا۔ میں سجدے میں جاتا تھا تو میری شرمگاہ ظاہر ہوجاتی تھی''۔

587 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَلِمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُمْ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ يَؤُمُّنَا، قَالَ: أَكْثَرُكُمْ جَمْعًا لِلْقُرْآنِ أَوْ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا جَمَعْتُهُ، قَالَ: فَقَدَّمُونِي وَأَنَا غُلَامٌ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ لِي، فَمَا شَهِدْتُ مَجْمَعًا مِنْ جَرْمٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ، وَكُنْتُ أُصَلِّي عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هٰذَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ قَالَ: لَمَّا وَفَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ

⊛⊛ عمرو بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ لوگ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہماری امامت کون کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے تم میں سے زیادہ قرآن آتا ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

(راوی کہتے ہیں:) تمام لوگوں میں کسی کو اتنا قرآن نہیں آتا تھا جتنا مجھے آتا تھا تو ان لوگوں نے مجھے آگے کردیا۔ میں ایک لڑکا

587- اسنادہ صحیح۔ قتیبۃ: ھو ابن سعید، و وکیع: ھو ابن الجراح۔ وھو فی "مسند احمد" (20332). وانظر ما قبلہ۔

تھا میرے جسم پر ایک چادر تھی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے "جرم" (قبیلے) کے جس بھی اجتماع میں شرکت کی میں ہی ان کا امام ہوتا تھا۔ آج تک میں ہی ان کے جنازے پڑھاتا آرہا ہوں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یزید بن ہارون نے یہ روایت مسعر بن حبیب کے حوالے سے حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: جب میری قوم وفد کی شکل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے اس میں اپنے والد سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

588 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، ح وَحَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ، قَبْلَ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا. زَادَ الْهَيْثَمُ: وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب مہاجرین اولین ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے عصبہ میں پڑاؤ کیا' یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کی بات ہے' حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم ان کی امامت کیا کرتے تھے کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن آتا تھا۔

ہیثم نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ان لوگوں میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد بھی تھے۔

589 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ، أَوْ لِصَاحِبٍ لَهُ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا سِنًّا. وَفِي حَدِيثِ مَسْلَمَةَ، قَالَ: وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْعِلْمِ. وَقَالَ: فِي حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟، قَالَ: إِنَّهُمَا كَانَا مُتَقَارِبَيْنِ

⊛⊛ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ان کے ساتھی سے یہ فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے' تو تم اذان کہو پھر اقامت کہو پھر تم دونوں میں سے امامت وہ شخص کرے جو عمر میں بڑا ہو۔

مسلمہ کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"اس وقت ہم علمی اعتبار سے سب برابر کے مرتبے کے تھے"۔

اسماعیل کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

خالد بیان کرتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے کہا: پھر قرآن کہاں گیا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ دونوں اس حوالے سے برابر تھے۔

حیثیت رکھتے تھے۔

590 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْحَنَفِيُّ. حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ. عَنْ عِكْرِمَةَ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تمہارے بہترین لوگ تمہارے لئے اذان دیں تمہارے اچھے قاری تمہاری امامت کریں''۔

فقہاء کے نزدیک امامت کا زیادہ کون حقدار ہے

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ میں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام محمد حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق سے لوگوں کو نماز پڑھوائی باوجود اس کے کہ وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ بڑے بڑے موجود قاری تھے۔ فاقدمہم ہجرۃ کے بارے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہجرت چونکہ متروک ہے اس لیے اب یہاں حقیقی ہجرت کے بجائے معنوی ہجرت (یعنی گناہوں اور برائیوں سے ترک) کا اعتبار ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے علم اور قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے یعنی اگر دو آدمی ایسے جمع ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کیے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کیے ہیں چنانچہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی

امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں بہتر شکل یہ ہے کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت وعلاقے میں امامت نہ کرے اسی طرح اسکی جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ فی اھلہ سے ثابت ہوا۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اس کا نائب جو امیر اور خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کر کے امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحطاط آپس میں بغض وعناد ترک ملاقات، افتراق واختلاف اور فتنہ وفساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سد باب کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ قابل تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل وشرف اور علم وتقویٰ کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم وفاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

باب: خواتین کی امامت (کا حکم؟)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت، خنثیٰ، نابالغ لڑکے کی اقتداء مرد بالغ کسی نماز میں نہیں کرسکتا یہاں تک کہ نماز جنازہ وتراویح ونوافل میں اور مرد بالغ ان سب کا امام ہوسکتا ہے مگر عورت بھی اس کی مقتدی ہو تو امامت عورت کی نیت کرے سوا جمعہ وعیدین کے کہ ان میں اگرچہ امام نے امامت عورت کی نیت نہ کی اقتدا کرسکتی ہے اور عورت وخنثیٰ عورت کے امام ہو سکتے ہیں مگر عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔ پھر بھی اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو امام آگے نہ ہو بلکہ بیچ میں کھڑی ہو اور آگے ہوگی جب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور خنثیٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ صف سے آگے ہو ورنہ نماز ہوگی ہی نہیں خنثیٰ، خنثیٰ کا بھی امام نہیں ہوسکتا۔ (ردالمحتار وغیرہ)

عورت کے لیے امامت کرانا خواہ عورتوں کو کرائے یا مردوں کو کرائے دونوں صورتوں میں شرعاً درست نہیں ہے۔ ولا یجوز اقتداء رجل بامرأۃ ھکذا فی الھدایۃ۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱) ویکرہ امامۃ المرأۃ للنساء فی الصلوٰۃ کلھا من الفرائض والنوافل۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱)"

591 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

جُمَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَلَّادٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا، قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِي فِي الْغَزْوِ مَعَكَ أُمَرِّضُ مَرْضَاكُمْ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً، قَالَ: قَرِّي فِي بَيْتِكِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ، قَالَ: فَكَانَتْ تُسَمَّى الشَّهِيدَةُ، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَّخِذَ فِي دَارِهَا مُؤَذِّنًا، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَغَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتّٰى مَاتَتْ وَذَهَبَا، فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هٰذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مَنْ رَآهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَصُلِبَا فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِينَةِ.

⊛⊛ سیّدہ اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ اپنے ساتھ جنگ میں شرکت کے لئے جانے کی اجازت دیجئے میں بیماروں (یعنی زخمیوں) کی تیمارداری کروں گی۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کردے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کردے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس خاتون کو شہیدا کہا جاتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ خاتون قرآن سیکھا کرتی تھی۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنے محلے میں ایک موذن رکھ لے جو اس کے لئے اذان دے دیا کرے پھر اس نے ایک غلام اور کنیز کو مدبر کیا وہ دونوں رات کے وقت اس کی طرف گئے اور چادر کے ذریعے اس کا منہ بند کر کے (اسے قتل کردیا) جب وہ خاتون مرگئی تو وہ دونوں بھاگ گئے۔ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ان دونوں کے بارے میں کس کے پاس علم ہے؟ یا جس نے ان دونوں کو دیکھا ہے وہ انہیں لے آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا' تو انہیں مصلوب کردیا گیا یہ مدینہ منورہ میں مصلوب کئے جانے والے پہلے افراد تھے۔

592 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا

⊛⊛ سیّدہ اُم ورقہ بنت عبداللہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے' تاہم پہلے والی روایت زیادہ مکمل ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس خاتون سے ملنے اس کے گھر جایا کرتے تھے آپ نے اس کے لئے ایک موذن مقرر کیا تھا جو اس کے لئے اذان دیا کرتا تھا آپ نے اس خاتون کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر کے افراد (یعنی خواتین) کی امامت کیا کرے۔

592- اسناده ضعيف كسابقه. واخرجه احمد (27283). والدارقطني (1506). والبيهقي في "معرفة السنن" 2304/ من طريق الوليد بن جميع. بهذا الاسناد.

عبدالرحمن نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اس خاتون کے موذن کو دیکھا ہے وہ ایک عمر رسیدہ شخص ہے۔

عورتوں کی جماعت کرانے کا حکم

عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے کیونکہ نفل کی جماعت اعلان کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہوسکتی ہے؟ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: لاخیر فی جماعة النساء (اعلاء السنن)

یعنی عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں۔ حضرت علی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: لاتؤم المرأة۔ (اعلاء السنن)

یعنی عورت امامت نہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

(و) یکرہ تحریما (جماعة النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاة الجنازة۔

عورت کے لئے شرعی مسافت سفر ہو تو بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: لاتسافر المرأة ثلاثاً الا معها ذو محرم۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور انے فرمایا: عورت تین دن کے برابر (مسافت) کا بغیر محرم کے سفر نہ کرے

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول الله ا لایحل لأمرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا یکون ثلاثة ایام فصاعدا الا ومعها ابوها او ابنها او زوجها او اخوها او ذو محرم منها۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور ا کا ارشاد ہے کہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد کا سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد یا بیٹا یا شوہر یا بھائی یا کوئی دوسرا محرم ہو۔

عن عبد الله بن عمر عن النبی ا قال: لایحل لأمرأة تومن بالله والیوم الآخر تسافر مسیرة ثلاث الا ومعها ذو محرم۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور انے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ اور ان جیسی دوسری احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں اور ان ہی احادیث کی بناء پر جمہور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں

وقال المجهور: لایجوز الا مع زوج او محرم وهذا هو الصحیح للاحادیث الصحیحة۔ (شرح مسلم)

مذکورہ حدیث میرے علم میں نہیں باقی عورت کو دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ اس کو دھو کر استعمال کرے یا پھینک دے اس طرح کہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔۔واضح رہے کہ عورتوں کا طریقہ نماز مردوں کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور یہ فرق احادیث وآ ثار صحابہ سے ثابت ہے جو کہ درج ذیل ہے نماز میں عورت کو حکم ہے کہ وہ ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے: چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال :قال لی رسول الله : یا وائل ابن حجر اذا صلیت فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرأة تجعل یدیها حذاء ثدییها۔ (مجمع الزوائد)

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے حضورا نے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔

عورت نماز میں سمٹ کر سرین کے بل بیٹھے چنانچہ حدیث شریف میں ہی

عن ابن عمر انه سئل کیف کان النساء یصلین علی عهد رسول الله ﷺ؟ قال: کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن۔ (جامع المسانید)

حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ خواتین حضورا کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: پہلے چارزانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔عورت زمین کے ساتھ چمٹ کر اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے حدیث شریف میں ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ا: اذا جلست المرأة فی الصلاة وضعت فخذها علی فخذها الاخری واذا سجدت الصقت بطنها علی فخذیها کاستر ما یکون لها وان الله ینظر الیها یقول: یا ملئکتی اشهد کم انی غفرت لها۔ (بیہقی)

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرت ا کا ارشاد ہے: نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا لے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ: اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کردی۔دوسری حدیث شریف میں ہے۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول الله ا مر علی امرأتین تصلیان فقال: اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل۔ (مراسیل ابی داؤد)

نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ ا نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو تم اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ۔

اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذيها (بیہقی:) یعنی جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملا لے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انه سئل عن صلاة المرأة فقال تجتمع وتحتفز (مصنف ابن ابی شیبہ:)

یعنی ان سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ سب اعضاء کو ملا لے اور سرین کے بل بیٹھے۔ اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد، اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

والمرأة تنخفض في سجودها تلزق بطنها بفخذيها لان ذلک استر لها (وفي موضع اخر قال) وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استر لها۔

شرح صغیر میں ہے۔

ندب مجافاة اي: مباعدة رجل فيه اي: سجود (بطنه فخذيه) فلايجعل بطنه عليهما ومجافاة (مرفقيه ركبته) اي: عن ركبتيه ومجافاة ضبعيه اي: ما فوق المرفق الى الابط جنبيه اي: عنهما مجافاة وسطا في الجميع واما المرأة فتكون منضمة في جميع احوالها۔ (دار المعارف مصر)

شرح مہذب میں ہے:

قال الشافعي والأصحاب: يسن ان يجافي مرفقيه عن جنبيه ويرفع بطنه عن فخذيه وتضم المرأة بعضها الى بعض (قال قبل اسطر) روى البراء بن عازب ان النبي ا كان اذا سجد جخ وروى جخي والجخ الخاوي وان كانت امرأة ضمت بعضها الى بعض لان ذلک استر لها۔

المغنی میں ہے:

وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن في الصف وسطا قال ابن قدامة في شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت في وسطهن لانعلم فيه خلافا من رأى لها ان تؤمهن ولان المرأة يستحب لها التستر ولذلک يستحب لها التجافي۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ وآثار صحابہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال سے عورت کا طریقہ نماز ثابت ہے وہ مرد کے طریقہ نماز سے جدا ہے اس لئے مرد اور عورت کی نماز کی ادائیگی کو یکساں کہنا غلط ہے۔ دینی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کا

مقصد دینی تعلیمات پر عمل کرنا ہے جہاں دینی تعلیم کے مقصد سے انحراف ہوتا ہو وہاں تعلیم حاصل کرنا صحیح نہیں۔

عورتوں کا نماز کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے

عورتوں کا مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہونا مکروہ ہے۔(ویکرہ حضورهن الجماعة) ولو لجمعة وعيد ووعظ (مطلقا)۔ الدرالمختار ۱/۴۱۸)

خواتین کی امامت کی تحقیق

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جماعت کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورتوں کی جماعت ہے' امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا اور ان کا با جماعت نماز پڑھانا جائز ہے' امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں' ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ غیر مستحب ہے' امام مالک کے نزدیک عورتوں کا عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز ہے' امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا مکروہ تحریمی ہے' ہر چند کے امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا جائز ہے لیکن انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے لیے امام ہونا ناجائز ہے اور مردوں کے لیے عورت کی امامت کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے' عورت کی امامت کے جواز کے سلسلہ میں جو احادیث ہیں پہلے ہم ان کا ذکر کریں گے' پھر فقہاء کے مذاہب کو بیان کریں گے۔

خواتین کی امامت کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن خلاد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ سے ملنے ان کے گھر جاتے تھے' آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذن دیتا تھا اور آپ نے حضرت ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ عبدالرحمان کہتے ہیں: میں نے ان کے موذن کو دیکھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸-۸۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱٤٠٥ھ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

ولید بن جمیع (رحمۃ اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ' ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے جاتے تھے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا' حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن حفظ کیا تھا' رسول اللہ ﷺ جب غزوہ بدر کے لیے گئے تو حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیں' میں زخمیوں کی دوا دارو کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی' شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے بھی شہادت مقدر کر دے' آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شہادت مقدر کر دی ہے' اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھ دیا' اور نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' انہوں نے اپنی ایک

باندی اور ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا' وہ دونوں قتل کر کے بھاگ گئے اور پکڑے گئے' اور ان کو پھانسی دی گئی اور یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ میں پھانسی دی گئی' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۰' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حضرت ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: چلو شہیدہ کے پاس جائیں اور ہم ان کی زیارت کریں اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے لیے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرض نمازیں پڑھائیں' مسلم بن ولید بن جمیع نے اس سے استدلال کیا ہے' میں اس مسئلہ میں اس حدیث کے سوا اور کسی حدیث متصل کو نہیں جانتا' اور ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ اذان دیتی تھیں۔ اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۰۳' مطبوعہ مکتبہ دار الباز' مکہ مکرمہ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں' اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دارقطنی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں امامت کرتی تھیں اور آپ نے ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۳' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

رائطہ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرض نماز میں ہماری امام ہوئیں' اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

حجیرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴' مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے' امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب ہے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' عطاء' ثوری' اوزاعی' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' اسحاق' اور ابو ثور سے روایت ہے کہ عورت' عورتوں کی امامت کرائے' اور امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے' اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے' لیکن اگر وہ پڑھیں گی تو نماز ہو جائے گی۔ شعبی' نخعی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نوافل میں عورتوں کا امامت کرانا جائز ہے' فرائض میں جائز نہیں ہے' حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) اور سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت فرض میں امامت کرائے نہ نفل میں' امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت کسی شخص کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے اور اذان کی تعریف ہے: جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لیے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرنا بھی مکروہ ہے' اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۷' مطبوعہ دار الفکر' بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ مرداوی حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۶۳' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۳۷۶ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں' زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نماز نہیں ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

(شرح المہذب ج ۴ ص ۲۰۰' مطبوعہ دار الفکر' بیروت)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنا دیا' اور امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبدالرحمان خلاد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ کی زیارت کے لیے ان کے گھر جاتے تھے' اور آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا' جو ان کے لیے اذان دیتا تھا' اور آپ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں' عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کے موذن کو دیکھا' وہ ایک بوڑھا شخص تھا' امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: جو مرد عورت کے پیچھے نماز پڑھے وہ اپنی نماز دہرائے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے' امام مالک نے کہا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۰۶-۳۰۵' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو' ...)

علامہ عبدری مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز دہرائے خواہ وقت نکل جائے۔

(التاج والاکلیل ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: تنہا عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لیے یہ فعل مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ ابن ہمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

''مبسوط'' میں اسی طرح لکھا ہے علامہ سروجی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے جیسا کہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور وہ نو سال آپ کے پاس رہیں اور نماز میں امامت انہوں نے بلوغت کے بعد ہی کی ہوگی تو یہ ابتداء اسلام کب ہے؟ لیکن یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ جب عورتوں نے مسجد میں جا کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو یہ فعل منسوخ ہو گیا لیکن ''مستدرک'' میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں، اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں اور امام محمد نے ''کتاب الآثار'' میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (کتاب الآثار ص ۴۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ تراویح کی جماعت نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مروج ہوئی ہے اور ''سنن ابوداؤد'' میں ہے کہ حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں اور ان کے لیے ایک مؤذن مقرر کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا اور وہ زبان رسالت کی پیشگوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں عبدالرحمان نے کہا: میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا تھا وہ بوڑھا شخص تھا یہ تمام روایت دعوی نسخ کی نفی کرتی ہیں ''سنن ابوداؤد'' کی روایت کی سند میں ولید بن جمیع اور عبدالرحمان بن خالد انصاری پر ابن القطان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں کا حال معلوم نہیں لیکن امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

ان حدیثوں کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو جو نماز پڑھانے کا

اجازت دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم نہیں آتا اس لیے ہوسکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی ہو اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رمضان میں امامت کرتی تھیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ تراویح کی امامت کرتی تھیں اور
"معنف عبدالرزاق" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے
وسط میں کھڑی ہو۔ (المصنف ج ۳ ص ۱۴۰) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا
ہو لیکن اس کے باوجود یہ سوال قائم رہے گا کہ وہ کون سا ناسخ ہے جس نے ان احادیث کو منسوخ کر دیا؟ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے
کہ "سنن ابوداؤد" اور "صحیح ابن خزیمہ" وغیرہما میں یہ حدیث ہے کہ عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا حجرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر
ہے اور کوٹھری میں نماز پڑھنا کوٹھری میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ بالکل اندرونی کوٹھری جماعت کی گنجائش
نہیں رکھتی اس حدیث کو بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی
احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے لیکن اس حدیث کا ناسخ ہونا واضح نہیں ہے اور اگر اس کو ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا
کہ عورت کا امامت کرنا اب مسنون نہیں ہے اور یہ کراہت تحریم کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس فعل کا مکروہ تنزیہی
یا خلاف اولیٰ ہونا لازم آئے گا اور ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم اس کو مکروہ تحریمی ثابت کریں ہمارا مقصود تو حق کی اتباع کرنا ہے خواہ وہ
کسی جگہ ہو۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۷-۳۰۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

بَابُ الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

باب: آدمی کا ایسے لوگوں کی امامت کرنا' جو اسے ناپسند کرتے ہوں

593 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ صَلَاةً. مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ. وَرَجُلٌ أَتَى الصَّلَاةَ دِبَارًا وَالدِّبَارُ: أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوتَهُ. وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں: تین لوگ ایسے ہیں' جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا جو کسی ایسی قوم سے آگے بڑھے (یعنی ان کی امامت کرے) کہ وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرا وہ شخص جو نماز ادا کرنے کے لیے تاخیر سے آتا ہو (اس وقت آتا ہو جب جماعت ہو چکی ہو) تیسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو غلام بنالیا ہو۔

بَابُ إِمَامَةِ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

باب: نیک اور گناہگار کی امامت (کا حکم؟)

594 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ

الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّلَاةُ الْمَكْتُوْبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ اَوْ فَاجِرًا وَاِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ۔

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''فرض نماز' ہر مسلمان کے پیچھے ادا کرنا لازم ہے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار ہو۔ خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو''۔

فاسق وفاجر کی امامت کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب وخاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر پھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بھینٹ چڑھایا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق وفجور تریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہو گا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولیٰ انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں درجہ اولی جائز ہے وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اُسی وقت مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہئے فوراً نیت توڑ کر اس میں میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں۔

مراقی الفلاح میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمامِ دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں مقدم کر کے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵)

غنیہ میں ہے: فی فتاوی الحجۃ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقا یاثمون ۲ ۔اھ ملخصا۔ فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہ گار ہوں گے۔ (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳)

ردالمحتار میں ہے: بقی لو کان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھر ط ان الاول لو فاسقا لایقطع ولو مخالفا وشک فی مراعاتہ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھتہ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظھر فی شرح المنیۃ انھا تحریمیۃ لقولھم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ بل عند مالک وروایۃ عن احمد لاتصح الصلوٰۃ خلفہ ۳ ۔اھ قلت والحکم فیما نحن فیہ ابین واظھر علی کلا الاستظھارین کما لایخفی من حال ذٰلک الافسق الاطغی۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کر دے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو

اور رعایت نماز میں شک ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامت میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ متی وجھی ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بعد امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدترباطنی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۳)

درمختار میں ہے: کل صلوٰۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (درمختار، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۱)

بکر جیسا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی و بزہ کار اور اس حیثیت کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔

حدیث پاک میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثلثۃ لعنھم اللہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجل سمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب۲؎۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔ تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہوجائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، بحوالہ المستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون، دارالفکر بیروت، ۱/ ۲۳۹)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام متعین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں: الکبیرۃ السادسۃ والثمانون امامۃ الانسان لقوم وھم لہ کارھون، عدھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظر الی مافی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منہ، فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تلک الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فصلی فیھا قھرا علی صاحبھا وعلی المامومین امکن ان یقال حینئذ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ ملخصا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔ چھیاسیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے، شاید انہوں نے یہ اُن احادیث کی روشنی میں کیا ہو لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر مقتدیوں پر جبراً اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولی کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ السادسۃ والثمانون، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱/ ۲۴۰)

فاسق امام کے پیچھے نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اگر تو یہ امام اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کر چکا ہے، اور اس کی حالت سدھر چکی ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں، اور دس لی

پیچھے نماز ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے اس گناہ کی عار دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے، اور نہ ہی سزا دے سکتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

' یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے الزمر (53)۔ یعنی جو شخص توبہ کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کسی کے گناہ نہ ہوں"

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (4250)

اور اگر وہ ابھی تک اس عظیم برائی پر قائم ہے، تو اسے وعظ ونصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دلانا ضروری ہے، اگر پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتا تو اسے امامت سے ہٹانے کی کوشش کر کے اس کی جگہ دینی طور پر مستقیم شخص کو امام بنایا جائے، جو تقویٰ کی خصلتوں سے مالا مال ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قبلہ رخ تھوکنے والے شخص کو امامت سے ہٹا دیا، اور اسے منع کر دیا کہ اپنی قوم کو نماز مت پڑھائے اور اسے فرمایا: "یقیناً تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت سے دوچار کیا ہے" (سنن ابوداؤد حدیث نمبر (481)

تو پھر اس عظیم برائی کے مرتکب شخص کو کیسے امام بنایا جا سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو امامت سے ہٹائے جانے کا زیادہ حقدار ہے، اور اس لائق ہے کہ اسے منصب سے دور کر دیا جائے!!

اور اس لیے بھی کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم اور عزت ہوگی اور فاسق شخص اس تعظیم کا اہل نہیں۔

اور پھر غالب طور پر لوگ امام کی اقتدا کرتے اور اس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اس کی ارشاد وراہنمائی قبول کرتے ہیں، اس لیے امام جتنا عادل اور دین والا شخص ہوگا اتنا ہی لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوگا، اور لوگ اس کی بات بھی اتنی ہی زیادہ تسلیم کریں گے۔

جبکہ فاسق شخص کی بات لوگ قبول ہی نہیں کرتے، بلکہ ہو سکتا ہے وہ شخص تو بعض لوگوں کے لیے فتنہ کا باعث بن جائے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

رہا مسئلہ فاسق کے پیچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام کے مطابق اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز کی ادائیگی صحیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور دوسری کتب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز ادا کرنا ثابت ہے، اور بہت سی صحیح احادیث فاسق اور ظالم اماموں کے پیچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہمارے اصحاب کا کہنا ہے: فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے حرام نہیں، لیکن مکروہ ہے، اسی طرح اس بدعتی کے پیچھے جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہ ہوتا ہو نماز ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر وہ بدعت کفریہ ہو تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سب کفار کی طرح اس کے پیچھے بھی نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔

اور المختصر میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر نماز ادا کر لے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ (المجموع للنووی (151/4))

چنانچہ اگر ایک ہی مسلک والے دو شخص ہوں تو ان میں سے جو شخص بھی کتاب وسنت کا زیادہ عالم ہو تو یہ متعین ہے کہ دوسرا شخص زیادہ علم رکھنے والے کو امامت کے لیے مقدم کرے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک فاجر ہو، مثلاً وہ جھوٹ و کذب اور خیانت وغیرہ دوسرے فسق کے اسباب میں معروف ہو، اور دوسرا شخص مومن اور متقی ہو تو یہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہونے کی صورت میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر پہلا شخص زیادہ حافظ وقاری اور عالم ہو تو بعض علماء کرام کے ہاں فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنا حرام اور منع ہے، اور بعض کے نزدیک یہ نہی تنزیہ ہے۔ اور نیک وصالح شخص کو امامت بنانا ممکن ہونے کی صورت میں فاسق شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اور ایک جگہ پر اس طرح کہتے ہیں۔

اگر کسی بہتر اور نیک وصالح شخص کو امام بنانا ممکن ہو تو نشہ کرنے اور چرس اور افیم کھانے والے، یا پھر حرام کام کے مرتکب شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اور فاسق امام کے پیچھے نماز کی ادائیگی میں کراہت پر سب آئمہ کا اتفاق ہے، لیکن نماز صحیح ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں، جیسا کہ امام مالک، اور امام احمد کی ایک روایت ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: بلکہ نماز صحیح ہے، جیسا کہ ابو حنیفہ، شافعی کا قول، اور امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسے امام نہیں بنانا چاہیے۔ (مجموع الفتاوی (375/23))

فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابو بکر جصاص حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت "لا ینال عھدی الظلمین"۔ (البقرہ: ۱۲۴) سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کا نبی ہونا جائز ہے نہ نبی کا خلیفہ ہونا جائز ہے نہ قاضی نہ مفتی، نہ حدیث کی روایت کرنا نہ کسی معاملہ میں شہادت دینا اور اس کے لیے ہر وہ منصب ناجائز ہے جس کی رو سے دوسروں پر اس کی کوئی چیز لازم ہو اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز کے ائمہ نیک اور صالح ہونے چاہئیں نہ کہ فاسق اور ظالم کیونکہ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امور دین میں امامت کے منصب کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے،

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب میں فاسق کا امام اور خلیفہ ہونا جائز ہے اور یہ کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق حاکم اور قاضی تو نہیں بن سکتا امام اور خلیفہ ہو سکتا ہے متکلمین میں سے زرقان نے اس کو ذکر کیا اور یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک خلیفہ اور قاضی دونوں کے لیے عادل اور صالح ہونا شرط ہے اور فاسق کے لیے دونوں منصب جائز نہیں ہیں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوگی حالانکہ بنوامیہ کے ایام میں ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قضاء کے عہدہ کے لیے مجبور کیا لیکن آپ نے اس منصب کو قبول نہیں کیا اس نے آپ کو قید کر لیا اور وہ ہر روز آپ کو کوڑے مارتا تھا لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ جب

آپ کی جان کا خوف ہوا تو فقہاء نے یہ کہا: آپ اس کا کوئی اور کام قبول کرلیں تو آپ نے گھاس کے گٹھوں کا گننا قبول کرلیا' تب اس نے آپ کو رہا کیا' پھر بنو عباس کے دور میں خلیفہ منصور نے آپ کو قضا کے عہدہ کو قبول کرنے کا حکم دیا' آپ نے پھر انکار کیا' اس نے بھی آپ کو قید کرلیا' حتیٰ کہ آپ نے مضافات شہر سے بغداد میں آنے والی اینٹوں کے گننے کو قبول کرلیا' ظالم اور فاسق ائمہ کے متعلق امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب مشہور تھا' زید بن علی امامت کے مدعی تھے اور وہ اس منصب کے لیے موزوں تھے' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ان کی مالی امداد کرتے تھے اور ان کی نصرت کرنے اور ان کی حمایت میں قتال کرنے کا خفیہ طور پر فتویٰ دیتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں محمد اور ابراہیم کی بھی انہوں نے تائید کی' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہو تو اس کا ظالم امام کی طرف سے منصب قضا کو قبول کرنا جائز ہے' یہ صحیح مذہب ہے لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) فاسق کی امامت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جب قاضی خود صالح ہوگا اور اس کو اقتدار حاصل ہوگا تو وہ احکام شرعیہ کو نافذ کرسکے گا۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۷۱-۶۹' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ جصاص کے ذکر کردہ قاعدہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ امام اعظم قضاء کے عہدہ کو قبول کرلیتے۔

علامہ ابن ہمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو' نیک ہو' قادر ہو' صاحب رائے ہو اور بہادر ہو تا کہ قصاص لینے میں' حدود قائم کرنے میں میدان جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور وہ قریشی ہو' اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے' بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی کہ وہ اصول دین اور فروع میں اجتہاد کرسکتا ہو اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے' اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے' اس لیے فاسق کو بھی امام بنانا جائز ہے لیکن یہ مکروہ ہے' اور جب نیک شخص کو امام بنایا جائے اور وہ بعد میں فاسق ہوجائے تو وہ معزول نہیں ہوگا لیکن وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہوگا' بہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو' اس کو نیکی کی دعوت دی جائے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں ہے' اسی طرح فقہاء احناف نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کیا ہے اور تمام ائمہ احناف نے بالاتفاق اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض بنوامیہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے عہدے قبول کیے ہیں لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بنوامیہ امام نہ تھے بلکہ ملوک تھے' بلکہ ملوک تھے' انہوں نے غلبہ سے ملک پر قبضہ کرلیا تھا' اور متغلب کے دیئے ہوئے عہدوں کو ضرورت کی بناء پر قبول کرنا جائز ہے' اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہو (کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بدکار' اور گناہ کبیرہ کرتا ہو) (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴۳' مسامرہ ص ۲۹۲) (المسایرۃ مع المسامرہ ج ۱ ص ۲۹۲-۲۸۶' مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ' مکران) علامہ ابن ہمام نے امام کے متعلق جو نیک ہونے کی شرط لگائی ہے اس کے متعلق علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے امام کے لیے ورع (نیک) کی شرط لگانے میں حجۃ الاسلام امام غزالی (شافعی) کی اتباع کی ہے اور اس سے مقصود فاسق سے احتراز کرنا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات خواہش نفس کی پیروی میں بیت المال کا غلط استعمال کرے گا اور مسلمانوں

کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ (المسامرہ ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران)

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے یہ شرائط ہیں: مرد ہو عاقل بالغ ہو قادر ہو قرشی ہو ہاشمی علوی یا معصوم ہونے کی شرط نہیں ہے فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے اگر فتنہ نہ ہو تو وہ فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کو نیکی کی دعوت دینا واجب ہے اور جو طاقت سے غلبہ حاصل کر لے اس کی سلطنت صحیح ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۹۔ ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام کے لیے عدالت (نیک ہونے) کی شرط نہیں ہے اور علامہ ابن ہمام نے "مسائرہ" میں امام غزالی کی اتباع میں عدالت کی شرط لگائی ہے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا' ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے یعنی کافر مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔

(مدارک التنزیل علی حاشیۃ الخازن ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور)

علامہ نسفی حنفی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک فاسق امام بن سکتا ہے' علامہ ابن ہمام' علامہ حصکفی علامہ شامی اور صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے بھی یہی لکھا ہے اور اس مذہب کو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف منسوب کیا ہے' اس کے برعکس علامہ ابوبکر جصاص نے یہ لکھا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے' امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق کی امامت جائز نہیں ہے' اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اہل بیت میں سے امامت کا دعویٰ کرنے والوں کی خفیہ طور پر مدد کی اور ابن ہبیرہ اور خلیفہ منصور نے ان کو قضا کی جو پیش کش کی تھی اس کو قبول نہیں کیا' واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو (گناہ صغیرہ پر اصرار بھی گناہ کبیرہ ہے مثلاً بغیر ندامت اور توبہ کے مسلسل ڈاڑھی منڈانا) مثلاً شراب پینا' قتل کرنا' نماز' روزہ' زکوٰۃ اور دیگر فرائض کو ترک کرنا' فرائض قطعیہ کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب فسق قطعی ہے اور ڈاڑھی منڈانا فسق ظنی ہے۔

فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کے مختلف اقوال ہیں: علامہ خلیل مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ (مختصر خلیل مع الخرشی ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ خرشی مالکی نے لکھا ہے کہ معتمد قول یہ ہے کہ فاسق کی امامت صحیح اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(الخرشی علی مختصر خلیل ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ عدوی مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء حرام ہے۔ (الخرشی مختصر خلیل مع ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

[illegible]سق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ:

فقہ [illegible] کہ فاسق کی امامت ناجائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ اس کی امامت جائز ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے' خواہ اس کا فسق از روئے اعتقاد ہو یا از روئے افعال' اکثر اصحاب اور مشائخ کا یہی مختار ہے' زرکشی نے کہا: یہی مشہور ہے' ابن ابی موسیٰ' قاضی شیرازی اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے' مسبوک الذہب [illegible] [illegible] اور مجمع البحرین میں [illegible] ہے کہ صحیح روایت کے مطابق فاسق کی امامت جائز نہیں' ابن عقیل وغیرہ نے "تذکرہ" میں اسی پر اعتماد کیا ہے "وجیز" میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت جائز نہیں "الفروع" اور "المستوعب" وغیرہما میں اسی قول کو مقدم کیا ہے شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ صاحب ہوا (بدمذہب) بدعتی اور فاسق کے پیچھے قدرت کے باوجود نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ فاسق کی امامت جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ نفل میں جائز ہے البتہ جو از روئے اعتقاد کے فاسق ہو اس کی اقتداء کسی حال میں جائز نہیں' اور مذہب مختار کے مطابق جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کو دہرانا لازم ہے' خواہ اس کو نماز کے وقت اس کے فسق کا علم ہو یا بعد میں پتا چلے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو یا نہ' یہی صحیح مذہب ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۵۳-۲۵۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۳۷۷ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' اور جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے' صاحب "الافصاح" نے کہا: جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرے وہ کافر ہے' امام ابو حامد اور ان کے متابعین کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کی تکفیر کی جاتی ہے اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جاتی' اور ہمارے بہت سے اصحاب اہل بدعت کی اقتداء میں جواز نماز کے قائل ہیں اور ان کی تکفیر نہیں کرتے' صاحب "العدۃ" نے کہا: امام شافعی کا ظاہر مذہب یہی ہے۔

(علامہ نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صاحب "العدۃ" کا قول ہی صحیح اور صواب ہے' کیونکہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: میں خطابیہ کے سوا تمام اہل اھواء کی شہادت کو قبول کرتا ہوں' کیونکہ خطابیہ اپنی موافقت میں جھوٹی گواہی کو جائز کہتے ہیں' اور تمام سلف اور خلف معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ مناکحت' میراث اور مسلمانوں کے تمام معاملات کرتے رہے ہیں اور ہمارے جن علماء اور محققین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اس تکفیر کی حافظ ابو بکر بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ تاویل کی ہے کہ کفر کفران نعمت کے معنی میں ہے ملت اسلامیہ سے خروج کے معنی میں نہیں ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۶۰-۴۵۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابو العباس رملی شافعی لکھتے ہیں:

آزاد فاسق کی بہ نسبت نیک غلام کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تم میں بہتر لوگ تمہاری امامت کریں اور فاسق کی امامت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور فاسق کی اقتداء اور جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

علامہ شبراملسی قاہری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اگر فاسق اور بدعتی کے سوا جماعت نہ مل سکے تو پھر اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کا از خود امام بننا مکروہ ہے اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جہاں نیک لوگ ہوں وہاں لوگ اس کی اقتداء کریں تو ان کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کی امامت مکروہ ہے (الی قولہ) خلاصہ یہ ہے کہ حرمت یا کراہت فاسق کے حق میں ہے اور جو مقتدی فاسق کو مکروہ جانتے ہوں ان کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (حاشیہ ابی الضیاء علی نہایۃ المحتاج ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۴ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

جو شخص از روئے عمل کے فاسق ہو مثلاً زانی اور شرابی ہو تو ابن الحبیب نے یہ زعم کیا کہ جس نے شرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ وہ امام حاکم ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ نمازیں کسی اور مسجد میں پڑھے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور باقی نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں جائے اور اگر صرف جمعہ پڑھاتا ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گنہگار ہوں گے کیونکہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(غنیۃ المستملی ص ۴۷۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں:

جو شخص سود خوری معروف ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' فاسق جمعہ پڑھاتا ہو اور اس کو منع کرنا دشوار ہو تو بعض علماء نے کہا: اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھ لے اور اس کی امامت میں جمعہ کو ترک نہ کرے۔

(فتاویٰ بزازیہ علی هامش الهندیہ ج ۴ ص ۵۰ 'مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

ان علماء کے علاوہ دوسرے فقہاء احناف نے فاسق کی اقتداء میں نماز کو کراہت کے ساتھ جائز لکھا ہے یعنی یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

امام محمد فرماتے ہیں: نابینا' دیہاتی' غلام' ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (الیٰ قولہ) اس کے بعد علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے' امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اور اس کی شہادت مردود ہوتی ہے ہماری دلیل مکحول کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے اور ہر امام کے پیچھے واجب ہے اور ہر میت کے اوپر نماز واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳) (المبسوط ج ۱ ص ۴۰ 'مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۳۹۸ھ)

علامہ مرغینانی صاحب "ہدایہ" نے بھی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۲۲ 'مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث مکحول سے مروی ہے اور ان کا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے' اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور اس کی ہر سند میں ضعیف راوی ہیں' اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف طریقوں سے مروی ہو وہ محققین کے نزدیک درجہ "حسن" کو پہنچ جاتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۰ 'مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں حدیث متصل بھی موجود ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن خیار بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا ہوا تھا' عدی نے کہا: آپ عام مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ افتاد پڑی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں' اب ہمیں فتنہ کرنے والا (باغی) امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس میں گناہ سمجھتے ہیں' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا

عمل ہے' جب لوگ اچھا کام کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے اجتناب کرو۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے' ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جماعت کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے (الی قولہ) اور ''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا' البتہ متقی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اور ''مبسوط'' میں ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ (تنزیہی) ہے۔

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر' ۱۳۴۸ھ)

حدیث مکحول بیان کرنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

(اور فاسق کی اقتداء میں نماز کا جواز اس لیے ہے کہ) صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے' حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا' حسن نے کہا: اگر ہر امت اپنے خبیثوں کو لے کر آئے اور ہم صرف حجاج کو لے کر آئیں تو ہم غالب رہیں گے (اور فاسق کی اقتداء میں) کراہت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کریں گے' امام ابویوسف نے ''امالی'' میں کہا: میرے نزدیک امام کا صاحب بدعت ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے متنفر ہوں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۴۰' مطبوعہ دارالمعرفۃ' بیروت)

علامہ قاضی خاں اوزجندی حنفی فرماتے ہیں:

جہمیہ' قدریہ اور غالی رافضی کے سوا باقی لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے' اسی طرح اس شخص کی اقتداء بھی جائز ہے جو سودخوری میں معروف ہو اور فاسق معلن ہو' یہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابویوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی ہے' اور جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو جماعت تو اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی هامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۲-۹۱ مطبوعہ بولاق مصر' ۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

''محیط'' میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا' اھ۔

''محیط'' کی عبارت میں بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اور اس تفصیل کے ساتھ تمام اہل اہواء کی اقتداء میں نماز جائز ہے' البتہ جہمیہ' قدریہ' غالی روافض' خلق قرآن کے قائلین' خطابیہ اور مشبہہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ہمارے قبلہ والا ہو اور غلو نہ کرتا ہو اور اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے' البتہ عذاب قبر' شفاعت' رویت باری اور کراما کاتبین کے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر)

علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی

اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاویٰ سے نقل کر چکے ہیں' خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بنا اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے' اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے' اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج۱ ص ۳۴۹ 'مطبوعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ)

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

غلام' اعرابی' فاسق اور نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار علی حامش ردالمحتار ج۱ ص ۳۷۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی مکروہ تنزیہی کی وجہ میں لکھتے ہیں:

کیونکہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے' پھر فرمایا: ان کا امام بننا اوران کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے' اگر ان کے علاوہ دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (ردالمحتار ج۱ ص ۳۷۶ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ طحطاوی نے بھی ''درمختار'' کی شرح میں کراہت تنزیہی کی یہی وجہ ہے اور یہی لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی علی الدر ج۱ ص ۲۴۶ 'مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت' ۱۳۹۵ھ)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری لکھتے ہیں:

بدعتی خواہ فاسد تاویل کرتا ہو اگر اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں مذکور ہے: امام محمد سے شارب خمر کی اقتداء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اوراس میں کراہت (تحریمی) نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج۱ ص ۶۰۲۔۶۰۱ 'مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی ۱۴۱۱ھ)

علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی لکھتے ہیں: فاسق کی اقتداء میں نماز کراہت (تنزیہی) کے ساتھ جائز ہے۔

(الاختیار ج۱ ص ۶۸ 'مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع مصر)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی لکھتے: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ایسا ثواب نہیں ملے گا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔ (جامع الرموز ج۱ ص ۱۰۰ 'مطبوعہ نولکشور' لکھنؤ)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

اعرابی' فاسق' نابینا اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج۱ ص ۷۷ 'مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ' کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (الی قولہ) ''منتقی'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: تم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت دو' حضرت عثمان اور حضرت علی سے محبت رکھو' موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو (کیونکہ معتزلہ فاسق کی امامت کے قائل نہیں

ہیں) شرح فقہ اکبر ص ۷۶ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی وادارہ معرفہ ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابو سعود حنفی لکھتے ہیں:

اگر غیر فاسق موجود ہو تو فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے (بحر) اور "النہر" میں لکھا ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ (فتح المعین علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۰۸۔۲۰۷)

بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمٰى

باب: نابینا کی امامت

595 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمٰى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے (مدینہ منورہ کا) نگران مقرر کیا، وہ لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے، وہ نابینا تھے۔

شرح

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینے کی امامت بلا کراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی وارد ہیں کہ اگر نابینا قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نابینا بہت زیادہ علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز، اشباہ والنظائر)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

دُرِّمختار میں ہے۔ یکرہ تنزیھا امامۃ اعمٰی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی۔ نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

جماعت کے واجب یا سنت ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

اس بارے میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جماعت سنت ہے یا واجب اور یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ چنانچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے الا کسی عذر کی وجہ سے، یہ قول امام احمد بن حنبل، داؤد، عطاء اور ابو ثور رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ جو کوئی نماز کے لیے اذان سنے اور مسجد میں حاضر نہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں، حضرت امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے متبعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ جماعت سنت موکدہ واجب کے قریب ہے لیکن فقہ کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے بارے میں حنفی فقہاء کے دو قول ہیں بعض کتابوں میں جماعت کو واجب لکھا گیا ہے اور بعض میں سنت موکدہ اور وجوب ہی کا قول راجح اور اکثر محققین حنفیہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ مشہور محقق حضرت ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ جماعت واجب ہے لیکن اس کو سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ جماعت کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے جیسا کہ نماز عیدین، وہ واجب ہے مگر اسے سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔

شرف علم کی بنیاد پر امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف قرأت کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف تقویٰ کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا۔

شرف عمر کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي، فَلَمَّا أَرَدْنَا الِانْصِرَافَ، قَالَ لَنَا: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا. (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۹۷۹)

حضرت مالک ابن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کے صاحبزادے (ہم دونوں) سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ، جب تم سفر میں جاؤ تو (نماز کے لیے) اذان وتکبیر کہا کرو اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ (صحیح البخاری) (ابن ماجہ رقم الحدیث، ۹۷۹)

غالباً یہ دونوں حضرات علم وورع میں ہم پلہ ہوں گے اس لیے آپ ﷺ نے امام بننے کا حقدار اسے قرار دیا جو عمر میں بڑا ہو، یا پھر اکبر (یعنی بڑے) سے مراد افضل ہے کہ دونوں میں سے جو افضل ہو وہ امامت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی شرط

اذان میں نہیں ہے، تاہم چاہیے یہی کہ اذان وہ آدمی دے جو اقامت نماز کا علم رکھتا ہو، نیک اور دیندار ہو، بلند آواز اور خوش گلو ہو اور اذان کے کلمات صحیح صحیح ادا کر سکتا ہو۔ (صحیح مسلم، ۲۱۶)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا فقہی مفہوم

حضرت ابومسعود بن انصاری نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت ان میں بہترین قرآن پڑھنے والا کرے اگر قرأت میں برابر ہوں تو جو سنت کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کرے اور کسی کی اجازت کے بغیر اس کی امامت کی جگہ پر امامت نہ کی جائے اور کوئی شخص گھر والے کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے محمود نے اپنی حدیث میں (اکبرھم سنا) کی جگہ (اقدمهم سنا) کے الفاظ کہے ہیں اور اس باب میں ابوسعید انس بن مالک مالک بن حویرث اور عمرو بن ابی سلمہ سے بھی روایات مروی ہیں ابوعیسی فرماتے ہیں حدیث ابومسعود حسن صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جو قرأت میں افضل اور سنت سے زیادہ واقفیت رکھتا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس نے کسی اور کو امامت کی اجازت دے دی تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ گھر والے کا نماز پڑھانا سنت ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ کوئی شخص آپ نے غلبہ کی جگہ پر ماموم نہ بنایا جائے اور نہ کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی باعزت جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے لیکن اگر کوئی اس کی اجازت دے تو مجھے امید ہے کہ یہ ان تمام باتوں کی اجازت ہوگی اور ان کے نزدیک صاحب خانہ کی اجازت سے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 227)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ فاعلمهم بالسنة میں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام محمد، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو
لوگوں کو نماز پڑھوانی باوجود اس کے وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ اچھے
موجود قاری تھے۔ لاقدمہم ہجرۃ کے بارے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آج کل ہجرت نہیں ہے اس لیے
اب یہاں حقیقی ہجرت کے بجائے معنوی ہجرت (یعنی گناہوں اور برائیوں سے ترک) کا اعتبار ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے علم اور
قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے یعنی اگر دو آدمی ایسے جمع ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان
دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کئے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کئے ہیں چنانچہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں بہتر اور افضل یہ ہے کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت و علاقے میں امامت نہ کرے اسی طرح اس جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ فی اھلہ سے ثابت ہوا۔

لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اس کا نائب جو امیر اور خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کرکے امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقرر امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحطاط آپس میں بغض و عناد ترک ملاقات، افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سدباب کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ قابل تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقویٰ کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

نابینا آدمی کی امامت میں جواز و کراہت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور وہ نابینا تھے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱ ص ۸۸، ۱۰ الحدیث ملتان)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینے کی امامت بلا کراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی

وارد ہیں کہ اگر نابینا قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نابینا بہت زیادہ علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز، اشباہ والنظائر)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرأت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

دُرمختار میں ہے: یکرہ تنزیھا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولیٰ اندھا بینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (درمختار، باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

فاسق اگر امام بنادیا جائے تو امامت جائز ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اوپر جہاد ہر سردار کے ہمراہ خواہ وہ نیک ہو یا بد واجب ہے اگرچہ وہ (سردار) گناہ کبیرہ کرتا ہو اور تم پر نماز ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ (نماز پڑھانے والا) نیک ہو یا بد واجب ہے اگرچہ گناہ کبیرہ کرتا ہو اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (ابوداؤد)

جہاد واجب ہے کا مطلب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں تو جہاد فرض عین ہے اور بعض صورتوں میں فرض کفایہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس کا فسق کفر کی حد تک نہ پہنچ چکا ہو فاسق کے پیچھے نماز ادا تو ہو جاتی ہے لیکن اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہر حال مکروہ ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ نیک بخت کی موجودگی میں فاسق کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان پر جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الزَّائِرِ

باب: ملاقاتی (مہمان) کی امامت

596- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ بُدَيْلٍ. حَدَّثَنِي أَبُو عَطِيَّةَ. مَوْلًى مِنَّا. قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ. يَأْتِينَا إِلَى مُصَلَّانَا هٰذَا. فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَا لَهُ: تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ. فَقَالَ لَنَا: قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ. وَسَأُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّي بِكُمْ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

596- المرفوع منه حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي عطية مولى بني عقيل، قال ابو حاتم: لا يعرف ولا يسمى، وقال ابن المديني: لا يعرفونه، وباقي رجاله ثقات. ابان: هو ابن يزيد العطار، وبديل: هو ابن ميسرة العقيلي. واخرجه الترمذي (356)، والنسائي في "الكبرى" (864) من طريق ابان العطار، بهذا الاسناد. ورواية النسائي مختصرة بالمرفوع منه وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (15602) و (20531). ويشهد لمتنه حديث ابي مسعود البدري السالف برقم (582).

وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ، وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ

ابوعطیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث ہماری اس جگہ تشریف لائے جہاں ہم نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی ہم نے ان سے گزارش کی کہ آپ آگے آئیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اپنے میں سے کسی کو آگے کرو وہ تمہیں نماز پڑھا دے' میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں تمہیں کیوں نماز نہیں پڑھا رہا؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جو شخص لوگوں سے ملنے کے لئے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے ان کی امامت ان میں سے ہی کوئی فرد کرے''۔

بَابُ الْإِمَامِ يَقُومُ مَكَانًا اَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ

باب: امام کا لوگوں کی جگہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہونا

597 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، وَاَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ اَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلَى، حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، اَنَّ حُذَيْفَةَ، اَمَّ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ، فَاَخَذَ اَبُو مَسْعُودٍ، بِقَمِيصِهِ فَجَبَذَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهُمْ كَانُوا يُنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلَى، قَدْ ذَكَرْتُ حِينَ مَدَدْتَنِي

ہمام بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں ایک چبوترے پر لوگوں کی امامت شروع کی تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی قمیص پکڑ کر انہیں کھینچ لیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے' تو حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو یہ بات پتہ نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! جب آپ نے مجھے کھینچا تو مجھے یہ بات یاد آ گئی۔

598 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي اَبُو خَالِدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، اَنَّهُ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالْمَدَائِنِ فَاُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلَى دُكَّانٍ يُصَلِّي وَالنَّاسُ اَسْفَلَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَاَخَذَ عَلَى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ، حَتَّى اَنْزَلَهُ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: اَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: اِذَا اَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِي مَكَانٍ اَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ؟، قَالَ عَمَّارٌ: لِذٰلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِينَ اَخَذْتَ عَلَى يَدَيَّ

عدی بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ مدائن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی حضرت عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک چبوترے پر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لوگ ان کے نیچے کھڑے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ پیچھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چبوترے سے نیچے اتار دیا۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

''جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کرے تو وہ لوگوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے بلند مقام پر نہ کھڑا ہو''۔
یا اس کی مانند کلمات بیان کئے' تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی وجہ سے میں نے آپ کی پیروی کی تھی جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔

بَابُ إِمَامَةِ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ

باب: ایسے شخص کا لوگوں کی امامت کرنا' جو پہلے وہ نماز ادا کر چکا ہو

599 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ اپنی قوم کی طرف جا کر ان لوگوں کو وہی نماز پڑھاتے تھے۔

شرح

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عشاء کی سنتیں یا نفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت وسعادت حاصل ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے پھر وہاں سے اپنی قوم میں آکر لوگوں کو فرض نماز پڑھایا کرتے تھے۔

600 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: إِنَّ مُعَاذًا، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے' پھر وہ واپس جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

نفل نماز کی جماعت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز (پہلے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور وہ ان کے لئے نفل ہوتی۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1123)

599- حديث صحيح، وهذا اسناد قوي من اجل محمد بن عجلان، وباقي رجاله ثقات. وهو في "مسند احمد" (14241)، و"صحيح ابن حبان" (2404) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وانظر ما بعده.

600- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن عيينة. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (700) و (701)، ومسلم (465)، والترمذي (590)، والنسائي في "الكبرى" (911) من طرق عن عمرو بن دينار، بهذا الاسناد. وعند الترمذي وحده: "المغرب" بدل "العشاء". وهو في "مسند احمد" (14307). وسياتي مطولاً برقم (790).

حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پہلے تو عشاء کی نماز پڑھتے وقت عشاء کی سنت کی نیت کرتے ہوں گے یا نفل نماز کی نیت کر لیتے ہوں گے پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کی امامت کرتے اور اس وقت فرض نماز پڑھتے تھے۔ حدیث کے آخری الفاظ وھی لہ نافلۃ کا مطلب سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ دو مرتبہ نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایک آدمی نے اپنے مکان میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد مسجد آیا تو دیکھا کہ وہاں اسی نماز کی جماعت ہو رہی ہے تو جو پہلے پڑھ چکا ہے۔ وہ مسجد میں جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت میں شریک ہو کر دوبارہ نماز پڑھ لیتا ہے اس صورت میں فرض نماز کی ادائیگی چونکہ پہلے ہو چکی ہے اس لئے یہ جماعت کی نماز اس کے لئے نفل ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی کسی مسجد کا امام ہے وہ اپنی مسجد میں نماز پڑھانے سے پہلے کسی خاص موقعہ پر یا کسی خاص آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے بہ نیت نفل نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کے بعد اپنی مسجد میں آکر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے ایسی صورت میں بعد کی نماز فرض ادا ہوگی اور پہلی نماز نفل ہو جائے گی۔

اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اس جملے کا مطلب آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری نماز جو جماعت کے ساتھ فرض یا نفل ادا ہوتی ہے یا پہلی نماز دو مرتبہ پڑھنے والے کے حق میں نافلہ یعنی خیر و بھلائی کی زیادتی اور ثواب کی کثرت کا باعث ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اس جملے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ" وہ دوسری نماز جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قوم کے ہمراہ پڑھتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نفل نماز اور ان کی قوم کی عشاء کی فرض نماز ہوتی تھے۔" حقیقت سے دور ہے کیونکہ یہ بات تو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس مطلب کو بیان کرنے والے حضرت معاذ کا کوئی ایسا قول بھی پیش کریں جس میں حضرت معاذ خود یہ بتائیں کہ ان کی نیت دونوں مرتبہ کیا ہوتی تھی کیونکہ نیت کی حقیقت تو اس وقت تک معلوم نہیں ہوتی جب تک کہ نیت کرنے والا اپنی نیت کے بارے میں خود نہ بتائے کہ اس کی نیت کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت معاذ نماز پڑھتے وقت نیت دل میں کرتے ہوئے گے زبان سے اظہار نہیں کرتے ہوں گے جیسا کہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زبان سے نیت کرتے تھے پھر یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ جملہ" وہی نافلہ" حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اضافہ ہے جو صحیح روایتوں میں موجود نہیں ہے چنانچہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی نے اپنے اجتہاد و مسلک کے مطابق اس کا اضافہ کیا ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

باب: امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانا

601 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ. قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ. فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا

صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ گر گئے جس کی وجہ سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک نماز بیٹھ کر ادا کی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تا کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو جب وہ رکوع میں جائے' تو تم رکوع میں جاؤ جب وہ رکوع سے سر کو اٹھائے' تو تم بھی اٹھاؤ جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پڑھے تو تم رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پڑھے۔ جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

602 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالْمَدِينَةِ فَصَرَعَهُ عَلَى جِذْمِ نَخْلَةٍ فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُودُهُ، فَوَجَدْنَاهُ فِي مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا، قَالَ: فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَسَكَتَ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، نَعُودُهُ فَصَلَّى الْمَكْتُوبَةَ جَالِسًا، فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کھجور کے تنے سے ٹکرا کر گر گئے جس کے نتیجے میں آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی ہم عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بالا خانے میں موجود تھے آپ بیٹھ کر نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے آپ نے ہمیں کچھ نہیں کہا' جب ہم دوسری دفعہ آپ کی عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے' تو آپ بیٹھ کر فرض نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں اشارہ کیا' تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ نے جب نماز مکمل کر لی تو آپ نے فرمایا۔

''جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو جب امام کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو تم لوگ اس طرح نہ کرو جس طرح اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں''۔

مرض کا سبب عذر ہونے کا بیان

اور جب کسی مریض پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اب اگر وہ بیٹھ کر بھی رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ رکوع و سجود اشارے کے ساتھ ادا کر سکتا ہے اور سجدے کو [illegible] رکوع کے

602- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل ابى سفيان -وهو طلحة بن نافع- فانه صدوق لا باس به، وباقى رجاله ثقات. جرير: هو ابن عبد الحميد، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مختصراً بسقوط النبى -صلى الله عليه وسلم- عن الفرس ابن ماجه (3485) من طريق وكيع، بهذا الاسناد. وهو بتمامه فى "مسند احمد" (14205)، و"صحيح ابن حبان" (2112) و(2114). وانظر ما سياتى برقم (606).

اشارے سے زیادہ نیچے کرے گا اور کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اس لئے بلند نہیں کرسکتا تاکہ وہ اس پر سجدہ کرے۔اب اگر وہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں پاتا تو سیدھا لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی جانب کرتے ہوئے رکوع وسجود اشارے کے ساتھ بجالائے اور اگر وہ پہلو کے بل لیٹ گیا اور اپنا چہرہ قبلہ کی جانب کرلیا اور اشارے کے ساتھ نماز پڑھی تو تب بھی جائز ہے اب اگر وہ اپنے سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی وہ اپنی آنکھ اپنے ابروؤں بھوؤں اور اپنے دل کے ساتھ بھی اشارہ نہ کرسکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ نماز کو مؤخر کرسکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

مرض کے سبب عذر اباحت کا بیان

حضرت عمران بن حصین راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کھڑے ہوکر پڑھو، اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہوسکو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی) قادر نہ ہوسکو تو (پھر) کروٹ پر پڑھو۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1223)

اگر کوئی آدمی کسی عذر شدید مثلاً سخت بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر اپنی نماز ادا کرے اور اگر عذر اتنا شدید ہو کہ بیٹھ کر بھی قدرت سے باہر ہو تو پھر آخری مرحلہ یہ ہے کہ (لیٹے لیٹے) کروٹ سے بقبلہ ہوکر پڑھ لے پھر اس میں بھی اتنی آسانی کہ اگر کوئی آدمی قبلے کی طرف منہ نہ کرسکے یا یہ کہ کوئی آدمی ایسا پاس موجود نہ ہو جو معذور کا منہ قبلے کی طرف کرسکے تو جس طرف بھی منہ ہو ادھر ہی کی طرف پڑھ لے، ایسے موقع پر کسی بھی سمت منہ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ لیٹ کر نماز پڑھنے کے سلسلے میں افضل یہ ہے کہ رو بقبلہ ہوکر چت لیٹے کندھے کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو اونچا کرے اور اشاروں سے نماز پڑھے۔ چنانچہ دار قطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اس سے چت لیٹ کر ہی نماز پڑھنے کا اثبات ہوتا ہے یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کے بارہ میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بطور خاص حضرت عمران کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے اور چت نہیں لیٹ سکتے تھے لہٰذا یہ حدیث دوسروں کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔

آخر میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرض نماز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اس لیے نفل نمازوں میں یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

عذر کے سبب نماز میں قیام ورکوع وغیرہ میں رخصت کا بیان

اب اگر وہ کھڑا ہونے کی تو طاقت رکھتا ہو لیکن رکوع وسجود کرنے کی طاقت نہ پاتا ہو تو ایسے آدمی کے لئے کھڑا ہونا لازم نہیں ہے اور اس کے لئے بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ پس جب کسی تندرست نے اپنی کچھ نماز کھڑے ہوکر پڑھی پھر اسے کوئی مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنی باقی نماز بیٹھ کر مکمل کرے اور اگر رکوع وسجود کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو رکوع وسجود وہ اشارے سے ادا کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو سیدھے لیٹنے کی حالت میں نماز پڑھے گا اور وہ آدمی جو کسی

مرض کی وجہ سے رکوع وسجود کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر اسی دوران وہ صحیح ہو گیا تو وہ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اپنی اسی نماز پر بناء کرے گا (یعنی اسے مکمل کرے گا)۔ اگر کسی نے اپنی کچھ نماز اشارے کے ساتھ پڑھ لی پھر وہ رکوع وسجود کرنے کے قابل ہو گیا تو اس صورت میں اسے نماز نئے سرے سے پڑھنا ہوگی اور وہ آدمی جس پر پانچ یا پانچ نمازوں سے کم وقت تک غشی چھائی رہی تو جب وہ صحیح ہو جائے تو وہ ان نمازوں کو قضاء کر کے پڑھے گا اب اگر بے ہوشی کے باعث اس کی پانچ سے بھی زیادہ نمازیں فوت ہو گئیں۔ تو اس صورت میں وہ انہیں قضاء نہیں کرے گا۔

عذر کے سبب حرمت کا اباحت کی جانب منتقل ہونے کا قاعدہ فقہیہ

مسئلہ مذکورہ کا ثبوت یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ حرمت سے اباحت کی طرف منتقل ہونے کیلئے قوی اسباب کا ہونا ضروری ہے جبکہ اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کیلئے معمولی سبب بھی کافی ہوتا ہے۔ (الاشباہ)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان اسکی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون صرف تین اسباب سے حلال ہوتا ہے ۱۔ نکاح کے بعد زنا کرنا ۲۔ جان کا بدلہ جان ۳۔ اور جو شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

مسلمان کے خون میں اصل حرمت ہے لیکن اس حدیث میں تین ایسے قوی اسباب ذکر ہوئے ہیں جو مسلمان کے خون کی حرمت کو اباحت کی منتقل کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قوی اسباب کی وجہ سے حرمت اباحت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے

حکم کا اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رسول اللہ ﷺ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ قاتل پر قصاص ہی ہے مگر جبکہ کوئی شخص معاف کر دے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۹۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

قتل کی وجہ سے قاتل کا خون مباح ہو چکا لیکن جب مقتول کے ورثاء نے قاتل کو معاف کر دیا تو یہ معمولی سا سبب ہے جسکی وجہ سے قاتل کے خون کی اباحت حرمت کی طرف منتقل ہو گئی۔

جس پر پاگل پن یا بیہوشی طاری ہو جائے اور بیہوشی اور جنون پانچ نمازوں تک یا اس سے کم تک مسلسل رہے تو افاقہ ہو جانے کے بعد اس کی قضا کرے۔

عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمَيْنِ فَلَمْ يَقْضِهِ. (دار قطنی باب الرجل يُغْمَى عَلَيْهِ وَقَدْ جَاءَ وَقْتُ الصَّلَاةِ هَلْ يَقْضِي أَمْ لَا)

فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 121 میں ہے۔

فلا قضاء علی مجنون ولا علی مغمی علیه مافاته فی تلک الحالة وزادت الفوائت علی یوم ولیلة۔

امام کی پیروی کرنے کا بیان

603 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، عَنْ وُهَيْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَلَا تُكَبِّرُوا حَتَّى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَلَا تَرْكَعُوا حَتَّى يَرْكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَلَا تَسْجُدُوا حَتَّى يَسْجُدَ، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمَانَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تا کہ تم اس کی پیروی کرو اگر وہ تکبیر کہے' تو تم بھی تکبیر کہو' تم اس وقت تک تکبیر نہ کہو جب تک وہ تکبیر نہ کہہ لے' جب وہ رکوع میں جائے' تو تم بھی رکوع میں جاؤ' تم اس وقت تک رکوع میں نہ جاؤ جب تک وہ رکوع میں نہ چلا جائے۔ جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے' تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔

مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وَلَكَ الْحَمْدُ کہو

جب وہ سجدے میں جائے' تو تم بھی سجدے میں جاؤ' تم اس وقت تک سجدے میں نہ جاؤ جب تک وہ سجدے میں نہیں چلا جاتا' جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے' تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے' تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے الفاظ میرے بعض ساتھیوں نے سلیمان نامی راوی کے حوالے سے مجھے سمجھائے ہیں۔

ربنا لک الحمد آہستہ آواز کہنے میں اتفاق مذاہب اربعہ

''ربنا لک الحمد'' کو بالجہر پڑھنے کا رواج ماضی قریب میں ہوا ہے، اور وہ بھی صرف ایک جماعت اور ان میں بھی صرف چند ہی لوگوں کے بیچ، اس کے برخلاف حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ، اور دیگر تمام فرقوں کے یہاں اس مسئلہ کا نام ونشان تک نہیں ہے، سلف صالحین، صحابہ وتابعین کے ادوار میں اس مسئلہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، عہد صحابہ سے لیکر عصر حاضر تک حدیث وفقہ اور تفسیر قرآن کا جتنا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے کسی میں بھی اس مسئلہ کی جانب ادنیٰ اشارہ تک نہیں، قرآن کے بعد سب سے معتبر کتاب ''صحیح بخاری'' ہے، اس میں ہمیں یہ ابواب تو نظر آتے ہیں'' :باب جهر الامام بالتامين''، ''باب جهر الماموم بالتامين'' مگر ''باب الجهر باللهم ربنا لك الحمد'' یعنی دعاء قومہ کو بلند آواز سے پڑھنا، اس کے اثبات میں کوئی باب نظر نہیں آتا، حالانکہ دعائے قومہ میں جہر کے قائلین جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

حیرت ہے کہ امام بخاری جن کے بارے میں "امام الدنیا فی فقہ الحدیث" اور "فقہ البخاری فی تراجمہ" کہا گیا ہے، ان کے ذہن کی رسائی بھی اس مسئلہ تک نہ ہو سکی جسے آج پیدا کیا جا رہا ہے، امام بخاری پر کیا موقوف دنیا کے کسی محدث نے بھی دعاء قومہ میں جہر کا فتویٰ نہیں دیا ہے، عصر حاضر کے ناصر الدین الالبانی ہیں انہوں نے صفۃ صلوٰۃ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں یہ مسئلہ تو مل جائے گا کہ "آمین بآواز بلند کہنا چاہیے" مگر ربنا لک الحمد "بلند آواز سے پڑھنا، اس کا بیان کیا نام و نشان تک نہ ملے گا، بلکہ "اصل صفۃ الصلوٰۃ" کی بعض کی عبارات سے لگتا ہے کہ علامہ البانی کے نزدیک ربنا لک الحمد کا آہستہ پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (اصل صفۃ الصلوٰۃ: ج ۲ ص ۶۷۸)

امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ممانعت کا بیان

604 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ الْوَهْمُ عِنْدَنَا مِنْ أَبِي خَالِدٍ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''امام کو اس لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ اس کی پیروی کی جائے''۔

اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: ''جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو''۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ اضافی الفاظ ''جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو''۔

یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں ابوخالد نامی راوی کو وہم ہوا ہے۔

شرح

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الاعراف)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان

"وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآن فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" عَنِ الْكَلَام "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" نَزَلَتْ فِي تَرْك الْكَلَام فِي الْخُطْبَة وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقُرْآنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي قِرَاءَة الْقُرْآن مُطْلَقًا. (تفسیر جلالین)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور کلام کرنے سے چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت جمعہ میں خطبہ کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کو قرآن سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ خطبہ بھی قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مطلق قرأت قرآن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوران نماز آوازیں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (زادالمسیر 3_312، درمنثور 2_155)

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں نماز فرض ہوئی تو لوگ اپنی نمازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے ایک شخص آتا اور اپنے ساتھ والے سے پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں وہ کہتا اتنی پڑھ لی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 9_111، قرطبی 7_353)

زہری کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری نوجوان کے متعلق نازل ہوئیں جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرات کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرض نماز میں قرات کی آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے بلند آواز سے قرآت کرنے لگے جس سے آپ سے نماز میں خلط ہو گیا تو اس پر یہ آیت اتری۔ سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن اور دوران خطبہ امام کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (طبری 9_112، قرطبی 7_353)

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاؤ ڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقائے سفر کو ان کی تلاوت کی آوازوں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں، اگر چہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرأت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم سب بیٹھو اور قرآن سنو۔

اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملہ میں کچھ گنجائش دی ہے، لیکن اولیٰ اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ خارج نماز بھی جب کہیں سے تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اس پر کان لگائے اور خاموش رہے اور اسی لئے ایسے مواقع میں جہاں لوگ سونے میں یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تلاوت قرآن بآواز بلند کرنا مناسب نہیں۔

آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھ اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز کے سوا جب کوئی پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھی بہت سے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مراد اس سے نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔ حضرت عطاء

سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرأت پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 819)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قراءت کرے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرات سننا چاہئے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فانصتوا" یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو نہیں فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ)۔ 7۔ الاعراف: 204)

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ ہو۔

مدرک رکوع کی رکعت کا عدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ۔ اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگاؤ وہاں

جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1113)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آ کر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہو اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہو اور اسے رکوع مل جائے تو اسکی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے۔ مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنا نہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔

دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ " رکعۃ " سے رکوع مراد ہے اور " صلوۃ " سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعۃ اور صلوۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزء کا مطلب یہ ہوگا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہذا اسے نماز با جماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔

ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہئے کہ اس حدیث کے مطابق امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے شخص کی نماز کی وہ رکعت کس طرح ہو جائے گی۔ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی۔ امید ہے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کیلئے یہ دلیل بھی کافی ہوگی۔

امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے، جہری نماز میں محض امام کی قرات سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں خواہ نماز سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرائت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ " صحابہ " کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورت فاتحہ کی قرات کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ کَانَ لَہٗ إمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الإمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ۔

یعنی نماز میں جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اس مقتدی کی قرات ہوگی ۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری ومسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابہ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

اور مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے ۔جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فاتحہ میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فاتحہ قرأت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے لہٰذا اس میں امام ومقتدی دونوں شامل ہوں گے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا امام ہو پس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور قرأت ایسا رکن ہے جو امام ومقتدی کے درمیان مشترک ہے۔ لیکن مقتدی کے حصے میں خاموشی ہے۔ اور توجہ سے سننا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور اس کا پڑھنا بطور احتیاط مستحسن ہے۔ اسی قول کی وجہ سے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ مقتدی کے پڑھنے پر وعید وارد ہوئی ہے۔

مقتدی توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔ خواہ امام ترغیب کی آیت پڑھے یا ترہیب کی آیت پڑھے۔ کیونکہ توجہ سے سننا اور خاموش رہنا نص قرآنی کے مطابق فرض ہے۔ اور قرأت کرنا، جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا یہ سب مداخلت ہے۔ اور اسی طرح خطبہ میں اور جب امام نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے۔ اس لئے خطبہ سننا فرض ہے۔ لیکن جس وقت خطیب اللہ تعالیٰ کا فرمان "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ" پڑھے تو سننے والا اپنے دل میں درود پڑھے۔ اور جو شخص منبر سے دور ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہٰذا خاموشی ہی زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ فرض انصات قائم رہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ صواب کو جاننے والا ہے۔

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تم چپ کر جاؤ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ،لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قرأت کرنے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرأت سننا چاہئے اس کے لیے آپ ﷺ نے فانصتوا یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو۔ فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) 7 ۔الاعراف:(204

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو (بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں) اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں) خاموش رہو۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس انصاری نوجوان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی عادت تھی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ قرآن سے کچھ پڑھتے یہ بھی اسے پڑھتا پس یہ آیت اتری۔ مسند احمد اور سنن میں حضرت ابوہیریہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہو کر پلٹے جس میں آپ نے با آواز بلند قرات پڑھی تھی پھر پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مجھ سے قرآن کی چھینا جھپٹی ہو رہی ہے؟ راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان نمازوں میں جن میں آپ اونچی آواز سے قرات پڑھا کرتے تھے قرات سے رک گئے جبکہ انہوں نے رسول ﷺ سے یہ سنا۔ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں اور ابو حاتم رازی اس کی تصحیح کرتے ہیں۔

امام زہری کا قول ہے کہ امام جب اونچی آواز سے قرات پڑھے تو انہیں امام کی قرات کافی ہے امام کے پیچھے والے نہ پڑھیں گو انہیں امام کی آواز سنائی بھی نہ دے۔ ہاں البتہ جب امام آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اس وقت مقتدی بھی آہستہ پڑھ لیا کریں اور کسی کو لائق نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ پڑھے خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ علماء کے ایک گروہ کا مذہب ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرات کرے تو مقتدی پر نہ سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے نہ کچھ اور۔ امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے لیکن یہ قول پہلے کا ہے۔

جیسے کہ امام مالک کا مذہب، ایک اور روایت میں امام احمد کا بہ سبب ان دلائل کے جن کا ذکر گزر چکا۔ لیکن اس کے بعد کا آپ کا یہ فرمان ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ امام کے سکتوں کے درمیان پڑھ لے۔ صحابہ تابعین اور ان کے بعد والے گروہ کا یہی فرمان ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد فرماتے ہیں مقتدی پر مطلقاً قرات واجب نہیں نہ اس نماز میں جس میں امام آہستہ قرات پڑھے نہ اس میں جس میں بلند آواز سے قرات پڑھے اس لئے کہ حدیث میں ہے امام کی قرات مقتدیوں کی بھی قرات ہے۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ یہی حدیث موطا امام مالک میں موقوفاً مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے یعنی یہ قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہونا زیادہ صحیح ہے نہ کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کا (لیکن یہ بھی یاد رہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں مروی ہے کہ كنا نقرا في الظهر و العصر خلف الامام في الركعتين الاليين بفاتحة الكتاب و سورة

وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب یعنی ہم ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھتے تھے اور کوئی اور سورت بھی اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے پس معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا کہ امام کی قرات اسے کافی ہے اس سے مراد الحمد کے علاوہ قرات ہے۔

یہ مسئلہ اور جگہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی خاص مسئلے پر حضرت امام ابو عبداللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ ہر نماز میں خواہ اس میں قرات اونچی پڑھی جاتی ہو یا آہستہ مقتدیوں پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطا بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھ اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔

حضرت عطاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرات پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا (حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی خوف کی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے اور جب بھی کسی رحمت کے بیان والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے)۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (ابن کثیر، اعراف، ۲۰۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری (ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ)

سورہ فاتحہ کی قرأت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورہ فاتحہ کے

علاوہ کوئی سورۃ وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرأت سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خواہ نماز سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرأت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہا اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورہ فاتحہ کی قرأت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ قِرَاءَۃٌ لَہٗ

یعنی (نماز میں) جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس (مقتدی) کی قرأت ہوگی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابۃ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

سورۃ فاتحہ کے بارے میں ائمہ کی ابحاث کا بیان

سورہ فاتحہ کے سلسلے میں ائمہ کے ہاں دو بحثیں چلتی ہیں اول تو یہ کہ مطلقاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بحث کی توضیح پہلے کی جا چکی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی۔ اور یہی حضرت امام احمد کا بھی مسلک ہے، امام مالک کے نزدیک فرض نہیں مگر آہستہ آواز کی نماز میں مستحب ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں ہے بلکہ حنفی فقہاء تو اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔

امام محمد کے مذہب کی تحقیق

ابھی ہم نے اوپر لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم اور صاحبین کا متفقہ طور پر یہ مسلک ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے

مگر اس سلسلے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے جس کی بنیاد پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام محمد کا مسلک امام اعظم اور امام ابو یوسف سے کچھ مختلف ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور کچھ دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمد اس کے قائل ہیں کہ آہستہ آواز کی نماز میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ہم سمجھتے ہیں کہ امام محمد کی طرف اس قول کی نسبت کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ امام محمد کی کتابوں سے بالکل صاف طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف سے بالکل متفق ہیں۔ چنانچہ امام محمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ **لا قرأۃ خلف الامام فیما جھر فیہ و لا فیما لم یجھر بذلک جاءت عامۃ الاثار و ھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی۔**

نماز خواہ بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی کسی حال میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے اسی کے مطابق ہمیں بہت سے احادیث پہنچی ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

نیز امام موصوف نے اپنی دوسری تصنیف کتاب الآثار میں قرأت خلف الامام کے عدم اثبات میں احادیث و آثار کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا **وبہ ناخذ لانری القراءۃ خلف الامام شیء من الصلوۃ یجھر فیہ او لا یجھر فیہ۔**

اور یہی (یعنی عدم قرأت خلف الامام) ہمارا بھی مسلک ہے ہم قرأت خلف الامام کو کسی بھی نماز میں خواہ وہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی نماز روا نہیں رکھتے۔

بہر حال مذکورہ بالا مذہب کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ سورہ فاتحہ کے سلسلہ میں حنفیہ دو چیزوں کے قائل ہیں۔ اول تو یہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی بھی حال میں فرض نہیں خواہ وہ نماز بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی اور دوسری یہ کہ اگر کوئی مقتدی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا وہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس موقعہ پر ہم صرف اتنی بات صاف کریں گے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ، کیوں نہیں ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔

تو جاننا ہے کہ جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اس کی سب سے بڑی دلیل اس باب کی پہلی حدیث ہے یعنی **لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب** ان حضرات کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق میں کافی نہیں بلکہ ہر ایک آدمی کو بطور خود پڑھنا ضروری ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لیے کافی ہے۔ جب امام نے پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری جماعت نے پڑھا، چنانچہ وہ اپنے اس قول کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں **من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ** (یعنی جو آدمی کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو اس امام کی قرأت اس (مقتدی) کی بھی قرأت سمجھی جائے گی) گو بعض علماء نے اگرچہ اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کا کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بہت سی اسناد سے ثابت ہے جن میں سے بعض اسناد تو اس درجے کی صحیح و سالم ہیں کہ اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں۔

بہر حال اس حدیث سے یہ بات بصراحت ثابت ہوتی ہے۔ کہ مقتدی کو قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو سورہ فاتحہ کی

اور نہ کسی اور سورۃ کی۔ اس موقع پر یہ احتمال بھی پیدا نہیں کیا جا سکتا کہ شاید اس حدیث کا تعلق بلند آواز کی نماز سے ہو کیونکہ یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عصر کی نماز کے وقت تھا۔ جو آہستہ آواز کی نماز ہے اور جب آہستہ آواز کی نماز میں یہ حکم ہے تو بلند آواز کی نماز میں تو بدرجہ اولیٰ یہی حکم ہوگا۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دس دلائل کا بیان

دلیل نمبر 1:

قَالَ اللهُ تَعَالٰى: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥(سورۃ اعراف، 204)

ترجمہ: "جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب توجہ سے سنو اور بالکل خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

تفسیر: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْمُفَسِّرُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ الرَّازِيُّ ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ ثَنَا أَبُوْ صَخْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ فِي الصَّلَاةِ أَجَابَهٗ مَنْ وَّرَائَهٗ إِنْ قَالَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ حَتّٰى تَنْقَضِيَ الْفَاتِحَةُ وَالسُّوْرَةُ۔ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَّلْبَثَ ثُمَّ نَزَلَتْ { وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ } فَقَرَئَ وَأَنْصَتُوْا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، ج 5 ص 258، کتاب القرأۃ، امام بیہقی ص 88)

ترجمہ: حضرت محمد کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "پہلے آپ ﷺ نماز پڑھاتے تو پیچھے نماز پڑھنے والے بھی ساتھ ساتھ کلمات دہراتے جاتے، اگر آپ ﷺ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے تو پیچھے والے بھی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے یہاں تک کہ سورۃ فاتحہ مکمل ہو جاتی اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا، چلتا رہا پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی {وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ} تو آپ ﷺ قرأت فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہتے۔"

دلیل نمبر 2:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَحْرٍ الْجُنْدِيُّ نِيْسَابُوْرِيُّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَشِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُبَيْدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ۔

(صحیح ابی عوانہ ج 1، ص 360، سنن ابن ماجہ، ص 61)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام {غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ} کہے تو تم "آمین" کہو!

دلیل نمبر 3:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ مَاجَةَ الْقَزْوِيْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ

بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ ثَنَا اَبُوْخَالِدِ الْاَحْمَرِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَئَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ {غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ} فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، سنن النسائی ج 1 ص 146)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے جس وقت امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرآن مجید کی قرأت کرے تو تم خاموش رہو جس وقت امام {غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ} کہے تو تم "آمین" کہو!"

دلیل نمبر 4:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ اُكَیْمَةَ اللَّیْثِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَ فِیْهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ ،هَلْ قَرَئَ مَعِیَ مِنْكُمْ اَحَدٌ اٰنِفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ ! اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ! قَالَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (مؤطا امام مالک ص 68، مؤطا امام محمد ص 95)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جہری نماز (جس میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے) سے فارغ ہوئے تو مڑ کر فرمایا کہ "تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرآن مجید پڑھا ہے؟ لوگوں (صحابہ کرام) میں سے ایک شخص نے کہا میں (آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھ رہا تھا) یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: "میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ کیوں قرآن کا جھگڑا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے رک گئے۔"

دلیل نمبر 5:

قَالَ الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِیْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِیْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوْسٰی بْنِ اَبِیْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ اللَّیْثِیِّ اَبِی الْوَلِیْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا قَرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الظُّهْرِ اَوِ الْعَصْرِ قَالَ: قَالَ فَاَوْمَاَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَنَهَاهُ فَاَبٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اَتَنْهَانِیْ اَنْ اَقْرَاَ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرْنَا ذَالِكَ حَتّٰی سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔ (کتاب الآثار امام ابوحنیفہ بروایۃ ابی یوسف ص 23، مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی محمد حارثی ص 118)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز میں قرآن پڑھا تو دوسرے آدمی نے اس کو اشارے سے روکا (کہ وہ قرآن مجید کی قرأت امام کے پیچھے نہ کرے) جب وہ نماز سے فارغ ہوا

تو اس نے اس روکنے والے سے کہا: "کیا تو مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھنے سے روکتا ہے؟ یہ مسئلہ ان دونوں کے درمیان چلتا رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔" یعنی مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔

دلیل نمبر 6:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ اَبُوْجَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّحَاوِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ ثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ ثَنَا عُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَؤُوْنَ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فَسَكَتُوْا. فَسَأَلَهُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ هٰذَا قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا۔ (سنن طحاوی ج1 ص 158، احکام القرآن، امام طحاوی رحمہ اللہ ج1، ص 252)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم (اس وقت بھی) قرأت کرتے ہو (جبکہ) امام بھی قرأت کرتا ہے؟ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) تین مرتبہ سوال کیا تو انہوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے کہا: "ہم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو!!"

دلیل نمبر 7:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ الْاَعْظَمُ اَبُوْحَنِيْفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ؛ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ۔

(مسند ابی حنیفہ بروایہ محمد الحارثی ص 114، مسند ابی حنیفہ بروایہ ابی نعیم ص 405)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔"

دلیل نمبر 8

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِيْ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(مصنف عبدالرزاق ج2 ص 81، عمدۃ القاری ج4 ص 449)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے تھے۔"

دلیل نمبر 9:

عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ كَانَ عَشَرَةٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنِ

الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ اَشَدَّ النَّهْيِ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَ عُمَرُ الْفَارُوْقُ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔" (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۴۹)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دس:

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان
4. حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب
5. حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ
6. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
7. حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
8. حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
9. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
10. حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سختی سے روکتے تھے۔

دلیل نمبر 10:

رَوَى الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيْهُ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ ؟ قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهٗ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ۔ وَاِذَا صَلّٰى وَحْدَهٗ فَلْيَقْرَءْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(موطا امام مالک ص 69، موطا امام محمد ص 95)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے تھے: "جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دلائل احادیث کی روشنی میں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم: مَنْ صَلّٰى خَلْفَ الْإِمَامِ فَاِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ. رَوَاهُ اَبُوْ حَنِيْفَةَ.

(الخوارزمی فی جامع المسانید، 1 / 331، والامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام، 1 / 96، وعبد بن حمید فی المسند، 1 / 320، الرقم: 1050، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 8 / 43، الرقم: 7903، والبیہقی فی السنن الکبری، 2 / 160۔)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، تو ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میں سے کس نے میرے پیچھے قراءت کی تھی؟ (لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کے ڈر سے خاموش رہے، یہاں تک کہ) تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتکرار یہی استفسار فرمایا۔ آخر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔ (مسند الإمام الأعظم: 61)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ) کہے تو تم (رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) کہو، جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو۔

(البخاری فی الصحیح، کتاب: صفة الصلاة، باب: إيجاب التكبير وافتتاح الصلاة، 1/ 257، الرقم: 701)

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کے متعلق سوال کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امام کے ساتھ کسی چیز میں قراءت نہیں۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: المساجد ومواضع الصلاة، باب: سجود التلاوة، 1/ 406، الرقم: 577)

حضرت حطّان بن عبداللہ رقاشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا: یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کی تھی؟ سب خاموش رہے، انھوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی؟ سب خاموش رہے، کہ آپ میری پٹائی کریں گے (یا ناراض ہوں گے) اس موقع پر حضرت موسیٰ نے مجھ سے کہا: اے حطّان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا: میں نے نہیں کہا، مجھے تو آپ کا ڈر تھا، پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا مکمل طریقہ بتلا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب وہ (غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ) کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائے گا، پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام (سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ

حَمِدَهُ) کہے تو تم (اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ) کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے تو تم سب سے پہلے یہ کلمات: (اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ) پڑھو۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: الصلاة، باب: التشہد فی الصلاة، 1/ 303، 304، الرقم: 404، وابن حبان فی الصحیح، 5/ 541، الرقم: 2167، والدارمی فی السنن، 1/ 363، الرقم: 1358.)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی یہ الفاظ ہیں: اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: الصلاة، باب: التشہد فی الصلاة، 1/ 304، الرقم: 404، والبیہقی فی السنن الکبری، 2/ 155، الرقم: 2709. امام مسلم نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح ہے۔)

حضرت ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

(الترمذی فی السنن، کتاب: الصلاة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: ما جاء فی ترک القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، 1/ 346، 347، الرقم: 312، 313.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سورت: (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰى) پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے قراءت کس نے کی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ایک آدمی نے۔ فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(أبو داود فی السنن، کتاب: الصلاة، باب: من رأی القراءة إذا لم یجهر، 1/ 219، الرقم: 828.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے سورہ: (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰى) کس نے پڑھی؟ ایک آدمی نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(أبو داود فی السنن، کتاب: الصلاة، باب: من رأی القراءة إذا لم یجهر، 1/ 219، الرقم: 829.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جہری نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قراءت کی تھی؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے تھے۔ (وَقَالَ أَبُوْ عِيْسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ. الترمذی فی السنن، کتاب: الصلاة عن رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم، باب: ما جاء فی ترک القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، 1/ 344، 345، الرقم: 312.)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه و آله وسلم: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه وَأَبُوْ دَاوُدَ وَأَحْمَدُ. هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ. ابن ماجه فی السنن، کتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: إذا قرأ الإمام فأنصتوا

(1/ 458، الرقم: 846، وأبو داود فی السنن، کتاب: الصلاة، باب: الإمام یصلی من قعود، 1/ 237، الرقم: 604.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو، اور جب قراءت کرے تو چپ رہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہے تو تم (اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ) کہو۔

النسائی فی السنن، کتاب: الافتتاح، باب: تأویل قوله عزوجل: وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون، 2/ 141، الرقم: 921.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قرات فرمائی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے اب کسی شخص نے میرے ساتھ قرآن پڑھا؟ ایک شخص نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! میں نے پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے تو میں بھی کہہ رہا تھا کیا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔ جب سے لوگوں نے یہ سنا تو جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بآواز بلند قراءت فرماتے تھے کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت نہ کرتا۔ (النسائی فی السنن، کتاب: الافتتاح، باب: قراءة أم القرآن خلف الإمام فیما جهر به الإمام، 2/ 140، الرقم: 919)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازِ ظہر ادا فرمائی ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى) پڑھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس سورۃ کو کس شخص نے پڑھا، ایک شخص نے عرض کیا: میں نے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔

(النسائی فی السنن، کتاب: الافتتاح، باب: ترک القراءة خلف الإمام فیما جهر به، 2/ 141، الرقم: 917، والطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1/ 207.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب وہ (اللہ اکبر) کہے تو تم (اللہ اکبر) کہو جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو جب وہ (ولا الضالین) کہے تو تم (آمین) کہو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ (سمع اللہ لمن حمدہ) کہے تو تم (اللھم ربنا و لک الحمد) کہو جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب: اذا قرأ الامام فانصتوا، 1، 276، الرقم: 846.)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب: اذا قرأ الامام فانصتوا، 1، 276، الرقم: 847.)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قراءت کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو خود قراءت کرے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(أخرجہ مالک فی الموطأ، کتاب: النداء بالصلاۃ، باب: القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ، 1، 86، الرقم: 192، والطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1، 284، الرقم: 1263.)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (احمد بن حنبل فی المسند، 4، 415)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور ہمارے مشائخ نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُس شخص کی نماز ہی نہیں جو امام کی اقتداء میں قراءت کرے اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبدالرزاق فی المصنف، 2، 139، الرقم: 2810، والامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام، 1، 98.)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کی اقتداء میں قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: خاموش رہو کہ نماز میں مصروفیت ہے تجھے امام اس (قراءت) کی کفایت کر دے گا۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام: 96، والطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1، 284، الرقم: 1273.)

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جہری (جن میں آواز سے قراءۃ ہوتی ہے)

اور سری (جن میں قراءۃ آہستہ ہوتی ہے) دونوں طرح کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام:96.)

داؤد بن قیس فراء مدنی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی نے بتایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف الامام:98.)

عبداللہ بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، الرقم:2805.)

امام محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، الرقم:2806.)

حضرت ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: کیا میں قراءت کروں جبکہ امام میرے سامنے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ (الطحاوی فی شرح معانی الآثار، 1/284، الرقم:1282.)

قاعدہ فقہیہ سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کا بیان

النهي لايكون الا بعد الاباحة۔

حکم نہی اباحت شئی کے بعد آتا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج۱ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ جو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے فرماتے ہیں میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں اور لوگ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے کہا کیا آپ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے تو انہوں نے کہا کہ میں نے سفر میں اپنی نماز پڑھ لی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دن میں فرض نماز کو دو مرتبہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

ابتدائے اسلام میں مسلمان اسی طرح کرتے تھے کہ وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیتے تھے پھر مسجد میں آتے اور دوبارہ اسی نماز کو پاتے تو پڑھ لیتے تھے حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج۱ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ ملتان)

605 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے' تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ رکوع میں جائے' تو تم رکوع میں جاؤ۔ جب وہ (رکوع سے) اُٹھے تم بھی اُٹھو جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو''۔

606 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى اَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ، وَهُوَ قَاعِدٌ وَاَبُو بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِيُسْمِعَ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے ہم نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہہ رہے تھے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچا ئیں۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے)

607 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، اَخْبَرَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي حُصَيْنٌ، مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ اُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، اَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، اِنَّ اِمَامَنَا مَرِيضٌ، فَقَالَ: اِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ

❁❁ حصین جن کا تعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے وہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے' تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارا امام بیمار ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کی سند متصل نہیں ہے۔

بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب: دو آدمیوں میں سے کوئی ایک' دوسرے کی امامت کر رہا ہو' تو وہ دونوں کیسے کھڑے ہوں گے؟

608 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى اُمِّ حَرَامٍ فَاَتَوْهُ بِسَمْنٍ وَتَمْرٍ، فَقَالَ: رُدُّوا هٰذَا فِي وِعَائِهِ، وَهٰذَا فِي سِقَائِهِ، فَاِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا فَقَامَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ وَاُمُّ حَرَامٍ خَلْفَنَا، قَالَ ثَابِتٌ: وَلَا

اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ: اَقَامَنِیْ عَنْ یَمِیْنِهٖ عَلٰی بِسَاطٍ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں گھی اور کھجوریں پیش کیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں (یعنی کھجوروں کو) اور اسے (یعنی گھی کو) ان کے برتن میں واپس ڈال دو۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی جو نفل تھیں سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم حرام رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئیں۔

ثابت نامی راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تھا۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی پر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا تھا''۔

609 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ يُحَدِّثُ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّهُ وَامْرَاَةً مِّنْهُمْ، فَجَعَلَهُ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَالْمَرْاَةَ خَلْفَ ذٰلِكَ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اور ان کے خاندان کی ایک خاتون کی امامت کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا اور خاتون آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی۔

610 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِيْ بَيْتِ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّاَ، ثُمَّ اَوْكَاَ الْقِرْبَةَ، ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّاْتُ كَمَا تَوَضَّاَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ، فَاَخَذَنِيْ بِيَمِيْنِهٖ فَاَدَارَنِيْ مِنْ وَّرَائِهٖ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ، فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہر گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اُٹھے آپ نے مشکیزے کا منہ کھولا آپ نے اس سے وضو کیا اور مشکیزے کے منہ کو بند کیا اور نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی اٹھا میں نے بھی اسی طرح وضو کیا' جس طرح آپ نے کیا تھا۔ پھر میں اُٹھا اور آپ کے بائیں طرف آ کر کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے پکڑا اور اپنے پیچھے سے گھما کر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ میں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

611 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ اَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَاَخَذَ بِرَاْسِيْ اَوْ بِذُؤَابَتِيْ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ

608- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة. وثابت: هو ابن اسلم البناني. وهو في "مسند احمد" (13594) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه دون ذكر السمن والتمر مسلم (660) (268). والنسائي في "الكبرى" (879) من طريق سليمان بن المغيرة، عن ثابت، به. واخرجه مطولاً البخاري (1982) من طريق حميد الطويل، عن انس. وهو في "صحيح ابن حبان" (990) و (7186). وانظر ما بعده، وما سياتي برقم (612).

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
"مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بالوں سے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا"۔

بَابُ اِذَا كَانُوْا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُوْمُوْنَ

باب: جب تین لوگ (نماز باجماعت میں شریک) ہوں تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے؟

612 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَاَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ. قَالَ اَنَسٌ: فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی دادی سیدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانے کی دعوت کی جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھالیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اُٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں چٹائی کی طرف گیا جو زیادہ استعمال ہو کر سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے۔ میں نے اور لڑکے نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ (پھر آپ واپس تشریف لے گئے)

613 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ هَارُوْنَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اسْتَاْذَنَ عَلْقَمَةُ، وَالْاَسْوَدُ، عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ، وَقَدْ كُنَّا اَطَلْنَا الْقُعُوْدَ عَلٰى بَابِهِ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَاْذَنَتْ لَهُمَا فَاَذِنَ لَهُمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ

⊛⊛ عبدالرحمن بن اسود اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی۔ راوی کہتے ہیں: ہمیں خاصی دیر ان کے دروازے پر بیٹھنا پڑا ایک لڑکی باہر آئی۔ اس نے (اندر جا کر) ان دونوں صاحبان کے لیے اجازت مانگی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے میرے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

611- اسنادہ صحیح، هشیم- وهو ابن بشیر- قد صرح بالتحدیث عند البخاری، فانتفت شبهة تدلیسه. ابو بشر: هو جعفر بن ایاس. واخرجه البخاری (5919) من طریق هشیم، بهذا الاسناد. واخرجه ایضا (117) و (699)، والنسائی فی "الکبری" (406) من طریقین عن سعید بن جبیر، به. وهو فی "مسند احمد" (1843). وسیأتی برقم (1357) من طریق الحکم، عن سعید بن جبیر. وانظر ماقبله

بَابُ الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب: امام کا سلام پھیرنے کے بعد منہ پھیر کر بیٹھنا

614- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ

جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کی تو آپ نے اپنا رخ پھیر لیا۔

615- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، فَيُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے تو ہماری یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں تا کہ (نماز مکمل کرنے کے بعد) نبی اکرم ﷺ ہماری طرف رُخ کریں گے۔

بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ

باب: امام کا اپنی جگہ پر نوافل ادا کرنا

616- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّ الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''امام نے جس جگہ نماز ادا کی ہو وہ وہاں (سنت یا نفل نماز) ادا نہ کرے۔ بلکہ وہاں سے ہٹ جائے''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (کا زمانہ) نہیں پایا۔

بَابُ الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ

باب: امام کے آخری رکعت (کے سجدے) سے سر اٹھانے کے بعد اسے حدث لاحق ہونا

614- اسناده صحيح. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هو الثوري. واخرجه النسائي في "الكبرى" (1258) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مطولاً الترمذي (217) من طريق هشيم بن بشير، اخبرنا يعلى، به. وهو في "مسند احمد" (17474) و (17475)

617 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ اَنْعُمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ، وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِذَا قَضَى الْاِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَاَحْدَثَ قَبْلَ اَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِمَّنْ اَتَمَّ الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب امام نماز مکمل کر لے اور (قعدہ میں) بیٹھا ہوا ہو اور پھر اس کے کلام کرنے سے پہلے وہ بے وضو ہو جائے' تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور اس کے پیچھے بھی جن لوگوں نے نماز ادا کی تھی ان کی نماز مکمل ہو گئی۔

نماز میں خلیفہ بنانے سے متعلق احکام کا بیان

نماز میں امام کو حدث ہوا تو ان شرائط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئیں دوسرے کو خلیفہ کر سکتا ہے (اس کو استخلاف کہتے ہیں) اگرچہ وہ نماز نماز جنازہ ہو۔ جس موقع پر بنا جائز ہے وہاں استخلاف صحیح ہے اور جہاں بنا صحیح نہیں وہاں استخلاف بھی صحیح نہیں۔ جو شخص اس محدث کا امام ہو سکتا ہے وہ خلیفہ بھی ہو سکتا ہے اور جو امام نہیں بن سکتا وہ خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب امام کو حدث ہو جائے تو ناک بند کر کے (کہ لوگ نکسیر گمان کریں) پیٹھ جھکا کر پیچھے ہٹے اور اشارے سے کسی کو خلیفہ بنائے خلیفہ بنانے میں بات نہ کرے۔ (عالمگیری، ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

میدان میں نماز ہو رہی ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ گیا خلیفہ بنا سکتا ہے اور مسجد میں ہے تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہو استخلاف ہو سکتا ہے۔ مسجد کے باہر تک برابر صفیں ہیں امام نے مسجد میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنایا بلکہ باہر والے کو خلیفہ بنایا یہ استخلاف صحیح نہ ہوا قوم اور امام سب کی نمازیں گئیں اور آگے بڑھ گیا تو اس وقت تک خلیفہ بنا سکتا ہے کہ سترہ یا موضع سجود سے متجاوز نہ ہوا ہو۔

(درمختار، عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مکان اور چھوٹی عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہیں بڑی مسجد اور بڑا مکان اور بڑی عیدگاہ میدان کے حکم میں ہیں۔ امام نے کسی کو خلیفہ نہ کیا بلکہ قوم نے بنا دیا، یا خود ہی امام کی جگہ پر نیت امامت کر کے کھڑا ہو گیا تو یہ خلیفہ امام ہو گیا اور محض امام کی جگہ پر چلے جانے سے امام نہ ہو گا جب تک نیت امامت نہ کرے۔ مسجد و میدان میں خلیفہ بنانے کے لئے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے ابھی متجاوز نہ ہوا نہ خود کوئی خلیفہ بنا نہ جماعت نے کسی کو بنایا تو امام کی امامت قائم ہے یہاں تک کہ اس وقت بھی اگر اس کی اقتدا کوئی شخص کرے تو ہو سکتی ہے۔

(ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو حدث ہوا پچھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کر کے مسجد سے باہر ہو گیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کر لی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ اس صف میں جو داہنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہو جاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہو گیا تو سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔

امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کر لیا تو ہو گیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنا ہی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہٰذا امام اسے اشارے سے بتا دے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو

اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔ (درمختار، عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

چار رکعت والی نماز میں ایک شخص نے اقتدا کی پھر امام کو حدث ہوا اور اسے خلیفہ بنایا اور اسے معلوم نہیں کہ امام نے کتنی پڑھی ہے اور کیا باقی ہے تو یہ چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ (عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مسبوق کو خلیفہ کیا تو امام کی نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرنے کیلئے کسی مدرک کو مقدم کردے کہ وہ سلام پھیرے۔ چار یا تین رکعت والی میں اس مسبوق کو خلیفہ کیا جس کو دو رکعتیں نہ ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو قعدے فرض ہیں ایک امام کا قعدہ اخیرہ اور ایک اس کا خود اور اگر امام نے اشارہ کردیا کہ پہلی رکعتوں میں قرأت نہ کی تھی چار رکعت والی نماز میں چاروں میں اس پر قرأت فرض ہے۔ مسبوق نے امام کی نماز پوری کرنے کے بعد قہقہہ لگایا یا قصداً حدث کیا یا کلام کیا یا مسجد سے باہر ہو گیا تو خود اس کی نماز جاتی رہی اور قوم کی ہوگئی رہا امام اول وہ اگر ارکان نماز سے فارغ ہو گیا ہے تو اس کی بھی ہوگئی ورنہ گئی۔ لاحق کو خلیفہ بنایا تو اسے حکم ہے کہ جماعت کی طرف اشارہ کرے کہ اپنے حال پر سب لوگ رہیں یہاں تک کہ جو اس کے ذمہ ہے اسے پورا کر کے نماز امام کی تکمیل کرے اور اگر پہلے امام کی نماز پوری کردی تو جب سلام کا موقع آئے کسی کو سلام پھیرنے کیلئے خلیفہ بنائے اور خود اپنی پوری کرے۔ (عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام نے ایک کو خلیفہ بنایا اور اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کردیا تو اگر امام کے مسجد سے باہر ہونے اور خلیفہ کے امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے یہ ہوا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ تنہا نماز پڑھ رہا تھا حدث واقع ہوا اور ابھی مسجد سے باہر نہ ہوا کہ کسی نے اس کی اقتدا کی تو یہ مقتدی خلیفہ ہو گیا۔ مسافروں نے مسافر کی اقتدا کی اور امام کو حدث ہوا اس نے مقیم کو خلیفہ کیا مسافروں پر چار رکعتیں پوری کرنا لازم نہیں اور خلیفہ کو چاہئے کہ کسی مسافر کو مقدم کردے کہ وہ سلام پھیرے اور اگر مقتدیوں میں اور بھی مقیم تھے تو وہ تنہا تنہا دو دو رکعت بلا قرأت پڑھیں اب اگر اس خلیفہ کی اقتدا کریں گے تو ان سب کی نماز باطل ہوگی۔ (ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو جنون ہو گیا یا بے ہوشی طاری ہوئی یا قہقہہ لگایا یا کوئی موجب غسل پایا گیا مثلاً سو گیا اور احتلام ہوا یا تفکر کرنے یا شہوت کے ساتھ نظر کرنے یا چھونے سے منی نکلی تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہوگئی سرے سے پڑھے۔ اگر شدت سے پاخانہ پیشاب معلوم ہوا کہ نماز پوری نہیں کرسکتا تو استخلاف جائز نہیں۔ یونہی اگر پیٹ میں درد شدید ہوا کہ کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے استخلاف جائز نہیں۔ اگر شرم یا رعب کی وجہ سے قرأت سے عاجز ہے تو استخلاف جائز نہیں اور بالکل نسیان ہو گیا تو ناجائز۔ امام کو حدث ہوا اور کسی کو خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے ابھی نماز پوری نہیں کی ہے کہ امام وضو سے فارغ ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ واپس آئے یعنی اتنا قریب ہو جائے کہ اقتدا ہو سکے اور خلیفہ پوری کر چکا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہیں پوری کرے یا موضع اقتدا میں آئے۔ یونہی منفرد کو اختیار ہے اور مقتدی کو حدث ہوا تو واجب ہے کہ واپس آئے۔ نماز میں امام کا انتقال ہو گیا اگرچہ قعدہ اخیرہ میں تو مقتدیوں کی نماز باطل ہوگئی سرے سے پڑھنا ضروری ہے۔

(ردالمحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

تکبیر تحریمہ سے نماز کی ابتداء اور سلام پر انتہاء کا بیان

618 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
''نماز کی کنجی وضو ہے تکبیر تحریمہ کے ذریعے یہ شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر ختم ہوتی ہے''۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب اربعہ

نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین دونوں ہاتھ کو بلند کرنا بالاتفاق مستحب ہے، امام النووی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔

قال الإمام النووی فی شرح صحیح مسلم: أجمعت الأمة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الإحرام۔

لیکن نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کے حکم میں اختلاف ہے اس بارے میں دو قول ہیں۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین واجب ہے، امام الأوزاعی اور امام الحمیدی یعنی شیخ البخاری اور داؤد ظاہری اور ان کے بعض اصحاب اور بقول امام حاکم امام ابن خزیمہ اور أحمد بن سیار بن أیوب شوافع میں سے اور امام ابن حزم کا مذہب یہی ہے۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین سنت ہے۔

امام أعظم أبوحنیفہ اور ان کے أصحاب اور امام مالک، اور امام الشافعی، اور امام أحمد اور امام أبو عبید، اور امام أبی ثور، اور امام إسحاق، وابن المنذر، وغیرہم کثیر کا یہی مذہب ہے۔ (شرح صحیح مسلم، فتح الباری)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن محمود البابرتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز کا فرض ہے اس کا رکن نہیں ہے۔ اور اسمیت کے تحقق کیلئے اس کے آخر میں تاء کو لاحق کیا گیا ہے۔ اور اب یہ نام اس تکبیر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ تکبیر ہر اس چیز کو حرام قرار دیتی ہے جو اس سے پہلے حلال تھی۔ (جیسا مباح کاموں کا مثلاً کھانا، پینا اور کلام کرنا وغیرہ ہیں)۔ اور باقی تمام تکبیرات میں سے کوئی تکبیر بھی اشیاء مباحہ کو حرام کرنے والی نہیں۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص، بیروت)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی فرضیت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ نماز تو تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ آہستہ سے پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت امام أعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی وعظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال واخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہیے۔ بہرحال اس کے کمالات وانعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار واعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے اس لیے اسی کی کبریائی کا ذکر تمہاری زبان پر ہونا چاہیے اور اسی کا چرچا لوگوں میں کرنا چاہیے۔
نماز کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کے کلمات ہی سے ہوتا ہے اور اذان میں بھی بار بار اس کلمہ کو دہرایا جاتا ہے تاکہ فضا اللہ کی تکبیر سے گونج اٹھے۔ تکبیر کا حکم سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں بھی دیا گیا ہے:
وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اور اس کی بڑائی بیان کرو جیسی بڑائی بیان کرنا چاہیے۔

اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں شرک کی تردید بھی ہے اور توحید کا اثبات بھی۔ مشرکین نے کسی کو مہادیو بنادیا ہے اور کسی کو مہاتما جن کی وہ پرستش کرتے ہیں لیکن یہ صرف دعوے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کبریائی اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے جس کی پرستش کی جائے۔

نماز میں قیام کی فرضیت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا دوسرا فرض قیام ہے۔ اور قیام فرض نماز میں فرض ہے نفلی نماز فرض نہیں ہے۔ اور نماز میں اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" وقوموا للہ قانتین " اس سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیام کو حکم دیا ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز کے باہر قیام واجب نہیں ہے۔ لہٰذا نماز کے اندر قیام کا وجوب بطور ضرورت واجب ہو گیا۔ اور "قانتین "قوموا" میں اسم ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم خاموش رہنے والے ہو اور تم کلام کو ترک کرنے والے ہو۔ اور اس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا" وقوموا للہ قانتین " اس حدیث کو امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۶۵، حقانیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ، ۲۳۸،۲۳۹)

سب نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) بیچ والی نماز کی۔ اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو (نماز پڑھ لو)۔ پھر جب امن ہو جائے تو اللہ کو اسی طریقے سے یاد کرو جس طریقے سے اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

علماء نے اس آیت کی روشنی میں فرض نماز میں قیام کے لازمی ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ فرض نماز پڑھنے والا امام ہو یا مقتدی یا منفرد (یعنی اکیلے نماز پڑھنے والا) کسی کے لیے بھی عذر کے بغیر فرض نماز بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر امام کسی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے پر قادر نہ ہو تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔ فرمان رسول ہے۔
وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ)

جب (امام) کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ (کسی عذر کی بناء پر) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی (اس کے پیچھے) بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

نماز میں قرأت کی فرضیت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا تیسرا فرض قرأت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ " اس سے استدلال یہ ہے کہ اس میں قرأت کا امر ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز سے باہر بہ اجماع قرأت واجب نہیں ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے قرأت کا وجوب نماز میں متعین ہو گیا۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۲۵، حقانیہ ملتان)

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے واپس ہو کر پہلے کی طرح پھر نماز پڑھی اور لوٹ کر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے وعلیکم السلام کہتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز ادا نہیں کی۔ حتیٰ کہ تین دفع ایسے ہی کیا تو آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو رسول برحق بنایا ہے کہ میں اس طریقہ کے علاوہ مزید کسی چیز سے ناواقف ہوں، براہ کرم آپ ﷺ ہی مجھے ارشاد فرمائیے۔ فرمایا اور پھر جتنا قرآن تم بہ آسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر بآرام بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اس کے بعد باطمینان سجدہ کرو اور پھر باطمینان قعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی پوری نماز میں کیا کرو۔ (اس حدیث سے یہ چیز معلوم ہوئی کہ نماز میں تعدیل ارکان بہت ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور جمہور علماء کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے)۔ (صحیح مسلم، ۲۸۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لیے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو۔

نماز میں رکوع کی فرضیت کا بیان

نماز کا چوتھا فرض رکوع ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا" اس میں امر کا صیغہ ہے جس کی دلالت وجوب پر ہے۔ جبکہ غیر نماز میں کسی قسم کا رکوع مشروع ہی نہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حکم نماز والے رکوع کیلئے متعین ہو گیا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(الحج۔ ۷۷)

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔ (کنزالایمان)

(البنایہ شرح الہدایہ ج ۲، ص ۱۲۵، حقانیہ ملتان)

نماز میں سجدہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا پانچواں فرض سجدہ ہے اس کی فرضیت کا استدلال ودلیل رکوع والے حکم میں گزر چکی ہے کیونکہ رکوع وسجود آیت میں دونوں کا بیان ہے۔

نماز میں قعدہ آخیرہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا چھٹا فرض قعدہ آخیرہ ہے۔ اس کی فرضیت کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت سے ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ" اس حدیث سے استدلال کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ خبر واحد ہے لہٰذا کسی خبر واحد سے فرضیت کو کیسے ثابت کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ خبر واحد مفید ظن ہے۔ اور ثبوت فرضیت کیلئے قطعی الدلالت کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ روایت اس کی فرضیت کو ثابت کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ حدیث قرآن کریم میں حکم نماز کا بیان ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ" اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمیل نماز اس کو اس فعل قعود یا فعل قرأت تشہد کے ساتھ معلق کیا تو یہ تکمیل نماز کیلئے ضروری ہو گیا۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے جو چیز واجب کے بغیر پوری نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث نے قرآن کے حکم "اقیموا الصلوٰۃ" کے اجمال کو بیان کیا ہے لہٰذا آخری قعدہ کی فرضیت اس حکم قرآنی سے بذریعہ بیان حدیث کے طور پر ثابت ہو گئی۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنِ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب: مقتدی کو کس حد تک امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے

619 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُبَادِرُونِي بِرُكُوعٍ، وَلَا بِسُجُودٍ، فَإِنَّهُ مَهْمَا أَسْبِقْكُمْ بِهِ إِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ، إِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ

حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم لوگ مجھ سے پہلے رکوع یا سجدے میں نہ جاؤ کیونکہ رکوع میں جاتے ہوئے' اگر میں تم سے آگے ہوں گا' تو تم مجھے اس وقت پالو گے جب میں اُٹھ رہا ہوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا جسم بھاری ہو گیا ہے"۔

620 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ، يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا رَفَعُوا رُءُوسَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوا قِيَامًا، فَإِذَا رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدُوا

⊛⊛ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے جب تک وہ آپ کو دیکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ سجدے میں چلے گئے ہیں پھر وہ سجدے میں جاتے تھے۔

سجدے میں پہلے ہاتھ یا گھٹنے زمین پر رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو وہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔

(ابوداؤد، سنن نسائی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 863)

اور ابوسلیمان خطابی نے کہا ہے کہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث سے زیادہ (صحیح) ثابت ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ زمین پر بیٹھنے کے وقت اپنے دونوں گھٹنے زمین پر پہلے رکھتا ہے۔ اس طرح سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر نہ ٹیکے جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کی بیٹھک سے مشابہت دی ہے باوجود یہ کہ اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا گھٹنا پاؤں میں ہوتا ہے اور جانور کا گھٹنا ہاتھ میں ہوتا ہے لہٰذا جب کوئی آدمی سجدے میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھے گا تو اونٹ کے بیٹھنے سے مشابہت ہوگی۔

بہر حال۔ یہ حدیث اوپر کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ پہلی حدیث تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے ہاں اختلاف ہے چنانچہ جیسا کہ اوپر کی حدیث کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے جمہور علماء حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اوپر کی حدیث پر جو حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں۔

حضرت امام مالک اور اوزاعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم اور کچھ دوسرے علماء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکے جائیں۔

ان دونوں احادیث کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اوپر والی حدیث زیادہ صحیح، قوی تر اور مشہور تر ہے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث و مرتبہ صحت پر پہنچا کر اسے ترجیح دی ہے اور فن حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثیں ایک دوسرے کے مخالف ہوتی ہیں تو عمل قوی تر اور صحیح تر پر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت وائل کی روایت سے منسوخ قرار دیا

ہے۔

نیز ایک روایت میں حضرت ابن خزیمہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے تو (سجدے کی) ابتدا گھٹنے سے کرتے تھے یعنی پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکتے تھے۔ انہی وجوہات کی طرف مولف مشکوٰۃ نے قال ابوسلیمان الخ کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

سجدے کے اعضاء کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں پر سجدے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 851)

اس حدیث کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ سجدے میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہیے چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدے کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہیے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک سجدہ ناک اور پیشانی دونوں سے کرنا چاہیے بغیر ان دونوں کو زمین پر لگائے سجدہ جائز نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر محض پیشانی ہی ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے تو جائز ہے البتہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی اور صاحبین رحمہا اللہ کے نزدیک محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر کوئی ایسا عذر پیش ہو کہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے، اس سلسلے میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔

سجدے میں دونوں پاؤں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی آدمی سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھا لے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پاؤں اٹھا لے گا تو سجدہ مکروہ ہوگا۔ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی رکھی جائے۔ اگر انگلیاں قبلہ کی سمت نہ ہوں گی تو جائز نہیں ہوگا۔

در مختار میں ایک جگہ مذکور ہے کہ "پیشانی اور دونوں پاؤں کے ساتھ سجدہ کرنا فرض ہے اور دونوں پیروں میں کم سے کم ایک انگلی زمین پر رکھنا شرط ہے اور ہاتھوں اور زانوؤں کو زمین پر رکھنا سنت ہے، حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک یہی ہے۔

سجدے میں ہاتھ زمین پر جبکہ کہنیوں کو اٹھا رکھنے کا بیان

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جب تم سجدہ کرو تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھو اور کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھو۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 853)

سجدہ میں ہاتھوں کو رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر کانوں کے سامنے رکھی رہیں۔ انگلیاں آپس میں ملی ہوں، اور یہ کہ ہاتھ کھلے رہیں کسی کپڑے وغیرہ کے اندر انہیں چھپانا مکروہ ہے۔

کہنیوں کو اونچا رکھنے" کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ دونوں کہنیاں زمین سے اونچی رہیں یا پھر یہ کہ دونوں پہلوؤں سے اونچی رہیں۔ بہر صورت یہ حکم خاص طور پر مردوں کے لیے ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ عورتوں کو تو سجدے میں

کہنیوں کو زمین پر پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ اس طرح جسم کی نمائش نہیں ہوتی اور پردہ اچھی طرح ہوتا ہے۔

دوسری رکعت کو الحمد للہ سے شروع کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت پڑھنے کے بعد اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے اور خاموش نہ رہتے تھے (صحیح مسلم) اس روایت کو حمیدی نے اپنی کتاب افراد میں ذکر کیا ہے۔ نیز صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو مسلم سے نقل کیا ہے۔

چونکہ یہ وہم ہو سکتا تھا کہ دوسری رکعت کے بعد دوسرا شفعہ شروع ہونے کے وقت شاید سبحانک اللھم پڑھنے کے لیے خاموشی اختیار کرتے ہوں اس لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے بعد دوسرے شفعہ کے لیے اٹھتے تھے تو سبحانک اللھم نہیں پڑھتے تھے بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شروع کر دیتے تھے۔

621 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ، أَبَانُ، وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَحْنُو أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ

⊛⊛ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے' تو ہم میں سے کوئی بھی شخص اپنی پیٹھ کو اس وقت تک نہیں جھکاتا تھا۔ جب تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں لیتا تھا کہ آپ نے (اپنی پیشانی مبارک زمین پر) رکھ دی ہے۔

622 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعَ رَكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ نَزَلْ قِيَامًا، حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ محارب بن دثار بیان کرتے ہیں: میں نے عبداللہ بن یزید کو منبر پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا حضرت براء رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے تھے' تو وہ بھی رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے تھے۔ ہم اس وقت تک کھڑے رہتے تھے' جس وقت تک آپ کو دیکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ نے پیشانی مبارک زمین پر رکھ دی ہے۔ پھر لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے (یعنی سجدے میں جاتے تھے)

شرائط اقتداء کا بیان

۱. نیت اقتدا یعنی مقتدی کو امام کی متابعت یعنی اس کی پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا اور اس نیت کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر اس طرح مقدم ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی نماز کو توڑنے والا فعل نہ ہو، جمعہ و عیدین میں اقتدا کی نیت ضروری نہیں ۲. مرد امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن جمعہ و عیدین میں یہ شرط نہیں ہے ۳. مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا یعنی مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ٹخنوں یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے پس اگر مقتدی کا ٹخنہ وایڑی امام کے ٹخنے اور ایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو اور مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے پنجہ امام کے پنجے سے آگے ہو تو اقتدا درست ہے ۴. اتحاد نماز، یعنی امام اور مقتدی کی نماز کا متحد ہونا، پس دونوں کی نماز ایک ہی ہو جیسے ظہر کی نماز اسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن ظہر کی نماز عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، یا مقتدی کی نماز امام کی نماز کو متضمن (شامل) ہو جیسا کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ فرض نفل کو متضمن ہے لیکن اس کے برعکس درست نہیں کیونکہ نفل فرض کو متضمن نہیں اسی طرح ہر قوی نماز والے کی اقتدا ضعیف نماز والے کے پیچھے درست نہیں لیکن ضعیف نماز والی کی اقتدا قوی نماز والے کے پیچھے درست ہے مثلاً نذر نماز والے کی اقتدا نفل نماز والے کے پیچھے درست نہیں، مسبوق کی اقتدا مسبوق کے پیچھے، ادا نماز والے کی اقتدا دوسرے دن کی وہی قضا نماز پڑھنے والے کی پیچھے، مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت نکلنے کے بعد درست نہیں وغیرہ۔

۵. اتحاد مکان، امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا، پس سواری سے اتر کر نماز پڑھنے والی کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سواری پر نماز پڑھنے والی کی اقتدا دوسری الگ سواری پر نماز پڑھنے والے کی پیچھے درست نہیں۔

۶. امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا، وہ راستہ جس میں بیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و خچر گزر سکیں مانع اقتدا ہے جب کہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں، اگر اس سے کم فاصلہ ہو یا صفیں ملی ہوئی ہوں، تو مانع اقتدا نہیں ایک آدمی کے درمیان میں کھڑا ہونے سے صفیں نہیں ملتی دو میں اختلاف ہے تین آدمی کھڑے ہوں تو بلا اتفاق صفیں متصل ہو جائیں گی ۷. بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا، جس نہر میں کشتیاں اور بجرے (چھوٹی کشتیاں) گزر سکیں اور اس پر پل وغیرہ کے بغیر گزر نہ ہو سکے وہ نہر بڑی ہے اور وہ عام راستہ کے حکم میں ہے اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اگر نہر خشک ہو تو راستے کی طرح اس میں صفیں متصل ہو جانے سے اقتدا درست ہے، چھوٹی نہر جس میں کشتیاں اور بجرے نہ گزر سکیں مانع اقتدا نہیں ہیں۔

۸. کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل نہ ہونا پس اگر میدان میں جماعت کھڑی ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے جس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکے تو اقتدا درست نہیں ہے، اس سے کم فاصلہ مانع اقتدا نہیں اور نماز درست ہو جائے گی، اسی طرح کوئی سی دو صفوں کے درمیانی فاصلے کے پچھلی صف کے لئے مانع اقتدا ہونے یا نہ ہونے کے حکم کی بھی یہی تفصیل ہے، بہت ہی زیادہ بڑی مسجد میں بھی صفوں میں فاصلہ کے حکم کی تفصیل یہی ہے یعنی وہ میدان کے حکم میں ہے عام مسجد اگرچہ بڑی ہوں مکان واحد کے حکم میں ہیں اور ان میں فاصلہ خواہ دو صفوں کے برابر ہو یا زیادہ ہو مانع اقتدا نہیں ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے، فنائے مسجد (صحن) مسجد کے حکم میں ہے، بڑا مکان جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ بڑا ہو میدان کے حکم

میں ہے اس سے کم عام مسجد کے حکم میں ہے۔

۹۔مقتدی پر امام کا حال مشتبہ نہ ہونا، اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کو معلوم ہو خواہ امام یا مقتدیوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبر کی تکبیر کی آواز سن کر ہو تو اقتدا درست ہے خواہ دیوار یا منبر وغیرہ درمیان میں حائل ہوں ۱۰۔امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہوگی تو ان سے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں عورتوں کی صف ہوگی تو ان سے پیچھے والی مردوں کی سب صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چار یا زیادہ عورتیں ہونگی تو پوری صف کا حکم ہوگا، تین عورتیں ہوں گی تو پیچھے والی تمام صفوں کے ان تین تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی جو ان عورتوں کی سیدھ میں پیچھے ہوں گے دو عورتیں پیچھے والی صف کے دو آدمیوں کی اور ایک عورت پیچھے والی صرف پہلی صف کے صرف ایک آدمی کی نماز فاسد کرے گی اور اگر مردوں کی صف کے درمیان میں ایک یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو ان کے برابر والے داہنی و بائیں طرف کے ایک ایک آدمی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ۱۱۔امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا۔

۱۲۔مقتدی کا ارکان نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد متصل ہی ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا یا امام سے پہلے ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس رکن میں جس کو امام سے پہلے کر لیا ہے اپنے امام کو پالیا مثلاً امام کے رکوع میں جانے سے پہلے چلا گیا اور رکوع میں یہاں تک رہا کہ امام نے بھی رکوع کر دیا یا وہ رکوع سے اٹھ گیا تھا لیکن پھر امام کے ساتھ رکوع میں واپس آ گیا تو اب امام کے ساتھ شرکت ہو کر نماز درست ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہیں ہوا تو اقتدا درست نہ ہوگی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳۔ارکان کی ادائگی میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا پس امام اور مقتدی دونوں رکوع وسجود سے نماز پڑھتے ہوں یا دونوں اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یا امام رکوع وسجود سے پڑھتا ہو اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہو تو اقتدا درست ہے، اور اگر امام اشارے سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع وسجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے اس لئے اقتدا درست نہیں۔

۱۴۔شرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زیادہ جامع نہ ہونا، بلکہ امام کے مثل یا اس سے کم ہونا مثلاً سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو درست ہے، یا ننگا آدمی دوسرے ننگے آدمی کے پیچھے پڑھے یا ننگا آدمی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اقتدا درست ہے لیکن اگر امام ننگا ہو اور مقتدی ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اقتدا درست نہیں۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ يَرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ يَضَعُ قَبْلَهُ

باب: ایسے شخص کی شدید مذمت' جو امام سے پہلے سر اٹھاتا یا رکھتا ہے

623 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

623- اسنادہ صحیح. واخرجہ البخاری (691)، ومسلم (427)، والترمذی (589)، والنسائی فی "الکبری" (904)، وابن ماجہ (961) من طرق عن محمد بن زیاد، بهذا الاسناد. وھو فی "مسند احمد" (7534)، و"صحیح ابن حبان" (2282).

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَا يَخْشٰى - اَوْ اَلَا يَخْشٰى - اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ وَالْاِمَامُ سَاجِدٌ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ - اَوْ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اپنا سر اٹھالیتا ہے اور امام اس وقت سجدے کی حالت میں ہو' تو کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کردے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کی شکل کو گدھے کی شکل میں تبدیل کردے''۔

امام سے پہلے سر سجدے سے اٹھانے پر وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جو امام سے پہلے (رکوع وسجود سے) سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا سر کردے گا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر ۱۱۱۹)

جو آدمی نماز کے ارکان امام کے ساتھ ادا نہیں کرتا بلکہ امام سے پہلے ہی ادا کرلیتا ہے مثلاً رکوع وسجود سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اٹھالیتا ہے تو ایسے آدمی کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث سخت ترین وعید ہے۔ گو علماء لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گدھے کی مانند کم فہم وعقل کردے گا کیونکہ تمام جانوروں میں گدھا ہی سب سے زیادہ کم فہم ہوتا ہے لہٰذا یہ مسخ حقیقی نہیں ہوگا بلکہ مسخ معنوی ہوگا تاہم علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس امت میں بھی مسخ ممکن ہے جیسا کہ "باب اشراط الساعۃ" میں مذکور ہے اور اس کے مؤید ایک روایت ہے کے یہ الفاظ ہیں کہ ان یحول اللہ صورتہ حمار یعنی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت کردے۔ خطابی فرماتے ہیں کہ اس امت میں بھی مسخ جائز ہے لہٰذا اس حدیث کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ خاص ہے اور امت کے لئے جو مسخ ممتنع ہے وہ مسخ عام ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مسخ صورت کی ایک عبرتناک مثال علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا قول کی تائید ایک عبرتناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ایک جلیل القدر محدث سے منقول ہے کہ وہ طلب علم اور حصول حدیث کی خاطر دمشق کے ایک عالم کے پاس پہنچے جو اپنے علم وفضل کی بناء پر بہت مشہور تھا انہوں نے اس عالم سے درس لینا شروع کیا مگر حصول علم کے دروان یہ واقعہ طالب علم کے لئے بڑا حیرتناک بنا رہا کہ استاد پوری مدت کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آیا درس کے وقت استاد اور شاگرد کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا تھا ان کو اس کی بڑی خواہش تھی کہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے استاد کے چہرے کی زیارت تو کریں۔ چنانچہ جب انہیں اس عالم کی خدمت میں رہتے ہوئے بہت کافی عرصہ گذر گیا تو اس نے یہ محسوس کرلیا کہ طالب علم حصول حدیث کے شوق اور تعلق شیخ کے بھرپور جذبات کا پوری طرح حامل ہے تو استاد نے ایک دن درمیان میں حائل پردہ کو اٹھایا ان کی حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ جو جلیل القدر عالم اور ان کا استاد جس کے علم وفضل کی شہرت چاروں طرف

چپکی ہوئی ہے اپنے انسانی چہرے سے محروم ہے بلکہ اس کا منہ گدھے جیسا ہے استاد نے شاگرد کی حیرت اور تعجب کو دیکھتے ہوئے جو بات کہی اسے سنئے اور اس سے عبرت حاصل کیجئے۔

اس نے کہا اے میرے بیٹے نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کرنے سے بچنا میں نے جب یہ حدیث سنی کہ "کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے جیسا کر دے" تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے اسے بعید از امکان تصور کیا چنانچہ (یہ میری بدقسمتی کہ میں نے تجربہ کے طور پر) نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پہل کی جس کا نتیجہ میرے بیٹے اس وقت تمہارے سامنے ہے کہ میرا چہرہ واقعی گدھے کے چہرے جیسا ہو گیا۔ بہر حال ملا علی قاری اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد دراصل شدید تہدید اور انتہائی وعید کے طور پر ہے یا یہ کہ ایسے آدمی کو برزخ اور دوزخ میں اس عذاب کے اندر مبتلا کیا جائے گا۔

بَابُ فِيمَنْ يَنْصَرِفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب: جو شخص امام سے پہلے (نماز) ختم کر دیتا ہے

624 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ بُغَيْلٍ الْمُرْهِبِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز ادا کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز ختم کرنے سے پہلے اپنی نماز ختم کریں۔

بَابُ جُمَّاعِ أَثْوَابِ مَا يُصَلَّى فِيهِ

باب: ان کپڑوں سے متعلق مجموعہ ابواب جن میں نماز ادا کی جاتی ہے

625 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایک کپڑا (پہن کر) نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم سب کے پاس دو، دو کپڑے ہیں؟

626 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی شخص ایک کپڑے میں یوں نماز ادا نہ کرے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ (یعنی کپڑا نہ ہو)''۔

627 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز ادا کرے تو اسے چادر کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈال لینا چاہئے۔''

628 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْهِ

❁❁ حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے' جسے آپ نے التحاف کے طور پر لپیٹا ہوا تھا' اور اس کے دونوں پلو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

629 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا تَرَى فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، قَالَ: فَأَطْلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزَارَهُ طَارَقَ بِهِ رِدَاءَهُ، فَاشْتَمَلَ بِهِمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَنْ قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟

❁❁ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بٹن کھولا تو آپ نے اپنی چادر کو لپیٹ لیا۔ آپ نے ان دونوں کو اشتمال کے طور پر لپیٹ لیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کے نبی نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے نماز مکمل کر لی۔ تو ارشاد فرمایا: ''کیا تم سب کے پاس دو دو کپڑے ہیں''۔

شرح

اشتمال" اسے کہتے ہیں کہ کپڑے کا وہ کنارہ جو دائیں کندھے پر ہے بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکالا جائے اور پھر وہ کنارا لے

628- اسناده صحيح. الليث: هو ابن سعد، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري، وابو امامة بن سهل: هو اسعد بن سهل بن حنيف. واخرجه مسلم (517) (280) عن قتيبة بن سعيد وعيسى بن حماد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (354-356)، ومسلم (517) (278) و(279)، والترمذي (339)، والنسائي في "الكبرى" (842)، وابن ماجه (1049) من طريق هشام بن عروة، عن ابيه، عن عمر بن ابي سلمة. وبعضهم يزيد على بعض. وهو في "مسند احمد" (16333)، و"صحيح ابن حبان" (2291) و(2292).

کر جو دائیں ہاتھ کے نیچے سے بائیں ہاتھ پر ڈالا گیا ہے دونوں کو ملا کر سینے پر گرہ لگائی جائے لیکن گرہ لگانے کی ضرورت صرف اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ کپڑے کے کنارے لمبے نہ ہوں اور ان کے کھل جانے کا خوف ہو، اگر کنارے لمبے ہوں تو پھر گرہ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ یمن کے سفیروں کے لباس سے ظاہر ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارتوں میں گرہ لگانے کی قید ذکر نہیں کی گئی ہے۔ان احادیث میں "مشتمل" متوشح اور مخالف بین طرفیہ کے جو الفاظ آئے ہیں سب کے ایک ہی معنی ہیں اور سب کی ایک ہی مذکور بالا صورت ہوتی ہے۔

صحابی رسول ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انھوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کرلے،کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے،کوئی تہبند اور قمیص،کوئی تہبند اور قباء میں،کوئی پاجامہ اور چادر میں،کوئی پاجامہ اور قمیص میں،کوئی پاجامہ اور قباء میں،کوئی جانگیا اور قباء میں،کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جانگیا اور چادر میں نماز پڑھے۔[صحیح البخاری 1/82]

اشتمال کے ساتھ نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

اشتمال کی صورت میں تو نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر ہوتا ہے اور اگر کندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس کی حکمت علماء یہ لکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی کپڑا اگر ہو اور اسی کا تہ بند کر لیا جائے اور اس کا کچھ حصہ کندھوں پر ڈالا نہ جائے تو اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور پھر یہ کہ رب ذوالجلال کے دربار میں حاضری کا وقت ہونے کی وجہ سے یہ بے ادبی کی شکل ہے۔

حضرت امام اعظم،حضرت امام مالک،حضرت امام شافعی اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی صرف ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر نہ ہو مگر ستر چھپا ہوا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن کراہت کے ساتھ ہوگی۔حضرت امام احمد اور دوسرے علماء سلف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس آدمی کی نماز نہیں ہوگی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي

باب: آدمی کو گدی پر کپڑا باندھ کر نماز ادا کرنا

630 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ

سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْ ضِيقِ الْأُزُرِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ كَأَمْثَالِ الصِّبْيَانِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے مرد حضرات کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے چھوٹے بچوں کی طرح اپنے تہبند گردنوں پر باندھ لیتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے ہوتے تھے۔

ایک صاحب نے کہا: اے خواتین کے گروہ! تم اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک مرد نہیں اٹھالیتے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب: آدمی کا ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کرنا' جس کا کچھ حصہ کسی دوسرے پر ہو

631 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کی جس کا کچھ حصہ میرے اوپر تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک قمیص میں نماز ادا کرنا

632 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ: نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو شکار کرتا ہے' تو کیا میں ایک قمیص میں نماز ادا کرلیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! تم اس کے بٹن لگالیا کرو خواہ کانٹے کے ذریعے لگاؤ۔

شرح

حضرت محمد ابن منکدر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف تہبند باندھ کر جسے انہوں نے اپنی گدی کی طرف باندھ رکھا تھا نماز پڑھی حالانکہ ان کے کپڑے کھونٹی پر لٹکے ہوئے تھے ان سے کسی کہنے والے نے کہا کہ آپ نے صرف تہبند میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ اس واسطے کیا تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھے بھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے۔ (صحیح البخاری)

مشجب" کا عام فہم معنی کھونٹی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مشجب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کپڑے لٹکائے یا رکھے جاتے ہیں یا اس چیز

کو کہتے ہیں جس پر کبھی کبھی پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے مشک لٹکا دی جاتی تھی۔

بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے اس پر رکھ دیئے تھے اور نماز صرف ایک کپڑے میں اس طرح پڑھ رہے تھے کہ اس کپڑے کا تہبند کر رکھا تھا اور اس کے کونے اوپر کے گلے میں باندھ رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اس طریقے کو خلاف سنت سمجھتے ہوئے برا خیال کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اتنے سارے کپڑوں کی موجودگی میں بھی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں صرف ایک کپڑے میں نماز اس لئے پڑھ رہا ہوں تا کہ تم جیسا کم علم مجھے دیکھے اور جان لے کہ نماز صرف ایک کپڑے میں بھی پڑھی جا سکتی ہے یہ خلاف سنت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی مقصد کے تحت اسے ڈانٹا اور کہا کہ احمق تو اسے برا کیوں سمجھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے، ہمارے پاس تو صرف ایک ایک کپڑا ہوتا تھا اسی میں ہم نماز پڑھتے تھے اور اسی کو دوسری ضرورتوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں تنگی ہے نیز آپ ﷺ کے صحابہ نے ایک کپڑے میں نماز کبھی تو اس لئے پڑھی کہ ان کے پاس کپڑا ہی صرف ایک تھا اور کبھی بیان جواز کی خاطر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ لی۔

الحاصل اگر کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے پاس دوسرا کپڑا موجود نہیں ہے یا بیان جواز کی خاطر پڑھتا ہے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی آدمی سستی و کاہلی اور بہ نیت حقارت پڑھے گا تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی کو صحابہ کے ترک سنت پر لعن وطعن کرنا نہیں چاہئے اور ان کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔ یعنی اگر کسی صحابی سے کوئی ایسا فعل صادر نظر آئے جو بظاہر خلاف سنت معلوم ہوتا ہے تو اس بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے کہ یہ بیان جواز کے لئے ہے یا پھر اس میں کوئی عذر ہوگا۔

633 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَوْمَلٍ الْعَامِرِيِّ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ: وَالصَّوَابُ أَبُو حَرْمَلٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَمِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ

❁❁ محمد بن عبدالرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے صرف ایک قمیص پہن کر ہماری امامت کی انہوں نے چادر نہیں اوڑھی تھی۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو یہ بات بتائی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک قمیص پہن کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

633- اسنادہ ضعیف مرفوعاً، ابو حومل - او حرمل - العامری مجھول، وکذا محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر و ابوہ. اسرائیل: ھو ابن یونس السبیعی. واخرجہ عبدالرزاق (1400) عن اسرائیل، عن رجل سماہ وعن ابیہ: ان جابر امھم... فذکرہ. واخرج ابن ابی شیبۃ 2262/

بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَّزِرُ بِهِ

باب: جب کپڑا چھوٹا ہوتو اسے تہبند کے طور پر باندھ لیا جائے

634 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَقَامَ يُصَلِّي، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ أُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي، وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ، ثُمَّ جِئْتُ حَتّٰى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي، حَتّٰى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ، حَتّٰى قَامَ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنَا بِيَدَيْهِ جَمِيعًا، حَتّٰى أَقَامَنَا خَلْفَهُ، قَالَ: وَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ أَتَّزِرَ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا جَابِرُ، قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حِقْوِكَ

عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا: ایک غزوہ کے موقع پر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے لگے۔ میرے جسم پر ایک چادر تھی میں نے اسے مخالف سمت میں لپیٹنے کی کوشش کی لیکن وہ چھوٹی تھی۔ وہ اس طرح پوری نہیں آسکی۔ اس کی جھالریں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں الٹا کیا اور پھر اس کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں ڈال لیا۔ پھر میں نے گردن کو ذرا جھکالیا تا کہ وہ چادر گرے نہیں۔ پھر میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنے دائیں طرف کھڑا کرلیا۔ پھر صخر کے صاحبزادے آئے۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں اپنے پیچھے کھڑا کرلیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران میرا جائزہ لیتے رہے' لیکن مجھے اندازہ نہیں ہوسکا پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ لوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے' تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کپڑا کھلا ہو' تو تم اسے مخالف سمت میں ڈال لو جب وہ تنگ ہو' تو اسے کمر پر باندھ لو (یعنی تہبند باندھ لو)۔

635 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَّزِرْ بِهِ، وَلَا يَشْتَمِلِ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
(راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی شخص کے پاس دو کپڑے ہوں' تو وہ ان دونوں میں نماز ادا کرلے اور جب ایک کپڑا ہو تو وہ اسے تہبند کے طور پر باندھ لے۔ اسے یہودیوں کی طرح اشتمال کے طور پر نہ لپیٹے''۔

636 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُبَيْدُ اللَّهِ الْعَتَكِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ بِهِ، وَالْآخَرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ

⊛⊛ عبداللہ بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک کپڑے کو پہن کر اس طرح نماز ادا کی جائے کہ اسے لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرا یہ کہ شلوار پہن کر نماز ادا کی جائے۔ (جبکہ اوپر کے جسم پر) چادر نہ ہو۔

بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا

637 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا جَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمٍ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''جو شخص نماز کے دوران تکبر کے طور پر اپنا تہبند لٹکاتا ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال یا حرام میں نہیں ہو گا''۔

635- اسناده صحيح، لكن شك نافع في رفعه الى النبي -صلى الله عليه وسلم- او وقفه على عمر، ورجح الطحاوي وقفه كما سياتي. ايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه الطحاوي/3771، والبيهقي/2362، وابن عبد البر في "التمهيد"/3716 من طريقين عن ايوب، بهذا الاسناد. واخرجه ابن خزيمة(766)، والبيهقي/2352 من طريق سعيد بن ابي عروبة، عن ايوب، به مرفوعا من غير شك. واخرجه عبد الرزاق(1390)، واحمد(6356)، والطحاوي/3771 من طريق ابن جريج، والطحاوي/3771 من طريق جرير بن حازم، كلاهما عن نافع، به على الشك. واخرجه الطبراني في "الاوسط"(7062) من طريق عمر بن نافع، عن ابيه، عن ابن عمر -قال عمر بن نافع: لا اعلمه الا قد رفعه- فذكره. واخرجه الطحاوي/3781، والطبراني في "الاوسط"(9368)، والبيهقي/2352

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے عاصم کے حوالے سے یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے اس جماعت میں حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابواحوص اور ابومعاویہ شامل ہیں۔

638 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ إِذْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تم جاؤ اور جا کر وضو کرو۔ وہ گیا اس نے وضو کیا اور وہ آیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جاؤ اور وضو اور کر وہ گیا اس نے وضو کیا وہ پھر آیا۔ ایک صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں دیا اور پھر آپ کیوں اس سے خاموش رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا جو اپنے تہبند کو لٹکائے ہوئے ہوتا ہے۔

شرح

من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔

"جو شخص غرور و تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ کرم نہیں فرمائے گا"۔ (بخاری ومسلم)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار۔ (بخاری)

"غرور و تکبر سے" چادر (یا شلوار، پینٹ، پاجامہ وغیرہ) کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہیں، جہنم میں ہوگا"۔

وضاحت مسئلہ: ان ارشادات پر بار بار غور کریں جو شخص غرور و تکبر سے کپڑا گھسیٹے اسے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کی نمایاں مثال چوہدری، جاگیردار ہیں جو اعلیٰ قیمتی تہ بند (دھوتی) پہن کر زمین پر گھسیٹے ہوئے چلتے ہیں تا کہ لوگوں پر اپنا دولت مندی و امارت کا رعب ڈال سکیں۔ اسی چیز سے منع کرنا مقصود ہے کہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو گھٹیا سمجھا جائے۔ اللہ کی نعمت کی بے قدری کی جائے اگر یہ وجوہات نہ ہوں تو ٹخنوں سے نیچے شلوار، دھوتی یا پاجامہ، پتلون کا ہو جانا ہرگز گناہ یا منع نہیں اور یہ اعلان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ خیلاء کے لفظ سے واضح ہے کہ غرور و تکبر سے چادر گھسیٹنا حرام ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو حرام نہیں، جائز ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیمہ، فقال ابوبکر ان احد شقي ثوبي يسترخي الا ان اتعاهد

ذالک منہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انک لست تصنع ذلک خیلاء۔
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا تکبر وغرور سے گھسیٹے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے کپڑے کا ایک کونہ، اگر پکڑ نہ رکھوں، نیچے لٹک جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم ایسا غرور وتکبر سے نہیں کرتے"۔ (صحیح بخاری، 1:517، طبع کراچی)

گویا جس بات سے دوسروں کو اس لئے منع فرمایا کہ اس میں غرور وتکبر ہے اسی کی اجازت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لئے دی کہ ان میں غرور وتکبر نہیں۔ پس اصل ممانعت غرور وتکبر کی ہے۔ پس اگر غرور وتکبر نہ ہو تو پتلون، شلوار، پاجامہ، چادر کا ٹخنوں سے نیچے ہونا ہرگز مکروہ، حرام یا ممنوع نہیں۔ زیادہ سے زیادہ بعض لوگوں نے ایسی صورت میں مکروہ تنزیہی کا قول کیا ہے جو خلاف اولیٰ ہوتا ہے حرام نہیں۔ (مشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی وفتاویٰ عالمگیری)

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیت ہیں: "کذلك یطبع الله علی کل قلب متکبر جبار: اسی طرح اللہ ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے" (المومن:35)۔ "وخاب کل جبار عنید: اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا" (ابراہیم:15)۔ "انه لا یحب المستکبرین: بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" (النحل:23)۔ "ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین: بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ عزت میرا تہبند ہے اور کبریاء (بڑائی) میری چادر ہے جس شخص نے ان میں سے کسی کو بھی کھینچا میں اس کو عذاب دوں گا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے جس نے ان میں سے ایک کپڑے کو بھی کھینچا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ (صحیح مسلم البر والصلۃ :136(2620) 6557۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:4090۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث:4174۔ مسند حمیدی رقم الحدیث:1194۔ مسند احمد ج2، رقم الحدیث:414،248)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: متکبروں کو قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹی کی جسامت میں جمع کیا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت ڈھانپ لے گی، ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے، اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے، ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی (سنن الترمذی رقم الحدیث:2492۔ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث:8800۔ مسند الحمیدی، رقم الحدیث:598۔ مسند احمد ج2، ص179، رقم الحدیث: 6677، الادب المفرد رقم الحدیث:557۔ جامع الاصول رقم الحدیث:8212)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتی کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:2007۔ جامع الاصول رقم الحدیث:8213)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو اتار دیا ہے اور تمہارے باپ دادا کی بڑائی کو ختم کر دیا ہے، اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک پرہیزگار، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہے اور فاجر بدبخت، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہے، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری مختلف قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 3277۔ صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث: 2781۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 8214)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا، دوزخ نے کہا: مجھ میں متکبرین اور متجبرین داخل کیے گئے ہیں اور جنت نے کہا: مجھے کیا پرواہ ہے جب کہ مجھ میں صف کمزور، عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے۔ (الحدیث) (صحیح مسلم المنافقین: 35 (2846) 7040۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4850)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا: تکبر، خیانت اور قرض۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: 1578۔ مسند احمد ج 8، رقم الحدیث: 22432)

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور شخص جس کو بے حد کمزور سمجھا جاتا ہو اگر وہ اللہ پر (کسی کام کی) قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کرے گا، اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا متکبر

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4918، 6071، 6657۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: 2853۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4116)

حضرت نعیم بن ہماز الغطفانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بنے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً سب سے بڑا ہے) کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے بدلہ میں دنیا لے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو ولعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کر دے، اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کر دے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: 2456۔ مجمع الزوائد ج 10، ص 234)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام نافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین متکبر، بوڑھا، زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج 6، ص 256، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے، پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں ہے، اور مسند بزار میں اس طرح ہے: تمہارا باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے۔ تمہارا باپ آدم ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ (المعجم الاوسط، ج 5، رقم الحدیث 4143۔ مسند البزار رقم الحدیث: 2044، 3583، حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ مسند البزار کی سند صحیح ہے۔ مجمع الزوائد، ج 8، ص 160، مطبوعہ دار الفکر، 1414ھ)

طبع جدید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دو غلام تھے ایک حبشی دوسرا نبطی تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور نبی ﷺ سن رہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا اے نبطی، دوسرے نے اس کو کہا اے حبشی۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اس طرح نہ کہو تم دونوں (سیدنا) محمد ﷺ کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابو یعلیٰ ج 7، رقم الحدیث: 4146۔ مجمع الزوائد ج 8 ص 86۔ المطالب العالیہ رقم الحدیث: 2524۔ اتحاف السادۃ المہرۃ ج 7 رقم الحدیث: 6107)

تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 5783۔ صحیح مسلم لباس: 42 (2085) 5353۔ سنن الترمذی رقم الحدیث: 1737۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 5326۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3569۔ موطا امام مالک رقم الحدیث: 570۔ مسند احمد ج 2 ص 56، رقم الحدیث: 5188۔ مسند الحمیدی رقم الحدیث: 636)

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا رہتا تھا، ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا، انہوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پتلی ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج 8 ص 206، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، 1406ھ)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 855ھ مذکور الصدر حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے باندھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا جائز ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص یا لمبا تہبند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو۔

(عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب پھسل جانے کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدیدات میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

علامہ بدر الدین عینی حنفی مزید لکھتے ہیں: نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ ﷺ جلدی سے اپنا تہبند [illegible] ہوئے کھڑے ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ)

غیر ارادی طور پر تہبند قدموں سے نیچے گھسیٹ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ارادتاً تہبند یا شلوار اتنی لمبی رکھنا کہ وہ قدموں کے نیچے گھسٹ رہی ہو حرام ہے خواہ تکبر کی نیت نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہر حال اسراف ہے اور اپنے کپڑوں کو نجاست سے آلودگی کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ البتہ اگر لباس قدموں کے نیچے نہیں گھسٹ رہا تھا صرف ٹخنوں سے نیچے تھا تو یہ بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (المرقات ج ۸ ص ۲۳۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تکبر اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند کو لمبا بناتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لطف وعنایت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے زخم ہو جس پر مکھیاں بیٹھتی ہوں تو ان سے زخم کو بچانے کے لیے ٹخنہ ڈھانپے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۲۷ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا لٹکائے۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۵۵ مطبوعہ لکھنؤ)

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں: طعام اور لباس میں توسیع اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۵۸ مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے: مرد کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: پائنچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب وتکبر ہے تو قطعاً ممنوع وحرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہو احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ بہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء درصورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب وتکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام ومستحق وعید اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پائنچے

جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کعبین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں اس طرح کا لٹکانا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضور سرور عالم ﷺ سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث:۴۰۹۶) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف ساق تک پائنچوں کا ہونا بہتر وعزیمت ہے اکثر ازار پرانوار سیدالابرار ﷺ یہیں تک ہوتی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱۰ ص۱۲۰ ایضاً ص۱۱۰۔۶۹ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطیبی الشافعی المتوفی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا لٹکانے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے۔ ظواہر احادیث کا یہی تقاضا ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح الطیبی ج۸ ص۲۰۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۳ھ)

علامہ نووی شافعی اور علامہ کرمانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(شرح مسلم ج۲ ص۱۱۰ مطبوعہ کراچی شرح کرمانی لصحیح البخاری ج۲۱ ص۳۰ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(موطا امام مالک کی) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا (یعنی تہبند اتنا دراز تھا کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا) اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی۔ البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹتے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمہید ج۳ ص۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور فتح المالک تبویب التمہید لابن عبدالبر ج۹ ص۳۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ)

نیز حافظ ابن عبدالبر مالکی الاستذکار میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنی ہے تکبر کرنا اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

(الاستذکار ج۲۶ ص۱۸۷ رقم:۳۸۰۸ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں: صاحب النظم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تکبر کا خوف نہ ہو اس کے لیے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا مکروہ نہیں ہے اور اولیٰ اس کو ترک کرنا ہے۔

(کتاب الفروع ج۱ ص۳۴۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۵ھ)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر تکبر اور اکڑ کر چلنے کی نیت کے بغیر تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو اس

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ شلوار یا پاجامہ یا تہبند انسان کی قامت اور اس کے قد سے لمبا نہ ہو کہ قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو اگر ایسا ہو تو یہ علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق مذموم ہوگا بلکہ اسراف اور زمانہ قدیم کی عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد

اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے پھر اس کے بعد فرمایا: فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام:

اور جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ: ۸۹)

اس آیت میں تین دن کے روزے مطلق ہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فصیام ثلاثة ایام متتابعات تین دن کے مسلسل روزے۔ پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید ہے۔ اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا۔ اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے پے در پے روزے رکھنا قسم کا کفارہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے لیکن جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ایک حکم کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے: ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو اور دوسری حدیث میں ہے: ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔ پہلی حدیث میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں مقید ہے یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے اب مطلق کو مقید پر نہیں محمول کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (شخص) ہے پہلی حدیث میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث میں مقید سر (شخص) یعنی مسلمان غلام اس حکم کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان میں تضاد نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(نور الانوار ص ۱۶۰۔ ۱۵۹، مطبوعہ کراچی التوضیح والتلویح ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ کراچی تیسیر التحریر ج ۱ ص ۳۳۴، ۳۳ کشف الاسرار ج ۲ ص ۵۳۵، ۵۲۴)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تکبر کے سبب سے اپنا کپڑا گھسیٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے سوا اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ (تہبند گھسیٹنا) تکبر سے کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴)

اس حدیث میں تہبند گھسیٹنے پر وعید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوداً اور عدماً خیلائی (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔ وجوداً کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص تکبر سے تہبند گھسیٹے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہے اور عدماً کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خیلاء سبب ہوتا ہے کا اس لیے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۳) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے

ایسا نہیں کرتے اس کا معنی ہے تم عمداً ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل باطل ہے کیونکہ سبب بول کر مسبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب حقیقت محال یا متعذر ہو اور یہاں پر اس کلام کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنی مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنی بلا وجہ پہنانا باطل ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی دیکھئے ربا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جنس کا اتحاد اور بیع کا ادھار ہونا ہے اور جب یہ مت نہیں ہوگی تو ربا بالفضل حرام نہیں ہوگا۔ یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مثلاً مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو نماز مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ بعض احادیث میں کپڑا لٹکانے پر وعید ہے مگر وہاں خیلاء یا تکبر کا ذکر نہیں ہے۔ مثلاً:

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ ما اسفل من الكعبين من الازار ففی النار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہا ہو وہ دوزخ میں ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا کوئی سبب بہ طور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے:

عن النبی ﷺ ليس فی مال زكوة حتى يحول عليه الحول:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے باوجود وجوب زکوۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوۃ کے لیے اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں:

عن علی قال قال رسول الله ﷺ قد عفوت عن الخيل الرقيق فهاتوا صدقة الرقة من كل اربعين درهما درهم وليس فی تسعين ومائة شئ فاذا بلغت مائتين ففيها خمسة دراهم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوۃ معاف کر دی تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوۃ نہیں ہے اور جب وہ سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۶۲۰ سنن النسائی رقم الحدیث: ۲۴۷۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا ٹخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی ہے اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ ﷺ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے جس طرح ہم نے زکوۃ میں سال گزرنے

کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔

شیخ انور شاہ کاشمیری ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہبند نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تہبند گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہبند باندھیں ان کا تہبند پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب پھسل جاتی ہے الا یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہبند گھسیٹنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جو مضبوطی سے تہبند باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے (مشاہدہ لکھنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہرحال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے۔ سعیدی غفرلہ) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پٹھوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھو۔ اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۲ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۳۴۴)

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

ممانعت میں تکبر کی خصوصیت نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عورتوں کو بھی ایک بالشت سے زیادہ لباس لٹکانے کی اجازت نہیں دی حالانکہ ان کو لباس لٹکانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اس کے متعلق سوال کیا اور آپ ﷺ نے جواب میں تکبر یا عدم تکبر کا فرق نہیں کیا۔

(فیض الباری مع الحاشیہ ج ۴ ص ۳۷۷، ۳۷۲ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ)

شیخ بدر عالم میرٹھی نے لکھا ہے جس طرح نیند حدث کا سبب ہے اور مباشرت فاحشہ حدث اکبر کا سبب ہے اور سفر مشقت کا سبب ہے اسی طرح ہم جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) کو تکبر کا سبب قرار دیتے ہیں۔ ان کی اتباع میں جسٹس محمد تقی عثمانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ نیند کا حدث کے لیے سبب ہونا اور مباشرت فاحشہ کا حدث اکبر کے لیے سبب ہونا خلاف قیاس ہے اور خلاف قیاس اپنے مورد میں بند رہتا ہے۔ اس پر دوسری چیزوں کو قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ نیز ان چیزوں کو شارع علیہ السلام نے سبب قرار دیا ہے اس لیے وہ ثابت ہیں۔ اور ہماری اور آپ کی وہ حیثیت نہیں ہے کہ ہم از خود کسی چیز کو کسی چیز کا سبب قرار دیں اور وہ حجت شرعیہ ہو جائے۔ نیز شیخ کشمیری اور شیخ میرٹھی کا کلام جر ثوب (کپڑا گھسیٹنے) میں ہے اور وہ ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے ہمارے نزدیک وہ لباس جائز ہے جو بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا اور پہننے والے کے قد سے متجاوز نہ ہو اور اس کے جواز میں مذاہب اربعہ کے فقہاء متفق ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت طویل کلام کیا ہے جس کو جسٹس محمد تقی عثمانی بتمامہ نقل کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ بدر عالم میرٹھی کے کلام کا خلاصہ لکھا ہے اور آخر میں بہ طور حاصل بحث یہ لکھا ہے کہ اگر انسان قصداً اسبال (ٹخنوں سے نیچے تہبند باندھے) کرے تو وہ مطلقاً ممنوع ہے خواہ وہ تکبر سے ہو یا بغیر تکبر کے اور اگر اس کا تہبند بلا قصد ٹخنوں سے نیچا رہا تو وہ صورت ہے جس کو نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے جائز فرمایا تھا۔ (تکملہ فتح الملہم ج ۴ ص ۱۲۲ ملتقطاً مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی)

جو کام بلا قصد ہو وہ خارج از بحث ہے کیونکہ ارادتاً کسی کام پر مکروہ یا غیر مکروہ ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اور اسبال ثوب اگر انسان کی قامت۔ متجاوز نہ ہو اور بغیر تکبر کے ہو تو وہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک جائز ہے اور جر ثوب مطلقاً ممنوع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ اس لیے جسٹس صاحب کا اسبال ثوب کو مطلقاً ممنوع کہنا غیر مسموع ہے۔ البتہ مشہور دیوبندی محدث شیخ محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۳۹۴ھ نے فقہاء مذاہب اربعہ کے مطابق لکھا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے کپڑا لٹکانا حرام نہیں ہے۔ مکروہ تنزیہی ہے۔

(التعلیق الصبیح ج ۴ ص ۳۹۵، ۲۸۳ مطبوعہ لاہور)

ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق تحقیق

علامہ غلام رسول سعیدی حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث میں جر ثوب اور اسبال الازار کے الفاظ ہیں جر ثوب کا معنی ہے کپڑا گھسیٹنا۔ اور اسبال الازار کا معنی ہے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے ہونا۔ اگر کوئی مرد جر ثوب کرے یعنی اس کا تہبند، شلوار کا پائنچہ ٹخنوں سے بہت نیچا ہو حتیٰ کہ اس کے

قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی فائدہ کے کپڑے کو ضائع کرنا ہے سو یہ اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹتا رہے گا تو نجاست کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو محل نجاست میں ڈالنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے کیوں کہ عہد رسالت میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے اگر جرثوب بغیر تکبر کے ہو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حافظ ابن عبد البر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے۔ (تمہید ج ۳ ص ۲۴۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۳) اور اگر جرثوب (کپڑا گھسیٹنے) کے ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ شدید مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اور اگر اسبال ازار ہو یعنی تہبند یا شلوار کا پائنچہ ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے قد اور قامت کے برابر ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو اگر اس میں تکبر نہیں ہے صرف زینت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اور اکڑ اکڑ کر چلتا ہے اور اتراتا ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے یہ ملحوظ رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے اگر ایک مرد نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیز گار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اس لیے حرمت میں اصل تکبر ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۴، ص ۳۳۱، لاہور)

بَابٌ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ

باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی

639 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ قُنْفُذٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَتْ: تُصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظُهُورَ قَدَمَيْهَا

❁❁ محمد بن زید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی؟ تو سیدہ اُم سلمہ نے بتایا: وہ اپنی اوڑھنی اور لمبی قمیص میں نماز ادا کرے گی جو اس کے پاؤں کو ڈھانپ لے۔

640 - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ - بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَكْرُ بْنُ مُضَرَ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَإِسْمَاعِيلُ

639- رجاله ثقات غير ام حرام والدة محمد بن زيد بن قنفذ، فلم يرو عنها غير ابنها، وقال الذهبي في "الميزان": لا تعرف. وهو في "موطا مالك" 1/142، ومن طريقه اخرجه عبد الرزاق (5028)، والبيهقي 2/232، والبغوي في "شرح السنة" (526). واخرجه ابن سعد في "الطبقات" 8/476 من طريق عبد الرحمن بن اسحاق، وابن ابي شيبة 2/225، والبيهقي 2/232

بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرُوا بِهِ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: کیا عورت صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز ادا کر سکتی ہے' جبکہ اس نے تہبند باندھا ہوا نہ ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس نے اس کے پاؤں کو ڈھانپا ہوا ہو (تو پھر وہ نماز ادا کر سکتی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت مالک بن انس، بکر بن مضر، حفص بن غیاث، اسماعیل بن جعفر، ابن ابی ذئب، ابن اسحاق نے محمد بن زید کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اسے صرف سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا (کے قول کے طور پر) نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ

باب: عورت کا اوڑھنی کے بغیر نماز ادا کرنا

641 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ، قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت سعید بن ابوعروبہ نے قتادہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے دلائل سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

حدیث نمبر 1

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے وائل بن حجر تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

641- اسنادہ حسن، صفیۃ بنت الحارث - وھی العبدریۃ ام طلحۃ الطلحات - روی عنھا محمد بن سیرین وقتادۃ، وذکرھا ابن حبان فی ثقات التابعین /3854-386، وتفرد ابن حجر فی "التقریب" فعدھا صحابیۃ ولم یتابع، وکانت السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنھا نزلت عندھا بالبصرۃ بعد وقعۃ الجمل، وباقی رجالہ ثقات. حماد: ھو ابن سلمۃ. واخرجہ الترمذی (378)، وابن ماجہ (655) من طریق حماد بن سلمۃ، بھذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن. وھو فی "مسند احمد" (25167)، و"صحیح ابن حبان" (1711) و (1712). وانظر ما بعدہ.

(معجم طبرانی کبیر ج22 ص18، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد « کتاب الصلاۃ، 2594][البدر المنیر ، لابن الملقن: 3/463]

حدیث نمبر2

حضرت عبدربہ بن سیمان بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں۔ (جزء رفع الیدین للامام بخاری ص7)

حدیث نمبر3

حضرت ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا عورت تکبیر تحریمہ کہتے وقت مرد کی طرح اشارہ (رفع یدین) کرے گی؟ آپ نے فرمایا: عورت تکبیر کہتے وقت مرد کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے آپ نے اشارہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں بہت ہی پست رکھے اور ان کو اپنے سے ملایا اور فرمایا عورت کی (نماز میں) ایک خاص ہیئت ہے جو مرد کی نہیں۔ (منصف ابن ابی شیبہ ج1 ص239)

حدیث نمبر4

ترجمہ: حضرت یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ عورت (کا حکم سجدہ کی حالت میں) مرد کی طرح نہیں ہے۔ (مراسیل ابی داؤد ص:۸)

حدیث نمبر5

عورت نماز میں سمٹ کر سرین کے بل بیٹھے' چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

ترجمہ: "حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ خواتین حضور کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: پہلے چار زانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں"۔ (جامع المسانید ۱:۴۰۰)

عورت زمین کے ساتھ چمٹ کر اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے' حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں سے چپکالے۔ اس طرح کہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتوں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ (کنز العمال ج7 ص549)

حدیث نمبر6

حضرت حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے۔

(منصف ابن ابی شیبہ ج1 ص279، کتاب الصلاۃ « أبواب صفة الصلاة « المرأة كيف تكون في سجودها رقم الحدیث: 2701؟ سنن کبری بیہقی ج2 ص222)

حدیث نمبر 7

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عورت کی نماز کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودہا؟ رقم الحدیث:2702)

حدیث نمبر 8

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے اور اپنی سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد دور رکھتا ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودہا؟ رقم الحدیث:2703]

حدیث نمبر 9

حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص270 کتاب الصلاۃ المرأۃ کیف تکون فی سجودہا؟ رقم الحدیث:2704]

حدیث نمبر 10

عَنْ نَافِعٍ . عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا . أَنَّهُ سُئِلَ: "كَيْفَ كُنَّ النِّسَاءُ يُصَلِّينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ كُنَّ يَتَرَبَّعْنَ . ثُمَّ أُمِرْنَ أَنْ يَحْتَفِزْنَ"

.[جامع المسانید ج1 ص400؛ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحصکفی: رقم الحدیث:114]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں کیسے نماز پڑھتی تھیں آپ نے فرمایا چہارزانوں بیٹھ کر پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ خوب سمٹ کر بیٹھا کریں۔

حدیث نمبر 11

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق (ایک ہاتھ کی پشت دوسرے ہاتھ کے پشت سے مارنا) عورتوں کے لئے۔ (بخاری ج1 ص160، مسلم ج1 ص180، ترمذی ج1 ص85)

اگر مرد وعورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں تو کیا مرد حضرات کو بھی عورتوں کی طرح اسکارف (اوڑھنی) پہن کر نماز پڑھنی ہوگی؟؟؟

حدیث نمبر 12

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔

(ترمذی ج1 ص86، ابوداؤد ج1 ص94)؛ صحیح ابن حبان: رقم الحدیث:1745)

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ عورت جب بالغ ہو جائے اور نماز پڑھے تو ننگے بالوں سے نماز جائز نہیں ہوگی یہ امام شافعی کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ عورت کے جسم سے کچھ حصہ بھی ننگا ہو تو نماز نہیں ہوگی امام شافعی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ اگر اس کے پاؤں کھلے رہ جائیں تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔

[جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 364(26235)]:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کی چادروں میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

[جامع الترمذی «کتاب الجمعۃ» «ابواب السفر» «باب فی کراہیۃ الصلاۃ فی لحف النساء»، رقم الحدیث: 545]

مرد کو مسجد میں اور عورت کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

حدیث نمبر 13

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت کا اکیلے نماز پڑھنا اس کی نماز باجماعت پر پچیس (۲۵) گنا فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث نمبر 14

حضرت ام حمید زوجہ ابو حمید ساعدی مروی ہے کہ ایک مرتبہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی معیت میں نماز پڑھنا محبوب رکھتی ہوں، نبی ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتی ہو لیکن تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا حجرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے چنانچہ ان کے حکم پر ان کے گھر کے سب سے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا ہوتا تھا نماز پڑھنے کے لئے جگہ بنا دی گئی اور وہ آخری دم تک وہیں نماز پڑھتی رہیں۔

(الترغیب والترہیب للمنذری ج1 ص225 باب ترغیب النساء فی الصلاۃ فی بیوتھن ولزوم ھا وترھیبھن من الخروج منھا)

حدیث نمبر 15

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کا کمرہ میں نماز پڑھنا گھر (آنگن) میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور (اندرونی) کوٹھری میں نماز پڑھنا کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے یعنی عورت جس قدر بھی پردہ اختیار کرے گی اسی قدر بہتر ہے صحن میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کمرہ میں نماز پڑھنا افضل ہے اور کمرہ میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں کمرہ کے اندر بنی ہوئی کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

مرد و عورت کی نماز کا فرق اور فقہاء اربعہ

(1): قَالَ الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ فِي الْفُقَهَاءِ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: وَالْمَرْأَةُ تَرْفَعُ يَدَيْهَا حِذَاءَ مَنْكِبَيْهَا هُوَ الصَّحِيْحُ لِأَنَّهُ أَسْتَرُ لَهَا۔ (الهداية في الفقه الحنفي ج1 ص84 باب صفة الصلوة) وَقَالَ أَيْضاً: وَالْمَرْأَةُ تَنْخَفِضُ فِيْ سُجُوْدِهَا وَتَلْزَقُ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا لِأَنَّ ذٰلِكَ أَسْتَرُ لَهَا۔ (الہدایہ فی الفقہ الحنفی ج1 ص92)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھائے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: عورت سجدوں میں اپنے جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(2): قَالَ الْإِمَامُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ: وَالْمَرْأَةُ دُوْنَ الرَّجُلِ فِي الْجَهْرِ وَهِيَ فِيْ هَيْأَةِ الصَّلَاةِ مِثْلُهُ غَيْرَ

اَنَّهَا تَنْضَمُّ وَ لَا تُفَرِّجُ فَخِذَيْهَا وَلَا عَضُدَيْهَا وَتَكُوْنُ مُنْضَمَّةً مُتَرَوِّيَةً فِيْ جُلُوْسِهَا وَسُجُوْدِهَا وَاَمْرِهَا كُلِّهٖ۔ (رسالۃ ابن ابی زید القیروانی المالکی ص 24)

ترجمہ: امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کی نماز کی کیفیت مرد کی نماز کی طرح ہے مگر یہ کہ عورت سمٹ کر نماز پڑھے اپنی رانوں اور بازوؤں کے درمیان کشادگی نہ کرے اپنے قعود سجود اور نماز کے تمام احوال میں۔

(3): قَالَ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ اِدْرِيْسَ الشَّافِعِيْ: وَقَدْ اَدَّبَ اللّٰهُ النِّسَاءَ بِالْاِسْتِتَارِ وَاَدَّبَهُنَّ بِذَالِكَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُحِبُّ لِلْمَرْاَةِ فِي السُّجُوْدِ اَنْ تَنْضَمَّ بَعْضَهَا اِلٰى بَعْضٍ وَتُلْصِقَ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا وَتَسْجُدَ كَاَسْتَرِ مَايَكُوْنُ لَهَا وَهٰكَذَا اُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالْجُلُوْسِ وَجَمِيْعِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَكُوْنَ فِيْهَا كَاَسْتَرِ مَايَكُوْنُ لَهَا۔ (کتاب الام للشافعی ج1 ص 286 ص 287 باب التجافی فی السجود)

ترجمہ: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردہ پوشی کا ادب سکھایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی ادب سکھایا ہے۔ اس ادب کی بنیاد پر میں عورت کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے اس میں اس کے لیے زیادہ ستر پوشی ہے۔ اسی طرح میں عورت کے لیے رکوع، قعدہ اور تمام نماز میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ نماز میں ایسی کیفیات اختیار کرے جس میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہو۔

(4): قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: وَالْمَرْاَةُ كَالرَّجُلِ فِيْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ اَنَّهَا تَجْمَعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً اَوْتَسْدُلُ رِجْلَيْهَا فَتَجْعَلُهُمَا فِيْ جَانِبِ يَمِيْنِهَا۔۔۔۔۔ قَالَ اَحْمَدُ: اَلسَّدْلُ اَعْجَبُ اِلَيَّ۔ (الشرح الکبیر لابن قدامۃ ج1 ص 599 المغنی لابن قدامۃ ج1 ص 635)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: سب احکام میں مرد کی طرح ہے مگر رکوع و سجود میں اپنے جسم کو سکیڑ کر رکھے اور آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: "عورت کا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھنا میرے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔"

: چند محدثین کے نام جنھوں نے مرد و عورت کی نماز میں فرق بیان کیا

1. امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ م 96ھ۔ آپ محدث و مفتی کوفہ ہیں۔ 2. امام مجاہد رحمہ اللہ م 102ھ۔ محدث و مفتی مکہ ہیں۔ 3. امام عامر الشعبی رحمہ اللہ م 104ھ۔ آپ کی 500 صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ثابت ہے۔ کوفہ کے بہت بڑے محدث، فقیہ، مفتی اور مغازی کے امام تھے۔ 4. امام حسن بصری رحمہ اللہ م 110ھ۔ بصرہ کے محدث اور مفتی تھے۔ 5. امام عطاء رحمہ اللہ م 114ھ۔ آپ محدث و مفتی مکہ ہیں۔

عبدالحیٔ لکھنوی کا فیصلہ

قَالَ عَبْدُ الْحَقِّ اللَّكْنَوِيْ: وَاَمَّا فِيْ حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ لِاَنَّهَا مَا اَسْتَرُ لَهَا۔ (السعایہ ج2 ص 156)

ترجمہ: عورتوں کے حق میں علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کے لیے سینہ تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

عورت کی امامت مکروہ ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ مَوْلًى لِبَنِي هَاشِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: "لَا تَؤُمُّ الْمَرْأَةُ".

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عورت امامت نہ کرے۔

(مصنف ابن أبي شيبة « كتاب الصلاة » « أبواب مجموعة » « من كره أن تؤم المرأة النساء » رقم الحديث: 4822، مدونة الكبرى: ۱/ ۸۶، اعلاء السنن ۴: ۲۲۳)

علماء کے نزدیک تو عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے کیونکہ نفل کی جماعت تداعی (اعلان) کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ درمختار (۱: ۵۶۵) میں ہے: یکرہ تحریما (جماعة النساء) ولو فی التراويح فی غير صلاة الجنازة"۔

قضا نمازیں مرد کو سب ادا کرنی ہیں، جبکہ عورت کو ایام حیض میں نہ نماز ادا کرنی ہے اور نہ ہی بعد میں اس کی قضا لازم ہے:

(رقم الحدیث: 511)

ترجمہ: حضرت معاذہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا ہم میں سے کسی کو اس نماز صرف اسی قدر زمانہ میں جبکہ وہ طاہر رہے کافی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تو حروریہ ہے، یقیناً ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور حیض آتا تھا مگر آپ ہمیں نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہ دیتے تھے، یا عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ ہم قضا نہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

مرد وعورت کی نماز میں فرق سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: " والمرأة تنخفض فی سجودها تلزق بطنها بفخذيها، لان ذلک استر لها (وفی موضع اخر قال) وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استر لها"۔ (۱: ۱۱۰، ۱۱۱)

شرح صغیر میں ہے: "ندب مجافاة، ای: مباعدة، رجل فيه، ای: سجود (بطنه فخذيه) فلايجعل بطنه عليهما ومجافاة (مرفقيه ركبته) ای: عن ركبتيه ومجافاة ضبعيه، ای: ما فوق المرفق الى الابط، جنبيه ای: عنهما مجافاة وسطا فی الجميع، واما المرأة فتكون منضمة فی جميع احوالها"۔

(۱: ۳۲۹، ط: دار المعارف مصر ۱۳۹۲ھ)

شرح مہذب میں ہے: "قال الشافعی والأصحاب: یسن ان یجافی مرفقیه عن جنبیه' ویرفع بطنه عن فخذیه' وتضم المرأۃ بعضها الی بعض (قال قبل اسطر) روی البراء بن عازب ان النبی ا کان اذا سجد جخ وروی جخی 'والجخ الخاوی وان کانت امرأۃ ضمت بعضها الی بعض لان ذلک استرلها"۔ (۳:۴۲۹)

المغنی میں ہے: "وان صلت امرأۃ بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا" قال ابن قدامة فی شرحه اذا ثبت ہذا فانها اذا صلت بهن قامت فی وسطهن' لانعلم فیه خلافا من رأی لها ان تؤمهن، ولان المرأۃ یستحب لها التستر ولذلک یستحب لها التجافی"۔ (۲:۳۶)

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ وآثار صحابہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال سے عورت کا طریقہ نماز ثابت ہے وہ مرد کے طریقہ نماز سے جدا ہے اس لئے مرد اور عورت کی نماز کی ادائیگی کو یکساں کہنا غلط ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی کہتے ہیں کہ رہا (ہاتھ باندھنے کا معاملہ) عورتوں کے حق میں تو تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے۔ (السعایہ ج2 ص156)

امام ابوالحسن علی بن ابوبکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنے مونڈھوں تک اٹھائے یہی صحیح ہے کیونکہ یہ طریقہ اس کے لئے زیادہ پردہ کا ہے نیز آگے چل کر فرماتے ہیں اور عورت اپنے سجدہ میں پست رہے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملائے کیونکہ یہ اس کے لئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ (ہدایہ ج1 ص100، 110)

امام ابوزید قیروانی مالکی فرماتے ہیں کہ عورت نماز کی ہیئت میں مرد ہی کی طرح ہے الا یہ کہ عورت اپنے آپ کو ملا کر رکھے گی اپنی رانیں اور بازو کھول کر نہیں رکھے گی پس عورت اپنے جلسہ اور سجدے دونوں میں خوب ملی ہوئی اور سمٹی ہوئی ہوگی۔
(الرسالہ بحوالہ نصب العمود ص50)

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے عورتوں کو یہ ادب سکھلایا ہے کہ وہ پردہ کریں اور یہی ادب اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عورتوں کو سکھلایا ہے لہٰذا عورتوں کے لئے سجدہ میں پسندیدہ یہ ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھیں اور پیٹ کو رانوں سے چپکا لیں۔ اور اس طرح سجدہ کریں کہ ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے اسی طرح ان کے لئے پسندیدہ ہے رکوع میں بھی جلسہ میں بھی بلکہ تمام نماز ہی میں کہ وہ اس طرح نماز پڑھیں کہ جس سے ان کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔ (کتاب الام ج1 ص115)

امام خرقی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت اس میں برابر ہیں سوائے اس کے کہ عورت [illegible] اپنے آپ کو اکٹھا کرے (سکیڑے) پھر یا تو چہار زانو بیٹھے یا سدل کرے کہ دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دے، ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ عورت کے حق میں نماز کے وہی احکام ثابت ہوں جو مرد کے لئے ثابت ہیں کیونکہ خطاب دونوں کو شامل ہے بایں ہمہ عورت مرد کی طرح رانوں کو پیٹ سے دور نہیں رکھے گی بلکہ ملائے گی) کیونکہ عورت ستر کی چیز ہے لہٰذا اس کے لئے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنا مستحب ہے تا کہ یہ اس کے لئے [illegible] زیادہ ستر کا باعث بنے [illegible]

رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے۔۔۔۔۔۔۔امام احمد رحمہ فرماتے ہیں مجھے عورت کے لیے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اس کو خلال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث وآثار، اجماع امت اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے۔

(۱) مرد تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے۔اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر 1 نمبر 2 نمبر 3 سے واضح ہے۔

مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہری رحمہ اللہ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ اور کوفہ میں حضرت حماد رحمہ اللہ یہی فتوی دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے) تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج1 ص239)

۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے بیان سے واضح ہے۔

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں گے اور عورتیں ملا کر (اس کو فقہا کی اصطلاح میں تجافی کہتے ہیں۔

(٤) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(٥) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(٦) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں اور امام کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر مار کر متنبہ کریں۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز نہیں ہوگی۔

642 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتٍ لَهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ، فَأَلْقَى لِي حَقْوَهُ، وَقَالَ لِي: شُقِّيهِ بِشُقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هَذِهِ نِصْفًا وَالْفَتَاةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا، فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ، أَوْ لَا أُرَاهُمَا إِلَّا قَدْ حَاضَتَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ

❁❁ محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُم طلحہ صفیہ کے ہاں پڑاؤ کیا انہوں نے اس خاتون کی بیٹیوں کو دیکھا تو فرمایا: نبی اکرم ﷺ (گھر میں) تشریف لائے میرے حجرے میں ایک لڑکی موجود تھی۔ آپ نے اپنا تہبند میری طرف بڑھایا اور فرمایا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دو اور اس کا ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو اور ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے

ٹھہرے ہے کیونکہ میرا یہ خیال ہے یہ بالغ ہو چکی ہیں۔ (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)
(امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں:) ہشام نے ابن سیرین کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران ''سدل'' کرنا

643 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِسْلٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

✿✿ حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز میں ''سدل'' سے منع کیا ہے اور اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپ لے۔

(امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں:) یہ روایت عسل نے عطاء کے حوالے حضرت ابوہریرہ ﷛ سے نقل کی ہے۔
''نبی اکرم ﷺ نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے''۔

644 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يُضَعِّفُ ذَلِكَ الْحَدِيثَ

✿✿ ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ عطاء کو سدل کے طور پر کپڑا لٹکا کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(امام ابوداؤد ﷫ فرماتے ہیں:) یہ چیز اس حدیث کو ضعیف ثابت کرتی ہے۔

سدل کے معنی ومفہوم کا بیان

''سدل'' کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کو اپنے سر یا کندھوں پر ڈال کر دونوں طرف سے اسے لٹکا دیا جائے چنانچہ کپڑا استعمال کرنے کا یہ طریقہ مطلقاً ممنوع ہے کیونکہ اس سے غرور وتکبر کی شان پیدا ہوتی ہے اور نماز میں تو یہ طریقہ بہت ہی برا ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''سدل'' کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے اندر کرے اور اسی طرح رکوع و سجدہ کرتا رہے۔ چونکہ یہ طریقہ یہودیوں کا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے

عرب میں پگڑی کے کونہ سے منہ پر ڈھاٹا باندھ لیتے تھے جس سے دہانہ چھپ جاتا تھا آپ ﷺ نے نماز میں اس سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس طرح نہ تو قرأت اچھی طرح ہوتی ہے اور نہ سجدہ پورے طور پر ہوتا ہے۔ ہاں اگر نماز میں کسی کو ڈکار آئے۔

منہ سے بدبو آئے تو اسے ہاتھ سے منہ ڈھانک لینا مستحب ہے۔

مکروہاتِ نماز کا بیان

مکروہات کی دو قسمیں ہیں اوّل مکروہ تحریمی، یہ واجب کے بلمقابل ہے اور حرام کر قریب ہے، دوم مکروہ تنزیہی، یہ سنت اور مستحب واولیٰ کے بالمقابل ہے پس مکروہات کا علم واجبات وسنن ومستحبات کے علم سے بآسانی ہوسکتا ہے یہاں بغرض وضاحت درج کئے جاتے ہیں۔

۱. سدل (کپڑے کو لٹکانا) یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں سرے لٹکتے رہیں کپڑے کو اہل تہذیب اور عام عادات کے خلاف استعمال کرنا بھی سدل میں داخل ہے مثلاً چوغہ یا شیروانی یا کرتے کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اور پہنے بغیر ہی اپنے مونڈھوں و پیٹھ پر ڈال لے یا چادر یا کمبل اس طرح اوڑھے کہ اس کے دونوں سرے لٹکتے رہیں، اگر اس کا ایک سرا دوسرے کندھے پر ڈال لے یا اور دوسرا سرا لٹکتا رہے تو مکروہ نہیں۔

۲. چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں، نماز کے علاوہ بھی بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور خطرے کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

۳. آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا یعنی اگر وضو وغیرہ کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو مکروہ ہے، اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے کسی نے نماز کے اندر آستین چڑھائی، اگر کہنیوں تک چڑھائی تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی اور اس سے کم ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی مگر مکروہ ہے، ایسی قمیض یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا جس کی آستین اتنی چھوٹی ہو کہ کہنیوں تک ہاتھ ننگے رہیں مکروہ تحریمی ہے۔

۴. کرتہ ہوتے ہوئے صرف تہبند یا پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۵. صافہ یا ٹوپی ہوتے ہوئے بلا عذر سستی یا بے پرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

۶. صافہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا رہے، یہ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔

۷. جنگ کے علاوہ خود و زرہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۸. کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لیکر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طواف عمرہ وطواف حج کے لئے کرتے ہیں نماز میں اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

۹. ایسے معمولی یا میلے کچیلے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن کو پہن کر وہ دوسرے بڑے لوگوں کے پاس مجمع میں نہ جائے، اگر اس کے پاس اور کپڑے ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اگر اور کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

۱۰. نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا یعنی ڈھانٹھا باندھ لینا۔

۱۱. نماز میں اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیلنا یا سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کو سمیٹنا (اوپر اٹھانا) خواہ عادت کے طور پر ہو یا مٹی سے بچانے کے لئے۔

۱۲. نماز میں ٹوپی یا کرتے کا اتارنا یا پہننا یا موزہ نکالنا اگر عمل قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں

مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ وغیرہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔

(۱) کپڑے یا داڑھی یا بدن سے کھیلنا (۲) کپڑا سمیٹنا مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے دامن اٹھا لینا یا پاجامہ کے پائنچوں کو اٹھا لینا (۳) کپڑا لٹکانا مثلاً سر یا مونڈھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یا کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی اور اگر چادر وغیرہ کا ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ (۴) کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا (۵) پاخانہ پیشاب کی شدید حاجت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا (۶) بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا (۷) کنکریاں ہٹانا، ہاں اگر سنت کے مطابق سجدہ نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے۔ (۸) انگلیاں چٹکانا (۹) انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا (۱۰) کمر پر ہاتھ رکھنا (۱۱) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا (۱۲) نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا (۱۳) تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینے سے لگا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا (۱۴) مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا (۱۵) کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا (۱۶) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو (۱۷) پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو یعنی سر کھلا رہے (۱۸) ناک اور منہ کو چھپانا (۱۹) بے ضرورت کھنکار نکالنا (۲۰) بالقصد جماہی لینا (۲۱) جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا (۲۲) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر پر یا سامنے دائیں بائیں یا پس پشت تصویر ہو، ہاں اگر تصویر کسی پہاڑ، دریا وغیرہ کی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (۲۳) کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا اور قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا (۲۴) قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا (۲۵) رکوع میں قرات ختم کرنا (۲۶) امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود میں جانا یا اس سے پہلے سر اٹھانا (۲۷) صرف پاجامہ یا تہ بند پہن کر نماز پڑھنا جبکہ کرتا یا چادر موجود ہے اور اگر دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔ (۲۸) امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا جبکہ اسے پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدنظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں (۲۹) جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر صف میں داخل ہونا (۳۰) غصب کی ہوئی زمین یا پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا (۳۱) قبر کا نمازی کے سامنے ہونا جبکہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو اور قبر اگر دائیں بائیں یا پیچھے ہو تو کراہت نہیں (۳۲) کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں۔ (۳۳) الٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا (۳۴) انگرکھے کے بند نہ باندھنا (۳۵) اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگانا جبکہ نیچے کرتا وغیرہ نہ ہو اور سینہ کھلا رہے اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

جن سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے

(۱) سجدہ یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا، ہاں اگر مقتدی تین تسبیحیں نہ کہنے پایا تھا کہ امام نے سر اٹھا لیا تو امام کا ساتھ دے۔ (۲) کام کاج کے میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھنا جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں (۳) سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا اور خشوع و خضوع کے لیے سر برہنہ پڑھی تو مستحب ہے مگر بہتر یہ ہے کہ تنہائی میں ایسا کرے تاکہ ناواقف مسلمان اسے اس

حالت میں نہ دیکھیں اور یہ خود ریا سے محفوظ رہے۔ (۴) پیشانی سے خاک وغیرہ چھڑانا، ہاں اگر تکلیف دہ ہونا یا خیال بٹتا ہو تو حرج نہیں اور نماز کے بعد چھڑا دینا چاہیے، تاکہ ریا نہ رہے۔ (۵) نماز میں انگلیوں پر آیتوں یا تسبیحات وغیرہ کو گننا، نماز فرض ہو خواہ نفل (۶) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا (۷) نماز میں بغیر عذر چار زانو یعنی پالتی مار کر بیٹھنا (۸) انگڑائی لینا (۹) بالقصد کھانسنا یا کھنکارنا (۱۰) منفرد کو صف میں کھڑا ہونا (۱۱) مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا جبکہ صف میں جگہ موجود ہو ورنہ حرج نہیں (۱۲) فرض کی ایک رکعت میں کسی آیت یا سورت کو بار بار پڑھنا (۱۳) سجدے کو جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا اور اگر عذر ہو تو معافی ہے۔ (۱۴) رکوع میں سر کو پشت سے اونچا یا نیچا کرنا (۱۵) ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین زور سے کہنا (۱۶) اذکار نماز کو ان کی جگہ سے ہٹا کر پڑھنا (۱۷) بغیر عذر دیوار وغیرہ پر ٹیک لگانا (۱۸) رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا (۱۹) سجدوں میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا (۲۰) آستین بچھا کر سجدہ کرنا، ہاں اگر گرمی سے بچنے کے لیے ایسا کیا تو حرج نہیں (۲۱) امام مقتدی کو آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر پناہ مانگنا اور منفرد نفل پڑھنے والے کے لیے جائز ہے۔ (۲۲) دائیں بائیں جھومنا اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دینا کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے (۲۳) اٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اٹھانا (۲۴) نماز میں آنکھیں بند رکھنا مگر جب کھلی رہنے میں خشوع وخضوع نہ ہوتا ہو تو بند کرنے میں حرج نہیں، بلکہ بہتر ہے (۲۵) سجدہ وغیرہ میں انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا (۲۶) امام کو تنہا دروں یا محراب میں کھڑا ہونا اور اگر باہر کھڑا ہوا اور سجدہ محراب میں کیا یا اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں مسجد ہی تنگ ہو تو کوئی کراہت نہیں (۲۷) پہلی جماعت کے امام کو محراب یعنی وسط مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ کھڑا ہونا (۲۸) امام کا تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہونا جبکہ بلند قلیل ہو ورنہ مکروہ تحریمی ہے۔ (۲۹) بلاضرورت امام کا نیچے اور مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا (۳۰) مسجد میں اپنے لیے کوئی جگہ خاص کر لینا (۳۱) جلتی آگ نمازی کے آگے ہونا اور شمع یا چراغ میں کراہت نہیں۔ (۳۲) سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست کا ہونا۔ (۳۳) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نجاست کا گمان ہے۔ (۳۴) مرد کا سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا (۳۵) ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جو دل کو مشغول رکھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي شُعُرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے کپڑوں پر نماز ادا کرنا

645 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شُعُرِنَا أَوْ لُحُفِنَا. قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: شَكَّ أَبِي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کپڑوں میں (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

عبید اللہ نامی راوی کہتے ہیں: (روایت کے الفاظ ہیں) شک میرے والد کو ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ

باب: آدمی کا گدی پر بال باندھ کر نماز ادا کرنا

646 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا أَبُو رَافِعٍ فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغْضَبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ: أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِي مَغْرِزَ ضَفْرِهِ

✿✿ سعید بن ابوسعید مقبری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو کھڑے ہوئے نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے بالوں کی چوٹی اپنی گدی پر باندھی ہوئی تھی تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے اسے کھول دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غصے کے عالم میں ان کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت ابورافع نے کہا: آپ اپنی نماز کو جاری رکھیں اور غصے نہ ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"یہ شیطان کا حصہ ہے"۔

(راوی کہتے ہیں:) یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے یعنی وہ جگہ جہاں بالوں کی چوٹی بنائی جائے۔

647 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي، وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ، فَقَامَ وَرَاءَهُ، فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقَرَّ لَهُ الْآخَرُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ

✿✿ کریب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنے بال پیچھے باندھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ان کے بالوں کو کھولنے لگے جبکہ دوسرے صاحب انہیں ویسے ہی رکھنے پر مصر تھے۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو وہ حضرت عبداللہ بن

646- صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن في المتابعات، عمران بن موسى روى عنه ابن جريج واسماعيل ابن علية، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وصحح له هو وابن خزيمة، وقال الحافظ في "الفتح" 2992/: اسناده جيد. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (2291)، ومن طريقه خرجه الترمذي (385) وقال: حديث حسن. وهو في "صحيح ابن حبان" (2279). واخرجه ابن ماجه (1042) من طريق شعبة، عن مخول بن راشد، عن ابي سعد رجل من اهل المدينة، عن ابي رافع. وقد اختلف في تعيين ابي سعد، كما اختلف في اسناده على مخول بن راشد كما هو مبين في التعليق على "المسند" (23856).

عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: آپ کا میرے سر کے ساتھ کیا واسطہ؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے' جو اس طرح نماز ادا کر رہا ہو کہ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں''۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ

باب: جوتا پہن کر نماز ادا کرنا

648 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنے جوتے اپنے بائیں طرف رکھے ہوئے تھے۔

649 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُفْيَانَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ - أَوْ ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى ابْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوِ اخْتَلَفُوا - أَخَذَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَحَذَفَ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۂ مومنون کی تلاوت شروع کی جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر آئے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آ گئی۔ آپ نے قرأت مختصر کی اور رکوع میں چلے گئے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے۔

650 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي

649- اسناده صحيح. ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (2707)، ومن طريقه اخرجه مسلم (455). واخرجه مسلم (455) من طريق حجاج بن محمد، عن ابن جريج، به، الا انه قال: عبد الله بن عمرو بن العاص، وهو وهم، صوابه: عبد الله بن عمرو بن عبد القاري كما في "المصنف"، وقد نبه على هذا الحافظ ابن حجر رحمه الله تعالى في "الفتح" 2/256، وعلقه البخاري في "صحيحه" في كتاب الاذان: باب الجمع بين السورتين في الركعة، فقال: ويذكر عن عبد الله بن السائب: قرا النبي - صلى الله عليه وسلم المؤمنون في الصبح... وهو في "مسند احمد" (15394)، و"صحيح ابن حبان" (1815).

نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ، قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا - أَوْ قَالَ: أَذًى - وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا.

❁❁ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے نماز کے دوران اپنے جوتے اتارے اور انہیں بائیں طرف رکھ دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب نماز مکمل کی تو فرمایا تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتارے ہیں؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتار دیئے ہیں' تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا: ان پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ (یہاں راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست لگی ہوئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مسجد میں آئے' تو وہ اس بات کا جائزہ لے، اگر اس کو اپنے جوتوں پر گندگی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست نظر آتی ہے' تو وہ اسے پونچھ لے اور پھر ان میں نماز ادا کرلے۔

651 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ: فِيهِمَا خَبَثٌ، قَالَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ: خَبَثٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ان میں خبث (نجاست) لگی ہوئی ہے''۔

652 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيِّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ، وَلَا خِفَافِهِمْ

❁❁ یعلی بن شداد اپنے والد (حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''یہودیوں کے برخلاف کرو کیونکہ وہ جوتے یا موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے ہیں''۔

653 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو جوتے اتار کر بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔

بَابُ الْمُصَلِّيْ إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب: نمازی جب جوتا اتارتا ہے تو اسے کہاں رکھے؟

654 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتُمَ أَبُو عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ، فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ غَيْرِهِ، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ، وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اپنے دائیں طرف یا بائیں طرف نہ رکھے' کیونکہ وہ کسی اور کے دائیں طرف ہو رہے ہوں گے' البتہ اگر اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو' تو (حکم مختلف ہے) آدمی کو اپنے جوتے دونوں پاؤں کے درمیان رکھنے چاہئیں''۔

655 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِ بِهِمَا أَحَدًا، لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلِّ فِيهِمَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اتار دے اور ان کے ذریعے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ وہ ان دونوں کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے یا پہن کر نماز ادا کرے''۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: چٹائی پر نماز ادا کرنا

656 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ، حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

❁❁ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے تھے میں آپ کے برابر تھی میں حیض کی

---

656 اسنادہ صحیح. خالد: ھو ابن عبداللہ الواسطی، والشیبانی: ھو سلیمان ابن ابی سلیمان. واخرجہ البخاری (333)، ومسلم (513)، وابن ماجہ (958) من طرق عن الشیبانی، بھذا الاسناد. ولیس فی روایۃ ابن ماجہ الصلاۃ علی الخمرۃ. وھو فی "مسند احمد" (26806) واخرجہ مختصرا بالصلاۃ علی الخمرۃ البخاری (381)، والنسائی فی "الکبری" (819)، وابن ماجہ (1028) من طریقین عن الشیبانی، بہ وھو فی "مسند احمد" (26805) و (26849). وانظر ما سلف برقم (369).

حالت میں تھی۔ جب آپ سجدے میں جاتے تھے بعض اوقات آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگ جاتا تھا آپ چٹائی پر نماز ادا کر رہے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: بڑی چٹائی پر نماز ادا کرنا

657 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ وَكَانَ ضَخْمًا، لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ، وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ، فَصَلِّ حَتَّى أَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدِيَ بِكَ، فَنَضَحُوا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، قَالَ فُلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک بھاری بھرکم شخص ہوں۔ (راوی کہتے ہیں: وہ ایک بھاری بھرکم شخص تھا) میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کرسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نے کھانا تیار کیا پھر اپنے گھر میں دعوت دی (اور یہ گزارش کی) آپ نماز ادا کریں میں آپ کو دیکھ لوں' پھر میں آپ کی اقتداء کروں۔ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کے کنارے پر پانی چھڑکا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

فلاں بن جارود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: میں نے صرف اسی دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

658 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الذَّارِعُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَتُدْرِكُهُ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلَى بِسَاطٍ لَنَا وَهُوَ حَصِيرٌ نَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ کو وہاں نماز کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔ آپ ہماری چٹائی پر نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔ وہ ایک چٹائی تھی جس پر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔

659 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ

❁❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر اور دباغت شدہ چمڑے پر نماز ادا کرلیتے تھے۔

شرح

چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا۔آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے آدمی کی کھال احتراماً دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی جائے گی تو پاک ہوجائے گی مگر اس سے نفع لینا احترام کی وجہ سے جائز نہیں۔دباغت کی دو قسمیں ہیں اول حقیقی جو دوائی اور چونے، پھٹکری، ببول کے پتے وغیرہ سے کی جاتی ہے۔دوم حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر۔کے کی جاتی ہے دونوں قسم کی دباغت سے چمڑا پاک ہوجائے گا۔

دباغت کھال کا بیان

ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہوگئی۔اور اس میں نماز جائز ہے۔اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہوگئی۔یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔اور اس نہی سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اہاب غیر دباغت والی کھال کا نام ہے۔اور کتے کی کھال میں امام شافعی علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔بخلاف سور کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمان "فانہ رجس" میں ضمیر "ہٗ" کا مرجع خنزیر ہے۔کیونکہ یہی قریب ہے۔اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔لہٰذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہوگئیں۔ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو روکے اسے دباغت کہتے ہیں۔اگرچہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہوجائے گا لہٰذا اس کیلئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔(ہدایہ، کتاب طہارت، بیروت)

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مرگئی۔اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔تو لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

659- حسن لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف، یونس بن الحارث ضعیف یعتبر بہ، وو الدابی عون- واسمہ عبداللہ بن سعید الثقفی- مجھول لم یرو عنہ غیر ابنہ ابی عون محمد. ابو احمد الزبیری: ھو محمد بن عبداللہ بن الزبیر. واخرجہ البیھقی فی "معرفۃ السنن" (5041)، والبغوی فی "شرح السنۃ" (531) من طریق المصنف، بھذا الاسناد. واخرجہ احمد (18227)، وابن خزیمۃ (1006)، والحاکم /2591، والبیھقی /2 420 من طریق ابی احمد الزبیری، والطبرانی /20(999)

(رقم الحدیث، 117، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا)

امام دارقطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

حدثنا أبو بكر النيشابوري نا محمد بن عقيل بن خويلد نا حفص بن عبد الله نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه و سلم أيما اهاب دبغ فقد طهر إسناد حسن۔ (سنن دارقطنی، ج ا، ص ۲۸، دار المعرفہ بیروت)

دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔ اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔ (۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔ (۳) اس سے وضو کرنا تا کہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔ اور والصلوٰۃ فیه کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔ اسی لئے "والصلوٰۃ علیه" نہیں کہا۔ کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔ کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔ اور وہ منصوص علیہ بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "و ثیابک فطهر" اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔ اور آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کی تا کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہٰذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہٰذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ا، ص ۱۲۶، بیروت)

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ ہو قاعدہ فقہیہ

نکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ مذکور ہو تو وہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔ (ماخذ من العنایہ، ج ا، ص ۱۲۶، بیروت)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ یہاں کھال سے مراد عام ہے چاہے وہ مردار کی کھال ہو یا غیر مردار کی کھال ہو اسی طرح وہ ماکول لحم کی کھال ہو یا غیر ماکول لحم کی کھال ہو ہر صورت میں دباغت کی وجہ سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ حکم دباغت بھی عام ہے۔ جو رطوبت و نجاستوں کو ختم کرنے والا ہے۔

اس حدیث میں جو صاحب ہدایہ نے فقہاء احناف کے موقف کی دلیل میں ذکر کی ہے۔ اس حدیث سے عموم مراد ہے اس سے ہر کھال مراد ہوگی سوائے خنزیر اور آدمی کی کھال کے کیونکہ ان دونوں کا استثناء کیا جائے گا۔

فقہ شافعی و مالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم و فقہاء احناف کا جواب

امام مالک علیہ الرحمہ نے مذکورہ متن میں ذکر حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مردار کی کھال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا گیا ہے لہٰذا مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی۔ امام مالک کی مستدل حدیث ہے۔

اس حدیث کو اصحاب سنن اربعہ نے ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن حکیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے ایک ماہ قبل حضرت جہینہ کو لکھا تھا۔ کہ تم مردار کی کھال

اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، بیہقی، ابن عدی، بتصرف اسنادھا)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن ''شہر او شہرین'' ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہٰذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگا۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد حذاء کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیبہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجہول ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو حکیم کی صحبت اختیار کرنے والے ہیں لہٰذا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسلک کی دلیل ہوئی۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۶۷، دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جس کو امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه و سلم استمتعوا بجلود الميتة إذا هي دبغت ترابا كان أو رمادا أو ملحا أو ما كان بعد أن تريد صلاحه۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۴۹، دار المعرفہ بیروت)

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صحیح دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لایوکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہٰذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے حالانکہ اگر لایوکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فانہ رجس'' میں ھو ضمیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہٰذا وہ نجس العین ہوا۔ اور نجس العین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگر چہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح دباغت سے کھال کے اندر سے نجاست اور وہ تمام مادے جو نجاست سے بھرے ہوتے ہیں یا جن میں نجاست حلول کیے ہوتی ہے وہ سب خارج ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذبح کے ساتھ بھی وہ تمام فاسد مادے خارج ہو جاتے ہیں لہٰذا جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہوا اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہوا۔

ہر وہ جانور جو ماکول لحم ہے یا نا ماکول لحم ہے ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی جانور کو ذبح کرنے سے اس کے جسم کے اندر سے خون اور رطوبات نجاسة خارج ہو جاتی ہیں اسی طرح دباغت سے بھی خارج ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ گوشت میں جس قدر رطوبات نجاسة ملوث ہوتی ہیں اسی طرح کھال میں ملوث نہیں ہوتیں کیونکہ کھال گاڑھی ہوتی ہے اس میں نجاست اسی طرح حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح گوشت میں حلول کر جاتی ہے۔ اور جب گوشت ذبح سے پاک ہو جاتا ہے جس میں زیادہ نجاست حلول کیے ہوتی ہے تو کھال بدرجہ اولیٰ دباغت و ذبح سے پاک ہو جائے گی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب: آدمی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا

٦٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم شدید گرمی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا ممکن نہیں ہوتا تھا تو وہ اپنا کپڑا بچھا لیتا تھا اور اس پر سجدہ کرتا تھا۔

شرح

حنفیہ کے نزدیک چونکہ نمازی اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کر سکتا ہے اس لئے یہ حضرات اس حدیث کو اپنے مسلک کی دلیل میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لئے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرنا درست ہے۔

حضرات شوافع کے نزدیک چونکہ ایسے کپڑے پر جو نمازی کے ہلنے سے حرکت کرتے ہوں سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے وہ حضرات اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے وہ ان کے بدن پر نہیں ہوتے تھے بلکہ گرمی سے بچاؤ کی خاطر انہیں علیحدہ فرش پر بچھائے رکھتے تھے۔

گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا اور حسن نے فرمایا کہ لوگ عمامہ اور کنٹوپ پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے، تو ہم میں سے بعض لوگ گرمی کی شدت سے سجدہ کی جگہ کپڑے کا کنارہ بچھایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، جلد نمبر ۱ حدیث نمبر ۳۷۶)

سجدے کی سنتوں کا بیان

سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا۔

سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا۔

سات اعضائ (دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا، ناک پیشانی کے ساتھ شامل ہے اس لئے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صرف ناک پر سجدہ کرنا بلا عذر جائز نہیں عذر کے ساتھ جائز ہے جبکہ ناک کا سخت حصہ زمین پر لگے ورنہ جائز نہیں۔

سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا اور اُن انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔

سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔

سجدے میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا۔

اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا

بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے ملا رکھنا

کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اٹھا ہوا رکھنا

پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا (سجدہ کا یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتیں بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور کہنیاں زمین سے ملا دیں پاؤں کے پنجے کھڑے نہ کریں اور ہاتھوں پر زور نہ دیں بلکہ جس طرح التحیات میں بیٹھتی ہیں اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدے کے لئے پیشانی زمین پر لگائیں)

اگر عذر نہ ہو تو سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے علی الترتیب ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر عذر کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرنا،

ہر سجدے میں تین بار سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کہنا

دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھنا،

گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا (عذر کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں)

تَفرِیعِ اَبوَابِ الصُّفُوفِ

باب: صفوں سے متعلق فروعی ابواب

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

امام حدیث امام مسلم اپنی صحیح میں لکھتے ہیں حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں (اس طرح) برابر (سیدھی) کیا کرتے تھے کہ گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاسکتا تھا یہاں تک کہ ہم بھی آپ ﷺ سے (صفوں کی برابر کرنے کی اہمیت) سمجھ گئے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ (مکان سے نکل کر) تشریف لائے اور (نماز کے لئے) کھڑے ہوگئے اور تکبیر (تحریمہ) کہنے ہی کو تھے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا ہے آپ ﷺ نے دیکھ لیا چنانچہ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ" اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1052)

عرب میں تیر کی ہمواری اور سیدھا پن اس قدر مشہور تھا کہ دوسری چیزوں کے سیدھے پن اور ہمواری کو بھی تیر سے تشبیہ دیا کرتے تھے اس طرح گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا۔" یہ جملہ کسی چیز کی ہمواری اور سیدھے پن کے لئے مثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تیروں کے ذریعہ دوسری چیزوں کو سیدھا اور برابر کرتے ہیں اور یہاں یہ مبالغے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ صفیں اس قدر سیدھی اور ہموار ہوتی تھیں کہ تیر بھی ان کے ذریعہ سیدھے کئے جاسکتے تھے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اپنے عکس پر محمول ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا صفیں تیروں کے ذریعہ برابر کرتے تھے" حدیث کے آخری جملے کا مطلب مولانا مظہر نے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہری ادب و فرمانبرداری نہیں کرو گے تو تمہاری یہ ظاہری نافرمانی تمہارے باطن یعنی دلوں کے اختلاف کی طرف تمہیں پہنچائے گی۔ جو آگے چل کر آپس کے بغض و عناد اور کدورت و عداوت کا سبب بن جائے گی اور پھر قلوب کے یہ اختلاف اور یہ باطنی بری خصلتیں تمہاری ظاہری زندگی میں بھی اس طرح سرایت کر جائیں گی کہ تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا ہو جائے گی چنانچہ تم میں سے ہر آدمی ایک دوسرے سے اعراض کرے گا اور کسی کے دل میں کسی کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہ رہ جائے گا بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا اور ہموار رکھنے کی بڑی اہمیت ہے جب جماعت کھڑی ہو تو ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صف کے برابر کرلے اور ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ کھڑا ہونا چاہیے، اگر صف سیدھا کرنے کے اس حکم کی پیروی نہیں کی جائے گی تو جان لو کہ رب قدوس اس کی سزا تمہیں یہ دے گا کہ تمہارے درمیان بغض و نفرت پیدا ہو جائے گی جس سے تمہارے معاشرتی و سماجی امن و سکون کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

صفوں کو برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جماعت میں کھڑے ہوں تو صف بندی اس طرح کریں کہ

آپس میں بالکل مل کر کھڑے ہوں تا کہ ایک دوسرے کے درمیان خلا نہ رہے اور آگے پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوں بلکہ برابر کھڑے رہیں اگر کئی صفیں ہوں تو وہ اس طرح قائم کی جائیں کہ ایک دوسری صف کے درمیان شروع سے لے کر آخر تک یکساں فرق رہے ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ سے تو دونوں صفوں کا درمیانی فاصلہ کم ہو اور کسی جگہ سے زیادہ۔ ان ابواب کے تحت جو احادیث نقل کی جائیں گی ان سے صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت و تاکید معلوم ہوگی اور صف بندی کے جو مسائل و احکام ہیں وہ واضح ہوں گے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

باب: صفوں کو سیدھا رکھنا

فرشتوں کی طرح صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

661 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشَ - عَنْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوْفِ الْمُقَدَّمَةِ. فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ. قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟. قَالَ: يُتِمُّوْنَ الصُّفُوْفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصَّفِّ

❁❁ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم لوگ اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صف بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کس طرح صف بناتے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پہلے آگے والی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوتے ہیں''۔

662 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ اَبِي الْقَاسِمِ الْجُدَلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ، يَقُوْلُ: اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ ثَلَاثًا. وَاللّٰهِ لَتُقِيْمُنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ قَالَ: فَرَاَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ

❁❁ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف رُخ کر کے ارشاد فرمایا: تم اپنی صفیں ٹھیک کرو یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

661- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية، والاعمش: هو سليمان بن مهران. واخرجه مسلم (430)، والنسائي في "الكبرى" (892) و (11370)، وابن ماجه (992) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (20964) و (21024)، و "صحيح ابن حبان" (2154) و (2162)، و "صحيح ابن خزيمة" (1544).

''اللہ کی قسم! یا توتم اپنی صفیں ٹھیک رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کردے گا''۔
راوی کہتے ہیں: میں دیکھتا تھا کہ ہر شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ ملاتا تھا اپنے گھٹنے کو اپنے ساتھی کے گھٹنے کے ساتھ ملاتا تھا۔ اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

663 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّينَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوَّمُ الْقِدْحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذْنَا ذَلِكَ عَنْهُ، وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ بِوَجْهِهِ إِذَا رَجُلٌ مُنْتَبِذٌ بِصَدْرِهِ، فَقَالَ: لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہماری صفیں یوں سیدھی کیا کرتے تھے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کو یہ اندازہ ہوگیا کہ ہم نے آپ سے یہ حکم حاصل کرلیا ہے اور ہم اسے سمجھ گئے ہیں' تو ایک دن آپ نے توجہ کی تو ایک شخص کا سینہ سب سے آگے نکلا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''یا توتم لوگ صفیں برابر رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کردے گا''۔

664 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَأَبُو عَاصِمِ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُولُ: لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک کونے سے دوسرے کونے تک صف کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے: (صف کو سیدھا کرتے ہیں) اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا۔
نبی اکرم ﷺ یہ بھی فرماتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

665 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نبی اکرم ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا کرتے تھے جب ہم سیدھے ہوجاتے تو پھر نبی اکرم ﷺ تکبیر کہتے تھے۔

664- اسناده صحیح. ابو عاصم بن جواس: اسمه احمد، و ابو الاحوص: هو سلام بن سلیم، ومنصور: هو ابن المعتمر، وطلحة الیامی، هو ابن مصرف. واخرجه النسائی فی "الکبری" (887) من طریق ابی الاحوص، بهذا الاسناد. واخرجه مقتصرا علی القطعة الثانیة منه ابن ماجه (997) من طریق شعبة، عن طلحة بن مصرف، به. وهو فی "مسند احمد" (18516) و (18518). وانظر ماسلف برقم (543).

666 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَحَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ أَتَمُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ أَبِي شَجَرَةَ - لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - لَمْ يَقُلْ عِيسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو شَجَرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَى وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ: إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلِينَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَنْكِبَيْهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''صفوں کو درست رکھو۔ کندھوں کو برابر رکھو۔ درمیان میں فاصلہ نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے لیے نرم ہو جاؤ''۔

عیسٰی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے۔ ''اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ شیطان کے لیے خلا نہ چھوڑو جو شخص صف کو ملا کر رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا' اور جو شخص صف کو منقطع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو منقطع کرے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوشجرہ نامی راوی کثیر بن مرہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ ''اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص صف میں شامل ہونا چاہے' تو وہ شخص (جو پہلے سے صف میں موجود ہے) وہ اپنے کندھے نرم کر دے تا کہ وہ شخص صف میں داخل ہو سکے۔

667 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اپنی صفوں کو اچھی طرح ملا کر رکھو۔ ایک دوسرے کے قریب رہو۔ گردنوں کو برابر رکھو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے' میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں یوں گھس آتا ہے' جیسے وہ بکری کا بچہ ہو''۔

668 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ

الصَّلَاةِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''صفوں کو برابر رکھو' کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا' نماز کی تکمیل کا حصہ ہے''۔

669 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ، صَاحِبِ الْمَقْصُورَةِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ. فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: اسْتَوُوا وَعَدِّلُوا صُفُوفَكُمْ

⊛⊛ محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی تو انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے؟ یہ لکڑی کیوں رکھی گئی ہے میں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! (مجھے نہیں معلوم) انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دست مبارک رکھتے تھے اور پھر یہ ارشاد فرماتے تھے۔
''برابر ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو''۔

670 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ الْتَفَتَ، فَقَالَ: اعْتَدِلُوا، سَوُّوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ أَخَذَهُ بِيَسَارِهِ، فَقَالَ: اعْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ بیان کرتے ہیں۔
''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے' تو آپ اپنے دائیں دست مبارک میں اسے پکڑ لیتے تھے۔ پھر آپ متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے تھے۔
''سیدھے ہو جاؤ اور صفیں درست کرلو''۔
پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے بائیں دست مبارک میں لے کر ارشاد فرماتے تھے۔
''سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو''۔

671 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
''آگے والی صف کو مکمل کرو پھر اس کے بعد والی کو (مکمل کرو) جو کمی ہو۔ وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔

پہلی صف کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف (والوں) پر رحمت بھیجتے ہیں" (یہ سن کر) صحابہ کرام نے عرض کیا" یارسول اللہ! دوسری صف (والوں) پر بھی (یعنی اس طرح فرمائیے کہ پہلی اور دوسری صف پر رحمت بھیجتے ہیں مگر) رسول اللہ ﷺ نے (اس مرتبہ بھی دوسری صف کا ذکر نہیں کیا بلکہ) فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اور دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے (پھر یہی فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور دوسری صف پر بھی (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ" اپنی صفوں کو برابر کرو اپنے کندھوں کو ہموار رکھو (یعنی ایک سطح اور ہموار جگہ پر کھڑا ہو اور اونچا نیچا ہو کر مت کھڑے ہو) اور اپنے بھائیوں کے ہاتھ کے آگے نرم رہو۔ (یعنی اگر کوئی آدمی کندھے پر ہاتھ رکھ کر تمہیں صف میں برابر کرے تو اس سے انکار نہ کرو بلکہ برابر ہو جاؤ، نیز صفوں میں خلا پیدا نہ کرو کیونکہ شیطان خذف یعنی بھیڑ کا چھوٹا بچہ بن کر تمہارے درمیان گھس جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1066)

صحابہ کے قول وعلی الثانی میں جو عطف ہے اسے عطف تلقین فرماتے ہیں یعنی صحابہ کا مطلب یہ تھا کہ پہلی صف کی فضیلت آپ ﷺ نے بیان فرمادی دوسری صف کی فضیلت بھی بیان فرمادیجئے کہ دوسری صف پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ دوسری صف کو بھی پہلی صف کی صف مذکورہ میں شامل فرمادیا جس سے معلوم ہو کہ فضیلت کے اعتبار سے دوسری صف کا درجہ پہلی صف سے کم تر ہے۔

672 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمِّي عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

۞۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں' نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں' جن کے کندھے نماز کے دوران نرم ہوتے ہیں''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) جعفر بن یحییٰ کا تعلق مکہ سے ہے۔

شرح

نماز میں نرم کندھے کی توضیح وفائدے میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اس کے کئی معنی ہیں چنانچہ اس کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ" اگر کوئی آدمی جماعت میں اس طرح کھڑا ہو کہ صف برابر نہ ہوئی ہو اور پیچھے سے آکر کوئی آدمی اس کا کندھا پکڑ کے اسے سیدھا کھڑا ہو جانے کے لئے کہے تو وہ ضد وہٹ دھرمی اور تکبر نہ کرے بلکہ اس آدمی کا کہنا مان لے اور سیدھا کھڑا ہو کر صف برابر کر لے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی صف میں آکر کھڑا ہونا چاہیے اور جبکہ صف میں جگہ بھی ہو تو اسے منع نہ کرے صف میں کھڑا ہو

جانے دے۔ اس کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ "کندھوں کو نرم رکھنا" نماز میں خشوع وخضوع اور سکون ووقار کے لئے کنایہ ہے۔ یعنی نماز میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو نہایت خاطر جمعی حضوری قلب اور اطمینان ووقار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔

بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي

باب: ستونوں کے درمیان صف بنانا

673 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا، فَقَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ عبدالحمید بن محمود بیان کرتے ہیں: جمعہ کے دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو ہمیں ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ہم آگے پیچھے ہو گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہم اس چیز سے بچا کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ

باب: صف میں کس کا امام کے قریب کھڑے ہونا مستحب ہے اور (صف سے) پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

674 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.

⊛⊛ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم میں سے تجربہ کار اور سمجھدار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں' پھر ان کے بعد کے مرتبے ہوں' پھر ان کے بعد کے مرتبے کے ہوں''۔

675 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ: وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

674- اسناده صحيح. ابن كثير: هو محمد، وسفيان: هو الثوري، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معمر: هو عبد الله بن سخبرة، وابو مسعود: هو عقبة بن عمرو الانصاري البدري. واخرجه مسلم (432) (122)، والنسائي في "الكبرى" (883) و (888)، وابن ماجه (976) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17102)، و "صحيح ابن حبان" (2172).

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے' تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''صف بناتے ہوئے آگے پیچھے نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا' اور تم بازاروں کے شوروغل سے بچو''۔

676 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں طرف والوں پر (بطور خاص) رحمت نازل کرتے ہیں''۔

شرح

چونکہ دوسری صف کو بھی ان صفوں پر جو اس کے بعد ہوتی ہیں فضیلت حاصل ہے اس لئے جب رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی تو "پہلی صفوں" کی اور دوسری صف کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو آپ نے پہلے آسمان پر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ جب اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ سیدنا جبریل نے آپ کو بتایا کہ سیدنا آدم کی دائیں جانب وہ لوگ تھے جو جنت میں داخل ہونے والے ہیں اور بائیں طرف وہ لوگ تھے جو جہنم میں داخل ہوں گے، اس سے بھی اصحاب الیمین سے مراد اہل جنت ہوئے۔ اور اگر یمین کو یمن سے مشتق سمجھا جائے جو برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے تو اس سے مراد خوش بخت اور خیر و برکت والے اصحاب ہیں اور مطلب دونوں معنوں کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس روز حضرت آدم کی پشت سے ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی' ان کے دو گروہ بنا دیئے گئے تھے۔ ایک گروہ دائیں طرف والا جن کے متعلق اللہ نے فرمادیا تھا: ھو الا للجنۃ' اصحاب المیمنۃ سے وہی لوگ مراد ہیں اور دوسرا گروہ بائیں طرف والا دوزخیوں کا تھا جن کو اصحاب المشئمۃ کہا گیا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا تھا: ھوالاء للنار۔

عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت وکنتم ازواجا ثلثۃ سے مراد ہے قیامت کے دن لوگوں کی منزلیں تین قسم کی ہوں گی۔ آیت فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہوں گے دائیں طرف والے) یعنی کیا ہی شان ہوگی۔ دائیں ہاتھ والوں کی اور جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا۔ آیت واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ (اور بائیں طرف والے کیا ہی برے ہوں گے بائیں طرف والے) یعنی کیا ہی برا حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا اور جو کچھ تیار کیا گیا ان کے لیے آیت والسبقون السابقون (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہاں گے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہوں گے) یعنی ہر امت میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن جریر نے حسن رحمہ اللہ سے آیت و کنتم ازواجا ثلثه سے لے کر آیت وثلة من الآخرین تک کے بارے میں روایت کیا کہ برابری اور مساوات کردی جائے گی۔ سابقہ امتوں کے دائیں ہاتھ والوں اور اس امت کے دائیں ہاتھ والوں کے درمیان۔ اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والے پہلی امتوں میں سے زیادہ ہوں گے اس امت کے نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں میں سے۔ (تفسیر در منثور، سورہ واقعہ، بیروت)

میدان حشر میں حاضرین کی تین قسمیں

ابن کثیر نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جاویں گے، ایک قوم عرش کے داہنی جانب ہوگی، یہ وہ ہوں گے جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داہنی جانب سے پیدا ہوئے اور ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کو عرش کی داہنی جانب میں جمع کردیا جائے گا، یہ سب لوگ جنتی ہیں۔

دوسری قوم عرش کے بائیں جانب میں جمع ہوگی جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئی اور جن کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے گے، ان سب کو بائیں جانب میں جمع کردیا جائے گا اور یہ سب لوگ جہنمی ہیں (نعوذ باللہ منھم)

اور تیسری قسم طائفہ سابقین کا ہوگا جو رب عرش کے سامنے خصوصی امتیاز اور قرب کے مقام میں ہوگا، جن میں انبیاء ورسل، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ شامل ہوں گے، ان کی تعداد بہ نسبت اصحاب الیمین کے کم ہوگی۔

۱ میمنہ یا تو یمین سے ماخوذ جس کا معنی ہے دایاں ہاتھ۔ کیونکہ ان نیک بختوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے یا ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا یا اس لیے کہ ان کی روحیں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں جانب تھیں اس لیے انہیں اصحاب المیمنہ کہا گیا ہے۔ یا یہ یمن سے ماخوذ ہے جس کا معنی یمن و برکت والا۔ کیونکہ ان کی ساری زندگی اپنے رب کریم کی بندگی میں بسر ہوئی، اس کی یاد میں ان کے رات دن کٹتے تھے، اس کو راضی کرنے کے لیے وہ جد و جہد کرتے رہے۔ ایسے لوگوں سے بڑھ کر یمن و برکت والا کون ہوسکتا ہے، اس لیے اصحاب المیمنہ کہا گیا۔

۲ اصحاب المشئمۃ: اس کی وجہ تسمیہ میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ یا تو یہ شوئی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بایاں ہاتھ کیونکہ ان بدبختوں کو بائیں سے پکڑ کر جہنم رسید کیا جائے گا یا ان کے عمر بھر کے گناہوں کا پلندہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ ان کی روحیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں ہاتھ تھیں، اس لیے اصحاب المشئمہ کہا گیا۔ یا یہ شئوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نحوست اور بدبختی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنی ساری عمر نافرمانی اور غفلت میں بسر کی، ان سے بڑا منحوس اور بدبخت کون ہوسکتا ہے۔

اب ذرا ما اصحاب المیمنۃ کی ترکیب پر غور فرمایئے۔ اصحاب المیمنۃ مبتدا ہے۔ ما مبتدائے ثانی۔ اصحاب المیمنۃ خبر۔ مبتداء اپنی خبر سے مل کر خبر ہوا مبتدائے اول کی۔ ما استفہامیہ برائے تعجب ہے۔ یعنی دائیں ہاتھ والوں کی عظمت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہی کیفیت اصحاب المشئمہ کی بھی ہے۔

آخر میں تیسری قسم کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مدارج عالیہ اور ان پر جو فضل و کرم کیا جانے والا ہے اس کو بھی

بیان کر دیا۔ السابقون کا معنی ہے سبقت لے جانے والے۔ اس سے مراد وہ ازلی سعادت مند ہیں جنہیں جب دعوت حق دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ جب بھی انہیں کسی کار خیر کی طرف بلایا گیا یہ اپنے ساتھیوں سے چار قدم آگے ہی دکھائی دیے۔ دین کی سربلندی کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت پڑی تو سب کچھ لا کر قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ اگر جان کی ضرورت ہوئی تو بصد مسرت سربکف میدان میں حاضر ہو گئے۔ غرضیکہ نیکی اور بھلائی کے ہر کام میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کی تعریف رحمت عالم ﷺ نے اپنے ان کلمات سے فرمائی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابُ مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ

677 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ شَاذَانَ، حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا صَلَاةُ - قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: لَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ: صَلَاةُ أُمَّتِي -

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے اقامت کہلوائی۔ آپ نے پہلے مردوں کی صفیں بنوائیں۔ پھر بچوں کی اور پھر ان لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد راوی نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے طریقے کا ذکر کیا' جس میں یہ بات بیان کی ہے۔ "اس طرح نماز ہو گی" عبدالاعلیٰ نامی راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں روایت میں یہ الفاظ ہیں: "میری اُمت کی"۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور صفوں کی ترتیب کا بیان

۱. اگر صرف دو آدمی جماعت کریں تو ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی بن کر اس کے برابر میں داہنی طرف کھڑا ہو اگرچہ وہ دوسرا شخص جو مقتدی بنے گا لڑکا ہی ہو، اکیلا مقتدی امام سے آگے نہ کھڑا ہو ایڑی اور ٹخنے برابر میں ہوں امام سے آگے نہ ہوں، اگر مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں، اگر مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے برابر میں ہوں تب بھی مضائقہ نہیں زیادہ پیچھے یا بالکل امام کے پیچھے اکیلے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے اگر مقتدی اکیلی عورت یا لڑکی ہو تو اس کو امام کی پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

۲. اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کو ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے اور ان کے برابر میں بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے، اگر مقتدی ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو مرد امام کے برابر میں اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو، اگر دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے اور عورت یا لڑکی ان مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔

۳. اگر دو مرد یعنی ایک امام اور ایک مقتدی جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں پھر ایک تیسرا شخص آ جائے تو پہلا مقتدی خود ہی

پیچھے ہٹ جائے تاکہ دونوں مل کر امام کے پیچھے صف بنالیں اگر وہ نہ ہٹے تو وہ تیسرا آدمی اس کو پیچھے کھینچ لے خواہ تحریمہ باندھ کر یا اس سے پہلے کھینچے یا امام آگے بڑھ جائے تاکہ تیسرا آدمی اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے، جیسا موقع ہو کر لے، آج کل لوگ مسائل سے واقف نہیں اس لئے اگر گنجائش ہو تو امام ہی آگے بڑھ جائے۔

۴۔ صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی مرد نہ ہو مکروہ ہے لیکن اگر پھر بھی عورتیں جماعت کریں تو جو عورت امام ہے وہ مقتدی عورتوں کے برابر وسط صف میں کھڑی ہو خواہ کتنی ہی عورتیں ہوں ترتیب صفوف اگر مقتدی مختلف قسم کے افراد ہوں یعنی مرد نابالغ لڑکے، خنثیٰ، قریب البلوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ جتنی بھی صفیں ہوں ان کے پیچھے لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں پھر خنثیٰ پھر عورتیں پھر لڑکیاں صف بنائیں، بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کو کھڑا کرنا مکروہ ہے، صرف ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے، خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں شامل ہو عورت یا لڑکی اکیلی ہو یا زیادہ ہر حال میں مردوں، لڑکوں و خنثیٰ سے الگ صف بنائیں۔

بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: خواتین کی صف (کا حکم)، پہلی صف سے پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

678 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی ہے اور سب سے کم بہتر آخری ہے۔ خواتین کی صفوں میں سب سے بہتر آخری ہے اور سب سے کم بہتر پہلی ہے"۔

شرح

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین صف پچھلی صف ہے عورتوں کی بہترین صف پچھلی صف ہے اور بدترین صف پہلی صف ہے۔

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1059)

بہترین سے مراد ثواب کی زیادتی ہے یعنی پہلی صف والے دوسری صف والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ مردوں کے لئے بہترین صف پہلی صف کو اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں وہ امام سے قریب ہوتے ہیں اور عورتوں سے دور اور پچھلی صف بدترین اس لئے ہوتی ہے کہ اس شکل میں امام سے دوری ہو جاتی ہے اور عورتوں سے نزدیکی۔ اس طرح عورتوں کے لئے پہلی صف اس لئے بدترین ہے کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے سے مردوں سے نزدیک ہو جاتی ہیں پچھلی صف ان کے لئے اس وجہ سے بہترین ہے کہ اس صورت میں وہ مردوں سے دور رہتی ہے۔ بہرحال حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ

مردوں کو تو پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اور عورتوں کو آخری صف میں شامل ہونے کی سعی کرنی چاہیے۔

پہلی صف میں شامل نہ ہونے والوں پر وعید کا بیان

679 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
''لوگ مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں انہیں پیچھے کر دے گا''۔

شرح

حتی یؤخرالله فی النار کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ" (جو لوگ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اور برابر پیچھے کی صفوں میں شامل ہوتے رہیں گے تو) اللہ تعالیٰ انہیں آخر الامر دوزخ میں داخل کرے گا یا دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں پیچھے رہنے والا کرے گا۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے چونکہ اپنی تساہلی اور کاہلی کی بناء پر ہمیشہ پچھلی صفوں میں کھڑا رہ کر اپنے آپ کو اس ثواب سے محروم رکھا اس لئے اس کے بدلہ میں وہ یہ سزا پائیں گے۔

680 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُزَاعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ صحابہ کرام کو آگے والی صفوں سے پیچھے ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ آگے بڑھ کر میری پیروی کرو تاکہ تمہارے بعد والے لوگ تمہاری پیروی کریں۔ لوگ پیچھے ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے کر دے گا۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام تاخیر کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو! اور میری اقتداء کرتا کہ وہ لوگ جو تمہارے پیچھے کھڑے ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں۔ ایک جماعت ہمیشہ (پہلی صف میں کھڑے ہونے میں) تاخیر کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی (اپنا فضل اور رحمت بھی) انہیں پیچھے ڈال

680- اسناده صحيح. ابو الاشهب: هو جعفر بن حيان. وابو نضرة: هو المنذر ابن مالك العبدي. واخرجه مسلم (438)، والنسائي في "الكبرى" (872)، وابن ماجه (978) من طرق عن ابي الاشهب، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (438)، والنسائي (873) من طريق سعيد بن اياس الجريري، عن ابي نضرة، به. وهو في "مسند احمد" (11142).

دے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1057)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کرتے تو ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلی صف میں کھڑے ہو کر میری اقتداء کرو یعنی پیچھے مجھ سے قریب ہو کر کھڑے رہو تا کہ میرے افعال دیکھتے رہو اسی طرح جو لوگ تم سے پیچھے کھڑے ہوں وہ تمہاری متابعت کریں کیونکہ پچھلی صف کے لوگ اگلی صف کے لوگوں کی متابعت بایں طور کرتے ہیں کہ نماز کے جو افعال اگلی صف والے کرتے ہیں وہی افعال پچھلی صف والے کرتے رہتے ہیں لہٰذا یہ متابعت اور اقتداء ظاہر کے اعتبار سے ہے ورنہ تو حقیقت میں سب نمازی امام ہی کے تابع ہوتے ہیں۔

بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف (کے مدمقابل) میں امام کے کھڑے ہونے کا مقام

681- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بَشِيرِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"امام کو اپنی صف کے درمیان (کے مدمقابل) کھڑا کرو اور (صفوں میں موجود) خالی جگہ کو پر کر دو"۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب: جو شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے

682- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ- قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: الصَّلَاةَ-

❁❁ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ سلیمان بن حرب نامی راوی نے لفظ "نماز" نقل کیا ہے۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ چونکہ پہلی صف میں جگہ خالی تھی اس کے باوجود وہ آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطور استحباب دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا یعنی پچھلی صف میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نمازی نہیں ہوگا۔ تو امام احمد کے مسلک کے مطابق اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور حضرت امام شافعی ان تینوں ائمہ کے نزدیک صف کے

پیچھے تنہا پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ تاہم ان حضرات کا قول یہ ہے کہ صف کے پیچھے تنہا نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُوْنَ الصَّفِّ

باب: آدمی کا صف (تک پہنچنے) سے پہلے رکوع میں چلے جانا

683 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ، عَنْ زِيَادٍ الْاَعْلَمِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ، حَدَّثَ اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ، قَالَ: فَرَكَعْتُ دُوْنَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ

حسن بصری حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ مسجد میں داخل ہوئے' تو نبی اکرم ﷺ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے راوی کہتے ہیں: میں صف سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا' تو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

عبادت میں حرص کی دعا کا بیان

684 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، اَخْبَرَنَا زِيَادٌ الْاَعْلَمُ، عَنِ الْحَسَنِ، اَنَّ اَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى اِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: اَيُّكُمُ الَّذِيْ رَكَعَ دُوْنَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى اِلَى الصَّفِّ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ: اَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللّٰهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: زِيَادٌ الْاَعْلَمُ زِيَادُ بْنُ فُلَانِ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ

حسن بصری بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ (مسجد میں) آئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے' تو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صف سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے۔ پھر وہ چلتے ہوئے آکر صف میں شامل ہو گئے جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے دریافت کیا۔ تم میں سے کس نے صف سے پہلے رکوع کر لیا تھا' اور پھر چلتا ہوا آکر صف میں شامل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زیاد اعلم نامی راوی زیاد بن فلاں بن قرہ ہے۔ یہ یونس بن عبید کی خالہ کا بیٹا ہے۔

رکوع والی تکبیر سے متعلق تکبیر تحریمہ کے ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اسے ایک تکبیر ہی کافی ہے جو کہ تکبیر تحریمہ ہے یہی رکوع کی بھی تکبیر ہوگی، یہ زید بن ثابت، ابن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سعید، عطاء، حسن، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے مروی ہے، اور آئمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد) کا بھی یہی کہنا ہے۔ ابو داؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: میں امام کو رکوع کی حالت میں

پالوں تو؟ امام احمد نے جواب دیا: آپ کو ایک تکبیر ہی کافی ہے۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر (35)
یہ اس لیے کہ رکوع کی حالت میں غالبا دونوں تکبیروں کو جمع کرنا مشکل ہے، اور اس لیے بھی کہ دونوں عبادات ایک ہی جنس اور ایک ہی جگہ میں ہیں، اور رکوع کی نیت کرنا نماز شروع کرنے کے منافی نہیں، لہذا رکن جو کہ تکبیرہ تحریمہ ہے واجب جو کہ رکوع کی تکبیر کے لیے کافی ہوگا، جیسا کہ طواف افاضہ اگر آخر میں کیا جائے تو طواف وداع سے کافی ہو جاتا ہے۔

(المغنی (183/2)، اور القواعد لابن رجب، قاعدہ نمبر (18)

اور اگر دونوں تکبیریں کہنا ممکن ہوں تو یہ اولی ہے، یعنی پہلی تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کے لیے تو یہ اولی اور بہتر ہوگا۔
ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے کہا: آپ کے نزدیک دو تکبیریں کہنا زیادہ پسند ہیں؟ تو ان کا جواب تھا: اگر وہ دوبار تکبیر کہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر (35)
اگر مقتدی نماز کے لیے آئے اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو کیا وہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کہے، یا کہ صرف تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے؟ اولی اور احتیاط تو اسی میں ہے کہ وہ دو تکبیریں کہے: ایک تکبیر تحریمہ جو کہ رکن ہے، اور یہ تکبیر اسے کھڑا ہو کر کہنی ضروری ہے، اور دوسری تکبیر رکوع کی اس وقت کہے جب وہ رکوع کے لیے نیچے جھکے، اور اگر اسے رکوع چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو پھر علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق تکبیر تحریمہ کہنی ہی کافی ہوگی، کیونکہ دونوں عبادتیں ایک ہی وقت جمع ہو گئی ہیں، لہذا بڑی عبادت چھوٹی سے کفائت کر جائے گی، اور اس حالت میں اکثر علماء کرام کے ہاں اس کی رکعت ہو جائے گی۔
رکوع میں ملنے والے شخص کے لیے تکبیر کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے اگر وہ رکوع کے لیے جھک کر تکبیر کہتا ہے تو اس کا رکوع صحیح نہیں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "المجموع" میں کہتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے اور پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اگر تکبیر کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر اور کچھ رکوع کے جھک کر کہی جائے تو بغیر کسی اختلاف کے اس کی فرضی نماز صحیح نہیں، اور صحیح قول کے مطابق نفلی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔ (المجموع للنووی (111/4) اور مغنی (130/2)

مقتدی کی اقسام کا بیان

مقتدی کی چار قسمیں ہیں: (۱) مدرک، (۲) لاحق، (۳) مسبوق، (۴) لاحق مسبوق، مدرک اسے کہتے ہیں جس نے اول رکعت سے تشہد تک امام کے ساتھ پڑھی اگرچہ پہلی رکعت میں امام کے ساتھ رکوع ہی میں شریک ہوا ہو۔ لاحق وہ کہ امام کے ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی مگر بعد اقتدا اس کی کل رکعتیں یا بعض فوت ہو گئیں خواہ عذر سے فوت ہوں جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے رکوع سجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدث ہو گیا یا مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتدا کی یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت امام کے ساتھ نہ ملی خواہ بلا عذر فوت ہوں جیسے امام سے پہلے رکوع سجود کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو امام کی دوسری رکعت اس کی پہلی رکعت ہوگی اور تیسری دوسری اور چوتھی تیسری اور آخر میں ایک رکعت پڑھنی ہوگی۔ مسبوق وہ ہے کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔ لاحق مسبوق وہ ہے جس کی کچھ رکعتیں شروع کی نہ ملیں۔ پھر شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا۔

امام کی اتباع نہ کرنے سے متعلق فقہی جزءیات کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پانچ چیزیں وہ ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے تکبیرات عیدین، قعدہ اولیٰ، سجدہ تلاوت، سجدہ سہو، قنوت جبکہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع کرے۔ مگر قعدہ اولیٰ نہ کیا اور ابھی سیدھا کھڑا نہ ہوا تو مقتدی ابھی اس کے ترک میں متابعت امام کی نہ کرے بلکہ اسے بتائے تاکہ وہ واپس آئے اگر واپس آ گیا فبہا اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب نہ بتائے کہ نماز جاتی رہے گی بلکہ خود بھی قعدہ چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے۔ چار چیزیں وہ ہیں کہ امام کرے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا، تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ پر زیادتی کی، جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا پھر اگر اس صورت میں اگر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچویں کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگئی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا ہو۔

نو اشیاء ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجالائے تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا، (۲) ثنا پڑھنا جب کہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو (۳) رکوع، (۴) سجدہ کی تکبیرات و (۵) تسبیحات، (۶) تسمیع، (۷) تشہد پڑھنا، (۸) سلام پھیرنا (۹) تکبیرات تشریق۔ (صغیری، فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

شرح سنن ابوداؤد جلد اول کے اختتامی کلمات ودعا کا بیان

الحمدللہ! شرح سنن ابوداؤد کی تیسری جلد مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے اور میرے صغیرہ وکبیرہ، سہوا، عمدا ہر قسم کے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے دنیا وآخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور